

# معارف القرآن

تألیف

شیخ اشیر احمد زیت مختصر کمال الحافظ محمد رفیع صاحب کمال دہلوی  
رحمۃ اللہ علیہ کتبۃ دارالعلوم شیعہ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

ترجمہ و تفسیر مکمل معارف قرآن و حدیث، دینی ائمہ پوری قدس سرہ

شائع کردہ

مکتبۃ المعارف

دارالعلوم الحدیثیہ شہدادپور

سندھ، پاکستان

پہلی شائع شدہ: ۱۳۵۲ھ مہران ۱۳۵۲ھ غلامرضا قزاقی لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأَهُ فَأَتَّبِعْ قُرْآنَهُ هُتَارَةً عَلَيْهِ تَابِعَاتُهُ

الحمد لله والحمد لله کہ درین زمان میں امت القرآن تفسیر سرائے تہذیب حقایق و معارف  
خرنیزہ اسرار و لطائف کشف مشکلات قرآنیہ و وصاف مخدرات فرقانیہ  
مستغنی بہ

# مَعَارِفُ الْقُرْآنِ

تألیف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا حافظ محمد ادریش صاحب کاندھلوی

رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً شَيْخُ الْحَدِيثِ بِجَامِعِهِ أَشْرَفِيهِ لَاهُورِ

جلد چہارم مشتمل بر تفسیر پارہ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵



بر ترجمہ حقیقت آگاہ معارف پناہ عارف بابہ حضرت شاہ عبدالقادر بر شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہ

شائع کردہ

## مکتبہ المعارف

دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور

سندھ ، پاکستان

باجازت مکتبہ عثمانیہ میٹ محمد ۳۵۳ مہران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور



نام کتاب :- معارف القرآن جلد ۸  
نام مصنف :- حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ  
مکمل سیٹ :- ۸ جلد  
صفحات جلد ۸ :- ۲۲۵

کتابت متن قرآن کریم : خطاط القرآن حضرت سید محمد اشرف علی الحسینی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ  
کتابت سرورقی :- سید انیس الحسن ابن سید الخطاطین سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم العالیہ لاہور  
کتابت ترجمہ و تفسیر :- سید عصمت اللہ، سید جعفر حسین، سید فیاض اللہ گوجرانوالہ  
تعداد طبع اول :- ۱۳۱۹ھ  
تعداد طبع دوم :- ۱۳۲۲ھ  
(گیارہ سو) ۱۱۰۰

پریس : القادر پرنٹنگ پریس کراچی  
ناشر :- مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور سندھ پاکستان  
فون ۴۲۲۷۶ ۴۱۳۷۶ (۰۲۲۳۲)

## ملنے کے پتے پا

کراچی :- صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس، المنقر پارٹمنٹس ۲۵۸ گارڈن ایسٹ  
نزد سبیل چوک کراچی۔ پوسٹ کوڈ نمبر ۷۴۸۰۰  
لاہور :- مکتبہ عثمانیہ میت محمد ۳۵۳ مہران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور  
شہدادپور :- مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور ضلع ساکھو سندھ پاکستان پوسٹ کوڈ ۶۸۰۳۰

اہم نوٹ  
ہم نے اس کتاب کی تصحیح میں حتی الوسع کوشش کی ہے پھر بھی ممکن ہے کوئی غلطی رہ گئی ہو۔  
لہذا تمام قارئین سے التماس ہے کہ اگر کہیں غلطی یا دوسری ترمیمیں اطلاع دیں تا کہ آئندہ  
اشاعت میں اسے درست کیا جاسکے، اللہ تعالیٰ اس کا اجر آپ کو عطا فرمائیں گے۔

خط و کتابت کیلئے :- مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور پوسٹ کوڈ ۶۸۰۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اجازت نامہ

برائے اشاعت معارف القرآن، بنام مکتبۃ المعارف شہدادپور

قرآن پاک معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب جو کہ دارالعلوم المحمدیہ (دہلی)  
مشہور و معروف دارالافتاء خود دوبارہ لکھنؤ ہے اور جہاں ہے

ہماری طرف سے اجازت ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ وہ اسکو  
چھپوائیں اور فروخت کریں۔

نور محمد

۲۷/۱/۹۹

# فہرست مضامین معارف القرآن

جلد چہارم

مشتمل بر— پارہ (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵)

سورۃ ہود - یوسف - رعد - ابراہیم - حجر - نحل - بنی اسرائیل - کہف



صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱	آغاز پارۃ دوازدهم و فاصلہ کتابت	
۱	بیان صفت ترزین و تحقیق	۱
۲	ابطال قدامت مادہ	۲
۳	بحث در بارہ بحث	۳
۴	بیان حال طبیعت انسانہ و راحت و کلفت	۴
۵	بیان نوع دیگر از معنیہائے کفار نامہ چہار و تسلی بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۵
۶	دلائل اجماع قرآن پر ایک اجمالی نظر	۶
۷	ابطال غرۃ اہل دنیا بر اعمال خود	۷
۸	اہل دنیا و اہل آخرت کا مقابلہ و نتائج اخروی کا بیان	۸
۹	ظالموں کے حال و مال کا بیان	۹
۱۰	ذکر حال و مال اہل ایمان	۱۰
۱۱	مثال فریقین	۱۱
۱۲	قصہ حضرت نوح علیہ السلام با قوم او	۱۲
۱۳	حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے جواب با صواب	۱۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	لطائف و معارف	۲۷
۱۵	قصہ نوح علیہ السلام متعلق برطوفان	۲۱
۱۶	قصہ فرو شدن طوفان نوح علیہ السلام	۳۵
۱۷	وہار نوح علیہ السلام برائے نجات پس خود و جواب باری تعالیٰ	۳۷
۱۸	خاتمہ قصہ مشعل بر بیان حکمت و ذکر استدلال بروی نبوت	۴۰
۱۹	قصہ ہود علیہ السلام با قوم عاد	۴۳
۲۰	قصہ صالح علیہ السلام با قوم ثمود	۴۸
۲۱	قصہ ابراہیم علیہ السلام مشعل بر بشارت ملائکہ کرام بولادت اسحق علیہ السلام	۵۱
۲۲	لطائف و معارف	۵۲
۲۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علم و حکمت	۵۴
۲۴	قصہ لوط علیہ السلام و قوم او کہ قصہ سابقہ است	۵۶
۲۵	قصہ شعیب علیہ السلام	۶۲
۲۶	قوم مردود کا جواب	۶۳
۲۷	شعیب علیہ السلام کا قوم کو جواب با صواب	۶۴
۲۸	ترجیب قوم از مخالفت و معاندت	۶۵
۲۹	حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے قوم کی دہمکیوں کا جواب	۶۶
۳۰	قصہ موسیٰ علیہ السلام با فرعون	۶۸
۳۱	تذکرہ عواقب دنیویہ اہم خاتمہ برائے عبرت	۶۹
۳۲	تذکرہ عواقب اخرویہ کفر و تکذیب برائے موعظت و نصیحت	۷۲
۳۳	موعظت حسنہ	۷۹
۳۴	تحدید از اختلاف و افتراق و حکم استقامت بر احکام شریعت	۸۱
۳۵	اہم سابقہ کی ہلاکت کے سبب قریب و سبب بعید کا بیان	۸۴
۳۶	تنبیہ بر بعض مکتبہائے حکایت قصص مذکورہ	۸۷
۳۷	خاتمہ سورت مشعل بر تہدید علم	۸۸
	قبول ذکرئی و موعظت	



صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۹۰	تفسیر سورۃ یوسف (علیہ السلام)	
۹۲	..... شان نزول	۳۸
۹۳	..... حقانیت قرآن حکیم و تمہید قصہ	۳۹
۹۴	..... آغاز قصہ بر ویسے صاحب و صادقہ	۴۰
۹۵	..... خواب کی حقیقت	۴۱
۹۶	..... تعبیر خواب	۴۲
۹۹	..... معاصر برادران یوسف علیہ السلام	۴۳
۱۰۰	..... فائدہ	۴۴
۱۰۸	..... ذکر الطاف و عنایات خداوندی با یوسف علیہ السلام	۴۵
۱۱۶	..... حکایت	۴۶
۱۱۷	..... دعوائے یوسف علیہ السلام	۴۷
۱۱۸	..... اعتراف زلیخا - عزیز مصر کا اعتراف	۴۸
۱۱۹	..... شہادت شاہد	۴۹
۱۲۰	..... شہادت زنان مصر وغیرہ	۵۰
۱۲۱	..... شہادت رب العالمین	۵۱
۱۲۲	..... شہادت ابلیس لعین	۵۲
۱۲۳	..... ذکر الطاف و عنایات خداوندی	۵۳
۱۲۴	..... ضمیمہ متعلقہ بر تفسیر وَ شَهِدَ شَآءِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا	۵۴
۱۲۵	..... قصہ دعوت زلیخا زانان مصر را مشتمل بر اعتراف عصمت و عفت یوسف علیہ السلام	۵۵
۱۲۶	..... قصہ یوسف علیہ السلام با ساتی و خباز در حین غارت مشتمل بر دعوت و تبلیغ	۵۶
۱۲۷	..... دعوت توحید	۵۷
۱۲۸	..... تعبیر خواب	۵۸
۱۲۹	..... شاہ مصر کا خواب و بچنا اور یوسف علیہ السلام کا اس کی تعبیر بتانا	۵۹
۱۳۰	..... شاہ مصر کا یوسف علیہ السلام کو ملاقات کے لیے طلب کرنا	۶۰
۱۳۱	..... آغاز پارہ ۱۳ وَكَأَيُّ بَرٍّ لِّنَفْسِي	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۳۶	مشقل بر تہذیب لغت و بیان حقیقت عصمت	۶۱
۱۳۸	ذکر اختلاف مفسرین در تفسیر این آیت	۶۲
۱۳۹	یوسف علیہ السلام کی شاہ معرستہ ملاقات و تفویض اختیارات سلطنت	۶۳
۱۴۲	ظہور قحط عظیم در اطراف مصر و شام	۶۴
۱۵۱	بار دوم آمدن برادران یوسف علیہ السلام	۶۵
۱۵۴	فائدہ جلیلہ در تحقیق مسئلہ جلیلہ	۶۶
۱۵۹	باز گشتن برادران یوسف علیہ السلام از سفر دوم	۶۷
۱۶۳	بار سوم آمدن برادران یوسف علیہ السلام بحکم یعقوب علیہ السلام برائے تفحص یوسف و بنیامین	۶۸
۱۶۶	باز گشتن برادران یوسف علیہ السلام از سفر سوم و بشارت بردن	۶۹
۱۶۹	بار چہارم آمدن برادران یوسف علیہ السلام مع والدین	۷۰
۱۷۱	خاتمہ قصہ ہود علیہ السلام برائے خاتمہ بالخیر	۷۱
۱۷۵	خاتمہ سورت بر اشبات رسالت محمدیہ و تہذیب بر منکرین و بیان حقانیت کتاب مسین	۷۲
۱۷۹	تفسیر اول آیت مذکورہ	۷۳
۱۸۱	تفسیر دوم	۷۴
۱۸۱	تفسیر سوم	۷۵
۱۸۴	تفسیر سورۃ رعد	
۱۸۵	حقانیت قرآن کریم	۷۶
۱۸۶	ذکر دلائل توحید و اثبات مہدار و معاد	۷۷
۱۸۷	استدلال باحوال عالم علوی	۷۸
۱۸۸	استدلال بر تسخیر شمس و قمر	۷۹
۱۸۹	اسانوں کے بارہ میں فلسفہ جدیدہ کا نظریہ	۸۰
۱۹۰	استدلال باحوال عالم سفلی	۸۱
۱۹۱	استدلال دیگر	۸۲
۱۹۲	نکتہ	۸۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۹۴	مسکونین نبوت کے شبہات اور ان کے جوابات	۸۴
۲۰۰	رجوع ہر اسے مضمون توحید	۸۵
۲۰۶	مثال حق و باطل	۸۶
۲۱۰	ذکر حال و مال متقیین و مبطلین	۸۷
۲۱۲	صفات اہل عقل	۸۸
۲۱۳	جواب از شبہ عدم مبنویت کفار با بر وسعت رزق و نبوی	۸۹
۲۱۶	رجوع بہ بحث نبوت و بیان حال اہل سعادت و اہل شقاوت	۹۰
۲۲۰	تقیق و تشنیع اہل باطل و سزا سائے معاندین و جزائے مطیعین	۹۱
۲۲۳	خطاب بر اہل کتاب در بارۃ نبوت	۹۲
۲۲۷	مسئلہ بدایہ کی مختصر تشریح	۹۳
۲۲۹	بدایہ کی اقسام	۹۴
۲۳۱	نسخ اور بدایہ فی المحکم میں فرق	۹۵
۲۳۱	کفر کا زوال اور اسلام کا اقبال	۹۶
۲۳۴	تفسیر سورۃ ابراہیم (علیہ السلام)	
۲۳۵	آغاز سورت پر بیان مقصد بعثت	۹۷
۲۳۶	کفار کا شبہ اور اس کا جواب	۹۸
۲۳۷	فائدہ جلیلہ	۹۹
۲۳۹	ذکر موسیٰ علیہ السلام	۱۰۰
۲۴۲	تذکیر بایام اللہ	۱۰۱
۲۴۳	مسکونین کے شبہات اور رسولوں کے جوابات	۱۰۲
۲۴۶	خداوند عالم کی طرف سے جواب	۱۰۳
۲۴۸	مثال اعمال کفار	۱۰۴
۲۴۹	قیامت کے دن کفار کی باہم گفتگو اور پیشوایان کفر کی ذلت اور ندامت کا ذکر	۱۰۵
۲۵۱	جہنم میں شیطان کی تقریر	۱۰۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۷	اہل سعادت کے حال و مال کا ذکر	۲۵۳
۱۰۸	مثال کلمہ ایمان و کلمہ کفر و سوال قبر	۲۵۴
۱۰۹	خلاصہ کلام	۲۵۶
۱۱۰	چند فوائد	۲۵۹
۱۱۱	ایک شبہ اور اس کا جواب	۲۶۰
۱۱۲	خلاصہ تفسیر آیت مذکورہ	۲۶۱
۱۱۳	ذمت کفار و مشرکین و مدح مؤمنین صالحین	۲۶۴
۱۱۴	دعا اور ایسی کا ذکر	۲۶۶
۱۱۵	تذکرہ آخرت و تحذیر از غفلت	۲۶۲
	تفسیر سورہ حجر	۲۷۵
۱۱۶	حقانیت قرآن کریم	۲۷۷
	آغاز پارہ ۱۲	۲۷۷
	ربنا یؤد الٰہین کفرؤا	۲۷۷
۱۱۷	بیان حسرت اہل غفلت در روز قیامت	۲۷۸
۱۱۸	ذکر اقوال کفارنا ہنجا در بارہ بارگاہ رسالت	۲۷۹
۱۱۹	لطائف و معارف بابت آیت اِنَّا نَحْنُ مُرْسِلُوکُمْ	۲۸۲
۱۲۰	وسیل عقلی	۲۸۴
۱۲۱	دلیل نقلی	۲۸۴
۱۲۲	دلیل الزامی	۲۸۴
۱۲۳	حفاظت کا طریقہ	۲۸۷
۱۲۴	شیعوں کو قرآن کیوں یاد نہیں ہوتا	۲۸۸
۱۲۵	تاویلات شیعہ اور اسکا جواب	۲۸۹
۱۲۶	اجماع بر محفوظیت قرآن از زیادت و نقصان	۲۹۰



صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۹۳	..... بیان توحید (بحث بروج)	۱۲۷
۲۹۸	..... ذکر سپید آتش جن و انس و قصہ پیدائش آدم علیہ السلام	۱۲۸
۳۰۳	..... ذکر نوار اہل جنت	۱۲۹
۳۰۹	..... قصہ ابراہیم و لوط علیہما السلام	۱۳۰
۳۱۰	..... قصہ اصحاب ایبک و اصحاب حجر	۱۳۱
۳۱۳	..... تعین مہر بر ایثار و استہزاؤ تمسخر	۱۳۲
۳۱۵	..... قول اول	۱۳۳
۳۱۶	..... قول ثانی	۱۳۴
۳۱۸	..... ترجیح راجح	۱۳۵
۳۲۱	..... نکتہ	۱۳۶
۳۲۲	تفسیر سورۃ نمل	
۳۲۳	..... آغاز سورت بوعید و تہدید بر منکرین توحید	۱۳۷
۳۲۸	..... در قسم کے دلائل	۱۳۸
۳۳۰	..... ذکر دلائل توحید	۱۳۹
۳۳۰	..... نتیجہ دلائل	۱۴۰
۳۳۱	..... تفصیل دلائل توحید - قسم اول	۱۴۱
۳۳۱	..... قسم دوم	۱۴۲
۳۳۲	..... قسم سوم	۱۴۳
۳۳۲	..... قسم چہارم	۱۴۴
۳۳۳	..... جملہ مترغہ برائے بیان اثر دلائل مذکورہ	۱۴۵
۳۳۳	..... قسم پنجم احوال نباتات سے استدلال	۱۴۶
۳۳۴	..... قسم ششم	۱۴۷
۳۳۴	..... قسم ہفتم - قسم ہشتم	۱۴۸
۳۳۵	..... قسم نہم - قسم دہم	۱۴۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۵	تہدید پر اعراض از دلائل واضحه	۱۵۰
۳۳۶	منکرین نبوت کے معاندانہ سوالات اور ان کے جوابات	۱۵۱
۳۳۷	پہلا شبہ	۱۵۲
۳۳۸	تہدید معاندین و وعید مستکبرین	۱۵۳
۳۳۹	دوسرا شبہ	۱۵۴
۳۴۰	تیسرا شبہ	۱۵۵
۳۴۱	چوتھا شبہ	۱۵۶
۳۴۲	پانچواں شبہ	۱۵۷
۳۴۳	فائدہ اولیٰ	۱۵۸
۳۴۴	فائدہ دوم	۱۵۹
۳۴۵	تہدید اہل مکہ با انواع و اقسام قہر	۱۶۰
۳۴۶	تذکیر آثار قدرت و تنبیہ بر غفلت	۱۶۱
۳۴۷	اثبات توحید و ابطال مجوسیت	۱۶۲
۳۴۸	کفار کے چند ناشائستہ اقوال و افعال کا ذکر	۱۶۳
۳۴۹	بیان مسلم خداوندی	۱۶۴
۳۵۰	فائدہ	۱۶۵
۳۵۱	صلیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶۶
۳۵۲	رجوع بسوسے دلائل توحید بتذکیر الغلات خداوند حمید	۱۶۷
۳۵۳	تفصیل دلائل قدرت و دلائل نعمت برائے اثبات الوہیت و وعدائیت و دلیل اول و دلیل دوم	۱۶۸
۳۵۴	دلیل سوم - دلیل چہارم	۱۶۹
۳۵۵	دلیل پنجم	۱۷۰
۳۵۶	دلیل ششم	۱۷۱
۳۵۷	دلیل ہفتم	۱۷۲
۳۵۸	مثال اول	۱۷۳
۳۵۹	دوسری مثال	۱۷۴
۳۶۰	دلیل ہشتم - کمال علم و قدرت	۱۷۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۸۵	دلیل پنجم . . . . .	۱۷۶
۳۸۵	دلیل دہم . . . . .	۱۷۷
۳۸۶	دلیل یازدہم . . . . .	۱۷۸
۳۸۶	دلیل دوازدہم . . . . .	۱۷۹
۳۸۷	دلیل سیزدہم . . . . .	۱۸۰
۳۸۷	دلیل چہارم . . . . .	۱۸۱
۳۸۷	استثنا برآقام احسان . . . . .	۱۸۲
۳۸۹	ذکر قیامت . . . . .	۱۸۳
۳۹۵	تلقین سکرام اخلاق و محاسن اعمال و آداب . . . . .	۱۸۴
۳۹۸	ایضاح عہد کی تاکید اور فرد و بد عہدی سے مخالفت و تہدید . . . . .	۱۸۵
۴۰۲	تعلیم طریقہ حفاظت از شر شیطانی . . . . .	۱۸۶
۴۰۴	مسکونین نبوت کے چند شبہات اور ان کے جوابات . . . . .	۱۸۷
۴۰۵	کافروں کا دوسرا اعتراض اور اس کا جواب . . . . .	۱۸۸
۴۰۷	حکم مرتد . . . . .	۱۸۹
۴۰۹	ذکر جزائے آخرت . . . . .	۱۹۰
۴۱۲	تہدید بافات و نبویہ بر مصیبت و کفران نعمت . . . . .	۱۹۱
۴۱۳	نکستہ . . . . .	۱۹۲
۴۱۶	بیان حقیقت ملت ابراہیمیہ برائے ترغیب اتباع ملت محمدیہ . . . . .	۱۹۳
۴۲۰	ایک اشکال اور اس کے تین جواب . . . . .	۱۹۴
۴۲۱	جواب اول . . . . .	۱۹۵
۴۲۲	جواب دوم . . . . .	۱۹۶
۴۲۳	جواب سوم . . . . .	۱۹۷
۴۲۶	آداب دعوت و تبلیغ . . . . .	۱۹۸
۴۲۸	اختتام سورہ نحل . . . . .	۱۹۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	آغاز پارہ ۱۵ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ	
	تفسیر سورۃ الاسرار یعنی سورۃ بنی اسرائیل	۴۷۹
۲۰۰	ذکر کرامت اسرار و معراج بر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۴۸۰
۲۰۱	فائدہ عا ۱ عا ۲ عا ۳ عا ۴ عا ۵ عا ۶	۴۸۲
۲۰۲	فائدہ عا ۷	۴۸۳
۲۰۳	سوال و جواب	۴۸۶
۲۰۴	ایک شبہ اور اس کا جواب	۴۸۹
۲۰۵	معراج آسمانی اور مرزا سائے آبجھانی	۴۹۱
۲۰۶	قصہ اسرار و معراج	۴۹۳
۲۰۷	ذکر کرامت موسیٰ علیہ السلام بطولے تورات و شرف تکلم و مناجات	۴۹۶
۲۰۸	ذکر انجام مخالفت و معصیت برائے ترہیب و عبرت	۴۹۸
۲۰۹	نکتہ	۴۹۹
۲۱۰	ذکر فضیلت قرآن کریم	۵۰۲
۲۱۱	انسان کی جلد بازی اور نا عاقبت اندیشی	۵۰۳
۲۱۲	ذکر نعمائے دنیویہ	۵۰۴
۲۱۳	حکایت	۵۰۵
۲۱۴	بیان سعادت و شقاوت و ہدایت و ضلالت و ذکر طالبان دنیا و طالبان آخرت	۵۰۸
۲۱۵	فائدہ	۵۱۱
۲۱۶	لطائف و معارف	۵۱۳
۲۱۷	تفصیل احکام آخرت و احکام ہدایت	۵۱۹
۲۱۸	حکم اول توحید	۵۲۰
۲۱۹	حکم دوم احترام و اکرام والدین	۵۲۰
۲۲۰	ایک فلسفیانہ و سوسہ اور اس کا جواب	۵۶۲



صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۷۵	حکم سوم ادا حقوق دیگر اہل حقوق	۲۲۱
۴۷۷	حکم چہارم ممانعت از اسراف	۲۲۲
"	حکم پنجم تکلف در جواب سائل	۲۲۳
"	حکم ششم اقتصاد و اعتدال در انفاق مال	۲۲۴
۴۷۸	حکم ہفتم ممانعت از قتل اولاد	۲۲۵
۴۷۹	حکم ہشتم ممانعت از زنا	۲۲۶
"	حکم نہم ممانعت از قتل ناحق	۲۲۷
۴۸۰	حکم دہم ممانعت از تصرف ناحق در مال یتیم	۲۲۸
"	حکم یازدہم ایفاء عہد	۲۲۹
"	حکم دوازدہم ایفاء کیل	۲۳۰
"	حکم سیزدہم ایفاء وزن	۲۳۱
۴۸۱	حکم چہار دہم عدم جواز علی بر امر نامعلوم	۲۳۲
"	حکم پانزدہم ممانعت از رفتار تکبر و تجبر	۲۳۳
۴۸۲	خاتمہ لکام بر تاسید احکام و توحید خداوندانام	۲۳۴
۴۸۵	تاسید توحید و بیان حال منکرین نبوت	۲۳۵
۴۹۰	اثبات معاد	۲۳۶
۴۹۲	تلقین حسن خطاب با اہل کتاب و جوابات شبہات مشرکین	۲۳۷
۴۹۷	رجوع بسوئے ابطال شرک	۲۳۸
۴۹۹	ترجیب کفار از قہر خداوند قہار	۲۳۹
"	فرمانشی معجزات کے اظہار کا انکار	۲۴۰
۵۰۲	شکستہ	۲۴۱
۵۰۶	ذکر عداوت شیطان با بنی نفع انسان	۲۴۲
۵۰۹	رجوع بسوئے مضمون توحید	۲۴۳
۵۱۱	لطائف و معارف	۲۴۴
۵۱۲	کرامت روحانیہ اور اس کا خالصہ	۲۴۵
"	کرامت اور فضیلت میں فرق	۲۴۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۷	بیان فرق مراتب در روز قیامت . . . . .	۵۱۵
۲۴۸	ذکر عداوت کفار با سید المراد و امور دنیویہ و دنیویہ و وعدہ عصمت و حفاظت . . . . .	۵۱۷
۲۴۹	حکم بشغلی "عبادت رب محبوب و لشارت مقام محمود و تلقین دعا و ہجرت و اشارہ بسوئے قیام آسمانی بادشاہت . . . . .	۵۲۰
۲۵۰	نکستہ . . . . .	۵۲۲
۲۵۱	تلقین دعا و ہجرت و لشارت قیام حکومت . . . . .	۵۲۳
۲۵۲	ظالموں کے ایک معاندانہ سوال کا جواب . . . . .	۵۲۶
۲۵۳	فائدہ جلیلہ . . . . .	۵۳۰
۲۵۴	اقوال حکماء و علماء و ربانہ روح . . . . .	۵۳۰
۲۵۵	لطائف و معارف پہ پہلی معرفت . . . . .	۵۳۲
۲۵۶	دوسری معرفت . . . . .	۵۳۵
۲۵۷	تیسری معرفت . . . . .	۵۳۵
۲۵۸	چوتھی معرفت . . . . .	۵۳۶
۲۵۹	پانچویں معرفت . لفظ خلق اور لفظ امر کی تشریح اور ان کا باہمی فرق . . . . .	۵۳۶
۲۶۰	چھٹی معرفت . . . . .	۵۳۸
۲۶۱	ساتویں معرفت . . . . .	۵۳۸
۲۶۲	آٹھ ٹھویں معرفت . روح نظر کیوں نہیں آتی . . . . .	۵۳۹
۲۶۳	نویں معرفت . روح اور نفس میں فرق . . . . .	۵۴۰
۲۶۴	دسویں معرفت . روح اور نفس کی نوعیت . . . . .	۵۴۲
۲۶۵	اعجاز قرآن و اثبات رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم . . . . .	۵۴۳
۲۶۶	معاندین کے سوالات اور ان کے جوابات . . . . .	۵۴۶
۲۶۷	جواب استعجاب کفار بہ رسالت بشر . . . . .	۵۴۷
۲۶۸	جواب اخیر مشغل بروعد عید معصوم . . . . .	۵۴۸
۲۶۹	ذکر معجزات موسویہ برائے تحقیق رسالت محمدیہ . . . . .	۵۵۱
۲۷۰	قول اول . . . . .	۵۵۲
۲۷۱	قول دوم . . . . .	۵۵۳
۲۷۲	خاتمہ سورت بر توحید و تسمیہ . . . . .	۵۵۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۵۹	اختتام سورۃ الاسراء	۲۷۳
۵۵۹	تفسیر سورۃ کہف	
۵۶۰	ربط اور مناسبت	۲۷۴
۵۶۲	فائدہ	۲۷۵
۵۶۳	آغاز سورت و تحمید برائے ازال کتاب ہدایت برائے اثبات توحید و رسالت الخ	۲۷۶
۵۶۶	ذکر اجمالی قصۃ اصحاب کہف	۲۷۷
۵۶۷	اصحاب کہف در قیام	۲۷۸
۵۶۹	اصحاب کہف کا قصہ	۲۷۹
۵۷۸	تفصیل قصۃ اصحاب کہف	۲۸۰
۵۸۳	بقیہ قصہ مذکورہ	۲۸۱
۵۸۶	ذکر قول دیگر در تفسیر اسیت مذکورہ	۲۸۲
۵۸۹	ذکر اختلاف اہل کتاب در بارۃ شمار اصحاب کہف	۲۸۳
۵۹۰	مقام اصحاب کہف	۲۸۴
۵۹۲	حکم تلاوت قرآن و مدارات حدیثان و تفرق پوشان	۲۸۵
۵۹۷	مسئلہ	۲۸۶
۶۰۱	بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کی مثال	۲۸۷
۶۰۳	فائدہ - حکایت	۲۸۸
۶۰۳	فائدہ	۲۸۹
۶۰۶	دنیا کے فناء و زوال کی ایک مثال	۲۹۰
۶۱۲	غرور و تکبر کا حال و نال	۲۹۱
۶۱۸	قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باخضر علیہ السلام	۲۹۲
کتابت . ع . م شہداد پور		





اور رزاق ہونا اس کے کمال علم اور کمال قدرت کی دلیل ہے چنانچہ ارشاد ہے اور نہیں ہے کوئی جاندار جو زمین پر چلتا ہو اور رزق کھانے والا ہو مگر اللہ کے ذمہ ہے اس کا رزق جو اس نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جس جاندار کا جو اور جتنا رزق مقرر کر دیا اس کا پہنچانا خدا کے ذمے ہے رزق لہا کی اضافت عبد اور لعین پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی قصار و قدر میں جو رزق اس کا مقدر اور معین ہو چکا ہے وہ اس کو پہنچا رہے گا۔ خدا کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں پس اگر کوئی بھوک اور فاقہ سے مر جائے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ خدا کے خزانے میں رزق نہیں رہا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کو اب اس کا زندہ رکھنا ہی مقصود نہیں۔ وہ کسی کو فاقہ سے مار رہا ہے اور کسی کو بیماری سے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے رزق کا کفیل ہے اس کے سوا کوئی رازق نہیں۔ بندوں کو چاہیے کہ اس پر بھروسہ کریں اور چونکہ رزق رسانی کے لیے علم کامل کی ضرورت ہے اس لیے وہ خداوند رزاق ہر حیوان کی جلتے قرار کو جانتا ہے۔ مستقر سے وہ جائے قرار مراد ہے، جہاں حیوان اپنی زندگی میں اپنے اختیار سے ٹھہرے جیسے اپنے مکان اور رہنے کی جگہ اور مستقر غرض یعنی جلتے دو بعیت سے وہ جگہ مراد ہے جہاں ٹھہرنا اختیار سے نہ ہو۔ جیسے پشت پدار اور رحم مادر اور جائے قبر شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں۔ مترجم گوید مستودع جانیت کہ بغیر اختیار و آبخانگاہ داشتہ بود نہ مانند صلب و رحم و مستقر جائست کہ ما اختیار خودی مانند مثل خانہ، (فتح الرحمن) اور یہی تفسیر ابن عباسؓ سے منقول ہے (دیکھو تفسیر قطبی ص ۶۹) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنی مخلوق زمین میں پیدا کی ہے وہ سب کی روزی پہنچاتا ہے اور وہ ہر مخلوق کی قرار اور رہائش کی جگہ کو جانتا ہے کس جگہ اس کی بود و باش ہے اور کس جگہ اس کی موت ہوگی اور یہ سب باتیں اگرچہ اسکے علم ازل میں ہیں مگر ساتھ ساتھ لوح محفوظ میں بھی لکھی ہوئی ہیں اور تم اس کی کفالت رزق کا کیسے ان کا رکھ سکتے ہو کیونکہ خداوند رزاق وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین سے روزی نکلتی ہے اور آفتاب کی گرمی سے وہ کھیتیاں پکتی ہیں اور آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا عرش عظیم پانی پر تھا جس پر زندگی کا دار و مدار ہے۔ کما قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ حَيًّا فَشَجَوْنَا حَتَّىٰ غَرَضَ بِہِ کہ آسمان اور زمین اور عرش اور پانی کے پیدا کرنے کے بعد تم کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزلے کو کون تم میں اچھے عمل کرتا ہے یہ کون و مکان اور زمین و آسمان اور رزق کا یہ سامان اس لیے پیدا کیا کہ دیکھیں کہ ان نعمتوں کو دیکھ کہ کون اپنے منعم اور محسن تک پہنچتا ہے۔ اور کون ان نعمتوں میں مست ہو کر منعم اور رزاق کا منکر ہو جاتا ہے عاقل اور دانائے اس عجیب و غریب نظام کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ دار فانی امتحان گاہ ہے اور آئندہ چل کر ایک وقت آنے والا ہے جس میں اس امتحان کے نتیجہ کا اعلان ہو گا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے اس نے اپنی قدرت سے آسمان اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پانی کو پیدا کیا اور پھر عرش کو پیدا کیا۔ پھر قلم کو پھر لوح محفوظ کو اور پھر پچاس ہزار سال بعد آسمان اور زمین پیدا کیتے

اور عمران بن حصینؓ کی حدیث میں ہے۔ کان اللہ و لہ یحکن شئی غیروہ۔ یعنی ایک وقت ایسا تھا کہ صرف اللہ کی ذات پاک تھی۔ اور اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی اور انٹر فکالے کا ارشاد ہے۔  
بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو بلا مادہ اور بلا کسی اصل کے محض اپنی قدرت سے پیدا کیا تاکہ بندوں کا استغاثہ کرے کہ وہ خدا کے آثار قدرت کو دیکھ کر اسکو مانتے ہیں یا نہیں۔ اس قسم کی آیات اور احادیث اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ دیگر کائنات کی طرح مادہ بھی مخلوق اور حادث ہے اللہ ہی چیز کا خالق ہے مادہ جو یا صورت سب اس کی مخلوق ہے۔

فلاسفر اور دہریہ کہتے ہیں کہ مادہ قدیم اور غیر مخلوق ہے یہ گروہ خدا تعالیٰ کی هستی کا قائل نہیں ان کا قول یہ ہے کہ دنیا کے تمام کام مادہ قدیمہ کی حرکت سے اور موجودات کی باہمی کششوں اور طبعی خواص سے چل رہے ہیں اور یہ لوگ اپنے اس قول کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کسی چیز کو معدوم محض ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی چیز کو نیست سے ہست ہوتے دیکھا صرف صورتوں کا اختلاف دیکھا۔ کٹاوی اور مٹی کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں مگر مادہ بالکل باقی رہتا ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ ہماری قدرت میں صرف اتنا ہے کہ صورت تبدیل کر سکتے ہیں۔ ایسا محض یا اعدام محض نہیں کر سکتے۔

جواب یہ ہے کہ آپ کی اس دلیل سے یہاں سے لازم آیا کہ واقع میں ایسا ہونا نامکن اور محال ہے بے شک ایک چیز آپ نے نہیں دیکھی اور آپ کی قدرت سے باہر ہے مگر آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ امر کسی کی بھی قدرت میں نہیں۔

بلکہ اپنے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ آئندہ چل کر مجھے اس بر قدرت نہ ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ امر آپ کی قدرت سے خارج ہو اور آئندہ چل کر آپ اس پر قادر ہو جائیں۔ جیسے گراموفون اور ٹیلی فون اور تار برقی کی ایجادات دوسو سال پیشتر قدرت انسانی سے خارج تھیں اور اب ہر وقت نظروں کے سامنے ہیں عرض یہ کہ کسی چیز کو عدم تجربہ اور نہ دیکھنے پر محال کہنا ملامت غلط ہے سورج کو مشرق یا مغرب سے نکالنا آپ کی قدرت میں نہیں تو اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ یہ امر کسی کی بھی قدرت میں نہیں۔ بے شک یہ امر آپ کی قدرت سے خارج ہے مگر جس قادم طلق نے اسکو وجود عطا کر لیا ہے اسکو قدرت ہے کہ چاہے مشرق سے نکالے یا مغرب سے نکالے اسکی قدرت کے اعتبار سے مشرق اور مغرب سب برابر ہیں اگر کوئی شخص کسی فقیر یا مزدور سے بدون بھر میں کمال شقت و محنت سے ایک ایک روپیہ کمانا ہو، یہ کہے کہ تجھ کو دس روپے مل جائے گا تو وہ اس کو نامکن اور محال سمجھے گا۔ اور عجیب نہیں کہ اسکے محال ہونے پر کوئی طویل و عریض لیکچر بھی دیدے۔ لیکن غافل اور نادان یا سمجھتا ہے کہ یہ امر علاً محال اور نامکن نہیں بلکہ مستبعد اور اجنبی ہے یعنی عجیب معلوم ہوتا ہے دائرہ امکان سے باہر نہیں محال وہ ہے کہ جسکا باطل ہونا دلیل عقلی سے ثابت ہو جیسے جماع نفیضین اور ارتفاع نفیضین اور مستبعد وہ ہے کہ جو ظاہر کے لحاظ سے عجیب و غریب نظر آئے۔

آج کل کے سائنس دان محال اور مستبعد میں فرق نہیں کرتے حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مہر حال عدم محض سے کسی چیز کا وجود میں آنا اور نیست سے ہونا قطعاً محال نہیں البتہ مستبعد اور اچھینے کی بات ہے آپکے پاس اسکے محال ہونے کی کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ ہمیں کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا اور ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا آپ ذرا غور میں آئیے اور بتلائیے کہ آپکے نہ دیکھنے سے یا نہ کر سکنے سے کسی چیز کا محال ہونا کیسے ثابت ہوا۔ اس قسم کی باتوں سے کسی چیز کا ناممکن اور محال ہونا ثابت نہیں ہوتا البتہ ان باتوں سے آپ کا گھمنہ بڑا ثابت ہو جاتا ہے۔

### ابطال قدمت مادہ

اے علمداران فلسفہ و سائنس آپ اگرچہ مادہ کو قدیم اور اسکے ذرات بسیط کی حرکت کو قدیم مانتے ہیں لیکن تبدیلی صورت کے تو قائل ہیں کہ صورتیں بدل لیتی رہتی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ صورتوں کے حادثات ہونے کے قائل اور معترف ہیں اور صورت کی تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت تو معدوم اور زائل ہو گئی اور جدید صورت موجود ہو کر مادہ کو لاحق ہو گئی تو اب سوال یہ ہے کہ جب اجسام مادہ میں صورت و شکل کی تبدیلی واقع ہوتی ہے تو آپ یہ بتلائیں کہ اسی اولی بدل کے وقت۔ اور دوسری صورت کے آنے کے وقت پہلی صورت اور شکل بھی اس جسم میں باقی رہی یا بالکل زائل اور معدوم اور فنا ہو گئی۔ یا کسی دوسرے جسم کی طرف منتقل ہو گئی۔ پہلی تخت بدلتے باطل ہے اس لیے کہ ایک محل میں ایک ہی وقت میں دو متضاد شکلوں کا جمع ہونا عقلاً محال ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ موم کے ٹوکڑ کو ایک شمع بنایا جائے تو اس میں باوجود متغییل ہونے کے شکل مستدیری ہی باقی رہے اور علیٰ بذاتہ تیری تخت بھی بدلتے باطل ہے ہم بدلتے جانتے ہیں کہ اس جسم کی پہلی صورت زائل ہو کر کسی دوسرے جسم کو جا کر نہیں لگ گئی۔ اب دوسری صورت متعین ہو گئی کہ تبدیلی کے وقت پہلی صورت و شکل بالکل زائل اور معدوم ہو گئی۔ اور عدم میں چلی گئی۔ لہذا اب دوسری شکل و صورت کے متعلق تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ عدم محض سے وجود میں آئی یعنی پہلے نیست تھی اب ہست ہو گئی۔ پس ہر لمحہ صورتوں کی تبدیلی سے نیست سے ہست ہونے کا آپ نے مشاہدہ کر لیا۔ یہ تو آپکی قدرت کا حال ہوا کہ آپ صورتوں اور شکلوں میں نیست سے ہست کرنے پر قادر ہیں تو سمجھ لو کہ خداوند قدیر آسمان و زمین اور خمس و قدر جیسے اجسام کو نیست سے ہست کرنے پر قادر ہے تو خداوند عالم اپنی قدرت کا مدد کے اعتبار سے ہر جوہر و عرض کو نیست سے ہست کرنے پر قادر ہے پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ صورت حادث ہے و نیست سے ہست ہوتی ہے تو اس سے مادہ کا حادث ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ صورت مادہ کیلئے لازم ہے مادہ بغیر صورت کے وجود نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عقلاً محال ہے کہ مادہ تو موجود ہو اور اسکی صورت اور شکل نہ ہو کیونکہ شکل اس تصور سے قاصر ہے کہ تصور کرے کہ مادہ ہر کوئی زمانہ ایسا گزرے کہ مادہ بغیر صورت کے موجود تھا۔ اور اس کو کوئی صورت اور شکل حاصل نہ تھی اور جب مادہ بلا صورت کے موجود نہیں ہو سکتا تو مادہ کا قدیم ہونا باطل ہو گیا کیونکہ جس چیز کا وجود کسی حادثہ پر موقوف ہو گا وہ قدیم نہیں ہو سکتی بلکہ بلاشبہ حادث ہوگی بلکہ وہ تو حادث در حادث ہوگی۔ اور اگر یہ مان لیا جائے

لے آپکی ناقص اور ناقص قدرت اپنے دائرہ عمل میں نیست سے ہست کرنے پر قادر ہے۔

کہ مادہ بغیر صورت کے موجود ہو سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ وجود بالقوہ ہو گا۔ اور وجود بالفعل نہ ہو گا اور وجود بالقوہ من وجہ عدم ہے اور من وجہ وجود ہے یعنی ناقص و نامتام وجود ہے اور جس چیز کا وجود ناقص اور نامتام ہو وہ کبھی قدیم نہیں ہو سکتی۔ اور بالفاظ دیگر وجود بالقوہ ایک استعداد اور تاملت اور صلاحیت کا نام ہے جو ایک قسم کا فرضی وجود ہے حقیقی وجود نہیں لہذا ایسی فرضی اور مہووم حقیقت کا قدیم ہونا عقلاً محال ہے۔

وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ

اور اگر تو کہے کہ تم اٹھو گے مرنے کے بعد تو

لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۷﴾

البتہ کافر کہنے لگیں یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے صریح۔

وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ

اور اگر ہم دیر لگا دیں ان سے عذاب کو ایک مدت گنی تک

لَيَقُولَنَّ مَا يَجِئُ سُهُٗٔ الْيَوْمِ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا

تو کہنے لگیں کیا روک رہا ہے اسکو؟ سننا ہے جس دن آویگا ان پر، نہ بچھا جائے گا

عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۸﴾

ان سے اور الٹ پڑیگا ان پر جس پر ٹھٹھے کرتے تھے۔

## بحث در بارۂ بعث

قال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ... الی... وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔  
 (۱) ربط (گزشتہ آیت میں تو کون عالم اور اسکی غرض و غایت کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو تمہاری آزمائش کے لیے پیدا کیا کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اب اس آیت میں بعث بعد الموت۔ اور عمل کی جزا و سزا کو بیان کرتے ہیں کیونکہ مکلفین کے ابتلاء و امتحان کے لیے جزا اور سزا ضروری ہے اور جزا اور سزا کے لیے حشر و نشر ضروری ہے لہذا اگر کسی حکمت کی وجہ سے عذاب میں تاخیر ہو جائے تو انسان کو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ عذاب

کا وعدہ غلط ہے۔ عذاب ضرور آئیگا مگر اپنے وقت پر آئیگا اور جب عذاب آئے گا تو اس سے کچھ بچ نہیں سکے گا اور ان کے مسخرہ بین کی سزا ان کو مل جائے گی اور بے نجا، اگر آپ ان منکرین حساب و کتاب سے یہ کہیں کہ ہم سرے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے تو جو کافر ہیں اور حشرِ نذر کے منکر ہیں تو ضرور بالضرور جواب میں یہ کہیں گے کہ نہیں ہے یہ حشرِ نذر کی بات مگر کھلا جادو۔ یعنی دوبارہ زندگی کی بات مثل جادو کے دھوکہ اور فریب ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں مطلب یہ ہے کہ اس قرآن میں جادو کی باتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ سرے کے بعد زندہ ہونگے اور اگر ہم ان منکروں سے اس عذاب اور مؤاخذہ میں کچھ دیر لگا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ایک وقت مقررہ تک اس عذاب موعود کو کسی حکمت اور مصلحت کی بنا پر ملتوی رکھیں تو یہ لوگ اذراہِ تمغیہ کہیں گے کہ کس چیز نے اس عذاب موعود کو نازل اور واقع ہونے سے روک رکھا ہے جس عذاب کے ہم آپ کے نزدیک مستحق ہیں یعنی محمدؐ جس عذاب کی ہم کو دھمکیاں دیتے ہیں وہ سب جھوٹی ہیں اگر سچا ہے تو عذاب ہم پر نازل کیوں نہیں ہو جاتا۔ حق تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں آگاہ ہو جاؤ اور کان کھول کر سن لو۔ جس دن وہ عذاب موعود ان پر آجائے گا تو پھر وہ کسی طرح ان سے ہٹایا نہیں جائے گا۔ وہ لاچار ان پر واقع ہو سکے رہے گا اور وہی عذاب ان کو اگر گھرے گا جس کا یہ ٹٹٹھا اڑاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ عذاب کے مستحق ہیں کسی حکمت سے اس میں تاخیر ہو رہی ہے۔ جب عذاب اپنے سنے وقت معین پر نازل ہو گا تو ساری کسر نکل جائے گی اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت سے اس عذاب کے نزل کا وقت نہیں بتلایا۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۖ

اور اگر ہم چکھا دیں آدمی کو اپنی طرف سے مہر، پھر وہ چھین لیں اس سے

إِنَّهُ لَيَكُونُ كَفُورًا ۖ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نِعْمًا بَعْدَ

تو وہ ناامید ناشکر ہو اور اگر ہم چکھا دیں اس کو آرام بعد

ضَرَاءٍ مُّسْتَهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۖ إِنَّهُ

تکلیف کے جو پہنچی اس کو تو کہنے لگے گئیں برائیاں مجھ سے تو وہ خوشیاں

نَفِرَ فُخُورًا ۚ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ

کسے بڑائیاں کرتا۔ مگر جو لوگ ثابت ہیں اور کرتے ہیں نیکیاں

أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

ان کو بخشش ہے اور ثواب بڑا۔

## بیان حال طبیعتِ انسانیہ راحت و کلفت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً... ۱... لَّهُمْ مَغْفِرَةٌ ۚ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۚ  
 (ربط مگر شش آیت میں یہ بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عذاب الہی سے ڈراتے تو کفار نہایت بے باکی سے یہ کہہ دیتے کہ وہ عذاب کیوں نہیں آتا اب اس آیت میں طبیعتِ انسانی کا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ اکثر و بیشتر ایک حال پر نہیں رہتی اگر عیش و آرام کے بعد ذرا تکلیف میں مبتلا ہوتا تو امید ہو کہ بیٹھ جاتا ہے اور اگر مصیبت کے بعد راحت پہنچتی ہے تو اترنے لگتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے کسی رحمت اور نعمت کا مزہ چکھائیں اور پھر اس سے وہ اپنی نعمت چھین لیں تو وہ بے صبری کی وجہ سے آئندہ ہمارے لطف و کرم سے ناامید ہو جاتا ہے اور گزشتہ نعمت کو بھی بھول جاتا ہے اور خوشیوں فی الحال اسکو حاصل ہیں ان کے شکر سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی نعمت کا مزہ چکھائیں جیسے ندرتی اور مالداری بعد اس سختی کے جو اسے پہنچی ہو جیسے بیماری اور محتاجی تو یہ کہنے لگتا ہے کہ اب تو مجھ سے برائیاں لگیں یعنی مصیبتیں اور سختیاں مجھ سے دور ہوں اب آئندہ کی مجھے پرواہ نہیں تحقیق یہ نادان انسان بڑا اترنے والا ہے نعمت کو دیکھ کر بھول جاتا ہے اور بڑا شیشی خورہ ہے نعمت دیکھ کر فخر کرنے لگتا ہے اور شکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ اکثر انسانوں کی یہی حالت ہے کہ مصیبت میں بے صبر ہے اور نعمت میں ناشکر ہے اور ناقدر ہے مگر جو لوگ صابر اور ینک عمل ہیں انکا یہ حال نہیں وہ مصیبت اور زوال نعمت کے وقت صبر سے کام لیتے ہیں اور عطلے نعمت کے وقت شکر سے کام لیتے ہیں غرض یہ کہ ستر اور ستر کسی حال میں غوا سے غافل نہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے جو صبر و شکر سے موصوف ہوں گناہوں کی بخشش ہے اور بڑا اجر ہے صبر اور شکر کی برکت سے گناہوں کی بخشش بھی ہوگی اور وہم و گمان سے بڑھ کر اجر اور ثواب بھی ملے گا۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ

سو کہیں تو چھوڑ بیٹھے گا کوئی چیز جو وحی آتی تیری طرف اور غصہ ہو گا اس سے

صَدْرُكَ ۚ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كُتُبٌ ۚ وَ

تیرا جی ، اس پر کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہ اترتا اس پر خزائن یا آتا

جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۖ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

اس کے ساتھ فرشتہ ؟ تو تو ڈرانے والا ہے اور اللہ ہے ہر

شَيْءٌ وَكَيْلٌ ۝۱۳۱ اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَاْتُوا

جینے پر ذمہ رکھنے والا کیا کہتے ہیں باندھ لایا ہے اس کو تو کہہ تم لے آؤ

بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَةٌ وَاَدْعُوا مَنِ

ایک دس سوئیں ایسی باندھ کر اور پکارو جس کو

اَسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳۲

پکار سکو اللہ کے سوا، اگر ہو تم سچے -

فَاَلَمْ يَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنْمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ

پھر اگر نہ کریں تمہارا کہنا تو جان لو کہ یہ اترا ہے اللہ کی خبر سے اور

اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳

کوئی حاکم نہیں سوا اسکے پھر اب تم حکم مانتے ہو؟

بیان نوع دیگر از طعنات کفارناہنجار و تسلی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

قال الله تعالى فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوحَىٰ اِلَيْكَ ... اَلَمْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ .

(ربط) اس سورت کا آغاز قرآن کریم کے ذکر سے فرمایا جس کے ساتھ ساتھ یہ بتلایا کہ قرآن کا موضوع دعوت توحید ہے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا نے تعالیٰ کی جانب سے بشیر و نذیر ہیں۔ اس لیے بھیجے گئے ہیں کہ تم ناشائستہ اعمال سے توبہ کرو۔ مگر وہ لوگ قرآن کو سحر اور آپ کو ساحر بتلاتے تھے اب ان بات میں انکی دوسری ناشائستہ اور طعن آمیز باتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کا استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں اور احکام الہی کو سن کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور آپ سے یہود و سوا لات کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ فرشتوں کو ہمارے سامنے لاؤ کہ وہ آپ کی نبوت رسالت کی شہادت دیں کبھی کہتے ہیں کہ میں ادا کو سناؤ یا کبھی کہتے ہیں کہ قرآن سے ہمارے توں کی مذمت نکال دو اس قسم کی یہود باتوں سے آپ نگدل اور رنجیدہ ہوتے اور خیال آتا کہ ایسے سحر و کلام الہی سنا تا اور وعظ و نصیحت کرنا بے سود ہے حتیٰ جل شانہ، نے اس آیت میں آپ کو تسلی دی کہ آپ ان کی یہود و سوا باتوں پر دل میں میل نہ لائیں اور ان کے تنہت و عناد اور طعن و تشنیع سے تنگ دل ہو کر کسی حکم الہی کے بیان کو

ترک نہ کریں بے شک انسان کا یہ امر طبعی ہے کہ جو اس کی بات کو نہ سنے بلکہ اسکا مذاق اڑائے تو اسکے سامنے کیا کہے حتیٰ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ انکی طرف نظر نہ کریں ہماری طرف نظر کریں اور نہایت کشادہ دلی سے کلام خداوندی کی آیتیں ان کو سناتے رہیں اور اگر انکا یہ گمان ہے کہ یہ قرآن آپ کا افترا کر گیا ہوا ہے تو آپ ان سے کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس سو دس افترا کر لاؤ جب نہ بنا کر لاسکیں تو سمجھ لیں کہ یہ کلام بشر کا نہیں۔

(بالفاظ دیگر گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان تھا۔ اب اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی ایک عظیم دلیل کا بیان ہے یعنی یہ قرآن آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ چونکہ جب تمام فصحاء اور بلغار اس کے مثل لانے سے عاجز ہو جائیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کلام بشر نہیں بلکہ کلام خداوندی اور وحی ربانی ہے اور جس پر اللہ کی وحی نازل ہو وہ اللہ کا نبی اور رسول ہے اور یہ کلام معجز نظام اس کی نبوت و رسالت کی دلیل ہے اور اس معجزہ کے بعد کسی اور معجزہ کی ضرورت نہیں لہذا آپ انکی ہر ہر باتوں کی طرف التفات نہ کریں صبر اور استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ انجام دیتے رہیے۔

مشرکین مکہ نے قرآن کریم کو مشکوک بنانے کے لیے یہ شبہ نکالا کہ یہ قرآن سحر اور جادو ہے مگر وہ لوگ چونکہ اہل فصاحت و بلاغت تھے اور اہل زبان تھے اس لیے یہ شبہ ان پر کارگر نہ ہوا تو اب یہ مباد نکلا کہ یہ قرآن اللہ کی وحی نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بنایا ہوا کلام ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہارا یہ زعم ہے کہ یہ قرآن پاک آپ کا بنایا ہوا ہے تو تم بھی تو اہل زبان ہو اور ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہو بنا لاؤ چنانچہ فرماتے ہیں۔ پس شاید آپ ان کافروں کے قنوت اور عباد اور تمسخر کو دیکھ کر بعض ان چیزوں کا جو بندہ علیہ وحی آپ کی طرف بھیجی گئی ہیں اور ان مشرکین کو ناگوار ہیں جیسے بت پرستی کی مذمت۔ تو کیا آپ انکی ناگواری کی بنا پر ایسی باتوں کا بیان کرنا چھوڑ دیں گے کہ یہ نادان ان باتوں کا مذاق اڑائیں گے۔ انکے سامنے ایسی باتیں بیان کرنا بے سود ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ قُلْعَلَّکَ تَارِکٌ کا استفہام، استفہام انکاری ہے جس سے مقصود نفی اور مخالفت ہے یعنی انکے عباد کی وجہ سے ان باتوں کے بیان کو ترک نہ کریں اور انکی اس تکذیب اور عناد کی وجہ سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے اور آپ کا دل گھٹتا ہے اس سبب سے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی ہیں تو ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا کہ غیب سے انکو خزانہ ملتا۔ اور وہ لوگوں پر تقسیم کرنے اور لوگ انکا اتباع کرتے یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا جو ان کی نبوت کی گواہی دیتا تو اسے ہمارے نبی! آپ انکی بے ہودہ باتوں سے تنگ دل ہو کر دعوت تبلیغ میں کوئی کمی نہ کیجئے۔ جزایں نعمت آپ صرف دلانے والے ہیں۔ آپ کے ذمہ تو صرف ڈرانا اور احکام خداوندی کا پہنچانا ہے انکی بد زبانی کی طرف التفات نہ کیجئے۔



در شب ہفتاب مرد را بر سماک  
از سگان دود و دغ ایشان چہ پاک

اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے وہ بغیر خزانہ اور بغیر فرستہ ہی کے آپ کے دین کو بلند کرے گا یا یہ  
معنی ہیں کہ اللہ کا رہنما ہے وہی ہر کام بنانے والا ہے۔ آپ اپنا کام اس کے سپرد کر دیجیے جو شخص اپنا کام  
اللہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ اس کا کام بناتا ہے اور جو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے اس کی حفاظت کرتا  
ہے کیا یہ کافر یہ کہنے میں کہ یہ قرآن آپ نے خود بنا لیا ہے آپ اس کے جواب میں یہ کہہ دیجیے کہ اچھا تم بھی قرآن جیسی  
دس سوڑیں اپنی طرف سے بنائی ہوئی لے آؤ اور سولہ کے خدا کے جس کو چاہے اپنی مدد کے لیے بلاؤ اگر تم اس  
بات میں سچے ہو کہ یہ قرآن آپ کا بنا یا ہوا کلام ہے پس اگر وہ اس کے مثل بنا کر نہ لاسکیں تو آپ ان سے کہہ  
دیجیے کہ اب تو یقین کر لو کہ یہ اللہ ہی کے علم سے نازل کیا گیا ہے جو علوم معاش اور معاد پر مشتمل ہے جس کو  
سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو بتلاؤ اب بھی مسلمان ہوتے  
ہو یا نہیں؟

ف کسی جگہ دس سوڑوں کے تحدی کا ذکر ہے اور کسی جگہ ایک سوڑ کی تحدی کا ذکر ہے تاکہ  
طرح طرح سے قرآن کا اعجاز ظاہر ہو جائے۔

## دلائل اعجاز قرآن پر ایک اجمالی نظر

اعجاز قرآن پر دلائل تو بے شمار ہیں جس پر علماء دین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اس وقت اجمال اور  
اختصار کے ساتھ چند حرف ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) قرآن کریم۔ اصول دین یعنی توحید اور رسالت اور قیامت کی ایسی تفصیل اور تحقیق پر مشتمل ہے کہ  
توریت، انجیل اور زبور میں اس کا عشر عشر بھی نہیں۔

(۲) پھر یہ کہ قرآن کریم اثبات الوہیت و وحدانیت اور اثبات نبوت و رسالت اور اثبات قیامت  
کے ایسے دلائل غلیلہ اور براہین قطعیہ پر مشتمل ہے کہ جس کے جواب سے روئے زمین کے فلاسفہ عاجز  
اور در ماندہ ہیں اور بڑے بڑے دہری اور مادہ پرست ان دلائل کے سامنے لاجواب ہیں۔

(۳) حرام و حلال کی تفصیل کرتا ہے۔

(۴) قرآن کریم، انبیاء سابقین کی نصیحتوں اور ان کے کلمات حکمت و موعظت کا جامع ہے

(۵) عقل معاش اور عقل معاد دین اور دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔

(۶) گذشتہ امتوں کے عبرت آمیز واقعات بیان کرتا ہے اور آئندہ کے لیے اہل ایمان کو بشارت دیتا ہے  
کہ اللہ تعالیٰ تمکو کافروں کے مقابلہ میں غلبہ عطا فرمائے گا۔

(۷) اور قیامت تک آنے والے حوادثِ کلیہ کی تسکون خیر دیتا ہے کہ زمانہ کس رفتار سے جائیگا اور کس حال میں اسکی بساطِ مبعی جائے گی اور کس طرح قیامت قائم ہوگی یہ تو قرآن کریم کے معنوی اعجاز کے چند وجوہ ہیں اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اسکے دلائلِ اعجاز اور اسرارِ بلاغت کی کوئی حد نہیں۔

آج دنیا میں مقاماتِ حریری اور مقاماتِ بدیعی اور مقاماتِ بختری۔ بشری فصاحت و بلاغت کا شاہکار دنیا کے سامنے موجود ہیں مگر قرآن کریم کے ساتھ ان کتابوں کو کوئی نسبت نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مقاماتِ بدیعی اور مقاماتِ حریری میں عجیب طریقہ سے لغاتِ فریدہ کو بیچ اور قافیہ کے رنگ میں جمع کیا ہے مگر قرآن کریم ملکِ کلامِ نبوی کے ساتھ انکو وہ نسبت نہیں کہ جو ذرہ بے مقدار کو آفتاب سے ہے۔ باتفاقِ اہلِ لسان مقاماتِ حریری اور بدیعی مجرہ نہیں۔

مگر قادیان کے ایک دہقان کی دیدہ دلیری کو دیکھو کہ وہ اپنے ہذیان اور تنکِ نرپوں کے متعلق یہ کہتا ہے کہ یہ میری وحی بھی قرآن کی طرح مجرہ ہے آیاتِ قرآنہ کا سرزد کرتا ہے اور اس میں ایک دو لفظ کا رد بدل کر کے بے حیالی سے کہتا ہے کہ یہ میری وحی ہے قرآن کی طرح اس پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ لاجلِ ولا قوتِ الہا باللہ اسے سمانو! ذرا غور تو کرو کہ جب اہلِ لسان کے نزدیک مقاماتِ حریری اور مقاماتِ بدیعی مجرہ نہیں تو قادیان کے ایک دہقان کا ہذیان کہاں سے مجرہ ہو جائے گا۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ

جو کوئی ہو چاہتا دنیا کا جینا اور اس کی رونق بھر دیں

إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا

ہم انکو ان کے عمل اسی میں اور ان کو اس میں

يُخْسُونَ ۝۱۵ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

لفضان نہیں۔ وہی ہیں جن کو کچھ نہیں پچھلے گھر میں سوا

إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلٌ مَا كَانُوا

آگ۔ اور سٹ گیا جو کیا تھا اس جگہ اور خراب ہوا جو

يَعْمَلُونَ ۝۱۶

کراتے تھے۔

## ابطال غرۃ اہل دنیا بر اعمال خود

قال الله تعالى مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْخَيْرَ الدُّنْيَا... الى ... بَطُلٌ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝  
(رابطہ) جب گزشتہ آیات میں منکرین قرآن اور منکرین توفید اور منکرین رسالت کے وعید اور عذاب کا بیان ہوا تو اب اس آیت میں اہل دنیا کے وہم فاسد اور زعم کا سد کا ابطال فرماتے ہیں اہل دنیا کو جب عذاب آخرت کی وعید سنائی جاتی تو یہ کہتے کہ اگر بالفرض والتقدیر قیامت حق ہے تو ہم بڑے نیک کام کرتے ہیں۔ غریب پروری اور صلہ رحمی اور مہمان نوازی وغیرہ تو ہم کو قیامت کے دن ان نیک اعمال کا ثواب ملے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ہے۔ لَٰكِنْ تَرْجِعُنَّ اِلٰی رَبِّكَ اِنَّ لٰی عِنْدَكَ لَلْخَسْرٰی۔

اس لیے اس آیت میں اس غرۃ اور زعم کا ابطال کرتے ہیں کہ تم اس گمان میں نہ رہنا کہ تم ان اعمال پر اجر اور ثواب کے مستحق ہو ان اعمال کی صورت اگرچہ نیکی کی ہے مگر ایمان اور اخلاص کی روح سے خالی ہیں اور ظاہری اعمال حسنہ سے تیار مقصود صرف دنیا تھی اس لیے اسکا صلہ تم کو دنیا ہی میں مل گیا اب تمہارے لیے آخرت میں سوائے آتش و درخ کے کچھ نہیں۔

(رابطہ و مگر) کہ پہلی آیت میں اسلام کی خفایت اور قرآن کریم کا منزل من اللہ ہونا بیان کیا۔ اب اس آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ کفار جو اس قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی لذات و شہوات پر مغضوب ہیں اور اسلام اور قرآن انکو آخرت کی دعوت دیتا ہے جس کو اپنی لذات و شہوات میں حارج اور مزامم سمجھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں جو سبست ہمت اپنے اعمال خیر کا صلہ محض دنیاوی زندگی اور آرائش چاہے یعنی نیک کام کر کے فقط دنیا کا فائدہ چاہے۔ اور آخرت پر نظر نہ کرے محض دنیا کی شہرت اور نیک نامی اسکا مقصود ہو ثواب آخرت اسکا مقصود نہ ہو تو وہم ان لوگوں کے اعمال کی تیار دنیا ہی میں پوری پوری دیتے ہیں یعنی دنیا میں انکو مال و دولت اور عزت و وجاہت اور صحت و اولاد کی کثرت عنایت کر دیتے ہیں اور دنیا میں ان کے عوض میں کوئی کمی نہیں کی جاتی ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں سوائے درد و زخم کے کچھ نہیں اور انہوں نے جو دنیا میں عمل کیا تھا وہ آخرت میں جاکر سب تباہ اور برباد ہوا اور سارا کیا کرایا کارت گیا اور آخرت میں کچھ کام نہ آیا اور دنیا میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ فی نفسہ اور فی حد ذاتہ بھی بیست اور ناوید ہیں کیونکہ جو عمل خالص اللہ کے لیے نہ ہو وہ فی حد ذاتہ ریج ہے۔ ۛۛۛ الما کل شیئاً ما خلا اللہ باطل

کافروں نے دنیا میں جو ایسے عمل کیے کہ جو ظاہر صورت کے اعتبار سے صالح تھے مثلاً کسی کو نفع یا فائدہ پہنچانا۔ ایسے اعمال کے متعلق حِطَّ مَا صَعَوْا فرمایا۔ جن اعمال کی صورت نیکی کی تھی وہ قیامت کے دن حط ہو جائیں گے۔ ان پر کوئی اجر اور ثواب مرتب نہ ہو گا۔ باقی حقیقت

کے اعتبار سے تمام اعمال باطل اور ناپائیدار تھے۔ ان کے تمام اعمال باطل کسی شمار میں نہ تھے کیونکہ ایمان و اخلاص سے عاری تھے اور عیب نہیں مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اس لیے ان کے اعمال کفریہ اور شرکریہ مراد ہوں تو ایسے اعمال کا صورت اور حقیقت کے اعتبار سے باطل اور لغو ہونا ظاہر و باہر ہے ایسے اعمال کے متعلق فرمایا۔ وَ بَطُلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اور گزشتہ آیت یعنی وَ جَحَظَ مَا صَنَعُوا۔ میں وہ اعمال مراد ہیں جو بظاہر خیر اور بھلائی کے ہیں جیسے صدقہ اور صلہ رحمی اور مہمان نوازی کافروں کے۔ ایسے اعمال قیامت کے دن جحط ہو جائیں گے۔ یعنی ان پر کوئی آخری ثواب نہ ملے گا البتہ یہ ممکن ہے کہ ان اعمال حسنہ کی بنا پر کافروں کے عذاب و دوزخ میں تخفیف کر دی جائے جیسے ابوطالب کے حق میں آیا ہے کہ جہنم میں سب سے خفیف عذاب ابوطالب کو ہو گا۔ ثواب ملنا اور چیز ہے اور عذاب میں تخفیف ہو جانا اور چیز ہے۔

اس آیت کے نشان نزول میں مختلف روایتیں آئی ہیں کہ یہ آیت کافروں اور مشرکوں کے بارے میں ہے یا یہود و نصاریٰ کے بارے میں یا منافقوں کے بارے میں یا اہل رباء کے بارے میں ہے صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے جو سب کو شامل ہے اور مطلب یہ ہے کہ کافر ہو یا منافق یا رباء یا کار جو بظاہر نیک عمل کرتے ہیں اسکا بدلہ انکو دیا ہی میں دے دیا جائے گا۔ اور آخرت میں سوائے ناس کے اور کچھ نہیں ملے گا لہذا انکو چاہیے کہ اپنی اس دنیاوی نیکی کے بھروسہ پر نہ رہیں اور یہ خیال نہ کریں کہ آخرت میں بھی ہماری یہ نیکیاں کام آئیں گی۔ آخرت میں سوائے اخلاص کے کچھ کام نہ آتے گا۔



اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ

بجلا ایک شخص جو ہے نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور پہنچتی ہے

شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبُ مُوسَىٰ اِمَامًا وَرَحْمَةً

اسکو گواہی اس سے اور پہلے اس سے کتاب موسیٰ کی راہ ڈالنی اور مہربانی

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْاَحْزَابِ

وہی لوگ مانتے ہیں اس کو اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقوں

فَاَلَا تَارَمُوْعِدْهُ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ

میں سو آگ ہے وعدہ اسکا۔ سو تو مت رہ شبہ میں اس سے۔ یہ تحقیق ہے تیرے

مِنْ رَبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ

رب کی طرف سے پھر بہت لوگ یقین نہیں رکھتے۔ اور کون

أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ

لام اس سے؟ جو باندھے اللہ پر جھوٹ وہ لوگ درود آویں گے

عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ ٱلْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ ٱلَّذِينَ كَذَبُواْ

اپنے رب کے اور کہیں گے گواہی والے یہی ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا

عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۖ ٱلَّا تَعْنَىٰ ٱللَّهُ عَلَى الظَّٰلِمِينَ ﴿۱۸﴾ ٱلَّذِينَ

اپنے رب پر سُن لو! پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر۔ جو

يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ ٱللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ وَهُمْ

روکھتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہیں اس میں کجی اور دہی

بِٱلْآخِرَةِ هُمْ كَفَرُونَ ﴿۱۹﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُواْ مُعْجِزِينَ

ہیں آخرت سے منکر۔ وہ لوگ نہیں تھکانے والے زمین

فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ ٱللَّهِ مِنْ

میں بھاگ کر اور نہیں ان کو اللہ کے سوا

أَوْلِيَآءٍ يُضْعَفُ لَهُمُ ٱلْعَذَابُ ۖ مَا كَانُواْ يَسْتَطِيعُونَ

حمایتی دونا ہے ان کو عذاب نہ سکتے تھے سنا،

ٱلسَّمْعَ وَمَا كَانُواْ يُبْصِرُونَ ﴿۲۰﴾ أُولَٰئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُواْ

اور نہ تھے دیکھتے۔ دہی ہیں جو ہار بیٹھے

أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُواْ يَفْتَرُونَ ﴿۲۱﴾ ٱلْأَجْرَمَ

اپنی جان اور گم ہو گیا ان سے جو جھوٹ باندھتے تھے آپ ہوا

أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخَسِرُونَ ﴿۲۲﴾ إِنَّ الَّذِينَ

(ملاحظہ) کہ یہ لوگ آخرت میں یہی ہیں سب سے خراب - البتہ جو یقین

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَاخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ

لائے اور کیں نیکیاں اور عاجزی کی اپنے رب کی طرف وہ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ

ہیں جنت کے لوگ وہ اس میں رہا کریں - مثال دونوں فرقوں

كَالْأَعْنَى وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِينَ

کی، جیسے ایک اندھا اور بہرا اور ایک دیکھتا اور سنتا - کیا برابر ہے

مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲۴﴾

دونوں کا حال؟ پھر کیا تم دھیان نہیں کرتے

اہل دنیا اور اہل آخرت کا مقابلہ اور موازنہ اور فریقین کے نتائج اخروی کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ أَمَمَنَ كَانَ عَلَىٰ كَيْفَتِهِ مِّنَ رَبِّهِ... إِلَىٰ... هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ.

(ربط) گزشتہ آیت میں اہل دنیا کا بیان تھا اب ان آیات میں اہل دنیا اور اہل آخرت کا موازنہ اور

مقابلہ ہے اور فریقین کے نتائج اخروی کا بیان اور پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مثال بیان کی کہ کافر

تو مثل اندھے اور گونگے کے ہیں اور ایماندار مثل بینا اور شنوا کے ہیں دونوں کے اعمال اور افعال میں اور

دونوں کے حال اور مال میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح سمجھو کہ اہل دنیا اور اہل آخرت برابر نہیں ہو سکتے

چنانچہ فرماتے ہیں۔ پس کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے روکش دین پر قائم ہو جو اس کو راہ حق دکھلاوے

بیتہ سے صاف راستہ اور سیدھی راہ مراد ہے جس پر جہل کر آدمی سیدھا خدا تک پہنچ جائے اس

کا مصداق دین اسلام ہے جو عین عقل اور فطرت کے مطابق ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام

پر پیدا ہوتا ہے جب تک ہونا سیکھتا ہے اس وقت تک اسی عہد السمت یعنی توحید اور اقرار ربوبیت

پر قائم رہتا ہے اور ہوشیار ہونے کے بعد ماں باپ کے ساتھ مل جاتا ہے اور علاوہ انہیں اس روئے دین

کے پیچھے پیچھے اللہ کی طرف سے ایک گواہ بھی آئے یعنی قرآن آئے جو اس دلیل عقلی و فطری کی صحت پر گواہی دے  
میں سے مراد دین حق ہے جو دلیل عقلی و فطری اور براہین قاطعہ سے ثابت ہے اور شاہد ربانی (گواہ) سے قرآن  
مجید مراد ہے یعنی قرآن کریم کا اعجاز اور اس کے بے مثال علوم و معارف۔ دین اسلام کی حقیقت کے گواہ ہیں  
پس کیا ایسا شخص جو دلیل عقلی اور دلیل نقلی پر قائم ہو یعنی ایسے صاف اور روشن راہ پر گامزن ہو جسکا صاف  
اور روشن ہونا دلیل وجدانی سے ثابت ہو اور پھر اس کے بعد دلیل ربانی یعنی وحی آسمانی بھی اسکی صحت کا شاہد  
اور گواہ ہو تو کیا ایسا شخص جس شخص کی مانند ہو سکتا ہے کہ جس کی ہمت فقط حیات دنیا اور اس کی زینت  
پر مقتصور ہو۔ ہرگز ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

اور اس روشن دلیل کا ایک شاہد قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہے یعنی تورات ہے  
در آنجا یکوہ کہ کتاب موسیٰ اپنے زمانہ میں اہل دین کی مقتدر اور پیشواقی تمام انبیاء بنی اسرائیل اس کا اتباع  
کرتے تھے اسکے موافق حکم دیتے تھے اور در آنجا ایکوہ کہ کتاب موسیٰ اہل ایمان کے لیے سامان رحمت تھی  
کہ اسکے اتباع کی برکت سے رحمت نازل ہوتی تھی یہ مطلب یہ ہے کہ تورات اپنے زمانہ میں امام اور رحمت  
تھی اور تورات کے بعد اب یہ کتاب یعنی یہ قرآن امام اور رحمت ہے اسکے اتباع اور اقتدار سے اللہ کی رحمت  
ملے گی۔ مقصود یہ ہے کہ دین اسلام ایک طریق مستقیم ہے جسکا مستحکم ہونا دلیل عقلی و فطری سے ثابت ہے  
پھر اسکی صحت پر قرآن کریم شاہد ہے اور قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی عظیم الشان کتاب تورات بھی اس  
کی شاہد ہے پس بخانہ اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کے واسطے مستقیم ہونے کا ایک شاہد تو قرآن کریم ہے اور دوسرا  
شاہد موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہے۔ جس نے نزول قرآن کی خبر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر  
دی اور آپ کی نبوت عامہ اور ختم نبوت کی شہادت دی نزول قرآن اور نبی ائی کے ظہور کی بشارت اس میں موجود  
ہے اور پھر تورات کے بعد زبور اور انجیل نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر دی جس کو علامہ بنی اسرائیل  
توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (دیکھو تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۹۶)

اور بعض علماء تفسیر یہ کہتے ہیں۔ اس آیت میں شاہد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات  
مراد ہے اس لیے آپ کی صورت اور آپ کی سیرت اس بات کی گواہ ہے کہ یہ دین حق ہے اور بعض علماء  
یہ کہتے ہیں کہ شاہد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اور مراد ہے۔

در دل ہر امنی گزرتی مزہ امت  
روے و آواز پیغمبر معجز است

لہ اشارہ اس طرف ہے کہ اَفَحَسْبُ کَانَ کی خبر معزوف ہے جو یہ ہے۔

لہ قال ابواسحاق الزجاج والمعنی ویتلوه من قبلہ کتاب موسیٰ لان النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم موصوف فی کتاب موسیٰ یجدونہ مکتوبا عندہم فی التورۃ والانجیل آم

آپ کے اخلاق و عادات اور معجزات اور آپ کا چہرہ انور سب اس بات کے شاہد اور گواہ ہیں کہ جو دین آپ لیکر آئے ہیں وہ بالکل سچا ہے اس لیے کہ یہ چہرہ انور سچے کا چہرہ ہے جسے جھوٹے کا چہرہ نہیں شاہ عبدالغفار فرماتے ہیں کہ گواہی پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اس دین کا نور اور مزہ پاتا ہے اور قرآن کی حدوث آٹھ -

خلاصہ کلام یہ کہ بیتہ سے روشن دلیل اور صاف راستہ اور سیدھی سڑک مراد ہے یا بالفاظ دیگر اس سے دین صحیح یعنی دین اسلام مراد ہے جس کی صحت دلائل غلیظہ اور نظریہ سے ثابت ہے اور اس کی صحت و صداقت پر دو شاہد عدل موجود ہیں ایک قرآن کریم دوسرے تورات و انجیل پس ایسے دین کے حسن و جمال میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اور کھن کھن کان علی کیلکیتہ - سے وہ مؤمنین مخلصین مراد ہیں جو اس دین حق پر قائم ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہ دین اسلام ایک نور عقل اور نور فطرت اور نور بصیرت ہے عجیب قسم کا ایک نور ہے اور نور غیبی اس کے شاہد اور مؤید ہیں ایک نور قرآن اور ایک نور تورات اس طرح یہ دین نور علی نور کا مصداق بن گیا۔ دین اسلام کیا ہے ایک مجموعہ انوار ہے تو کیا جو شخص ایسے منور اور روشن دین پر قائم ہو وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو ظلمت، ابعصمھا فوقی بعض۔ میں گھرا ہوا ہو اور اسے کوئی صحیح راستہ نظر نہ آتا ہو یعنی جو شخص دنیاوی لذات اور شہوات کا غلام بنا ہوا ہو اور سعادت اخرویہ سے محروم ہو وہ اہل نور اور اہل بصیرت کے مقابل اور مشابہ کہاں ہو سکتا ہے۔ دونوں میں بُعد المشرقین ہے ایسے ہی لوگ یعنی جو لوگ اصحاب بیتہ ہیں مراد یہ ہے کہ جو لوگ عقل اور فہم اور نور برہانی اور نور بزدانی کے جامع ہیں اور تورات اور انجیل کے عالم اور فاضل ہیں اس قرآن پر یا اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور دواجر کے مستحق ہوتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ اُولَٰئِكَ یُؤْتُوْنَ اَجْرًا مَّکْرُومًا مَّا تَرْضَوْنَ۔ یہ لوگ اصحاب بیتہ ہیں اور عقل اور فطرت کے پیر ہیں اور اہل بصیرت ہیں اس لیے کہ حق کو قبول کرتے ہیں درجو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا اس نبی کے مرسل من اللہ ہونے کا انکار کرے تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے جو طرح طرح کے عذابوں سے بھر پور ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا کا کوئی فرقہ اور کوئی گروہ خواہ یہود و نصاریٰ یا مت برہمن اور مجوس ہوں وغیرہ وغیرہ جب تک اس قرآن اور اس نبی کو نہ مانیں گے۔ نجات نہیں پاسکتے مولے مخاطب! تو اس قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑ بلاشبہ یہ کتاب حق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے کسی کی بنائی ہوئی نہیں لیکن باوجود ان دلائل کے اکثر لوگ عناد کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ جس چیز کی صداقت دلائل قطعیہ سے واضح ہو چکی ہو اس کو نہ ماننا حماقت ہے اور اپنی جانوں پر صریح ظلم کرنا ہے۔

## ظالموں کے حال اور مال کا بیان

اس لیے اب آئندہ آیت میں اللہ تعالیٰ ظالموں اور افسردہ دوزلوں کا حال اور مال بیان فرماتے ہیں۔



اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی دس حالتوں اور ذلتوں کو بیان فرمایا ہے۔

- (۱) افتزار علی اللہ (۲) مقام ذلت میں انکو کھڑا کیا جائیگا۔ اُولَئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ
- (۳) خدائی گواہی دیں گے کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولا۔ (۴) یہ ظالم اللہ تعالیٰ کے نزدیک
- ملعون ہیں (۵) لوگوں کو حق سے روکتے ہیں (۶) دین میں شبہ نکالتے ہیں (۷) آخرت کے منکر ہیں (۸) خدا
- سے بھاگ نہیں سکتے (۹) ان کا کوئی مددگار نہیں (۱۰) انکا عذاب دو چند ہے۔ (دیکھو تفسیر کبیر ص ۴۹ جلد ۵)

چنانچہ فرماتے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ اسکی وحی کا یا اس کی وحدانیت کا انکار کرے یا اس کے لیے کوئی شریک نام کرے۔ یہی افتزار کرنے والے قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے مجرمانہ حیثیت سے پیش کیے جائیں گے اور گواہ یعنی کرام کا نہیں اور انبیاء و مرسلین یا ان کے اعضاء اور جوارح علی الاطلاق یہ کہیں گے کہ یہ وحی لوگ ہیں جنہوں نے ازراہ عناد اپنے پیر و درگاہ پر جھوٹ بولا اور خدا کی طرف غلط باتیں منسوب کیں آگاہ موجد و مکر ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے جو اپنے کفر اور ظلم کے ساتھ دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور راہ خدا یعنی دین اسلام میں کئی یعنی فنکوک اور تشبیہات ڈھونڈتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے ڈنگا دیں جیسے آج کل محمد بن طرح طرح کے رسالے نکال رہے ہیں جن میں اسلام پر طرح طرح کی کتہ چینیال کرتے ہیں اور یہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں انکا مقصود فقط دنیا ہی دنیا کی شہوتوں اور لذتوں پر فریفتہ ہیں۔ دین اسلام میں کوئی عیب نہیں مگر یہ کہ وہ شہوت پرستی کا مخالف ہے اس لیے یہ کافرا و منافق اور نام کے مسلمان اس میں عیب تلاش کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے شبہ ڈال دیں۔ یہاں تک تو فرشتوں کے اعلان کا مضمون تھا اب آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یہ لوگ زمین میں کہیں چھپ کر یا بھاگ کر خدا تعالیٰ کو چڑانے سے عاجز نہیں کر سکتے۔ کوئی اسکے پنجہ گرفت سے جھوٹ نہیں سکتا اور گرفتاری کے بعد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انکا مددگار نہیں جو انکو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑالے۔ ایسوں کو تو دوسری مادی جائے گی۔ ایک اپنی گمراہی کی اور ایک دوسروں کو گمراہ کر لے گی اور یہ لوگ حق سے اس درجہ نفور اور بیزار تھے کہ حق کے سننے کی تاب نہیں رکھتے تھے اور نہ اسکو دیکھ سکتے تھے یہ وہ گروہ ہے جنہوں نے آخرت کے معاملے میں اپنی جلاوں کو نقصان پہنچایا اور جو افتزار وہ دنیا میں کرتے تھے آخرت میں سب جاتا رہا۔ ان کا یہ کہنا کہ فرشتے اور بہت اور سیح اور دیوی اور دیوتا ہماری شفاعت کریں گے سب غلط نکلا۔ پس لازمی نتیجہ اسکا یہ ہے کہ یہ جماعت آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والی رہی اس لیے کہ ان لوگوں نے آخرت کو فروخت کر کے جہنم کو خرید لیا تھا۔

مَآءٍ دَیْنٍ رَّابِدٍ نِّدَادٍ اَزْ دَوْدَیْنِ مَتِّیْ اَمِت ۞ زَا نِکُو دِنِیَا جِئِکَی رَیْجِ اَمِت دَوْدَیْنِ اَسْأَلِ اَمِت  
نَعْتِ نَاقِی سَتَنِی دَوْلَتِ بَاقِی دِی ۞ اَنْدَرِ سَوْدِ اَخِر دَاغِ کَ غَبَنِ نَاقِشِ اَمِت

## ذکر حال و مال اہل ایمان

اب اہل ایمان اور اہل طاعت کا حال اور مال بیان کرتے ہیں۔ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور خیر شروع اور خیر خیر کے ساتھ بالکل اپنے پروردگار کی طرف مائل اور متوجہ ہوں گے ایسے ہی لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اب آگے دونوں فریق کی مثال بیان کرتے ہیں۔

### مثال فریقین

ان ہر دو فریق یعنی مومن اور کافر کی مثال اندھے اور بہرے اور بینا اور شنوائی ہے۔ کافر اندھا اور بہرے نہ سنی کو دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اور مومن بینا اور شنوا ہے حق کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے کیا یہ دونوں فریق یعنی اندھا اور بہرے اور سننے والا اور دیکھنے والا۔ حال اور مثال میں برابر ہو سکتے ہیں یعنی ہرگز نہیں اسی طرح مومن کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے تو کیا تم نصیحت نہیں چکوتے یعنی دل کے مینا بن جاؤ تاکہ آخرت کی تجارت کر سکو اور اگر خود بینا نہیں تو کسی بینا کی سنو اور اس پر چلو اصل بینا وہ ہے جو حق کو حق اور باطل کو باطل دیکھے اور حق کی پیروی کرے اور باطل سے بچے اور جو حق کو نہ دیکھتا ہو اور نہ سنتا ہو وہ نابینا اور بہرے ہے۔

ضمیمہ متعلقہ تفسیر آیت

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ يَتِيْمَةٍ مِّن رَّبِّهِ الْآيَةِ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ اس آیت (یعنی) أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ يَتِيْمَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كُتِبَ مُوَسِّئًا ۖ إِنَّمَا وَدَّ رَحْمَةً لِّكَ لِيُؤْمِنُوا بِهِ۔ کی تفسیر میں غور نہ کر کے بعد میں نزدیک جو تحقیق ہے وہ درج کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ بعض افراد نے بعثت نبوی سے قبل قلب سلیم کی شہادت اور ذکاوت سے کچھ اصول شریعت کو پہچان لیا تھا کہ وہ بہت پرستی اور شراب خوری اور زنا کاری کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور خواب اور رویائے صادقہ اور منامات صالحہ کے ذریعہ آپ کی بعثت کو بھی جانتے تھے اور آپ کی بعثت کے منتظر تھے اس اجلی علم کو جو انکے قلوب میں مرکوز تھا اس کو حق تعالیٰ نے بیٹہ اور دل سے تعبیر فرمایا ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اپنی آنکھوں سے اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھ لی اور اپنے اس علم اجلی کی شہادت کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا تو ان کا علم اجلی۔ علم تفصیلی سے اور ظن و گمان، یقین اور مشاہدہ سے تبدیل ہو گیا۔ اسی علم تفصیلی اور مشاہدہ کو حق تعالیٰ نے شاہد سے تعبیر فرمایا۔ شَاهِدٌ مِّنْهُ اور نزول قرآن سے پہلے قرابت۔ اہل دین و ملت کے بشیر اور رہنما تھے اور اب

ان کا امام اور پیشوا قرآن ہو گیا ہے صحابہ کرامؓ میں کی ایک اعلیٰ جماعت ان اوصاف سے جو اوپر مذکور ہوئے  
موصوف تھی جن کے سر دفتر حضرت صدیق اکبرؓ تھے اور باطنی مناسبت اور قلبی ذکاوت اور سلامت کی وجہ  
سے آپ کو قبول اسلام میں کوئی تاہل نہیں ہوا بلکہ تاہل اور بدوین طلب مجرہ ایمان لے آئے اس آیت میں  
اسی طرف اشارہ ہے (ازالۃ الخفاء)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِتِي

اور ہم نے بھیجا نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف کہ میں

لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا

تم کو ڈر سناتا ہوں کھول کر۔ کہ نہ پوجو سوا

اللَّهِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ إِلَيْمٍ ۝ فَقَالَ

اللہ کے۔ میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک دکھ والے دن کے۔ پھر بولے

الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا تَرِيكَ إِلَّا بَشْرًا

سردار جو منکر تھے اس کی قوم کے ہم دیکھتے نہیں تجھ کو ٹکرائی

مِثْلَنَا وَمَا تَرِيكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ

جیسے ہم۔ اور دیکھتے نہیں کوئی تابع ہوا تیرا مگر جو ہم میں

أَرَادْنَا بِأَدَى الرَّأْيِ وَمَا نَرِي لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ

قوم میں اوپر کی عقل سے اور دیکھتے نہیں تم کو اپنے اوپر

فَضْلٍ بَلْ نُنَظُّكُمْ كَذِبِينَ ۝ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ

کچھ بڑائی بلکہ ہم کو خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ بولا اے قوم! دیکھو تو!

إِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَآتَيْنِي رَحْمَةً مِّنْ

اگر میں ہوا نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور اس نے دی مجھ کو مہر

عِنْدَهُ فَعُصِيتَ عَلَيْكُمْ أَنْزَلْنَا مُكُوفًا وَأَنْتُمْ لَهَا

اپنے پاس سے بھر دہ تمہاری آنکھ سے چھپا رکھی۔ کیا ہم لگا دیں وہ تم کو۔ اور تم اس

کِرْهُونَ ۳۵) وَيَقُومِرَ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَا لَا طَرِ

سے بیزار ہو۔ اور اسے قوم! نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ مال۔ میری

أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ط

مزدوری نہیں مگر اللہ پر اور میں نہیں ہانکتے والا ایمان والوں کو۔

إِنَّهُمْ مُلْقَوُا رَبَّهُمْ وَلَكِنَّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۳۶)

ان کو ملنا ہے اپنے رب سے لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ جاہل ہو۔

وَيَقُومِرَ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتَهُمْ أَفَلَا

اور اسے قوم! کون چھڑا دے مجھ کو اللہ سے اگر انکو ہانک دوں کیا تم

تَذَكَّرُونَ ۳۷) وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ

دھیان نہیں کرتے ہو۔ اور میں نہیں کہتا تم کو میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے

وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا

اور نہ میں خبر رکھوں غیب کی اور نہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ

أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ

کہوں مگر کہ جو تمہاری آنکھ میں خیر ہیں نہ دے گا ان کو اللہ

خَيْرًا ط اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ ۳۸) وَإِنِّي إِذَا أَلَيْنَ

بھلائی۔ اللہ بہتر جانے جو اُن کے جی میں ہے یہ کہوں تو میں

الظَّالِمِينَ ۳۹) قَالُوا يَنْوَسُ قَدْ جَدَلْتَنَا فَكَثُرَتْ جِدَالُنَا

بے انصاف ہوں۔ بولے، اے نوح! تو ہم سے جھگڑا اور بہت جھگڑا چکا

فَاتَيْنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ إِنَّمَا

اب لے آ جو وعدہ دیتا ہے ہم کو، اگر تو سچا ہے۔ کہا لاوے گا

يَأْتِيَكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَا

تو اس کو اللہ ہی، اگر چاہے گا اور تم نہ تھکاؤ گے بھال کر اور نہ

يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ

کام کرے گی تم کو میری نصیحت جو میں چاہوں تم کو نصیحت کروں۔ اگر

اللّٰهُ يَرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۳﴾

اللہ چاہتا ہو گا کہ تم کو بے راہ چلاوے۔ وہی ہے رب تمہارا اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَىٰ إِجْرَامِي

کیا کہتے ہیں؟ بنا لایا قرآن کو۔ تو کہہ اگر بنا لایا ہوں، تو مجھ پر ہے میرا گناہ

وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا يُجْرِمُونَ ﴿۳۴﴾

اور میرا ذمہ نہیں جو تم گناہ کرتے ہو۔

## قصہ نوح علیہ السلام باقوم او

قَالَ تَعَالٰی وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ... وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا يُجْرِمُونَ۔  
(ربط) گزشتہ آیات میں یہ بیان کیا کہ اہل حق اور اہل باطل کا برابر ہونا ایسا ناممکن ہے جیسا کہ بینا اور نابینا اور شنوا اور بے سہارے کا برابر ہونا ناممکن ہے۔ پس غور کرو کہ ان دو مختلف اور متضاد فریقین کا انجام کیسے یکساں ہو سکتا ہے۔

اب آگے اسی مضمون کی تائید اور تاکید کے لیے چند جہتوں تک واقعات بیان کرتے ہیں جن میں اولیٰ قصہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ہے کہ جو صد ہا سال کی نصیحت کے بعد بھی راہ راست پر نہ آئے بالآخر غرق ہوئے یہ قصہ اگرچہ سورہ یونس میں مذکور ہو چکا ہے مگر یہاں کچھ زائد حالات کا ذکر ہے جن سے

جدید قوائد حاصل ہوتے ہیں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی ساڑھے نو سو برس قوم کو نصیحت کرتے رہے اسکے بعد طوفان آیا۔ طوفان کے ساٹھ برس بعد تک زندہ رہے اس قسم کے واقعات سے کفار کو تنبیہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ آپؐ کفار کی تکذیب سے دلگیر نہ ہوں اطمینان اور صبر کے ساتھ دعوت اور تبلیغ میں لگے رہیں۔

**نکتہ** | سورہٴ یونس میں نوح علیہ السلام کا اقتدا متعجال عذاب کے جواب میں ذکر کیا اور یہاں کفار کی ایذا رسانی اور ان کے تمسخر کے جواب میں ذکر کیا کہ نوح علیہ السلام نے ان کے ایذا اور تمسخر پر صبر کیا اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو نجات دی اور ان مسخروں کو ہلاک کیا۔ (تفسیر کبیر ص ۶۵ ج ۵)

اور اللہ تعالیٰ تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف جو حق کے بارے میں اندھے اور بہرے بنے ہوئے تھے۔ رسول بنا کر بھیجا نوح علیہ السلام نے ان سے یہ کہا کہ تحقیق میں تمہارے لیے کھول کر ڈالنے والا ہوں یعنی اسباب عذاب اور وجہ خلاص کو بیان کرنے والا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ تحقیق میں تم کو ایک بڑے دردناک دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

## قوم کا جواب

پس ان کی قوم کے جو لوگ کافر تھے ان کے مردار جواب میں یہ کہنے لگے کہ اے نوح! اولیٰ قوم تم کو اپنے جیسا ہی آدمی دیکھتے ہیں یعنی تم میں کوئی خاص فضیلت اور خصوصیت اور امتیاز نہیں پاتے جس کی بنا پر ہم آپؐ کو نبی مانیں جیسے انسان تم ہو ویسے ہی انسان ہم بھی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم پر تو وحی آئے اور ہم پر نہ آئے اور دوم یہ کہ ہم نہیں دیکھتے کہ تیری پیروی کی جو کسی نے موائے ان لوگوں کے جو ہم میں گے رذیل اور کمینہ ہیں اور یہ پیروی بھی انہوں نے بے سوچے سمرسری نظر سے کر لی ہے اگر وہ غور و فکر کرتے تو وہ بھی آپؐ کی پیروی نہ کرتے ان بے سمجھ لوگوں نے سادہ لوحی سے آپؐ کے سحر کو مجرہ اور آپؐ کے شبہات کو دلائل اور براہین سمجھ لیا ہے مطلب یہ ہے کہ نہ آپؐ میں کوئی شان امتیازی ہے اور نہ آپؐ کے پیروؤں میں کوئی خاص خصوصیت ہے بلکہ وہ رذیل اور بے عقل اور جاہل لوگ ہیں جن کے ساتھ میٹھا بھی ہم جیسے معززین کے لیے باعث عار اور ننگ ہے اور آج کل بھی ایسا طبقہ موجود ہے کہ جواہر ایمان کو عوام اور علماء کو خصوصاً تحاریر کی نظر دل سے دیکھتا ہے اور انکو جو قوت سمجھتا ہے اس لیے کہ یہ طبقہ دنیاوی مال و جاہ میں ان سے کم ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک شرف و عزت کا دار و مدار مال و دولت پر ہے جس کے پاس مال نہیں وہ ان کے نزدیک رذیل ہے اگرچہ عقل و فہم میں ان سے کہیں بلند ہو اور ہم آپؐ لوگوں سے کس بات میں کم ہیں۔ ہم تمہارے لیے اپنے اوپر کسی قسم کی برتری نہیں دیکھتے تم ہم سے نہ مال و دولت میں زیادہ ہو اور نہ عزت و دولت

میں ہم سے بڑھ کر ہو پھر کیوں آپ کے تابع اور پیرو نہیں۔ بلکہ ہمارا گمان تو یہ ہے کہ تم سب جھوٹے جو تم نے ایک بات بنائی ہے اور چند بے وفوں نے بے سوچے سمجھے ہاں میں ہاں ملا دی ہے ایسے حقیر اور فقیر اور بے عقل اور جاہلوں کا اتباع آپ کی صداقت کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ ان ملعونین اور مغرورین و متکبرین کی جہالت و امیہ نظر پر تھی جو ختم ہوئی اب آئندہ آیت میں نوح علیہ السلام کا جواب باصواب آتا ہے اب اس کو سنیے اور خوب کان لگا کر سنیے۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے جواب باصواب

نوح علیہ السلام نے انکے جواب میں یہ کہا کہ اے میری قوم تمہارا میری بشری اور ظاہری صورت کو دیکھ کر یہ کہنا کہ میں اور تم برابر ہیں یہ تمہاری جہالت اور حماقت ہے صورت بشریہ میں سب انسان شریک ہیں مگر باطنی فضائل و کمالات میں مختلف ہیں۔ بیشک انسان ہونے میں میں اور تم برابر ہیں مگر انسان اور بشر ہونا نبوت و رسالت کے سمانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری صورت کے اعتبار سے اگرچہ مجھ کو تمہاری ہی جیسی صورت عطا رکھی ہے مگر باطنی فضائل و کمالات کے اعتبار سے مجھ کو تم سے جدا اور ممتاز بنایا ہے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنی نبوت و رسالت کے روشن دلائل لیکر آیا ہوں میں تمہارے مثل کیسے ہو سکتا ہوں صورت بشریہ کے اعتبار سے اگرچہ تمہارے مثل ہوں مگر فضائل و کمالات اور آیات و معجزات کے اعتبار سے تم سے ممتاز اور بالکل جدا ہوں۔ بتلاؤ تو سہی کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں جو میری صداقت پر گواہ ہو اور جس سے میری نبوت ثابت ہوئی ہو اور دی ہو اس نے اپنے پاس سے مجھے اپنی خاص رحمت یعنی نبوت و ہدایت کاملہ اور طہارت فاضلہ جس کو دیکھ کر ایک نظر میں صاحب بصیر سمجھ جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کوئی بنائی ہوئی بات نہیں پھر یہ روشن حقیقت تمہاری آنکھ بند کر لینے کی وجہ سے تم پر پوشیدہ اور مخفی کر دی گئی تم کو اور غور نہ سکو اندھا بنا دیا اس لیے تم کو میری نبوت نظر نہیں آتی تو بتلاؤ ایسی صورت میں میں کیا کروں مجبور ہوں کیا اس رحمت اور ہدایت کو ہم درہم رستی تمہارے سر لگا دوں دروغا لیکہ تم اس سے بیزار اور عنقریب مو اور اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی تم کو گوارا نہیں مشعل ہدایت تمہارے سامنے کر دی ہے اب دیکھنا اور نہ دیکھنا تمہارا کام ہے باقی کسی کو ہدایت باب کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے ہی اور ولی کے اختیار میں نہیں خلاصہ کلام یہ کہ میری نبوت تو دلائل اور براہین سے روز روشن کی طرح واضح ہے مگر تم کو اس لیے نظر نہیں آتی کہ تم دل کے اندھے ہو یا آنکھیں بند کیے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ جو تم کو رحمت دی تم نے اس کی قدر نہ جانی بلکہ تکذیب کے درپے ہو تو کیا میں باوجود تمہاری اس کراہت اور نفرت کے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت کو تمہارے گلے باندھ دوں یہاں تک کہ فردوں کے پہلے مشبہ اور اعتراض کا جواب ہوا کہ تم ہم جیسے بشر جواب انکے دوسرے شبہ اور اعتراض کا جواب دیتے

ہیں۔ دوسرا شہر انکا یہ تھا کہ آپ کے اتباع کرنے والے حویر اور ذیل لوگ ہیں سو یہ اعراض بھی جہالت اور حماقت پر مبنی ہے عزت اور ذلت کا دار و مدار مال و دولت پر مبنی نہیں بلکہ اتباع حق پر ہے جس غریب و فقیر نے حق اور باطل کے فرق کو سمجھ کر حق کا اتباع کیا وہ عزت والا ہو گیا اور جس دولت مند نے حق سے منہ موڑا وہ ذلیل و خوار ہوا لہذا معلوم ہوا کہ اراذل اور ضعیف اور فقرا کا اتباع نبوت اور صداقت میں تاج نہیں پھر یہ کہ اراذل صورت بشر بہ میں تمہارے مثل ہیں پس تم جیسے اہل عقل اور اہل فہم کا نبوت کو قبول کرنا تم پر جحمت ہے یہ غبار اور فقرا اگر مال و دولت میں تم سے کم ہیں تو عقل اور فہم میں تم سے بڑھ کر ہیں اور اگر برابر بھی ہوں تو ان کی آنکھوں پر کوئی پردہ نہیں اور تمہاری آنکھوں پر بیکرا اور غرور کا پردہ پڑا ہوا ہے اس لیے تم کو یہ درشن حقیقت نظر نہیں آتی جو ان فقرا اور ضعیف کو نظر آرہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور یہ فرمایا ہے میری قوم میں تم سے تبلیغ و رسالت پر کوئی مال نہیں مانگا جس کا دینا تم پر شاق ہوا اور نہ دینا چھ ناگوار ہو۔ جزا میں نیست کہ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے جس نے مجھے بنی بنا کر بھیجا ہے اور جس کا اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرا مقصود تو نصیحت اور تبلیغ رسالت ہے میری نظر صرف اللہ تعالیٰ پر ہے مال و دولت پر میری نظر نہیں۔ اس لیے میری نظر میں امیر و فقیر اور دولت مند اور حاجت مند سب برابر ہیں ظاہری صورت کے اعتبار سے بیشک میں بشر ہوں مگر حقیقت باطن کے لحاظ سے فرشتہ بلکہ فرشتہ سے بڑھ کر ہوں حرص اور طمع سے بالکل پاک اور منہ ہوں اور ظاہر ہے کہ جو طمع اور غرض سے پاک ہو وہ کیوں جھوٹ بولے گا۔ تم دوہم دنیا کے بندے ہو اور میں خالص خدا کا بندہ ہوں۔ میری نظر صرف خدا پر ہے مجھ میں اور تم میں یہ فرق ہے اگر عقل رکھتے ہو تو سمجھ لو اور تم میں سے متبعین کی ظاہری شکستگی اور تنگدستی کو دیکھ کر انہیں ذلیل کہتے اور حقیر سمجھتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ میں ان کو اپنے پاس سے نکال دوں تب تم میرے پاس بیٹھو۔ اور میری بات سنو تو خوب سمجھ لو کہ میں اہل ایمان کو اپنی مجلس اور صحبت سے ہانک دینے والا نہیں میں تمہاری درخواست کی بنا پر ضعیف و متوسلین اور فقرا و مسکین کو اپنی مجلس سے نہیں ہٹا سکتا۔ تحقیق یہ درویشان اسلام عزت و کرامت کے ساتھ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں قیامت کے دن ان کے ایمان اور اعمال صالحہ سے ان کی کرامت ظاہر ہوگی اور مومن کو دنیا و مافیہا سے دس گنا زیادہ دولت ملے گی۔ اور یہ دولت مند کا فر محشر کے ایک پر کے برابر بھی نہ ہوں گے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم ایک جاہل قوم ہو کہ اپنے مال و دولت اور موثر بنگلہ کو عزت سمجھتے ہو اور اہل ایمان جو خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز اور مقرب ہیں دل سے ان کو حقیر و ذلیل اور زبان سے ان کو کمینہ اور ذلیل کہتے ہو تم ایسی جاہل قوم ہو کہ تمہیں عزت و ذلت کے معنی بھی معلوم نہیں۔ خداوند ذوالجلال سے صحیح تعلق (ایمان) کا نام عزت ہے اور خداوند تعالیٰ سے بغاوت اور قطع تعلق (کفر) کا نام ذلت ہے۔ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِسُؤْلِهِ وَ لِلْعَظْمٰیۃِ وَ لِلْمُتَّقِیۡنَ لَا یَعْمَلُوْنَ

خاکسارانِ جہاں نا بھارتِ منسگر \* توجہ دانی کہ دریں گرد سوار سے باشد



اور اے میری قوم! اگر بالفرض والتقدیر تمہاری رعایت سے ان غبار اور فقاہر کو اپنی مجلس سے علیحدہ کر دوں تو بتلاؤ کون مجھ کو اندر کے عذاب سے چھڑائے گا۔ غریب طالب حق کو دولت مند کی رعایت سے مجلس سے نہیں ہٹایا جاسکتا یہ بے انصافی اور ظلم ہے میں تمہاری رعایت سے خدا کے مخلص بندوں کے ساتھ بے انصافی نہیں کر سکتا اگر خدا نخواستہ ایسا کروں تو مجھے خدا کی گرفت سے کون بچا سکے گا کیا بھلا تم غور نہیں کرتے کہ ایمان اور اطاعت سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت ملتی ہے محض دنیاوی مال و دولت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبوت و رسالت کا منصب عطا کیا اور ان فقاہر و مومنین کو ولایت و باکرات کی عزت سے سرفراز فرمایا۔

بعد ازاں نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافروں کے اور بعض اقوال کا جواب ارشاد فرمایا اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں یعنی بیشک میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسکے ہونے کو تم عزت جانتے ہو یعنی مال و دولت کے خزانے اور جسکے نہ ہونے کو خاست اور ذالت سمجھتے ہو اور مال و دولت کے نہ ہونے کو کاذب ہونے کی دلیل قرار دیتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ بَلَىٰ نَطْنُكُمْ كَاذِبِينَ۔ خوب سمجھو کہ رسول کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ خزانوں کا مالک ہو میرے نزدیک مال و دولت کا وجود اور عدم سب برابر ہے۔ میرے نزدیک عزت کا دارو مدار ایمان اور اطاعت پر ہے اور مال و دولت کا نہ ہونا کاذب ہونے کی دلیل نہیں کیا فقیر کاذب اور مال و اصدق ہوتا ہے اور نہ میں غریب دان ہوں کہ لوگوں کے باطن کی خبر دوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں یعنی تم جو یہ کہتے ہو کہ ہم تم کو اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں تو میری یہ دعویٰ کب ہے کہ میں فرشتہ ہوں مگر تمہاری یہ جہالت ہے کہ تم بشریت سے نبوت کے منافی خیال کہتے ہو فرشتوں کا تہ تو انبیاء سے کم ہی ہے البتہ میں بشر ہوں مگر نوید بہ عزت ہوں تم عجیب نادان ہو کہ شجر اور حجر کو تو خدا اور محمد سمجھتے ہو اور بشر کے نبی ہونے کے منکر ہو صورت بشر یہ میں تمہارے مثل ہوں لیکن کمالات بشر اور فضائل انبیاء میں تم سے ممتاز اور جدا ہوں یہ تو اپنے متعلق ارشاد فرمایا اب آگے اپنے متبعین کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں اور جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں میں انکی نسبت یہ نہیں کہتا کہ یہ لوگ دل سے ایمان نہیں لائے اس لیے اللہ تعالیٰ انکو ہرگز کوئی بھلائی نہیں دے گا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ اگر یہ لوگ مثل ظاہر کے باطن میں بھی مومن بنیں تو انکو بہتر جزا ملے گی جو تمام لائے زمین کی سلطنت اور اسکے خزانوں سے بہتر ہوگی چونکہ یہ لوگ ظاہر میں مسلمان ہیں اس لیے میں اس کے مطابق انکے ساتھ سلوک کرتا ہوں باطن کی خبر تو اللہ تعالیٰ جانے اگر میں انکو نکال دوں تو بلاشبہ میں ظالموں سے ہوں گا کہ محض شبہ اور گمان کی بنا پر ان کو نکال دیا۔ انبیاء کرام کو اللہ کا یہ حکم ہے کہ ظاہر کے مطابق معاملہ کریں۔

الغرض تمہارے یہ تمام شبہات اور اعتراضات سب لایعنی اور مبطل ہیں اور جو میں کہتا ہوں وہ حق اور صیح ہے اور دلیل اور برہان سے ثابت ہے۔ جب کفار نوح علیہ السلام کے جوابات سے لا جواب پڑتے

توبہ کہنے لگے کہ اے نوحؑ تو نے ہمارے ساتھ مباحثہ اور مجاہدہ کیا اور بحث کو بہت بڑھایا اور طول دیا۔ خیر اب بحث تو چھوڑو۔ پس اگر آپؑ سچوں میں سے ہیں تو آپؑ وہ عذاب لے آئیں جس سے آپؑ ہم کو ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ گے۔ اور مجھے رسول نہ مانو گے تو تم پر عذاب آئیگا۔ اب آپؑ بحث کو چھوڑ دیتے اور عذاب لائیں تو نوحؑ علیہ السلام نے انکو جواب میں کہا میرے اختیار میں دعوت و نصیحت تھی وہ کر چکا۔

باقی عذاب کا لانا وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسا کہ انیسویں آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عذاب لائے گا جب اس کو منظور ہوگا۔ دبر میں آئے یا سیر میں اور پھر تم اس عذاب سے بچ نہیں سکتے مجھے جو نصیحت کرنی تھی وہ میں نے تمکو کر دی۔ اب آخری بات یہ ہے جس پر میں اپنے کلام کو ختم کرنا ہوں وہ یہ کہ میری نصیحت تم کو سودمند نہ ہوگی اگر میں چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں تو میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ازل میں تمہارے گمراہ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور رسول میں یہ قدرت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو بدل سکے۔ وہی تمہارا مربی اور محسن ہے اس نے تمہاری ہدایت کے لیے پیغمبر بھیجے تم کو چاہتے تھا کہ اس کے حکموں پر چلتے مگر ازراہ عناد تم مجرم بنے اور ایک دن تم اسی کی طرف لوٹنا گئے جاؤ گے اور اپنے اعمال کی جزا پاؤ گے۔ کیا کافر یہ کہتے ہیں کہ نوحؑ نے یہ پیغام اپنی طرف سے بنالیا ہے یعنی از خود گھڑ لیا ہے۔ اے نوحؑ آپؑ جواب میں کہہ دیجیے کہ اگر یہ پیغام میں نے خود گھڑ لیا ہے تو میرے جرم کا وبال مجھ پر ہوگا اور میں بُری ہوں اس جرم سے جس کے تم مرتکب ہو مغسرين کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ آیت نوحؑ علیہ السلام کے قصہ کا تتمہ ہے اور بعض مغسرين یہ کہتے ہیں کہ یہ گفتگو کفار مکہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی کہ یہ قرآن آپؑ خود بنا لائے ہیں۔ خدا کا کلام نہیں ہے حضرت نوحؑ کوئی کتاب نہ لائے تھے جو ان کی قوم یہ بات کہتی۔ اس لیے یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے بطور جملہ معترضہ کفار مکہ کے کلام کو درمیان قصہ نوحؑ ذکر فرمایا یہاں تک جتنے سوالات اور جوابات ذکر کیے وہ سب قوم نوحؑ کے متعلق تھے مگر کفار مکہ بھی یہی کہتے تھے اس لیے درمیان قصہ بطور جملہ معترضہ کفار مکہ کا کلام ذکر کر دیا گیا۔ اب آگے پھر نوحؑ علیہ السلام کا باقی قصہ ذکر ہوتا ہے۔

## لطائف و معارف

عارفِ رومی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔

اشقیار را دیدہ بینا نبود      نیک و بد در دیدہ شال یکساں نمود  
بدبخت لوگ دل کی آنکھوں سے محروم تھے۔ اس لیے انکی نظر میں نیک و بد یکساں دکھائی دیتے تھے۔

ہم ساری ما انبیاء برداشتند  
اولیاء را بچو خود بنداشتند

انبیاء کرامؑ کے ہمسر کی مدعی تھے اور اولیاء کو اپنے برابر سمجھتے تھے۔

گفتہ اینک ما بشر ایثال بشر ﴿ ماؤ ایثال بستہ خواہیم و نور  
اور یہ کہتے تھے کہ ہم بھی انسان ہیں اور انبیاء بھی انسان ہیں کھانے اور سونے کے دونوں پابند ہیں، پھر ہم ہیں  
اور ان میں فرق کیا رہا۔

ایں نذاستند ایثال از عملی ﴿ ہست خرتے در میاں بے منتہی  
اور کور باطنی سے یہ نہ سمجھا کہ دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔

ہر دو گوں ز نور و نور دند از محل ﴿ یک شد زان نیش و زان دیگر محل  
دونوں قسم کے زبور (بھڑم) ایک ہی جگہ سے چلوں کا رس چوستی ہیں مگر ایک زبور سے ڈنگ پیدا  
ہوتا ہے اور دوسرے زبور سے شہد پیدا ہوتا ہے۔

ہر دو گوں آ ہو گیا خورد دند آب ﴿ زیں یکے سرگیں شد و زان مشکاب  
اس شعر میں ایک دوسری مثال ذکر کرتے ہیں کہ دونوں قسم کے ہرن ایک ہی قسم کی گھاس چرتے ہیں  
اور ایک ہی گھاٹ سے پانی پیتے ہیں لیکن ایک سے توینگیاں بنتی ہیں اور دوسرے سے خالص مشک  
نکلتی ہے۔

ہر دو نے خورد دند از یک آب خورد ﴿ آں یکے خالی و آں پُر از شکم  
یہ تیسری مثال ہے کہ دونوں قسم کی نے ایک ہی گھاٹ سے سیراب ہوتے ہیں لیکن ایک کھوکھلی ہے  
اور دوسری شکر اور رس سے پُر ہے۔

صد ہزاراں ایں جنیں استباہ میں ﴿ فرق شان ہفتاد سالہ راہ میں  
اس قسم کی سو ہزار نظیریں دیکھو گے ان میں ستر سال کا فرق پاؤ گے۔

ایں خورد گرد پلیدی ز وجد ﴿ واں خورد گرد ہم نور خدا  
خدا کا نامان غذا کھاتا ہے تو اس سے نجات نکلتی ہے اور خدا کا فرمانبردار کھانا ہے تو اس سے  
نور خدا یعنی معرفت اور محبت خداوندی پیدا ہوتی ہے۔

ایں خورد زاید ہمہ نخل و حسد ﴿ واں خورد زاید ہمہ نور احد  
یہ کھاتا ہے تو ملکہ سر نخل و حسد پیدا ہوتا ہے اور وہ کھاتا ہے تو اس سے نور خدا پیدا ہوتا ہے۔

ہر دو صورت گر ہم ماند رواست ﴿ آب تلخ و آب شیریں و اصفا است  
سعید اور شقی کا صورت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مشابہ ہونا ممکن ہے جیسا کہ آب تلخ اور آب  
شیریں ظاہر کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ دونوں میں صفائی موجود ہے مگر حقیقت مختلف  
ہے۔ جسکا فرق چکھنے ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ کفار نے محض ظاہری مشابہت کی بنا پر انبیاء کرامؑ کو اپنے ہمسر اور برابر جانا ہی ان

کی کور باطنی اور بے عقلی کی دلیل ہے رہبر کا کام راستہ بتانا ہے۔ اگر کسی گم گشتہ راہ کو فن و دق میدان میں کوئی رہنما مل جلتے جو راستہ سے بخوبی واقف ہو اور وہ اس کو راستہ بتلائے اور یہ شخص جواب میں یہ کہے کہ تم تو مجھ جیسے انسان ہو میں تم کو ہادی کیسے مانوں اور تمہارے کہنے پر کیسے چلوں تو یہی جواب اسکی نادانی اور حماقت کی دلیل ہے بلاشبہ وہ ہادی طریق صورت و شکل میں تم ہی جیسا انسان ہے مگر وہ منزل مقصود کی راہ سے بخوبی واقف ہے اور تم بے خبر ہو۔

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید  
کہ سالک بے خبر نود ز راہ و رسم منزل ہے

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ

اور حکم ہوا طرف نوحؑ کے اب ایمان نہیں لاوے گا تیری

قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ

قوم میں مگر جو ایمان لا چکا سو غمگین نہ

بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾ وَأَصْنَعِ الْفُلَ

رہے ان کاموں پر جو کر رہے ہیں اور بنا کشتی

بِأَعْيُنِنَا وَوَحِّينَا وَلَا تَخَاطَبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا

دور ہو ہمارے اور ہماری حکم سے اور نہ بول مجھ سے ظالموں کے واسطے۔ یہ البتہ

إِنَّهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعِ الْفُلَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ

غرق ہوں گے اور وہ کشتی بناتا تھا اور جب گزرتے اس پر

مَلَأْنَا مِنْ قَوْمِهِ سِخْرًا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا

سزاوار اس کی قوم کے ہنسی کرتے اس سے بولا اگر تم ہنستے ہو ہم سے

فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ

تو ہم ہنستے ہیں تم سے جیسے تم ہنستے ہو۔ اب آگے جان لو گے

مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ

کس پر آتا ہے عذاب کہ رسوا کرے اُسکو اور اترتا ہے اس پر عذاب

مُقِيمٌ ۳۹ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ قُلْنَا

ہمیشہ کا یہاں تک کہ جب پہنچا حکم ہمارا اور جو شخص مارا تنور نے کہا ہم

أَحْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ

نے، لاوے ہمیں ہر قسم سے جوڑا دوسرا اور اپنے گھر کے

إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ

لوگ مگر جس پر پہلے پڑ چکی بات اور جو ایمان لایا ہو۔ اور ایمان نہ لائے

مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ وَقَالَ ادْكُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ جَرَبَهَا

تھے اسکے ساتھ مگر ٹھوڑے اور بولا سوار ہو اس میں اللہ کے نام سے ہے اسکا

وَمُرْسَاهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ وَهِيَ تَجْرِي

بہنا اور ٹھہرنا۔ تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان۔ اور وہ لے بہتی ہے

بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۖ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ

ان کو لہروں میں جیسے پہاڑ۔ اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو۔ اور وہ

فِي مَعَزٍ ۚ لَبِثَ ابْنُكَ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ۚ

ہو رہا تھا کنارے، اے بیٹے سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ منکروں کے

قَالَ سَاوِيَٰ إِلَىٰ جِبَلٍ يَّعِصُنِي مِنَ الْمَاءِ ۖ قَالَ

کہا میں لگ رہو گا کسی پہاڑ کو کہ بچا لے گا مجھ کو پانی سے۔ بولا

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ۚ وَحَالَ

کوئی بچانے والا نہیں آج اللہ کے حکم سے، مگر جس پر وہ مہر کرے اور نہج آپڑی

## بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿۴۳﴾

دونوں میں موج سورہ گیا ڈوبنے والوں میں۔

### تمہ قصہ نوح علیہ السلام متعلق بہ طوفان

قال الله تعالى وَأَوْحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ .. الخ .. فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ  
(ملفوظ) جب کفار اپنے شبہات اور اعتراضات کا کافی اور شافی جواب سن چکے اور حضرت نوح علیہ السلام کے جوابات قاہرہ کی تاب نہ لا سکے تو دوسرا رنگ اختیار کیا ظلم اور تعدی اور ایذا رسانی اور دشنام طرازی پر اتر آئے۔

چو جنت نماند جفا جوئے نا بد بہ پر خاش برہم کشد روئے نا  
کبھی انکو دیوانہ اور نمون کہتے اور کبھی انکو زین پر لٹکا کر انکا گھر ٹٹٹے یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو جاتے  
جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں شکایت کی۔ کَذَّبُواكَ فَتُؤْتَىٰ بِهِ لَا تُؤْمِنُ إِلَّا بِلَهِّكَ (الہی) رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْخَالِصِينَ الْكَافِرِينَ  
کَیَار۔ اور دعا مانگی دبت الخ مَعْلُوبٌ فَاشْتَصَىٰ۔ اس پر نوح علیہ السلام کی تسلی کے لیے  
یہ وحی نازل ہوئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور جب نوح علیہ السلام کو وعظ و نصیحت کرتے ایک زمانہ سوراخ گزر گیا اور  
ان پر کچھ اثر نہ ہوا تو نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی گئی کہ اب تیری قوم میں سے سوائے ان لوگوں کے جو  
ایمان لائے ہیں اور کوئی نیا شخص ایمان نہیں لائے گا۔ پس وہ جو کچھ ظلم و ستم کر رہے ہیں آپ اس سے  
رنجیدہ اور غمگین نہ ہوئیے۔ اور ان کی مخالفت اور عداوت کی پرواہ نہ کیجئے جس عذاب کا یہ لوگ مذاق  
اٹا رہے ہیں۔ اس کا وقت نزدیک آگیا ہے جو ان شریروں کا اور انکی شرارتوں کا ایک نخت خانہ کز لگا  
دعوت اور حجت کا وقت اب ختم ہوا اور نزول عفویت اور سزا کا وقت قریب آگیا اور اسے نوح! اب  
کمر ہمت باندھ لیجئے اور ہماری نظروں کے سامنے ہمارے حکم کے مطابق کشتی بناؤ ہم تم کو بنلائیں گے کہ  
کشتی کسی طرح بنائی جاتی ہے کیونکہ اس سے قبل کشتی کا وجود ہی نہ تھا اور بَاغِيْثُنَا۔ کا مطلب یہ  
ہے کہ بے فکر ہو کر کشتی تیار کرو ہماری نظر ہائے عنایت و حفاظت ہر طرف سے تم کو اور ہماری کشتی کو  
محیط ہو چکی جس کے ذریعے سے تم اور ہمارے قبیعین طوفان سے محفوظ رہیں گے۔ طوفان کے وقت آہل  
محافظ ہماری نظر عنایت ہوگی۔ لہذا جب کشتی تیار ہو جائے تو تم ہمارا نام لیکر اس میں سوار ہو جانا اور ہماری  
نظر عنایت پر نظر رکھنا کشتی پر اعتماد نہ کرنا۔ ہماری حفاظت اور نظر عنایت کے بغیر کشتی بفرات خود کسی  
کو نہیں بچا سکتی اور یہ سن لو کہ ان خالوں کے بارے میں بمقتضائے شفقت و رحمت عذاب دفع ہوئے  
کی مجھ سے کوئی درخواست نہ کرنا بلاشبہ یہ غرق کیے جائیں گے۔ انکی عزتانی کا حکم قطعی ہے اور آپ کی بھی

یہی دُعا اور التجا تھی۔ رَبِّی لَا تَذَرْنِیَ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِیْنَ كَذٰلِكَ اَ۔ لہذا نزولِ عذاب کے وقت مقتضائے شفقت و رحمت کوئی دُعا اور التجا نہ کریں کہ جو پہلی دُعا اور التجا کے خلاف ہو۔ ہماری بارگاہ سے ان ظالموں کی قربانی کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام بخار نہیں تھے اور کشتی بنانا نہیں جانتے تھے۔ اس لیے عرض کیا کہ اے خدا میں کس طرح کشتی بناؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم بنوادیں گے۔ پس حکمِ خداوندی نبشہ کے کر کھڑی تراشنا شروع کی تو برابر ٹھیک بنتی چلی جاتی تھی۔ اور اس طرح وہ کشتی بناتے تھے اور انکی قوم کے سرداروں میں کوئی جماعت جب ان پر گزرتی تو انکے ساتھ مسخر کرتی۔ اور یہ کہتی کہ اے نوح پہلے تو تم پیغمبر تھے اور اب جمعی ہو گئے اور دریا سے دور خشک بیابان میں کشتی تیار کر رہے ہو۔ اتنی بڑی کشتی خشکی سے کھینچ کر دریا میں کیسے لے جاؤ گے۔ تم مجنون ہو گئے ہو نیز خشکی میں کشتی کی ضرورت کیا۔ بلا ضرورت کس لیے کشتی بناتے ہو جہاں دور دور بانی کا نام و نشان نہ ہو وہاں کشتی بنانا بالکل عبث ہے۔ ابنِ حجرؒ کہتے ہیں اس سے پہلے لوگوں نے کشتی دیکھی بھی نہ تھی۔ اور نہ اس کے استعمال کے طریقے سے واقف تھے اس لیے تعجب کرتے اور قہقہے لگاتے اور کہتے کہ اے نوح تم اس کو کیا کر دو گے نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر تم ہم سے مسخر کرتے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہم پر ہنستے ہو وہ ہنستے تھے اس بات پر کہ خشکی پر کشتی بنائی جا رہی ہے کیا یہ کشتی خشکی پر چلے گی اور نوح علیہ السلام اس بات پر ہنستے تھے کہ یہ لوگ اپنے انجام سے بے خبر ہیں موت انکے سر پر کھڑی ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ کس طرح زمین سے پانی اُبل پڑے گا اور یہی خشکی تری بن جائے گی۔ اور ان کو غرق کر ڈالے گی۔ سو عن قریب جان لو گے کہ وہ کون ہے کہ جس پر دنیا میں ایسا عذاب آیا جا رہا ہے جو اس کو رسوا کرے گا۔ یعنی غرق ہو گا جسے دیکھ کر لوگ ہنسیں گے اور اس دنیاوی عذاب کے علاوہ آخرت میں اس پر ایک دائمی عذاب نازل ہو گا۔ جو کبھی اس سے دور نہ ہو گا۔ عرض یہ کہ اسی طرح سوال و جواب اور مسخر کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ جب عذاب کے متعلق ہمارا حکم آپہنچا اور اس کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ روٹی پکانے کا تنور جو ش مار لے لگا۔ یعنی اس میں سے پانی اُبلنے لگا جو مقنورہ طوفان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عذاب آنے کی یہ نشانی بتا دی تھی کہ جب اس تنور میں سے پانی چھوٹنے لگے تو مہل ایمان کو لیکر کشتی پر سوار ہو جانا وَ هٰذَا قَوْلُ الْحَسَنِ وَقَالَہٗ مُجَاهِدٌ وَ عَطِيَّةٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۳۳)

ابن جریرؒ اور دیگر محققین کا قول یہی ہے کہ تنور سے بھی روٹی پکانے کا تنور مراد ہے جس سے خلاف عادت پانی اُبلنے لگا اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ تنور سے صبح مراد ہے مگر اکثر مفسرین کے نزدیک مختار یہی ہے کہ تنور سے ظاہری معنی مراد ہیں اس لیے کہ تنور کے لیے معنی حقیقی اور محرف و متبادر ہیں۔ اور دوسرے معنی مجازی ہیں اور جب لفظ حقیقت اور مجاز کے درمیان دائرہ ہو تو بالا جماع اس کو حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ فرمایا تھا۔ کہ جب تنور سے پانی

اہل بیت دیکھ کر کشتی میں سوار ہو جانا یہ علامت تھی طوفان شروع ہونے کی۔

چنانچہ جب عذاب کی علامت ظاہر ہوئی کہ نور سے پانی ابلنا شروع ہوا اور زمین کے چشمے رواں کر دیئے گئے اور آسمان سے لہرت پانی برسا شروع ہوا۔ **كَمَا قَالَ تَعَالَى فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ فَجَحْشْنَا مِنَ الْمَاءِ ذُرِّيَّتًا**۔ تو ہم نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جانوروں میں سے جو انسان کے لیے کارآمد ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے دو عدد جوڑا یعنی ایک ایک نر اور ایک مادہ کشتی میں اپنے ساتھ لادلو اور اپنے اہل و عیال کو جو ایمان والے ہیں انکو بھی کشتی میں سوار کرو مگر ان لوگوں کو مست سوار کرنا جسکی غرتابی اور ہلاکت کے متعلق تصنا و قدر جاری ہو چکی ہے۔ اور اہل و عیال کے علاوہ ان لوگوں کو بھی سوار کر لیجئے جو ایمان لائے ہیں اور نہیں ایمان لائے تھے انکے ساتھ مگر خود انھیں جسکی تعداد اتنی تھی بس حضرت نوح علیہ السلام نے حسب الحکم ان کو کشتی میں سوار کیا اور فرمایا کہ سوار ہواؤ اس کشتی میں اور غرق کا اندیشہ مست کرو کیونکہ اس کا چلنا اور ٹھہرنا حسب اللہ ہی کے نام کی برکت سے ہے بے شک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا حسب اس کی رحمت اور اس کے نام کی برکت سے ہے نجات کا دار و مدار اس کی رحمت پر ہے۔ یہ کشتی اسکا ظاہری سبب ہے۔ لہذا پھر امر اللہ تعالیٰ پر رکھو نہ کشتی پر اور بعض علماء تفسیر فرماتے ہیں کہ **يَسْمُوهُ اللَّهُ تَجْبُجُهُا** و مَرَسْنَاهَا۔ مستقل حمل نہیں بلکہ ماہل سے حال واقع ہے اور مطلب یہ ہے کہ کشتی میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے سوار ہو۔ چنانچہ وہ لوگ مع ضروری جانوروں کے اس کشتی میں سوار ہو گئے اور اس اشار میں پانی بہت بڑھ گیا۔ اب وہ کشتی انکو لے کر پہاڑ صیسی موجوں میں پل رہی تھی یعنی پانی اس قدر کثیر تھا کہ اسکی موجیں اور لہریں پہاڑ کی مانند بلند تھیں مقصود یہ ہے کہ طوفان نہایت شدید تھا مگر یہ کشتی ابھی موجوں میں اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت اور نظر رحمت کے ساتھ اہل ایمان کو سکون، اطمینان کے ساتھ لیکر چل رہی تھی جس میں کسی قسم کا اضطراب نہ تھا پانی اور ہوا کے تعجیل و دل کاشتی پر کوئی اثر نہ تھا اور اسی اشار میں کشتی چلنے سے پہلے نوح علیہ السلام نے اپنے سگے یا سوتیلے بیٹے کو آواز دی جس کا نام کنعان تھا اور وہ کشتی سے علیحدہ تھا۔

اور اس وقت کشتی رواں تھی اور پانی چڑھا آتا تو مقتضائے شفقت پدری آواز دی اور یہ کہا اے میرے چھوٹے بیٹے خدا را ایمان لے آؤ کشتی میں ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت رہ یعنی ان بد بخت کافروں کی نصیحت کو چھوڑ اور ہمارے ساتھ سوار ہو جا تاکہ اس مصیبت عظمیٰ سے تو نجات پاسکے۔ حقیقت پدری کی مباد پر نصیحت فرمائی کہ یہ آخری وقت ہے اگر اس وقت بھی ایمان لے آیا تو غرق سے بچ جائیگا۔ بیٹا دولا کہ مجھے کشتی کی ضرورت نہیں میں عنقریب کسی بلند پہاڑ پر ٹھکانا لوں گا جو مجھ کو بانی میں غرق ہونے سے بچالے گا یہ وقت امتداد طوفان کا تھا پانی پہاڑوں پر نہیں پہنچا تھا اس لیے اس نے یہ کہا۔ نوح علیہ السلام کو گمان یہ تھا کہ شاید اس قہرام کو دیکھ کر بیٹا ہوش میں آجائے دنیا کی پریشانی اور میرا سکون اور اطمینان اسکی نظروں کے سامنے ہے فرق کو دیکھ لے اور سمجھ لے مگر غفلت کا پردہ اتنا سخت تھا بیٹا ہوش میں نہ آیا اور خیال



کیا کہ پہاڑ کی چوٹی مجھ کو غرق ہونے سے بچالے گی۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ اس خیال کو دماغ سے نکال دے یہ کوئی معمولی سیلاب نہیں یہ اللہ کا تہر ہے جس میں اسباب عادیہ اور تداریک کا ذکر نہ ہو سکی۔ آج کے دن اللہ کے قہر سے کوئی چیز بچانے والی نہیں مگر جس پر خدا رحم کرے وہی بچ سکتا ہے پہاڑ بھی تو اللہ ہی کے حکم کے تابع ہے وہ بلج حکم خداوندی کسی کو کیسے پناہ دے سکتا ہے اللہ کی تقدیر حکم جاری ہو چکی ہے کہ اس عذاب سے بچے گا کوئی نہیں۔

غرض یہ کہ یہی گفتگو جو رہی تھی کہ پانی کا زور اس کی طرف بھی بڑھ گیا اور ان دونوں باپ اور بیٹے کے درمیان موج حاصل ہو گئی اور اس طرح انکی گفتگو ختم ہوئی۔ پس ہو گیا وہ عیاش غرق ہونے والوں میں سے اور کافروں کے ساتھ بیٹا بھی غرق ہوا۔

جبہر علماء اسلام اور اہل کتاب کا قول یہ ہے کہ طوفان عام تھا تمام جہاں پر آیا اور اسکے بعد دنیا میں صرف نوح علیہ السلام کی نسل جاری ہوئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۱۔ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمْ الْبَاقِينَ۔ یعنی طوفان نوح کے بعد ہم نے صرف نوح کی اولاد کو باقی رکھا۔ اور باقی سب کو غرق کر دیا اور جو لوگ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے صرف انہوں نے نجات پائی اور آئندہ کو جو نسل چلی وہ نوح علیہ السلام کی اولاد سے چلی اس وجہ سے نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہتے ہیں۔

۲۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا دیت لا تَذَر عَلَيَّ الْاَكْثَرِ مِنْ الْاَكْثَرِ مِنْ كَيْدًا۔ یہ بھی اسکی دلیل ہے کہ طوفان تمام اہل زمین کے لیے تھا۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ طوفان صرف نوح علیہ السلام کی قوم کے حق میں تھا۔ کیونکہ انکی جنت صرف اپنی قوم کے لیے تھی اس لیے یہ طوفان اس خطہ تک محدود تھا جہاں ان کی قوم آباد تھی۔ عام نہ تھا۔ بعض شہر اس طوفان سے بچ گئے تھے یہ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا انتظام نہیں آیا جس سے از سر نو دنیا کی آبادی کی ضرورت ہوئی ہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف میں سے کسی کا یہ قول نہیں کہ طوفان صرف حضرت نوح کی قوم کے حق میں تھا اور یہود کے باطل اقوال کا اعتبار نہیں اور نوح علیہ السلام کی بعثت اگرچہ عام نہ تھی صرف اپنی قوم کے ساتھ مخصوص تھی مگر اس وقت انکی قوم اور ان کی امت ہی کل اہل زمین اور اہل جہاں کا مصداق تھی اور ان کی امت ہی سارا جہاں اور ساری دنیا تھی موجودہ دنیا کی طرح ساری زمین آباد نہ تھی جیسے آدم علیہ السلام کی ذریعہ تھی وہی انکی امت تھی۔ اس طرح تمام اہل زمین حضرت نوح ہی کی قوم تھی مطلب یہ ہوا کہ اس زمانہ میں جہاں تک دنیا آباد تھی وہاں تک طوفان آیا جو سب کو عام اور شامل تھا۔ جس سے سوائے نوح علیہ السلام کے اور اہل ایمان کے کوئی نہیں بچا غرض کہ تمام زمین کی چیزیں غرق ہو گئیں اور صرف نوح علیہ السلام اور وہ لوگ جو کشتی میں انکے ساتھ سوار تھے زندہ رہے اور طوفان کے بعد دنیا از سر نو آباد ہوئی۔ آج کل کے مدعیان تحقیق یہ کہتے ہیں کہ اسی آدمیوں سے دنیا کا آباد ہونا محال نظر آتا ہے ان نادانوں کو

یہ خبر نہیں کہ یہ ساری دنیا صرف حضرت آدمؑ اور حواؑ سے آباد ہوئی ہے کبھی یہ کہتے ہیں کہ ایسے عظیم انقلاب کا دنیا کی تاریخ میں ذکر نہیں۔ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ تاریخ میں جن واقعات کا ذکر ہے وہ نہایت قلیل ہیں اور جو واقعات پیش آئے وہ لاکھوں اور کروڑوں ہیں جن کے ذکر سے تاریخ خالی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نوح علیہ السلام کی بعثت عام تھی اور تمام اہل زمین کے لیے تھی تو جانا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام اہل زمین کے لیے ہر زمانہ میں ہے اور قیامت تک رہے گی اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اسلام سب اہل زمین کے لیے صرف انکے زمانہ تک محدود تھی بعد میں باقی نہ رہی اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور بعثت اور دعوت تمام اہل زمین کے لیے ہے ہر زمانہ میں ہر مکان میں اور اسی طرح قیامت باقی رہے گی۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۴ ج ۱)

الغرض جمہور مغربین اس طرف گئے ہیں کہ یہ طوفان عام اور عالمگیر تھا۔ سوائے اہل کشتی کے کوئی متنفس اس جاناکا عذاب سے جانبر نہیں ہوا۔ اور قرآن مجید کی آیات اور اشارات سے بھی یہی معلوم اور منہم ہوتا ہے کہ وہ طوفان عام تھا اور تمام جانوروں میں سے ایک ایک جو اس کشتی میں سوار کرنا یہ بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ اگر طوفان عام نہ ہوتا تو جانوروں کے سوار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے مقامات پر تو جانور موجود ہی تھے جو لوگ طوفان کے عام ہونے کے منکر ہیں کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ واقعہ طوفان قانون فطرت کے خلاف ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ قانون طبیعت کے خلاف ہے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ سب متکبرانہ دعوے ہیں جن پر کوئی دلیل نہیں اور اس قسم کی باتوں سے کسی چیز کا محال ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَسْمَاءُ أَقْلَعِي

اور حکم آیا اے زمین! نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان! تھم جا اور

وَاغِيضَ الْمَاءَ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى

سکھا دیا پانی، اور ہو چکا کام! اور کشتی ٹھہری جودی

الْجُودَى وَقِيلَ بَعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۳۳﴾

بہار! پر اور حکم ہوا کہ دور ہوں قوم بے انصاف -

قصہ فروشن طوفان

قال الله تعالى وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ ... إلخ ... بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

(ربط) یہاں تک اس طوفان کی آمد کا بیان تھا۔ اب اس کے خاتمہ کا بیان ہے کہ کفار نابھار غرق ہوئے اور اہل ایمان صحیح سالم رہے چنانچہ فرماتے ہیں اور جب اصحاب سفینہ کے سوانام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ رَبِّیْ لَا تَذَرْ عَلٰی الْاَرْضِ مَنْ لَا کَافِرٌ مِنْ اَنْکَلٰی فِیْہَا قِیَٰمًا۔ وہ سب غرق ہو گئے اور کافروں میں زمین پر بسنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ تو خداوند قدوس کی طرف سے زمین کو حکم دیا گیا کہ اے زمین تو اپنا پانی نکل جا اور آسمان کو یہ حکم دیا گیا کہ اے آسمان تو پانی برسائے سے رک جا پھر کیا مجال تھی کہ آسمان اور زمین اس کے حکم کی تعمیل میں ایک لمحے کی تاخیر کرتے۔ چنانچہ زمین نے اپنے اوپر کا تمام پانی جو س لیا اور آسمان نے پانی برسانا بند کر دیا اور باقی حکم کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ خشک کر دیا گیا۔ اور قوم نوح کا قہقہہ تمام ہوا۔ اور جو کافراؤں نے ان میں سے کوئی ایک دیکھا بھی باقی نہ رہا۔ اور اہل ایمان نے نجات پائی اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور کشتی صحیح سلامت جولا پہاڑ پر جا کر ٹکھ گئی۔ جو مصل کے قریب واقع ہے اور یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ نوح علیہ السلام نے اللہ کے شکر میں اس دن کا روزہ رکھا کہ اس مبارک دن میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نجات دی اور کفار و نامساجد کو ازاول تا آخر غرق کیا اور مادی کر دی گئی کہ لعنت اور چھٹکار ہو ظالم قوم کے لیے جنہوں نے حق اور اہل حق کے ساتھ بے انصافی کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انکو نیست و نابود کیا اور اپنی رحمت سے دور کیا۔ علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ یہ آیت عجیب امر و بلاغت اور دلائل اعجاز پر مشتمل ہے جس کی تفصیل کتب تفسیر میں ہے چونکہ اہل علم اور اہل فن ہی ان اہل ولطائف کو سمجھ سکتے ہیں اس لیے ہم نے ان کے بیان سے پہلو تہی کی کسی نے کیا خوب کہا ہے

در بیان و در فصاحت کے بود یکماں سخن  
گرچہ گویندہ بود چوں حافظ و چوں امجدی  
در کلام ایزد بے چوں کہ وحی منزل است  
کے بود تہمت یادمانند یا ارض ابلعی!

وَنَادٰی نُوحٌ رَبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ اَبْنٰی

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو بولا اے رب! میرا بیٹا ہے

مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ

میرے گھر والوں میں اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تیرا

اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ ﴿۵﴾ قَالَ یٰنُوحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ

حکم سب سے بہتر۔ فرمایا اے نوح! وہ نہیں تیرے گھر والوں میں

إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ

س کے کام ہیں ناکارہ ۔ سو مت پوچھ مجھ سے جو تجھ کو

عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعْظُكَ أَنْ تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۷﴾ قَالَ

معلوم نہیں ۔ میں نصیحت کرنا ہوں تجھ کو کہ ہو جاوے تو جاہلوں میں ، بولا اے

رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ

رب! میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ پوچھوں تجھ سے جو معلوم نہ ہو

عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۳۸﴾

مجھ کو ۔ اور اگر تو نہ بخشے مجھ کو اور رحم نہ کرے تو میں ہوں خرابی والوں میں ۔

دعائیں علی الصلوٰۃ والسلام پر نجات پس خود و جواب باری تعالیٰ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَكَانَ هُوَ رَبُّكَ ..... اَللّٰهُمَّ ..... اَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اور نوح علیہ السلام نے بیٹے کے غرق ہونے سے پہلے حسرت و لجاجت کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارا کہ شاید اسکی شان ربوبیت سے بیٹے کی نجات کی کوئی صورت نکل آئے پس عرض کیا کہ اے میرے رب تحقیق یہ میرا بیٹا جو بلا کثرت کے کنارے پر کھڑا ہے میرے اہل و عیال اور گھر والوں میں سے ہے جن کی نجات کا تو نے وعدہ کیا ہے اور بلاشبہ تیرا وعدہ حق اور صدق ہے ۔ پس آپ میرے بیٹے کو غرق ہونے سے بچا لیجئے اور آپ تو سب سے بڑے حاکم ہیں ۔ آپ کے حکم کو کون توڑ سکتا ہے یا ٹلا سکتا ہے ۔

اندر محل شانائے و پایا اے نوح بیشک ہمارا وعدہ حق ہے مگر تیرا بیٹا حقیقت میں تیرے اہل میں سے نہیں ہے جن کے بچا نہ کام نہ وعدہ کیا ہے کیونکہ تحقیق وہ ناشائستہ اور مضر تاپا ناکارہ ہے یعنی کافر ہے اور اَلَا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ میں داخل ہے اور ہمارے یہاں اہمیت کا دار و مدار قربت دین پر ہے نہ کہ قربت نسب پر ، اور ہم نے شروع ہی میں تم سے یہ کہا تھا کہ وَلَا تَخْطِئُنِي فِي الَّذِيْنَ ظَلَمْتُ اَنْفُسَهُمْ مَّخْرُؤُنَ ۔ وہ اشارہ اسی کی طرف تھا ۔ حکم چونکہ محل اور عام تھا لیکن بمقتضائے تحقیق پوری تم کو اس کے عموم سے ذمہ اور سببان ہوا اس لیے تم بھولے سے یہ سوال کر بیٹھے پس آئندہ سے تم مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کرنا جس کا تم کو علم نہ ہو ۔ تحقیق میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہو جانا ایسی دعا مانگی نادانی کی بات

ہے اللہ کی مرضی اور غشاہ کو دیکھ کر سوال کرنا چاہیے نوح علیہ السلام نے ظاہری اور سببی قرابت کی بنا پر یہ خیال کیا کہ میرا بیٹا بھی میرے اہل میں سے ہے اس لیے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے مطلع کر دیا کہ وہ آپ کے اہل سے نہیں نبی کے اصل اہل وہ لوگ ہیں جو نبی پر ایمان لائے اور ایمان لا کر اس کی پیروی کی۔ اس بارگاہ میں جہانی نسب کا اعتبار نہیں بلکہ ایمانی نسبت کا اعتبار ہے۔

امام ابو منصور مابعدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے کافر ہونے کی خبر نہ تھی۔ خبر ہوئی تو وہ یہ سوال نہ کرتے۔

امام رازیؒ تفسیر اللہ ربہؒ فرماتے ہیں کہ پسر نوح کے بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔  
(قول اول) وہ منافق تھا مگر نوح علیہ السلام کو اسکے نفاق کا علم نہ تھا۔ ظاہر کے اعتبار سے اسکو مؤمن سمجھ کر آواز دی کہ کافروں کا ساتھ چھوڑ دو۔ اور ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُنُوْا عٰمِلِيْنَ صٰلِحِيْنَ**۔ (تفسیر کبیر ص ۶۲ ج ۵) اور اسی کو امام قرطبیؒ نے اختیار کیا ہے (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۴۵ ج ۹)

(قول دوم) نوح علیہ السلام کو معلوم تھا کہ کنگان کافر تھا مگر غرق ہونے سے پہلے اسکو اس لیے آواز دی کہ شاید جو ناک نشانات کو دیکھ کر ہوش میں آجائے اور ایمان لے آئے اور حق بل شانہ سے اس عرض و محووض **رَبِّ اِنِّیْ اَبِیْہٖ مِنْ اٰہِلِیْہٖ** الخ کا غشاہ بھی یہی ہو کہ اے پروردگار یہ میرا بیٹا اگرچہ بوجہ عدم ایمان کے سختی نجات نہیں۔ لیکن اگر آپ چاہیں تو آپ اسکو مؤمن کر سکتے ہیں تاکہ یہ بھی اس وعدہ حق کا مورد اور متحق بن سکے اور نجات پا جائے۔ (تفسیر کبیر ص ۶۲ ج ۵)

(قول سوم) شفقت پدیری نے اس سوال اور استدعا پر آمادہ کیا جو اور یہ گمان کیا کہ اللہ نے میرے گھر والوں کے بچانے کا وعدہ فرمایا ہے جن میں بظاہر بیٹا داخل ہے اور **اَلَا مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ** کا استثناء مجمل اور مبہم ہے۔ ممکن ہے کہ بیٹا اس میں داخل نہ ہو۔ (تفسیر کبیر ص ۶۲ ج ۵)

بہر حال نوح علیہ السلام کا یہ سوال شفقت پدیری کی بنا پر تھا اور دعا کرتے وقت بیٹے کے کفر کا صحیح

لے قال الامام القرطبی قولہ ولا تکن مع الکافرین ای لا تکن ممن لست منهم لانہ کان عندہ مؤمنافظنہ ولم یلک نوح یقول رب ان ابنی من اہلی الا ذالک عندہ کذا الذبحال ان یسال ہلاک الکفار ثم یسال فی النجاء بعضہم وکان ابنہ یُسِّرُ الکفر و یظہر الایمان فاحبر اللہ تعالیٰ نوحا بما هو منفرد بہ من علو الغیوب ای علمت من حال ابنک ما لم تعلم انت وقال الحسن کان منافقا ولذا استحیل نوح ان ینادیہ۔ (تفسیر قرطبی ص ۴۵ ج ۹)

حال معلوم نہ تھا۔ جیسا کہ فَلَا تَسْتَعِزُّنَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ۔ اس پر ولایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ وہ اَلَا مَنْ سَبَقَكَ حَقْلِيهِ الْقَوْلُ فِيهِ دَاخِلٌ ہے اور نصیحت فرمادی کہ مقررین کے شانِ نہیں کہ وہ بے سوچے سمجھے ادب نامشائس جیسے بے ادب جاہلوں کی سی باتیں کرنے لگیں۔

موسیٰ آدابِ دانان دیگر اند

سوختہ جانان روانا دیگر اند

نوح علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! تحقیق میں تجھ سے پناہ پکڑتا ہوں کہ آئندہ تجھ سے ایسی بات کا سوال کروں جس کا تجھ کو علم نہ ہو۔ نوح علیہ السلام کو یہ ڈر ہوا کہ لاعلمی میں ایسی بات کا سوال کر بیٹھوں کہ جو تقدیر ازل اور علم الہی اور منشاءِ خداوندی کے خلاف ہو اس لیے توبہ و استغفار کی۔ اور اے پروردگار! اگر تو نے مجھے یہ ترکِ ادب نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں ٹوٹا اٹھانے والوں میں ہو جاؤنگا یہ شانِ نبوت تھی کہ لاعلمی میں جو درخواست کر گزرے تھے۔ اس پر عتاب آیا تو کانپ اٹھے اور گڑگڑانے لگے۔ اور توبہ اور استغفار کرنے لگے۔ مقررانِ راہِ بیش بود حیرانی۔

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَ

حکم ہوا، اے نوح! اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ تجھ پر

عَلٰی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ وَاُمَمٌ سَمِيعَةٌ ثُمَّ يَسْمَعُ

اور کہتے فرقوں پر تیرے ساتھ والوں میں اور کہتے فرقوں کو فائدہ دیں گے پھر پہنچے گی ان کو

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيمٌ ﴿۳۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْغَيْبِ نُوْحًا

ہماری طرف سے دکھ کی مار۔ یہ بعضی خبریں ہیں غیب کی کہ ہم بھیجتے

اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ

ہیں تیری طرف۔ اُنکو جانتا نہ تھا تو، نہ تیری قوم اس

قَبْلَ هٰذَا فَاصْبِرْ لِّاَنَّ الْعَاقِبَةَ

سے پہلے۔ سو تو ٹھہرا رہا البتہ آخر بھلا ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۹﴾

دُر والوں کا۔



## خاتمہ قصہ مشعل بر بیان حکمت ذکر استدلال بر وحی نبوت

قال الله تعالى قَبِلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا... اِلَى... اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ (رابطہ) جب کشتی جو دی پہاڑ پر جا کر ٹھہر گئی اور پانی بھی اتر گیا تو اس وقت حکم ہوا کہ اے نوح اب کشتی سے اترو ہماری طرف سے سلام اور سلامتی کے ساتھ اور برکتوں کے ساتھ اور یہ سلامتی اور برکتیں تجھ پر مبذول ہوں گی اور ان لوگوں پر مبذول ہوں گی جو تیرے ہمراہیوں سے پیدا ہونگے یعنی تیرے ہمراہیوں کی مسلمان اولاد پر بھی ہماری سلامتی اور برکتیں مبذول ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہمراہیوں کی مسلمان نسل کو بھی اس سلامتی اور برکت میں سے حصہ ملے گا۔ اور آئندہ نسلوں میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو ایمان نہیں لائیں گے۔ ہم انکو دنیا میں چند روزہ بہرہ مند کریں گے یعنی موت کے وقت تک دنیا میں ان کو رعایتیں سنبھالیں گے۔ پھر آخرت میں انکو ہماری طرف سے دوزخ کا دردناک عذاب پہنچے گا۔ وَ اَمَّا سَمُوعُ بْنُ مَعْقِبٍ سَمِعَ سَمِعًا مِّنْ كَافِرَاتٍ مِّمَّنْ هُنَّ فِي عِلْيَٰشٍ وَ اَزْلَامٍ دِیْنِ گے اور پھر آخرت میں کفر اور شرک کی وجہ سے عذاب میں پکڑے جائیں گے اور آخرت میں صرف ایمان اور عمل صالح نفع دے گا نسب کام نہ دے گا جیسا کہ کفران کو بغیر ایمان اور عمل صالح کے نسب سے کوئی نفع نہ ہوا قریش مکہ کان کھول کر شہ لیں۔

یہاں تک نوح علیہ السلام کا قصہ تمام ہوا اب اس قصہ کو ختم کر کے اسکے دو فائدے بیان کرتے ہیں ایک تو یہ کہ ایک آنبی کی زبان سے اہم سابلہ کے ایسے مفصل اور مستند واقعات کا بیان اس کی نبوت کی دلیل ہے۔ دوم یہ کہ اس کی تسلی مقصود ہے کہ نوح علیہ السلام کی طرح آپ کے کا اور آپ کے رفقاء کا انجام بہتر ہوگا۔

یہ قصہ نوحؑ منجملہ غیب کی خبروں کی ایک خبر ہے جسکو ہم بذریعہ وحی کے سمجھ رہے تھے۔ القادر کرتے ہیں اس قصہ کو ہمارے بتلانے سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ اور کسی امر غیبی کی بذریعہ وحی اطلاع دینا یہ دلیل نبوت ہے۔ اور اگر اس واضح دلیل کے بعد بھی آپ کو کوئی نہ فائز نہیں تو آپ ان کی ایذا اور تکلیف دہ باتوں پر صبر کیجئے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ نیک انجام خدا سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام اور اسکے اصحاب کو صبر کی برکت سے نیک انجام نصیب ہوا۔ اسی طرح آپ بھی کافروں کی ایذاؤں پر صبر کریں۔ آپ کا اور آپ کے رفقاء کا انجام بھی بہتر ہوگا۔



وَالِیٰ عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

اور عاد کی طرف ہم نے بھیجا انکا بھائی ہود، بولا اے قوم! بندگی کرو اللہ کی

مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنَّا نَتَّبِعُ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝۵۰

کوئی تمہارا حاکم نہیں سوا اسکے۔ تم سب جھوٹ کہتے ہو۔

يَقُومُوا لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنَّا أَجْرِي إِلَّا عَلَىٰ

اے قوم! میں تم سے نہیں مانگتا اس پر مزدوری میری مزدوری اسی پر ہے۔

الَّذِي فَطَرَنِي ۖ فَلَا تَعْقِلُونَ ۝۵۱ وَيَقُومُوا اسْتَغْفِرُوا

جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں بوجھتے۔ اور اے قوم! گناہ بخشو اور اپنے

رَبِّكُمْ ثُمَّ تَوَبُّوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ قِدْرَارًا

رب سے، پھر رجوع لاؤ اس کی طرف چھوڑ دے تم پر آسمان کی دھاریں

وَيَزِدَّكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝۵۲

اور زیادہ دے تم کو زور پر زور، اور نہ پھرے جاؤ گنہگار ہو کر۔

قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي

بولے، اے یہود! تو ہم پاس کچھ سند سے نہیں آیا اور ہم نہیں چھوڑنے والے

إِلٰهِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝۵۳ إِن

اپنے ٹھاکروں کو، تیرے کہے سے اور ہم نہیں تجھ کو ماننے والے۔ ہم تو

نَقُولُ إِلَّا أَعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوٓءٍ ۖ قَالَ إِنِّي

یہی کہتے ہیں کہ تجھ کو جھپٹ لیا ہے کسی ہمارے ٹھاکروں نے بُری طرح۔ بولا میں

أَشْهَدُ اللّٰهَ وَأَشْهَدُ وَأَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝۵۴

گواہ کرتا ہوں اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ میں بیزار ہوں ان سے جنکو شریک کرتے ہو۔

مِنْ دُونِهِ ۖ فَاكِيدُوْنِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُون ۝۵۵

اسکے سوا، سو بدی کرو میرے حق میں سب ملکر پھر تجھ کو فرصت نہ دو۔



إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ

میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمہارا کوئی نہیں پاؤں دھرنے

إِلَّا هُوَ اخْذُ بِنَاصِيَتَيْهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ

والا، مگر اسکے ہاتھ میں ہے چوٹی اسکی۔ بیشک میرا رب ہے سیدمی راہ

مُسْتَقِيمٌ ۵۹ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ

پر۔ پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو میں پہنچا چکا جو میرے ہاتھ بھیجا

بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ

تھا تم کو اور قائم مقام تمہارے کریگا میرا رب کوئی اور لوگ اور نہ بگاڑ سکے گا اسکا

شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيفٌ ۶۰ وَلَمَّا جَاءَ

کچھ۔ تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان۔ اور جب پہنچا

أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ

ہمارا حکم بچا دیا ہم نے ہود کو اور جو یقین لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہر

مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۶۱ وَتِلْكَ عَادٌ

سے اور بچا دیا انکو ایک گالھی مار سے۔ اور یہ تھے عاد

بَحْدًا وَإِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ رَسُولًا وَاتَّبَعُوا أَمْرَ

منکر ہوئے اپنے رب کی باتوں سے اور نہ مانے اسکے رسول اور مانا حکم

كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۶۲ وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً

اُن کا جو سرکش تھے مخالفت اور پیچھے پائی اس دنیا میں پھٹکار

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا إِنْ عَادَ أَكْفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعِلًا

اور قیامت کے دن مٹ رکھو! عاد منکر ہوئے اپنے رب سے، مٹ کر پھٹکار

## لَعَادِ قَوْمِ هُودٍ ۶۰

ہے عاد کو جو قوم تھی ہود کی۔

### قصہ ہود علیہ السلام با قوم عاد

قال الله تعالى وَالِىٰ عَادِ اٰخَاهُمْ هُودًا... اِلٰى... اَلَا بُعْدُ لِعَعَادِ قَوْمِ هُودٍ  
(ربط) نوح علیہ السلام کے قہر کے بعد یہ دوسرا قصہ ہود علیہ السلام اور انکی قوم عاد کا ہے جس میں قوم عاد کی  
ضلالت اور عذاب کا حال بیان فرمایا ہے یہ لوگ شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھے اور دولت و  
ثروت کی وجہ سے مغرور تھے۔ اور انبیاء اور انکے قبیلین کو حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے اور ان  
کا مذاق اڑاتے تھے انہوں نے قوم عاد کو دو خصوصیتیں عطا فرمائی تھیں ایک قوت و توانائی کما قال  
تعالى مَعَالَا مَن اَشَدَّ مِنَّا قُوَّةً۔ دوم یہ کہ انکے بلاد نہایت سرسبز اور شاداب تھے میں ان کا  
سکن تھا۔ صاحب زراعت اور صاحب عمارت تھے۔

اس قصہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ قوم عاد ہود علیہ السلام کی قریبی رشتہ دار تھی اور ہود علیہ السلام  
اسی قبیلے کے ایک فرد تھے مگر آخرت کے معاملہ میں قرابت نسبی کچھ کام نہ آئی۔ صرف ایمان کام آیا جیسے نوح علیہ السلام  
کے بیٹے کو سب کام نہ آیا چنانچہ فرماتے ہیں اور جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اسی طرح  
ہم نے قوم عاد کی طرف انکے برادر کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھی بنا کر بھیجا جو باعتبار نسب اور قرابت کے ان  
کے بھائی تھے اور قوم نوح کی طرح قوم عاد بھی بت پرستی میں مبتلا تھی۔ اور قوم نوح کا انجام سن چکے تھے  
ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تہارا معبود نہیں مگر  
تم نے محض اپنے گمان سے ان باتوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا اور ان کو معبود بنا لیا ہے۔ نہیں ہو تم اس  
شرک اور بت پرستی کے خیال میں مگر زرا جھوٹ بولنے والے یعنی یہ شرک اور بت پرستی تمہاری بنائی  
ہوئی بات ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اے میری قوم میں تم سے اس تبلیغ و دعوت اور غلضانہ نصیحت پر کوئی  
اجرت اور معاوضہ نہیں چاہتا۔ کسی پیغمبر نے اپنی قوم سے کوئی اجرت نہیں مانگی تاکہ معلوم ہو جائے کہ نصیحت  
دنوی غرض سے پاک ہے۔ میری مزدوری تو اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھ کو دنیا میں روزی دیتا ہے  
اور وہی آخرت میں ثواب دے گا جو اس کے جوہ و کرم کے لائق ہے کیا تمہیں عقل نہیں کہ صادق اور  
کاذب اور حق اور باطل کے فرق کو سمجھ سکو۔ تم اس قدر غبی ہو کہ ایک بے غرض شخص کو جو تمہاری ہمدردی اور  
خیر خواہی میں تمکو نلاخ داری ان کی طرف بلا تا ہے اسکو تم اپنا دشمن سمجھ کر اس سے دست و گریبان بنے  
ہوئے ہو اے میری قوم میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے دلوں سے کفر اور حصیت کی ظلمت دور کرنے کے

لیے اپنے پروردگار کے سامنے استغفار کرو یعنی ایمان لاؤ۔ اور کفر اور شرک سے معافی مانگو پھر اللہ کی اطاعت اور عبادت کی طرف رجوع کرو اور اس استغفار اور توبہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تم پر برسنے والا بادل بھیجے گا یعنی بارش برسے گی جس سے تمہارا قحط دور ہوگا۔ قوم عاد کا ملک نہایت مسربز اور شاداب تھا۔ کھیتی اور باغوں اور مویشی کی کثرت تھی قوم عاد نے جب ہود علیہ السلام کی دعوت کو رد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قحط میں مبتلا کیا اور تین سال ان سے بارش کو روک لیا۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم کو قحط اور شرک سے توبہ کرو تو خدا تعالیٰ تم پر بارش نازل کریگا اور تمہاری شادابی کو پھر لوٹا دے گا۔ اور تم کو قحط پر قوت دے گا یعنی تمہاری موجودہ قوت میں اور اضافہ کرے گا۔ یہ لوگ بڑے فوی تھے اس لیے اور زیادہ قوت کا وعدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مالی اور بدنی قوت بڑھا دے گا۔ اور مال اور اولاد میں برکت دے گا اور مجرم اور سٹ دھرم بن کر پیغام الہی سے انحراف نہ کرو بالفرض اگر عزم پر کوئی عذاب بھی نہ آئے تو فائدہ اور منافع سے عودی تو یقینی ہے وہ بد بخت بولے اے ہود تم ہمارے پاس کوئی روشن دلیل نہیں لاتے جو تمہارے دعوے کی صحت پر دلالت کرے انکا یہ کہنا صریح جھوٹ اور عناد تھا ہود علیہ السلام ہر اہم قافلہ اور آیات و معانی لیکر آئے مگر عباد کی بنا پر ان معجزات کو شمار میں نہ لائے اور کہنے لگے کہ ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تو کسی طرح تیری بات ماننے والے نہیں۔ ہم تیرے بارے میں کچھ نہیں کہتے مگر یہ کہ ہمارے بعض خداؤں نے تجھ کو کسی برائی اور خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔ یعنی ہمارے کسی خدا نے تجھ کو مجنون اور دیوانہ بنا دیا ہے جس سے تو خلاف عقل باتیں کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی کی چھٹکارا تجھ پر پڑ گئی ہے اس وجہ سے تو یہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے تیرا اس قسم کی بہکی ہوئی باتیں کرنا ہمارے بتوں کی شان میں گستاخی کی سزا ہے ہود علیہ السلام نے انکے جواب میں کہا کہ تم ان بتوں کو نفع اور ضرر دینے والا خیال کرتے ہو تحقیق میں گواہ بنانا ہوں اللہ کو اور تم بھی گواہ رہو کہ میں بری اور بیزار ہوں سوائے خدا کے ان سے جو کہ تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ یعنی خدا کے سوا سب سے بیزار ہوں۔ پس اگر تم ان بتوں کو نفع اور ضرر دینے والا خیال کرتے ہو تو سب مل کر میرے ہلاک کرنے کی تدبیر کر لو۔ پھر مجھ کو مہلت بھی نہ دو۔ معلوم ہو جائیگا کہ تمہارے خداؤں میں کتنی قوت اور طاقت ہے اور سب تم سب مل کر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو یہ پتھر کے بت میرا کیا بگاڑ سکیں گے لہذا تمہارا یہ کہنا کہ تم پر ان بتوں نے کچھ کر دیا۔ یہ خود تمہارے دیوانہ پن کی دلیل ہے ہود علیہ السلام کا یہ کہنا بھی ایک معجزہ تھا کسی شان و شوکت والی قوم کے سامنے ایسا کلمہ نہ سے نکالنا بغیر تاثیر خداوندی ناممکن ہے چونکہ ہود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ تھا اس لیے فرمایا تحقیق میں نے بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ پر جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اس لیے میں نے اپنا کام اسی پر چھوڑ دیا تم سب اسی کے تصرف میں ہو۔ روئے زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں کہ اسکی پیشانی اس کے ہاتھ میں نہ ہو پیشانی کے بال بکھڑا نہ کیاں قدرت و تصرف کی تشبیل ہے یعنی ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے بغیر اس کے مشیت کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ تحقیق میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے جو

اس پر بھروسہ کرتا ہے اسکو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ پس اگر اس بیان واضح کے بعد بھی تم صراطِ مستقیم سے اوجھل کرو تو تمہارے اس اعراض سے مجھے اپنے حق میں کوئی ڈر نہیں کیونکہ تحقیق میں نے تم کو یہ پیغام پہنچا دیا ہے جو دیگر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ میں بری الذمہ ہو گیا اور تم پر محبت پوری ہو گئی اب اگر تم حق کو نہیں مانو گے تو اللہ تمکو ہلاک کر دے گا اور تمہارا قصہ ختم کر دے گا اور میرا پروردگار دوسری قوم کو تمہاری جگہ آباد کرے گا جو تمہارے دیار اور اموال کے مالک بنیں گے۔ اور تم اس کفر اور اعراض سے غلٹا کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکو گے۔ اپنا ہی کچھ بگاڑو گے۔ بیشک میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے ہر چیز اسکے حفظ اور علم میں ہے جو جس کے لائق ہو وہی اسکو پہنچتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے دوستوں کی دشمنوں سے حفاظت کرتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ حفاظت اللہ کا کام ہے اور یہ بت تو اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس ارشادِ دسرا یا رشاد سے اشارہ اس طرف تھا کہ اب عذاب کا وقت آپہنچا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور جب ہمارا حکم عذاب آپہنچا تو ہم نے ہود علیہ السلام اور ان لوگوں کو جو ان کے ہمراہ ایمان لائے تھے بادمصر کے عذاب سے بچا لیا اور یہ نجات دینا محض ہماری رحمت اور مہربانی کے سبب سے تھا اور وہ ایمان جو اس نجات کا ظاہری سبب بنا وہ بھی ہماری توفیق اور عنایت سے تھا لہذا کسی کو اپنے نیک عمل پر گھنٹہ نہ کرنا چاہیئے اور ہم نے انکو سخت عذاب سخت آزمحی سے بچا لیا۔ قوم عاد پر آٹھ دن اور سات رات متواتر آندھی جلی جس نے انکے اعضا کو ٹوٹے ٹوٹے کر دیا اور ہود علیہ السلام کے ساتھی جو اخیر میں چار ہزار تک پہنچے تھے انکو اللہ تعالیٰ نے اس عذاب سے محفوظ رکھا۔ تاکہ لوگوں کو محض ہود علیہ السلام کی دعا اور اللہ کی نجات ہی کی اور ایمان کیا بغیر غلطی کی پیری اور اسکی نقش برداری۔

یہاں تک قوم عاد کا قصہ بیان ہوا۔ اب آگے اہل عرب کو خطاب کرتے ہیں تاکہ ہجرت پکڑیں اور یہ قوم جس پر عذاب نازل ہوا قوم عاد تھی۔ اور یہ انکے اُجڑے ہوئے مکان اور انکی تباہی اور بربادی کے نشان اُن کھنڈر تمہارے سامنے ہیں۔ اس قوم نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اسکے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش اور عدا کرنے والے کے حکم کی بیوردی کی خدا کے رسولوں کی اتباع اور پیروی کو اپنے لیے عار سمجھا اور ظالموں اور سرکشوں کی پیروی کو اپنے لیے عزت جانا۔ ان لوگوں نے اگرچہ صرف ہود علیہ السلام کا انکار کیا مگر وہ درحقیقت تمام رسولوں کا انکار تھا۔ کیونکہ تمام رسول رسلات میں باہم یکساں ہیں۔ اور توحید وغیرہ اور اصول دین میں سب متفق ہیں۔ اس لیے ایک پیغمبر کی نافرمانی سب پیغمبروں کی نافرمانی کو مستلزم ہے۔ اور ان کے ان افعال کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی لعنت انکے پیچھے پیچھے ہو گی۔

مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں لعنت کبھی ان سے جدا نہ ہو گی۔ پس اے اہل عرب۔ تم ان کے حال سے عبرت پکڑو۔ خبردار ہو جاؤ کہ قوم عاد نے اپنے رب کا کفر کیا۔ سن لو کہ پچھلے عذاب سے قوم عاد کو جو ہود کی قوم تھی۔ عاد و قوموں کا نام ہے (اقول) وہ کہ جن کی طرف ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ یہ لوگ بت پرست تھے اور نہایت قوی اور مہیب ڈیل ڈول کے مخور آدمی تھے۔ اس قوم کو عاد اولے کہتے ہیں۔

دوم) وہ عادیں کی طرف صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور شہداء، مردود و مطرود۔ اور لقمان مقرب و مقبول وغیرہ اسی قوم میں کہتے تھے اس قوم کو عاد ثانیہ کہتے ہیں۔ یہ قصبہ عاد اولے کا تھا۔ اب اُندھ رکوع میں عاد ثانیہ کا بیان کرتے ہیں۔



وَالِی ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ یَقَوْمِ

اور ثمود کی طرف بھیجا انکا بھائی صالح۔ بولا اے قوم !

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهُ ۚ هُوَ

بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہیں تمہارا اسکے سوا۔ اسی نے

اَنْشَاکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرْکُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ

بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں سو بخشواؤ اس سے

ثُمَّ تَوْبُواْ اِلَیْهِ ۚ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝۶۱ قَالُوْا یٰضِلُّ

اور اسکی طرف آؤ۔ تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنیوالا۔ بولے اے صالح !

قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا اَتَنْهٰنَا اَنْ نَّعْبُدَ

تجھ پر ہم کو امید تھی اس سے پہلے، تو ہم کو منع کرتا ہے کہ بوجھیں

مَا یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا وَاِئِنَّا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَا

جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے اور ہمکو تو شبہ ہے اسمیں جس طرف تو بلاتا

اِلَیْهِ مُرِیْبٌ ۝۶۲ قَالَ یَقَوْمِ اَرَاَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی

ہے ایسا کہ دل نہیں ٹھہرتا۔ بولا اے قوم ! بھلا دیکھو تو اگر مجھ کو سوچھو بل

بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ وَاَتٰنِیْ مِنْهُ رَحْمَةٌ فَمَنْ یَّتَصَّرُنِیْ

گئی اپنے رب سے اور اس نے مجھ کو دی مہر اپنی طرف سے پھر کون میرا کرے

مَنْ اللَّهُ إِنْ عَصَيْتَهُ فَمَا تَزِيدُ وَنَبِيٌّ غَيْرُ

کرسے اللہ کے سامنے اگر اسکی بے حکمی کروں۔ سو تم کچھ نہیں بڑھاتے میرا۔ سوائے

تَخْسِيرٍ ۶۳) وَيَقُومُ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا

نقصان۔ اور اسے قوم! یہ اونٹنی ہے اللہ کی تم کو نشانی۔ سو چھوڑ دو اس

تَأْكُلُ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ

کو، کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور نہ چھیڑو اسکو بُری طرح تو پکڑے گا تم

عَذَابٌ قَرِيبٌ ۶۴) فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ

کو عذاب نزدیک کا۔ پھر اسکی پاؤں کاٹے، تب کہا، برکت لو اپنے گھروں میں

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۶۵) فَلَمَّا

تین دن۔ یہ وعدہ ہے، جھوٹا نہ ہو گا۔ پھر جب

جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

پہنچا حکم ہمارا، بچا دیا ہم نے صالح کو اور جو یقین لائے اسکے ساتھ

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ

اپنی مہر کر کرے۔ اور اس دن کی رسوائی سے۔ تحقیق تیرا رب وہی ہے

الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۶۶) وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ

زور آور زبردست۔ اور پکڑا ان ظالموں کو چنگھاڑنے

فَاصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُثَيِّينَ ۶۷) كَانَ لَمْ يَغْنَوْا

پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے۔ جیسے کبھی رہے نہ تھے

فِيهَا إِلَّا إِنْ تَشَاءُ أَكْفَرُوا لَهُمْ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۶۸) ع

ان میں۔ مگر لو! تشرود منکر ہوئے اپنے رب سے۔ مگر لو! پھٹکار ہے تشرود کو۔

## قصہ صالح علیہ السلام با قوم ثمود

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَ إِلَى تَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ... إِلَى ... أَلَا يُعْذِرُ تَمُودَ .  
 (ربط) اب یہ تیلر قصہ حضرت صالح علیہ السلام اور انکی قوم ثمود کا ہے اور حضرت ہودؑ اور حضرت  
 صالحؑ کے درمیان سورس کا فاصلہ ہے حضرت ہودؑ کی امت کو عباد اونی کہتے ہیں اور حضرت صالحؑ کی امت  
 کو عاد ثانیہ کہتے ہیں جسکا نام ثمود ہے اور حجر میں جو شام اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے رہا کرتے تھے۔  
 چنانچہ فرماتے ہیں اور قوم ثمود کی طرف ہم نے انکے نسبی اور خاندانی بھائی صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر  
 بھیجا۔ صالحؑ کو انکا بھائی اس لحاظ سے کہا کہ وہ اس خاندان اور قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ قرابت نسبی کے  
 اعتبار سے انکو بھائی کہا انہوں نے اپنی قوم سے یہ فرمایا اے میری قوم تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو  
 اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اسی نے تمکو زمین سے پیدا کیا کیونکہ آدم علیہ السلام کا جسم زمین سے بنایا  
 پھر آدمؑ سے سب آدمی پیدا ہوئے اس لفظ سے حق تعالیٰ نے کمال قدرت کو بیان فرمایا اور اس لفظ  
 میں اجمالی اشارہ اس حرف تھا کہ جس طرح ایک انسان کا مٹی سے پیدا ہونا ممکن ہے اسی طرح ایک حیوان  
 (یعنی نافر) کا ایک پتھر سے پیدا ہونا بھی ممکن ہے اور زمین سے پیدا کرنے کے بعد تمکو زمین میں آباد کیا یا یہ  
 معنی ہیں کہ تمہاری عمریں دراز کیں حاصل یہ کہ حق تعالیٰ نے کمال قدرت سے تم کو وجود عطا فرمایا اور تمہاری  
 حیات اور بقا کا سامان پیدا کیا پس اس منعم حقیقی سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرو یعنی ایمان لاؤ پھر  
 ہمہ تن اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ تحقیق میرا پروردگار اہل توبہ اور اہل استغفار سے قریب ہے اور انکی توبہ  
 واستغفار کا قبول کرنے والا ہے۔ قوم کے لوگ بولے اے صالحؑ تو اس دعوائے نبوت اور دعوائے  
 توحید سے پہلے جو نہاد معلوم ہوتا تھا۔ امید لگا یا گیا تھا یعنی تیری راست اور متانت کو دیکھ کر یہ امیدیں  
 لگی ہوئی تھیں کہ تو قوم کا مادی اور ملجا بنے گا مگر تیری ان باتوں نے ہماری امیدوں پر پانی پیر دیا تو نے ہماری  
 آباد اجداد کے قدیم مذہب کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ شاہ صاحب موضح القرآن میں لکھتے ہیں ”یعنی نہاد  
 لگتا تھا کہ باپ دادا کی راہ روشن کرے گا تو لوگ مٹانے“۔ بھلا اے صالحؑ! تو ہم کو ان چیزوں کی پرستش سے  
 منع کرتا ہے جن کی ہمارے آباد اجداد پرستش کیا کرتے تھے۔ کیا تیرا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے قدیم اور

لے معاذ اللہ یہ مطلب نہیں کہ حضرت صالحؑ علیہ السلام قوم ثمود کے قوی اور وطنی بھائی تھے۔ اور قومیت متحدہ کے قائل  
 تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرت صالحؑ کی بعثت اس خاص قوم کی طرف تھی۔ اور وہ اسی قبیلہ کے تھے انکو توحید کی دعوت  
 دینے کے لیے مبعوث کیا۔ جو ان پر ایمان لایا اس نے فلاح پائی اور جو ان پر ایمان نہیں لایا وہ عذاب الہی  
 سے تباہ و برباد ہوا۔ مہر عارفیہ

آبائی مذہب کو چھوڑ دیں اور جس دین کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے تحقیق ہم اسکے بارے میں بڑے شک میں پڑ گئے ہیں۔ جس نے ہمکو تردد اور اضطراب میں رکھا ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ تَوْحِيدٌ میں تو اضطراب اور طبعان لاحق ہو گیا اور شرک اور بت پرستی میں سکون اور اطمینان حاصل ہو گیا۔ یہی حال ہے اہل دنیا کا کہ باطل اور گمراہی میں تو ان کو اطمینان ہوتا ہے اور حق و ہدایت میں انکو بے چینی اور بے اطمینانی ہوتی ہے ایسوں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ صالح علیہ السلام نے انکے جواب میں کہا ہے قوم! بتلاؤ تو سہی کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن اور واضح حجت پر ہوں اور خدا نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت یعنی بوت عطار کی ہو تو میں خدا تعالیٰ کے روشن دلائل کو چھوڑ کر تمہارے شکوک اور اوہام کا پیرو کیسے ہو سکتا ہوں۔ پس اگر اس حالت میں خدا کی نافرمانی کروں اور تبلیغ احکام میں کوتاہی کروں تو بتاؤ کون ہے کہ جو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کرے گا اور عذاب الہی سے مجھ کو بچا لے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی معصیت خمران میں ہے پس تم نافرمانی کا مشورہ دیکر سوائے خسارہ اور نقصان کے میرے حق میں کوئی زیادتی نہیں کرتے۔ اس بحث اور مجادلہ کے بعد قوم نے صالح علیہ السلام سے نبوت رسالت کے لیے تجزہ طلب کیا کہ پہاڑ کے پتھر سے اونٹنی نکال کر دکھائیں حضرت صالحؑ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے پتھر میں سے اونٹنی پیدا ہوئی۔ جیسا کہ مفصل فقہ سورۃ اعراف میں گزر چکا اور جب وہ ناقہ پتھر سے نکلی تو صالح علیہ السلام نے اونٹنی کے بٹے میں نصیحت مفرغ کی اور فرمایا ہے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے نبوت کی نشانی ہے کہ دفعہ پتھر سے نواہر ہوئی ہے اور بغیر کسی زر کے حامل ہے اور بغیر پیدائش کے پتھر سے نکلی ہے اور بے شمار دودھ دیتی ہے یہ خدا کی قدرت کی نشانی ہے اور میری نبوت و رسالت کی بھی نشانی ہے کہ تمہاری فرمائش کے مطابق میری صداقت ظاہر کرنے کے لیے حکم خداوندی بلا سبب ظاہری کے یکدم پتھر سے نکلی ہے یہ میری نبوت کا معجزہ ہے۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۷۲ ج ۵)

غرض یہ کہ یہ اونٹنی اس وقت میری نبوت کی نشانی ہے۔ اور یہی اونٹنی آئندہ چل کر تمہاری ہلاکت اور عذاب کا پیش خیمہ سے لگے گی اور چونکہ یہ اونٹنی خاص طور پر منجانب اللہ بطور خرق عادت پیدا ہوئی ہے اس لیے اس ناقہ اللہ کے کچھ حقوق ہیں پس تم اللہ کی اونٹنی کو کھلا چرو دو کہ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرتی اور کھاتی پھرے اور اسی طرح پانی کے بارے میں جلتا چاہے پانی پیئے۔ اللہ کی اونٹنی کا حق سب پر مقدم ہے وہ اللہ کی اونٹنی ہے اللہ کی زمین سے کھائے گی تم پر اس کا دانہ اور چارہ نہیں وہ اونٹنی اس قدر فربہ اور دراز تھی کہ دو سکر جانور اس کی صورت دیکھ کر بھاگ جاتے تھے لہذا اے میری قوم تم اس اونٹنی کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور جرائی کے ارادہ سے اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤ کیونکہ یہ ناقہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ ورنہ پھر تم کو فوری عذاب آپکڑے گا۔ یعنی اگر تم نے اس ناقہ کو بچڑا تو تمہاری فوری عذاب نازل ہوگا۔ اور تم کو ہلاکت نہ ملے گی۔ سوا نہیں نے باوجود اس نصیحت اور موعظت طبعیہ کے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے تو صالح علیہ السلام نے فرمایا اچھا میں دن ایسے گھر دوں میں آرام و راحت کے گزار لو یعنی بدھ اور



جہالت اور جمعہ اور گزار لو۔ اس کے بعد شنبہ کے روز تم پر عذاب آئے گا۔ یہ خدا کی طرف سے وعدہ ہے جس میں جہالت کا کوئی ثابہ نہیں۔ تین دن کے بعد تم غارت ہو جاؤ گے۔ چنانچہ بدھ کے دن انکے چہرے زرد ہو گئے۔ اور جمعرات کو مسخ اور جمعہ کے روز سیاح اور ہفتہ کے دن عذاب نازل ہوا پس حسب وعدہ تین دن گزرنے کے بعد جب ہمارے عذاب کا حکم آ بیٹھا تو ہم نے صالح علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو انکے ساتھ ایمان لائے تھے اپنے فضل اور رحمت سے انکو عذاب سے بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی بچالیا۔ بیشک تیرا پروردگار توانا اور غالب ہے اسے دوستوں کو عزت دیتا ہے اور دشمنوں کو ذلیل و خوار کرتا ہے اور جو لوگ ظالم تھے انکو ایک جنگھاڑنے آ بیٹھا۔ سو وہ صبح کو اپنے گھٹنوں پر بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے یعنی سب کے سب ایک جنگھاڑ سے مر گئے گو یادہ ان گھر میں بھی بسے ہی نہ تھے۔

تین دن کے بعد جب پہلے نے ایک چیخ ماری جس سے سب کا دم نکل گیا چیخ سے دل پھٹ گئے اور گھٹنوں کے بل مرے رہ گئے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ قوم ثمود نے اپنے پروردگار کا کفر کیا۔ انٹر تعلقے نے ان کو اس طرح ہلاک کیا۔ آگاہ ہو جاؤ اور خوب سن لو کہ کفر کا خمیازہ ایسا ہوتا ہے کہ قوم ثمود اللہ کی رحمت سے دور پھینک دی گئی۔ اور ایسی ہلاک اور برباد ہوئی کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہ قصہ سورۃ اعراف میں بھی گزر چکا ہے وہاں ان کا عذاب رجفہ یعنی زلزلہ بیان کیا گیا ہے۔ وجہ تطبیق وہاں گزر چکی ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا

اور آپ کے میں ہمارے بھیجے ابراہیم پاس خوشخبری لیکر بولے سلام

قَالَ سَلَامٌ فَلَمَّا بَيَّنَّ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيدٍ ۖ فَلَمَّا

وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بکھڑا تالا ہوا۔ پھر جب

رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ

دیکھا، ان کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر ادھری سمجھا اور دل میں ان سے

خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ لُّوْطٍ ۖ

ڈرا۔ وہ بولے مت ڈر ہم بھیجے آئے ہیں طرف قوم لوط کے۔

وَأَمْرًا ۖ قَالِمَةً ۖ فَضَحِكْتُمْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاسْحَاقَ ۚ وَ

اور اسکی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس بڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اسکو اسکی اور

مِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ۚ ﴿٤١﴾ قَالَتْ يَوِیْلَتِیْ ءَاآلِدُ

اسحق کے پیچھے یعقوب کی۔ بولی اے خرابی! کیا میں جنوں کی؟

وَأَنَا عَجُوزٌ ۖ وَهَذَا بَعْلٌ شِیْخٌ ط ۚ إِنَّ هَذَا لَشَیْءٌ

اور میں بڑھیا ہوں اور یہ جواند میرا ہے بوڑھا۔ یہ تو ایک عجیب چیز

عَجِیْبٌ ۚ ﴿٤٢﴾ قَالُوا أَتَعْجَبُیْنَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ

ہے۔ وہ بولے کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے؟ اللہ کی ہر چیز

وَبَرَکَتُهُ عَلَیْكُمْ أَهْلَ الْبَیْتِ ط إِنَّهُ حَسِیدٌ ۖ فَجِیْدٌ ۚ ﴿٤٣﴾

اور برکتیں تم پر، اے گھر والو! وہ ہے سزا بڑاؤں والا۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَى

پھر جب گیا ابراہیم سے ڈر اور آئی اس کو خوشخبری

یُجَادِلُنَا فِی قَوْمٍ لُّوطٍ ط ﴿٤٤﴾ إِنَّ إِبْرَاهِمَ لَحَلِیْمٌ ۖ وَأَوَّاهٌ

جھگڑنے لگا ہم سے قوم لوط کے حق میں۔ البتہ ابراہیم تحمل والا نرم دل

مُنِیْبٌ ۚ ﴿٤٥﴾ یَا إِبْرَاهِیْمُ اعْرُضْ عَنْ هَذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ

تھا رجوع رہنے والا۔ اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال۔ وہ تو آچکا

جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ لَأَتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُودٍ ۚ ﴿٤٦﴾

حکم تیرے رب کا۔ اور ان پر آتا ہے عذاب جو پھیر نہیں جاتا۔

قِصَّةُ إِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُشْتَمِلٌ بِرَبِّیَّاتٍ ط لَمَّا كَرَّمَ بُلَادَتِ اسْحَاقَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

قال الله تعالى وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِیْمَ بِالْبُشْرَى... الی... عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُودٍ (رابطہ اب ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہیں جس میں فرشتوں کی تولدِ فرزند کی بشارت کا

ذکر ہے کہ تھارے یہاں ایک بیٹا ہو گا جس کا نام اسحاق ہو گا پھر اس بیٹے کے ایک بیٹا ہو گا جس کا نام یعقوب ہو گا۔ اس بشارت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی اور حضرت سارہ کی عمر نوے یا بانوے سال کی تھی حضرت ہاجرہ سے حضرت اسمعیل علیہ السلام پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ سارہ کو متناہی کہ ان کے بھی بیٹا ہو لیکن کبرسنی کی وجہ سے ناامید ہو چکی تھیں۔ اشد نقائے نے فرشتوں کی زبانی یہ بشارت بھیجی۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ بشارت دینے کے لیے مین فرشتے آئے تھے۔ جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام اور بعض کہتے ہیں کہ اٹھ یا نو فرشتے آئے تھے۔ (دیکھو تفسیر قرطبی صفحہ ۶۲، ۶۱ و زادالمیسر لابن الجوزی صفحہ ۱۲۷ ج ۴)

الغرض یہ قصہ بہ جملہ تفصیل مذکور کا چوتھا قصہ ہے جو لوط علیہ السلام کے قصہ کی تمہید ہے اسی وجہ سے ماقبل کی طرح اَوَّلْنَا بِرَبِّهِمْ اَلِیٰ کَذَا۔ نہیں فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں اور جب ہمارے وہ فرشتے جنکو ہم نے قوم لوط پر عذاب کے لیے بھیجا تھا۔ پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے اور پوتے کے پیدا ہونے کی بشارت لیکر آئے تو بولے کہ ہم تم کو سلام کرنے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا وعلیکم السلام چونکہ یہ فرشتے خوبصورت آدمیوں کی شکل میں تھے اس لیے ابراہیم علیہ السلام ان کو مہمان سمجھ کر خوش ہو کر ضیافت کا سامان کیا۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے دیر نہ کی کہ انکے کھانے کے لیے ایک چٹھا بوا موٹا تازہ پھڑپھڑا لے آئے جس سے چربی پٹکتی تھی۔ قنادہ کہتے ہیں کہ ان کا اکثر ماں بھی گائیں تھیں آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ پندرہ روز کے انتظار کے بعد یہ مہمان آئے تو بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے کھانا لائے مگر وہ مہمان اور ہی قسم کے تھے وہ کس طرح کھا سکتے تھے۔ پس جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ انکے ہاتھ اس بچھڑے کے کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو اس کو اور امانا اور دل میں ان کی طرف سے خوف زدہ ہوئے۔ کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیوں آئے ہیں اگر مہمان میں تو کھانا کیوں نہیں کھاتے حضرت شاہ عبدالقادر عوف کی توجہ میں یہ فرماتے ہیں کہ فرشتے عذاب الہی کو لیکر قوم لوط کی طرف جا رہے تھے اور اس وقت یہ فرشتے خدا کی شان غضب اور انتقام کے منظر تھے اس کا طبعی اثر یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم کے قلب پر خوف کی ایک کیفیت طاری ہو گئی بعد ازاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خوف ان پر ظاہر کیا۔ کہا قال تعالیٰ اِنَّا هُنَاکُمْ وَجَلُوْنَ۔ تو بولے تم ڈرو مت ہم آدمی نہیں فرشتے ہیں ہم تو قوم لوط کی طرف عذاب دیکر بھیجے گئے ہیں اور راستے میں آپ کو بشارت دینے کے لیے آئے گئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم کی بوی حضرت سارہ ہمیں کھڑی ٹھہری تھیں۔ پس وہ ہنس پڑیں۔ آیت میں ہنسنے کی وجہ مذکور نہیں۔ بعض کہتے ہیں انکا ہنسنا تعجب کی بنا پر تھا کہ عجب بات ہے کہ اتنے دنوں کے بعد تو مہمان ملے جنکی ضیافت کا سامان کیا پھر وہ فرشتے نکلے۔ یا اس بات پر تعجب ہو کہ فرشتے آدمی کی صورت میں مہمان بن کر آئے کیا بات ہے یا اس بات پر تعجب ہو کہ اس قدر خدم اور شتم ہوتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام تین چار آدمیوں سے ڈر گئے۔ یا قوم لوط کی ہلاکت کی خبر سن کر خوش ہوئیں کہ یہ غیبتیں اور مفیدین کا گروہ اب ہلاک ہو گا۔ اس قوم نے عورتوں کو خراب کیا اور بوڑھوں کو

بے حیا اور بدکار بنایا اس لیے ان کا عذاب سن کر خوش ہوئیں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب فرشتوں نے یہ خبر سنائی کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں سارۃ کے بطن سے بیٹا عطا کرنے والا ہے تو یہ خبر سن کر حضرت سارۃ ہنس پڑیں۔ پس ہم نے فرشتوں کی زبانی سارۃ کو ایک فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی جو احنی نام کے ساتھ موسوم ہوگا اور احنی کے علاوہ یعقوب کی بھی بشارت دی یعنی ایک بشارت تو یہ دی کہ اس سن میں تمہارے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام احنی ہے پھر دوسری بشارت یہ دی کہ تمہارے پوتا بھی ہوگا جس کا نام یعقوب ہے مطلب یہ ہے کہ بیٹے کے بعد پوتا بھی دیکھو گی۔ اشارہ اُس طرف تھا کہ وہ بیٹا زندہ رہے گا۔ اور وہ بیٹا بھی صاحب اولاد ہوگا۔ جس سے تمہاری نسل چلے گی۔ سارۃ بولی ہلے میری بکھنٹی کیا میں اب بچہ جنوں کی۔ حالانکہ میں بوڑھی ہوں اس وقت میری عمر تانویس سال کی ہے اور میرا خاوند ہے بہت بوڑھا جس کی عمر اس وقت ایک سو پچیس برس کی ہے حضرت سارۃ کو یہ بشارت اس لیے سنائی گئی کہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹا اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے بطن سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ حضرت سارۃ کو تمنا تھی کہ مجھے بھی بیٹا ملے لیکن فرزند نہ عطا ہوا۔ یہاں تک کہ جب بڑھیا ہو گئیں اور باپوس ہو گئیں اس وقت یہ بشارت دی گئی تو تعجب میں پڑ گئیں اور کہنے لگیں تحقیق یہ بات تو بہت ہی عجیب ہے بھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی۔ فرشتوں نے حضرت سارۃ سے کہا۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تعجب کرتی ہے۔ تعجب کی کیا بات ہے خدا ہر امر پر قادر ہے خدا کی صنعت کے لیے کسی آلہ کی اور اسکے فضل کے لیے کسی علت کی ضرورت نہیں۔ دو بوڑھوں سے لڑکا پیدا کرنا کوئی عجیب نہیں اس کی قدرت کے سامنے بوڑھا اور جوان سب برابر ہے اے ابراہیم کے گھر والو! تم پر دن رات کی رحمتیں اور برکتیں برس رہی ہیں صبح و شام معجزات و کرامات اور خوارق عادات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہو تمہارا بیٹا تعجب بھی عجیب ہے تمہارے حق میں یہ بشارت قابل تعجب نہیں بلکہ تمہارا تعجب قابل تعجب ہے بیشک اللہ تعالیٰ قابل تعریف ہے اور بزرگی والا ہے اسکے جود و کرم سے کوئی شے عجیب نہیں۔ تم بجائے تعجب کے اس کے حمد و شکر میں مشغول ہو جاؤ۔

## لطائف و معارف

- ۱۔ اجف عمارتہ و من ذراع استحق یعقوب۔ کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت احنی علیہ السلام ذبح نہ تھے بلکہ حضرت اسماعیل ذبح تھے۔ (دیکھو تفسیر ابن کثیر)
- ۲۔ یہ آیت اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ زوجہ رحیل بھی اسکے اہلیت میں سے ہے اس لیے کہ اَلْغَنَجِيُّنَ مِنْ اٰمْرِ اللّٰهِ رَحِمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكَتُہٗ عَلَیْکُمْ اٰہْلَ الْبَیْتِ۔ یہ خطاب حضرت سارۃ کو ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ محترمہ تھیں اس طرح حق تعالیٰ کے اس ارشاد

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيراً  
 کو سمجھو کہ یہ خطاب دراصل ازواج مطہرات کو ہے اس لیے کہ اوپر سے تمام سلسلہ کلام۔ ساراجی کریم  
 ازواج مطہرات کے بارے میں چلا آ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت نماز کے شفقت و دیگر اہل خانہ  
 کو بھی کھل کر اس دعا میں شامل فرمایا۔ اور جس طرح اس آیت میں اہل بیت کے لیے جمع مذکر کا صیغہ  
 رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم۔ واحد مؤنث کے لیے بطور تعظیم و تکریم استعمال کیا گیا۔ اسی  
 طرح آیت تطہیر میں ہی خطاب جمع مذکر کے صیغہ جمع مؤنث کے لیے بطور تعظیم و تکریم استعمال کیے گئے۔  
 ۳۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نمازوں میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ اسی آیت سے  
 ماخوذ اور مقتبس ہیں۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلم اور ترجم

اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلم اور ترجم کو بیان کرتے ہیں۔ پس جب ابراہیم علیہ السلام  
 سے وہ خوف جانا رہا جو فرشتوں کی طرف سے پیدا ہوا تھا اور ان کے پاس بیٹھے اور پوتے کی پیدا ہونے کی  
 خوشخبری پہنچ گئی۔ تو ادھر سے بے فکر ہو کر دوسری طرف متوجہ ہوئے اور ہم سے قوم لوط کے بارے میں  
 بحث شروع کر دی جس کی تفصیل دوسری آیت میں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا فرشتوں سے محاذ لہ یہ تھا کہ جب  
 فرشتوں نے کہا کہ ہم قوم لوط کے ملاک کر کے لیے آئے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا اس سستی میں تو لوطؑ  
 بھی ہے تم اس سستی کو کیسے ملاک کر سکتے ہو۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم سوائے انکی ہوس کے انکو اور ان کے گھر والوں  
 کو بچا لیں گے۔ بیشک ابراہیمؑ بڑے بردبار اور نرم دل اور خدا کی طرف بڑے رجوع کرنے والے تھے چونکہ حضرت  
 ابراہیمؑ بڑے نرم دل اور حلیم اور بردبار تھے۔ اس لیے خطاکاروں پر عقوبت میں جلدی نہیں جانتے تھے مطلب  
 یہ ہے کہ ابراہیمؑ کا طبی فرط رحمت اور زیادتی شفقت اس اصرار اور محاذ لہ کا باعث بنی۔ خدا ترس بندوں کے  
 دل بہت نرم ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ یہ چاہتے تھے کہ عذاب میں تاخیر ہو جائے شاید یہ لوگ ایمان لے  
 آئیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں۔ لیکن آخر کار ملائکہؑ نے انکو حکم قضا و قدر سے آگاہ  
 کر دیا اور کہا کہ اے ابراہیمؑ آپ اس بحث کو چھوڑ دیجیئے۔ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ تحقیق تیرے بزرگ  
 کا حکم ان کے بارے میں آپہنچا ہے۔ اب وہ کسی طرح حل نہیں سکتا اور تحقیق ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے  
 جو ان سے بٹایا نہیں جائیگا حضرت ابراہیمؑ نے اپنی فطری رحم دلی کی بنا پر عذاب کی تاخیر کے بارے میں  
 جو اصرار اور الحاح فرمایا انکو حق تعالیٰ نے بطور مبالغہ لفظی محاذ لہ سے تعبیر فرمایا۔ فرشتوں نے جواب دیا  
 کہ یہ لوگ شفقت و رحمت کے محل نہیں رہے آپ اس خیال کو دل سے نکال دیجیئے۔ انکے جرم کا  
 پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور ان کے متعلق عذاب کا حکم جاری ہو چکا ہے جو کسی طرح واپس نہیں ہو سکتا

البتہ جوابی ایمان میں اول انکو علیحدہ کر دیا جائیگا اسکے بعد عذاب نازل ہوگا تا کہ اہل ایمان کو گزند نہ پہنچے۔

۱ ۲ ۳ ۴ ۵

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَیْ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے لوط پاس، خفا ہوا ان کے آنے سے اور رک

ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ۝ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ

گیا جمی میں اور بولا آج دن بڑا سخت ہے۔ اور آئی اس پاس قوم اسکی

یَمْرَعُونَ إِلَیْهِ ۖ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا یَعْمَلُونَ السَّیِّئَاتِ

دورٹی بے اختیار۔ اور آگے سے کر رہے تھے بُرے کام۔

قَالَ یَقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِی هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا

بولا اے قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں حاضر ہیں یہ پاک ہیں تمکو ان سے سو ڈرو

اللَّهِ وَلَا تَخْزَوْنَ فِی ضِیْفِی ۖ اَلْیَسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ

تم اللہ سے اور مست رسوا کرو مجھ کو میرے ہاؤس میں کیا تم میں ایک مرد بھی نہیں

رَشِیْدٌ ۝ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِی بَنَاتِكَ مِنْ

نیک راہ۔ بولے تو تو جان چکا ہے، ہم کو تیری بیٹیوں سے دعویٰ

حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیدُ ۝ قَالَ لَوْ أَنَّ لِی بِكُمْ

ہنہیں۔ اور تجھ کو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں کہنے لگا کہیں سے مجھ کو تہا کے سامنے

قُوَّةٌ أَوْ آوِیَ إِلَىٰ ذُكُنِ شَدِیدٌ ۝ قَالُوا یَلُوطُ إِنَّا

زور ہوتا، یا جا بیٹھتا کسی حکم آسے میں۔ (ہمان) بولے اے لوط! ہم

رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَصْلُوا إِلَیْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعِ

بھیجے ہیں تیرے رب کے ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک۔ سولے نکل اپنے

مِّنَ الْيَلِّ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرًا تَكُ

گھر والوں کو کچھ بات سے، اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں کوئی مگر تیری عورت۔ یوں

إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ ط إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ

ہی ہے کہ اس پر پڑنا ہے جو ان پر پڑیگا انکے وعدے کا وقت ہے صبح

أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۝۸۱ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا

کیا صبح نہیں نزدیک۔ پھر جب پہنچا حکم ہمارا، کر ڈالی ہم

عَالِيهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ۝۸۲

نے وہ بستی اوپر نیچے اور برساتیں اس پر پتھریاں کھنگر کی۔

مَنْضُودٍ ۝۸۳ مُسَوَّمَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ ط وَمَا هِيَ مِنْ

تہ بتہ۔ صاف بنائیں تیرے رب کے پاس اور نہیں وہ بستی

الظُّلُمِينَ بِبَعِيدٍ ۝۸۴

اُن ظالموں سے کچھ دور۔

## قصہ لوط علیہ السلام و قوم او کہ تتمہ قصہ سابقہ است

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَ لَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيقَ إِلَيْهِ ۝۸۵ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ۝۸۶

(در ربط) گزشتہ قصہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا اب انکے بعد لوط علیہ السلام کا قصہ ذکر کرتے ہیں لوط

علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور اہل سدوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ بستی جہن کے قریب

تھی اور انکے پاس اور بھی کچھ گاؤں تھے جنکی مجموعی آبادی تقریباً چار لاکھ تھی سوائے اہل ایمان کے سب ہلاک

ہو گئے۔ یہ قصہ پہلے قصہ کا تتمہ ہے یا اہل کہو کہ پہلا قصہ اس قصہ کی تمہید تھا۔ اور اصل مقصود قوم

لوط کی ہلاکت کا قصہ بیان کرنا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے

پاس نازل ہو کر لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو لوط علیہ السلام ان کے آنے سے رنجیدہ اور تنگ دل

ہوئے کیونکہ وہ فرشتے حسین بے ریش لڑکوں کی شکل میں تھے لوط علیہ السلام انکو جہان سمجھے اور چونکہ لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کے ناشائستہ افعال کا علم تھا کہ یہ لوگ خلاف فطرت فواحش کے عادی اور خوگر ہیں اس لیے وہ اس قسم کے جہانوں کی آمد سے گھبرائے اور تنگ دل ہوئے اور کڑھے کہ میں ان بدکردار اور ذمیت طینت والوں سے اپنے جہانوں کی حفاظت کیسے کر دوں گا۔ اور اس قدر تنگ دل ہوئے کہ اپنی تنگ دلی کو چھپانہ سکے۔ اور زبان سے کہنے لگے کہ یہ دن تو بڑا کٹھن ہے۔ فرشتوں نے حضرت لوط کی اس پریشانی کو دیکھ کر اجماعاً تک ان پر ظاہر نہ کیا تھا کہ ہم دراصل فرشتے ہیں اور اس ناہنجار اور بدکردار اور بد اطوار قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں اور لوط علیہ السلام انکو اپنا جہان سمجھتے تھے اور پریشان رہے کہ دیکھتے اب کیا ہوتا ہے اور انکی قوم نے جب یہ خبر سنی کہ لوط علیہ السلام کے یہاں ایسے خوب صورت لڑکے جہان آئے ہیں کہ اب تک ان سے زیادہ خوبصورت دیکھنے میں نہیں آئے تو یہ بد اطوار قوم لوط علیہ السلام کی طرف دوڑی ہوئی آئی اور اس سے پہلے یہ لوگ بدنحلیاں کیا کرتے تھے لواطت اور اغلام اس قوم کی طینت اور عادت بن چکی تھی اور حیار اور شرم ان سے نکل چکی تھی۔ لوط علیہ السلام نے کہا اسے میری قوم! یہ ہیں میری بیٹیاں یعنی یہ میری قوم کی بیٹیاں موجود ہیں۔ ان سے نکاح کرلو۔ یہ تمہارے لیے پاک ہیں نکاح پاک فعل ہے اور اغلام اور لواطت ناپاک اور گندہ فعل ہے۔ بیٹیوں سے قوم کی لڑکیاں ملا دیں اس لیے کہ نبی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اس لیے قوم کی لڑکیوں کو اپنی بیٹیاں کہا۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور اس بُری خصلت سے باز آ جاؤ اور میرے جہانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔ یہ لڑکے میرے جہان ہیں تم انکی بدکاری کی طرف ہاتھ نہ بڑھاؤ اس میں میری خصلت رسوائی ہے کیا تم میں کوئی پھلانا شخص نہیں ہے جس میں کچھ بھی غیرت اور حیار کا مادہ ہو وہ بولے اے لوط! تجھے تو خوب معلوم ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں میں کوئی خواہش اور حاجت نہیں اور تحقیق تو خوب جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ یعنی ہمارا لڑکوں کی طرف راغب ہونا بخوبی معلوم ہے۔ پس عورتوں کو ہم پر بیش کرنا فضول ہے۔ لوط علیہ السلام نے انکے جواب میں کہا۔ کاشش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی قوت ہوئی تو میں خود شکوہ دور کر دیتا۔ یا کوئی مضبوط قبیلہ اور گنہگار ماویٰ اور ملجا ہوتا تو اسکی مدد سے تمکو دور کرنا کہ میرے جہانوں پر زیادتی کر کے مجھے فضیحت نہ کرنے پاتے اور یہ قوم لوط علیہ السلام کی فراغت دار نہ تھی کیونکہ لوط علیہ السلام پہلے عراق میں اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے جب وہاں سے شام آئے تو اشراق لائے انکو متوفکات پر بھیجا اور یہ چند بہتیاں عیسیٰ جن میں بڑی بستی مردم تھی اور کل آبادی چار لاکھ کے قریب تھی اس لیے لوط علیہ السلام نے تمنا کی کہ کاشش اس وقت میرے گنہگار والے باقوت و شوکت ہوتے تو تم مجھ پر ظلم نہ کر سکتے۔ غرض یہ کہ خوبصورت جہانوں کی خبر سن کر ادباؤں نے جھوم کیا لوط علیہ السلام نے اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ اور اندر ہی سے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے رہے ان لوگوں نے چاہا کہ دروازہ توڑ ڈالیں اور اندر گھس آئیں تو لوط علیہ السلام نہایت مضطرب ہوئے۔ ملائکہ نے جب ان کے اضطراب کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ قوم کے لوگ ان پر چڑھ آئے ہیں اور انکی ملامت سے عاجز ہیں تب انکو خبر دی کہ ہم



فرشتے میں پھر یہ خوشخبری سنائی کہ یہ لوگ تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

تو وہ فرشتے ہوئے اسے لوط تم بھلاؤ نہیں تم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں ان پر عذاب نازل کرنے کے لیے آئے ہیں تم اپنا دل فوی رکھو۔ یہ لوگ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ جبریل علیہ السلام نے لوط علیہ السلام سے کہا دروازہ کھول دو۔ لوط علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا۔ جبریل علیہ السلام باہر برآمد ہوئے اور انکے منہ پر اپنا پر مارا جس سے انکی آنکھیں پھوٹ گئیں اور سب اندھے ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ لوط کے جہان جادوگر ہیں۔ بعد ازاں جبریل نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ تو رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو اپنے ساتھ لیکر راتیں یہاں سے نکل جا اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری بیوی جو کافروں سے اس سے نہیں رہا جائیگا وہ پیچھے مڑ کر ضرور دیکھے گی اور ہلاک ہوگی۔ بلاشبہ اس عورت کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو اس قوم کو پہنچنے والا ہے۔ یہ حال سن کر لوط علیہ السلام کا اضطراب رفع ہوا اور فرشتوں سے پوچھا کہ کب عذاب آئیگا۔ فرشتوں نے کہا جنتی انکے عذاب اور ہلاکت کے وعدہ کا وقت اس رات کی صبح ہے لوط علیہ السلام نے کہا کہ ابھی تو صبح میں دیر ہے۔ جبریل نے کہا کیا صبح نزدیک نہیں ہے یہ رات بھر کی تاخیر اس لیے کی گئی ہے تاکہ لوط علیہ السلام اطمینان کے ساتھ اس بستی سے نکل جائیں۔ ہلاکت کے لیے آخر شب کا وقت اس لیے مقرر کیا کہ وہ وقت سکون اور اطمینان کا ہے سب لوگ اپنے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور اپنے کاموں کے لیے متفرق نہیں ہوتے۔ پس جب ہمارا حکم عذاب آپہنچا تو ہم نے اس بستی کو الٹ کر اس کی اوپر کی جانب کو نیچے کر دیا اور پچلی جانب کو اوپر کر دیا۔ جبریل علیہ السلام نے ان بستیوں کو جُدا کر کے مثل تختہ کے اپنے بازو پر اٹھایا۔ اور آسمان کی طرف اونچا لے گئے اور وہاں جا کر انہیں پلٹ دیا اوچے کو نیچا اور نیچے کو اونچا کر دیا۔ غرض یہ کہ جبریل امین جنکی صفت قرآن میں شدید القوی آئی ہے وہ ان بستیوں کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئے اور پھر انکو اوپر سے نیچے پٹک دیا پھر ان پر کھنگر یعنی جھانوسے برساتے (جھانواہ اس اینٹ کو کہتے ہیں جو زیادہ کی آگ سے پک کر سیاہ پتھر کی مانند ہو جائے) اور ایسے پتھر برساتے جو ایک کے بعد ایک متواتر گرتے تھے۔ یعنی پلے درپلے برس رہے تھے وہ پتھر ایسے تھے کہ خدا کے یہاں سے نشان لگے ہوئے تھے۔ ہر پتھر پر ہم یا نشان اور علامت تھی کہ اس پتھر کے گرنے سے نالاکافر ہلاک ہوگا۔ یا ہر پتھر پر من جانب اللہ اس کافر کا نام لکھا ہوا تھا جس پر یہ پتھر گرے گا۔ وہ پتھر دنیا کے پتھروں سے بالکل جدا اور ممتاز تھے (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۸۳ ج ۹ و تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۵ ج ۲ و تفسیر زاد المیر ص ۱۴۶)

اور اہل مکہ کو چاہیے کہ اس قصہ سے عبرت پکڑیں کیونکہ قوم لوط کی بستیوں کو خدا کے ان ظالموں سے کچھ درد نہیں ملک شام کو ماتے ہوئے ان بستیوں پر گزرتے ہیں اور ہلاکت اور بربادی کے آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں انکو چاہیے کہ عبرت پکڑیں۔

تنبیہ | یہ قصہ سورہ اعراف میں بھی گزر چکا ہے وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔

وَالِی مَدَیْنَ اَخَاهُمْ شُعَبًا ط قَالَ یَقَوْمِ

اور مدین کی طرف بھیجا ان کا بھائی شعیب بولا اے قوم !

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غِیْرُهُ ط

بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا حاکم اس کے سوا - اور

لَا تَنْقُصُوا الْمِیْزَانَ وَالْمِیْزَانُ اِنِّیْ اَرٰکُمْ بِخِیْرٍ ط

نہ گھٹاؤ ماپ اور تول میں دیکھتا ہوں تم کو آسودہ اور

اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۶﴾ وَیَقَوْمِ

ڈرتا ہوں تم پر آفت سے ایک گھیر لانے والے دن کی - اور اے

اَوْفُوا الْمِیْزَانَ وَالْمِیْزَانُ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا

قوم ! پورا کرو ماپ اور تول انصاف سے اور نہ گھٹاؤ

النَّاسَ اَشْیَاءَ هُمْ وَلَا تَعْوٰی فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۸۷﴾

لوگوں کو انکی چیزیں اور نہ پھاؤ زمین میں خرابی -

بَقِیَّتِ اللّٰهُ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ؕ وَمَا

جو بچ رہے اللہ کا دیا وہ بہتر ہے تم کو اگر ہو تم یقین رکھتے اور میں

اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۸۷﴾ قَالُوْا یَشْعِبُ اَصْلُوْکَ

ہمیں ہوں تم پر نگہبان - بولے اے شعیب ! تیرے نماز پڑھنے

تَاْمُرُکَ اَنْ تَتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ

نے تجھ کو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دیں جو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے یا چھوڑ دیں

فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَؤُا ط إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ۝۸۷

کرنا اپنے مالوں میں جو چاہیں۔ تو ہے بڑا با وقار نیک چال والا۔

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيْنَةٍ مِّنْ رَبِّي

بولا اے قوم! دیکھو تو، اگر مجھ کو سوچھ ہوئی اپنے رب کی

وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ط وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ

طرف سے اور اس نے روزی دی مجھ کو نیک روزی اور میں نہیں چاہتا کہ پیچھے

إِلَى مَا أَنْهَكُم عَنْهُ ط إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا

آپ کروں، جو کام تم سے چھڑاؤں میں تو چاہتا ہوں یہی سنوارنا، جہاں تک ہو

اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

سکے۔ اور بن آتا ہے اللہ سے۔ اسی پر میں نے بھروسا

وَالِيهِ أُنِيبُ ۝۸۸ وَلَيَقُومَنَّ لَكُمْ مِّنْكُمْ شِقَاقِي أَنْ

کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہوں۔ اور اے قوم! نہ کہایتو میری ضد کر کر، یہ کہ پڑے

يُصِيبُكُمْ مِّثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ

تم پر جیسا کچھ پڑا قوم نوح پر۔ یا قوم ہود پر

أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ط وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيدٍ ۝۸۹

یا قوم صالح پر اور قوم لوط تم سے دور نہیں۔ اور

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ط إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ

گناہ بخشاؤ اپنے رب سے اور اس کی طرف رجوع آؤ۔ البتہ میرا رب مہربان

وَدُودٌ ۝۹۰ قَالُوا يَشْعِبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ

ہے محبت والا۔ بولے اے شعیب! ہم نہیں بوجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے

وَاِنَّا لَنَرٰكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا وَّلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ ۝

اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم میں کمزور ہے۔ اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بدلو بھٹک

وَمَا اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ۝۱۱ قَالَ یَقُوْمُ اَرَهْطٰی اَعَزُّ

ہم تم پر کرتے اور تو ہم پر کچھ سردار نہیں۔ بولا اے قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ

عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاَتَّخَذْتُوْهُ وَرَاءَکُمْ ظَهْرًا ۝۱۲ اِنَّ

تم پر زیادہ ہے اللہ سے۔ اور اسکو ڈال رکھا ہے تم نے پیٹھ پیچھے فراموش۔ تحقیق میرے

رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۝۱۳ وَیَقُوْمُ اَعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِکُمْ

رب کے قابو میں ہے جو کرتے ہو۔ اور اے قوم! کام کیے جاؤ اپنی جگہ،

اِنِّیْۤ اَمَلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۴ مِّنْ یَّاتِیْهِ عَذَابٌ

میں بھی کام کرتا ہوں آگے معلوم کر دو گے کس پر آتا ہے عذاب

یُخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ کَاذِبٌ ۝۱۵ وَاَرْتَقِبُوْا اِنِّیْۤ اَمَعَكُمْ

کہ اسکو رسوا کرے اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو، میں بھی تمہارے ساتھ

رَقِیْبٌ ۝۱۶ وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَحْنُ شُعَبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ہوں تامل۔ اور جب پہنچا ہمارا حکم پہنچا دیا ہم نے شعیب کو اور جو یقین لائے

مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا الصِّحْفَ

تھے اس کے ساتھ اپنی ہر سے اور پکڑا ان ظالموں کو چنگھاڑ لے پھر

فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جثِمِیْنٍ ۝۱۷ کَانَ لَمْ یَغْنَوْا

صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اندر سے پڑے۔ جیسے کبھی نہ بسے تھے

فِیْهَا ۝۱۸ اَلَا بُعْدًا لِّلْمَدِیْنِ کَمَا بُعِدَتْ شُؤْدُۃٌ

ان میں۔ سن لو! بھٹکار ہے مدین پر جیسے بھٹکار پائی شرد نے۔



## قصہ شعیب علیہ السلام

قال الله تعالى والى مدين آخامو شعيبا.. الى.. اَلَا بُعِثَ لَكُمْ كَمَا بُعِثَ نوحُ  
(رابطہ یہ چھٹا قصہ شعیب علیہ السلام کا ہے جو خطیب الانبیاء کے لقب سے معروف ہیں اور اہل  
مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ لوگ بڑے سرمایہ دار تھے انکا مذہب یہ تھا کہ ہم اپنے مالوں  
کے تصرف میں آزاد اور مختار ہیں (جیسا کہ آج کل کے سرمایہ دار کہتے ہیں) جس طرح چاہیں ان میں تصرف  
کریں حضرت شعیب علیہ السلام یہ فرطتے تھے کہ یہ اموال اگرچہ تمہارے مملوک ہیں مگر تمہاری ملکیت  
مالک حقیقی کی ملکیت اور اس کے حکم کے ماتحت ہے۔ امانت اور دیانت کے ساتھ اور صحیح کیل اور  
وزن کے ساتھ تم اس میں تصرف کر سکتے ہو یہ قوم بہت پرستی اور بدکاری کے علاوہ معاملات دنیاوی  
میں خیانت اور کم تولنے میں مبتلا تھی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اصحاب مدین کو توحید کی دعوت دی اور شرک اور کم تولنے کی  
عادت سے توبہ اور استغفار کی نصیحت کی اور کہا کہ مجھ کو ڈر ہے کہ اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو تم پر اللہ کا  
عذاب آئیگا اور قوم نوح اور قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

جب ان لوگوں نے حضرت شعیب کا کہنا نہ مانا تو آخری درجہ میں یہ فرمایا اَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَاتِبِكُمْ  
کر غیر ہو تمہارا جی چاہے کرو۔ غریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تم کو کیا رسوائی پہنچنے والی ہے آخر وہی ہوا کہ تمہارے  
دونوں میں عذاب آیا آگ برسی اور سب ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ہم نے مدین والوں کی طرف آنکھ بھائی  
شعیب علیہ السلام کو یہ غمیر بنا کر بھیجا تا کہ یہ اندھے اور بہرے شاید اپنے بھائی کی کچھ سنیں اور دیکھیں۔ مدین حضرت  
ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا پھر اسکی اولاد کا بھی یہی نام ہو گیا اور ان لوگوں نے ایک شہر آباد کیا  
اسکا نام بھی مدین رکھا۔ یہ شہر بحر قزوم کے کنارے پر بنوک کے محاذی اس سے چھ مہر حر دور واقع ہے اور بنوک  
سے بیڑا ہے اور مدین وہی شہر ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اول مرتبہ مصر سے تہنا نکلتے تو اس شہر کے  
کونوں پر ٹھہر کر شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تھا اب آگے شعیب علیہ السلام کی تعلیم و تلقین کا حال بیان  
کرتے ہیں کہ سب سے پہلے قوم کو وہ بات بتائی جو سب سے اول اور مقدم فرض ہے۔ شعیب علیہ السلام  
نے ان سے یہ کہا اے میری قوم! تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اسکو سو کوئی معبود نہیں۔ توحید اور  
عبادت یہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہوا۔ اب آگے مخلوق کا حق بتایا جو باہمی معاملات سے متعلق تھا اور نہ کسی  
گروہ یا جماعت سے ناپنے کی چیزوں میں اور ترازو سے تولنے کی چیزوں میں۔ تحقیق جس قسم کو ابھی حالت  
یعنی نعمت اور نافرمانی میں دیکھنا ہوں یعنی تم مفلس اور محتاج نہیں کہ اس کی وجہ سے خیانت کرو بلکہ مالدار  
اور نعمت والے ہو اس کا حق تو یہ ہے کہ لوگ تم سے بہرہ مند ہوں نہ یہ کہ تم دوسروں کے حق میں سے کسی

کرو۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو۔ اگر زیادہ نہیں تو ستم تو کم بھی نہ تولو اور تحقیق میں اس خیانت کی وجہ سے تمہاری نسبت ایسے دن کے عذاب سے ڈرنا ہوں جو تم سب کو گھیرے میں لیے ہوئے ہو گا۔ اس سے قیامت کا عذاب مراد ہے یا دینی عذاب بلاکت مراد ہے۔ یہ تو ناپ تول میں کمی کی مخالفت ہوئی اب آیت میں ناپ تول کو پورا کرنے کا حکم اور اس میں تاکید اور مبالغہ ہے اور اسے میری قوم انصاف کے ساتھ مایہ اور تول کو پورا کیا کرو۔ مایہ میں بیجانہ کو اچھا نہ بھرو اور تولنے میں ڈنڈی نہ مارو اور لوگوں کی چیزوں میں ذرہ برابر کمی نہ کرو۔ یعنی کیل اور وزن کی خصوصیت نہیں تمام چیزوں میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھو خواہ کسی قسم کی کوئی چیز ہو اس میں کمی نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے حق میں خیانت نہ کرو۔ ایک ہی بات کو تین مرتبہ دھرانے سے مقصود تاکید ہے مگر ہر مرتبہ نئی عبارت سے ادا کیا گیا ہے جس میں خاص بلاغت ہے اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو یعنی رہنمی نہ کرو۔ یہ لوگ رہنمی بھی کیا کرتے تھے۔ ناپ تول میں ہر مقدار کا حق ادا کرنے کے بعد اللہ کا دیا ہوا حلال مال جو تمہارے پاس باقی رہ جلتے اس زیادہ مال سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو خیانت کر کے تم حاصل کرو۔ کیونکہ حلال مال میں گو وہ خلیل ہو اس میں خیر و برکت ہے۔ اگر جو تم یقین رکھنے والے تو سمجھ لو کہ برکت حلال میں ہے۔ حرام میں نہیں۔ میں تمہارا نگہبان نہیں کروں ہر دستہ تم کو منادوں اور نیک راہ پر چلا دوں۔

من آنچه شرط بلاغت با قومی گویم چہ توخواہ از سخنم پند گیر دخواہ ملال  
حکایت کیا جاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دو قسم پر تھے ایک وہ کہ جن کو جہاد کا حکم ہوا جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد اور حضرت یسماں علیہ السلام اور دوسرے وہ جن کو جہاد کا حکم نہیں ہوا۔ صرف تبلیغ رسالت ان کے ذمہ تھا۔ شعیب علیہ السلام ان ہی میں تھے جن کو جہاد کا حکم نہیں تھا وہ دن بھر قوم کو نصیحت فرماتے اور رات بھر نماز پڑھتے (روح البیان ص ۴۷)

## قوم مردود کا جواب

قوم کے مردار بولے اسے شعیب ہم نے تمہارا وعظ من لیا۔ کیا تیری نماز اور عبادت تجھ کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے بڑے پوجتے تھے اور سب بتوں کو چھوڑ کر تیرے کہنے سے خالی ایک معبود کے ہور ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام چونکہ کثیر الصلوٰۃ تھے۔ انکی قوم انکو نماز پڑھنا دیکھتی تو بطور مسخرہ ان سے یہ کہتی یا ہم اپنے مالوں میں سے حسب منشاء تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ ہم اپنے مالوں کے مالک اور مختار ہیں جس طرح چاہیں ان میں تصرف کریں۔ تحقیق تو تو بڑا بردبار اور راہ یاب ہے تو ایسی باتیں کیوں کہتا ہے۔ یہ کہنا انکا بطور استہزاء اور مسخرہ تھا۔ جیسا کہ آج کل کے سرمایہ دارانہ نظام والے بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اپنے سرمایہ کے مالک اور مختار ہیں اور اس کے کمانے اور خرچ کرنے میں آزاد ہیں۔ یہ حلال و حرام

اور جائز و ناجائز کی تقسیم کیسی مطلب یہ تھا کہ اب ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے اور دغا بازی سے بچنے کا وعظ نہ کیئے۔ شریعت یہ کہتی ہے کہ بے شک تم اپنے مالوں کے مالک ہو مگر ہم تمہارے وجود کے اور تمہارے مالوں کے مالک مطلق اور مالک حقیقی ہیں تم سب ہمارے بندے اور غلام ہو تم اپنی تجارت اور زراعت میں جانے نازل کردہ قانون کے پابند ہو جس طرح تمہارا وجود ہمارا عطیہ ہے اسی طرح تمہارے اموال ہمارے عطا کردہ ہیں ہمارے عطا کردہ اعضاء اور جوارح سے اور ہمارے عطا کردہ قدرت اور اختیار سے تم نے یہ دولت لی ہے تم ہمارے بندے اور غلام ہو تمہیں ہمارے حکم کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں ہم نے اپنی رحمت اور مہربانی سے یہ کہہ دیا ہے کہ تم ان اموال کے مالک ہو مگر ہماری اس عنایت اور رحمت کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمارے نازل کردہ قانون شریعت کی حدود و قیود اور اوامر و نواہی سے آزاد ہو کہ خلاف قانون جو چاہو تصرف کرو شریعت شخصی اور انفرادی ملکیت کو برقرار رکھتی ہے۔ انفرادی ملکیت کی طرف اور انفرادی آزادی اور مطلق العنانی کی منکر ہے جس طرح ایک مجازی غلام اور خادم کا تصرف اور تجارتی کاروبار مجازی آقا کے ماتحت ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ بندوں کے تمام مالی تصرفات مالک حقیقی اور خداوند احکم الحاکمین کے حکم اور قانون کے ماتحت ہیں۔ ملک کی رعایا، حکومت اور صدر مملکت اور وزراء نے سلطنت کی مخلوق نہیں اور اپنی ذاتی قدرت اور اختیار میں اور تجارتی کاروبار میں حکومت کے محتاج نہیں مگر بایں ہمہ ملک کی رعایا۔ قانون حکومت کے ماتحت تصرف کر سکتی ہے۔ اس کے خلاف تصرف نہیں کر سکتی۔ پس جبکہ مجازی اور قانونی حکومت میں رعایا کا تصرف قانون حکومت کے ماتحت ہونا تہذیب اور تمدن کے خلاف نہیں۔ تو خدا کی مخلوق کے تصرف کو خدا کے نازل کردہ قانون شریعت کے ماتحت قرار دینا کیسے خلاف تمدن ہو سکتا ہے۔ آج کل کے سرمایہ داروں کی طرح قوم شعیب بھی یہی کہتی تھی کہ کیا آپ کی نماز ہم کو یہ حکم دیتی ہے۔ کہ ناپ تول میں کمی کرنا چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں حسب منشاء تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ ان مغرورین اور متکبرین کا جواب یہ ہے کہ ہاں نماز ایسی ہی باتوں کا حکم دیتی ہے۔ اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَا وَ الْمُنْكَرِ (تحقیق نماز فحشاء اور منکرات سے روکتی ہے) اس لیے شعیب علیہ السلام کی نماز انکو آمادہ کرتی تھی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔

## شعیب علیہ السلام کا قوم کو جواب باصواب

شعیب علیہ السلام نے جواب دیا اے میری قوم! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت اور روشن دلیل اور رحمت پر ہوں۔ یعنی علم اور ہدایت پر ہوں جن کی بنا پر تم کو نیکی کا حکم دیتا ہوں اور برائی سے منع کرتا ہوں اور مزید برآں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے اچھا ذوق یعنی حلال و طیب اور فراخ دیا ہو تو کیا ایسی صورت میں تمہاری جاہلانہ اور احمقانہ باتوں کی وجہ سے حق کی دعوت اور تبلیغ اور

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دوں اور تم کو بت پرستی اور کیل اور وزن میں کمی کرنے سے منع نہ کروں جبکہ خدا تعالیٰ نے نبوت و رسالت اور حجت و اضواء اور علم و حکمت کی دولت عطا کی جس سے مجھ کو بصیرت اور توفیق حاصل ہے اور مال حلال و طیب بھی مجھ کو اتنا دیا کہ جس کے بعد مجھ کو غلغلی کی ضرورت نہیں۔ تو مجھ پر تم بے وقوف کی طرح آئینہ باتوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ رزق حسن سے نبوت کی نعمت مراد ہے اور میرا یہ ارادہ نہیں کہ جس بات سے تم کو منع کروں اس کے خلاف میں خود کروں۔ مطلب یہ کہ میں ایسا نہیں کہ جن باتوں اور خواہشوں سے تم کو منع کروں خود اس میں داخل ہو جاؤں۔ بلکہ تمہارے لیے وہی بات پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہے میں سوائے تمہاری اصلاح کے کچھ نہیں چاہتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے عقائد اور معاملات درست ہو جائیں اور تمہارے اعتقادات اور معاملات سے فسادات دور ہو جائیں۔ اور یہی کمال رشد اور کمال علم ہے اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ کی قوت اور طاقت سے یعنی میں اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنا چاہتا ہوں مگر میری طاقت اللہ کی قوت اور اعانت سے ہے۔ اور اس کی مدد سے ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع ہوتا ہوں۔ حتیٰ کہ توکل اور اصلاح میں بھی اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہر کام میں نیت اسی کی کرتا ہوں۔

## ترہیب قوم از مخالفت و معاندت

اس موعظت سر یا حکمت کے بعد شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو اپنی مخالفت پر عذاب سے ڈراتے ہیں اور اے میری قوم! تم کو میری دشمنی اور عداوت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم میری نافرمانی کرو۔ اور پھر تم کو ویسا ہی عذاب پہنچے جیسا کہ قوم نوح کو طوفان پہنچا۔ یا قوم ہود کو ہوا کا طوفان پہنچا جس سے وہ پارہ پارہ ہوئے یا قوم صالح کو زلزلے نے تباہ اور برباد کیا تم ان قوموں کے تاریخی حالات سے بخوبی واقف ہو اگرچہ ان کو کچھ زمانہ گزر گیا ہے۔ تم کو چاہیے کہ ان سے عبرت پکڑو! اور قوم لوط تم سے دور نہیں۔ انکو تباہ ہوئے کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ دیکھ لو کہ پیغمبر کی مخالفت سے تمہارے دربر کیسے ہلاک ہوئے مطلب یہ ہے کہ اگر گزشتہ امتوں کے حال سے عبرت نہیں پکڑتے تو قوم لوط سے عبرت پکڑو اس قوم کی بستیٰ تم سے دور نہیں اور اپنے پروردگار سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ کے لیے اس کی طرف رجوع کرو یعنی اسکے حکم پر چلو اور کفر و ترک سے توبہ کرو اور ناپ تول میں کمی کو چھوڑ دو بے شک میرا پروردگار بڑا مہربان ہے۔ استغفار کرنے والوں پر۔ اور بڑا عجب کر نے والا ہے۔ توبہ کرنے والوں سے استغفار سے اللہ کی رحمت اور عزایت نازل ہوتی ہے اور توبہ سے اللہ کی محبت اس پر نازل ہوتی ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ کما قال تعالیٰ إِنَّ اللَّهَ مُحِبُّ الْمُتَوَّابِينَ



وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔

## قوم کا جواب

قوم کے لوگ جب شعیب علیہ السلام کی اس معظمت مرا یا حکمت اور تقریر دلیذر کے جواب سے لا جواب ہوئے تو ذراہ جہالت و عداوت یہ کہنے لگے اسے شعیب تیری بہمت سی باتیں جو تو کہتا ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ یعنی تو جو کہتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کر دو اور شرک اور بت پرستی کو چھوڑ دو۔ اور ناپ تول میں کمی کرنا چھوڑ دو۔ تیری یہ باتیں سب تیرے خیالات فاسدہ ہیں قابل توجہ نہیں اور ہم تو مجھے اپنے درمیان کمزور اور ناتواں دیکھتے ہیں تجھیں کوئی قوت نہیں اور ہم اگر تجھ کو کوئی بُرائی پہنچانا چاہیں تو کوئی روک نہیں یا یہ مطلب ہے کہ ہم میں ایک ذلیل آدمی ہے تیری کچھ عزت نہیں اور اگر تیرا کلمہ نہ ہوتا تو ہم تجھ کو ننگسار کر دیتے ہم کو تیرے خاندان اور قبیلہ کی عزت اور حرمت کا پاس ہے جو تجھ کو چھوڑ دیا اور تو ہماری نظروں میں کوئی عزت والا نہیں کہ تیری عزت سنگساری سے مائع بنے۔

## شعیب علیہ السلام کی طرف سے قوم کی دھمکیوں کا جواب

یہ تو قوم کی دھمکیوں کا ذکر ہوا اور بے وقوفوں کا یہی دستور ہے کہ آیات بینات اور روشن دلائل کے مقابلہ میں دھمکیاں دیا کرتے ہیں۔ اب آگے ان دھمکیوں کے مقابلہ میں شعیب علیہ السلام کا جواب ذکر کرتے ہیں۔ جو ان نادانوں کی شفقت سے لبریز ہے۔ اور شعیب علیہ السلام کے قلبی سکون اور اطمینان کا آئینہ ظہر ہے کہ وہ قوم کی دھمکیوں سے ذرہ برابر مرعوب نہ تھے بلکہ وعدہ خداوندی پر مطمئن تھے۔ چنانچہ شعیب علیہ السلام نے انکی دھمکیوں کے جواب میں کہا اے میری قوم افسوس اور تعجب ہے کہ میری نبوت و رسالت تو میرے رجم سے مائع نہ ہوئی۔ بلکہ میرے قبیلہ اور خاندان کی قوت و شوکت میرے رجم سے ہمارے لیے مائع بنی کیا میری برادری اور میرا کلمہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزت والا ہے کہ خاندان کا لباس کیا اور جس خدا نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا اور سچائی کے نشان مجھے دیئے اس کا پاس نہیں کیا اور اللہ کو مینی اسے حکم کو تم نے پیچھے کر پیچھے پھینک دیا۔ مگر یاد رکھو کہ عنقریب تم کو اسکا غیازہ بھگتنا پڑے گا۔ کیونکہ تحقیق میرا پروردگار تمہارے اعمال کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ تمہارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں تمہارے اعمال کے موافق تم کو جزا دے گا۔ بعد ازاں جب شعیب علیہ السلام قوم کی بدایت سے ناامید ہوئے اور سمجھ گئے کہ ان لوگوں کو عذاب سے ڈرانا بیکار ہے۔ کوئی نصیحت ان پر کارگر نہ ہوئی کیونکہ ان لوگوں کو یقین ہے کہ عذاب کا وعدہ محض دھمکی ہی دھمکی ہے تو اخیر میں یہ فرمایا کہ اچھا اگر تم کو عذاب کا یقین

نہیں تو اچھا تم جانو عنقریب پتہ چل جائیگا اور بالآخر ناامید ہو کر یہ کہا اے میری قوم تم اپنی جگہ میں اپنے کام کیے جاؤ میں بھی اپنا کام کرتا ہوں۔ عنقریب تم جان لو گے کہ وہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آئے گا۔ جو اس کو ذلیل و خوار کرے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جو جھوٹا ہے اس وقت طرین کی عزت اور ذلت کا فیصلہ ہو جائیگا اور معلوم ہو جائیگا کہ تم جھوٹے ہو یا میں جھوٹا ہوں اور آسمانی فیصلہ کا انتظار کرو۔ میں بھی تمہارا ساتھ منتظر ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جس عذاب سے میں تم کو ڈرا رہا ہوں وہ محض دھمکی نہیں بلکہ وہ اتنا قریب آگیا کہ اس کی طرف ٹھکنی لگا کر انتظار میں بیٹھ جاؤ۔ پس حسب وعدہ چند روز کے بعد عذاب کا سامان شروع ہوا اور جب ہمارا حکم عذاب کے لیے آ پہنچا تو ہم نے فریقین میں سے شعیب علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی طرف سے ایک خاص رحمت کے ساتھ عذاب آسمانی سے نجات دی اور ان خالوں کو جنہوں نے شرک اور مصیبت سے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا تھا کدم ایک سخت آواز نے آگیا جس سے یک لحظہ سب کے دل پھٹ گئے اور ایک دم سب مر گئے۔ جبریل امین نے ایک چبچہ ماری جس کی دہشت سے سب کا فرم گئے۔ پس یہ لوگ صبح کے وقت اپنے گھروں میں گھنٹوں کے بل مرے رہ گئے گویا کہ وہ کبھی ان گھروں میں بسے نہ تھے۔ آگاہ ہو جاؤ اور خوب سن لو کہ قوم مدین کو ہلاکت اور پھٹکار ایسی ہوئی جیسا کہ قوم ثمود کو ہوئی تھی۔ چونکہ قوم شعیب اور قوم صالح (یعنی قوم ثمود) ایک ہی عذاب سے ہلاک ہوئے اس لیے فرمایا کہ مدین کی ہلاکت ویسی ہی ہے جیسی ثمود کی ہلاکت ہے۔ تشبیہ اس بات میں ہے کہ دونوں قومیں عذاب صیحو سے ہلاک ہوئیں۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ قوم ثمود نے نیچے کی جانب سے صیحو (چنگھاڑ) سنی اور ہلاک ہوئی۔ اور قوم مدین نے اوپر کی جانب سے صیحو (چبچہ) سنی اور ہلاک ہوئی۔ نیز مدین کو ثمود کے ساتھ اس لیے بھی ذکر کیا کہ دونوں قوموں کی بستیاں قریب تھیں اور کفر اور منہرئی میں ایک دوسرے کے مشابہ تھیں اور عذاب میں بھی ایک دوسرے کے مشابہ تھیں اور دونوں عرب میں تھے اس اعتبار سے تشبیہ معنوی ہوگی۔

یہاں قوم شعیب کا صیحو (چبچہ) سے ہلاک ہونا مذکور ہوا اور سورہ اعراف میں رجسہ کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے عجب نہیں کہ ابتداء میں زلزلہ آیا ہو اور پھر چبچہ آئی ہو۔

فائدہ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۱۰﴾ إِلَىٰ

اور بھیج چکے ہیں موسیٰ کو اپنی نشانیوں سے اور واضح سند سے۔ فرعون

فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبِعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَ مَا أَمْرُ

اور اسکے سرداروں پاس پھر چلے کبے میں فرعون کے اور نہیں بات

فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ۹۷ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

فرعون کی کچھ ایک چال رکھتی۔ آگے ہو گا اپنی قوم کے قیامت کے دن

فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَيَبْسُ الْيُورْدُ الْمُرُودُ ۹۸ وَاتَّبِعُوا

پھر پہنچا دیگا انکو آگ پر اور بُرا گھاٹ ہے جس پر پہنچے اور پیچھے سے ملی

فِي هَذِهِ لَعْنَةُ يَوْمِ الْقِيَمَةِ يَبْسُ الْيُورْدُ الْمُرُودُ ۹۹

اس جہان میں لعنت اور دن قیامت کے۔ بُرا انجام ہے جو ملا۔

## قصہ موسیٰ علیہ السلام بافرعون

قال الله تعالى وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِأَيَّتِنَا.. اِلَىٰ.. يَبْسُ الْمَرْفُودُ ۱۰۰

(رابطہ اب یہ ساتواں قصہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور یہ قصہ اس سورت کا آخری قصہ ہے۔ جس

میں یہ بتلایا کہ خدا اور رسول کے مقابلہ میں سلطنت اور مال و دولت اور قوت و شوکت کچھ کام نہیں آتی۔ عزت،

حق کے اتباع میں ہے اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں اور کھلا غلبہ دیکر بھیجا یعنی معجزات

قاہرہ و باہرہ مثل معجزہ عصا۔ اور معجزہ ید بیضا دیکر فرعون اور اس کے ملک کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ پس

باوجود ان معجزات قاہرہ اور برائین باہرہ اور دلائل ظاہرہ کے ان سرکشوں نے پیغمبر خدا کا اتباع نہ کیا بلکہ حکم فرعون

کے تابع اور پیرو بن گئے اور فرعون کا کام درست نہ تھا اور جس طرح فرعون دنیا میں ان گراہوں کا پیشرو بنا ہی

طرح وہ قیامت کے دن اپنی قوم کا پیشوا ہو گا۔ اور اپنی قوم کے آگے آگے ہو گا سوان کو آگ میں لے جا کر اٹائے

گا جیسا کہ وہ دنیا میں اسکے آگے تھا۔ اور بحرِ قرم میں لے جا کر انکو غرق کیا اسی طرح قیامت کے دن بھی ان کے

آگے آگے ہو گا اور ہر گھاٹ ہے جس پر وہ اتارے گئے یعنی آتش و درخ جس پر ان کو لا لیا گیا وہ بہت بُرا گھاٹ

ہے اس لیے کہ آدمی گھاٹ پر اس امید پر اترتا ہے کہ وہاں پیاس اور دھوپ کی گرمی دور ہوگی اور آرام

و سائش ملے گی۔ مگر وہاں معاملہ برعکس ہو گا کہ وہاں پانی سے کلیجہ اور جل جائے گا اور پیاس زیادہ ہو جائے

گی اور زبان چھاتی پر لٹک پڑے گی اور اس دنیا میں اس قوم کے پیچھے لعنت لگا دی گئی ایسے مغرورین اور

منکبرین پر ہر شخص دنیا میں لعنت کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی لعنت ان کے پیچھے لگی ہوگی تمام اہل عشران

پر لعنت کریں گے۔ یہ کتنا بُرا عطیہ ہے جو انکو عطا کر کیا گیا کہ دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت ان کے

گلے کا بار بنادی گئی۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْقُرْىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ

یہ تھوڑے احوال ہیں بستیوں کے کہ ہم سناتے ہیں تجھ کو، کوئی ان

وَحَصِيْدٌ ۱۰۰ وَمَا ظَلَمْنَهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ

میں قائم ہے اور کوئی کٹ گیا۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا، لیکن ظلم کر گئے اپنی جان پر پھر

فَمَا اَخْنَتْ عَنْهُمْ اِلٰهَتُهُمُ الَّذِي يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

کچھ کام نہ آئے ان کو ٹھاکر، جن کو پکارتے تھے اللہ کے سوا کسی

اِلٰهٍ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوْهُمْ

چیز میں، جب پہنچا حکم تیرے رب کا۔ اور کچھ نہ بڑھایا

غَيْرَ تَتَّبِيْبٍ ۱۰۱ وَ كَذٰلِكَ اَخَذُ رَبُّكَ اِذَا اَخَذَ

انکے حق میں برائیاں کرنا۔ اور ایسی ہے پکڑ تیرے رب کی، جب پکڑتا

اَلْقُرْىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَكَ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۱۰۲

ہے بستیوں کو، اور وہ ظالم کر رہتے ہیں۔ بیشک اسکی پکڑ دکھ دیتی ہے۔

## تذکیر عواقبِ نبویہ اُممِ ظالمنہ برائے عبرت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْقُرْىٰ... اِلٰی... اِنَّ اَخْذَكَ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۱۰۲  
 (رابطہ) یہاں تک اُممِ ظالمنہ کے غیر تناکِ قصص کا بیان ہوا جن میں کفار کے شہادت اور انبیاءِ کرامؑ  
 کے جوابات کا ذکر نقابِ ان واقعات کے ذکر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ دیکھ لو کہ کفر و تکذیب کا  
 انجام باعتبار دنیا کے بھی بُرا ہے اور باعتبار آخرت کے بھی بُرا ہے جن لوگوں نے انبیاءؑ کا مقابلہ کیا۔ وہ دنیا  
 میں ذلیل و خوار ہوئے اور انکی بستیاں تباہ و برباد ہوئیں ان آیات میں کفر و تکذیب کے دنیوی انجام کو بیان  
 کرتے ہیں تاکہ عبرت پکڑیں اور آئندہ آیت یعنی اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّمَنْ خَفِيَ عَنِ النَّظَرِ  
 میں کفر و تکذیب کے عذابِ اُخروی کو بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں اور سمجھیں کہ حق اور صداقت

کا انجام کیسا ہولناک ہے۔ اور اس قسم کے عجیب و غریب واقعات کا بلا تعلیم و تعلم بیان کرنا یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ اس قسم کا علم بدوں وحی الہی ناممکن اور محال ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں یہ سات ہولناک اور جہنناک نقتضے جو ہم نے اس سورت میں بیان کیے ہیں۔ اہم سابقہ اور قرون ماضیہ کے بستیوں میں کے چند نقتضے ہیں جن کو ہم تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ لوگوں کو سناویں اور لوگ سن کر عبرت پکڑیں۔ سو بعض بستیوں کو اب بھی ان میں کی باقی اور آباد ہیں۔ اور بعض اجڑ گئیں اور ان بستیوں کو جو ہم نے جو عذاب نازل کر کے برہا دیا۔ سو ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے کفر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ کفر و شرک کر کے مستوجب عذاب ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر کوئی ظلم نہیں کیا کہ انکو بلا قصور ہلاک کر دیا ہو بلکہ اول انکو نصیحت کی۔ اور نافرمانی کے بعد بھی انکو فوراً نہیں پکڑا بلکہ انکو مہلت دی۔ جب ان لوگوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور پیغمبروں کے مقابلہ پر اتر آئے۔ اور کسی طرح اپنے کفر اور غنا سے باز نہ آئے تب اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک کیا۔ سو جب تیسرے پروردگار کا حکم آپہنچا تو ان کے معبودوں نے جنکو وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے انکو کچھ لفع نہیں پہنچایا۔ یعنی انکے معبود اُن سے ہمارے عذاب کو نہ بٹا سکے۔ اور انکے معبودوں نے ان کے لیے سوائے ہلاکت کے اور کسی بات میں اضافہ نہ کیا۔ یعنی یہ معبود ہی ان کی ہلاکت اور تباہی کا باعث بنے۔ اور تیسرے پروردگار کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے۔ جب وہ ظالم بستیوں کو ظلم اور محصیت کے جرم میں پکڑا ہے۔ بے شک تیسرے پروردگار کی پکڑ نہایت دردناک اور سخت ہے صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب اسکو پکڑا تا ہے تو چھوڑنا نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً مِّنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ

اس بات میں نشانی ہے اس کو، جو ڈرتا ہے آخرت کے عذاب سے

ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَلِكَ يَوْمٌ

وہ دن۔ یہی، جس دن میں جمع ہونگے سب لوگ اور وہ دن ہے

مَشْهُودٌ ۝ وَمَا نُوَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ۝

دیکھنے کا اور اس کو ہم دیر جو کہتے ہیں سو ایک وعدہ کی گنتی تک۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِأَذْنِهِ فَمِنْهُمْ

جس دن وہ آوے گا، نہ بولے گا کوئی جاندار مگر اس کے حکم سے۔ سو ان میں

شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝۱۰۵ فَاَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فِى النَّارِ لَهُمْ

کوئی بد بخت ہے اور کوئی نیک بخت۔ سو وہ لوگ جو بد بخت ہیں، سو آگ میں ہیں ان کو

فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۝۱۰۶ خَلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ

وہاں چلانا ہے اور دھاڑنا۔ رہا کریں اس میں جب تک رہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ

آسمان اور زمین، مگر جو چاہے تیرا رب بیشک

رَبُّكَ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝۱۰۷ وَآمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا

تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے۔ اور وہ جو نیک بخت ہیں

فِى الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ

سو جنت میں ہیں رہا کریں اس میں جب تک رہے آسمان زمین

إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ عَطَاءٌ غَيْرُ مَجْدُوذٍ ۝۱۰۸ فَلَا تَكُ

مگر جو چاہے تیرا رب بخشش ہے بے انتہا۔ سو تو نہ رہ دھوکے

فِى مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْْبُدُ هَؤُلَاءِ مَا يَعْْبُدُونَ إِلَّا كَمَا

میں ان چیزوں سے جھگو پوجتے ہیں۔ یہ لوگ کچھ نہیں پوجتے مگر ویسا ہی

يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِّن قَبْلُ وَإِنَّا

جیسے پوجتے تھے انکے باپ دادے اس سے پہلے اور ہم

لَمَوْفُونَ بِمَا نَصِيبُهُم

دینے والے ہیں انکو انکا حصہ

غَيْرُ مَنقُوصٍ ۝۱۰۹

بن گھٹایا۔

## تذکیر عواقب اخرویہ کفر و تکذیب برائے موعظت و نصیحت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَن خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ -- الخی... وَإِنَّا لَمُصَوِّقُونَ لَهُمْ لِنَصِيبِهِمْ غَيْرَ مَمْنُونٍ

(ربط) گزشتہ آیت میں کفر و تکذیب کے دنیوی انجام اور دنیاوی ذلت اور رسوائی کی یاد دہانی تھی۔ اب اس آیت میں کفر و تکذیب کے اخروی انجام کا بیان ہے دنیوی ذلت و ہلاکت کے ذکر سے موعظت اور نصیحت مقصود ہے عقلمند کو چاہیئے کہ پہلے سے اپنے انجام کو سوچ لے قیامت کا دن اللہ کی عدالت کا دن ہے جس میں سعاد اور اختیار کی جزا اور فیصلہ کا بیان ہے کہ اس دن سعاد فائز المرام ہونگے اور اختیار خائب و خاسر ہونگے۔

جاننا چاہیئے کہ ان آیات میں حق جل شانہ نے اہل عشر کی دو قسمیں ذکر فرمائیں ایک سعاد اور ایک اختیار اختیار اور جو نہ کہ تمام کلمہ ہے۔ اس لیے اختیار کے ذکر کو سعاد کے ذکر پر مقدم فرمایا۔ اور یہاں ایک تیسری قسم اور بھی ہے جن کے ذکر سے حق جل شانہ نے سکوت فرمایا وہ وہ لوگ ہیں جن کی حسنات اور سیئات برابر ہوں گی یا وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس نہ حسنات ہوں گی اور نہ سیئات ہوں گی جیسے جانین اور اطفال و صبیان سو یہ تیسری قسم اللہ تعالیٰ کے زیر مشیت ہے۔ قیامت کے دن اللہ جو چاہے گا وہ ان کے درمیان حکم کرے گا۔ چونکہ اس قسم کا حکم زیر مشیت خداوندی استور ہے اس لیے آیت میں اس قسم کا ذکر نہیں فرمایا۔ دو قسم کے ذکر کرنے سے تیسری قسم کی نفی لازم نہیں آتی۔ دو قسموں کا حکم بننا دیا۔ تیسری قسم کا حکم نفی رکھا۔ تحقیق اللہ کی اس دردناک گرفت اور پکڑ میں بالانقص اور واقعات میں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔ یہ تنظیم عبرت ہے اس شخص کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو کہ جب وہ یہ دیکھے گا کہ دارا بتلازم میں حق تعالیٰ کی پکڑ اس قدر اہم اور شدید ہے تو دل جزا رہیں اس کی پکڑ اور بھی زیادہ سخت ہوگی کیونکہ یہ آخرت کا دن وہ دن ہوگا جس میں اول دنیا سے لیکر آخر دنیا تک تمام لوگوں کو حساب و کتاب کے لیے جمع کیا جائے گا اور یہ وہ دن ہوگا جس میں سب حاضر ہونگے۔ اس دن یہ ممکن نہیں کہ کوئی غائب ہو جائے اور حاضر ہو۔ اس دن سب حاضر ہوں گے اور اس کی ہول کا مشاہدہ کریں گے۔ اور اگر کوئی پرشبہ کرے کہ آخر وہ دن کب آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہم نہیں تأخیر کرتے۔ اس دن میں مگر ایک شمار کی ہوئی مدت کے گزر جانے کے لیے جس کا علم سوائے ہمارے کسی کو نہیں۔ جب وہ مدت پوری ہو جائے گی تو اچانک قیامت قائم ہو جائے گی۔ دنیا کی مدت بظاہر اگرچہ طویل ہے مگر آخرت کی مدت کے مقابلہ میں قلیل ہے اس لیے کہ دنیا کی مدت محدود اور فنا ہی ہے اور آخرت کی مدت غیر محدود اور غیر فنا ہی ہے اور محدود اور فنا غیر محدود اور غیر فنا ہی کے مقابلہ میں بلاشبہ قلیل ہے جب وہ قیامت کا دن آئے گا تو بغیر اجازت

خداوندی کسی کو بولنے کی مجال نہ ہوگی۔ چہ جائیکہ کوئی سفارش کر سکے پس ان تمام جمع شدہ نفوس میں سے بعض توفیقی یعنی بدبخت ہوں گے اور بعض سعیدی یعنی نیک بخت ہوں گے۔ کہا قال تعالیٰ قُلْ لَّيْسَ بِالْجَنَّةِ وَلَا فِي النَّارِ فِي السَّعِيدِينَ۔ پس ان میں جو لوگ بدبخت ہو چکے ہیں وہ دوزخ میں جائیں گے اور دوزخ میں انکی حالت یہ ہوگی کہ ان کے لیے گدھے کی آؤلی آواز اور آخر آواز کی طرح چلانا اور دھارنا ہے۔ لغت میں زفر گدھے کی شروع آواز کو کہتے ہیں جو سخت ہوتی ہے اور شہیق گدھے کی پھلی آواز کو کہتے ہیں جو آہستہ اور کم ہوتی ہے مگر اس میں سانس بہت لمبا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ شدت کرب و غم اور شدت رنج و الم سے اشتیاء کی جہنم میں یہ حالت ہوگی کہ گدھوں کے مشابہ ہوں گے اور گدھوں کی طرح چیخیں گے اور جنگاڑیں گے انکی آواز کبھی زفر ہوگی اور کبھی شہیق ہوگی۔ ہمیشہ اس حال میں رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین یہ کلام عرب کے محاورہ کے مطابق ہے کہ عرب جب کسی چیز کا دوام بیان کرنا چاہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں۔ مَا كَانَتْ السَّحَابَاتُ وَلَا الرُّضَىٰ يَبْقِيَانِ۔ گاہ جب تک کہ آسمان اور زمین رہیں اور کہتے ہیں تو زندہ رہے مَا اخْتَلَفَ الدَّلِيلُ وَالسَّهَارُ جب تک دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہاں سلوات والارض سے جنت کے آسمان اور زمین مراد ہیں۔ کہا قال تعالیٰ تَوَكَّلْ عَلَى الْمَوْلَىٰ عَنِ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ اور آخرت کے آسمان و زمین کے لیے کبھی فنا نہیں۔ جنت کی طرح جنت کے آسمان و زمین بھی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بہر حال مطلب یہ ہے کہ کافروں کا جہنم میں رہنا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے کبھی وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے اور نہ انکو وہاں موت اور فنا ہے اور یہی تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ مگر جو چاہے تیار پروردگار سو وہ اسکے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے۔ بے شک تیار پروردگار کرڈالنا ہے جو چاہتا ہے اسکے ارادہ اور مشیت کو کوئی روک نہیں سکتا۔ تمام سلف اور خلف کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ کفار ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور جنت کی طرح دوزخ کبھی فنا نہ ہوگی۔ بعض نام نہاد مفسر اور مصنف یہ کہتے ہیں کہ چند روز کے بعد دوزخ فنا ہو جائے گی۔ اور کافروں کے حق میں دوزخ کا عذاب باقی نہ رہے گا اور غلط فہمی یا گوناواہ نظری یا کج طبعی کا بنا پر اس آیت میں جو لفظ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ۔ آیا ہے اس کو استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ کفار کا عذاب دائمی نہیں۔

یہ خیال سراسر غلط اور باطل ہے اور آیات صریحہ اور احادیث متواترہ اور اجماع سلف و خلف کے خلاف ہے جیسا کہ پارہ ہشتم کے شروع میں اَلْأَنْثَرُ مَثْوًى لِّمَنْ خَلِيَ فِيهَا رَبُّكَ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ اس پر مفصل گزر چکا ہے تحقیق مسئلہ کا فرض تو ادا ہو چکا ہے اب بطور فعل اور تطوع کچھ عرض کرتے ہیں اس جگہ حق حل شانہ کا یہ ارشاد إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَاعَلٰی لَمَّا بَيِّنُوْهُ۔ بعین حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے جو سورۃ العلام میں گزر چکا ہے۔ اَلْأَنْثَرُ مَثْوًى لِّمَنْ خَلِيَ فِيهَا رَبُّكَ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ۔ جن لوگوں کو إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ



کے استثناء سے شبہ لگا ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے علماء کرام نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

### جواب اول

یہ ہے کہ مَا بِمَعْنَى مَنْ ہے جیسے فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنْ النِّسَاءِ۔ اس جگہ لفظ مَا بِمَعْنَى مَنْ ہے اور یہ استثناء باعتبار عَصَاةِ مومنین یعنی گنہگار مسلمانوں کے اعتبار سے ہے یعنی دوزخ میں رہیں گے مگر جن کو خدا چاہے یعنی گنہگار مسلمانوں کو چند روز کے بعد ملائکہ یا انبیاء کی شفاعت سے یا دارِ رحمہ الراحمین کی رحمت سے دوزخ سے نکال لیا جائیگا۔ اور پھر انکو جنت میں داخل کر دیا جائیگا جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور یہ جواب عبداللہ بن عباسؓ اور ضحاکؓ وغیرہ سے منقول ہے (دیکھو زاد المیر صفحہ ۱۹، ۲۰) اور امام ابن جریرؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک بھی یہی مختار ہے کہ یہ استثناء گنہگار مسلمانوں کی طرف راجع ہے کیونکہ احادیث متواترہ سے قطعاً یہ ثابت ہے کہ اہل توحید ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے۔ اگرچہ عاصی ہوں۔ یا یوں کہو کہ اشتیاق کی دو قسمیں ہیں ایک کافر اور دوسرے گنہگار مسلمان فی الجملہ دونوں قسمیں شقی ہیں اور ابتدائاً دونوں ہی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا مگر چند روز کے بعد گنہگار مسلمانوں کو جو من وجہ سعید اور من وجہ شقی ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے یا کئی شفاعت سے جہنم سے نکالے جائیں گے اور پہلے قسم کے شقی یعنی کافر وہ جہنم ہی میں رہیں گے۔ وہ جہنم سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے۔ (دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۳۷)

۱۔ اصل عبارت یہ ہے۔ قد اختلف المفسرون فی المراد من هذا الاستثناء علی اقوال كثيرة حکاها الشيخ ابو الفرج ابن المجنری فی کتابہ زاد المسیر وغیرہ من علماء التفسیر ونقل کثیراً منها الامام ابو جعفر بن جریر رحمہ اللہ فی کتابہ واختار هو ما نقله عن خالد بن معدان والضحاك وقادة وابن سنان ورواه ابن ابی حاتم عن ابن عباس والحسن ایضا ان الاستثناء عائد علی العصاة من اهل التوحید ممن یُخجّجھم اللہ من النار لشفاعة الشافعين من الملائكة والنبیین والمؤمنین حتی یشفعون فی اصحاب الکبائر ثم تأتي رحمة ارحم الراحمین فتخرج من النار من لو یعمل خیراً قط وقال یوماً من ايام الدهر لا اله الا الله كما وردت بذالك الاخبار الصمیمة المستفیضة عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم بمضمون ذالك من حدیث انس و جابر و ابی سعید و ابی هريرة و غیرهم من الصحابة رضی الله عنهم ولا یبقی بعد ذالك فی النار الا من وجب علیہ الخلود فیها ولا یحید له عنها وهذا علیہ کثیر من العلماء قدیمًا وحديثًا فی تفسیر هذه الآية الکریمة۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۷ جلد ۲)

اور شروع آیت میں وَ اَمَّا الَّذِيْنَ شَقَّوْا كَالْفُطُورِ کا لفظ آیا ہے اس سے مطلقاً اشتیاق مراد ہیں خواہ وہ شقی کامل ہوں جیسے کافر اور مشرک یا من و جبر شقی اور من و جبر معید ہوں جیسے گنہگار مسلمان کہ وہ باعتبار ایمان اور اسلام کے معید ہے مگر معاصی اور گناہوں کی وجہ سے اس میں شقاوت کی آمیزش آگئی ہے عرض یہ کہ شروع آیت میں اشتیاق سے عام معنی مراد ہیں جو دونوں قسموں کو شامل ہیں اور آخر آیت میں یعنی اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ میں اشتیاق کی دوسری قسم کا استثناء مراد ہے یعنی عصاة موحیدین کا استثناء مراد ہے کہ اشتیاق کی یہ قسم ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گی بلکہ چند روز بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی رحمت سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دی جائے گی یہ لوگ اگرچہ محصیت کی وجہ سے من و جبر شقی ہیں لیکن ایمان اور اسلام کی وجہ سے معید ہیں اس قسم کے لوگ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ بعد چند سے نکال لیے جائیں گے بخلاف قسم اول کے یعنی اشتیاق کاملین کے ان سے کافر اور مشرک مراد ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے وہ کبھی بھی جہنم سے باہر نہ نکلیں گے گنہگار مسلمان اگرچہ محصیت کی وجہ سے من و جبر شقی ہیں لیکن ایمان اور اسلام کی وجہ سے معید ہیں اس قسم کے لوگ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ بعد چند سے وہاں سے نکال لیے جائیں گے۔ (دیکھو تفسیر امام قرطبی رحمہ اللہ ج ۹۹ صفحہ ۶۹۹)

جواب دوم | دوسرا جواب وہ ہے جو حضرت شاہ عبدالقادر کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے اور وہ بہت عجیب ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ سے یہ بتلانا ہے کہ اہل جنت اور اہل جہنم کا خلود اور دوام مستقل نہیں بلکہ اللہ کی مشیت کے تابع ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ ابدیت کسی وقت منقطع ہو جائے گی کیونکہ دوسری نصوں صریحہ قطعہ سے یہ امر معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی مشیت جو اہل جنت اور اہل جہنم کے خلود کے متعلق ہے وہ کبھی منقطع نہ ہوگی۔ اور اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ سے فقط اپنی قدرت کا ظاہر کرنا مقصود ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ خلود لازم نہیں بلکہ ہماری مشیت پر موقوف ہے ہم جب چاہیں اور جس کو چاہیں جہنم سے باہر نکال سکتے ہیں اور آیت کا خاتمہ اِنَّ رَبَّكَ فَكَانَ رَحِيْمًا جُزْئِيًّا ہی طرف مشیر ہے۔

حرف حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ اپنے ایک وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح اور لطیف جواب وہ ہے جو شاہ عبدالقادر صاحب نے دیا ہے جو ان کے اردو ترجمے

۱۔ قَالَ اَلَا مَا رَ الْقُرْطُبِيُّ قَدْ اختلف في قوله تعالى اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ على عشرة اقوال ان الاستثناء انما هي للعصاة من المؤمنين في اخراجهم بعد مدة من النار وعلى هذا يكون قوله فاما الذين شققوا فاما في الكفر والعصاة ويكون الاستثناء من خالد ۲۔ قاله قتادة والضحاك وابو سنان وغيرهم ۳۔ (تفسیر قرطبی ص ۹۹ ج ۹) بخلاف ذوق وعظ الملقب بجل الصيام من غير الفصل حصہ دوم میں سوال وعظ از سلسلہ تبلیغ ص ۱۸



اور رہ گئے وہ لوگ کہ جو سجد اور نیک بخت ہیں۔ سو وہ جنت میں ہونگے اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔  
 جب تک آسمان وزمین قائم رہیں ہاں مگر جو نیز پروردگار چاہے سو اس کی مشیت کا علم اسی کو ہے مگر اہل  
 جنت کو یہ بتلانے دیتے ہیں کہ یہ جنتیوں کا جنت میں رہنا عطاء خداوندی ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی معلوم ہوا کہ  
 جنتیوں کا غلہ کبھی منقطع نہ ہوگا یہ آیت سُودا اور اہل جنت کے متعلق ہے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے  
 اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ۔ سے اپنی مشیت کو بیان کیا اور اس آیت یعنی عَطَاءٌ غَيْرُ مَحْذُوفٍ میں یہ بتلایا کہ جنتیوں  
 کا جنت میں رہنا اللہ کی عطا ہے جو کبھی بند نہ ہوگی ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گی گزشتہ آیت اختیار کے  
 متعلق تھی۔ اور یہ آیت سُودا کے متعلق ہے اور دونوں جگہ اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ کا استنارہ ذکر ہے اور  
 اہل جنت کے بارے میں جو استنارہ مذکور ہے وہاں بالا جماع یہ مراد نہیں کہ اہل جنت کا غلہ کسی وقت منقطع  
 ہو جائیگا۔ کیونکہ اس استنارہ کے بعد خود اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے بقار اور دوام کی تصریح فرمادی  
 ہے چنانچہ صراحۃً فرمادیا عَطَاءٌ غَيْرُ مَحْذُوفٍ یعنی اس نعمت کا کبھی انقطاع نہ ہوگا معلوم ہوا کہ اَلَا مَا شَاءَ  
 رَبُّكَ۔ کے استنارہ کا یہ مطلب نہیں کہ سودا اور اشقیاء کا ثواب اور عقاب ابدی نہیں بلکہ یہ استنارہ  
 محض الجہار قدرت کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے جنت اور جہنم میں  
 کسی کا قیام اور خلود اور دوام بذات خود کوئی امر واجب نہیں بلکہ مشیت الہی کے سپرد ہے اشقیاء کے  
 بارے میں استنارہ کو ذکر کر کے صرف اپنی مشیت کو بتلادیا کہ معاملہ اللہ کی مشیت کے سپرد ہے مگر  
 صراحۃً اپنی مشیت کو بیان نہیں فرمایا کہ وہ کیا ہے اور ہم کو اپنی مشیت سے آگاہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
 کا کیا ارادہ ہے اور وہ انکے حق میں کیا چاہتا ہے مگر سُودا کے حق میں اول الجہار قوت کے لیے اللہ نے  
 اپنی مشیت کا ذکر فرمایا یعنی۔ اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ۔ فرمایا بعد ازاں اس کے متصل عَطَاءٌ غَيْرُ مَحْذُوفٍ  
 کا لفظ ذکر کر کے اپنی مشیت کو بیان کر دیا کہ اہل جنت کے بارے میں اللہ کی مشیت کیا ہے وہ یہ کہ جو  
 خلود اور دوام کی انکو بشارت دی گئی ہے وہ عطاء خداوندی ہے جو ان سے واپس نہیں لی جائے گی  
 اور گزشتہ آیت میں اَلَا مَا شَاءَ رَبُّكَ۔ سے اول تو یہ بتلایا کہ دو زخموں کا خلود اور دوام اس کی مشیت  
 پر ہے اور پہلی کی تائید کے لیے اِنَّ رَبَّكَ فَاعَلٰ لِسَمَاعٍ یُرِیْدُ۔ فرمایا غرض یہ کہ

شَاءَ اللہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی  
 فرمائش پر اس ناچیز نے ایک رسالہ الدین الیقین فی الرضیٰ ابن القیم کے نام سے عربی میں لکھا جس میں ابن تیمیہ اور  
 ابن قیم کے تمام باتوں کا جواب دیا ہے اور قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے اہل سنت کے مسلک کو واضح کیا ہے  
 اور علی ہذا اس ناچیز نے التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح جلد ششم صفحہ ۹۰۹ باب صفۃ النار میں نار کی ابدیت اور اہل نار کے  
 خلود پر فصل کلام کیا ہے۔ اور علی ہذا اپنے حاشیہ بخاری سلمیٰ بحفۃ الثانی میں کتاب الرقاق میں بھی اس مسئلہ پر مفصل  
 کلام کیا ہے اور ہر جگہ نیاز تک ہے اہل علم سے امید ہے کہ دیکھ کر اس ناچیز کو دعا دیں گے۔ ۱۳

إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ۔ کا استثناء اہل جنت اور اہل جہنم دونوں کے ساتھ ذکر فرمایا مگر پہلی آیت میں استثناء کے بعد اِنَّ رَبَّكَ فَعَالٌ لِّمَا يُؤْنِسُ۔ ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں استثناء کے بعد عَطَاكَ غَيْرَ مَحْذُوزٍ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد خدج نہیں البتہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد کچھ لوگ ایسے ہیں کہ حور اہرامین کی رحمت سے اور انبیاء و مرسلین کی شفاعت سے جہنم سے نکال دیے جائیں گے اور وہ مخصوصہ مومنین یعنی گناہ گار مسلمان ہونگے اور ان کے علاوہ کنار و مشرکین کا عذاب دائمی اور ابدی ہے جو کبھی منقطع نہیں ہو گا جیسا کہ بے شمار آیات اور بے شمار اخبار اور آثار سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ کافروں کا عذاب دائمی اور ابدی ہے۔ اور اسی پر صحابہ و تابعین اور تمام سلف و خلف کا اجماع ہے جس میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں ابن تیمیہ اور ابن قیم نے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی تصریح اور ثبوت کی راہ اختیار کی ہے اور آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ متواترہ سے ہٹ کر ایک موضوع یا غایت درج ضعیف روایت کی آڑ لیکر یہ دعویٰ کیا ہے کہ دوزخ چند روز کے بعد فنا ہو جائے گی اور کافروں کا عذاب ختم ہو جائے گا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ اگر کافر اور شرک کی بھی نجات ہو سکتی ہے تو پھر ایمان اور اسلام ہی کی کیا ضرورت رہی خوب مزہ سے کفر اور شرک کر دے یہودی بنو یا نصرانی بنو یا دھری بنو اور دل کھول کر جو چاہے فتنہ و فحش کر دے تو یہ بھی ضرورت نہیں امید لگائے کہ کوئی دوزخ پر ایک دن ایسا آئیگا کہ دوزخ خالی ہو جائے گی اور اس میں کوئی باقی نہ رہے گا اور اسکے دروازے کھڑکھڑ کریں گے کہتے ہیں کہ یہ مضمون عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث میں آیا ہے۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض موضوع بھی نہ ہو تو اسکے ضعیف ہونے میں کوئی مشرب ہی نہیں اور بارہ ہشتم کے شروع میں ہم ان آیات اور احادیث کو بیان کر چکے ہیں جن سے صراحتاً یہ ثابت ہے کہ کافروں کا عذاب دائمی اور ابدی ہے تو ایک ضعیف و موضوع روایت کو آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کے مقابلہ میں پیش کرنا علمی امانت و دیانت کے منہر خلاف ہے اور علی ہذا ابن قیم نے جن صحابہ اور تابعین کے چند نام جو نقل کیے ہیں انکی روایت بھی صحیح نہیں اور صریح بھی نہیں اور اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم اس حدیث کو اور ان آثار کو بھی تسلیم کر لیں تو اسکا مطلب وہ ہے جو علماء کرام اور محدثین عظام نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں جہنم کا وہ طبقہ مراد ہے کہ جس میں گناہ گار مسلمان رکھے جائیں گے اور حب انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت سے یا ارحم الراحمین کی رحمت سے دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو جہنم کا یہ طبقہ خالی رہ جائے گا اور جہنم کے جو طبقے کافروں کے لیے ہیں وہ بدستور بھرے رہیں گے اور ان میں سے کوئی کافر نہیں نکل سکے گا۔ (تفسیر مظہری صفحہ ۵۵ ج ۵)

لَمْ قَالَ الْاِمَامُ نَفَعِيْ مَعْنٰی قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاِلٰی هٰذَا لِيَاثِيْنَ عَلٰی جَهَنَّمَ لَيْسَ فِيْهَا اَحَدٌ عِنْدَ اَهْلِ السَّنَةِ اِنْ ثَبِتَ اَنْ لَا يَبْقٰی فِيْهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ اِيْمَانٍ

اور معاذ اللہ معاذ اللہ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوزخ کسی وقت کافروں اور مشرکوں سے خالی ہو جائے گی ذرا غور تو کر دو اگر بغیر ایمان اور اسلام کے اور باوجود کفر اور تکذیب کے عذاب دوزخ سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر انبیاء کرام کی بعثت اور کفار کی ہلاکت سے کیا فائدہ ہوا بالآخر جب کافر بھی عذاب دوزخ سے نجات پاسکتا ہے تو پھر اس ہنگامہ کی کیا ضرورت تھی کہ انبیاء کو کافروں کے مقابلہ میں مبعوث فرمایا اور جن لوگوں نے کفر کیا ان میں سے کسی کو طوفان سے ہلاک کیا اور کسی کو دریا میں غرق کیا اور کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو بندر اور سور بنایا وغیرہ وغیرہ یہ سب بے کار اور بے فائدہ تھا نجات کافر کے عقیدے سے تو تمام شرائع و احکام کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ اسے اللہ تو ہم کو ایمان پر رکھے آمین۔ اور اس زمانے کے آزاد اور بے لگام مصنفین کے پُر خریب فقرہ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔

پس اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب معذور اور اختیار کا فرق واضح ہو گیا تو آپ ان مجبوروں کے باطل ہونے میں شک نہ کیجئے جنکو یہ لوگ پوجتے ہیں۔ بنظاہر خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے مکرور حقیقت مخاطب امت ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان بت پرستوں کی گمراہی میں شک نہ کرو ہمیں عبادت کرتے یہ لوگ مگر جیسے لکے آباد اجراء پہلے سے بے دلیل بلکہ خلاف دلیل بتوں کی پرستش کرتے آئے اسی طرح یہ لوگ بھی بلا دلیل باطل کے پیچھے جا رہے ہیں۔ یہ بت پرستی اور گمراہی انکو باپ دادا سے بطور میراث ملی ہے اور بیشک ہم ان کو عذاب سے انکا پورا حصہ دینے والے ہیں جس میں کمی نہیں کی جائے گی بلا لگام و کاست ان کے جرم کے مطابق انکو عذاب ملے گا۔

## موعظت حسنہ

امام طنجی جے منقول ہے کہ سعادت کی پانچ نشانیاں ہیں اَدَل دَل کی نرمی دَرَم اللہ کے خوف سے بہت رونا۔ سَوَم آرزو کا تھوڑا ہونا۔ چہارَم دنیا سے نفرت۔ پنجم اللہ کے سامنے شرمندہ رہنا۔ اور علی ہذا شقاوت کی بھی پانچ نشانیاں ہیں۔ اَدَل دل کی سختی۔ دَرَم آنکھوں کی خشکی۔ سَوَم دنیا کی رغبت۔ چہارَم آرزو کا زیادہ ہونا۔ پنجم بے حیائی۔

(تفسیر صفحہ ۷۸)  
واما مواضع الکفار فممتلئة ایدا وقد ذکرته فی التفسیر فی قوله تملأ لا یثین فینہا احتجابا انہا فی حق اهل الامواء من اهل القبلة و عند اکثر المفسرین المراد بالاحتجاب احتجاب غیر متناہیة (تفسیر مظہری ص ۵۵ ج ۵) و کذا فی التفسیر البغوی و تفسیر الخازن و فتح الباری ص ۳۶۳ جلد ۱۱۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ط

اور ہم نے دی تھی موسیٰ کو کتاب پھر اس میں پھوٹ پڑی اور

كَوْلًا كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقِضَى بَيْنَهُمْ ط

اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا تیرے رب سے تو فیصلہ ہو جاتا

وَأَنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مِرْيَبٌ ۝۱۱۰ وَإِنْ كَلَّا لَسَا ط

ان میں اور انکو اس میں شبہ ہے کہ جی نہیں ٹھہرتا - اور جتنے لوگ ہیں جب

يُوفِينَهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۱۱۱ ط

وقت آیا پورا دیگا تیرا رب انکو انکے کیے۔ اس کو سب خبر ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

فَاسْتَقِمْ كَمَا أَمَرْتُ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ط

سو تو یسرا چلا جا جیسا تجھ کو حکم ہوا۔ اور جس نے توبہ کی تیرے ساتھ اور حد سے نہ بڑھو

إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۱۲ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ

وہ دیکھتا ہے جو تم کر رہے ہو۔ اور مت جھکو انکی طرف جو ظالم

ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِّنْ

ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار

أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝۱۱۳ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي

بھر کہیں مرد نہ پاؤ گے اور کھڑی کر نماز دونوں سرے

النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَّ

دن کے اور کچھ مکروں رات کے، البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں

السَّيِّئَاتِ ط ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ ۝۱۱۴ وَأَصْبِرْ فَإِنَّ

برائیوں کو۔ یہ یاد نگاری ہے یاد رکھنے والوں کو۔ اور ٹھہر رہ البتہ

## اللہ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۱۵﴾

اللہ ضائع نہیں کرتا ثواب نیکی والوں کا۔

### تحدید از اختلاف و افتراق و حکم استقامت بر احکام شریعت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَكَفَدَ آيَاتُ مَوْصِي الْكَتَبِ فَاخْتَلَفَ فِيهِ... إِلَى... فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (ربط گزشتہ آیات میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا اب ان آیات میں یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو قورات عنایت کی مگر لوگوں نے اس میں اختلاف کیا کسی نے مانا اور کسی نے نہ مانا اور مورد عتاب الہی بنے۔ ہذا اسے مسلمانو! تم کو چاہیے کہ ان سے عبرت پکڑو اور جو کتاب میں ہم نے تم کو دی ہے سب مل کر اسکو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور تفرق و اختلاف سے پرہیز رکھو اور جادۂ شریعت پر ایسے مستقیم ہو جاؤ کہ پائے استقامت میں تزلزل نہ آنے پائے اور کَمَا أُمِرْتُ کے لفظ میں اشارہ اس طرف ہے کہ مروجہ حکم سے عدولی نہ ہو حکم کے مطابق اطاعت ہو اور وَلَا تَطْغَوْا کے لفظ میں اشارہ اس طرف ہے کہ حد و شریعت سے باہر نہ جاؤ اور وَلَا تَكُونُوا مِنَ الَّذِينَ لَا يَرْجِعُونَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى میں اشارہ اس طرف ہے کہ بے دیہوں کی شان و شوکت دیکھ کر ان کی طرف مائل نہ ہو جانا اور ان کی رسوم اور ان کے طور و طریق اور حاشہ کو اختیار نہ کرنا اور یہ استقامت کے حکم کے ساتھ بعض مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا حکم دیا جو استقامت میں حین اور مددگار ہیں خاص کر تواضع اور اہل دین سے کنارہ کشی استقامت میں بڑی محین اور مددگار ہے کسی لیے کہ لَا تَطْغَوْا میں تواضع کی طرف اشارہ ہے۔ اور لَا تَكُونُوا مِنَ الَّذِينَ لَا يَرْجِعُونَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى میں اہل دنیا اور فساق و فجار سے علیحدہ رہنا مراد ہے اور نماز جو اُمُّ الْعِبَادَاتِ ہے وہ تو مؤمن کی معراج ہے جس کا وَقْعُ الْقُلُوبِ طَسْقُ فِي الْكِبَارِ۔ میں حکم دیا گیا اور طرفین ہمارے کے غار سے صبح اور عصر کی نماز مراد ہے جس میں ملائکہ الیل والنبہاء جمع ہوتے ہیں۔ صبح کی نماز شروع دن میں ہوتی ہے اور عصر کی نماز اخیر دن میں ہوتی ہے اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں نہ پڑھے بلکہ جب خوب روشنی ہو جائے اور عصر کی نماز، اخیر دن میں غروب سے پہلے پڑھے جبکہ سایہ اصلی کے موافق چیز کا سایہ دو چند ہو جائے اور زُلْفَا وَقْعُ النَّبْلِ سے تہجد کی نماز مراد ہے۔ یہ مجموعہ مل کر پانچ امور ہوئے (۱) استقامت (۲) لَا تَطْغَوْا (۳) لَا تَكُونُوا مِنَ الَّذِينَ لَا يَرْجِعُونَ (۴) عبادت بر نماز فجر و عصر (۵) نماز تہجد جس کے فضائل و برکات کی کوئی حد نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حکم خداوندی کا اتباع موجب نجات ہے اور حکم خداوندی سے اختلاف اور انحراف موجب ہلاکت ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تواریت عطا کی تھی سو اس میں اختلاف کیا گیا کسی نے مانا اور کسی نے نہ مانا لہذا یہی معاملہ آپ کی کتاب یعنی قرآن کے ساتھ پیش آیا۔ پس آپ مغموم نہ ہوں اور



کافروں کے اختلاف اور تکذیب سے گھبراتیں نہیں یہ کوئی نئی بات نہیں آپ سے اختلاف کرنے والے فرعونوں کے حکم میں ہیں اور اگر حکم الہی تیرے پر درودگار کی طرف سے صادر نہ ہو چکا ہوتا کہ کافروں کو پوری سزا آخرت میں ہی جائے گی۔ ابھی دنیا ہی میں انکا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بلا کسی تاخیر اور جہالت کے عذاب نازل کر کے انکا فیصلہ کر دیا جاتا مگر انہوں نے اپنی حکمت سے ان کے عذاب کے لئے ایک مہیا مقرر کر دی ہے اور تحقیق یہ معاذین اللہ کے فیصلہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے انکو ظلم اور اضطراب میں ڈال رکھا ہے شکوک اور ہام کی دلدل میں پھینے ہوئے ہیں اور براگندہ دل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ منہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے کہ قرآن کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کبھی کہتے ہیں جادو ہے اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ کسی ایک بات پر ان کو قرار نہیں اور تحقیق تیل پر درودگار ان سب کو انکے اعمال کی پوری پوری جزا دیگا نیچو کار کو ثواب اور بدکار کو عذاب ہے شک اللہ تعالیٰ انکے اعمال سے پورا باخبر ہے اس پر انکا کوئی عمل مخفی نہیں پس آپ ان نابکاروں کی جزا و سزا کا معاملہ تو اس عظیم و قدیر پر چھوڑ دیئے۔

بہمہ کار بندہ دانا اوست + بمکافات ہم توانا اوست  
لوگ حق کو قبول کریں یا نہ کریں۔ آپ اپنی ذات سے صراط مستقیم اور دین حق پر سیدھے قائم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے آپ کے ہمراہ توبہ کی ہے وہ بھی آپ کی طرح صراط مستقیم پر قائم ہو جائیں تاکہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں استقامت کے معنی کسی چیز پر جھیک جم جانے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد اطاعت و محبت پر قدم کو ایسا جماؤ کہ اس میں کسی قسم کا ترنزل اور تذبذب باقی نہ رہے اور یہ حکم غافل اور اعمال دونوں کو شامل ہے۔ غافل میں استقامت یہ ہے کہ نہ توجہ کی طرح تشبیہ کا اعتقاد رکھے کہ جس سے خالق کی مخلوق کے ساتھ مشابہت لازم آئے اور نہ فلاسفہ کی طرح تعطیل کا قائل ہو کہ خدا تعالیٰ کو صفات کمالیہ سے عاری اور معطل جانے اور اعمال میں اعتدال کو ملحوظ رکھے افراط و تفریط نہ کرے اور جھیک و تکیان میں چلنا اور کسی جانب مقلقت نہ ہونا اور حق اطاعت کو پورا پورا بجالانا بہت دشوار ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ ہود نے مجھ کو بڑھا بنا دیا اس لیے کہ استقامت نہایت سخت اور دشوار ہے اور جو حد تمہارے لیے مقرر کر دی گئی ہے اس سے تجاوز نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دین کے دائرہ سے باہر قدم نہ نکالو تحقیق اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ تمہاری اطاعت اور استقامت اور تمہارا عصیان اور طغیان اسکی نظروں کے سامنے ہے اور ظالموں یعنی حد سے نکلنے والوں کی طرف جھکو بھی مت تو عیناً اور طغیان تو بڑی چیز ہے۔ ظالموں اور فاسقوں کی طرف تو تھوڑا سا میلان اور جھکاؤ بھی بہت بڑا ہے۔ اور خطرناک ہے کیوں کہ اندیشہ ہے کہ ظالموں اور فاسقوں کی طرف میلان اور رغبت کی بنا پر تم کو دوزخ کی آگ نہ لگ جائے اور ان کے ساتھ تم بھی آگ کی پیہٹ میں نہ آ جاؤ ظالموں کی طرف میلان کے معنی یہ ہیں کہ جسکے طور و طریق اور ان کے حال اور وضع کو پسند کرنے لگے جیسے کوئی انگریزی یا ہندوستانی وضع قطع اغنیاء کر کے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس کو کافروں کی وضع پسند ہے اور جب ظالموں کی طرف جھکنے

والوں کا یہ حال ہے تو سمجھ لو کہ خود ظالم کا کیا حال ہو گا پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت کا حکم دیا دوسری آیت میں طغیان کی ممانعت فرمائی اور تیسری آیت میں اہل طغیان اور اہل عصیان کی طرف میلان کی ممانعت فرمائی اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت پر ظاہراً و باطناً ٹھیک قائم رہو اور حدود و شریعت سے باہر قدم نہ نکالو اور کسی ظالم اور نافرمان کی طرف جھکنا بھی نہیں اندیشہ ہے کہ وہ تم کو کھینچنے کھینچتے دین کے دائرہ سے باہر نہ نکال دیں اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مہنڈا مرد گار نہیں پھر اگر غم ان ظالموں کی طرف مائل ہوتے تو سمجھ لو کہ تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ خدا ان لوگوں کی مدد نہیں کرتا جو اس کے دشمنوں اور نافرمانوں کی طرف مائل اور راغب ہوں اور اسے بندے تو ان ظالموں کو چھوڑ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جا اور ان کے دونوں سردوں میں فجر اور عصر کی نماز اور کچھ رات کے تہجد کی نماز پابندی سے پڑھا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت اور میلان کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ خاص کر فجر اور عصر اور تہجد کی نماز میں یہ اوقات خدا تعالیٰ کے خاص اول و تجلیات کے اوقات ہیں بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ کیونکہ نیکی نور ہے اور برائی ظلمت ہے اور ظاہر ہے کہ جب نور آئے گا تو ظلمت اور تاریکی دور ہوگی جس درجہ کا نور ہو گا اسی قدر تاریکی دور ہوگی اور خوب سمجھ لو کہ یہ بات کہ نیکیوں سے گناہ مخاف ہوتے ہیں، ایک جامع بصیرت ہے بصیرت ملنے والوں کے لیے کہوں کہ اس میں قاعدہ کلیہ بتلادیا گیا کہ نیکیاں گناہوں کا گناہ ہوتی ہیں اور نیکیوں میں ہمبر اول نماز کا ہے۔ اور چونکہ استقامت نہایت سخت اور دشوار ہے۔ اور طغیان اور ظالموں کی طرف میلان سے اپنے کو محفوظ رکھنا یہ بھی نفس پر شاق اور گراں ہے اور نماز بھی نفس پر شاق اور گراں ہے اس لیے ان سب احکام کے بعد صبر کا حکم دیتے ہیں کیونکہ الصبر مفتاح الفرج صبر کامیابی کی کنجی ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور اسے بندے تمام ادا مرد اور نوابی میں عموماً اور استقامت میں اور طغیان اور میلان سے بچنے میں خصوصاً صبر سے کام لے کیونکہ صبر تمام نیکیوں کی جڑ ہے پس تحقیق اللہ تعالیٰ نیکو کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ظاہر کلام کا مستثنیٰ یہ تھا کہ اس طرح فرماتے فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔ مگر بجائے اس کے فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔ فرمایا اشارہ اس طرف ہے کہ صبر بھی حسنت میں سے ہے یا یوں ہو کہ نماز کے بعد صبر کا ذکر اس لیے کیا کہ اللہ کی مدد حاصل کرنے میں دو چیزوں کو خاص دخل ہے ایک نماز اور ایک صبر کَمَا قَالَ تَعَالَى وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ۔

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ

سو کیوں نہ ہوتے ان سنگتوں میں، تم سے پہلے کوئی لوگ جن

يَنهَوْنَ عَنِ الْفُسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ

ہیں اثر ہو رہا ہو کہ منع کرتے بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے

أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا

سے جو ہم نے بچا لیے ان میں۔ اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے اسی راہ جس میں

فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ

عیش پایا اور تمھے گناہ گار۔ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ہلاک کرے

الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصِيدُونَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَاءَ

بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں۔ اور اگر چاہتا

رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ

تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک راہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں

مُخْتَلِفِينَ ﴿۱۱۸﴾ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ

اختلاف میں۔ مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے اور اسی

خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْ

واسطے انکو پیدا کیا ہے اور پورا ہوا لفظ تیرے رب کا کہ البتہ بھروسہ کا دوزخ

الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۱۹﴾

رجمنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے۔

اُمم سابقہ کی ہلاکت کے سبب قریب اور سبب بعید کلیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ .. إِلَى .. مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

در ربط پہلی امتوں کا حال نہ کرنا بتلاتے ہیں کہ انکی ہلاکت کے دو سبب ہیں ایک سبب قریب

اور ایک سبب بعید اور بالفاظ دیگر ایک سبب ظاہری اور ایک سبب باطنی۔ سبب ظاہری تو یہ تھا

کہ شہوات انسانی اور حظوظ شہوانی کے پیرو بن گئے۔ اور خدا کی معصیت میں غرق ہو گئے اور علماء اور

واعظمین قلیل اور مغلوب تھے انکا دغظ اور انکی نصیحت کا اگر نہ ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے جو محدود دے چند تھے وہ تو عذاب سے محفوظ رہے اور بانی قوم جو عرقِ محصیت تھے وہ سب تباہ ہو گئی۔ شاہ جہاں قادریؒ کہتے ہیں کہ اگر نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی تھوٹے تھے سو آپ بچ گئے اور سببِ باطنی یہ تھا کہ اللہ کا ارادہ اور اس کی مشیت اور اس کی محنت بھی تھی کہ سب لوگ ایک راہ پر نہ چلیں بلکہ مختلف رہیں کچھ ایمان لائیں جن پر اللہ کی رحمت ہو اور کچھ کفر کریں جن پر اللہ کا تہر نازل ہو۔۔۔ اہم سابعہ کی محصیت اور انکا فسق و فجور، انکی ہلاکت کا سبب ظاہری تھا۔ اور قضاء و قدر اور مشیت خداوندی اسکا سبب باطنی تھا جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ پس کیوں نہ ہو گئے پہلی امتوں میں سے جنکو ہم نے نافرمانی اور سرکشی کے باعث ہلاک کیا۔ ایسے ذی رائے اور صاحب عقل لوگ جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے یعنی کفر و مصیبت کرنے سے منع کرتے تاکہ ان پر عذاب نہ آئے لیکن ٹھوڑے لوگ ایسے تھے جو لوگوں کو کفر اور شرک اور بداعمالی سے منع کرتے تھے مگر وہ مغلوب تھے قوم کے لوگ انکا کہنا نہیں مانتے تھے قوم میں سے ہم نے انکو عذاب سے بچا لیا کیونکہ یہ قلیل افراد لوگوں کو کفر اور شرک اور مصیبت کے فتنہ اور فساد سے منع کرتے تھے۔ یہ تو عذاب سے بچ گئے اور باقی قوم تباہ ہو گئی اور جو لوگ ظالم تھے وہ اس راہ کو لگ لیے جس میں عیش و عشرت کا سامان تھا یعنی وہ لذات و شہوات کے پیچھے دوڑ پڑے اور عذابِ الہی سے تباہ ہوئے اور تھے یہ لوگ بڑے ہی مجرم۔ شاہ جہاں فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ ”گزشتہ قرون میں ایسے بقایا اہلِ خیر کیوں نہ ہوئے کہ جو لوگوں کو شر و اور منکرات سے نہیں کرتے۔ ہاں ایسے لوگ قلیل ہوتے ہیں۔ انہی کو اللہ نے اپنے عذاب سے بچا لیا لہذا اللہ نے اس امت کو حکم دیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ کما قال تعالیٰ وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ الْآیۃ۔ پھر فرمایا کہ ظالم معاصی پر ستم رہے اور انہوں نے کچھ انصاف نہ کیا یہاں تک کہ ناگہاں ان پر عذاب آگیا۔“ آہ آگے فرماتے ہیں اور نہیں ہے۔ تیرا پروردگار کہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کرے۔ یعنی بلا وجہ اور بلا جرم انکو ہلاک کرے اور در آخر انکی ایک وہاں کے باشندے بچ کر کار ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو بزدستی بچا کر ہلاک نہیں کرتا۔ در آخر انکی وہاں کے باشندے اپنی حالت کے درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں نیکی کو رواج دیتے ہوں اور ظلم اور فساد کو روکتے ہوں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوں تو خداوند قدوس ایسی حالت میں کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کا عذاب قریہ ظالم پر آتا ہے۔ قریہ مصلیہ پر نہیں آتا۔ کما قال تعالیٰ وَكَأَظْلَمُ لَشَيْءٍ لَّكِنِ ظَلَمُوا فَلْيَقِ عَذَابَهُمْ الْآیۃ آیت کی یہ تفسیر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (دیکھو زاد المرید ص ۱۷۱ ج ۴) اور ابن جریرؒ یہ کہتے ہیں کہ آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض شرک کی وجہ سے کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا در آخر انکی وہاں کے باشندوں کے باہمی معاملات درست ہوں محض شرک کی وجہ سے بستی پر ایسا عذاب نہیں آتا کہ جس سے بستی بالکل

تباہ ہو جائے۔ بلکہ ایسا عذاب اس وقت آتا ہے کہ جب لوگ باہم ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرنے لگیں۔ پس جن قوموں پر عذاب نازل ہوا وہ محض شرک کی وجہ سے نازل نہیں ہوا بلکہ انبیاء کرام کی تکذیب اور تمسخر اور قتل ناحق اور ایذا رسانی اور اہل ایمان پر ظلم و ستم کی وجہ سے آیا انٹھانے اپنے حق میں چشم پوشی کرتا ہے اور حقوق العباد میں سختی کرتا ہے اور کفر اور شرک پر جو عذاب شدید و الیم ہوگا وہ آخرت میں ہوگا۔ اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں آیت کا دہی مطلب اختیار کیا جس کو ہم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا اور جلال الدین سیوطیؒ نے جلالین میں اور قاضی ثناء اللہؒ نے بھی تفسیر مظہری ص ۶۷ ج ۵ میں اسی تفسیر کو اختیار کیا اور شاہ عبدالقادرؒ نے بھی اسی تفسیر کو اختیار کیا اور ابن عطیہؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا اسی لیے میرے نزدیک صحیح قول اول ہے اس لیے کہ کفر اور شرک سے بڑھ کر کوئی جرم اور ظلم نہیں اور ایمان سے بڑھ کر کوئی صلاح اور خیر نہیں۔ عذاب کی اصل علت کفر اور شرک ہے اور بنحوت کا سبب اصل ایمان اور اتباع شریعت ہے اور لے لے! اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی دین پر کر دیتا۔ لیکن اللہ کی حکمت مجبونی اس کی مقتضی نہیں۔ کہ سب کو ایک ہی راہ پر ڈال دے۔ بحکون عالم سے اسکا مقصود یہ ہے کہ اس کی صفات بحالیہ اور صفات جلالیہ دونوں ہی کا ظہور ہو۔ اس لیے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہوا پس جنت اور اہل ایمان کو اپنے لطف و جلال اور جو دو نوال کا منظر بنایا اور دوزخ کو اور اہل کفر کو صفت جلال اور شان قہر کا منظر بنایا۔

درکار خاند عشق از کفر ناگزیر است : دوزخ کرا بسوزد اگر بولہبب نیاخذ  
اور لوگ ہمیشہ — مختلف رہیں گے۔ کوئی دین حق کو قبول کرے گا اور کوئی نہیں۔ مگر جس پر تیرا  
پروردگار رحم کرے اسکو اختلاف سے محفوظ رکھے گا اور دین حق اور صراط مستقیم پر لگا دیگا اور اسی اختلاف  
اور رحمت کے لیے لوگوں کو پیدا کیا یعنی بعض کو دوزخ کے لیے اور بعض کو جنت کے لیے اور اسی اختلاف کے  
لیے پیدا کرنے کی وجہ سے تیرے پروردگار کی یہ بات پوری ہوئی کہ میں بلاشبہ جہنم کو جنوں اور آدمیوں سے  
بھر دوں گا۔ تاکہ غضوبین پر اس کی صفت غضب ظاہر ہو۔

وَكَلَّا نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا

اور سب بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے

نُشِئْتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَ

جس سے نہایت کر بس تیرا دل اور آئی تجھ کو اس سورت میں تحقیق بات اور

مَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۰﴾

نصیحت اور سمجھوتی ایمان والوں کو -

## تنبیہ بر بعض حکمتہائے حکایت قصص مذکورہ

قال اللہ تعالیٰ وَكُلُّ نَفْسٍ عَلَيَّكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ... الی... وَذِكْرُیَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (رابط) اوپر کی آیت میں واقعاتِ ہلاکت کے وقوع کی علت اور حکمت بیان کی کہ یہ واقعات ہلاکت کیوں پیش آئے۔ اب اس آیت میں ان قصص اور واقعات کے حکایت اور ذکر کی بعض حکمتوں پر تنبیہ فرماتے ہیں اور الفاظ دیگر گزشتہ آیت میں محکی عندہ کے وقوع کی علت اور حکمت کا بیان تھا اور اس آیت میں نفسِ حکایت کی علت اور حکمت کا بیان ہے جسکا حاصل تقویتِ قلب اور وعظمت و نصیحت اور عبرت ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور اسے نیا ہم رسولوں کی خبروں میں سے تم پر ہر قسم کی خبر بیان کرتے ہیں۔ یعنی انبیاء و کرام کے وہ حالات جو انکو ادا کئے رسل اور قوم کی سرکشی اور ایذا رسانی اور بالآخر انکی ہلاکت کے گزرے ہیں ہم تمھ کو ان واقعات میں سے کچھ سناتے ہیں وہ فائدوں کے لیے (اول) یہ کہ تیرے دل کو تقویت پہنچائے کہ انکو محسوس کر آئے کہ کون اور اطمینان ہو جائے کہ دعوت و تبلیغ میں انبیاء و کرام کو یہ یہ حالات پیش آئے اور انبیاء نے ان جاہلوں کی ہلاکت اور ازیت پر کس طرح صبر کیا۔ بالآخر انبیاء اور ان کے تابعین نے نجات پائی اور انکے دشمن عذابِ الہی سے تباہ و برباد ہوئے اور (دوسرا) فائدہ یہ ہے کہ ان واقعات کے ضمن میں حق آپکے سامنے آگیا کہ حق ایسا ہوتا ہے کہ ابتداءً ضعیف اور ناتواں ہوتا ہے اور آخر میں ایسا قوی اور جوان ہوتا ہے کہ بڑے بڑے متکبروں اور سرکشوں کو زمین پر کچھا ڈالتا ہے اور دنیا کو باطل کی ذلت کا تماشا دکھاتا ہے اور ان واقعات میں اہل ایمان کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔ نصیحت تو یہ ہے کہ گنہگار میں ایسا نہ کریں۔ اور عبرت یہ ہے کہ ان واقعات کو سن کر اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور پناہ مانگیں کہ اسے اللہ تو ہم کو ان تباہ کاروں کے راستہ سے دور رکھنا۔

وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اَعْمَلُوا عَلٰی

اور کہہ دے انکو جو یقین نہیں کرتے کام کیجئے

مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝۱۳۱ وَانْتَظِرُوا اِنَّا

جاؤ اپنی جگہ ہم بھی کام کرتے ہیں۔ اور راہ دیکھو ہم بھی

مُنْتَظِرُونَ ۝۱۳۲ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

راہ دیکھتے ہیں۔ اور اللہ کے پاس ہے چھپی بات آسمانوں کی اور زمین کی

وَالِيَهُ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ

اور اسی کی طرف رجوع ہے کام سارا ، سو اس کی بندگی کر اور اس پر بھروسہ رکھ

وَمَا دُرِّبُكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

اور تیرا رب بے خبر نہیں جو کام کرتے ہو۔

## خاتمہ سورت مشتمل برہدید عدم قبول ذکر می و مو عظمت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ أَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ ۖ.. الخ ۖ وَمَا دُرِّبُكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

اور بطور گزشتہ آیت میں یہ بتلایا کہ اس سورت میں حق کی حقیقت خوب واضح ہو گئی اور اہل ایمان کے لیے نصیحت آگئی اب اس آیت میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حق آگیا اور حجت پوری ہو گئی اس پر بھی اگر کوئی نہ مانے تو آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تم اپنی اسی حالت پر رہو اور نتیجہ کا انتظار کرو۔ عنقریب تم کو اپنے ضبط کا پتہ چل جائیگا اور لے بی آپ ان کے عناد سے دلیک نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہیے اور اللہ پر بھروسہ رکھیے پھر سورت کو اللہ تعالیٰ کے کمال علم اور کمال قدرت کے بیان پر ختم کیا جس سے سورت کا آغاز ہوا تھا چنانچہ فرماتے ہیں اور جو لوگ باوجود ان براہین قاطعہ کے ایمان نہیں لائے اور گزشتہ قوموں پر جو عذاب نازل ہوا اسکی پرواہ نہیں کرتے آپ ان سے کہہ دیجئے تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ ہم اپنی جگہ پر کام کر رہے ہیں۔ جیسا ہم کو ہمارے پروردگار نے حکم دیا اور نتیجہ کا انتظار کرو اور حقیق ہم بھی نتیجہ کے منتظر ہیں۔ عنقریب حق اور باطل سامنے آ جائیگا۔ مگر وہ نتیجہ فی الحال پوشیدہ ہے چند روز کے بعد پردہ غیب سے خود ار جوگا اور اللہ ہی کے لیے ہیں چھپی بائیں آسمانوں کی اور زمین کی یعنی اللہ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے آسمان اور زمین کی کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ خفی اور علی، محدود اور موجود اسکے نزدیک سب برابر ہیں۔ اور اسی کی طرف سب کام کا رجوع ہے یعنی دنیا اور آخرت کے تمام امور کی باگ اسکے ہاتھ میں ہے اس لیے اس کے نتیجہ اور فیصلہ کا انتظار ضروری ہے۔

پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہی غیب کا جاننے والا ہے اور تمام امور کا مرجع اور منتقلی ہے تو آپ بہر تن اللہ کی عبادت میں لگ جائیے اور اسی پر بھروسہ رکھیے اور بہر تن اللہ کی طرف منوجہ ہو جانا۔ اور اسی پر تکیہ اور بھروسہ کرنا یہی وہ استقامت ہے جسکا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ پس ان کا فزوں اور مشرکوں اور منافقوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے اور تیرا پروردگار تم سب لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں تمہارا اخلاص اور انکار کفر و نفاق سب اسکے علم میں ہے مطلب یہ ہے کہ آپ ان کفار اور منافقین

کی عداوت سے دیگر نہ ہوں انکا معاملہ اللہ کے پرہیزگیزی اور تیجہ کا انتظار کیجئے۔  
 کعب اجازت سے مقبول ہے کو قریت کا شروع وہ ہے جو سورۃ انعام کا شروع ہے اور قریت کا  
 خاتمہ وہ ہے جو سورۃ ہود کا خاتمہ ہے یعنی **وَاللّٰهُ يَكْتُمُ السَّالُوتِ وَالْاَرْضِ ...** الی آخر السورۃ  
 اخرجہ ابن جریر وغیرہ (تفسیر قرطبی ص ۱۱ ج ۹ و تفسیر ابن کثیر ص ۴۶۶ ج ۲)  
 والحمد لله اولا و آخر و باطنا و ظاهرا ربنا لا تزغ قلوبنا  
 بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب وصلى  
 الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى اله واصحابه وذرياتہ  
 اجمعين وسلم كثيرا كثيرا وعلينا معهم يا ارحم الراحمين  
 ويا اكرم الاكرمين ويا ارحم الراحمين ويا ارحم الراحمين  
 الحمد لله کہ آج بروز شنبہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ ہجری کو بوت پور کے دن کے سورۃ ہود  
 کی تفسیر سے فراغت ہوئی اور اسے اللہ تعالیٰ رحمت سے باقی تفسیر کی بھی توفیق عطا فرما۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب  
 الرحيم ويارب ارزنا الاستقامه على دينك وامنننا بنبينا محمد  
 صلى الله عليه وسلم وامنننا بآمين يا رب العالمين۔





## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### تفسیر سورۃ یوسف علیہ السلام

سورۃ یوسف علیہ السلام کی ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں چونکہ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے اس لیے یہ سورت اس نام سے موسوم ہوئی۔ گذشتہ سورت میں مختلف پیغمبروں کے قصے بیان کیے گئے اور اس سورت میں صرف ایک نبی کے قصہ کا بیان ہے۔ جن جن شانائے قرآن کریم میں پیغمبروں کے قصے مختلف وجوہ کے ساتھ مکرر مذکور ہیں مگر یوسف علیہ السلام کا قصہ مکرر نہیں بیان کیا گیا کیونکہ یہ قصہ لوگوں کی فرمائش کی بناء پر نازل ہوا۔ اس لیے یہ کجا بیان ہوا اور مکرر نہیں لایا گیا اور اسی طرح اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ بھی لوگوں کی فرمائش کی بناء پر نازل ہوا اس لیے یہ دو قصے بھی کجا بیان ہوئے اور مکرر نہیں لائے گئے۔

(دریخت) گذشتہ سورت یعنی سورۃ یوسف میں بھی اثبات نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے لیے انبیاء سابقین کے قصے ذکر کیے اسی طرح سورۃ یوسف میں بھی یوسف صدیق علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا کیونکہ یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالی سے بہت مشابہت رکھتا ہے یوسف علیہ السلام کی طرح آپ کی نبوت کا آغاز بھی رویائے صالحہ سے ہوا۔ جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے اَوَّلُ مَا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوُجُوهِ السُّوْيَا الصَّلَاحَةُ فَكَانَ لَا يَمْرِي دُرِّيًّا إِلَّا جَاءَتْهُ مِثْلُ فَلَقِ الْمَصْبَحِ۔

پس جیسا کہ یوسف علیہ السلام کی نبوت کا آغاز رویائے صالحہ سے ہوا۔ اِنِّیْ ذَرَّیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ذَاتَیْهُمَا فِی سَجْدَتَیْنِ۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آغاز رویائے صالحہ سے ہوا۔

اور پھر جیسا کہ یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں نے حسد کیا اور طرح طرح کی انجھیلیں پہنچائیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو صبر اور استقامت کی برکت سے عزت اور غلبہ نصیب فرمایا اور جب کامیاب دیکھی تو بھائیوں سے کوئی انتقام نہ لیا بلکہ لَا تَغْنَبُ عَلَیْكُمْ الدُّیُورُ یَغْنَبُ اللَّهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَزْكَمُ السَّرَاحِمَیْنِ۔ کہہ کر درگزر فرمایا اور کبھی بھی کوئی حرف شکوہ اور شکایت کا زبان پر نہیں آیا اور مزید برآں ان کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اور وعدہ خداوندی وَ اَوْحَيْنَا اِلَیْهِ لَنُنَبِّئَنَّکُمْ بِاَمْرِ هُوَ هَذَا وَ هُوَ لَا یَشْعُرُ وَ تَکَاثُرُ اس طرح ہوا۔

اسی طرح جھوٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے بہت سی تکلیفیں پہنچیں اور آپ نے حسب ارشاد خداوندی استقامت اور صبر سے کام لیا بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اس وقت آپ نے قریش پر کوئی ملامت نہیں کی

اور نہ گزشتہ کا کوئی فخر کیا بلکہ یوسف علیہ السلام کی طرح یہ فرمایا۔ لَا تَرْجِبْ عَلَيْكُمُ الْمَيْمُونُ يَقْضِ اللَّهُ  
لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ = اذہبوا انتم الطلقاء اور یوسف علیہ السلام کی  
طرح آپ نے بھی طلقاء قریش کو غنائم خین میں سے بطور تالیف قلب سوسوا ونٹ عطا کر کے تاکہ اسلام کی راہت  
و نفرت تبدیل بہ الفت و موانست ہو جائے الاحسان يستعبد الانسان۔ احسان انسان کو غلام بنا دیتا  
ہے اور یوسف علیہ السلام کی سنت کا اتباع ہو جائے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے  
ساتھ سلوک اور احسان کیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک  
اور احسان فرمائیں۔

نیز اس فقرے سے یوسف علیہ السلام کی عصمت اور عفت اور طہارت اور نراہستہ کو بیان کرنا ہے کہ باوجود قدرت شباب کے کسی درجہ عورتوں کے کید سے محفوظ رہے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ انبیاء کرام کی عصمت اور عفت اور طہارت ایسی ہوتی ہے کہ کسی حال میں نفس اور شیطان کا ان پر بس نہیں چلتا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جب ابلیس لعین بارگاہ خداوندی سے مردود ہوا تو یہ کہا فِعْرَكَ لَا غَوْيَنَّهُمْ أَتَجْعَلُ الْأَعْبَادَ حِثَّةً لِّلْمُتَلَذِّثِينَ یعنی تم ہے تیری عزت کی کہ میں بنی آدم کے اغوار میں کوئی دقیقہ اٹھانے دکھوں گا مگر ان میں سے جو تیرے غلصے اور برگزیدہ بندے ہیں انکو نہیں بہکا سکوں گا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس امر کی تصدیق فرمادی۔ اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ كَذٰلِكَ حٰكِمِيْهِمْ سُلٰطَتِيْ۔ بے شک میرے خالص بندوں پر تیرا کوئی زور نہ چل سکے گا۔ معلوم ہوا کہ عبادِ مخلصین پر نفس اور شیطان کا کوئی بس نہیں چلتا اور نفس اور شیطان کے اثر سے محفوظ اور مامون رہنے کا نام ہی عصمت ہے۔

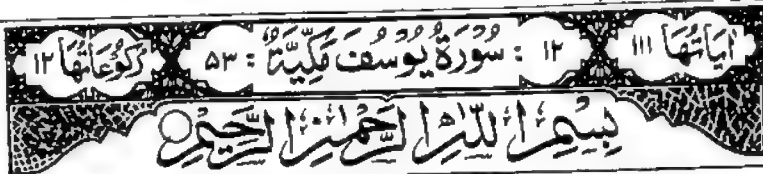
جس سے شایبہ ہوا کہ کل انبیاء معصوم ہیں اس لیے کہ کل انبیاء بنص قرآن عباد مخلصین ہیں جو شیطان کے اغواء سے بالکل محفوظ اور مامون ہیں۔

اور یوسف علیہ السلام بھی خدا تعالیٰ کے عابد و خالصین میں سے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ کے ارشاد ہے: ﴿كَذَٰلِكَ  
لِنُصْرِكَ عَنْهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ عِبَادَتِكَ غَافِلُونَ﴾۔ نیز یہی طرح حضرت  
فرح اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے واقعات کا ذکر کرنا آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔  
﴿كَمَا قَالَ تَعَالَىٰ يٰٓإِبْرٰهٖمُ ۖ اِنِّىْٓ اَعْلٰمُ ۚ اَنْتَ وَاٰلُكَ عَلٰى الْغَيْبِ ۚ نَحْنُ عَلٰى الْغَيْبِ لَشٰمِعُونَ ۚ اِنَّكَ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ﴾۔  
﴿اَنْتَ وَاٰلُكَ عَلٰى الْغَيْبِ ۚ نَحْنُ عَلٰى الْغَيْبِ لَشٰمِعُونَ ۚ اِنَّكَ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ﴾۔ لہذا اسی طرح یوسف علیہ السلام کا قصہ بھی انباء الغیب  
سے ہے اللہ کی وحی سے اسکا بیان کرنا بھی قرآن کے کتاب اللہ ہونے کی اور آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

اور علاوہ ازیں اس قصہ میں آپ کی تسلی بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام کی طرح بھائیوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجئے اور جادۂ حق پر قائم اور مستقیم رہیئے اور نتیجہ کا انتظار کیجئے۔

## شان نزول

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہم کو کوئی قصہ سنائیں اس پر یہ قصہ نازل ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ یہود نے مشرکین کے ذریعے استغناءً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے ملک مصر میں آباد ہونے کی وجہ دریافت کی تھی کہ بنی اسرائیل تو شام میں رہتے تھے وہ مصر میں کیسے پہنچے اسکے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی کہ عجیب و غریب بصائر و عبرتیں شتمل ہے اور اس بات کا جواب ہے کہ بنی اسرائیل شام سے چل کر کس طرح مصر میں آباد ہوئے۔



نزدع اللہ کے نام سے جو بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

الرَّاسِخَاتِ الْأُولَىٰ ۚ يُسْمِعُ الْغُلَامَ مَا يَشَاءُ ۚ لَمَّا خَلَّصَهُ مِنَ الْأُخْرَىٰ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمَ تَفُوتُهُ ۚ

یہ آیتیں واضح کتاب کی - ہم نے اسکو اتارا ہے قرآن  
عَرَبِيًّا تَعْلَمُ ۚ تَعْقِلُونَ ۚ ۚ خَنُ نَقْصُ عَلَيْكَ

عربی زبان کا ، شاید تم بوجھو - ہم بیان کرتے ہیں تیرے پاس  
أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنُ ۚ

بہتر بیان ، اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن -

وَأِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَفْلِينَ ۚ

اور تو تھا اس سے پہلے البتہ بے خبروں میں -

## حانیت قرآن حکیم و تمہید قصہ

قال اللہ تعالیٰ الرَّسُولُ الَّذِي مَلَأَ الْكِتَابَ الْمُبِينِ... إلخ... لَمَنِ الْغَفْلِينَ ۚ  
(رابطہ) اس سورت کا آغاز سورہ یونس کے آغاز سے مشابہ ہے قرآن کریم کے ذکر سے اس

قصہ کو شروع فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں۔

الذیہ تشابہات میں سے ہے۔ سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو اس کی مراد معلوم نہیں۔ بھور کے نزدیک راجح اور مختار قول یہی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تشابہات۔ اندر اور اسکے رسول کے درمیان راز ہیں۔ سولے رسول کے کسی کام تہ نہیں کہ وہ ان اسرار کو سمجھ سکے بمقتل کلام سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے یہ آیتیں ایسی کتاب کی ہیں جو واضح اور روشن ہے۔ حق اور باطل کے فرق کو خوب واضح کرتی ہے ہم نے اس کتاب کو قرآن عربی بنا کر بھیجا ہے تاکہ اسے اہل عرب تم اس کے مطالب اور معانی کو خوب اچھی طرح سمجھ سکو اور تم پر رحمت تمام ہو جائے ہم آپ کے سامنے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں بذریعہ اس قرآن کے جو ہم نے آپ کے پاس بذریعہ وحی بھیجا ہے یعنی یہ قرآن جو ہم نے بذریعہ وحی سمجھ پر نازل کیا ہے اسکے ذریعے سمجھ کو بہترین قصہ سناتے ہیں۔ اور تحقیق آپ اس صورت کے نازل ہوئے سے پہلے بے خبروں میں سے تھے۔ آپ کو اس قصہ کی خبر نہ تھی اور اس قصہ کو احسن القصص یعنی بہترین قصہ اس لیے فرمایا کہ اس قصہ میں عبرتیں اور تحکیمات ہیں اور اس میں بادشاہوں سے غلام تک بڑاؤ اور عورتوں کے مکروہ فریب کا اور دشمنوں کے ایذا پر صبر کا اور قدرت کے قوت عفو اور جو در کرم کا بیان ہے اور حامد اور محسود کے انجام کا بیان ہے حمد کا انجام نقصان اور خذلان ہے اور صبر مفتاح الفرج ہے اور عفت و پاکدامنی موجب عزت و رفعت ہے سورہ ہود کے ختم پر صبر اور استقامت کا ذکر تھا اس قصہ کو ذکر کر کے تلاویا کہ صبر اور استقامت ایسا ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے غیابت العجب اور امراۃ العزیز کی تربیت اور جیلانہ کی مصیبت اور باپ کی مفارقت وغیرہ پر کس طرح صبر کیا۔

نیز یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلیل ہے کہ آپ وحی الہی سے صحیح صحیح واقعات بیان فرماتے ہیں جو آپ نے نہ دیکھے اور نہ کسی سے سنے اور نہ کہیں پڑھے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس قصہ کو احسن القصص اس لیے فرمایا کہ یہ قصہ جن آدمیوں کا ہے وہ سب آدمیوں میں احسن اور اتمل تھے اور بعض نے کہا ہے کہ احسن القصص کے معانی العجب القصص کے ہیں یعنی یہ قصہ بہت ہی عجیب ہے۔

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ

جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ کو اے باپ! میں نے دیکھے

أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي

گیارہ تارے اور سورج اور چاند، دیکھے میرے تین

سُجَّدِينَ ۝ قَالَ يُبْنَىٰ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ

سجدہ کرتے۔ کہا اے بیٹے! مست بیان کر خواب اپنا

عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ

اپنے بھائیوں پاس پھر وہ بنا دیں گے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہے

لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ

انسان کا صریح دشمن - اور اسی طرح نوازے گا تجھ کو تیرا رب

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ

اور سکھا دے گا کل بگھانی باتوں کی اور پورا کرے گا

نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا

اپنا انعام تجھ پر اور یعقوب کے گھر پر جیسا پورا کیا ہے

عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ

تیرے دو باپ دادوں پر پہلے سے ابراہیم اور اسحاق پر البتہ

رَبُّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ ۶

تیرا رب خبردار ہے حکمتوں والا -

## آغاز قصہ بریائے صالحہ و صادق

قَالَ تَعَالَىٰ إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ... إِلَى... إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

(ربط) اب یہاں سے احسن القصص کا بیان شروع ہوتا ہے جس کی ابتداء ایک رؤیائے صالحہ سے ہوئی

چنانچہ فرماتے ہیں یاد کرو اس وقت کو کہ جب یوسف نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اے

میرے پیارے باپ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے تحقیق میں نے خواب میں دیکھا گیارہ ستاروں کو اور

سورج اور چاند کو وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں گیارہ ستاروں سے یوسف علیہ السلام کے بھائی مراد ہیں اور سورج

اور چاند سے انکے باپ اور عالم مراد ہیں اور سجدہ سے یہ مراد ہے کہ سب ایک دن انکے آگے جھکیں گے

بالکل یہ خواب یوسف علیہ السلام کے رفعت شان اور علوم مرتبہ پر دال ہے۔ یعقوب علیہ السلام سنتے ہی

خواب کی تعبیر سمجھ گئے اور ڈر سے کر یوسف کے بھائی نہیں گئے تو درپے حسد ہو گئے اس لیے یعقوب علیہ السلام نے از راہ شفقت فرمایا اسے میرے چوٹے بیٹے تو اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا۔ کیونکہ وہ سنتے ہی اس کی تعبیر سمجھ جائیں گے کہ یہ خواب یوسف کی منزلت عالی کی اور بھائیوں کے حضور کی نشانی ہے پس یہ خواب سن کر تجھ سے حسد کریں گے اور تیری ایذا رسانی کے لیے کوئی حیلہ اور فریب کریں گے تحقیق شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ذرا موقع ملے تو رشک اور حسد کا دوسرا دلی میں ڈال دیتا ہے۔ اور طرح طرح کے کٹر فریب پر آمادہ کرتا ہے اور حسد کی آگ دل میں بھڑکاتا ہے اور جس طرح خدا نے تجھے خواب کے ذریعہ عزت اور رفعت اور برگزیدگی کی بشارت دی ہے اسی طرح تیرا پروردگار تجھ کو برگزیدہ بنائے گا یعنی عزتیں اور درجات عالیہ تجھ کو عطا کرے گا۔ جن میں تیری سعی اور کوشش کو دخل نہ ہو گا اور تجھ کو خوابوں کی تعبیر سکھائے گا تاکہ تو خوابوں کے ذریعے اشارات غیبیہ اور پیش آنے والے واقعات کو سمجھ سکے اور اس کے علاوہ اور نعمتیں دیکر بھی تم پر اور خاندان یعقوب پر اپنے انعام کو کامل کرے یعنی دنیا و آخرت کی ایسی بھلائیاں تم کو عطا کرے جو تام اور کامل ہوں اور ان میں کوئی نقصان نہ ہو۔ جیسا کہ اسکے قبل تمہارے دونوں باپ یعنی ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر انعام کامل کر چکے ہیں اس مقام پر یعقوب علیہ السلام نے ابراہیم اور اسحاق کا ذکر کیا اور تواضع اپنا ذکر نہیں کیا۔ البتہ تیرا پروردگار خوب دانا اور حکمت والا ہے یعنی جو جس لائق ہے وہی اسکو دینا ہے مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ آبار واجداد کی طرح تجھ کو اپنی نعمتوں سے نوازے اور جسے خدا نوازنا چاہتا ہے اسکا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

**فائدہ** | پہلی شریعتوں میں بطور تحییت و سلام سجدہ تنظیمی جائز تھا ہمارے شریعت میں حرام ہو گیا۔

## خواب کی حقیقت

روایہ کے معنی خواب کے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں۔  
 (۱) اول حدیث نفس (جسکا لغفل ترجمہ دل کی باتیں ہیں۔ انسان دن میں جس کام میں مشغول اور منہمک ہو رات کو بھی خواب میں اسکو وہی چیزیں نظر آتی ہیں جیسا کہ عاشق کو خواب میں طرح طرح سے اپنا مشوق ہی دکھائی دیتا ہے اور بچی کو خواب میں گوشت کے چھچھڑے نظر آتے ہیں جسے ایکشن کی دھن ہوتی ہے اسے خواب میں اسبلی ہال کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔  
 (۲) دوم اضغاث احلام (جسکا لغفل ترجمہ خواب پریشان ہے نفس اور شیطان کے القار سے جو چیزیں خواب میں دکھائی دیں وہ اضغاث احلام ہیں اور احلام بھی اسی قبیل سے ہے خواب کی یہ دو قسمیں نامر ہیں انکی کوئی تاویل اور تعبیر نہیں۔

(خواب کی تیسری قسم) روایہ صالحمہ ہے یعنی درست خواب کہ جو دواؤں شیطانی اور ہوا جس نفسانی سے پاک ہو ایسا ہی خواب حقیقتاً خواب ہوتا ہے اور محتاج تعبیر ہوتا ہے اور ایسے ہی خواب کو حیرت

میں رویائے صالحہ اور جزر نبوت بتلایا گیا ہے اس قسم کا خواب القار ربانی ہوتا ہے اور مؤید نبور الہی ہوتا ہے جو ہر تکلیف اور فزع اور دلیار اور دشمن اور داعیوں فرماتے ہیں کہ رویائے صالحہ ایک قسم کا روحانی مشاہدہ ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے اور اس کے حواس ظاہرہ معطل ہو جاتے ہیں تو اس حالت میں روح عالم غیب کی چیزوں کو دیکھتی ہے اور سنتی ہے روح کبھی اللہ کا کلام سنتی ہے اور کبھی فرشتوں کا کلام سنتی ہے اور اس عالم کی چیزوں کو دیکھتی ہے اور یہ روحانی مشاہدہ کبھی اصل حقیقت کا ہوتا ہے اور کبھی صورتِ مثالیہ کے ذریعے ہوتا ہے جس سے آئندہ واقعات کی طرف رنگِ تمثیل و تشبیہ اثارہ اور تنبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے یوسف علیہ السلام کو گیارہ ستارے سجود کرتے ہوئے دکھائے گئے برنگِ تمثیل آئندہ پیش آنے والے واقعہ سے آگاہ کر دیا گیا۔

اور چونکہ حضرات انبیاء کے نفوس قدسیہ نفس اور شیطان اور وہم اور خیال کی مداخلت سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں اس لیے ان کا خواب وحی قطعی اور معصوم عن الخطا ہوتا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کا خواب **يٰۤاِبْرٰهٖمُ اٰرٰی فِی الْمَنَامِ اَنْتَ اٰذْ بَاحَاکَ فَاَنْظُرْ مَا ذَا قَرٰی**۔ اور اویار چونکہ معصوم نہیں ہوتے اس لیے ان کا خواب وحی تو نہیں ہوتا لیکن وحی نبوت کا ایک عکس اور برتو ہوتا ہے جس درجہ کی ولایت ہوگی اسی درجہ کے مطابق رویا کا صلاح اور صدق ہوگا اور عوام المسلمین چونکہ کدورات نفسانیہ اور ظلمات باطنیہ میں مبتلا رہتے ہیں ان کا خواب کبھی صادق ہوتا ہے اور کبھی کاذب۔

خلاصہ کلام یہ کہ خواب کی تین قسمیں ہیں ایک حدیثِ نفسانی اور دوم حدیثِ شیطانی، سوم القائے ربانی اور رویائے حقانی اول کی دو قسمیں فاسد اور کامد ہیں تیسری قسم وحی ربانی ہے جسکو حدیث میں رویائے صالحہ اور رویائے صادقہ کہا گیا ہے۔ (دیکھو اشارات المرام عن عبادات الالہام ص ۱۵۸)

**تعبیر خواب** اور تعبیر خواب کبھی تو الہامِ بزدانی اور القار ربانی سے ہوتی ہے جیسا کہ **وَيُعَلِّمُکَ مِنْ تَاٰوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ** میں تعبیر سے وہ تعبیر مراد ہے جو تعلیم ربانی اور القار ربانی سے ہو ایسی تعبیر قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔

اور کبھی خواب کی تعبیر عقلِ سلیم اور خدا داد فہم و فراست سے ہوتی ہے اس میں کبھی خطا اور لغزش بھی ہو جاتی ہے۔

بعض فلاسفہ کہتے ہیں کہ رویا (خواب) محض ایک خیالِ باطل ہے جس کی کوئی حقیقت و واقعہ نہیں اس لیے کہ نوم اور اک کی ضد ہے حالتِ نوم میں اور اک عقلاً ناممکن اور محال ہے۔

حضرت متکلمین فرماتے ہیں کہ حق جل شانہ جس طرح بحالتِ بیداری دل میں علوم اور ادراکات کا القار فرماتے ہیں اسی طرح وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے بحالتِ خواب سونے والے کے دل میں علوم اور ادراکات کا القار فرماتے ہیں جو اس ظاہری اور اک اور احساس کی علتِ تامہ نہیں اصل علت حق جل شانہ کی قدرت اور اس کا ارادہ اور اسکی مشیت اور اسکی تخلیق ہے اور اسکی قدرت و مشیت کے اعتبار سے حالتِ نوم اور یقظہ سب





قَالُوا يَا بَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا

بولے اے باپ! کیا ہے کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو

لَهُ لَنَصْحُونَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَمِعْ وَيَلْعَبْ

اسکے خیر خواہ ہیں۔ بھیج اسکو ہمارے ساتھ کل کہ کچھ چرے اور کھیلے

وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۱۲﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنَّ تَذْهَبُوا

اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔ بولا مجھ کو غم پکڑتا ہے اس سے کہ لے جاؤ

بِهِ وَآخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الدِّيبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ

اس کو اور ڈرتا ہوں کہ کھا جاوے اسکو بھیڑیا، اور تم اس سے

غَفِلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا لَيْنُ أَكَلَهُ الدِّيبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

بے خبر۔ جو۔ بولے اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا اور ہم یہ جماعت ہیں تو

إِنَّا إِذَا تَخْسِرُونَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا

نو تو ہم نے سب کچھ گنوا۔ پھر جب لیکر چلے اسکو اور متفق ہوئے

أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ

کہ ڈالیں اس کو گہلام کنوئیں میں اور ہم نے اشارت کی اسکو

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۵﴾ وَجَاءُوْهُ

کہ تو بتا دے گا انکو انکا یہ کام اور وہ نہ جانیں گے۔ اور آئے

أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿۱۶﴾ قَالُوا يَا بَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا

اپنے باپ پاس اندھیرا پڑے، روتے۔ کہنے لگے اے باپ! ہم لگے دوڑنے

نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ

آگے نکلنے کو اور چھوڑا یوسف کو اپنے اسباب پاس پھر اسکو کھا گیا

الذَّيْبُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ۝۱۷

بیٹریا۔ اور تو باور نہ کرے گا ہمارا کہنا اگرچہ ہم سچے ہوں۔

وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ

اور لائے اس کے کرتے پر لہو لگا جھوٹ۔ بولا! کوئی نہیں ایسا نادی ہے

لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً ۚ فَصَبَّرْ جَبِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ

تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات۔ اب صبری بن آوے۔ اور اللہ ہی سے مدد مانگا

عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝۱۸ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا

ہوں اس بات پر جو بتاتے ہو۔ اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پہنارا

وَأَرَادَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَكْلَةً ۚ قَالَ يَبْشُرِي هَذَا غُلْمٌ

اس نے لٹکایا اپنا ڈول بولا کیا خوشی کی بات ہے ایسے ایک لڑکا

وَأَسْرُوهُ بَضَاعَةً ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝۱۹

اور چھپا لیا اس کو بوجی سمجھ کر۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور

شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۖ وَكَانُوا فِيهِ

بیچ آئے اس کو ناقص مول کو گنتی کی کئی پاؤ لیاں اور ہو رہے تھے

مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝۲۰

اس سے بیزار۔

## معاملہ برادران یوسف علیہ السلام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۚ

بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں نشانیاں اور عبرتیں اور نصیحتیں ہیں ان لوگوں کے لیے جو

اس قصہ کو دریافت کرتے ہیں کیونکہ یہ عجیب تھا۔ اس لائق سے کہ اس کی خبر دریافت کی جائے کہ حق تعالیٰ نے پروف علیہ السلام کو بے کسی اور بے بسی سے نکال کر مقام سلطنت شک کس طرح پہنچایا۔ یہ اس کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ جو پوچھتے ہیں ان کے لیے اس نکتہ میں بہت سی خبریں اور نصیحتیں ہیں اور جو نہیں پوچھتے ان کے لیے بھی بہت سی نشانیاں ہیں۔

جبکہ یوسف کے علاقائی بھائی آپس میں یہ کہنے لگے کہ البتہ یوسف اور اسکا حقیقی بھائی بنیامین ہمارے باپ کو بر نسبت ہمارے زیادہ محبوب ہے حالانکہ وہ دونوں کم عمر ہیں کار خدمت پذیری بخوبی انجام نہیں دے سکتے اور ہم ایک قوی جماعت ہیں ہر طرح کا آرام ہم سے متصور ہے لہذا ہم زیادہ عزیز اور محبوب ہونے چاہئیں بے شک ہمارا باپ صریح غلطی میں ہے اپنے نفع نقصان کا انکوشیح اندازہ نہیں یعنی ہماری محبت کے بارہ میں باپ کو شک ہوئی کہ ہمارے مقابلہ میں یوسف کو ترجیح دی اگر دلیل سے دیکھا جائے تو ہم سب فرزند ہونے میں یکساں ہیں اس لیے محبت میں برابری ہونی چاہیئے تھی لیکن ہم کو ان دونوں پر اس لیے ترجیح ہے کہ ہم ایک قوی اور زبردست جماعت ہیں باپ کو ہر طرح سے آرام اور راست پہنچا سکتے ہیں اور جو تکلیف پیش آئے اسکو دور کر سکتے ہیں اور ہر کام کے لیے کافی ہیں اور ان دونوں بھائیوں سے نوعمری کی وجہ سے یہ بات ممکن نہیں لہذا قاعدہ کے مطابق محبت ہم سے زیادہ ہونی چاہیئے پھر اگر ذرا نہ ہو تو توخیر برابر ہوتی اس بارہ میں ہمارے باپ صریح غلطی میں ہیں۔

**فائدہ** یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت کرنا معاذ اللہ محض حسن ظاہر ہی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت اور جمالِ نبوت و صدیقیت اور فروغ و فراست اور نورِ عفت بھی اسکے ساتھ شامل تھا۔ اور ان محاسن و شمائل اور کمالات و فضائل میں کوئی بھائی وغیرہ شریک نہ تھا۔ یوسف علیہ السلام ان فضائل و شمائل میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں اور یعقوب علیہ السلام نورِ نبوت اور چشمِ بصیرت سے ان باطنی محاسن کو بھی دیکھتے تھے اس لیے وہ انکی نظر میں زیادہ محبوب تھے۔

نیز یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال بشری حسن و جمال کے جنس سے نہ تھا اس لیے زمان بصر کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکلا تھا کہ اَبْسَرُ الرَّائِثِ هَذَا الْاَمَلُکَ کے یہ لفظ بلکہ یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال اہل جنس کے کُن و جمال کی جنس سے تھا اور مرد و زنان کے جن و جمال کی جنس سے تھا خاص کر یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال انہوی جن و جمال کا نمونہ تھا اور از قسم جمال انہوی تھا اس لیے یعقوب علیہ السلام کی طرف زیادہ مائل تھے۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام کا باطنی حسن و جمال یعنی علم و حکمت اور ان کی بے مثال عصمت و عفت اور نور نبوت و صدیقیت یہ باطنی محاسن یعقوب علیہ السلام کے پیش نظر تھے اور دوسرے بھائی اُنکی طرح انکے محاسن سے متعجب نہ تھے اور جن سیرت اور حسن صلوٰۃ و دونوں سے آراستہ تھے نیز یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال ملائکہ کے حسن و جمال کا ایک نمونہ تھا اس لیے وہ باپ کی نظر میں زیادہ محبوب تھے۔ علاوہ انہیں رشد و نجابت کے جو آثار یوسف اور بنیامین میں نمایاں تھے وہ دوسرے بھائیوں میں نمایاں نہ تھے اور خاص کر یوسف علیہ السلام میں نبوت اور صدیقیت کے آثار نمایاں تھے اس اعتبار سے وہ جنس

انبیاء و صدیقین سے پہلے حسب تاعدہ الجنس میل الی الجنس یعقوب علیہ السلام انکی طرف زیادہ مائل تھے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ یہ خدا کا برگزیدہ اور پیغمبر ہونے والا ہے پس نبوت و رسالت کے ساتھ علاقہ بڑھتا یعنی فرزندیت بھی مل جائے تو دلی محبت اور تعلق میں اضافہ ہو جاتا ہے اور خدا کے برگزیدہ اور محبوب منہ سے محبت رکھنا یہ عبادت ہے اور محبوب خدا کی محبت دراصل خدا کی محبت ہے اور پھر یہ کہ یوسف اور بنیامین اگرچہ باطنی فضائل و شمائل کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام کی نظر میں زیادہ محبوب تھے مگر عملی طور پر حقوق فرزندیت کے اعتبار سے معاملہ سب کے ساتھ یکساں تھا اور پورے پورے عدل اور انصاف کے ساتھ تھا قرآن سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ یعقوب نے یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو دوسرے بھائیوں پر حقوق واجبہ میں یا کسی ایسے امر میں ترجیح دی ہو جو انکے اختیار میں ہو اور محبت جس کی حقیقت میلان طبعی ہے وہ امر اختیاری نہیں اس میں عمل اور مساوات ناممکن ہے اگر کوئی باپ اپنے کسی عالم اور متقی بیٹے کو بہ نسبت غیر عالم بیٹے کے زیادہ محبوب رکھے تو اس سے یہ کہنا کہ آپ اس سے زیادتی محبت میں غلطی اور خطا پر ہیں۔ یہی صریح غلطی اور ضلال میں ہے خوب سمجھ لو اور اولاد میں اور بیٹیوں میں طبعی میلان اور محبت کے اعتبار سے مساوات عادتاً ناممکن نظر آتی ہے۔ الغرض جب بھائیوں نے یہ دیکھا کہ باپ کی نظر عنایت یوسف کی طرف زیادہ ہے تو بولے۔ **إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ**۔ کہ واقعی ہمارا باپ اس بارہ میں صریح گمراہی میں مبتلا ہے اس لفظ سے انکی دین خداوندی میں گمراہی مراد نہ تھی۔ بلکہ دین محبت اور انہیں حقیقت میں گمراہی مراد تھی کہ جب ہم اخوت میں برابر ہیں تو محبت میں بھی برابر ہونے چاہئیں اور ضلال کے معنی لغت میں غلطی اور خطا کے ہیں اور مطلب یہ تھا کہ ہمارے باپ نظر محبت و شفقت کے خرچ کرنے میں غلطی پر ہیں۔ مساوات کیوں نہیں برتتے اس گھٹکے سے بھائیوں کا مقصود یہ نہ تھا کہ باپ کی غلطی ثابت کریں بلکہ مقصود یہ تھا کہ اس شخص کا وجود تمہارے لیے محبت پداری میں مزاحم ہے اگر یہ باپ کی نظروں سے دور ہو جائے تو یہ ہمارا معاملہ درست ہو سکتا ہے اور اسی درمیان میں انکو یوسف علیہ السلام کے خواب کی بھی خبر ہو گئی اس لیے مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیے کہ باپ کے سامنے نہ رہے خواہ قتل کر کے، خواہ اس طرح کر۔ اس کو کسی دور دراز کونٹین میں پھینک دیا جائے اور اس بارہ میں باہم مشورہ ہوا اور رائے ٹھہری کہ یوسف کو مار ڈالو کہ محبت اور شکایت کا عمل ہی ختم ہو جائے یا اس کو کسی ایسی دور دراز غیر معلوم زمین میں لے جا کر پھینک دو کہ یوسف وہاں سے واپس نہ آ سکے اور باپ وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔ دونوں صورتوں میں باپ سے جدا ہو جائیں گے۔ تو پھر تمہارے ہی لیے خالی ہو جائے گا۔ تمہارے باپ کا چہرہ اور تم باپ کے منظور نظر بن جاؤ گے۔ کیونکہ اس وقت باپ کو تم ہی تم نظر آؤ گے اور اس کے بعد تم کو یہ کر کے اللہ کے نزدیک نیک بختوں میں ہو جاؤ گے۔

ۛ امر و نہ گنہ کنید و فردا توبہ

یا یہ معنی ہیں کہ یوسف کے بعد تمہارے سب کام درست ہو جائیں گے اس معنی کو صلاح سے نفوی صلاح اور نیک بختی مراد نہ ہوگی بلکہ دینی امور کی صلاح اور درستی اور فارغ البالی مراد ہوگی۔ بھائیوں نے

صرف یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا۔ بنیامین کے معاملہ کو کچھ اہمیت نہ دی نظاً یہ وجہ ہوگی کہ وہ بنیامین کی محبت کو یوسف علیہ السلام کی محبت کا تتمہ سمجھتے ہوئے بھائیوں کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مقصد باپ کو تکلیف پہنچانا نہ تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ باپ کی توجہ اور نظر عنایت کو اپنی طرف پھیر لیں۔ یہ خیال ان پر اس قدر غالب آیا کہ ان کو حدیث پر آمادہ کیا اور ان سے یہ کام کروایا۔ مگر آخر میں نام نہ ہوئے اور خدا نے لعنہ اور یعقوب علیہ السلام نے انکی خطا معاف کی اصل مقصود یہ تھا کہ باپ کی توجہ خاص انکی طرف ہو جائے۔ بخل و ککھ و جھڈ ایک ککھ اور یہ مقصود یہ حد ذاتہ محمود تھا مگر اسے حصول کیلئے جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ غلط تھا ان میں سے ایک ککھنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل تو نہ کرو، لے گا کہ قتل بہت بڑا گناہ ہے مطلب یہ تھا کہ حد اور عداوت کو اتنی ترقی نہ دو کہ قتل کر کے جان لے لو یہ ککھنے والا بڑا بھائی روبہ تھا یا بود تھا اور بجائے قتل کے یہ صورت کر لو کہ اسکو کسی گہرے اور تاریک اور اندھے کنوئیں میں لے جا کر پھینک دو تاکہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے کہ کہاں گئے اس لیے بہتر یہ ہے کہ بجائے قتل کے اسکو کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو تاکہ وہاں سے کوئی راہ چلتا مسافر جو وہاں پہنچے اسکو اٹھالے جاوے اور اس کو کسی اور زمین پر لے جاوے اور تم اس سے چھوٹ جاؤ اور جو تمہاری غرض ہے کہ باپ سے دور ہو جائے اور وہ بلا قتل کے حاصل ہو جائے اگر تم کرنے ہی والے ہو۔ یعنی اگر تم کو یہ کام کرنا ہی ہے تو میری رائے یہ ہے کہ بجائے قتل کے انکو عنایت الحبب میں ڈال دو اور اس طرح سے بھی تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ ثقیات الحبب اس کنوئیں کو کہتے ہیں کہ جو چیز اس میں گرے وہ نظروں سے ایسی غائب اور پوشیدہ ہو جائے کہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے کہ وہ کہاں گئی۔ مشورہ میں سب کا اسی پر اتفاق رائے ہو گیا اور مشورہ کے بعد باپ سے جدا کرنے کی یہ تدبیر سوچی کہ سب مل کر باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ اے ہمارے باپ آپ کو کیا ہوا کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور کبھی انکو ہمارے ساتھ نہیں بھیجتے آخر ہم ان کے بھائی ہیں اور تحقیق ہم انکے خیر خواہ اور بھلائی چاہنے والے ہیں۔ نہ کہ دشمن اور اس پر بہر بان ہیں۔ لہذا آپ بلا تاویل کل کے روز اسکو ہمارے ساتھ جنگل کی طرف بھیج دیجئے کہ آسودہ ہو کر جنگل کے میوے کھائے اور کھیلے کہودے اور تیر چلائے اور اوٹ دوڑائے اور اس قسم کے کھیل شتر غا جانر ہیں۔ یوسف بھی خوش ہو جائیں گے اور بے شک ہم ہر حال میں یوسف کے خوب محافظ اور نگہبان رہیں گے۔ یعنی آپ کسی طرح اندیشہ نہ فرمائیں ہم یوسف کو کھلا کود کر خوش و غم آپ کے پاس واپس لے آئیں گے اور شاید اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کو بھی سیر و تفریح کی ترغیب دیکر ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا ہو گا اس کے بعد باپ سے اجازت چاہی اور یوسف کو ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ یعقوب علیہ السلام نے جواب میں یہ کہا کہ تحقیق غم میں ڈالتی ہے مجھ کو یہ بات کہ تم یوسف کو اپنے ساتھ لے جاؤ تمہارے ساتھ چلنے پر قلب مطمئن نہیں انبیاء کا قلب مبارک چونکہ سلیم ہوتا ہے۔ اس لیے سنتے ہی انکو بات میں سے صدق اور کذب کی بو آئے لگتی ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے جب بیٹوں کی یہ پرفرب و خواست سنی تو سنتے ہی اس میں سے مکر اور فریب

اور حسد کی پوچھوس فرمائی جیسا کہ حدیث میں الصدق طمانینۃ والکذب دیمۃ اور حسد و منافست کے آثار پہلے ہی سے نمایاں تھے اس لیے یعقوب علیہ السلام ان کے ساتھ بھیجنے سے خائف تھے اور بعد میں جب ایک بات بنائی تو یعقوب علیہ السلام کا دل مطمئن نہ ہوا تو فرمایا کہ مجھے اسکی جدائی دم بھر بھی ناگوار ہے اور اسکے دیکھے بغیر صبر کرنا میرے لیے بہت دشوار ہے اور اگر بالفرض تم پر اطمینان بھی کروں تو میں ڈرتا ہوں کہ اسکو بھڑپا لکھا جائے اور تم اس سے غافل رہو تم کھیل تماخضہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس کی حفاظت سے غافل ہو جاؤ۔

ازال ترسم کرد غافل نشیند \* ز غفلت صورت حالش نہ بیند

درب دیرینہ دشت محنت انیکر \* کہن گر گے برودنواں کند نیز

بیان کیا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بھڑپے نے یوسف علیہ السلام پر حملہ کیا۔ (تفسیر قرطبی ص ۳۴، ج ۹)

اس لیے یعقوب علیہ السلام کو خوف ہوا اور اس علاقے میں بھڑپے بھی کثرت سے تھے اس خیال سے انہوں نے یہ بات فرمائی بیٹوں نے اسی بات کو بہانہ پکڑ لیا اور اسی کو واقعہ بنا کر پیش کر دیا۔ پہلی بات کا تو کوئی جواب نہ تھا اس سے تواضعان بن گئے بلکہ اسی دوسری بات کا جواب دیا۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے دوسری بات کے جواب میں بولے ضدی قسم اگر اس کو ایسی حالت میں بھڑپا لکھا جائے کہ ہم جیسی قوی جماعت وہاں موجود ہو جو شیروں سے مقابلہ کر سکتی ہے تو ایسی صورت میں ہم یقیناً زبیاں کا ر اور نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ کہ اپنے بھائی سے بھی بھڑپے کو دفع نہ کر سکے۔ انفقہ جب یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کا مبالغہ اور اصرار سنا اور کسی درجہ میں یوسف علیہ السلام کا دل بھی جانے کی طرف مائل پایا تو اپنے دل کو مضبوط کر کے اور تفصیل الہی پر راضی ہو کر جانے کی اجازت دے دی اور محافظت کی تاکید الہی کی، پھر جب انکو بیکر چلے تو راستہ ہی میں ان کے ساتھ بدسلوکی شروع کر دی جو لائق بیان نہیں اور اس بات پر سب متفق ہو گئے کہ اس کو اندھے کوئیں میں ڈال دیں۔ چنانچہ وہی میں بانہہ کر کوئیں میں لٹکایا اور جب درمیان میں پہنچے تو رسی کاٹ دی جا کر پانی پر گرے کوئیں میں ایک پتھر تھا اس پر کھڑے ہو گئے۔ (۱ زاد المرید ص ۱۹ جلد ۴)

اور اس وقت ہم نے انکی تسلی کے لیے ان کے پاس وحی بھی کر تم گھبراؤ نہیں غمغریب اس کوئیں سے نکلو گے اور خدا تعالیٰ تمکو بلند رتبہ عطا کرے گا اور ایک دن وہ ہوگا کہ تم ان لوگوں کو یہ بات بتلاؤ گے اور وہ سمجھتے نہ ہونگے کہ تو یوسف ہے مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات آئی کہ تم کسی ہلاکت وغیرہ کا خوف نہ کرو ہم تمہیں کسی ایسے رتبہ پر پہنچائیں گے کہ یہ لوگ تیرے سامنے شرمسار کھڑے ہوئیں اور تو ان کو اس فعل سے آگاہ کرے گا اور یہ تیرے بلند رتبہ کی وجہ سے یہ گمان بھی نہ کریں گے کہ تو یوسف ہے بلکہ انکو یہ خیال ہوگا کہ یوسف تو کہیں ملاک ہو چکا ہے اس وحی نے یوسف علیہ السلام کی شکل کو آسان کر دیا۔ ظاہر اسباب میں کہ شفقت پدیری منتقل ہوئی تو رحمت غیبیہ دستگیر بنی اور اس تاہید غیبی نے پائے استقامت کو اور محکم اور مضبوط کر دیا۔ غرض یہ کہ یہ قہر تو یوسف علیہ السلام کا ہوا اور ادھر وہ لوگ عشار کے وقت اپنے باپ کے پاس آئے

ہوئے آئے۔ باپ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بولے اے ہمارے باپ ہم دوڑیں آگے نکلنا چاہتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ دوڑیں لگے ہوئے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے پس انفاقاً بیٹریا اگر اس کو کھا گیا اور آپ تو ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ آپکو ہماری طرف سے پہنچے ہوئے شہ تھا اور آپ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شاید تم غافل ہو جاؤ اور اس کو بیٹریا کھا جائے اور اتفاق سے ایسا ہی ہو گیا اور اسکی دلیل ہمارے پاس یوسف کا پیرا بن ہے اور اس کے کہنے پر بھوٹا لہو بھی لگا لسنے لگے۔ ایک بکری کو ذبح کر کے یوسف کے کرتہ کو اس سے تر کیا کہ یہ یوسف کا کرتہ ہے جو ہم نے چھڑا ایلہ ہے اور اس قمیض کو اپنے قول کی سند میں پیش کیا۔ یعقوب علیہ السلام نے اس کرتہ کو دیکھا فرمایا وہ بیٹریا بڑا ہی حکیم اور دانا تھا کہ یوسف کو تو کھا گیا اور پیرا بن سے کوئی تعرض نہ کیا پھر ازراہ غصہ فرمایا اے بیٹریا یوسف کو بیٹریا نے ہرگز نہیں کھا یا بلکہ تمہارے نفوس نے یوسف کی ہلاکت کی ایک بات بنا کر تمہارے لیے آراستہ کر دی ہے۔ فوراً موت سے بچان لیا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور انکی بنائی ہوئی ایک بات ہے اور یوسف فی الحقیقت ابھی زندہ ہے پس اب میرا کام صبر جمیل ہے عمرہ صبر وہ ہے کہ جس میں نہ جزع ہو نہ فزع ہو اور نہ شکوہ و شکایت ہو اور نہ ارادہ انتقام کا ہو اور تم یوسف کی ہلاکت کی داستان بیان کرتے ہو اس کے صبر پر اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس لیے کہ بغیر اللہ کی مدد کے صبر ناممکن ہے کما قال تعالیٰ فَاَصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ - یعقوب علیہ السلام کو بیٹوں کی بات کا یقین تو نہ آیا مگر یوسف کی جدائی کا صدمہ بے حد ہوا۔ بیٹے اور بھائی اور عزیزوں کی جدائی کا صدمہ ایک امر طبعی ہے اور اولاد تو انسان کا ایک جزو ہے اور جب فرزندوں اور حسن صورت اور حسن سیرت سے آراستہ ہو اور خدا کا برگزیدہ اور پسندیدہ ہو تو اس کی جدائی کے رنج و الم کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے حضرت یعقوب میں یہ سادی باتیں جمع تھیں پھر طرفہ یہ عجیب طرح سے مصیبت آئی بیٹا اگر بیماری میں مبتلا ہو کر مر جائے تو صبر آ جاتا ہے کیونکہ موت سے دل مایوس ہو جاتا ہے مگر یہاں بجائے موت کے گم ہونے کا واقعہ پیش آیا کہ نہ تو ہلاکت کا یقین ہے کہ مایوس ہو جائیں اور نہ زندگی اور سلامتی کے کوئی آثار معلوم ہوتے ہیں جس سے پھر ملنے کی امید اور آرزو رکھیں۔ عجیب کشمکش میں مبتلا تھے کہ نہ مایوس ہو سکتے تھے اور نہ امید اور آرزو کی کوئی صورت نظر آتی تھی معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مدد لیجی وہی بتلا دیا گیا کہ یہ ایک امتحان ہے جس میں تم مبتلا کیے جا رہے ہو یہ پورا ہو کر رہے گا اور ایک مدت کے بعد تمکو اس مصیبت سے نجات ملے گی اور سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملا تم کو نصیب ہو گا۔ فی الحال کسی جستجو یا تلاش یا تدبیر سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ تلاش سے یوسف تو ملیں گے نہیں اور بیٹے رسوا ہو جائیں گے۔ لہذا صبر جمیل سے کام لیجئے کیونکہ قضاء و قدر پر صبر ضروری ہے۔ (دیکھو تفسیر کبر ص ۱۱۷ ج ۵ و صفحہ ۱۱۵ جلد ۵)

یہ کہ یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ میں جانب الذا ایک ابتلا ہے ظالم کے ظلم خلاصہ کلام پر اور ماکر کے مکر پر تو صبر ضروری نہیں مگر قضاء و قدر پر صبر ضروری ہے قضاء و قدر کے مقابلہ میں تدبیر کا رگر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس وقت صبر جمیل ہی بہتر ہے اور صبر جمیل کے یہ معنی ہیں کہ

جب کوئی مصیبت نازل ہو تو بندوں سے شکایت نہ کرے کہ یہ مصیبت مجھ پر کہاں سے آگئی اس لیے یعقوب علیہ السلام روپیٹ کر بیٹھ گئے اور نہ یوسف علیہ السلام کی جستجو میں پڑے اور نہ بیٹوں سے انتقام کا ارادہ فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس باب اور بیٹے کے قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ دیکھ لو صبر جمیل ایسا ہوتا ہے اور عفت و پاکدامنی ایسی ہوتی ہے اور یوسف علیہ السلام کا نقصہ یہ ہوا کہ اتفاق سے ادھر ایک قافلہ آنکا یہ قافلہ دین سے مصر کو جارہا تھا۔ پس قافلہ والوں نے اپنا ایک آدمی پانی لینے کے لیے اس کوئیں کی طرف بھیجا پس اس پانی لینے والے آدمی نے اپنا ڈول کوئیں کے اندر لٹکایا، اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ یوسف تم اس ڈول میں بیٹھ جاؤ۔ یوسف علیہ السلام اس ڈول میں بیٹھ گئے جب ڈول باہر آیا تو ڈول کھینچنے والا ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور بولا اے بشارت تو حاضر ہو جا یہ تیرے حاضر ہونے کا وقت ہے۔ اے قافلہ والا بڑی خوش خبری یہ ہے کہ ایک عجیب و غریب لڑکا ہے جس کا حسن و جمال بے مثال ہے۔

جو اُن ماہِ جہاں آرد برآمد      ز جانش با نگ یا بشری برآمد

بشارت کو چنینِ تاریک چلے      برآمد بس جہاں افروز ملے

اور قافلہ والوں نے اس کو سرمایہ تجارت بنا کر پوشیدہ رکھا کہ کوئی اس غلام کا دیوار نہ نکل آئے مصر جا رہے ہیں وہاں جا کر کسی بڑے دولت مند کے ہاتھ فروخت کریں گے اور خوب نفع کمائیں گے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ قافلہ والے اس کو بیچ کر نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں سے کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انکو خزانہ مصر کا مالک بنا دے۔ چنانچہ بھائیوں کو خبر لگی کہ قافلہ والے نکال لے گئے تو وہاں پہنچے اور قافلہ والوں سے یہ ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام ہے گھر سے بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھگنے کی عادت ہے اس لیے ہم اب اسکو رکھنا نہیں چاہتے تم اگر خریدنا چاہو تو ہم تم کو سستے داموں میں دیدیں گے اس طرح خرید و فروخت کا معاملہ طے پا گیا اور اس سے ان کو معمولی قیمت پر یعنی چند گنتی کے درہم فروخت کر دیا کہ وہیں میں درہم ہیں انکو کچھ ڈالا اور دو درہم آپس میں بانٹ لیے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ بھائی اُنکے بارے میں بے رغبت تھے انکا مقصود فروخت کرنا تھا بلکہ یہاں سے لانا ان کا مقصود تھا کہ یوسف کسی طرح یہاں سے دوسرے ملک چلے جائیں درہم محدودہ پر قناعت کی۔ بھائیوں کو جب یوسف علیہ السلام کے کوئیں سے نکل آنے کی خبر ہوئی تو غلبہ حسد کی وجہ سے یہ جاکر یوسف کو ایسی مصیبت اور بلا میں مبتلا کروا کہ آئندہ چل کر کسی عزت و رفعت کے مقام پر پہنچنے کا امکان ہی ختم ہو جائے۔ اس لیے اس قسم کے مکر و فریب میں لگے ہوئے تھے مگر خداوند ذوالجلال کے یہاں انکی رفعت اور سر بلندی مقدور ہوئی تھی اس لیے انکی تقدیر کے مقابل میں کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔



وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لَا مِرَاتٍ بَآكِرْمِي

اور کہا جس شخص نے خرید کیا اس کو مصر سے اپنی عورت کو، آبرو سے لکھ اسکو



مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۖ

شاید ہمارے کام آوے یا ہم کر لیں اسکو بیٹا

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ

اور اس طرح جنگ دی ہم نے یوسف کو اس ملک میں اور اس واسطے

مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۖ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ

کر اسکو سکھادیں کچھ کل نبھانی باتوں کی اور اللہ جیت رہتا ہے اپنا

أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ وَلَمَّا

کام اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے - اور جب

بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۖ وَكَذَلِكَ نَجْزِي

پہنچا قوت کو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۲﴾ وَرَأَوْدَتُهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ

ہم نیکی والوں کو - اور پھسلا یا اسکو عورت نے جسکے گھر میں تھا

نَفْسِهِ وَغَلَقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۖ قَالَ

اپنا جی تھامنے سے اور بند کیے دروازے اور بولی شتابی کر - کہا

مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ

خدا کی پناہ ! وہ (عزیز) مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو البتہ بھلا نہیں پاتے

الظَّالِمُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ

جو لوگ بے انصاف ہیں - اور البتہ عورت نے فکر کی اسکی اور اس نے فکر کی عورت کی - اگر نہ ہوتا

رَأَىٰ بَرَّهَانَ رَبِّهِ ۖ كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَ

یہ کہ دیکھی قدرت اپنے رب کی، یوں ہی ہوا اس واسطے کہ ہٹا دیں اس سے برائی اور

الْفَحْشَاءُ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْأَخْلَاصِينَ ﴿۲۳﴾ وَاسْتَبَقَا

بے حیائی۔ البتہ وہ بے ہمتی سے چلے گئے۔ بندوں میں۔ اور دونوں دوڑے

الْبَابِ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا

دروازے کو اور عورت نے جیر ڈالا اسکا کرتہ پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے

لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا

خانہ سے دروازے پاس، بولی اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں بُرائی

إِلَّا أَنْ يَسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي

مگر یہی کہ قید پڑے یا دکھ کی مار۔ یوسف بولا اسی نے خواہش کی

عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ

مجھ سے کہ نہ تماموں اپنا جی، اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے

قَمِيصُهُ قَدْ مِّنْ قَبْلِ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنْ

اسکا کرتہ پہلا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ ہے

الْكَاذِبِينَ ﴿۲۶﴾ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قَدْ مِّنْ دُبُرٍ

جھوٹا۔ اور اگر ہے اس کا کرتہ پھٹا پیچھے سے تو

فَكَذَّبْتَ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ

یہ جھوٹی اور وہ سچا ہے۔ پھر جب دیکھا اعتراف کرتے ہوئے

قَدْ مِّنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ

اسکا پھٹا پیچھے سے کہا بے شک یہ ایک فریب ہے عورتوں کا۔ البتہ تمہارا فریب

عَظِيمٌ ﴿۲۸﴾ يَوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا وَاسْتَغْفِرِي

بڑا ہے۔ یوسف اجانے دے یہ مذکور۔ اور عورت! تو بخشو اپنا

## يَذِّنْكَ عَلَيْهِمْ اِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٩﴾

گناہ - یقین ہے کہ تو ہی گناہ گار تھی -

### ذکر الطاف و عنایات خداوندی

یوسف صدیق علیہ السلام و قصہ او بازان عزیز مصر

قال الله تعالى وَ قَالَ الَّذِي اشْتَرَاكَ مِنَ الْغُلَامَيْنِ اِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخَاطِئِينَ (۱) (ربط) آنا سورہ میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ انا وہ خداوندی یہ ہے کہ یوسف کو اپنا برگزیدہ بندہ بنائے اور علم تعبیر ان کو کھلے اور ان کے آباء اجداد کی طرح ان پر اپنی نعمتیں پوری کرے بعد ازاں بھائیوں کا ماجرا ذکر کیا کہ بھائی کو لے جا کر کنوئیں میں ڈالا اور غلام بنا کر گنتی کے دراہم میں فروخت کر دیا۔ اب ان آیات میں حق جل شانہ اپنے الطاف و عنایات کا ذکر کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی رحمت سے یوسف کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ زندان چاہے سے نکال کر قصر شاہی میں پہنچا یا تاکہ شہزادوں کی طرح ناز و نعم میں ملیں۔ اَوْ تَخْذَلْهُ وَلَدًا اور وزیر اعظم کے گھر میں رہ کر سلطنت کے رموز اور اشاروں کو سمجھیں۔

(۱) اس دوران میں ایک ابتلا پیش آیا کہ عزیز مصر کی بیوی نے ان کے دامن عصمت کو داغدار کرنا چاہا مگر یوسف علیہ السلام اس کی فتنہ رائل نہ ہوئے اور عفت و نراہمت میں نونہر ملائکہ ثابت ہوئے۔ هَا هَذَا الْبَشْرُ اِنْ هَذَا اِلَّا مَثَلٌ مِّثْلَ كَيْفِهِ۔

(۲) اس کے بعد جیل خانہ کا ابتلا پیش آیا جس میں پہنچ کر وَلَنَعْلَمَنَّ مِنْ تَاوِيلِ الْاَحَادِيثِ۔ کا جملہ نمودار ہوا۔

(۳) پھر چلخانہ سے رہائی کے بعد عزیز مصر نے اس وقت انبیاء اور صدیقین کا سازہ بد - ظاہر ہوا کہ مصر کے خزان یوسف صدیق کے ہاتھ میں ہیں اور زندگی فقیرانہ اور درویشانہ تھی۔

(۴) پھر سلطنت پر قحط سالی کا دور آیا جس کا انتظام پہلے ہی سے دویا کے ذریعے بتل دیا گیا۔

(۵) پھر آخر درہم بھائی جنہوں نے کنوئیں میں ڈالا تھا اور غلام بنا کر درہم معدودہ میں فروخت کیا تھا یوسف کی خدمت میں غلام لینے کے لیے آئے تو ایک نے دوسرے کو بیان لیا اور یوسف علیہ السلام نے اس وقت بھائیوں کی گشتہ بیوٹیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ مدارات اور احسان اور تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا یہ بھی عظیم امتلا رکھتا تھا۔ ممکن تھا کہ طبیعت بشریہ اگر انتقام پر آمادہ نہ ہوتی تو شکوہ شکایت سے تو گریز نہ کرتی مگر بغیر بارہ اور صدیقانہ علم اور کرم نے اس وقت زبان سے لَا تَنْتَهِبْ عَلَيْنَا اَلْيَوْمَ اَلْيَوْمَ يَعْزُّبُ اللهُ عَنْكُم وَ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ نہکھوایا۔ اب اس تمہید کے بعد آیات کی تفسیر پڑھئے۔ اور قافلہ دلیسے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں سے خرید کر مصر لے گئے اور فروخت کر دیا اور اس کو کھرا دیا اس نے بے حال و جان کو دیکھ کر دلیس حیران رہ گئی۔ ہ۔ آکر ستر اٹھ بھانزار ہر اسد ہ فریاد و فغان از درددل وار برآمد

خریدار قیمت بڑھانے لگے قوت باجنا رسید کہ یوسف کے برابر قول کہ سونا اور چاندی اور شگت دیا دینے پر تیار ہوئے عزیز  
مصر نے جیش بہا قیمت دیکھ کر خرید لیا یہ عزیز مصر کے تمام خزانوں کا مالک تھا اور بادشاہ مصر کا بہت مقرب تھا اس کا نام ظفیر  
تھا اور اس کی بی بی کا نام زلیخا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام راہیل تھا خرید کر یوسف علیہ السلام کو گھر لے گیا اور اہل ہوس سے جس  
شخص نے انکو خریدا یعنی عزیز مصر نے۔ اس سے انکو اپنے ساتھ لاکر اپنی بیوی کے سپرد کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اسکا ٹھکانا اچھا  
کرنا۔ یعنی عزت و حرمت کیساتھ رکھنا غلام کی طرح اس کو نہ رکھنا شاید یہ ہم کو نفع پہنچا دے یا ہم اسکو اپنا بیٹا بنالیں یہ لڑکا بڑا سو بہادر  
مسلم ہوتا ہے جب اولاد نہیں تو اس کو بیٹا بنالیں گے عزیز مصر لا دلہ تھا اس سے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم یوسف کو اپنا بیٹا بنالیں گے  
اس لیے کہ ہم فرست کے آثار یوسف علیہ السلام کے چہرے سے نمایاں تھے۔ نفع پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اسو سطفت میں ہمارا معین ہوگا  
بنے عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں سب سے زیادہ صاحب فرست تین شخص گزرے ہیں اول عزیز مصر جس نے یوسف  
کو دیکھتے ہی تار تار اور انکو ہم فرست کا اندازہ لگالیا اور اپنی بیوی سے کہا اگر فی حقہ منشی انی یتفعنا او ذنننا و ذلنا۔  
دوم حضرت شعیب کی صاحبزادی جس نے موسیٰ کی قوت و امانت کو دیکھ کر اپنے باپ کو یہ شہرہ دیا یا بت استأجرنا و ان حاکمنا  
من استأجرنا انفعونی الامین۔ اسے باپ انکو ذکر رکھ بیٹھے، بہترین شخص جس کو رکھا جائے وہ وہ ہے کہ جو صاحب  
قوت اور صاحب امانت ہو۔ سوم حضرت ابو بکر صدیقؓ جنھوں نے حضرت عمرؓ کی فہم فرست کا اندازہ لگالیا اور اپنے بعد انکو  
اپنا جانشین بنایا۔ اور اسی طرح ہم نے رفعتہ رفعتہ یوسف کو زمین مصر میں جایا اور اس ملک میں ان کے قدم چلتے یعنی جس طرح  
ہم سخاں کو قتل اور کنوئیں سے نجات دی اور عزیز کے دل میں انکی محبت دالی اسی طرح ہم نے انکو عزت اور کرامت کی جگہ  
دی اور عزت کے بلند مقام تک انکو پہنچایا تاکہ ہم ان کو خواہوں کی تعبیر سکھالیں یہ مطلب یہ ہے کہ نجات دینے سے مقصد یہ تھا کہ ظاہری عزت  
ورفت کے ساتھ علم تعبیر کی دولت سے بھی نوازیں کیونکہ روایتے صاحبزادی نبوت میں سے ہیں جو امور غیبیہ اور اسرار الہیہ کے  
اشکاف کا ذریعہ ہیں جس سے آئندہ واقعات کا علم ہوتا ہے پس علم تعبیر کے ذریعہ سے وہ آئندہ پیش آنے والے واقعات و حوادث  
کا پیش آنے سے پہلے انتظام سوچ لیں چنانچہ یہی علم تعبیر جیل خانہ سے نکلنے کا ذریعہ بنا۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے کام اور اولاد میں  
کوئی اس کے ارادہ کو ہلک نہیں سکتا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں کہ اللہ کا ارادہ کیا ہے اور وہ کس طرح پورا ہوگا بھائیوں نے انکی ذلت  
کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے انکی عزت و رفعت کا ارادہ کیا اور انکو خوابوں کی تعبیر سکھائی اور اس علم کا ظہور جیل خانہ میں ہوا  
جبکہ ساتی نے ربانی کے بعد بادشاہ سے یوسف علیہ السلام کے تعبیر خواب کا حال بیان کیا اور یہی علم  
تعبیر بادشاہ کے تقرب کا ذریعہ بنا۔

نکتہ کلمات حقیقہ دو ہیں ایک علم اور ایک قدرت اور ذکر لعلکم من تامل الاحادیث  
سے کمال علم کی طرف اشارہ ہے و کذلک مکتا یوسف سے صفت قدرت  
و حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو صفت علم اور صفت قدرت سے خاص طور  
پر نوازا اور جب یوسف اپنی پوری جوانی کو پہنچتے یعنی قوائے جمائیدہ درو حائیدہ کے اعتبار سے حد کمال کو پہنچے  
تو ہم نے بلا کسی استناد اور محکم کے خاص علم و حکمت عطا کیا۔ اور حکمت سے مراد یا تو نبوت ہے یا وہ  
علم صحیح مراد ہے کہ جو انسان کو جہالت اور خطار سے اور نفس کو شہوات سے محفوظ رکھے۔ (ذوالسیرۃ النبی ص ۳۶)

اصطلاح شریعت میں حکمت اس علم صحیح کو کہتے ہیں جس کے ساتھ عمل صالح بھی مقرون ہو ورنہ وہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے (روح المعانی ص ۱۸ جلد ۱۲)

اور بعض کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے جو جانتا ہو اور حکیم وہ ہے جو مقتضائے علم پر چلتا ہو اور اسی طرح ہم نیکو کاروں کو انعام اور جزاء دیتے ہیں۔ جو صدق اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی اس طرح عبادت کرتے ہوں گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہے ہیں یعنی جس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو علم اور حکمت اور ظاہری عزت و رفعت سے نوازا اسی طرح ہم دیگر محسنین کو اپنی نعمتوں سے نوازتے ہیں معلوم ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو اس وقت مقام احسان یعنی مقام ان تعبد الله کانت قدراہ حاصل تھا اور اللہ کا یہ احسان انکے اس احسان کی جزا تھی (بعد از ان ایک ابتلا پیش آیا)

اور اس عزت و کرامت اور عطاء علم و حکمت کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک ابتلا پیش آیا جس سے یوسف علیہ السلام کی کمال عفت و عصمت اور کمال تقویٰ اور نزاہت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ایک طرف تو الطاف ربانیہ سے انکی تربیت چور ہی تھی اور دوسری طرف عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے ان کے سامنے ایک نہایت منزلة الاقدام موقع امتحان و آزمائش کھڑا کر دیا۔ یعنی زلیخا حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال پر مفتون ہو گئی اور جس عورت کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہتے تھے۔ یعنی زلیخا۔ عزیز مصر کی بیوی جو ہر وقت ان کے حسن و جمال کو دیکھتی تھی۔ بالآخر ان پر فریفتہ ہو گئی اس نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے یوسف علیہ السلام کو پھینسا اچا جا کہ وہ مقام عفت و نزاہت سے پھسل کر زلیخا کی طرف مائل ہو جائیں۔ بہر حال زلیخا کا مقصد یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کو انکی ذات سے ہٹا دینے اور پھینسا دے اور سب دروازے بند کر دیے کہ یوسف کہیں نکل کر بھاگ نہ جائیں۔ اور اس کے بعد بولی ادھر آج میں تجھ ہی کو کہہ رہی ہوں یوسف علیہ السلام نے جب یہ حال دیکھا کہ بھاگنے کے لیے راستہ ہی نظر نہیں آتا تو گھبرا کر (اولیٰ) تو یہ کہا کہ خدا کی پناہ۔ اللہ مجھے اس کام سے پناہ دے جس کی طرف تو مجھے بلاتی ہے جس کی قیامت اور شاعت میں کوئی شبہ نہیں (دوم) یہ کہ بے شک وہ شخص جس نے مجھے خرید لیا ہے یعنی تیرا شوہر وہ میرا میاں ہے اور میں اس نے مجھے اچھی طرح رکھا اس کے احسان کے بدلہ میں میں اس سے بڑائی نہیں کر سکتا۔ دلی نعمت کے حق نعمت کی رعایت عقائد شرعاً فرض اور لازم ہے اس لیے میں اس کے حرم میں خیانت کے ساتھ دست درازی نہیں کر سکتا۔ سوم یہ کہ ظالم لوگ یعنی جو لوگ حق کو نہ پہچانیں اور نیکی کے بدلہ بدی کریں وہ فلاح نہیں پاتے ہیں اگر عباد اللہ میں بھی ایسا کروں تو ظالم ٹھہروں گا اور فلاح نہ پاؤں گا۔ لہذا تجھ کو بھی چاہیئے کہ اس بُرے کام سے بھاگ کر اللہ کی پناہ میں داخل

عنه قال اللغويون المحكم عند العرب ما يصرّف عن المجهل والمخطا ويمنع منها و  
يورد النفس عما يشينها ويعود عليها بالضرر ومنه حكمت الدابة واصل الحكمة  
في اللغة المنع وسمى الحاكم حاكماً لانه يمنع عن الظلم والزيغ - (زاد المير ص ۲ جلد ۲)  
مقا منہ ہٹا دینا یہ ترجمہ عن نفسه میں مکرہ عن کا ہے کیونکہ لفظ عن کلام عرب میں مجاوزت کے لیے آتا ہے۔





هَمَّتْ بِهِ وَ هَمَّ بِهَا۔ کا لفظ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ امرأت العزیز اور یوسف علیہ السلام دونوں کا نکر اور ہم باہم ایک دوسرے سے مختلف اور جدا تھا ہر ایک کو اپنی اپنی نکر تھی۔ امرأت العزیز کو اپنے مطلب کی فکر تھی اور یوسف صديق کو اسکے دفعیہ کا نکر تھا حق جل شانہ نے امرأت العزیز کے ہم کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَ هَمَّ بِهَا۔ فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ وَلَقَدْ هَمَّتَا کِی دونوں نے قصد اور ارادہ کیا معلوم ہوا کہ دونوں کا قصد اور ارادہ ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ قرآن کریم میں ہے۔ وَمَكْرُوهًا وَمَكْرُؤًا مَكْرُوهًا وَمَكْرُؤًا مَكْرُوهًا وَمَكْرُؤًا مَكْرُوهًا۔ اِنَّهُمْ يَكِيدُوْنَ كَيْدًا وَّ اَكِيدُ كَيْدًا۔

ان آیات میں حق تعالیٰ نے کافروں کے مکروہ کید کو علیحدہ ذکر فرمایا ہے اور اپنی مکروہ کید کو علیحدہ ذکر فرمایا معلوم ہوا کہ اگر کید اور مکر کافروں کے کید و مکر سے مختلف اور جدا تھا دونوں مکر اور کید ایک قسم کے نہ تھے اسی طرح یہاں بھی کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَ هَمَّ بِهَا۔ کا مطلب یہ ہے کہ زلیخانے اپنے مطلب کی نکر کی اور یوسف علیہ السلام نے اسکے مقابلہ اور دفع کی نکر کی ہے ہر ایک کا ہم دوسرے سے مختلف اور جدا تھا۔ چنانچہ شیخ محمد الدین ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ روحانی اور کشفی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قصہ میں یہ فرمایا ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَ هَمَّ بِهَا اور اس ہم کی کوئی تعیین نہیں فرمائی بظاہر اشتراک معلوم ہوتا ہے یوسف علیہ السلام نے جواب میں یہ فرمایا۔

نعم صدقت لكن في اللفظ  
دون المعنى فانها همت في  
فتعمدني على ما كانت اراحت  
معي وهمت انا بها لا قهرها  
بالدفع عن ذلك فلا اشتراك  
في طلب القهر مخي و  
منها۔

ہاں تو نے سچ کہا لیکن وہ اشتراک صرف لفظ میں ہے نہ کہ معنی میں اس نے یہ ارادہ کیا کہ مجھے اپنے مطلب پر مجبور کرے اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں اس کے دفع کرنے میں غالب آ جاؤں میں اشتراک طلب قہر اور غلبہ میں ہے مگر ہر ایک کا مقصد اور مطلب الگ الگ اور جدا ہے۔

اور فرمایا کہ دلیل اس کی یہ ہے کہ خود امرأت العزیز نے اقرار کیا اَلَا اَنْ كَانَ كَصَحْحَصِ الْحَقِّ اَنَا رَاَوْدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ۔ اور میرے قصہ میں کسی جگہ قرآن میں یہ نہیں آیا کہ اَنَا رَاَوْدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا۔ اور یہ فرمایا کہ میں کیسے اس کا ارادہ کرنا اللہ نے مجھے اپنی برہان دکھائی۔ (دیکھو۔ ایواقیت و الجواہر ص ۳۱ جلد ۲) نیز انبیاء کرام سے اگر ذرا بھی بھول چوک ہو جاتی ہے تو اس کو اتنا عظیم سمجھتے ہیں کہ سالہا سال تک توبہ استغفار میں لگے رہتے ہیں اور اس واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ایک لفظ توبہ استغفار کا منقول نہیں ہوا کیونکہ اس واقعہ میں ان سے کوئی غلطی اور لغزش ظہور میں نہیں آئی۔





بالآخر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ حال دیکھا تو جان بیکار بھاگنے کا ارادہ کیا فَهِجَرُوا إِلَى اللَّهِ زُلَيْخَا نیکے پیچھے دوڑی اور اس طرح آگے پیچھے دونوں دروازے کی طرف دوڑے یوسف علیہ السلام اپنے آپ کو محضیت سے بچانے کو دوڑے اور زلیخا انکو پکڑنے کے لیے بھاگی اور انکے کرتے کا پیچھے کا دامن کس کے ہاتھ میں آگیا اور پیچھے کی جانب سے انکا کرتہ چیر ڈالا۔ آگے آگے یوسف تھے اور پیچھے پیچھے زلیخا تھی مگر یوسف علیہ السلام کسی طرح دروازے سے باہر نکل گئے اور جوں توں کر کے مکان سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ادھر یہ دونوں دروازہ پر پہنچے اور ادھر اتفاق سے دونوں عورت کے آٹا یعنی شوہر کو دروازہ میں کھڑے پایا۔ زلیخا شوہر کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئی معلوم نہیں کہ بند دروازہ کس طرح کھل گیا بعض کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے کھولنے سے کھل گیا اور بعض کہتے ہیں کہ خود بخود کھل گیا۔ پس جب عورت نے شوہر کو دروازے میں کھڑے پایا تو حقیقت کو چھپانے کے لیے اور فضیلت سے بچنے کے لیے اور اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے ایک مکر بنایا اور اٹا الزام یوسفؑ پر لگا دیا اور اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیرے اٹا نہ کے ساتھ بڑی کائنات کرے اور تیری اہلیہ کو بے آبرو کرے یہ کہہ کر اس کو غصہ دلایا مگر یہی کہ ایک دروازے کے لیے اس کو جیل خانہ میں ڈال دیا جائے یا کوئی اور دکھ کی مادی جائے۔ عذاب الیم سے درد مند مرد وہ ہے جس سے تکلیف اور درد ہو زلیخا نے قید اور تکلیف کا ذکر کیا مگر یہ نہ کہا کہ اسکو قتل کر دیا جائے اس لیے کہ اسکا دل قتل پر آمادہ نہ تھا اور مستقل قیدی بننے پر بھی آمادہ نہ تھا بلکہ یہ چاہتی تھی کہ صرف دین دل کے لیے اسکو جیل خانہ بھیج دیا جائے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ یہ جو کچھ بطور تہنیت میری طرف منسوب کر دی ہے وہ بالکل جھوٹ ہے بلکہ معاملہ برعکس خود اسی عورت نے مجھ سے خواہش کی اور مجھے پھسلایا اور ہلایا اور اسی نے جبراً و قہراً مجھ کو میرے نفس سے ہٹانا چاہا اور میں نے انکار کیا اور اس کے فتنے سے اپنی جان بچانے کے لیے بے تماشا بھاگا اور یہ میرے پیچھے لگی جلی آئی یہاں تک کہ جب میرے اوپر بس نہ چلا تو پیچھے سے میرا کرتہ کھینچا جو اس کھینچا تانی میں پھٹ گیا۔ یہ خواہش تو اس کی تھی۔ معاذ اللہ میری خواہش ہرگز نہ تھی۔

زلیخا ہر جہ می گوید دروغ است : دروغ او چراغ بے فروغ است

یہ جواب مگر عزیز مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک اور مہارت کا یقین واضح ہو گیا اور سمجھ گیا کہ یوسف علیہ السلام بالکل بے قصور ہیں سارا قصور اس کی بیوی کا ہے مگر باوجود اس کے حق تعالیٰ نے اتمام حجت کے لیے ایک ظاہری شہادت بھی پیدا فرمادی جو پردہ غیب سے ظاہر ہوئی اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ اسی عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر یوسفؑ کا پیرا ہن آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا حج کہتی ہے اور یوسفؑ جنوں میں سے ہے اس لیے کہ یہ صورت اس بات کی علامت ہے کہ زلیخا نے یوسفؑ کو اپنے سے دفع کر کے کا قصہ کیا تو آگے سے انکا پیرا ہن پھٹ گیا اور اگر یوسفؑ کا پیرا ہن پیچھے کی جانب سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹ کہتی ہے اور یوسفؑ جنوں میں سے ہے اس لیے کہ یہ حالت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یوسفؑ علیہ السلام تو اس سے بھاگنا چاہتے تھے اور زلیخا نے پیچھے سے آکر انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اس لیے کہ کرتہ

پچھنے کی جانب سے پھٹ گیا۔ اور روایات حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ گواہی دینے والا ایک شیر خوار بچہ جس نے بطور معجزہ اور خرق عادت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گواہی میں کلام کیا۔ اللہ کی قدرت سے وہ شیر خوار بچہ ٹولا۔ جس سے یوسف علیہ السلام کی برادرت اور نزہت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی اور عزیز مصر کو یقین آ گیا کہ یوسفؑ سچے میں اور زلیخا بھڑی ہے اس لیے اب عزیز مصر زلیخا کی طرف متوجہ ہوا اور غصہ میں آ کر بولا کہ تحقیق بلاشبہ تم عورتوں کا ایک مکڑ اور جیلہ ہے اور بے شک تمہارا مکڑ بہت بڑا ہے بلاشبہ عورتوں کی چالاکیاں غضب کی ہوتی ہیں۔

## حکایت

**حکایت** کسی عالم کا قول ہے کہ میں شیطان سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ عورتوں سے ڈرتا ہوں۔ عورتوں کا کیدِ عظیم ہے اور شیطان کا کیدِ ضعیف ہے۔ اِنْ كُنَّا لَشَيْطٰنٍ كَاَنَ ضَعِيفًا۔ نیز شیطان چور دں کی طرح چھپ کر مکر کرتا ہے اور عورت مائے آکر مکر کر کہتی ہے پھر پو سف علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے یوسف جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب آئندہ کے لیے اس بات سے درگزر کر دو اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرو۔ عزیز مصر کا منشاء یہ تھا کہ کسی کو خبر نہ ہونا کہ میری رسوائی نہ ہو۔ مگر قصداً وقور نے اس کو ایسا مشہور کیا کہ ہر ایک گھر میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ اور عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ یا یہ معنی ہیں کہ تو پو سف سے معافی مانگ کہ تو نے اس کو متہم کر کے ایذا پہنچائی ہے شک تو ہی خطا کار دں میں سے ہے سارا قصور تیرا ہی ہے اس طرح سے یہ قیعد بظاہر مہتم ہو مگر غیبتیہ سکا۔

خلاصہ کلام یہ کہ یوسفؑ نے کسی سوار و غشا کا گم اور عزم نہیں فرمایا جیسا کہ آیات ذیل سے ہر روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ جن جن افراد اور اشخاص کا اس واقعہ سے تعلق ہے وہ حسب ذیل ہیں (۱) یوسف علیہ السلام (۲) زلیخا (۳) عزیز مصر (۴) زبان مصر (۵) شاہزاد اہل نیل (۶) ایس لعین (۷) قدا و نذرب العالمین - ان میں سے ہر ایک نے یوسفؑ کی برادری و عزت کی شہادت دی اور اس کا اقرار و اعتراف کیا۔ اب ان شہادتوں کے بعد انہی برادری و عزت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

### دعوائے یوسفؑ

دعائے یوسف

یوسف علیہ السلام نے اپنی برکت و فراہمت کا اس طرح دعویٰ کیا ہے کہ اَوَدُّ شَيْءًا مِّنْ نَّفْسِي - رَبِّ ارْحَمْنِي

اعترافِ زلیخا اور زلیخا سے یوسف علیہ السلام کی براءت و نہایت کان لفظوں میں افرار کیا۔ وَلَقَدْ زَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَصْحَمَ۔ اَنْ يَّصْحَبَ اَنْ اَزَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ طَانَهُ لَكِنَّ الصِّدْقَ قَبِيْلٌ۔

عزیز مصر الاعتراف | قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَذِبَتَيْنِ إِنَّ كَذِبَتَكَ عَظِيمٌ يَوْسُفُ اعْرِضْ عَنْ هَذَا وَاسْتَغْفِرْ  
إِلٰدَتِكَ إِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخَاطِئِينَ .

شہادت شاہد | وشہد شاہد من اہلہا ان کان فیضہ قد من قبل فصاحت وھومن الکذین  
وان کان فیضہ قد من دبر کذبت وھومن الصدیقین .

شہادت زمان مصر

قُلْتُ حَاشَ رَبِّي مَا عَمِلْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ - وَقُلْتُ حَاشَ رَبِّي  
مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ

## شہادت رب العالمین

وَرَأَيْتُهُ الْيَتِي هُوَ فِي يَدَيْهَا - كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَ  
الْفِتْنَاءَ إِنَّكَ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ -

## شہادت ابلیس لعین

فَبِعِزَّتِكَ لَا تُخَوِّتُهُمْ أَحْمَرُ عَيْنٍ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ -  
الغرض یہ دس آیتیں ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی برادری کی شاہد ہیں اب ان دس شہادتوں  
کے بعد ان کی زاہمت و عصمت میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ (تفسیر کبیر ص ۱۲۱ جلد ۵)

## ذکر الطاف و عنایات خداوندی

علامہ ازیں حق جل شانہ نے اس قصہ میں یوسف علیہ السلام پر جن خصوصی عنایات و الطاف کا ذکر فرمایا  
ہے وہ بھی دس سے کم نہیں مثلاً (۱) رؤیت صاف (۲) اور اجتناب (۳) اور علم تاویل (۴) اور اتمام نعمت  
(۵) اور نیکین زمین مصر (۶) اور ایسے علم و حکمت اور ان کا (۷) عبادت منین (۸) اور عباد مخلصین (۹)  
اور صادقین میں سے ہونا (۱۰) اور شہد شہادت حق اٹھانا یعنی ایک شیر خوار بچہ کا شہادت  
دینا۔ فَبِعِزَّتِكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ یہ دس امور بھی اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے  
کسی سورا اور غشا کا حکم نہیں فرمایا۔

## ضمیمہ متعلقہ تفسیر شہد شہادت من اہلہا

اس شاہد (گواہ) کے بارہ میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ کوئی مرد دانشمند تھا اور ذلیف کا  
رشتہ دار تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گواہ کا شیر خوار بچہ تھا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس بارہ میں ایک صریح  
حدیث بھی آئی ہے جس کا ابن جریر وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بچپن میں چار افراد نے کلام کیا۔ اول فرزند ماسطہ و خیر فرعون۔ دوم یوسف کی چھائی کا گواہ

سوم ہریج راہب کی پائی کی گواہی دینے والا کچھ۔ چہارم عیسیٰ بن مریم اور اس حدیث کو امام احمد نے اپنی سند میں روایت کیا ہے اور ابن عباس اور ابو ہریرہ اور حسن بصری اور سعید بن جبیر اور ضحاک اور بلال بن رباح وغیرہم سے بھی یہ منقول ہے کہ وہ شیر خواہ کچھ تھا۔ (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۱۲۰ جلد ۹ و تفسیر ابن کثیر ص ۴۵ جلد ۲) خواہ لاکھ کر صحیح قول ہے کہ وہ شاہد ایک شیر خواہ کچھ تھا اور عورت کا قریبی رشتہ دار تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسکو گو باکر دیا تاکہ یوسف کی برارت اور پاکدامنی ظاہر ہو جائے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ

اور کہنے لگیں کئی عورتیں اس شہر میں، عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے

فَتَهْمَأَعَنَ نَفْسُهُ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي

اپنے غلام سے اسکا جی فریفتہ ہو گیا اسکی محبت میں۔ ہم تو دیکھتے ہیں وہ

ضَلِيلٌ مُبِينٌ ۳۰ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ

بہکی ہے صریح۔ پھر جب سنا اس نے انکا فریب بلاوا بھیجا

إِلَيْهِنَّ وَاعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكًا وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ

اُن کو اور تیار کی ان کے واسطے ایک مجلس اور دی انکو ہر ایک کے ہاتھ

مِنْهُنَّ سِكِّينًا ۳۱ قَالَتْ أَخْرِجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا

میں پھری اور بولی یوسف! نکل آ انکے سامنے پھر جب

رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ

دیکھا اس کو، دہشت میں آ گئیں اسکے اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں حاشا

لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا ۖ إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۳۲

نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہے بزرگ۔

قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَ لَقَدْ

بولی سو یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا تم نے مجھ کو اسکے واسطے اور میں نے

رَاوَدَتْهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاَسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ لَّمْ

چاہا اس سے اس کا بھی پھر اس نے تھام رکھا اور مقرر اگر

يَفْعَلْ مَا أَمَرُهُ لَيَسْجُنَّ وَلَيَكُونَا مِنَ الصَّغِيرِينَ ﴿۳۲﴾

نہ کرے گا جو میں اسکو کہتی ہوں البتہ قید پڑے گا اور ہو گا بے عزت -

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَ

یوسف بولا اے رب! مجھ کو قید پسند ہے اس بات سے جس طرف مجھ کو بلاتیاں ہیں اور

إِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ

اگر تو نہ دفع کرے مجھ سے انکا فریب تو مائل ہو جاؤں ان کی طرف اور ہو جاؤں

مِّنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ

بے عقل - سو قبول کر لی اس کی دعا انکو رہنے پھر دفع کیا اس سے

كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَأَ لَهُمْ

انکا فریب البتہ وہ ہے سننے والا خبردار - پھر یوں سوچھا لوگوں

مِّنْ بَعْدِ مَا رَأَوْا الْآيَاتِ لَيَسْجُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۳۵﴾

کو وہ نشانیاں دیکھے پھر کہ قید رکھیں اسکو ایک مدت -

قِصَّةُ دَعْوَتِ زُلَيْخَا زَنَانٍ مِّصْرٍ اِمْتَلَأَتْ بِرَعْرِاقِ عَصَمَتِ يَوْسُفَ

قال الله تعالى وَ قَالَ لِنُفُوسٍ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ... اِلَى... لَيَسْجُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ؕ

در بط (گزشتہ آیات میں یہ بیان فرمایا کہ جب عزیز مصر یہ واضح ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام بالکل بے قصور ہیں

اور یہ سب اسکی بیوی کا خود ساختہ منکر اور فریب ہے تو عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام سے یہ کہا کہ اگر عرضی عنی

ہذا کہ اے یوسف اس بات سے درگزر کر اور کسی سے اسکا ذکر نہ کر اور بیوی سے کہا کہ اسکا شفعہ نہ کر



تھا کہ درشت اور میوڑ کو چھری سے کاٹ کر کھایا کرتے تھے یہ تمام انتظام زلیخا کی طرف سے ان عورتوں کے ساتھ ایک قسم کا مکرتھا اور اس طرح سے جب مجلس آرام نہ ہوگئی اور بیگناہت نے کھانا شروع کر دیا اس وقت زلیخا نے یوسف سے کہا کہ جو اس وقت کسی دوسرے کمرے میں تھے اے یوسف ذرا ان عورتوں کے سامنے باہر جاؤ۔ یوسف علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ شاید مجھے کسی کام یا ضرورت کے لیے بلایا جا رہا ہے اور وہ باہر آگئے۔

زخلوت خانہ آں گنج نہفتہ      ۛ      بروں آمد چو گلزار شکفتہ

پس جب ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو انکو بزرگ شان والا مانا اور انکے ظاہری اور باطنی حسن و جمال کی ان پر ایسی درشت طاری ہوئی کہ وہ بیخود ہو گئیں اور اسی بیخودی میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے نہ خون بہنے دیکھا اور نہ زخم کا درد اہم محسوس ہوا اور جب ذرا ہوش میں آئیں تو کہنے لگیں ”حاشا للہ“ خدا پاک ہے یہ علام تو آدمی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہی ہے یعنی یہ بے مثال حسن و جمال اور یہ عظمت و جلال انسان میں کہاں یہ تو فرشتوں کے اوصاف ہیں یعنی درحقیقت یہ کوئی فرشتہ ہے جو صورت انسانی میں نمودار ہوا ہے۔

پہلو دیدندش کہ جز والا گہر نیست      ۛ      برآمد بانگ برایشاں کیں بشر نیست

نہ چوں آدم ز آب و گل سرشته است      ۛ      ز بالا آمدہ قدسی فرشتہ است

اور اس ظاہری حسن و جمال کے علاوہ چہرہ منور پر نقوی اور تقدس اور معصومیت کے آثار نمایاں تھے کہ ان حسن و جمال عورتوں کے سامنے سے گزرے چلے جا رہے تھے کہ ذرا برابر کسی مرتبہ کی طرف التفات بھی نہیں کیا کہ فرشتہ سامنے سے گزر رہا ہے اس معصومانہ رفتار نے انکو اور زیادہ مرعوب کر دیا کہ آدمی تو اس حال اور چل سہا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے جس میں شہوت نفسانی کا کوئی شائبہ دکھائی نہیں دیتا۔ اس وقت زلیخا نے ان عورتوں سے کہا کہ پس یہی وہ شخص ہے جس کی محبت میں تم نے مجھ کو طعنہ دیا ایک ہی نظر میں تم پر یہ حال گزرا تو مجھ پر طاعت کیسی۔ زلیخانے عورتوں پر یہ واضح کر دیا کہ میں اسکی محبت میں معذور ہوں اس کے بعد زلیخانے واقعہ کی حقیقت کو بتلایا جس سے مقصود زبان مصرعے اس قول کی یعنی اِنَّ هَذَا اِلَآ مَا کَانَ کَکَرِّ دِیْہِ کی تائید تھی کہ جو یہ کہتی ہو کہ یہ شخص بشر نہیں بلکہ فرشتہ ہے بالکل حق اور درست ہے اور بے شک میں نے اسکو اس کے نفس سے بھٹانا اور پھسلانا چاہا لیکن وہ معصوم اور فرشتہ کی طرح بالکل محفوظ رہا اور میرے پھسلانے میں نہ آیا اور اس اعتراف حقیقت کے بعد زلیخانے یوسف علیہ السلام کو دھمکی دی اور یہ کہا کہ خیر بوجوہا سو البتہ اگر آئندہ اس نے میرے حکم کے موافق کام نہ کیا تو ضرور جیل بھیج دیا جائے گا۔ اور آئندہ تو کا دلت اٹھانے والوں میں سے اول تو قیہر ہی ذلت ہے پھر اس امیری اور وزیر کی محل سرائے سے نکل کر جیل خانہ میں جانا اور محض ذلت ہے یہ بات زلیخانے عورتوں کے سامنے بھی عورتوں نے بھی یوسف سے کہا کہ اہی سیدہ کا حکم مان۔ غلام کے لائق نہیں کہ وہ اپنی سیدی کی نافرمانی کرے اور جیل میں جائے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ صورت حال یہ ہے اور ہر طرف سے جالی بچھا ہوا ہے تو یوسف علیہ السلام نے



گھبر کر یہ دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اس جال سے نکال وہ جیل خانہ جس کی مجھ کو دھکی دی جا رہی ہے وہ مجھے زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلاتی ہیں کہ زینا کو خوش کروں اگر جیل خانہ چلا گیا تو تیری نافرمانی کا اندیشہ اور خطرہ تو نہ رہے گا۔

عجب در ماندہ ام در کار ایشان : مرانندان بر اندیدار ایشان  
جو نیکو ان عورتوں نے زینا کی سفارش کی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو چاہیے کہ اپنی سیدہ کے حکم کو مانے اس لیے صیغہ جمع مؤنث کا لایا گیا اور یہ غرض تھی کہ کیا جس کی ضمیر ان عورتوں کی طرف راجع ہے اور اسے پروردگار اگر تو نے مجھ سے ان عورتوں کے مکروہ فریب کو دور نہ کیا تو مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں میں انکی طرف جھک نہ جاؤں اور نادانوں میں سے ہو جاؤں۔ عورتوں کی طرف تھوڑا سا میلان اور جھکاؤ بھی نادانی ہے دانائی اور عقلندی یہ ہے کہ عورتوں سے دور رہے پس انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی پس اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کا مکروہ فریب ان سے رفع کیا۔ بے شک خدا ہی سننے والا جانتے والا ہے یہ دونوں باتیں صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یوسف علیہ السلام ذرہ برابر بھی انکی طرف مائل نہ ہوئے اور انہوں نے خدا کے تعالیٰ سے جو دعا مانگی اللہ نے وہ دعا انکی قبول کی۔ یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مطلب یہ تھا کہ اے پروردگار مجھے اپنے نفس پر بھروسہ نہیں تیری تائید اور حفاظت کی درخواست کرتا ہوں کہ مجھ ان کے مکروہ فریب سے دور رکھ اور جیل خانہ کی درخواست اس لیے کرتا ہوں کہ ان کے فتنہ سے نجات ملے۔ اور انکی مراد وہ سے بالکل محفوظ ہو جاؤں اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول کی چنانچہ پھر اسکا اثر اس طرح ظاہر ہوا کہ یوسف علیہ السلام کی برادرت و فراہمت کی نشانیاں دیکھنے کے بعد انکی رائے ہوئی کہ اس جملانی غلام کو ایک مدت کے لیے قید میں رکھیں کہ لوگوں میں یہ چرچا ختم ہو جائے اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر زینا اس پر عاشق ہوتی تو اسے قید کیوں ہونے دیتی اور عزیز مرصہ کو بھی یہی مصلحت نظر آئی کہ ایک خاص مدت تک انکو قید میں رکھ دیا جائے تاکہ زین عزیز بدنامی اور رسوائی سے محفوظ ہو جائے اور اس ناشائستہ فعل پر پردہ پڑ جائے اس بنا پر عزیز نے یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ بھیج دیا اور پانچ یا سات برس تک یوسف علیہ السلام قید میں رہے غرض یہ کہ یوسف علیہ السلام جیل خانہ بھیج دیئے گئے ایوان سے زندان میں پہنچے قدم رکھتے ہی وہ زندان در شک گلستاں بن گیا۔ یوسف علیہ السلام کے داخل ہونے کے بعد وہ جیل خانہ جیل خانہ نہ رہا بلکہ عبادت حادہ اور خلوت خانہ اور خانقاہ اور درسگاہ بن گیا۔

ہوں آں دل زندہ در زندان آمد : بحکم مدہ گوئی جاں در آمد !!  
در آں محنت سر افتادہ جو شے : برآمد زان گرفتار خرد شے

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ ط قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي

اور داخل ہوئے بندی خانہ میں اُسکے ساتھ درجوان۔ کہنے لگا ان میں سے ایک، میں

أَرِنِي أَصْغَرُ خَمْرًا وَقَالَ الْآخِرُ إِنِّي أَرِنِي أَحْمِلُ

دیکھتا ہوں کہ میں چھوٹا ہوں شراب۔ اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اٹھاتا

فَوْقَ رَأْسِي خُبْرًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبَأْنَا بِتَأْوِيلِهِ

ہوں اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہیں اس میں سے۔ بتا ہم کو اسکی تعبیر

إِنَّا نُرِيكَ مِنَ الْمَحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾ قَالَ لَا يَأْتِيَكُمَا طَعَامٌ

ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا۔ بولا نہ آنے پائے گا تم کو کھانا

تُرْزَقُنِي إِلَّا نَبَأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ط

جو ہر روز تمکو ملتا ہے مگر بتا چکوں گا تمکو اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے۔

ذِكْرًا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ط إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ

یہ علم ہے کہ مجھ کو سکھایا میرے رب نے۔ میں نے چھوڑا دین اس قوم کا

لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٨﴾

کہ یقین نہیں رکھتے اللہ سے وہ منکر ہیں۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ط

اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا

مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ط ذَلِكَ

ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو۔ یہ

مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

نفضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت

النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٩﴾ يَصْحَابِ السِّجْنِ عَادَ رَبَّابٌ

لوگ بھلا نہیں مانتے۔ اے رفیقو! بندی خانہ کے، بھلا کئی ہو

مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۳۹ مَا

جدا جدا بہتر؟ یا اللہ اکیلا ذہر دست - کچھ نہیں

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِيَتْهُمَا أَنْتُمْ

پوجتے ہو سوا اس کے، مگر نام ہیں کہ رکھ لیے ہیں تم نے

وَأَبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا

اور تمہارے باپ دادوں نے، نہیں اتاری اللہ نے انکی کوئی سند۔ حکومت نہیں ہے کسی

لِلَّهِ أَمْرٌ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَا ذَلِكَ الدِّينِ الْقَيِّمِ

سوا اللہ کے۔ اس نے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر اسی کو۔ یہی ہے راہ سیدھی

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝۴۰ يَصَاحِبِي

یہ بہت لوگ نہیں جانتے۔ اے رفیقو!

السَّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا

بندی خانے کے! ایک جو ہے تم دونوں میں سو بلاویگا اپنے خاوند کو شراب، اور دوسرا

الْآخَرُ فَيَصْلُبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ قُضِيَ

جو ہے سو سولی چڑھے گا، پھر کھا دیں گے جانور اس کے سر میں سے فیصل ہوا

الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ ۝۴۱ وَقَالَ الَّذِي

کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے۔ اور کہہ دیا اس کو جس کو

ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا إِذْ كَرُنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَآنَسَ

اٹکلا کہ بچے گا ان دونوں میں میرا ذکر کریو اپنے خاوند پاس۔ سو بھلا دیا

الشَّيْطَانُ ذَكَرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السَّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ۝۴۲

اسکو شیطان نے ذکر کرنا اپنے خاوند سے پھرہ گیا قید میں کئی برس۔

## قصہ یوسف علیہ السلام باساقی و خباز و جیل خانہ برتیلغ و دعوت اظہار نبوت

قال الله تعالى وَدَخَلَ مَعَهُ السَّجَنَ فَتَكُنَ... إِلَى... فَلَيْتَ فِي السَّجَنِ يَضَعُ سِنِينَ  
 (ربطہ گزشتہ آیات میں یوسف علیہ السلام کی دعا کرتے ہوئے السَّجَنُ احْبَبْ اِلَيَّ مَتَا يَدْخُوْنِيْهَا اِلَيْهِ  
 اور اسکی قبولیت و اسجاب کا ذکر ہے دعائیں یہ درخواست تھی کہ اسے پروردگار ایسے زمانہ خانہ اور محل مراٹے  
 سے توجیل بہتر ہے بارگاہِ خداوندی میں یوسف علیہ السلام کی دعا بلفظ قبول ہوئی کہ زمانہ خانہ سے نکال کر جیل خانہ  
 بھیج دیئے گئے اب وقت آیا کہ وَلِنَعْلَمَنَّ مِنْ تَاوِيلِ الْاَحْكَامِ قِيْث۔ کا ظہور ہو کہ جیل خانہ میں پہنچ  
 کر لوگوں کے خوالوں کی تعبیریں دیں اور انکو توحید اور اسلام کی دعوت دیں اور خدا وادامعجزہ اور کرامت کو ان  
 پر ظاہر کریں تاکہ قبول حق میں معین اور مددگار ہو۔ دلی پراپی کرامت کا اظہار ضروری نہیں مگر نبی پر اپنے معجزہ اور  
 کرامت کا اظہار ضروری ہے کیونکہ معجزہ اور کرامت نبوت کی دلیل ہے اور جس طرح نبوت کا اعلان ضروری ہے  
 اسی طرح دلائل نبوت کا اظہار اور اعلان بھی واجب اور ضروری ہے اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام  
 نے خواب کی تعبیر سے پہلے اپنے معجزہ اور کرامت کو اس طرح بیان فرمایا۔ لَا يَأْتِيْكُمْ طَعَامُكُمْ حَتَّى تَقْنِيَهُ  
 اَلْاَنْبَاُ ثُمَّ كَمَا يَتَاوَنِيْهِ قَتْلُ كَنْ يَأْتِيْكُمْ كَمَا کہ دلیل نبوت بیان کرنے کے بعد ان کو توحید اور ملت ابراہیمی  
 کے اتباع کی دعوت دے سکے چنانچہ دلتے ہیں اور اسی زمانہ میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو اور جوان جیل خانہ  
 میں داخل ہوئے ان دو جوانوں میں ایک بادشاہ کا نانباتی تھا اور دوسرا ساقی (منزل پلانے والا) یہ دونوں بادشاہ  
 کے کمانے میں زہر ملائے کی تہمت میں ماخذ تھے مقدمہ زیر تحقیق تھا اس لیے دونوں جیل بھیج دیئے گئے چونکہ قید خانہ  
 میں یوسف علیہ السلام کے سن خلق اور مروت اور صدق و امانت اور زہد و ذکر اور عبادت مشہور ہو چکی تھی اور جب  
 لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ بڑے عابد و زاہد ہیں اور خوالوں کی تعبیریں خوب بتاتے ہیں اس لیے جب یہ  
 دونوں قیدی جیل خانہ میں داخل ہوئے اور یوسف علیہ السلام کا یہ حال دیکھا تو ان کے گرویدہ اور دلدادہ ہو گئے  
 ان میں سے ایک نے یعنی ساقی نے کہا کہ میں اپنے آپکو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں انکو بچوڑ رہا ہوں اور  
 بادشاہ کو شرب پلا رہا ہوں اور دوسرے نے یعنی نانباتی نے کہا کہ میں اپنے آپ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ  
 میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور اس میں سے ہر ندرے نوح پوچ کر کھا رہے ہیں۔ آپ ہم کو  
 اس خواب کی تعبیر بتائیں۔ تحقیق ہم آپ کو نیوکا روں میں دیکھتے ہیں۔ یعنی مکام اخلاق اور محاسن اعمال کے  
 ساتھ موصوف پائے ہیں اور چونکہ ایک کے خواب کی تعبیر تھی اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے روضت  
 تعبیر دینے سے اعراض فرمایا اور یہ سمجھا کہ ایک دن مرنے والا ہے بہتر یہ ہے کہ اسکا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ اوّل

ان کو نصیحت کرنا شروع کی اور دعوت ایمان اور توحید سے پہلے اپنا ایک سچو ذکر کیا تاکہ اس سے انکا بی ہونا معلوم ہو جائے ان دو جوانوں نے آپ سے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے اول ان پر یہ ظاہر فرمایا کہ میرا علم - تعبیر خواب میں ہی منحصر نہیں۔ میں اللہ کا نبی (علیہ السلام ہوں اور اللہ کی وحی سے غیب کی باتیں صحیح صحیح بتا سکتا ہوں۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے کہا جو کھانا تم کو دیا جاتا ہے میں تمکو اس کے آنے سے پہلے اسکی حالت اور مال سے آگاہ کر دوں گا کہ فلاں چیز تمہارے پاس آئیگی اور اسکی کیفیت اور کثرت یہ ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ اَنْتُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَ مَا تَدْرُجُونَ فَتُؤْتَوْنَ كَمُؤْتَىٰ مَن فِي مَنَاسِكَہِ یعنی میں تمکو آگاہ کر دوں گا اس کھانے سے جو تم کھاتے ہو اور جو جمع رکھتے ہو اپنے گھروں میں مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے تمہارے گھر سے جو کھانا آئے گا میں اس کے آنے سے پہلے ہی تم کو اسکی صفت اور کیفیت سے آگاہ کر دوں گا۔ قیدیوں نے پوچھا کہ تم نہ تو بخوبی ہو اور نہ کاہن ہو پھر تمہیں یہ علم کہاں سے حاصل ہوا تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ علم مجھ کو اس علم کے ہے جو مجھے میرے پروردگار نے سکھا ہوا ہے یعنی یہ کوئی کہانت اور نجوم نہیں بلکہ سبب وحی اور اہام ہے اور میرا معجزہ ہے جو میری نبوت کی دلیل ہے۔ اب اثبات نبوت کے بعد اثبات توحید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ تحقیق میں شروع ہی سے اس قوم کی ملت کو چھوڑے ہوئے ہوں کہ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے اور خاص طور پر آخرت کے تو بالکل ہی منکر ہیں چھوڑ دینے کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے میں اس ملت پر تھا پھر چھوڑ کر مومن ہو گیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں شروع ہی سے ملت کفر سے ری اور بیزار ہوں اور میں تو خاندان نبوت سے ہوں اور شروع ہی سے اپنے باپ دادا اور ابراہیم اور اسحق اور یعقوب علیہم السلام کی ملت کا پیرو ہوں ان باپ دادا کے ذکر سے یوسف علیہ السلام کا مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص خاندان نبوت سے ہے تاکہ لوگ انکی نصیحت اور دعوت کو خور اور توجہ سے سیں اور توحید پر یقین لائیں اور سمجھ جائیں کہ توحید سبب پیغمبروں کی یکساں ملت ہے ہم کو کسی طرح یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کریں عرض یہ کہ توحید تمام انبیاء کرام کی ملت کا رکن اعظم ہے یہ توحید اور شرک سے سبزی ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے کہ جو مدب نے اس سے بڑھ کر اور کوئی فضل نہیں اس لیے کہ دنیا اور آخرت کی صلاح اور فلاح کا سارا دار مدار اللہ کی معرفت اور اسکی اطاعت پر ہے لیکن اکثر آدمی اس نعمت کا شکر نہیں کرتے بجائے توحید کے شرک میں مبتلا ہیں دہری تو خدا ہی کے منکر ہیں اور پھر ہی علم انبیاء سے متنفر اور بیزار ہیں۔

## دعوت توحید

اب آگے توحید کی دعوت اور شرک کا ابطال فرماتے ہیں۔ اے میرے جلیل خانہ کے رفیقو! بتلاؤ تو سہی کہ کیا جبرائیل اور منقر مجبور بہتر ہیں یا اللہ جو اکیلا اور زبردست ہے اور سب پر غالب ہے اور معبود برحق تو ہی ہے جو سب پر غالب ہو اور یہ بشت جسکی تم پرستش کرتے ہو یہ سب عاجز اور مغلوب ہیں۔

نہیں بوجھتے تم اللہ کے سوا مگر نرے ناموں کو جو تم نے اور تمہارے بڑوں نے رکھ دیئے ہیں حقیقت میں معبود نہیں گویا کہ تم بعض ناموں کی پرستش کرتے ہو تم نے ان بتوں کا نام معبود رکھ لیا۔ محض نام رکھ لینے سے کوئی شے معبود نہیں ہو جاتی اللہ نے انکے معبود ہونے کے بارے میں کوئی حجت نازل نہیں کی بلا دلیل تم نے ان بتوں کو اور کواکب کو اور نجوم کو خدا ٹھہر لیا ہے تمہارے پاس نہ کوئی دلیل عقلی ہے اور نہ دلیل نقلی حکم سوائے اللہ کے اور کسی کا نہیں چلتا اور اس نے پیچھے دیا ہے کہ اللہ کے سوائے کوئی دوسرا بھی اسی حکم پر عمل کر رہی توحید سیدھا دین ہے جس میں کسی قسم کی کجی نہیں لیکن اکثر آدمی اس بات کو جانتے نہیں اس لیے وہ کج راہ کو اختیار کرتے ہیں۔

## تعبیر خواب

یہاں تک یوسف علیہ السلام کی نصیحت اور ثابت نہوت اور دعوت توحید کا بیان تھا کہ یوسف علیہ السلام نے انکو نصیحت کی اور توحید کی دعوت دی اب آگے لے کر خوابوں کی تعبیر بیان فرماتے ہیں۔ اے میرے دونوں قید خانہ کے ساتھیو تم دونوں کے خوابوں کی تعبیر یہ ہے کہ تم میں ایک تو یعنی ساقی اپنے آقا کو بدستور شراب پلایا کر گیا یعنی وہ جرم سے بری ہو جائیگا اور پھر اپنے عہدہ پر بحال ہو جائیگا اور دوسرا یعنی نانبائی مجرم قرار پا کر سولی دیا جائیگا پھر پرندے اس کے سر سے گوشت فروج فروج کر کھائیں گے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ تعبیر سنی تو کہا کہ ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا ہم تو دل لگی کرتے تھے یوسف علیہ السلام نے فرمایا فیصل ہو چکا وہ امر جس میں تم لتڑی پوچھتے تھے کہ خواہ تم نے دیکھا یا نہیں دیکھا اب تو یونہی ہو گا جو اللہ کے نبی نے کہا دیا یہ حکم نضا و قدر ہے جو کسی جیلد بہانہ سے بدل اور مل نہیں سکتا چنانچہ ایسا ہی ہوا مقدمہ میں ایک بری ثابت ہوا اور دوسرا مجرم دونوں کو جیل خانہ سے بلایا گیا اور جب وہ جیل خانہ سے جانے لگے تو یوسف علیہ السلام نے دونوں قیروں میں سے فقط اس شخص سے جس کے حق میں انکو گمان تھا کہ رہائی پائے گا یعنی ساقی سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا یعنی بادشاہ سے میری بیگناہی کا حال ذکر کرنا اور کہنا کہ ایک بے گناہ عرصہ سے جیل خانہ میں پڑا ہوا ہے۔

بگو ہر مست اندراں زنداں غریبہ : ذعدل شاہ دوراں بے نصیبے

اس نے وعدہ کر لیا۔ پھر جب ساقی اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا تو شیطان نے اسکو اپنے آقا کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھلا دیا جب ساقی کو شاہی تقریب حاصل ہو گیا تو جیل خانہ کے وعدہ کو بھول گیا۔ حتیٰ جل شانہ کہ یوسف صديق کا اس طرح درخواست کرنا ناپسند ہوا اس لیے شیطان کو ساقی کی یاد پر مسلط کر دیا کہ مدت تک اسکو یوسف کا ذکر کرنا یاد نہ آیا پس اس درجہ سے یوسف علیہ السلام اور چند سال قید خانہ میں رہے کہ صدیق کے شاہان شان نہ تھا کہ وہ رہائی کے ایک ظاہری سبب پر نظر رکھے۔ اسکو چاہیے تھا کہ ہر نئی مبتبہ الاسباب پر نظر رکھتا اسکے بعد سات برس اور قید میں رہے اور اول و آخر مل کر بارہ برس تک رہے اس طویل خلوت سے مقام تقویٰ و توکل کی تکمیل ہو گئی مخلوق سے

دفع ضرر کی درخواست کرنا اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر ایسا اور صدیقین کے لیے مناسب نہیں کہ وہ سوائے خدا کے کسی کی مدد پر نظر رکھیں۔

**نکتہ** اسباب ظاہر سے غرض مجہود کے لیے استعانت اور استدعا بلاشبہ جائز ہے عصمت کے منافی نہیں مگر نبی اور صدیق کے لیے اولے اور افضل یہ تھا کہ اسباب ظنیہ سے اعراض کرتے چونکہ حضرت یوسفؑ کی تدبیر اسباب یقینیہ عادیہ سے نہ تھی اس لیے عتاب آیا اور بغرض تنبیہ و تادیب اور مزید سات سال زحماں میں رہے یوسف علیہ السلام نے کسی منہی عنہ کا ارتکاب نہیں کیا جو عصمت کے منافی ہوتا البتہ صدیقین اور مقربین کے لیے جس درجہ کا صبر اور توکل مناسب تھا اس میں ذرا کمی آئی اس کی تکمیل کے لیے تنبیہ کر دی گئی کہ صدیقین کے لیے اسباب ظنیہ کا ترک اولیٰ ہے۔ (دیکھو کلید مثنوی نامہ ص ۲۳۳)



وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ

اور کہا بادشاہ نے میں (خواب) دیکھتا ہوں سات گائیں سوائے

يَاكُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٍ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ

انکو کھاتی ہیں سات ڈبلی اور سات بالیں ہری، اور

وَأُخْرَىٰ يَسِيبُ تِلْكَ الْأَمْثَلُ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ

دوسری سوکھی۔ اے دربار والو! تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب

إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ﴿۳۲﴾ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ

کی۔ اگر ہو تم خواب کی تعبیر کرتے۔ بولے یہ اڑتے خواب ہیں

وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالَمِينَ ﴿۳۳﴾ وَقَالَ

اور ہم کو تعبیر خوابوں کی معلوم نہیں۔ اور بولا

الَّذِي نَجَّاهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ

وہ جو بچا تھا ان دونوں میں اور یاد کیا مدت کے بعد، میں بتاؤں تم کو

يَتَاوِيلُهُ فَأَرْسَلُونَهُ ۝ يُوَسِّفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ

اس کی تعبیر، سوئم مجھ کو بھیجو۔ جا کر کہا، یوسف اے پیچھے !

أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ يِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ

حکم دے ہم کو اس خواب میں، سات گائیں موٹی انکو کھاویں سات

عِجَافٍ وَ سَبْعِ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ

دُبلے اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی،

لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ قَالَ

کہ میں اے جاؤں لوگوں پاس شاید انکو معلوم ہو۔ کہا

تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأْبًا فَمَا حَصَدْتُمْ

تم کھیتی کردگے سات برس داب کر۔ سو جو کاٹو اس

فَذَرُّوهُ فِي سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ۝ ثُمَّ

کو چھوڑ دو اُس کی بال میں مگر تھوڑا جو کھاتے ہو۔ پھر

يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعُ شِدَادٍ يَأْكُلْنَ مَا

آویں گے اس پیچھے سات برس سختی کے، کھاویں جو

قَدْ مَتَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَحْصِنُونَ ۝

رکھا تم نے اُنکے واسطے، مگر تھوڑا جو روک رکھو گے۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ

پھر آوے گا اس پیچھے ایک برس اس میں میںنہ پاریں گے

النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصَرُونَ ۝

لوگ اور اس میں رس پھوڑیں گے۔





## شاہ مصر کا خواب دیکھنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اس کی تعبیر بتانا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَ قَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَنَاسَحَبٌ يَمُوتُ... إِلَى... وَ فِيهِ يَعْصِي وَ نَه  
(رابطہ) سن جل شانہ جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ایسے اسباب بھی پیدا فرما دیتے ہیں جن کی طرف آدمی کا خیال بھی نہیں جاتا چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ سے نجات دلانا منظور ہوا تو بادشاہ مصر ریان بن ولید کو ایک خواب دکھایا جو انکی رہائی اور ظاہری عروج کا سبب بنا اور بادشاہ نے ایسا عجیب خواب دیکھا جس کی تعبیر سے تمام مُعْتَمِر عاجز آ گئے اس خواب کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تو اس وقت اس ساتی کو یوسف علیہ السلام یاد آئے اور اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ مجھے حیل خانہ جانے کی اجازت دیجئے۔ وہاں ایک مرد صالح زی علم جو بس ہیں۔ ان سے خواب کی تعبیر پوچھ آؤں چنانچہ بادشاہ نے اجازت دی اور وہ ساتی حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور خواب بیان کر کے اسکی تعبیر پوچھی اس طرح بادشاہ کا خواب اور یوسف علیہ السلام کی تعبیر انکی رہائی اور عروج اور بلندی کا سبب بنا کیونکہ خواب کی جو تعبیر دی وہ نہایت عجیب و غریب تھی اور پھر تعبیر کے ساتھ تدبیر بھی تھی اور پھر تدبیر کے ساتھ ایک بتائیں بھی تھی کہ غلط کے سات سال گزرنے کے بعد خوب بارش ہوگی اور پھل اور میوے افراط سے پیدا ہونگے چنانچہ فرماتے ہیں اور بادشاہ مصر نے ایک خواب دیکھا بادشاہ کا نام ریان بن ولید تھا اور عزیز مصر اسکا وزیر تھا۔ بادشاہ نے اپنے وزراء اور ارکانِ دولت کو جمع کر کے جو خواب دیکھا تھا اس کو بیان کرنا شروع کیا۔ چنانچہ بادشاہ نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں خربہ موٹی نازی ہیں جنکو سات دبلی گائیں کھارہی ہیں اور دیکھتا ہوں سات سرسبز اور ہری بالیں اور دوسری بالیں خشک جو ان سات سبز بالوں پر لیٹ گئیں اور ان کو خشک کر دیا بادشاہ نے اپنا خواب بیان کر کے کہا۔ اے اہل دربار میرے خواب کی تعبیر دو اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو۔ اہل دربار نے کہا اہل تو یہ کوئی خواب نہیں محض پریشان خیالات ہیں اور دماغی بخارات ہیں بسا اوقات انسان کو خواب میں ایسی خیالی صورتیں نظر آ جاتی ہیں جو لائق التفات نہیں ہوتیں اور دوسرے یہ کہ ہم لوگ اگرچہ امور سلطنت سے واقف ہیں مگر خوابوں کی تعبیر سے واقف نہیں بادشاہ خواب سے مضطرب تھا اس جواب سے اس کو اطمینان نہ ہوا۔ ع

یا رب ایں خواب پریشان مرا تعبیر نصیحت

اور اس وقت وہ شخص جس نے دونوں قیدیوں میں سے رہائی پائی تھی وہاں مجلس میں حاضر تھا وہ بولا اور ایک مرتے کے بعد اس کو یوسف علیہ السلام کا پیغام یاد آیا تو اہل دربار سے کہا میں تم کو اس کی تعبیر سے آگاہ

کروں گا تم مجھے جیل خانہ جلنے کی اجازت دے دو۔ بادشاہ نے اجازت دے دی اس نے جیل خانہ میں جا کر یوسف علیہ السلام سے کہا۔ اے یوسف اے صدق مجسم آپ کو مجسم صدق میں سر سے یہ تک صدق اور سچائی آپ کے ہر جز میں سرایت کیے ہوئے ہے آپ کا ظاہر و باطن صدق سے لبریز ہے جو بات آپ کی زبان سے نکلتی ہے وہ سچ ہوتی ہے اور ہو پوری ہوتی ہے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے آپ ہم کو اس خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات گائیں موٹی نازی میں انکو سات دہلی گائیں کھلے جا رہی ہیں اور سات بایں ہری ہیں اور ان کے علاوہ دوسری سات بایں خشک ہیں جو ان سات ہنر پر لپٹ کر انکو بھی خشک کر رہی ہیں یہ خواب بادشاہ نے دیکھا ہے آپ اسکی تعبیر بتلائیے تاکہ یہ تعبیر لیکر لوگوں کے پاس جاؤں اور امید ہے وہ تعبیر سن کر تیرے مرتبہ اور فضیلت اور بزرگی کو جان لیں گے اور امید ہے کہ وہ تجھے بتلائیں گے۔ یوسف صدیق نے کہا اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم اپنی عادت کے مطابق سات سال تک متواتر کھیتی کرو گے یہ سات برس موٹی گائیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور اسکے بعد سات دہلی گائیں اور سات خشک بالیاں نمودار ہوں گی یہ قحط کے سات سال ہیں جو گزشتہ سات سال کی تمام پیداوار کو کھا جائیں گے۔ بھارت کی تعبیر و تفسیر سنیں سے اس لیے فرمائی کہ گایوں سے زمین کی کاشت کی جاتی ہے اور پھر اس سے کھیتی اور بایں نمودار ہوتی ہیں۔

اور پھر اس تعبیر کے بعد اس آنے والے قحط کی ایک تدبیر ارشاد فرمائی اور کہا پس جو کھیتی تم کاٹو اس کو باؤں ہی میں چھوڑ دو تاکہ انکو سرسری نہ لگ جائے یعنی غلہ کو صاف نہ کرو اور دانوں کو نہ نکالو بلکہ غلہ کو دانوں سمیت ذخیرہ کرو تاکہ آفتوں سے محفوظ رہے مگر غصہ ڈسا بعد حاجت و اندہ صاف کر لو اور باقی کو باؤں میں رہنے دو پھر تعبیر شروع فرمائی پھر ان سات برس بعد جن میں تم کھیتی کرو گے دوسرے سات برس سخت قحط اور خشک سالی کے آئیں گے جن میں سرسری اور شادابی نہ ہوگی۔ یہی سات سال خشک بایں اور سات دہلی گائیں ہیں جو موٹوں اور ہنر بالوں کو کھا جائیں گی۔ یہ قحط کے سات سال کھا جاویں گے وہ صعب جو تم نے ان سالوں کے لیے پہلے سے جمع کر رکھا تھا۔ مگر تمہارا سانچہ گا جو تم بیج کی غرض سے محفوظ کر لو گے یعنی جس قدر تم تخم باشی کے لیے بچا رکھو گے۔ وہ تو بچا رہے گا اور باقی ختم ہو جائے گا اور سات دہلی گایوں اور سات خشک باؤں سے قحط سالی کے ان سات سالوں کی طرف اشارہ ہے پھر اس قحط کے سات سال بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگ غیث یعنی بارش یا غوث فریاد اور دستگیری دیتے جاہیں گے غیث کے معنی باران کثیر کے ہیں یعنی خوب بارش ہوگی اور غوث کے معنی فریادری کے ہیں یعنی قحط زدہ لوگوں کی باران رحمت سے دستگیری کی جائے گی اور اس سال میں پھل اور انگوٹھ اس کثرت سے ہوں گے کہ لوگ انکا شہہ بھڑیں گے اور شراب بنا کر پینے لگیں یوسف علیہ السلام نے اقل خواب کی تعبیر بتائی پھر ازراہ تحقیق و ہمدردی حقائق اسکی تدبیر بتلائی کہ اول کے سات سال میں جو غلہ پیدا ہو اس کو حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے خرچ کرو تاکہ آئندہ قحط کے سات سال میں گزارہ کر سکو اس طرح سات سال کی پیداوار سے جو دہ سال کا کام چلاؤ پھر اس تعبیر و تدبیر کے بعد یوسف علیہ السلام نے انکو ایک بشارت سنائی۔ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُّ النَّاسُ وَفِيهِ

يَعْرِضُونَ یعنی قحط کے سات سال گزرنے کے بعد نہایت فراخی اور خوشحالی کا سال آئیگی یہ بات آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہوگی کہ قحط کے سات سال گزرنے کے بعد جو سال آئیگی اس میں خوب بارش ہوگی اور خوب پیداوار ہوگی یا یہ کہ سنت البیہ یہ ہے اِنَّ هَکَ الْعُمْسَ یُسْرِ اب اس شدت کے بعد فراخی آئے گی۔

**نکتہ** | جب وہ ساتی یوسف علیہ السلام سے تعبیر پوچھنے آیا تو آپ نے تعبیر بتلانے میں کوئی شرط نہ لگائی اور نہ کوئی شکوکہ کیا کہ اتنی مدت کے بعد تبصرہ کو میل خیال آیا اور نہ آئندہ کے لیے اس سے کوئی درخواست کی اس سے حضرت انبیاء کرام کی مروت اور اخلاق کا اندازہ کر لیا جائے اور ساتی کا یوسف علیہ السلام سے اس طرح خطاب کرنا اِنَّهَا الصِّدِّیقُ۔ اسے صدق مجسم یہ اس بات کو بتلانا ہے کہ انبیاء کرام کی صداقت اور راست بازی اور دانشمندی اور دانائی کا یہ کہ کس طرح لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جاتا ہے۔



وَقَالَ الْمَلِكُ اَنْتَوْنِیْ بِہٖ فَلَمَّا جَاہُ الرِّسُوْلُ

اور کہا بادشاہ نے اے آد اس کو میرے پاس پھر جب پہنچا اس پاس بھیجا آدی

قَالَ اَرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْأَلْہٗ مَا بَالَ النِّسْوَةِ

کہا پھر جا اپنے خاوند پاس اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے ان عورتوں

الَّتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیْہُنَّ اِنَّ رَبِّیْ یَکِیْدُ ہُنَّ

کی جنہوں نے کاٹے ہاتھ اپنے۔ میرا رب تو ان کا فریب سب

عَلِیْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُکُنَّ اِذْ رَاوَدْتُنَّ یُوْسُفَ

جانتا ہے۔ کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلا یا یوسف

عَنْ نَّفْسِہٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ

کو اس کے جی سے بولیاں، حاشا للہ! ہم کو معلوم نہیں اس پر کچھ

مِنْ سُوْءٍ ۝۵۱ قَالَتْ اَمْرَاۗتُ الْعَزِیْزِ اَلْنَّ

برائی۔ بولی عورت عزیز کی، اب

حَصَّصَ الْحَقُّ أَنَا رَأَوْدَتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ

کھل گئی سچی بات میں نے پھسلایا تھا اس کو اس کے جی سے اور وہ

لِّمَنِ الصِّدِّيقِينَ ۵۱ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي نَمَّ أَخْنَهُ

سچا ہے۔ یوسف نے کہا انا اس واسطے کہ وہ شخص معلوم کرے کہ میں

بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۵۲

نے چوری نہیں کی اس عزیز کی چھپ کر، اور یہ کہ اللہ نہیں جھٹاتا فریب دغا بازوں کا۔

## شاہ مصر یوسف علیہ السلام کو ملاقات کیلئے طلب کرنا

قال الله تعالى وَقَالَ الْمَلِكُ اُتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ ۖ اِلَىٰ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۵۱  
(ربط) یوسف علیہ السلام نے جب بادشاہ کے قاصد کو خواب کی تعبیر دے دی تو قاصد نے آکر  
بادشاہ سے خواب کی تعبیر بھی بیان کی اور یہ بھی بیان کیا کہ یوسف صدیقؑ نے آنے والے خط کی یہ تدبیر بتلائی ہے  
تو بادشاہ منکر حیران رہ گیا اور اس حسن تعبیر اور حسن تدبیر سے یوسف علیہ السلام کی جلالت شان  
کا سمجھ اس کے دل پر بیٹھ گیا۔ فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں اس کی دیدار و لقاء سے  
بہرہ اندوز ہوں اور اس کی یاقوت اور قابلیت کے مطابق اس کا اعزاز و اکرام کروں چنانچہ قاصد یہ پیغام شاہی لے  
کر یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا مگر یوسف علیہ السلام نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا کہ میں  
اس وقت تک جیل خانہ سے نہ نکلوں گا جب تک لوگوں کے سامنے میری براءت اور نزاہت اور میری بے گناہی  
نہ ظاہر ہو جائے کہ میں بالکل بے قصور ہوں اور بے قصور مجھ کو قید میں ڈالا گیا ہے۔ اول عورتوں سے اس  
کی تحقیق کر لی جائے تاکہ آئندہ چل کر کوئی مجھ پر تہمت نہ لگا سکے اور نہ مجھ پر کسی قسم کی بدگمانی کر سکے یوسف  
علیہ السلام نے عورتوں کا نام تو لیا مگر احتراماً نہ لیا کائنات کا نام نہ لیا حالانکہ اصل وہی تھی۔ حق نمک اور حق تربیت کا  
خیال کیا اور خرم کے مارے اس کا نام نہ لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور جب وہ قاصد تعبیر لیکر بادشاہ کی حضوری میں حاضر  
ہوا تو بادشاہ کو تعبیر نہایت پسند آئی۔ اس وقت بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو فوراً میرے پاس لیکر آؤ کہ میں  
تو سہی یہ کون شخص ہے خود اس کی زبان سے اپنے خواب کی تعبیر سنوں اور اس کے علم و فضل اور عقل و دانش کے  
موافق اس کا اکرام کروں۔ پس جب بادشاہ کا اچھی خواہ وہ ساتھی ہوا تو کوئی اور جو یوسف علیہ السلام کے پاس آیا کہ  
بادشاہ سلامت ابکو یاد فرما رہے ہیں چونکہ اس طرح بلانا یہ بھی ایک قسم کی رہائی تھی اس لیے یوسف علیہ السلام

نے کہا اپنے آنکے پاس لوٹ جائیں اس وقت تک جیل خانہ سے باہر قدم نہ نکالوں گا جب تک میرا اس تہمت سے بے قصور ہونا ثابت نہ ہو جائے کہ جس کی وجہ سے مجھ کو قید میں ڈالا گیا ہے پس بادشاہ سے درخواست کرو کہ وہ تحقیق کرے کہ کیا حقیقت حال ہے؟ ان عورتوں کی جنہوں نے لیخا کی مجلس میں مجھے دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے یعنی میں ابھی جیل سے نکلنا پسند نہیں کرتا جب تک میری اس تہمت سے برائت ظاہر نہ ہو جائے جس کی بنا پر میں قید میں ڈالا گیا ہوں اور ان عورتوں کی تخصیص شاید اس لیے کی ہو کہ انکے سامنے لیخا نے یوسف علیہ السلام کی برائت اور زہمت کا اقرار کیا تھا اور سب کے سامنے یہ کہا تھا۔ وَلَقَدْ كَاذَبْتَهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ تحقیق کے بعد حجب میں بری ثابت ہو جاؤں گا تب یہاں سے نکلوں گا اس موقع پر یوسف علیہ السلام نے عز مصر کی عورت کا ذکر ادا کیا اور احترازاً نہیں کیا کیونکہ وہ انہی سیدہ مہتری تحقیق میرا پروردگار عورتوں کے مکرو فریب کو خوب جانتا ہے ان عورتوں نے میرے ساتھ بڑے بڑے مکر کیے اور سب نے مل کر مجھ پر زور دیا کہ مجھے اپنی سیدہ کا کہنا ماننا چاہیے اور اس طرح مجھ کو قید ہونا پڑا۔ اللہ کو تو سب معلوم ہے تم بھی ذرا تحقیق کرو تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ خطا کس کی ہے اصل مکرو فریب تو لیخا کا تھا مگر چونکہ سب عورتیں انکی حامی اور مددگار تھیں۔ اس لیے عام عنوان اختیار فرمایا اور گول مول فرمایا۔ اور حیا و فحش کی وجہ سے اصل فریب دلی کا نام نہ لیا کہ جس کے گھر میں پرورش پائی تھی؟ سکا کیا نام لوں گول مول فرمایا اور سمجھا کہ اصل حقیقت بالآخر کھل کر رہے گی۔ غرض یہ کہ لیخا واپس آیا اور یوسف علیہ السلام کا غشاو ظاہر کیا۔ بادشاہ نے ان تمام عورتوں کو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے مع عزیز کی عورت کے طلب کیا جب وہ سب عورتیں مع لیخا کے حاضر ہو گئیں تو بادشاہ نے کہا، اے عورتو! تمہارا اس وقت کیا حال تھا جبکہ تم نے یوسف کو اسکے نفس سے پھسلا یا تھا کیا یوسف نے تمہاری طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھا تھا؟ بادشاہ کے اس سوال سے ظاہر ہے کہ بادشاہ کو اس امر کا قطعی یقین تھا کہ پھسلانے والی اور اپنی طرف لہانے والی عورتیں تھیں اور یوسف علیہ السلام نے انکو نہیں پھسلا یا تھا بادشاہ نے یہ سوال نہیں کیا کہ یوسف تم سے کیا چاہتے تھے اور تم یوسف سے کیا چاہتی تھیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو اس بات کا علم یقینی تھا کہ یوسف علیہ السلام کی طرف سے کوئی خواہش نہ تھی۔ ساری خواہش اور اصرار اور ڈرانا اور دھمکانا عورتوں کی طرف سے تھا اصل پھسلانے والی صرف لیخا تھی مگر بادشاہ نے لحاظ پر دہوشی زلیخا کو مخاطب نہ کیا بلکہ ان عورتوں کو مخاطب کیا جنہوں نے یوسف سے کہا تھا کہ اپنی سیدہ کا حکم مانو۔ تمام عورتیں یک زبان ہو کر بولیں (حاشا اللہ) اللہ کی پناہ ہو یوسف پر کوئی تہمت لگائیں ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی۔ برائی تو کیا ہمیں تو یہ معلوم ہوا کہ یہ کوئی درشت ہے۔ عزیز کی عورت یعنی زلیخا جو اس وقت وہاں مجلس میں موجود تھی بولی کہ اب حق بات سب کے سامنے بالکل ظاہر ہو گئی اور چھپانا بیکار ہے بے شک حق یہی ہے کہ میں نے ہی یوسف کو اسکے نفس سے پھسلا یا تھا۔ میں نے ہی یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔ یوسف تو مجھ سے نفور اور بیزار ہو کر بھاگا جا رہا تھا اور بلاشبہ وہ بچوں میں سے ہے یوسف نے جواہری برائت کو ظاہر کرنے کے لیے یہ کہا کہ هِيَ كَاذِبَةٌ عَنِ نَفْسِیْ۔ بالکل حق اور صدق ہے۔

بجرم خویش کرد اقرار مطلق      برآمد زو صدائے حصص الحق  
 بگفتا نیست یوسف را گناہے      منم در عشق او گم کردہ رہے  
 نخست اور اصل خویش بخاندنم      چو کار من نداد از پیش اندام

بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ عورتوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا ہے لہذا آپ آئیے تاکہ آپ کے سامنے انہیں سزا دیوں یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ اہتمام اور درخواست اس لیے نہیں کی کہ عورتوں کو سزا دی جائے بلکہ میری غرض اس سے صرف یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اسکی عدم موجودگی میں اسکی آبرو میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی جس شخص نے مجھ کو بئیل فرزند کے پرورش کیا اس پر یہ بات واضح ہو جائے کہ میں نے غائبانہ اسکی عزت و ناموس میں کوئی خیانت نہیں کی اور تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خیانت کرنے والوں کے جیلہ اور بہانہ کو چیلنے نہیں دیا۔ بلکہ اسکو ظاہر کر کے خیانت کرنے والوں کو رسوا کرتا ہے۔ چنانچہ عورتوں کا فریب نہ چل سکا۔ آخر کار حق ظاہر ہو کر رہا اور خیانت کا پردہ فاش ہوا مطلب یہ ہے کہ اگر مجھ سے کوئی خیانت ہوئی ہوتی تو مجھ کو کامیابی نہ ہوتی۔ زلیخانے اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کی تھی اللہ نے اس کی قلبی کھول دی جہور و مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَكُمْ اِنَّكُمْ اَخْتُمْ اِلَيْهِ يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ کلام کا کلام ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں نے بادشاہ سے جو درخواست کی کہ پہلے عورتوں سے دریافت کر لیا جائے تب جیل خانہ سے باہر آؤں گا اس درخواست سے میری غرض یہ تھی کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے غائبانہ اس کے ناموس میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کی۔

اور بعض مفسرین نے ذٰلِكَ لِيَعْلَمَكُمْ اِنَّكُمْ اَخْتُمْ اِلَيْهِ کلام کو زلیخا کا کلام قرار دیا ہے اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ زلیخانے کہا کہ میں نے یہ سچی گواہی اس لیے دی کہ یوسف کو معلوم ہو جائے کہ میں نے غائبانہ اس پر جھوٹ نہیں بولا اور اسکی خیانت نہیں کی اور میں نے یہ اقرار اس لیے بھی کیا کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے مکرو فریب کو چیلنے نہیں دیتا۔ چنانچہ میں نے دیکھ لیا کہ میں نے خیانت کی تھی اور داؤد کھیلاتا تھا مگر اللہ نے میرا داؤ چیلنے نہ دیا اور مجھ کو نصیحت کیا۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جہور و مفسرین کے نزدیک مختار یہ ہے کہ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَكُمْ اِنَّكُمْ اَخْتُمْ اِلَيْهِ کلام کا کلام ہے یا قبل میں اگرچہ زلیخا کا کلام تھا مگر زلیخا کے کلام کے بعد اگر یوسف علیہ السلام کا کلام ذکر کر دیا جائے تو کوئی سفاقت نہیں قرار دیتے ہیں کہ ایک انسان کے کلام کو دوسرے انسان کے کلام کے ساتھ ملا دینا جائز ہے اگر کوئی مزید موجود ہو جس کا کہ اِنْ الْمُلُوكَ اِذَا اخْتَلَفُوا فَاُتُوا بِهَا حَكْمًا وَكَانُوا بَيْنَ يَدَيْهَا رَاكِعِينَ اِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا فَلْيُلْهِكُوا بِهَا وَاُولَٰئِكَ يَفْعَلُوْنَ۔ حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ (دیکھو تفسیر کبر ص ۱۱۱ جلد ۱۵)



وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ

اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو جی تو سکھاتا ہے بُرائی

إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۵۳

مگر جو رحم کیا میرے رب نے بیشک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان

## مشتمل بر تحدیث نعمت و بیان حقیقت عصمت

قال الله تعالى حاكيا عن يوسف عليه السلام وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي... إلخ... إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ (ربط) جب یوسف علیہ السلام نے اپنی برائت اور نراہت ثابت کرنے کے لیے اتنا زور دیا اور فرمایا کہ ذَالِكَ يَبْغِيكُمْ أَيْدِي كُنْتُمْ بِالْفَيْبِ إلخ تو ممکن تھا کہ کوئی یہ شبہ کرے کہ یہ تو ایک قسم کا فخر اور ناز اور غرور و اعجاب اور خود پسندی اور تزکیہ نفس ہے جو عند اللہ ناپسند ہے کما قال الله تعالى فَلَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ اس لیے یوسف علیہ السلام نے اس شبہ کے ازالہ کے لیے فرمایا وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي إلخ یعنی اس اظہار برائت سے میرا مقصود اعجاب اور تزکیہ نفس نہیں بلکہ تحدیث بالنعمة مقصود ہے کہ میری یہ عصمت اور یہ عفت محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت اور اس کی توفیق سے ہے۔

ادیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۱۰ جلد ۱ و تفسیر روح البانی ص ۲ جلد ۱۳ و تفسیر کبیر ص ۴۲ جلد ۵ و تفسیر البیضاوی ص ۲۳۳ جلد ۵ بر حاشیہ تفسیر کبیر و تفسیر مظهری ص ۳۸ جلد ۵

عَلَيْهِ قَالَ الْقُرْطُبِيُّ وَقَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ كَمَا قَالَ يُوسُفُ ذَالِكَ لِيُظْلَمَ أَيْدِي كُنْتُمْ كَوْنُ نَبِيٍّ اللَّهُ يَكُونُ قَدْ زَكِيَ نَفْسُهُ فَقَالَ وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي وَتَزْكِيَةُ النَّفْسِ مِنْ مَوْصُومَةٍ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَلَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ وَتَفْسِيرُ قُرْطُبِيِّ (ص ۲۱۰ جلد ۱) عَلَيْهِ وَقَالَ الْإِمَامُ الرَّازِيُّ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَالِكَ لِيُظْلَمَ أَيْدِي كُنْتُمْ بِالْفَيْبِ إلخ كَانَ ذَالِكَ جَارِيًا مَجْرَى مَدْحِ النَّفْسِ وَتَزْكِيَتِهَا وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَلَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ فَاسْتَدْرَكَ ذَالِكَ عَلَى نَفْسِهِ بِقَوْلِهِ وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي وَالْمَعْنَى وَمَا زَكَاكَ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ مِثَالَةً إِلَى الْفِتْنَةِ رَاغِبَةً فِي الْمَعْصِيَةِ إلخ (تفسیر کبیر ص ۴۲ جلد ۵) عَلَيْهِ قَالَ الْفَاضِلُ تَنَادَرَتْ قَوْلُهُ قَالَ يُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَبْيِيهَا عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَرِدْ بِذَالِكَ تَزْكِيَةُ النَّفْسِ وَالْعَجَبُ بِمُحَالِهِ بَلْ أَظْهَرَ مَا أَنَّهُ الْعَصَمَةُ وَالتَّوْفِيقُ وَتَرْغِيبُ النَّاسِ إِلَى الْإِقْتِدَاءِ بِهِ وَالْإِقْتِدَاءُ بِمَا نَادَاهُ (تفسیر مظهری ص ۳۸ جلد ۵)

مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ میں بطور فخر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا نفس بالذات معصیت سے پاک اور بری ہے اور میں بالذات اس بات کا مدعی نہیں کہ بالذات مجھ سے معصیت اور برائی کا صدور ناممکن اور محال ہے کیونکہ برائی کا قصد نفس کی جبلت اور سرشت میں داخل ہے جو نفس بھی گناہ سے بچتا ہے وہ محض اللہ کی رحمت اور عنایت اور توفیق سے بچتا ہے نہ کہ اپنی قول اور قوت سے حضرت یوسف علیہ السلام نے ابتداءً اپنی عفت اور عصمت کو بتایا تاکہ جہمت سے بالکلیہ بری ہو جائیں پھر اخیر میں علیہ حیا اور تواضع اور ادب خداوندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے عصمت کی حقیقت کو واضح کر دیا کہ کسی کی عصمت اور نزاہت ذاتی نہیں بلکہ محض فضل خداوندی ہے اور اللہ کی توفیق و عنایت اور اس کی حفاظت و رحمت کے تابع ہے بغیر اس کی رحمت و عنایت کے کوئی فرد گناہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا خوب سمجھ لو کہ عصمت کی حقیقت صرف اللہ کی حفاظت اور رحمت ہے لہذا اہل عصمت و عفت کو چاہیے کہ اپنی عفت اور عصمت پر نظر نہ کریں بلکہ اللہ کی رحمت اور حفاظت پر نظر کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ حفاظت و ذیلت تو معصیت سے محفوظ رہنا ناممکن اور محال ہے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور جب یوسف علیہ السلام نے خیانت سے اپنی براہت ظاہر فرمائی تو ممکن تھا کہ کسی کو بیجاں ہو کر یہ تو فخر اور ناز اور خود ستائی اور اپنے نفس کی پاکی اور صفائی ہے جو خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں تو اس خیال کے ازالہ کے لیے فرمایا کہ میں اپنے نفس کی پاکی اور صفائی بیان نہیں کرتا یعنی اس گزشتہ قول سے میری یہ عرض نہیں کہ میں اپنے نفس کی پاکیزگی ظاہر کروں کہ میرا نفس پاکیزہ ہے البتہ تحقیق میں خوب جانتا ہوں کہ نفس بالذات برائی کا حکم دینے والا ہے نفس کی طبیعت اور جبلت میں برائی کا میلان رکھا ہوا ہے ایک لمحہ کے لیے بھی نفس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا مگر جس وقت خدا ہر بانی کرے تو اس وقت انسان نفس غدار کے شر اور فتنے سے بچ سکتا ہے صرف اللہ کی رحمت اور عنایت ہی نفس اور شیطان سے حفاظت کر سکتی ہے بے شک میرا یہ پروردگار بخشنے والا ہر باریاں ہے یوسف علیہ السلام نے اول خیانت اور تہمت سے اپنی براہت کو خوب اچھی طرح ثابت کیا اور بعد میں بطور تواضع اور خاکساری یہ فرمایا وَمَا أَجْرِي إِلَّا نَفْسِي الخ اشارہ اس طرف فرمایا کہ بندہ کی عصمت اور نزاہت سب اللہ کی رحمت اور عنایت پر موقوف ہے نفس کے جبلتی اور ذاتی شر سے محفوظ رہنا بغیر اللہ کی رحمت اور بغیر اس کی حفاظت کے ممکن نہیں اور یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے کسی قسم کی خیانت نہیں کی اس سے مقصود اپنی پاکی اور صفائی اور خود ستائی نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنی رحمت اور توفیق سے مجھ کو نفس کے شر سے محفوظ رکھا میرا یہ فعل بطور شکر و تحمید نعت ہے وَأَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَنِّثْ لذت اور فرصت اور مسرت کے ساتھ اس کی نعمت و حفاظت کا ذکر کر رہا ہوں کیونکہ خوب جانتا ہوں کہ آدمی اپنی ذاتی جبلت سے ہر وقت اللہ کی رحمت اور اس کی مضرت کا محتاج ہے جس درجہ کی رحمت اور عنایت



شامل حال ہوگی اس درجہ کی عصمت اور مخالفت اسکی دستگیر ہوگی کسی کے بیسے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی عصمت یا عقیت کو اپنے نفس کا ذاتی اقتضاء جانے نفس کا ذاتی اقتضاء تو ہر کسی کی ہی طرف ہے اور برائی سے بچنا یہ اللہ کی رحمت اور توفیق سے ہے میں اپنی برہوت کے بارہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بطور تحدیث نعمت کہہ رہا ہوں کہ اس نے اپنی رحمت سے مجھ کو سوء اور فحشاء سے بالکلیہ محفوظ رکھا اور فخر اور اعجاب یہ بھی ایک قسم کا سوء ہے اس سے بھی اللہ نے مجھ کو محفوظ رکھا اس کہنے میں میری نظر اپنی ذات پر نہیں بلکہ اس کی رحمت اور عنایت پر ہے کہ اگر وہ اپنی رحمت سے میری حفاظت نہ فرمانا تو اندیشہ تھا کہ میں ان کی طرف مائل ہو جاتا۔

### ذکر اختلاف مفسرین در تفسیر اب آیت

وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي قَوْمًا كَآلِ هَارُونَ إِذْ أَخَذُوا مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَرَأَىٰ سُلَيْمَانُ يُقَرَّبُ إِلَيْهِ الذِّبْءَ فَكَفَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ

یوسف علیہ السلام کا کلام فرار دیا ہے کیونکہ یہ جملہ غایت درجہ تواضع اور انکساری اور خدا پرستی پر دلالت کرتا ہے جو یوسف علیہ السلام ہی کے شایان شان ہے اور زلیخا اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتی تھی بہت پرست تھی اور ظاہر ہے کہ ایسا کلام معرفت التیام تو خدا پرست ہی کی زبان سے نکل سکتا ہے اور بہت پرست کی زبان سے ایسا کلام کہاں نکل سکتا ہے (دیکھو زاد المسیر لابن جوزی ص ۲۴۲ جلد ۲)

اور بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ تمام کلام زلیخا کا ہے جس میں اس نے صراحت کے ساتھ کہہ دیا کہ قصور میرا ہی تھا اور یوسف بری ہیں اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلائی ہے شک نفس بری بانوں کا حکم دیتا ہے مگر جس پر خدا رحم کرے سو اس کا نفس اس کو بری بات کا حکم نہیں دیتا اخصی میں یوسف بھی ہے بے شک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے یعنی گویں نے گناہ کیا ہے مگر خدا غفور رحیم ہے مجھے امید ہے کہ وہ میرا گناہ معاف فرمائے گا اور میں نے اپنے قصور کا اعلائیہ اقرار اس لیے کر لیا کہ یوسف سمجھ لے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس پر کوئی بہتان نہیں باندھا یہ قول بعض مفسرین کا ہے مگر راجح اور مختار قول یہی ہے کہ اس قسم کا کلام یعنی دَعَا أَبَوَيْي لِقَسْبِي الخ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کلام اس شخص کا ہے جو متقی اور پرہیزگار ہو اور گناہوں سے بچنے والا اور بھلگئے والا ہو اور پھر بطور تواضع اور خاکساری یہ کہتا ہو کہ میں اپنے آپ کو پاک اور بری نہیں بتلاتا جو کچھ ہوا وہ سب اللہ کی رحمت اور توفیق سے ہوا یہ کلام اس عورت کے مناسب نہیں جس نے اپنی جدوجہد کو اللہ کی معصیت اور شوہر کی خیانت میں خرچ کر ڈالا ہوا دیکھو تفسیر کبیر ص ۴۲ جلد ۱)

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَبْتَلِيكَ ۖ فَرِحَ الْمَلِكُ بِرَأْسِ الْمَرْثِيَةِ ۖ وَالْمَلِكُ مُرِيحٌ ۖ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَبْتَلِيكَ ۖ فَرِحَ الْمَلِكُ بِرَأْسِ الْمَرْثِيَةِ ۖ وَالْمَلِكُ مُرِيحٌ ۖ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَبْتَلِيكَ ۖ فَرِحَ الْمَلِكُ بِرَأْسِ الْمَرْثِيَةِ ۖ وَالْمَلِكُ مُرِيحٌ ۖ

اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس میں خاص کر

لِنَفْسِي ۚ فَلَمَّا كَلَمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ

دکھو اس کو اپنے کام میں بھر جب بات چیت کی اس سے کہا سچ تو نے آج ہمارے

لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿۵۳﴾ قَالَ اجْعَلْنِي

پاس جگہ پائی معتبر ہو کر یوسف نے کہا مجھ کو مقرر کر

عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْمُ ﴿۵۴﴾

ملک کے خزانوں پر میں خوب نگہبان ہوں خبردار

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبِعُوا مِنْهَا

وریوں قدرت دی ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ پکڑے اس میں

حَيْثُ يَشَاءُ ۖ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا

جہاں چاہے پہنچاتے ہیں ہم اپنی ہر جس کو چاہیں اور ضائع

نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۵﴾ وَلَا جُرْأِ الْآخِرَةِ خَيْرٌ

نہیں کرتے ہم نیک بھلائی والوں کا اور نیک آخرت کا بہتر ہے

لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۵۶﴾

ان کو جو یقین لائے اور رہے پرہیزگاری میں

یوسف علیہ السلام کی شاہ مصر سے ملاقات اور بالمشافہ

گفتگو اور تفویض اختیارات سلطنت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ .... إِلَى .... وَكَانُوا يَتَّقُونَ

اور جب بادشاہ کو یوسف علیہ السلام کی مرادت اور نزاہت کا کامل یقین ہو گیا اور یوسف علیہ السلام کی اس شرط نے کہ سورتوں سے بھی دریافت کر لیا جائے بادشاہ کو اور بھی اطمینان دلا دیا کہ

تحقیقات کی شرط وہی آدمی لگا سکتا ہے جس کو اپنی برادری کا کامل یقین ہو اور خواب کی تعبیر اور پھر اس کے متعلق تدبیر کن کر تو بادشاہ حیران ہی رہ گیا اور کہنے لگا اس شخص کو فوراً میرے پاس لے کر آؤ ایسے شخص کو تو میں خالص اپنے لیے مقرر کروں گا اور عزیز مصر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا یعنی برادری راستہ مجھ سے وابستہ ہوں گے اور عزیز مصر کے ماتحت نہ ہوں گے چنانچہ لوگ ان کو بادشاہ کے پاس لائے پس جب بادشاہ نے یوسف علیہ السلام سے بالمشافہ باتیں کیں تو ان کی فہم و فراست کو دیکھ کر بالکل ہی گرویہ ہو گیا اور حکم دیا کہ تحقیق تو آج سے ہمارے یہاں بڑے مرتبہ والا اور بڑا معتبر ہے بعد ازاں خواب کی تعبیر کا ذکر کیا بادشاہ نے کہا کہ اتنے بڑے نقطہ کا انتظام بڑا بھاری کام ہے یوسف علیہ السلام نے اس کی تدبیر اور انتظام کا طریقہ بتلایا بادشاہ نے کہا کہ اس کا رعب عظیم کا کون کھیں اور ذمے دار بنے گا یہ انتظام کس کے سپرد کیا جائے اسے یوسف علیہ السلام نے دیکھتا ہوں کہ تم مجھ صدق اور امانت ہو تم سے کسی قسم کی خیانت کا اندیشہ نہیں صدق اور امانت اور فہم و فراست تمہارے چہرہ سے عیاں ہے دل تمہاری طرف مائل ہے جیسا اطمینان تم پر کیا جاسکتا ہے دیا اطمینان دوسرے عمال اور حکام پر نہیں کیا جاسکتا یوسف علیہ السلام نے کہا اچھا مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے یعنی ملکی پیداوار اور اس کی آمد و خرچ کا افسر مجھے مقرر کر دیجیے تاکہ یہ خزانے صحیح حق داروں کو پہنچا سکوں اور اس طرح سے بندگان خدا کو آسانی کے ساتھ روزی پہنچا سکوں اور عجب نہیں کہ ساتھ ساتھ یہ بھی خیال کیا ہو کہ یہ عدل و انصاف دھوبت حق کا ذریعہ اور وسیلہ بنے گا اور فرمایا کہ تحقیق میں خدا داد علم اور فہم سے بڑا حفاظت کرنے والا ہوں بیت المال کو خیانت سے محفوظ رکھوں گا جن سے مال لینا ہے ان سے لیا جائے گا اور جن کو دینا چاہیے ان کو دیا جائے گا اور بڑا خبردار واقف کا رہوں یعنی حق تعالیٰ نے مجھ میں انتظام کی صلاحیت رکھی ہے اگر آپ نے مجھ کو مقرر کر دیا تو انشاء اللہ ایسا انتظام کروں گا کہ خدا کے فضل سے کوئی بھوکا نہیں مرے گا چنانچہ بادشاہ نے اس کو منظور کیا اور یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر مشرف ہوا اور ان کو اپنا وزیر باتدبیر بنایا اور سلطنت کا مختار کر دیا اور عزیز مصر کو معزول کر کے سلطنت کے تمام انتظامات ان کے سپرد کر دیئے اور مصر کے تمام خزانے پر مشرف ہو گئے اور تمام قلعہ و عین انہی کا حکم چلنے لگا چند روز کے بعد عزیز مصر کا انتقال ہو گیا اور یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے لقب سے مشہور ہوئے کہ قولہ تعالیٰ فیما بعد قَالُوا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیزُ اٰلِہٖمُ اور عزیز مصر کے بعد بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کی عزیز مصر کی بیوی زلیخا سے شادی کر دی جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک افراتیم اور دوسرا یشاد تفصیل کے لیے دیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۱۲ جلد ۹ و زاد المسیر ص ۲۴۴ جلد ۲ و تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۸۲ جلد ۲

**نکتہ** خوب سمجھ لو کہ خلیفہ راشد وہی ہے جو حفیظ و علیم کا مصداق ہو پھر ابو یوسف و عمرہ کے حال پر ایک نظر ڈالو ۱ یوسف صبیح کا غمزدہ نظروں کے سامنے آجائے گا۔

اور ہم نے ایسے ہی عجیب طور پر یوسف کو زمین مصر میں جگہ دی یعنی اس ملک میں حکومت اور نمکنت عطا کی اور اقتدار اور اختیار دیا کہ اس زمین میں سے جہاں چاہیں رہیں۔ قید خانہ کی تنگی اور تکلیف کے بغیر وسعت اور فراخی عطا کی جہاں چاہیں رہیں سارا ملک ان پر فروغ ہے اور یہ سب اللہ کی رحمت ہے اور ہم جس کو چاہیں اپنی رحمت پہنچائیں کوئی ہمارا ہاتھ پکڑنے والا نہیں اور ہم نیکو کاروں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتے اور البتہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ کو جو اجر آخرت میں ملے گا وہ اس دنیاوی اجر سے کہیں بہتر ہے جس کے سامنے دنیا کی دولت و ثروت سب بیچ ہے یعنی یوسف کو جو دنیاوی سلطنت ملی وہ اس کی رحمت کا ایک حصہ ہے یوسف علیہ السلام نیکو کاری اور ہمدردی گاری کی بدولت قعر چاہ سے نکل کر تخت چاہ پر پہنچے اور آخرت میں جو اجر و ثواب ان کے لیے مقدر ہے وہ وہم و گمان سے بالا اور برتر ہے ۔

۶ بدینا و حقیقی کسے قدر یافت کہ او جانب صبر و تقویٰ شناخت  
خدا کی قدرت کا کوشہ دیکھو کہ کہاں سے کہاں پہنچا یا کنوئیں سے نکال کر مصر کا فرمانروا بنا یا  
شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں یہ جواب ہوا ان کے سوال کا کہ اولادِ ابراہیمؑ اس طرح شام سے مصر  
میں آئے اور بیان ہوا کہ بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو گھر سے دور پھینکا تاکہ ذلیل ہو جائے مگر  
عزت دی اور ملک پر اختیار دیا ایسا ہی ہوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (موضح القرآن)

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ

اور آئے بھائی یوسف کے پھر داخل ہوئے اس کے

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۵۸ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

پاس تو اس نے پہچانا ان کو اور وہ نہیں پہچانتے اور جب تیار کر دیا ان کو

بِمَهَازِهِمْ قَالَ اِتُّونِي بِآخِ تَكُمُ

ان کا اسباب کہا لے آؤ میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے

مِّنْ اَبْنَائِكُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْ اَوْفِي الْكَيْلِ وَاَنَا

باپ کی طرف سے تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پوری دیتا ہوں بھرتی اور خوب

خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۵۹ فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ

طرح آتا رہا ہوں پھر اگر اس کو نہ لائے میرے پاس تو بھرتی نہیں

لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُون ۶۰ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ

تم کو میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آؤ۔ بولے ہم خواہش کریں گے اس کے

أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۶۱ وَقَالَ لِفَتَيْنِهِ اجْعَلُوا

باپ سے اور البتہ ہم کو کرنا ہے اور کہہ دیا خدمت گاروں کو اپنے رکھ دو

بِضَاعَتِهِمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا

اُن کی پونجی انکے بوجھوں میں شاید اس کو پہچانیں جب پھر کر

إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۶۲ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ

جاویں اپنے گھر شاید وہ پھر آویں پھر جب پھر گئے اپنے

أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا

باپ پاس بولے لے باپ بند ہوئی ہم سے بھرتی سو بیج ہمارے ساتھ

أَخَانَا نَكْتَلُ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۶۳ قَالَ هَلْ أَمْنُكُمْ

بھائی ہمارا کر بھرتی لاؤں اور اس کے نگہبان ہیں کہا میں اعتبار کروں تمہارا

عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمْنُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ قَالَ اللَّهُ

اس پر وہی جیسا اعتبار کیا تھا انکے بھائی پر پہلے سو اللہ

خَيْرُ حَافِظٍ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِمِينَ ۶۴ وَلَمَّا فَتَحُوا

بہتر ہے نگہبان اور وہ ہے سب بہرہ مالوں سے بہرہ مان اور جب کھولی اپنی

مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا

چیز بہت پائی اپنی بونجی پھری آئی ان کی طرف بولے

يَا بَنَا مَا نَبَغِي هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَبِيرُ

اے باپ! وہی جو ہم مانگتے ہیں یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہم کو اور سرد لاؤں

أَهْلُنَا وَنَحْفَظْ أَخَانًا وَنَزِدْكَ كَيْلَ بَعِيرٍ ذَلِكْ

ہم اپنے گھر کو اور خبر داری کریں اپنے بھائی کی اور زیادہ کیوں بھرتی ایک اونٹ کی

كَيْلُ يَسِيرٍ ۖ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُونِ

وہ بھرتی آسان ہے کہا ہرگز نہ بھیجوں گا اسکو ساتھ تمہارے جب تک دو گھوڑے

مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتِنَنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ

عہد خدا کا کہ اللہ یہ پہنچا دو گئے میرے پاس اسکو مگر کہ گھرے جاؤ تم سارے

فَلَمَّا أَتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ

پھر جب دیا اسکو عہد سب نے بولا، ذمہ اللہ کا ہے جو باتیں ہم

وَكَيْلٌ ۖ وَقَالَ لِبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ

کہتے ہیں اور کہا اے بیٹو! نہ داخل ہو بیچو ایک دروازے سے

وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ

اور پیٹھو کئی دروازوں سے جدا جدا اور میں نہیں بچا سکتا تم کو

مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

اللہ کی کسی چیز سے، حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے اس پر مجھ کو بھروسہ ہے

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۖ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ

اور اسی پر بھروسہ چاہیے بھروسہ کرنے والوں کو اور جب داخل ہوئے جہاں

حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِّنْ

سے کہا تھا ان کے باپ نے کچھ نہ بچا سکتا تھا ان کو

اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسٍ يَعْقُوبَ قَضَاهَا

اللہ کی کسی چیز سے مگر ایک خواہش تھی یعقوب کے جی میں سو کہ چکا

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

اور وہ تو خبردار تھا ہمارے سکھائے سے لیکن بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۶۸﴾

خبر نہیں رکھتے

## ظہور قحط عظیم در اطراف مصر و شام

قال الله تعالى وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ... وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (ربط) غرض یہ کہ اس طرح یوسف علیہ السلام کو خزانہ مصر پر اقتدار اور اختیار حاصل ہوا اور بادشاہ نے سلطنت کا انتظام حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کیا اور ارکان دولت اور وزراء اور اہل امارت نے تسلیم خم کر دیا اور یوسف علیہ السلام نے زمین کی پیداوار کا انتظام شروع فرمایا اور لوگوں کو کھیتی کرنے کا حکم دیا بے شمار غلہ پیدا ہوا سات برس تک جو غلہ حاصل ہوتا رہا اس میں سے بقدر ضرورت و کفایت لوگوں کو دیتے اور باقی کو جمع رکھتے یہاں تک کہ غلہ کا اس قدر ذخیرہ ہو گیا جو ساہا سال کام آ سکے چونکہ حق تعالیٰ نے قبل از وقوع قحط اس سے آگاہ فرمادیا تھا اس لیے انہوں نے یہ انتظام فرمایا دوسرے ملک وادوں کو پہلے سے اس کا کچھ علم نہ تھا اس لیے وہ انتظام نہ کر سکے اس انتظام میں سات سال گزر گئے اب اس کے بعد قحط کے سال شروع ہوئے اور مصر اور شام کے تمام علاقوں میں قحط عام ہو گیا جس سے لوگ پریشان ہو گئے یوسف علیہ السلام نے لوگوں کو غلہ دینا شروع کیا کسی کو ایک اونٹ سے زیادہ غلہ نہ دیتے تھے اگرچہ وہ سوار اور حاکم ہو جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ مصر میں سلطنت کی طرف سے غلہ فروخت ہوتا ہے تو اطراف و اکناف سے لوگ غلہ لینے کے لیے آئے لگے اور کنعان میں بھی قحط پڑا تو یوسف علیہ السلام کے بھائی بچہ بنیامین کے غلہ لینے کے لیے مصر آئے اور من جانب اللہ وقت آیا کہ یوسف کے ہاتھ سے ان بھائیوں پر احسان کرائیں جنہوں نے یوسف کے ساتھ برائی کی تھی یعقوب علیہ السلام کو جب مصر کا حال معلوم ہوا تو اپنے بیٹوں کو جمع کر کے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ مصر کا بادشاہ بڑا نیک و رحمت ہے لوگوں

کو غلہ دیتا ہے تم بھی اس کے پاس جاؤ اور غلہ لاؤ غرض یعقوب علیہ السلام نے اپنے دس بیٹوں کو مہر بھیج دیا اور یوسف کے سگے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا پس جب یہ دس بھائی یوسف علیہ السلام کے سامنے آئے تو یوسف علیہ السلام نے ایک ہی نظر میں ان کو پہچان لیا اور وہ ابھی ان سے ناشناس تھے یعنی وہ ابھی یوسف کو نہ پہچان سکے اس لیے کہ بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو مصر سنی میں چھوڑا تھا اور اُس وقت سے لے کر اس وقت تک چالیس سال گزر چکے تھے پھر یہ کہ یوسف علیہ السلام اس وقت لیا س شاہانہ میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھے ایسی حالت میں یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ جلوہ افروز وہی ہمارا بھائی ہے جس کو ہم نے معمولی قیمت میں ایک قافلہ کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے چہرہ پر نقاب رکھتے تھے تاکہ مصر کی عورتیں فتنہ میں نہ پڑیں غرض یہ کہ جب بھائی یوسف کے سامنے پیش ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور بھائیوں نے ان کو نہ پہچانا یوسف علیہ السلام ان کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آئے اور عبرانی زبان میں ان سے ان کے حالات پوچھے کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم ملک شام کے رہنے والے ہیں ہمارا گزران معاش بکریوں پر ہے قحط کی مصیبت میں ہم بھی گرفتار ہیں اس لیے ہم تیرے پاس غلہ لینے کے لیے آئے ہیں یوسف علیہ السلام نے کہا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم جاسوس ہو اور تیرے ملک کا حال معلوم کرنے آئے ہو انہوں نے کہا کہ بخدا ہم جاسوس نہیں ہم سب ایک باپ کے بیٹے ہیں ہمارا باپ بہت بوڑھا اور راست گفتار ہے اس کا نام یعقوب ہے وہ اللہ کا نبی ہے یوسف علیہ السلام نے کہا تم کتنے بھائی ہو انہوں نے کہا ہم کل بارہ بھائی تھے اور ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل گیا اور ہلاک ہو گیا ہمارے باپ کو اس کے ساتھ ہم سب سے زیادہ محبت تھی یوسف نے کہا کہ اب تم یہاں کتنے ہو انہوں نے کہا کہ ہم دس ہیں یوسف نے کہا کیا رھواں کیا ہوا انہوں نے کہا کہ وہ اپنے باپ کے پاس ہے باپ نے اس کو اپنے پاس روک لیا کیونکہ وہ ہلاک شدہ بھائی کا سگا بھائی ہے باپ اس سے قسلی پاتا ہے یوسف علیہ السلام نے کہا کیا کوئی اس کی تصدیق کر سکتا ہے کہ تم سچ کہتے ہو انہوں نے کہا ہم پردیس میں ہیں یہاں ہمیں کوئی نہیں جانتا یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اچھا اب کی دفعہ تم اس سوتیلے بھائی کو بھی اپنے ساتھ لیتے آنا اسی سے تمہارا سچ معلوم ہو جائے گا بعد ازاں یوسف علیہ السلام نے ان کو غلہ دینے کا حکم دے دیا اور جب یوسف نے ان کا سامان غلہ کا تیار کر دیا اور ہر ایک کے اونٹ پر گھوں لدوا دیئے تو وہ بولے کہ ہمارا ایک بھائی جن کو باپ نے اپنی قسلی کے لیے روک لیا ہے اس کے حصہ کا بھی ایک اونٹ غلہ کا دے دیا جائے فرمایا کہ یہ قانون کے خلاف ہے اگر اس کو اپنا حصہ لینا ہے تو خود آکر لے جائے اور ان کو رخصت کیا اور چلنے وقت یہ کہا کہ اب کی دفعہ آؤ تو اپنے اس



بھائی کو بھی ساتھ لانا جو تمہارے باپ کی طرف سے تمہارا بھائی ہے یعنی اپنے علاقہ بھائی کو ساتھ لانا تاکہ اس کا حصہ بھی دیا جاسکے کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں باپ کو پورا کرتا ہوں اگرچہ اس کی قیمت بوری نہ ہو اور علاوہ انہیں میں بہترین مہمان نواز ہوں باوجود جاسوسی کے احتمال اور امکان کے میں نے تمہاری مہمان داری میں کوئی کمی نہیں کی اب کی دفعہ آؤ تو بھائی کو بھی ساتھ لاؤ تاکہ اس کے حصہ کا غلہ اس کو مل سکے پس اگر تم اس کو ساتھ نہ لائے تو ایک تو یہ ہوگا کہ تمہارے لیے میرے پاس غلہ کا کوئی ماپ نہ ہوگا اور دوم یہ کہ تم میرے پاس بھی نہ آنا پھر تمہیں یہاں آنے کی اجازت بھی نہیں اگر اس بھائی کو ساتھ نہ لائے تو میری قلمرو میں قدم نہ رکھنا بھائی کو ساتھ نہ لائے میں سمجھوں گا کہ تم مجھے دھوکہ دے کر بھائی کے نام سے زیادہ غلہ لینا چاہتے تھے وہ بولے ہم تاحد امکان اس کے متعلق اس کے باپ سے گفت گو کریں گے اور تحقیق ہم اس کام کو کر کے رہیں گے یعنی جتنی کوشش ہو سکے گی اس میں کمی نہ کریں گے باقی اختیار باپ کو ہے اور جب وہاں سے چلنے لگے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ ان کی پونجی جو وہ غلہ کی قیمت میں لائے تھے انہی کے ضلیتوں یعنی خرجیوں میں رکھ دو شاید یہ لوگ جب اپنے گھر پہنچیں تو اس کو پہچانیں کہ یہ کس قدر جو دو کرم ہے کہ غلہ بھی دیا اور قیمت بھی اس کی واپس کر دی اور واپس بھی اس طرح کی کہ ہم کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی شاید وہ اس جو دو کرم کو دیکھ کر دوبارہ واپس آئیں قیمت کو اس طرح واپس کرنے میں چند حکمتیں تھیں (اولاً) یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ اور بھائیوں سے قیمت لینا مروت کے خلاف سمجھا (ثانیاً) یوسف علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ عین ہے ان کے پاس اور قیمت نہ ہو اور پھر غلہ لینے نہ آئیں اس لیے ان کی قیمت واپس کر دی تاکہ قیمت پاکر پھر غلہ لینے آئیں (ثالثاً) یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ ایسی طرح احسان کرنا چاہا کہ ان کو ندامت اور عار نہ ہو کیونکہ اگر ظاہری طور پر قیمت واپس کرے تو شاید وہ منظور نہ کرے (رابعاً) یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ جب یہ قیمت واپس پائیں گے تو ان کی امانت و دیانت اور مروت اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ ضرور واپس آئیں۔ اور اس پونجی کی واپسی کا سبب دریافت کریں اور کوشش کریں کہ یہ قیمت واپس لی جاوے (خامساً) یہ چاہا کہ اپنے باپ کے سامنے یہ ظاہر کریں کہ مصر کے بادشاہ نے ہمارے ساتھ یہ اکرام کیا ہے اور مزید اکرام سے دوبارہ مع بھائی کے طلب کیا ہے تو یہ سنی کہ باپ کو بھائی کا بھیجنا گراں نہ گزرے اور جب قیمت ان کے پاس ہوگی تو دوبارہ آنے میں ہولت ہوگی غرض یہ کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ساتھ سلوک اور احسان میں ایسا ہیسا کیا جیسا کہ بھائیوں نے برائی میں مبالغہ کیا تھا (دیکھو تفسیر کبیر ص ۴۶ جلد ۱)

پس جب یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے باپ کی طرف لوٹے اور وہاں پہنچے تو یعقوب علیہ السلام سے سارا حال بیان کیا کہ بادشاہ بہت نیک میرٹ اور عادل ہے اس نے ہمارا اکرام کیا اور ہماری بھانڈاری کی یعقوب

علیہ السلام سن کر خوش ہوئے اور بادشاہ کو دعا دی اور کہنے لگے اے ہمارے والد بزرگوار آئندہ کے لیے ہم سے غلہ روک لیا گیا ہے کہ جب تک اپنے علاقے بھائی کو نہ لاؤ گے اس وقت تک تم کو کیں (یعنی غلہ کا پیمانہ) نہیں دیا جائے گا لہذا آپ ہمارے ساتھ بھائی بنیامین کو بھیج دیں تاکہ ہم دوبارہ غلہ لاسکیں کیونکہ پہلی مرتبہ غلہ دیتے وقت ہم سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ آئندہ اگر تم اپنے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو غلہ نہیں دیا جائے گا اس لیے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے اور ہم آپ سے وعدہ کہتے ہیں کہ تحقیق ہم ان کی پوری حفاظت کریں گے کوئی برائی اور تکلیف اس کو پہنچنے نہیں دیں گے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بس رہنے دو کیا اس کے بارہ میں بھی تمہارا وہاں اعتبار کروں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں یعنی میں بنیامین کے بارہ میں تمہارا اعتبار کس طرح کروں یہی بات تو تم اب کہتے ہو وہی بات تم نے اس کے بھائی یوسف کے بارہ میں کہی تھی اور تم نے مجھ سے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا مگر وہ غلط نکلا تو اب اس کے بارہ میں مجھے تمہارا اعتبار کس طرح آئے سو خیر اگر تم بنیامین کو لے ہی جاؤ گے تو اللہ کے سپرد ہے وہ سب سے بڑھ کر محافظ ہے مطلب یہ ہے کہ میرا بھروسہ خدا سے تعالیٰ پر ہے تم پر اور تمہاری حفاظت پر کوئی بھروسہ نہیں میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس کی حفاظت پر چھوڑتا ہوں اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے مجھے اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ارحم الراحمین اب مجھ پر دو بیٹوں کی مصیبت کو جمع نہ کرے گا اور اس گفتگو کے بعد جب انھوں نے اپنے سامان کو کھولا جو مہر سے لائے تھے تو اس میں اپنی پونجی کو پایا کہ وہ ان کی طرف واپس کر دی گئی پونجی سے مراد وہ قیمت ہے جو غلہ کے عوض دے کر آئے تھے اس کو دیکھا کہ وہ ان کی طرف واپس کر دی گئی ہے جب دیکھا تو کہنے لگے اے ہمارے شفیع و رحیم باپ لیجئے اور ہم کو کیا چاہیے کہ بادشاہ نے ہمارا اکرام کیا اور ہمارے ہاتھ غلہ فروخت کیا اور پھر ہماری قیمت بھی اس طرح واپس کر دی کہ ہم کو خبر بھی نہ کی دیکھ لیجئے یہ ہماری پونجی سامنے ہے جو ہم کو واپس کر دی گئی اس سے بڑھ کر بادشاہ سے کس چیز کو چاہیں پس بادشاہ کی اس شفقت و عنایت کا حقیقی یہ ہے کہ آپ ہم کو دوبارہ بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت دیں اور اس بات کی اجازت دیں کہ اپنے بھائی کو اپنے ساتھ لے جائیں جیسا کہ بادشاہ کی شرط ہے اور اس طرح ہم اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لائیں گے اور آمد و رفت میں اپنے بھائی کی پوری حفاظت کریں گے اور اس کے حصہ کا ایک بارشتر غلہ زیادہ لائیں گے کیونکہ یہ غلہ جو اس وقت ہم لائے ہیں وہ قلیل مقدار ہے جس سے ہماری ضرورت پوری ہوتی نظر نہیں آتی اور بغیر بھائی کے ساتھ لیجائے دوبارہ غلہ ملنا ممکن نہیں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا خیر مجھے ایسی حالت میں بھیجنے سے انکار تو نہیں مگر میں اس کو اس وقت تک تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے خدا کی قسم کھا کر یہ عہد اور پیمانہ نہ

دو کہ تم ضرور اس کو میرے پاس واپس لاؤ گے ہاں اگر تم کہیں گھر جاؤ اور اس کی حفاظت سے مجبور ہو جاؤ تو اس وقت تم معذور ہو گے چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی پھر جب انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو اپنا بیٹہ عہد اور بیمان دے دیا تو یعقوب علیہ السلام نے کہا جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے عرض یعقوب علیہ السلام بنیامین کو ان کے ساتھ بھیجنے پر راضی ہو گئے اور جب دوبارہ مہر جانے کے لیے تیار ہو گئے تو چلتے وقت یعقوب علیہ السلام نے ان کو تدبیر اور احتیاط کی نصیحت کی اور کہا اسے میرے بیٹے مہر میں تم سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا اور متفرق دروازوں سے داخل ہونا یہ حکم اس لیے دیا کہ سب بیٹے صاحب حق و جمال تھے اور صاحب شوکت و ہیبت و وقار تھے اور ایک باپ کی اولاد تھے اس لیے اندیشہ ہوا کہ اس طرح داخل ہونے سے نظر نہ لگ جائے کیونکہ نظر حق ہے صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر حق ہے اور پہلی مرتبہ مہر میں عام مسافروں کی طرح داخل ہوئے تھے اور کوئی پہچانتا نہ تھا اس لیے پہلی مرتبہ اس احتیاط کی ضرورت نہ تھی اور دوبارہ جانا خاص شان اور اہتمام سے تھا اور بادشاہ کی دعوت پر تھا اس لیے حفاظت کی یہ تدبیر فرمائی اور فرمایا کہ یہ محض ایک ظاہری تدبیر ہے اور نظر بد سے بچنے کا ایک ذریعہ اور سبب ہے اور باقی اگر خدا ضرر پہنچا چاہے تو میں تم کو اللہ کی تقدیر سے بچا نہیں سکتا یعنی خواہ تم سب ایک ساتھ ایک ہی دروازہ سے داخل ہو یا متفرق دروازوں سے تقدیر الہی ہر حال میں تم کو پہنچ کر رہے گی اور احتیاط کچھ بھی کام نہ آئے گی مگر جہاں تک ممکن ہو ظاہری تدبیر اور ظاہری سبب پر عمل کرنا ضروری ہے یہ عالم اسباب ہے حق تعالیٰ نے اسباب کو اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ اس راستہ پر چلو گیتنا ما خلقت هذا باطلا۔

اطلبوا الارزاق من اسبابها : وادخلوا الابیات من ابوابها

یعقوب علیہ السلام نے مقتضائے شفقت پدری اولاً ایک تدبیر کا حکم دیا پھر بندہ کے غرر اور لاچارگی پر نظر کر کے تقدیر کا ذکر فرمایا تاکہ بیٹے سمجھ جائیں کہ احتیاط تدبیر سے مقدر نہیں مل سکتا کیونکہ حکم صرف اللہ کا ہے اس کے حکم کے سامنے کسی کی نہیں چلتی جو اس نے تمہارے لیے مقدر کیا ہے وہ لا محالہ تم کو پہنچے گا اور یہ تدبیر تم کو کچھ نفع نہ دے گی اور بادجو اس تدبیر ظاہری کے میں نے بھروسہ خدا ہی پر کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو چاہیے کہ اسی پر بھروسہ کر دیں نہ کہ تدبیر پر تدبیر سے گریز کرنے لگنا مگر توکل نہیں بلکہ توکل یہ ہے کہ تدبیر بھی کر دو مگر نظر تقدیر پر رکھو اس کے بعد وہ سب وہاں سے روانہ ہوئے اور جب شہر مہر میں اسی طرح متفرق دروازوں سے داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے حکم دیا تھا تو یہ تدبیر ان سے اللہ کی تقدیر میں سے کوئی شے دفع نہ کر سکی لیکن یعقوب علیہ السلام کے دل کی ایک خواہش تھی جس کو انہوں نے پورا کر لیا اور اس کے موافق اولاد کو نصیحت کر دی اور اسی کے مطابق اولاد متفرق دروازوں سے داخل ہوئی مگر جو مقدر تھا وہ دور نہ ہوا اور

پوری کا الزام ان پر لگا پس اس تدبیر سے تقدیر نہ دفع ہوئی اور تقدیر دوسری طرف لے آئی اور تحقیق یعقوب بڑا خبردار تھا اس چیز سے جو ہم نے اس کو سکھائی تھی کہ تدبیر بھی کی مگر بھر دوسرے تدبیر پر نہ کیا اور صحیح علم ہی ہے کہ تدبیر اور تقدیر دونوں کو جمع کرے لیکن اکثر لوگوں کو اس کا علم نہیں کہ وہ تدبیر و مفور ہو جاتے ہیں اور تقدیر کا بھید ان کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے ظاہر اسباب کو پنختہ کرنا اور بھر دوسرے الشد پر رکھنا یہی صحیح علم اور صحیح معرفت ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَىٰ

اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا

أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا

اپنے بھائی کو کہا میں ہوں تیرا بھائی سو تو غمگین نہ رہ ان کاموں سے جو

يَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَّازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ

کرتے رہے ہیں پھر جب تیار کر دیا ان کو اسباب ان کا رکھ دیا پینے کا ہاں

فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ انْكُمُ

بوجھ میں اپنے بھائی کے پھر پکارا بھکاریے والا اسے قافلے والو! تم مقرر

لَسِرْقُونَ ﴿١٠٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿١٠١﴾

ہو رہے تھے منہ کر کر ان کی طرف تم کیا نہیں پاتے

قَالُوا نَفَقْدُ صَوَاعَ السِّلَاحِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ

لوے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا ماپ اور جو کوئی وہ لاوے اس کو ایک بوجھ

بَعِيرٍ وَأَنَّا بِهِ زَعِيمٌ ﴿١٠٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ

اونٹ کا اور میں ہوں اس کا ضامن کہنے لگے قسم اللہ کی! تم کو معلوم ہے

مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سِرْقِينَ ﴿١٠٣﴾

ہم مضرارت کرنے کو نہیں آتے ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے

قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَذِبِينَ ﴿۴۳﴾

بولے، پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہو

قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ط

کہنے لگے اس کی سزا یہ کہ جس کے ہوجھ میں پائے وہی جادے اس کے بدلے میں

كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۴۴﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ

ہم بھی سزا دیتے ہیں گنہگاروں کو پھر شروع کیا یوسف نے ان کی خرمیاں

وَعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وَعَاءِ أَخِيهِ ط

دیکھنی پہلے اپنے بھائی کی خرمی سے بیچھے وہ باس نکالا خرمی سے اپنے بھائی کی

كَذَلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ

یوں داؤ تادیا ہم نے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو

فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ط نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ

انصاف میں اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں

مَنْ نَشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۴۵﴾ قَالُوا

جس کو چاہیں اور ہر خبر دالے سے اُدپر ہے ایک خبردار کہنے لگے

إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ فَأَسْرَهَا

اگر اس نے چرایا تو چوری کی ہے ایک اس کے بھائی نے بھی پہلے تب آہستہ کہا

يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ أَنْتُمْ شَرُّ

یوسف نے اپنے جی میں اور ان کو نہ بتایا بولا کہ تم اور بدتر

مَكَانًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا يَا أَيُّهَا

ہو درجے میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بتاتے ہو کہنے لگے اے

الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ

عزیز ! اس کا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو رکھنے ایک ہم میں سے اسکی جگہ

إِنَّا نُرِيكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۴۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ

ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا ۔ ہولا اللہ یناہ دے اگر ہم کسی

تَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَكَ إِنَّا إِذَا

کو پکڑیں مگر جس پاس پائی اپنی چیز، تو - تو ہم

تُظْلِمُونَ ﴿۴۹﴾

بے انصاف ہوتے

## بار دوم آمدن برادران یوسف علیہ السلام

قال الله تعالى وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَدَّى إِلَيْهِ أَخَاهُ - (إِلَيْهِ عِنْدَهُ لَا رَيْبَ إِذَا الظَّالِمُونَ  
 (ربط) یہاں تک برادران یوسف علیہ السلام کی پہلی بار آمد کا ذکر تھا اب آئندہ آیات میں ان کی دوسری  
 بار آمد کا ذکر ہے اور جب بار دوم یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق گیارہ بھائی یعنی دس بھائی  
 سابق مع بنیامین کے مختلف دروازوں سے مصر میں داخل ہوئے اور یوسف علیہ السلام کے پاس  
 پہنچے اور بنیامین کو پیش کر کے کہا کہ ہم آپ کے حکم کے مطابق اپنے اس علاتی بھائی کو اپنے ساتھ  
 لائے ہیں جو آپ کے سامنے ہے یوسف علیہ السلام نے دودو بھائیوں کو ایک ایک جگہ ٹھہرا دیا بنیامین  
 اکیلے رہ گئے اس لیے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اپنے پاس  
 اس کو ٹھہرایا اور کھانے میں ان کو شریک کر لیا اور خلوت میں یوسف علیہ السلام نے بنیامین  
 سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا بنیامین یوسف نے پوچھا کہ تیری ماں کا نام کیا ہے بنیامین  
 نے کہا راحیل یوسف نے پوچھا کوئی تیرا سگا بھائی بھی ہے بنیامین نے کہا ایک بھائی تھا وہ ہلاک  
 ہو گیا یوسف نے کہا اگر میں تیرے اس بھائی کے بدلہ جو ہلاک ہو گیا ہے بھائی جو جاؤں تو تو اس  
 بات کو پسند کرے گا بنیامین نے کہا تجھ سے اچھا بھائی کس کو مل سکتا ہے لیکن تجھ کو یعقوب اور  
 راحیل نے نہیں جناس وقت یوسف علیہ السلام نے کہا میں تیرا بھائی یوسف ہوں سو یہ لوگ جو

تیرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں اس کی وجہ سے غلگین نہ ہو اللہ نے بھائی کو بھائی سے ملا دیا سب غم غلط ہو گئے اللہ کی رحمت نے اور پھر ان کے حسد نے ہم کو اس منزل پر پہنچایا یہ وقت نہ رنج کا ہے اور نہ شکوہ اور شکایت کا ہے بلکہ حق تعالیٰ کے شکر کا وقت ہے بنیامین نے جب یہ سنا تو خوشی کی کوئی حد نہ رہی اور بزبان حال یہ کہنے لگے۔

آنحضرت یمن بہ بیداری است یارب یا بخواب : خوشی راد رہیں راحت پس از چندین عذاب یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو تسلی دی اور کہا کہ اب ہم تمہیں اپنے پاس رکھنے کی تدبیر کریں گے مگر اس میں ذرا تمہاری بدنامی ہوگی بنیامین نے کہا کچھ پرواہ نہیں پس جب یوسف علیہ السلام نے انکا سامان روانگی تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن کر وہی غلہ دینے کا بیعا نہ بھی تھا اپنے بھائی کے سامان میں خود رکھ دیا یا کسی رازدار خادم سے رکھوا دیا اور کسی کو خبر نہ ہوئی اور نظاہر یہ ہے کہ خود یوسف علیہ السلام نے رکھا تاکہ کسی کو خبر نہ ہو اور وہ سب خوشی دخرم غلہ لے کر روانہ ہوتے پھر جب وہاں سے روانہ ہوتے اور شہر سے باہر نکلے تو ایک پکارنے والے نے پکارا اے قافلہ والو! تم چور ہو چونکہ برادران یوسف علیہ السلام کا قیام خاص جہان خانہ میں تھا جس میں شاہی پیمانہ رکھا ہوا تھا تب قافلہ روانہ ہو گیا تو کارپردازان جہان خانہ نے سامان کی خبر گیری کی تو دیکھا کہ شاہی پیمانہ اپنی جگہ پر نہیں تو تلاشی شروع کی جب نہ ملا تو گمان یہ ہوا کہ اس جہان خانہ میں سوائے اس قافلہ کے کوئی نہ تھا اس لیے منادی نے جاکر آواز دی۔

اے قافلہ والو!!! تجھو ہمارے گمان میں تم چور معلوم ہوتے ہو بظاہر یہ منادی یوسف علیہ السلام کے حکم سے نہ تھی بلکہ جہان خانہ کے خادموں کی طرف سے تھی جب انہوں نے مکان میں وہ پیالہ نہ دیکھا تو ان کا گمان یہ ہوا کہ اس مکان میں ان کے سوا کوئی نہ تھا اس لیے خدام نے اپنے گمان کے مطابق کہا : اَنْتُمْ كَسَارِقُونَ : (دیکھو تم غیر کریمہ ص ۱۵۲ جلد ۴ روح البیان ص ۲۹۹ جلد ۴) امام رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ آواز اور منادی یوسف علیہ السلام کے حکم سے تھی تو یہ کلام بطریق تورہ اور اشارہ تھا اور مطلب یہ تھا کہ کوئی تو مال چلا تا ہے اور چھپتا ہے تاکہ آئندہ چل کر اس سے فائدہ اٹھائے اور تم تو وہ ہو کہ جنہوں نے بیٹے کو باپ

علہ تقریبی مرقہ : قال الامام الاقرب الى ظاهرا لحوال انهم فعلوا ذالك من انفسهم لانهم لما طلبوا السقاية وما وجدوها وما كان هناك احد الا هم غلب على ظنونهم انهم هم الذين اخذوها (تقریر ص ۱۵۲ جلد ۴) ثم ان اصحابكم لما طلبوا السقاية وما وجدوها وما كان هناك احد غير الذين انحلوا غلب على ظنونهم انهم هم الذين اخذوها فنادى المنادى من بيتهم على حسب ظنهم اَنْتُمْ كَسَارِقُونَ (روح البیان ص ۲۹۹ جلد ۴)

سے چڑایا اور بے جا کر سستے داموں بیچ ڈالا ۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اِنکُمْ کَسَادِقُونَ میں ہمنرہ استفہام مقدر ہے یعنی اُنکُم لصادقون اور مطلب یہ ہے کہ کیا تم چور ہو یہ کلام بطور خبر نہ تھا بلکہ بطور استفہام تھا (تفسیر کبیر ص ۱۵۴ جلد ۵) اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے حکم سے تھا لَا تُشْعَلُ حَمَآ اَفْعَلُوْا وَهُمْ يَشْعَلُوْنَ اور حکمت اس میں یہ تھی کہ یوسفؑ کے بعد نبیائین کی مفارقت سے یعقوب علیہ السلام کے ابتلا کی تکمیل ہو جائے ۔

(دیکھو تفسیر مظہری ص ۴۹ جلد ۵ اور تفسیر قرطبی ص ۲۲۵ جلد ۹)

القصة جب یہ آواز پائی اَیْتَهَا الْغَیْرُ اِنکُمْ کَسَادِقُونَ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے سنی تو گھبرا کر بولے اور ان تلاش کرنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے تم نے کیا کم کیا ہے جس کو تم ڈھونڈتے ہو تو تلاش کرنے والے بولے ہم بادشاہ کا پیالہ گم پاتے ہیں اس کو تلاش کرتے ہیں اور جو اس کو لاکر حاضر کرے اس کے لیے ایک بار شتر غلہ انعام ہے اور میں اس کے دولہے کا ضامن اور کفیل ہوں غالباً انعام کا یہ اعلان یوسف علیہ السلام کے حکم سے ہوا گا اہل قافلہ نے کہا اے لوگو! بخدا تم جان چکے ہو کہ اس ملک میں ہم فساد کرنے نہیں کہتے فقط قحط کی وجہ سے غلہ لینے کے لیے آتے ہیں ہماری حالت اور دیانت تم دیکھ چکے ہو اور ہم کبھی چور نہ تھے یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ ان کی امانت و دیانت اہل مصر دیکھ چکے تھے کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ انھوں نے مصر میں داخل ہوتے وقت اپنے جانوروں کے منہ پر تو برسے پڑھا دیئے تھے تاکہ کسی کے کھیت میں منہ نہ ڈال سکیں (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۲۴ جلد ۹)

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس قیمت کو جس کو انہوں نے اسباب میں پایا تھا واپس کر دیا تھا (واللہ اعلم بحال اسنادہ) القصة جب منادی کرنے والوں نے دیکھا کہ باوجود اس ہمدید و ملامت کے اور باوجود اس انعام اور کفالت کے کسی نے کوئی اقرار نہ کیا تو منادی کرنے والے بولے اچھا بتلاؤ اگر تم جھوٹے بیچے اور تم میں سے کسی کے سامان میں وہ مال برآمد ہوا تو اس کی کیا سزا ہوگی کہنے لگے ہماری شریعت میں اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ مال برآمد ہو وہی شخص اس کی سزا ہے یعنی تم اس کو اپنا غلام بنالینا ہم ظالموں کو یعنی چوروں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں یعنی ہماری شریعت میں چور کی سزا یہ ہے کہ چور کو اس شخص کے حوالہ کر دیا جاتا ہے جس کا مال اس نے چرایا ہو وہ سال بھر تک اس کا غلام رہتا ہے یوسف علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے تاکہ ان کے قول کے مطابق جنت قائم ہو اور یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو روک لیں اور بھائیوں کو عذر کی گنجائش نہ دے انہوں نے خود اقرار کر لیا کہ شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا یہ ہے



اس طرح اپنے اقرار سے خود پکڑے گئے جب یہ طے ہو گیا کہ چور کی سزا کا طریقہ یہ ہے تو قافلہ کو مصر واپس لائے اور حضرت یوسفؑ کے سامنے ان کا مقدمہ پیش ہوا یوسف علیہ السلام نے تفتیش کا حکم دیا پس یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کی بوری سے پہلے دوسرے بھائیوں کی بوریوں کی تلاشی شروع کی اور پھر اخیر میں اپنے بھائی کی تلاشی لی اور اپنے بھائی کی بوری سے وہ پیمانہ نکالی لیا اور شرط کے مطابق بنیامین کو غلام بنالیا اس طرح سے ہم نے یوسف علیہ السلام کی خاطر بنیامین کے رکھنے کی یہ تدبیر کی کہ بھائیوں کی زبان سے یہ نکلوا دیا کہ جس کے پاس سے مال برآمد ہو اس کو اپنا غلام بنالو اس طرح وہ اپنے اقرار سے پکڑے گئے اور کوئی عذر نہ کر سکے اور وجہ اس تدبیر کی یہ تھی کہ یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو شاہی قانون کے مطابق نہیں لے سکتے تھے کیونکہ شاہی قانون میں چور کی سزا یہ تھی کہ اس کو غلام بنا لیا جائے بلکہ چور سے مال مسروقت کی دو چند قیمت لی جاتی تھی اور یہ سزا یوسف علیہ السلام کے نزدیک ہندو نہ تھی بہر حال یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق نہیں لے سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ ہی چاہے تو وہ جس صورت سے چاہے دلا سکتا ہے ہم جس کو چاہتے ہیں علم و حکمت دے کر اس کے درجے بلند کرتے ہیں جیسا کہ یوسفؑ کو علم اور معرفت عطا کر کے ان کو بلند کیا اور بھائی کو روکنے کا یہ جیلہ اور طریقہ ہم نے یوسفؑ کو بتایا اور ہر ذی علم کے اوپر ایک علم والا ہے یہاں تک کہ اس کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے لہذا کسی عالم کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنے علم پر ناز کرے ایک سے ایک بڑھ کر ہے وَكَانَ رَأْيَ رَبِّكَ الْمُنْتَهَى۔

## فائدہ جلیلہ در تحقیق مسئلہ جلیلہ

حق تعالیٰ کا یہ ارشاد جَعَلَ الشَّقَائَةَ فِي رَجُلٍ آخِیْنِہ اس امر کی دلیل ہے کہ کسی جائزہ غرض کے حصول کیلئے جیلہ کرنا جائز ہے البتہ الباطل حق یا احقاق باطل کے لیے جیلہ ناجائز ہے اور یہی فقہاء صنفیہ کا مذہب ہے مضائق اور تنگی کے مواقع سے نکلنے کے لیے حضرات انبیاء سے توریہ کرنا ثابت ہے حضرت ابراہیمؑ کا توریہ بَلِّ قَعْلَہُ کَیْمُؤُہُمْ قرآن کریم میں مذکور ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوات میں توریہ فرمانا اور اعداؤ اللہ کے قتل کرنے کے لیے صحابہ کو توریہ کی اجازت دینا کتب صحاح میں مذکور ہے حالانکہ توریہ بھی ایک قسم کا جیلہ ہی ہے فرق اتنا ہے کہ توریہ جیلہ قوی ہے اور جیلہ میں قتل ہوتا ہے اور یوسف علیہ السلام کا یہ جیلہ یعنی بھائی کے سامان میں مقابلہ کا رکھ دینا بظاہر حکم خداوندی سے تھا جیسا کہ کَذٰلِکَ کَرَّمَہُ یُؤَسِّفُ صراحۃً اس پر دلالت کرتا ہے کہ یوسفؑ کا یہ کید اور یہ جیلہ حکم خداوندی تھا اور اس کی مرضی کے مطابق تھا اور

اس کے بعد حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تَوَفَّعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ تَشَاءُ وَفَوَّقَىٰ كُلَّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس قسم کا جیلہ اور کید دہی شخص کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص علم و معرفت عطا ہوا ہو اور ایسا علم موجب رفیع درجات ہے اور قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو حکم دیا وَخَذِ بِيَدِكَ رُمْحًا فَاصْبِرْ وَرَبُّكَ بِصَبْرِكَ عَصِيْبٌ يَعْنِي اے ایوب! تم اپنے ہاتھ میں سینکوں کا ایک مٹھا اٹھا لو اور اس سے مار لو اور قسم نہ توڑو، یہ بھی ایک قسم کا جیلہ تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو حکم دیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی کے متعلق فرمایا ہٰذِهِ اُخْتِي يَهْمِي بِهَا كَمَا كَفَرْتُكَ بِهَا مَعْلُوم ہوا کہ مسرت سے بچنے کے لیے جیلہ کا استعمال شرعاً محمود ہے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اس مقام پر حق جل شانہ نے یوسف علیہ السلام کے اس جیلہ کو بطریق استعسان ذکر فرمایا ہے ۔

مِنْ مَّجْلَدِ اَفْاٰلِ خَدَاوَنْدٰی کے کید اور مکر بھی ہے کہ اَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِكَيْدِہٖ اَوْ اَكْبَدُ كَيْدِہٖ اَوْ مَكْرُوفِہٖ اَوْ مَكْرُوفِہٖ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌ بِالْمَكْرِ بَنُو اور کید اور مکر کی حقیقت خفی ہے اور اللہ تعالیٰ بدرالسموت والارض ہے بعض مرتبہ حق جل شانہ کسی حکمت کی بناء پر اپنے خاص بندوں پر اس قسم کے جیل اور مکائد اور تدابیر منکشف فرماتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں مگر درحقیقت وہ عین حکمت اور عین مصلحت ہوتی ہیں جیسے خضر علیہ السلام کا کشتی کو توڑنا اور کم بن رو کے کو قتل کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں محل تعجب ہوا مگر یہ تمام امور غیبی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی تھے فقہاء حنفیہ نے جن حیلوں کی اجازت دی ہے وہ اسی قسم کے جیلے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور اپنے پیغمبروں کو اس کا حکم دیا ہے باقی ایسا جیلہ جو کسی حکم فقی سے گریز کے لیے کیا جائے (جیسے اصحاب سبت کا جیلہ) سو ایسا جیلہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک قطعاً حرام ہے ۔

القصر جب بنایا میں اس جیلہ اور تدبیر سے لے لیے گئے تو وہ سب بھائی بہت شرمندہ ہوئے اور غصہ میں آکر کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے ہم کو معلوم نہ تھا کہ یہ چوری کرے گا بالآخر یہ بھی اپنے بھائی کی طرح نکلا بھائیوں نے جو یوسف علیہ السلام کی طرف سرزد کو مشوب کیا اس کے بارہ میں مفسرین نے کئی قصے بیان کیے ہیں مجاہدؒ وغیرہ سے یہ منقول ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو ان کی بھوپھی نے ان کو بالا وہ یوسف علیہ السلام سے بہت محبت کرتی تھیں جب یوسف علیہ السلام کسی قدر بڑے ہو گئے تو یعقوب علیہ السلام نے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس رکھیں بھوپھی نے جب ان کو رخصت کیا تو ان کے پاس اسحاق علیہ السلام کا ایک بچکا تھا چچا کو اس کو یوسف علیہ السلام کی کمریں باندھ دیا پھر اس بچکے کو ڈھونڈنا مشروع کیا اور

یہ ظاہر کیا کہ وہ بیٹکا جو مجھ کو اسحاق سے وراثت میں ملا تھا وہ کم ہو گیا ہے تمام گھر والوں کی تلاش لی آخر یوسف علیہ السلام سے وہ بیٹکا برآمد ہوا تو چھو بھی نے یعقوب علیہ السلام سے کہا دیکھو یوسفؑ نے میری چوری کی ہے لہذا دین ابراہیمی کے موافق اس کو میرے خوالہ کو دینا کہ ایک سال تک میں اس سے خدمت کرواؤں یعقوب علیہ السلام مجبور ہوئے اور ایک سال کے لیے انہیں یوسفؑ کو اپنی بہن کے پاس چھوڑنا پڑا پس بنیامین کے معاملہ میں برادران یوسفؑ نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا (تفسیر قرطبی ص ۲۹۴)

اور بعض کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے نانا کا ایک بت چڑا کر توڑ ڈالا تھا اور کہتے ہیں کہ گھر کا کھانا چھپا کر فقیروں کو دے دیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ اس قسم کے تمام افعال محمود اور پسندیدہ ہیں ان میں سے کوئی فعل حقیقتاً سرقہ نہیں۔

ابن الصاریؒ کہتے ہیں کہ یہ جتنے افعال ہیں ان میں کوئی بھی چوری نہیں ہاں ظاہر میں چوری کے مشابہ ہیں جب بھائیوں کو بنیامین کی چوری سے شرمندگی لاحق ہوتی تو غصہ میں آکر یوسف علیہ السلام کے اور افعال کو بھی سرقہ قرار دے دیا پس یوسف علیہ السلام نے ان کی اس طعن آمیز بات کو دل میں چھپایا اور ان پر ظاہر نہ کیا ان کا یہ طعن آمیز لفظ سن لیا مگر اس کا کوئی رد نہیں کیا زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر دل میں یہ کہا تم بہت بدتر ہو اور خدا اس کی حقیقت سے خوب واقف ہے جو تم بیان کر رہے ہو چور تو تم خود ہو بیٹے کو باپ سے چرا کر بیچ ڈالا اور دوسروں کو چور کہتے ہو کون تو مال غائب کرتا ہے تم نے تو آدمی غائب کر دیا تم غلط کہتے ہو نہ میں چور ہوں نہ میرا بھائی چور ہے اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے لوگوں کے سپرد کر دیا بھائیوں نے جب یہ دیکھا تو اب فکر ہوئی کہ جا کر باپ کو کیا جواب دیں گے تو مننت و خوشامد کر نے لگے اور بولے اے عزیز مصر بنیامین کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے اپنے بڑے بیٹے یوسفؑ کے ہلاک ہونے کے بعد اس سے محبت رکھتا ہے اندیشہ ہے کہ وہ اس غم میں مر نہ جائے پس آپ اس کے بوڑھے باپ پر رحم کیجیے اور اس کی بجائے ہم میں سے ایک کو لے لیجیے تحقیق ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں دیکھتے ہیں اور آپ سے احسان کی امید رکھتے ہیں بے شک چوری سزا یہی ہے کہ اس کو روک لیا جائے لیکن ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کو چھوڑ دیجیے اور اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو روک لیجیے آپ کا احسان ہو گا۔

یوسف علیہ السلام نے کہا خدا کی پناہ! خدا بے انصافی سے بجائے کہ ہم اس شخص کے سوا جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے کسی دوسرے شخص کو پکڑیں اگر ہم ایسا کریں تو ہمارے ظالم ہونے میں کوئی شک نہیں کہ جس کے پاس سے مال برآمد ہوا اس کو تو چھوڑ

دیں اور اس کی جگہ دوسرے کو بے وجہ پکڑ لیں تو تمہارے دین کے اعتبار سے بھی یہ صریح ظلم اور بے انصافی ہے جاننا چاہیئے کہ یوسف علیہ السلام کی یہ تمام کارروائی خداوند تعالیٰ کے حکم سے تھی بھائی کو روکنے کے لیے خدا نے یہ جیل بتلایا ۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دین      خاک بر فرق قناعت بعد ازین  
اس بے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اللہ کی وحی اور اس کے حکم کے خلاف کروں تو ظالم ٹھہروں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے مجھ کو دنیا میں کے روکنے کا حکم دیا ہے میں اگر اس کو چھوڑ دوں اور اس کے بدلہ دوسرے کو لے لوں تو اللہ کے نزدیک ظالم ٹھہروں گا نبی پر یہ فرض ہے کہ اپنی وحی اور الہام کا اتباع کرے اگرچہ بظاہر وہ شریعت کے خلاف نظر آئے جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو افعال خضر علیہ السلام سے سرزد ہوتے ان میں اللہ کی مخفی حکمتیں تھیں اور خوب سمجھ لو کہ یہ حکم ان لوگوں کی وحی اور الہام کا ہے جن کا مقبول خداوندی ہونا کسی نص قطعی سے ثابت ہو چکا ہو اور اب فیما مت تک کسی کا الہام کتاب و سنت کے خلاف حجت نہ کیا ہوتا قابل التفات بھی نہیں



فَلَمَّا اسْتَيْسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا

پھر جب ناپید ہوئے اس سے اکیلے بیٹھے مصلحت کو

قَالَ كَبِيرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنْ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ

بولہ ان میں کا بڑا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے عہد

مَوْثِقًا مِّنْ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِيْ يُوْسُفَ

اللہ کا اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے حال میں

فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يٰۤاْذَنَ لِىْ اَبِىْٓ اَوْ يَحْكُمَ

سو میں نہ سر کرں گا اس ملک سے جب تک کہ حکم دے مجھ کو باپ میرا یا قصہ

اللّٰهُ لِىْ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۱۰۰ اَرْجِعُوْا اِلٰى اٰبِیْكُمْ

چکاوے الٰہ میری طرف اور وہ بے سب سے بہتر چکانے والا پھر جاؤ اپنے باپ پاس

فَقُولُوا يَا بَانَانُ إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا

اور کہو، اے باپ میرے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے وہی کہا تھا جو ہم

بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَفِظِينَ ﴿۸۱﴾ وَسُئِلَ

کو خبر تھی اور ہم کو غیب کی خبر یاد نہ تھی اور پوچھ لے

الْقَرْيَةِ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ط

اس بستی سے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے جس میں ہم آئے ہیں

وَأَنَا الصِّدِّقُونَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ

اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں بولا کوئی نہیں! بنائی ہے تمہارے ہی نے ایک

أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ط عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ

بات اب صبر ہی بن آوے شاید اللہ لے آوے میرے پاس ان

جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ

سب کو وہی ہے خبردار حکمتوں والا اور اُٹا پھرا اُن کے پاس سے

وَقَالَ يَا سَفِي عَلَى يُونُسَفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنُهُ مِنْ

اور بولا، اے افسوس یوسف پر اور سفید ہو گئیں آنکھیں اس کے

الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَوْا تَذَكَّرُ

غم سے سو وہ آہو گھونٹ رہا تھا کہنے لگے قسم اللہ کی! تو نہ پھوڑے گا یاد

يُونُسَفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنْ

یوسف کی جب تک کہ گل جاوے یا ہو جاوے

الْهَالِكِينَ ﴿۸۵﴾ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى

مردہ بولا میں تو کھولتا ہوں اپنا احوال اور غم اللہ ہی

اللَّهُ وَاعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۷﴾ يَبْنِي

پاس اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے اسے بنیو !

اَذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَأْيِسُوا

جاء اور تلاش کرو یوسف کی اور اس کے بھائی کی اور مت ناامید ہو

مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْيِسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا

اللہ کے فیض سے بے شک ناامید نہیں اللہ کے فیض سے مگر

النَّوْمُ الْكُفْرُ وَن ﴿۸۸﴾

وہی لوگ جو سکر ہیں

## بازگشتن برادران یوسف علیہ السلام از سفر دوم

قال اللہ تعالیٰ فَلَمَّا اسْتَأْذِنُوا مِنْ صَلَاحُوا مَجِيئًا... اِلَى... اِلَّا النَّوْمُ الْكُفْرُ وَن ﴿۸۸﴾  
 (ربط) گزشتہ آیات میں برادران یوسف کی دوسری آمد کا ذکر تھا اب آئندہ آیات میں اس دوسرے سفر سے واپسی کا قصہ ذکر فرماتے ہیں پس جب برادران یوسف بنیامین کی رہائی کے بارہ میں یوسف علیہ السلام سے بالکل ناامید ہو گئے اور ان کے صاف جواب سے سمجھ گئے کہ اب وہ بنیامین کو ہمارے حوالہ نہ کریں گے تو علیحدہ ہو کر تنہائی میں باہم مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے پس جوان میں سے عقل یا عمر میں بڑا تھا اس نے یہ کہا کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے بنیامین کی محافظت کے بارہ میں تم سے اللہ کا عہد و پیمان لیا تھا اور اس سے پہلے یوسف کے بارہ میں تم جو کتنا ہی کر چکے ہو وہ بھی تم کو معلوم ہے اب باپ کے سامنے کس منہ سے جا بگی پس میں تو اب زمین مصر سے نہ نکلو گا یہاں تک کہ میرا باپ مجھ کو یہاں سے نکلنے کی اجازت دے یا اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی حکم فرمائے اور وہ سب سے بہتر حکم کرنے والا ہے سوائے بھائیو! تم مجھ کو تو یہاں بھجور دو اور تم باپ کی طرف واپس جاؤ پھر کہو اے ہمارے باپ آپ کے بیٹے بنیامین نے چوری کی اس لیے ان کو دباں روک لیا گیا اور ہم نہیں گواہی دیتے مگر اس چیز کی جس کو ہم نے مشاہدہ سے جانا اور سمجھا اور ہم غیب کے نگہبان نہیں ہم نے جو آپ سے محافظت کا عہد

کیا تھا اس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ چوری کرے گا اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اسے ساتھ نہ لے جاتے یا یہ مہنی ہیں کہ ظاہر میں اس کی چوری ثابت ہوئی اور اس کے سامان سے پیمانہ برآمد ہوا یہ بھی ممکن ہے کہ کسی اور نے یہ پیمانہ اس کے سامان میں رکھ دیا ہو بہر حال ہم غیب دان نہیں اور اگر آپ کو ہماری بات کا یقین نہ آئے تو آپ کسی مستتر شخص کو بھیج کر بہتی دالوں سے دریافت کرالیں جو اس واقعہ کے وقت موجود تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے تھے اور بے شک ہم اپنے قول میں سچے ہیں یعقوب علیہ السلام نے حال سن کر یہ فرمایا کہ مینا میں چوری میں ماخوذ نہیں ہوا بلکہ تمہارے دلوں نے کوئی بات بنائی ہے یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی بات کا اعتبار نہ کیا اور جس طرح پہلی بار بیٹوں نے آکر یہ کہا تھا کہ یوسف کو تو بھیر یا کھا گیا ہے تو اس وقت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا بَلِّغْ سَوَاقِکُمْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَدِیدٌ اسی طرح جب دوسری بار بیٹوں نے آکر مینا میں کی چوری کا قصہ بیان کیا تو اس وقت بھی یعقوب علیہ السلام نے یہی فرمایا بَلِّغْ سَوَاقِکُمْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَدِیدٌ اور مینا میں کے واقعہ کو بھی بیٹوں کی بنائی ہوئی بات قرار دیا حالانکہ بظاہر یہ بات اُن کی بنائی ہوئی نہ تھی اور وہ بظاہر اپنی بات میں سچے تھے لیکن نبی کلام جھوٹ اور غلط نہیں ہو سکتا نبی کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ حق اور صدق ہوتا ہے تو وہ جس کی یہ ہے کہ اس وقت سَوَاقِکُمْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ کا خطاب سب بیٹوں کو ہے جن میں یوسف بھی داخل ہیں اور یہ بات یوسف کی بنائی ہوئی تھی حقیقت میں مینا میں چور نہ تھے تو یعقوب کا یہ کلام بَلِّغْ سَوَاقِکُمْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا صدق اور حق ہے کہ اسے بیٹوں نے یہ بات تمہاری بنائی ہوئی ہے اور اس کی کچھ اصل اور حقیقت نہیں حقیقت میں مینا میں نے چوری نہیں کی تم سب بھائیوں میں سے کسی کی بنائی ہوئی بات ہے اور بعض مفسرین کرامؒ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تم مجھ سے حفاظت کے عہد و پیمان کر کے مینا میں کو لے گئے تھے جب یہ واقعہ پیش آیا تو تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ یہ کہتے کہ اسباب میں سے یہ پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہو گئی ممکن ہے کسی دوسرے شخص نے ان کے اسباب میں یہ پیالہ چھپا دیا ہو تم نے پیالہ برآمد ہوئے ہی چوری کا اقرار کر لیا اور خلاف قانون بادشاہ مصر کو شریعت ابراہیمی کا فتویٰ بتلا کر بھائی کو گرفتار کروا دیا اگر شریعت ابراہیمی کا فتویٰ ان کو نہ بتلاستے تو بھائی گرفتار نہ ہوتا بادشاہ کو کیا خبر تھی کہ شریعت ابراہیمی میں چور کی یہ سزا ہے تمہارے کہنے کے مطابق بادشاہ نے اس کو غلام بنالیا تم اگر بادشاہ کو نہ بتلاستے تو بادشاہ اپنے قانون پر چلتا اور مینا میں کو نہ لے سکتا مگر پیالہ کے برآمد ہوجانے سے تم نے چوری کو کیسے تسلیم کر لیا چور کی کے ثبوت کے لیے ایسی شہادت اور دلیل چاہیے جس میں کوئی شبہ نہ ہو چور کے لیے یہ شرط ہے کہ مال مقام حرز و محفوظ سے نکالا گیا ہو اور مقام محفوظ سے نکلان شہادت صحیح سے ثابت ہو جب چور کو سزا دی جا سکتی ہے بہر حال میرا خیال یہ ہے کہ مینا میں کی گرفتاری میں تمہاری تسویل نفس کو کچھ نہ کچھ ضرر و دخل ہے سو خیر جو ہوا سو ہوا میرا چارہ کار مصر میں

ہے مجھے امید ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تینوں بیٹوں کو میرے پاس لائے گا یعنی یوسفؑ کو بنیامین کو اور اس تیسرے بیٹے کو جو مصر میں رہ گیا ہے اور مشرق کی وجہ سے نہیں آیا۔

یہ بات یعقوب علیہ السلام نے حسن ظن کی بنا پر کہی اللہ کی سنت یہ ہے کہ عسر کے بعد یسر عطا فرمائے ہیں نیز ان کو یقین تھا کہ یوسفؑ ابھی زندہ ہیں کیونکہ ابھی تک یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر پوری نہیں ہوئی اور یوسفؑ کا خواب بلاشبہ صحیح ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گا یوسفؑ کے رؤیائے صادقہ کا وقوع اور ظہور اس بات پر موقوف ہے کہ وہ ابھی صحیح و سالم زندہ ہوں اور وہ مع اپنے بھائیوں کے مجھے ملیں۔

اقتضیٰ یعقوب علیہ السلام نے نور نبوت اور نور معرفت سے جانا کہ یوسفؑ ابھی زندہ ہیں اور نہایت ادب سے حق تعالیٰ سے یہ امید ظاہر کی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ سے ملا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہی علیم اور حکیم ہے جو کچھ اس نے میرے ساتھ اور یوسفؑ کے ساتھ کیا وہ سب علم اور حکمت کے ساتھ ہے اور یہ جواب دے کر شدت رنج و غم سے ان کی طرف سے منہ موڑ لیا اور دوسری طرف منہ کر لیا اور اس تازہ غم سے یوسفؑ کا پرانا غم تازہ ہو گیا اور کہنے لگے ہائے افسوس یوسفؑ پر اور غم کی وجہ سے روتے روتے ن کی آنکھیں سفید ہو گئیں یا بے رونق ہو گئیں یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے جس قدر بصارت گھٹتی جاتی تھی اسی قدر نور بعیرت میں زیادتی ہوتی جاتی تھی اور گریہ و زاری کی زیادتی سے لحظہ بظلمت و اندھیرا اور مدارج بلند اور مرتبہ ہو رہے تھے بس وہ اندر ہی اندر گھٹتے ہوئے اور خاموش تھے کسی مخلوق سے اپنے صدمہ کی شکایت نہیں کرتے تھے دل مبارک رنج و غم سے بھر ا ہوا تھا مگر ظاہر نہ کرتے تھے۔

شعر در دلایت دریں سینہ کہ گفتن توانم : دیں طرفہ کہ آن نیز ہفتن توانم  
بیٹوں نے جب باپ کا یہ اضطراب دیکھا تو بولے اسے باپ بھدا آپ تو ہمیشہ یوسفؑ کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تم ان کے غم میں گھاں کر مرنے کے قریب ہو جاؤ گے یا بالکل مرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے یعقوب علیہ السلام نے گھر والوں کے جواب میں یہ کہا میں تو اپنی بے قراری اور پریشانی کا اور رنج و غم کا شکوہ فقط اللہ ہی سے کرتا ہوں تم سے تو کچھ نہیں کہتا اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے میں خوب جانتا ہوں کہ یوسفؑ کا خواب سچا ہے یعنی مجھ کو یقین ہے کہ یوسفؑ ابھی مرا نہیں کیونکہ ابھی تک اس کا خواب پورا نہیں ہوا مجھے امید ہے کہ عنقریب یوسفؑ مجھ سے ملے گا اور جو خواب اللہ نے اس کو دکھایا ہے حرف بحرف اس کو پورا کرے گا میرے مجھے معلوم ہے کہ اللہ مضطر کی دعا قبول کرتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ خدا اپنے دعا کرے والے بندہ کو محروم اور خالی ہاتھ نہیں چھوڑتا شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے بے صبر وہ ہے جو خائف کے پیچھے ہوتے درد کی مخلوق کے آگے شکایت کرے بس تو اس سے کہتا ہوں جس نے



مجھے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یوسفؑ زندہ ہے ضرور ملے گا اور اس کا خواب پورا ہو کر رہے گا یہ مجھ پر آزمائش ہے دیکھوں کس حد پر پہنچ کر بس ہو (موضع القرآن)

بعد ازاں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اسے میرے بیٹو! میں غریب جانتا ہوں کہ مسبب الاسباب وہی ہے لیکن اس کا حکم یہ ہے کہ اس عالم اسباب میں تدبیر ظاہری کو ترک نہ کر دے اس لیے میں تم کو کہتا ہوں کہ ایک بار مصر جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کا کھوج لگاؤ یعنی کوشش کرو جس سے یوسفؑ کا نشان ملے اور بنیامین کو رہائی ہو اور میرے بھائی کا ذکر شاید اس لیے نہیں کیا کہ جب بنیامین چھوٹ جائے گا تو وہ خواہ مخواہ کیوں مصر میں پڑا رہے گا اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اس کی رحمت سے امید رکھو کہ تمہاری سعی بار آور ہوگی بے شک خدا کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں حضرات انبیاء کرامؑ علم الہی سے وہ چیز جانتے ہیں جو دوسرے نہیں جانتے اس لیے ابتداء میں چاہ کنعان میں تلاش کرنے کا حکم نہ دیا اور جب وقت آیا تو بالقاء الہی حکم دیا کہ مصر جا کر یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ

پھر جب داخل ہوئے اس کے پاس بولے اے عزیز!

مَسْنَا وَاهْلَكْنَا الضُّرَّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ

پڑی ہے ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور لاسے ہیں ہم بلوچی ناقص، سو

فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي

پوری دے ہم کو بھرتی اور خیرات کر ہم پر اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات

الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ

کرنے والوں کو کہا کچھ خبر رکھتے ہو کہ کیا کیا تم نے یوسف سے

يُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿۸۹﴾ قَالُوا إِنَّكَ

اور اس کے بھائی سے جب تم کو سمجھ نہ تھی بولے کیا سچ تو

لَأَنْتَ يُوسُفُ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي قَدْ

ہی ہے یوسف ؟ کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ

مَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقُ وَيَصْبِرُ فَإِنَّ اللَّهَ

نے احسان کیا ہم پر اللہ جو کوئی پرہیزگار ہو اور ثابت رہے تو اللہ

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۰﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ

نہیں کھیتا حق نیکی والوں کا بولے قسم ہے اللہ کی! اللہ

أَشْرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخٰطِئِينَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا

تجھ کو پسند رکھا اللہ نے ہم سے اور ہم تجھے بھوکے والے کہا کچھ

تَتْرِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ

الزَّامِ نَبِیْہِیْں تم پر آج بخشنے والا اللہ تم کو اور وہ ہے سب بہرہ بانوں

الرَّحِیْمِ ﴿۹۲﴾ إِذْ هَبُوا بَقِیَّصِیْ هَذَا فَالْقَوَّةَ عَلَى

سے بہرہ بان لے جاؤ یہ کرتے میرا اور ڈالو منہ پر میرے باپ

وَجْهِ ابْنِیْ یَاتِ بِصِیْرًا ۚ وَآتُونِیْ بِأَهْلِکُمْ

کے کہ چلا آؤے آنکھوں سے دیکھتا اور لے آؤ میرے پاس گھر

أَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾

اپنا سارا

بَارِئُومُ آدِنُ بَرَادِرَانِ یُوسُفُ بِحُکْمِ یَعْقُوبَ بَرَاءَی تَفْصِیْلُ یُوسُفُ بَنِیَامِیْنِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی قَالَمًا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا نَحْنُ الْعَزِيزُ... اِنِّیْ... وَآتُونِیْ بِأَهْلِکُمْ أَجْمَعِیْنَ  
 ربط، گزشتہ آیات میں یہ ذکر تھا کہ یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو تاکید اکیلہ کی کہ خدا کی رحمت سے ناامید  
 نہ ہوں اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کی تلاش میں نکلیں چنانچہ یہ لوگ مصر روانہ ہوئے کہ اول تو اس  
 بھائی کو لانے کی کوشش کریں جس کا نشان معلوم تھا اس کے بعد دوسرے بے نشان بھائی یعنی  
 یوسفؑ کی تلاش شروع کریں اب آئندہ آیات میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ یہ لوگ یعقوب علیہ السلام

کی ہدایت کے مطابق پھر مصر روانہ ہوئے اور اناج کے لیے جس کچھ خیف سی بضاعث ساتھ لیتے گئے جس جب یہ لوگ یعقوب علیہ السلام کے حکم کے مطابق مصر روانہ ہوئے اور یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو بوسے اسے عزیز مہرا ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو قحط کی وجہ سے سخت تکلیف پہنچی ہے اس مرتبہ اسے عزیز کے لفظ سے خطاب کیا جس کا مقصود یہ تھا کہ آپ ہماری شکستہ حالی پر رحم فرمائیے ہم قحط زدہ ہیں اور مصیبت میں مبتلا ہیں اور غلہ خریدنے کے لیے ہمارے پاس پوری قیمت نہیں اسلئے ناقص اور ناقابل قبول پونجی لے کر حاضر ہوتے ہیں پس آپ ہربانی سے ہم کو پورا پیمانہ دے دیجئے اور ہماری ناقص پونجی کا خیال نہ کیجئے اور ہم مستحق نہیں لیکن آپ ہم کو خیرات سمجھ کر دے دیجئے تحقیق اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں کی یہ نیا زندگی اور درمندی دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور مضطرب نہ ہو سکا اور حق جل شانہ کی طرف سے اجازت ملی کہ اب اپنے آپ کو ظاہر کر دیں اب زمانہ مفارقت کا ختم ہوا چنانچہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا بھلا بتاؤ تم کو یاد ہے کہ جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے برتاؤ کیا جب کہ تمہارا زمانہ چھٹ کا تھا اس وقت تم کو بڑے بھلے کی خبر نہ تھی اس وقت تم جو شس میں کر گزرے اور اب تم ہوش میں آ رہے ہو یوسف علیہ السلام نے اس طرح سے اپنے آپ کو ظاہر کیا کہ بھائیوں کو شرمندگی سے بچانے کے لیے ایک عذر بھی بیان کر دیا کہ تم سے نادانی کی حالت میں یہ بات سرزد ہوئی تم کو معلوم نہ تھا کہ یوسف کا خواب اس طرح پورا ہو کر رہے گا بھائیوں نے جب یہ سنا تو فوراً یہ خیال آیا کہ یہ بولنے والا کہیں وہی یوسف تو نہیں جس کو ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا پھر یوسف کی صورت اور شکل کی طرف نظر کی تو بوسے کر کیا یقیناً تو ہی یوسف (علیہ السلام) ہے یہ محال اور کمال سوائے یوسف کے کسی میں نہیں کیا تو ہی یوسف ہے ۵

فرمایا کہ ہاں میں یوسف ہی ہوں اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے ہم دونوں ایک جگہ جمع ہیں جن کے تجسس اور تجسس کے لیے محکم پدر تم نیکے ہوئے شک اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ دونوں کو میرائی کے بعد یکجا کر دیا اور ہماری مصیبت کو مبتدل بہ راحت کر دیا اور جس کو غلام بنا کر دراهم مدودہ میں فروخت کیا گیا تھا اللہ نے اسے مصر کی حکومت عطا کی ہے شک خدا سے ڈرے اور مصائب پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا بھائی بوسے خدا اللہ نے آپ کو ہم پر وہ فضیلت دی ہے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اور بے شک ہم خطاوار ہیں لہٰذا معاف کر دو یوسف علیہ السلام نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں میں کبھی اس بات کو زبان پر نہ لاؤں گا بہ حال میں نے تمہارا قصور معاف کر دیا اللہ بھی تمہارا قصور معاف کرے اور وہ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے پس جب میں نے تم پر رحم کیا تو وہ کیوں رحم نہ کرے گا پھر یوسف علیہ السلام نے ان سے اپنے باپ کا حال دریافت کیا انہوں نے کہا کہ روستے روستے ان کی آنکھیں جاتی رہیں

یہ سن کر اپنا پیرائیں ان کو دیا اور کہا کہ میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے منہ پر ڈال دو اور وہ بیٹا ہو کر میرے پاس آئیں گے اس کرتہ کے ڈالنے سے ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور ان کے ساتھ باقی سب گھر والوں کو بھی میرے پاس لے کر آؤ مطلب یہ ہے کہ بحالت مسجودہ میں تو شام کا سفر نہیں کر سکتا تم جاؤ اور والدین کو اور سب اہل خانہ کو لے کر آؤ اور یہ سب بحکم الہی تھا اور اپنی قیص دے کر یہ فرمانا کہ باپ کی آنکھوں کو لگا دینا یہ بھی حکم خداوندی تھا اور من جانب اللہ معجزہ اور کرامت تھی کہ ایک نبی اور صدیق کے کرتہ کو جہرہ پر ڈال دینے سے بینائی واپس آگئی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور لعاب دہن لگانے سے ایک صحابی کی آنکھ درست ہو گئی اور بہت سے بیمار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھرنے سے اچھے ہو گئے چنانچہ بھائی اس قیص کو لے کر مصر سے کنعان کو روانہ ہوئے۔

غالباً یوسف علیہ السلام نے اپنے اس حال کی اپنے باپ کو اس لیے اطلاع **فائدہ** نہ دی ہو کہ بذریعہ وحی ان کو منع کر دیا گیا تھا کہ باپ کو اپنے مصر میں ہونے کی اطلاع نہ دیں تاکہ مزید گریہ و بکا نہ سے ان کے درخات اور بلند ہوں یا اس میں اللہ کی کوئی اور حکمت ہو۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعَيْرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي

اور جب جدا ہوا قافلہ کہا اُن کے باپ نے میں

لَا جَدْرِيْمْ يُّوسُفَ لَوْلَا اَنْ تَفْنِدُوْنَ ﴿٩٣﴾ قَالُوا

پاتا ہوں یوسف کی ، اگر نہ کہو کہ بوزھا بہک گیا لوگ بولے

تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ اَقْدِيْمِ ﴿٩٤﴾ فَلَمَّا اَنَّ جَاءَ

قسم اللہ کی! تو ہے اپنی اُسی غلطی میں قدیم کی پھر جب پہنچا خوشخبری

الْبَشِيْرَ اَلْقَدْ عَلٰى وَجْهِهِ فَاَرْتَدَّ بِصِيْرًا ۚ قَالَ

والا ڈالا وہ کرتہ اس کے منہ پر، تو اُلتا پھرا آنکھوں سے دیکھتا بولا

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا

میں نے نہ کہا تھا تم کو؟ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے بولے

يَا بَا نَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٠﴾

اے باپ! بخشو ہمارے گناہوں کو، بے شک ہم تھے جو گننے والے

قَالَ سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ

کہا، رہو بخشواؤں کا تم کو اپنے رب سے وہی ہے بخشنے والا

الرَّحِيمُ ﴿٩١﴾

مہربان

بازگشتن برادران یوسف علیہ السلام از سفر سوم و بشارت بردن

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَمَّا قُضِيَتِ الْخَبْرُ قَالَ الْيُوسُفُ قَالَ الْيُوسُفُ ... إِلَى ... إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝  
(رابط) جب یوسف علیہ السلام نے باپ کی بینائی کے لیے قمیص عطا کی اور کہا کہ سب اہل و عیال کو لے کر آؤ تو سب بھائی پیرائیں یوسف نے کوشاں دفرحان مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوئے اور جب قافلہ مصر سے کنعان روانہ ہوا یعنی مصر کی آبادی سے باہر نکل گیا تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا جو اس وقت ان کے پاس تھے تحقیق میں یوسفؑ کی بو محسوس کرنا ہوں اگر تم مجھ کو غیوٹ الحواس نہ کہو کہ بڑھا پہلے کی وجہ سے بہک گیا اور بہکی ہوئی باتیں کر رہا ہے جب تک خدا تعالیٰ کو ابتلا منظور تھا اس وقت تک یوسف علیہ السلام کی کوئی خبر معلوم نہ تھی حالانکہ مصر کنعان سے بہت دور تھا مصر سے کنعان ہیں اور کنعان سے مصر میں ہمیشہ قافلے آتے جاتے رہتے تھے پھر جب خدا تعالیٰ کو ان کی مصیبت کا دور کرنا منظور ہوا تو باد صبا نے بحکم خداوندی خلاف عادت یوسف علیہ السلام کی بو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دی اور اتنی دور سے خوشبو کا پہنچنا بطور معجزہ اور خرق عادت تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہر ایک بات خدا کی قدرت میں ہے ادھر قافلہ یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر مصر سے نکلا اور ادھر اس کی خوشبو یعقوب علیہ السلام کو محسوس ہونے لگی یہ یعقوب

صلح یہ تمام عبارات تفہید کے اصل معنی کی تشریح ہے جیسا اللغت میں مذکور ہے اہل علم کتب لغت کی مراجعت کریں ۱۳ منہ عفا اللہ عنہ۔

علیہ السلام کا معجزہ تھا اور معجزہ نبی کا اختیاری فعل نہیں ہوتا کہ جب چاہے اس کو کر سکے بلکہ وہ اللہ کا فعل ہوتا ہے خدا جب چاہتا ہے جب اعجاز کا ظہور ہوتا ہے انبیاء کرامؑ ظاہر صورت کے اعتبار سے عام مخلوق سے ممتاز نہیں ہوتے اور جب کسی اعجاز کا ظہور ہوتا ہے تب ان کا امتیاز ظاہر ہوتا ہے اسی مضمون کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے یوں ادا کیا ہے

یکے پرسید از ان گم کردہ فرزند      کہ سے عاقل گھر پیر خرد مند !!  
زمهرش بوسے پیرا بن شمدی      چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی  
بگفت احوال ما برقی جہانست      دے پیداو دیگر دم نہانست  
گھے بر طارم اعلیٰ نشینم !!      گھے بر پشت پائے خود نہ بینم

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبویؐ میں خطبہ دے رہے تھے اور مجاہدین کا لشکر نہادند میں مشغول جہاد تھا۔ ایک اثنار خطبہ میں فاروق اعظمؓ نے سردار لشکر ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی یا ساریہ الجبل۔ اے ساریہ پہاڑ کے پیچھے دیکھ مقام نہادند میں تمام لشکر نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی یہ حضرت عمرؓ کی کرامت تھی کہ بلا اسباب ظاہری حضرت عمرؓ کی آواز مدینہ کے منبر سے نہادند پہنچا دی ایسی کرامتوں کا ظہور کبھی کبھی ہوتا ہے ہمیشہ نہیں کیونکہ کرامت ولی کا اختیاری فعل نہیں بلکہ اللہ کا فعل ہے اسی طرح معجزہ بھی اللہ کا فعل ہے نبی کا فعل نہیں اس کا ظہور اللہ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے پس جو خدا اپنے مقبول بندہ کی آواز اتنی دور تک پہنچا سکتا ہے اور سنا سکتا ہے تو وہی خدا اپنے برگزیدہ بندہ کے پیرا بن کی خوشبو کسی دوسرے برگزیدہ بندہ کو صدامیل دور کے فاصلہ پر سونگھا سکتا ہے اور سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر تھی۔  
وَالسَّالِمُونَ إِلَيْهِمْ وَعَصَاةُ كُتُبِهِمْ يَتَذَكَّرُونَ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيَحْكُمُونَ بِحُكْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ  
اگر اسی طرح کسی وقت باد صبا بحکم خداوندی کسی برگزیدہ صفت کے خدمت کی خوشبو کسی دوسرے برگزیدہ تک پہنچا دے تو کوئی حمال نہیں اس کو قبول کرو اور اپنے دوسروں سے اس کے جمع ہونے میں کوئی شبہ نہ کرو۔

الفرض جب یعقوب علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں یوسفؑ کی خوشبو محسوس کرنا ہوں تو حاضری مجلس بوسے تحقیق آپؐ تو اپنی اسی پرانی گراہی میں مبتلا ہیں کہ یوسفؑ ابھی زندہ ہیں اور آپؐ سے ہیں گے اسی خیال کے غلبہ سے آپؐ کو خوشبو کا دہم ہو گیا ہے ورنہ واقع میں کوئی خوشبو نہیں کیونکہ یوسفؑ کو مرے ہوئے ایک مدت ہو گئی پھر جب مہر سے بشارت دینے والا آیا تو اس نے اگر یہ خبر دی کہ یوسفؑ علیہ السلام صحیح سالم زندہ ہیں اور انہوں نے یہ پیرا بن دے کہ مجھے بھیجا ہے تو اس بشیر نے اس کو کہہ کر ان کے منہ پر ڈالا تو اسی وقت یعقوب علیہ السلام مینا ہو گئے اور پھر اس نے سارا ماجرا بیان کیا اس وقت یعقوب علیہ السلام نے گھر والوں سے کہا کیا میں نے تم سے نہیں

کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی مجھے تو اول ہی سے یقین تھا کہ یوسف زندہ ہے اور ایک روز مجھے ضرور ملے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اس بشارت دہندہ سے پوچھا کہ تو نے یوسف کو کس حال میں چھوڑا اس نے کہا کہ میں نے اس حال میں چھوڑا کہ وہ مصر کا بادشاہ ہے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بادشاہت سے مجھے کیا مطلب یہ بتلا کہ تو نے اسے کون سے دین پر چھوڑا اس نے کہا دین اسلام پر یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اب نعمت پوری ہوئی (تفسیر قرطبی ص ۲۶۷)

یعقوب علیہ السلام کا یہ جواب سن کر سارے بیٹے والد بزرگوار کے قدموں پر گرے اور بولے اسے ہمارے باپ آپ خدا تعالیٰ سے ہمارے لیے دعائے مغفرت کیجئے بے شک ہم خطا دار ہیں ہم نے یوسفؑ کے معاملہ میں آپ کو جو تکلیف پہنچائی اس پر نادم اور شرمسار ہیں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں عنقریب تمہارے بیٹے دعائے مغفرت کروں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے عنقریب سے مراد یہ ہے کہ سحر میں دعا کروں گا وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے بیٹوں کا مطلب یہ تھا کہ آپ خود ہی ہمارا قصور معاف فرمادیں اور خدا نے تعالیٰ سے بھی دعائے مغفرت کریں حتیٰ کہ آپ کا دل صاف ہو جائے اور قلب مبارک میں ہماری طرف سے کوئی کدورت باقی نہ رہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ

بھر جب داخل ہوئے یوسف پاس بگڑ دی اپنے پاس

أَبُوهُ وَقَالَ ادْخُلُوا مَصْرًا ۖ إِنَّ شَاءَ اللَّهِ أَمِينٌ ﴿۱۹﴾

اپنے ماں باپ کو اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو خاطر جمع سے

وَرَفَعَ أَبُوهُ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَ

اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اس کے آگے سجدے میں اور

قَالَ يَا بَنِيَّ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۖ قَدْ

کہا اے باپ! یہ بیان ہے میرے اس پہلے خواب کا اس کو

جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي

میرے رب نے سچ کیا ہے اور مجھ سے اس نے خیر کی جب مجھ کو نکالا

مِنَ السَّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدَنِ مِّنْ بَعْدِ اَنْ

قید سے ، اور تم کو لے آیا ہوں گاؤں سے ، بعد اس کے

نَزَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ اِخْوَتِي اِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ

جھگڑا شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں میرا رب تدبیر سے

لِّمَا يَشَاءُ اِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۱۰﴾

کرتا ہے جو چاہے بے شک وہی ہے خبردار حکمتوں والا

بارِ چہارم آمدن برادرانِ یوسف علیہ السلام مع والدین و اہل خود

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ اَوَى اِلَيْهِ اَبُو يَٰسَاقَ... اَللّٰهُ... هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

اربہ بعد ازاں یعقوب علیہ السلام اپنے سارے کنبے سمیت مصر کو روانہ ہوئے اور یوسف علیہ السلام

خبریں کر مصر سے باہر استقبال کے لیے نکلے پس جب یعقوب علیہ السلام مع خاندان کے یوسف علیہ السلام

کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اسی خیمہ میں جگہ دی جس کو ان کے استقبال

کے لیے آراستہ کیا تھا اور پھر ملاقات سے فراغت کے بعد سب سے کہا اب انشاء اللہ امن اور

الطمینان کے ساتھ اندرون مصر تشریف لے چلیے اور پھر وہاں پہنچ کر اپنے والدین کو تخت شاہی

پر بٹھایا اور اس پر شوکت منظر کو دیکھ کر سب پر یوسف علیہ السلام کی عظمت و جلال ایسی غالب آئی

کہ سب کے سب سجدہ میں گر پڑے یہ سجدہ تنظیمی تھا جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے چلا آ رہا

تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد تک جات رہا اب شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حرام

اور منوع قرار دیا گیا والدین کا اور بھائیوں کا یہ سجدہ بطور تحیت و سلام اور بطریق تعظیم و اکرام تھا نہ

کہ بطریق عبادت اس لیے کہ سجدہ عبادت اللہ کے لیے مخصوص ہے اور سجدہ تعلیمی پہلی شریعتوں

میں غیر اللہ کے لیے جات رہا اب ہماری شریعت میں اس کا جواز منسوخ ہو گیا اور والدین جس کے

معنی ماں باپ کے ہیں اس میں مضمرین کا اختلاف ہے کہ اس سے حقیق ماں باپ مراد ہیں یا

باپ اور خالہ مراد ہیں اس لیے کہ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کی والدہ اس واقعہ سے

پیشتر وفات پا چکی تھیں اور یعقوب علیہ السلام کے ساتھ سجدہ کرنے والی حضرت یوسفؑ کی خالہ

تھیں اور خالہ بھی منسلکہ ماں ہوتی ہے اور محمد بن اسحاقؒ اور ابن جریرؒ وغیرہم یہ کہتے ہیں کہ یہ



ان کی حقیقی ماں تھیں اس وقت وہ زندہ تھیں اور وہی ساتھ آئی تھیں اور کسی دلیل صحیح سے یہ ثابت نہیں کہ ان کی والدہ مرچکی تھیں اور ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے وقت ماں باپ دونوں زندہ تھے (واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم)

اور جب سب یوسف علیہ السلام کے سامنے جمعہ میں گرجتے تو یوسف علیہ السلام نے کہا ہے والدہ بزرگوار! یہ بے میرے اس خواب کی تعبیر جو میں نے پہلے زمانہ میں دیکھا تھا تحقیق میرے پروردگار نے اس کو پورا کر کے دکھلایا خدا نے جو خواب دکھلایا اب اس کی تعبیر دکھلا دی یہ سب میرے پروردگار کا فضل ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں اور یوسف علیہ السلام نے یگانہ سے صرف باپ کو خطاب کیا اور ماں کو خطاب نہ کیا کیونکہ ماں علم تعبیر کی عالم نہ تھیں علم تعبیر کے عالم صرف باپ تھے اس لیے کہا گیا کہ بت لے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا اور جس کے ظہور کے آپ منتظر تھے اور فوراً نبوت سے آپ کو معلوم تھا کہ یہ خواب ضرور پورا ہو گا اللہ نے اس کو بچ کر دیا اور یہ اس کا فضل اور احسان ہے اور اس نے مجھ پر یہ احسان کیا کہ مجھے قید خانہ سے نکالا اور مجھ کو اس مرتبہ پر پہنچایا اور تم کو دیہات سے شہر میں لایا اور مجھ سے ملایا بعد اسی کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان اختلاف ڈال دیا تھا حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے نکلنے کے احسان کا ذکر فرمایا اور کنوئیں سے نکلنے کے احسان کا ذکر نہ کیا تاکہ بھائی شرمندہ نہ ہوں اور ایک قسم کی معذرت بھی کر دی کہ میرے اور بھائیوں کے درمیان جو جھگڑا پیدا ہوا وہ سب شیطان کا ڈالا ہوا تھا شیطان اگر درمیان میں نہ گھستا تو بھائی مجھ سے ہرگز نہ جھگڑتے سبحان اللہ کیا حسن خلق ہے کہ بے قصور ہیں اور شرمندہ ہو رہے ہیں نہ گزشتہ مصائب کا کوئی ذکر کیا اور نہ کوئی حرف لشکایت زبان پر ہے بھائیوں کو معذور قرار دے دے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کے بیان میں مشغول ہیں بے شک میرے پروردگار جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو اس کی لطف تدبیر سے سب آسان ہو جاتا ہے بے شک وہی علم والا اور حکمت والا ہے وہ ہر چیز کی مصلحت اور تدبیر کو جانتا ہے اور اس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے چاہے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو اس وقت تک چالیس سال گزرے اور رقم قیم کے ابتلائی میں آئے اللہ ہی کو ان کی حکمتیں اور مصلحتیں معلوم ہیں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اہل تاریخ کا بیان ہے کہ یعقوب علیہ السلام مصر میں یوسف علیہ السلام کے پاس ۲۴ برس تک نہایت خوش حالی اور فارغ البالی اور کمال عیش و عشرت کے ساتھ رہے جب ان کی وفات کا وقت آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ ان کے جسد مطہر کو شام کی مقدس زمین میں ان کے باپ اسحاق علیہ السلام کی قبر کے پاس دفن کرنا جب یعقوب علیہ السلام نے مصر میں وفات پائی تو یوسف علیہ السلام ان کی وصیت کے مطابق ساج کے ایک تابوت میں ان کے جسد کو رکھ کر شام لے

گئے جس روز شام پہنچے اتفاق سے اسی روز یعقوب علیہ السلام کے بھائی عیسیٰ نے انتقال کیا دونوں بھائی ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے اور ایک ہی ساتھ دونوں پیدا ہوئے تھے اور ہر ایک کی عمر ایک سو سینتالیس (۱۲۴) برس ہوئی یوسف علیہ السلام اپنے باپ اور چچلے کے دفن سے فارغ ہو کر مصر واپس آ گئے (دیکھو تفسیر قرطبی صفحہ ۲۲۸ جلد ۹)

✽

✽

✽

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ

اے رب! تو نے دی مجھ کو کچھ حکومت، اور سکھایا مجھ کو کچھ پھیر

الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيٌّ فِي

باتوں کا اے پیدا کرنے والے آسمان اور زمین کے! تو ہی ہے میرا کارساز

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحَقْنِي

دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجھ کو اسلام پر اور ملا مجھ کو

بِالصَّالِحِينَ ۝۱۱

نیک بختوں میں

خاتمہ قصہ بردعائے یوسف علیہ السلام برائے خاتمہ بالخیر

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ ..... إِلَى ..... وَ أَلْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝  
(رہط) یوسف علیہ السلام باپ کے دفن کے بعد مصر واپس آ گئے اور باپ کی وفات کے بعد تین سال زندہ رہے پھر پورا درجہ کی وفات کے بعد آخرت کا شوق غالب ہوا اور یہ دعا شروع کی اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو نبوی، نبی اور ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا ہے تو نے مجھے ملک مصر کی سلطنت عطا کی اور خوابوں کی تعبیر کا علم مجھ کو سکھایا اور نبوت اور صدیقیت عطا کی اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں پس جس طرح تو نے میری دنیا کو درست کیا

اسی طرح میری آخرت کو بھی درست فرما اور اسلام کی حالت میں مجھے موت دے یعنی اپنی اطاعت اور فرماں برداری کی حالت میں مجھے وفات دے اور مجھ کو نیک نیتوں کے ساتھ ملا دے یعنی میرے آباء و اجداد ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے ساتھ ملا دے اور انبیاء کے زمرے میں مجھے پہنچا دے۔ جانتا چاہیے کہ یوسف علیہ السلام کی یہ دعا تمنا سے موت نہ تھی کہ فی الحال مجھ کو موت آجائے بلکہ مطلب یہ تھا کہ جب وقت مقدّر پر میری موت آئے تو وہ موت دین اسلام ہی پر آئے اور طوق صالحین مجھے میسر ہو بہر حال یہ دعا موت کی دعا نہیں بلکہ حین خاتمہ کی دعا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اسے پروردگار جب مجھ کو موت آئے تو اسلام پر آئے اور میری اطاعت اور فرماں برداری کی حالت میں مروں۔ یہی دعا ہر مسلمان کو مانگنی چاہیے حین خاتمہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں قاطب المصنوعات والارض اُنت کبریٰ فی الدنیا والآخرۃ کون فیئ مسلیکاً و اکحفیٰ بالصلیین

(آمین یا رب العالمین)

امام رازی فرماتے ہیں کہ میں اکثر اسی دعا کا ورد رکھتا ہوں (دیکھو تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۷۶) اہل میر نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو آپؑ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلیں گے اس وقت میرا تابوت بھی اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔ یوسف علیہ السلام نے ایک سو دس سال یا ایک سو سات سال کی عمر میں وفات پائی اور عزیزہ نئی عورت کے بطن سے ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے اور ایک بڑی لڑکیوں کے نام افریم اور میشا تھے اور لڑکی کا نام رحمت تھا جو حضرت یوب علیہ السلام کے عقد میں آئی جب آپؑ نے وفات پائی تو اہل مصر نے آپؑ کے دفن کے متعلق اختلاف کیا ہر شخص یہ جانتا تھا کہ میرے علم میں دفن ہوں نا کہ ان کی برکات سے مستفیض ہوں بالآخر ان کو سنگ مرمر یا سفید پتھر کے صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے قریب دفن کر دیا گیا اور جب حب و صیت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت بھی ساتھ لے گئے اور شام میں لے جا کر ان کے آباء کرامؑ کے پہلو میں ان کو دفن کر دیا اور یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد سلطنت مصر حسب سابق فراعنہ مصر کے ہاتھ میں منتقل ہو گئی یہاں تک کہ انہیں سلاطین مصر کے سلسلہ میں وہ فرعون ہوا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔



ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ وَ مَا كُنْتَ

یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا

لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا

اُن کے پاس، جب ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب کرنے لگے اور نہیں

أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَا تَسْأَلُهُمْ

اکثر لوگ یقین لانے والے، اگرچہ تو لہجہ سے اور تو مانگتا نہیں

عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۳﴾ وَ

ان سے اس پر کچھ نیک یہ تو اور کچھ نہیں مگر نسیحت سارے عالم کو اور

كَآيِنٌ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ

بہتری نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں جن پر

عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿۱۰۴﴾ وَمَا يَوْمُنُ أَكْثَرُهُمْ

ہو نکلتے ہیں اور ان پر دھیان نہیں کرتے اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ

بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۵﴾ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ

اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں کیا نذر ہوتے ہیں کہ آڈھائے ان کو

غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ

ایک آفت اللہ کے عذاب کی یا پہنچے قیامت

بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي

اچانک اور ان کو خبر نہ ہو کہ یہ میری راہ ہے

أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمِنِ اتَّبَعَنِي ط

بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے

وَسُبْحَنَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۷﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا

اور اللہ پاک ہے اور میں نہیں شریک بتانے والا اور جتنے بھیجے

مَنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَا لَتَوُحَّىٰ إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ

ہم نے تجھ سے پہلے، یہی مرد تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم ان کو بستیوں کے رہنے والے

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

سویا یہ لوگ نہیں پھرے ملک میں کہ دیکھیں کیسا ہوا آخر ان کا

عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ

جوان سے پہلے تھے اور پہچلا گھر تو بہتر ہے

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٠﴾ حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَرَ

پر ہیز والوں کو اب کیا تم نہیں بوجھتے یہاں تک کہ جب ناسمید ہونے

الرُّسُلُ وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا

لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا تھا پہنچی ان کو مدد ہماری

فَنَجَّىٰ مَنْ تَشَاءُ وَلَا يَرُدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ

پھر بچا دیا جن کو ہم نے چاہا اور پھری نہیں جاتی آفت ہماری قوم

الْمُجْرِمِينَ ﴿١١﴾ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي

گنہگار سے البتہ ان کے احوال سے، اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل

الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ

دالوں کو کچھ بات بنائی ہوئی نہیں لیکن موافق اس کلام

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى

کے جو اس سے پہلے ہے اور کھول ہر چیز کا اور راہ سمجھائی

وَرَحْمَةً لِّلْقَوْمِ يُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾

اور ہر بانی ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں

## خاتمہ سورت بر اثبات رسالت محمدیہ و تہدید منکرین و بیان حقانیت کتاب مبین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ... إِنْ... وَ هُذِيَ وَ رَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (ربط) یہ سورت ان سائین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے آپ سے بغرض امتحان یوسف علیہ السلام کا قصہ دریافت کیا تھا اب خاتمہ سورت پر یہ بتلاتے ہیں کہ یہ قصہ آپ کی نبوت کی کس طرح دلیل بنا پتا نہ فرماتے ہیں یہ احسن القصص یعنی یوسف علیہ السلام کا قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کے علم کا سوائے وحی خداوندی کے کوئی ذریعہ نہیں ہم صرف وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ بتلاتے ہیں اور یہ آپ کی نبوت کی دلیل قاطع ہے کیونکہ آپ تو اُمی ہیں کتا ہیں پڑھنا نہیں جانتے اور نہ آپ نے یہ قصہ کسی سے سنا ہے پس آپ کے پاس اس قصہ کے معلوم ہونے کا سوائے وحی الہی کے کوئی ذریعہ نہیں لہذا اس قصہ کو اس حق ترتیب اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرنا یہ آپ کا کھلا معجزہ ہے۔ اور آپ کی نبوت کی شافی اور کافی دلیل ہے اور اسے بنی آپ یوسف کے بھائیوں کے پاس موجود نہ تھے جب وہ یوسف کو کنوئیں میں ڈالنے کے متعلق پختہ ارادہ کر رہے تھے اور وہ اس کی تدبیر کر رہے تھے پس آپ نے جب یہ واقعہ خود دیکھا اور کسی سے سنا تو معلوم ہوا کہ آپ صاحب وحی اور صاحب نبوت ہیں اور باوجود ان شواہد اور دلائل کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں اگرچہ آپ کتنی ہی حرص کریں کہ وہ ایمان لے آئیں کیونکہ وہ اللہ کے علم میں ازلی شقی ٹھہر چکے ہیں یہود اور قریش نے امتحان آپ سے یہ قصہ دریافت کیا تھا آپ نے وحی الہی کی مدد سے اس کو صحیح صحیح بیان کر دیا اس پر بھی ایمان نہ لائے تو آپ کو رنج ہوا اور اسے بنی آپ ان سے اس تبلیغ اور نصیحت پر کوئی معاوضہ نہیں جانتے کہ اس کے نہ ملنے سے آپ کا نقصان ہوتا یہ قرآن تو دنیا جہان کے لیے نصیحت ہے جس کا جی چاہے ماننے اور جس کا جی چاہے نہ مانے یہ قرآن تو دلائل نبوت اور دلائل توحید سے بھرا پڑا ہے اگر منظر انصاف سے اس قرآن کو دیکھیں تو ان پر ہر بار اور معاد سب مشکف ہو جائے اور آسمانوں اور زمین میں ہمارا کی قدرت اور وحدانیت کی کتنی ہی نشانیاں موجود ہیں جن پر یہ لوگ گزرتے ہیں یعنی ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور وہ ان سے اعراض کرتے ہیں اگر ان کی طرف التفات کرتے تو ایمان سے کتے اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو وہ اس طرح مانتے ہیں کہ دوسروں کو بھی خدا کے ساتھ شریک گردانتے ہیں ایسا ماننا نہ ماننے کے حکم میں ہے مطلب یہ ہے کہ نہ توحید کے قائل اور نہ رسالت کے قائل ہو کیا یہ توحید و رسالت کے

منکر اس بات سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ ان پر عذاب خداوندی سے کوئی ایسی آفت کسے جو ان کو اپنے اندر جمیلے اور طاف کی طرح انکو ہر طرف سے پھیلے یا نگاہاں اپنے قیامت کی گھڑی بجائے جسکے کہنے کی پہلے انکو خبر بھی نہ ہو اسے نبی! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ دین اسلام اور توحید میری راہ ہے میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں بھرت پرہیزوں میں اور میرے پرہیزوں پر سے پاس ایسے دلائل ہیں کہ جن کو دیکھ کر دل کی آنکھیں کھل جائیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں تم کو ایک اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں مشرک کو سننے والوں میں سے نہیں مطلب یہ ہے کہ میں تم کو اپنا بندہ نہیں بنانا بلکہ خدا کی بندگی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اگر کسی کو میری نبوت کے بارے میں یہ شبہ ہو کہ نبی اور رسول تو فرشتہ ہونا چاہیئے تو یہ شبہ بھل ہے اس لیے کہ ہم نے آپ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے کوئی فرشتہ نہیں تھا اور نہ کوئی عورت نبی بنا کر بھیجی گئی اور وہ انبیاء سابقین و آئینوں کے رہنے والے تھے اصحاب علم اور فہم اور علم تھے کیونکہ جنگل کے لوگ اکثر سخت دل اور تند خو اور حنا پیشہ ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہستی کے رہنے والوں کو نبی بنا کر بھیجا پھر دیکھ لو کہ ان کے جھلنے والوں کا کیا انجام ہوا حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل باد یہ میں سے کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا اور نہ عورتوں میں سے اور نہ جنات میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیجا۔

(دیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۷۴ جلد ۹)

سو کیا ان مشرکین نے ملک کی سیر نہیں کی کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان منکریں اور ملک میں کا انجام کیسا خراب ہوا جو ان سے پہلے گزرے ہیں جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو سب کے سب عذاب سے ہلاک ہوئے اس زمانہ کے کافروں کو چاہیئے کہ ان کے حال سے عبرت پکڑیں اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو مشرک اور معصیت سے بچتے ہیں۔

سو کیا تم نہیں سمجھتے کہ پہلی قومیں کس طرح ہلاک ہوئیں وہ اس کی یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے آخرت کی پرواہ نہ کی اور مالی اور دولت کے نشہ میں خدا کے رسولوں کا مقابلہ کرتے رہے اللہ تعالیٰ حلیم و کریم ہے اس نے ان کو فوراً عذاب میں نہ پکڑا بلکہ ان کو لمبی لمبی ہمتیں دیں اور وہ جتنا کفر میں ترقی کرتے گئے اتنی ہی نعمتوں کے دروازے ان پر کھلتے گئے جس سے یہ منکرین بے فکر اور نڈر ہو گئے بالآخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور سب ہلاک و برباد ہوئے پس کفار عرب فی الحال عذاب کے نازل ہونے سے دھوکہ میں نہ پڑیں اگلی انتوں کو بھی اس طرح طویل ہمتیں دی گئیں۔

علہ: اشارہ اس طرف ہے کہ حتیٰ اِذَا اسْتَأْذَنُكَ الرَّسُولُ مِنْ قَوْلِ مُنْكَرٍ غَايِبٍ  
یعنی اُمہلوا مقرر کی غایت ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے لَا يَجُودُ رَهْمُ قَصَادِهِمْ فِيمَا هُمْ  
فِيهِ مِنَ الدُّعَا وَالْخِوَا فَاِنَّ مِنْ قَبْلِهِمْ قَدْ اُمُهَلُّوا حَتَّى يَأْتِيَ الرِّسْلُ مَعَهُ  
باقی اگلے صفحہ پر

یہاں تک کہ جب ہولت کی مدت طویل ہوئی اور عذاب موعود کے نازل ہونے میں دیر ہوئی اور اندازہ اور تخمینہ کے مطابق عذاب نہ آیا تو پیغمبر مایوس ہونے لگے اور گمان کرنے لگے کہ ہم سے جو ہماری نصرت اور دشمنوں کی ہلاکت کا وعدہ کیا گیا تھا جو اب تک ہمارے اندازہ اور تخمینہ کے مطابق پورا نہیں ہوا شاید وہ عذاب ہماری زندگی میں نہ آوے بلکہ ہمارے پیچھے آوے یا ہماری کسی غلطی کی وجہ سے ہماری نصرت اور ہمارے دشمنوں کی ہلاکت کا وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ یا ہم سے وعدہ الہی کے بارہ میں کوئی غلط فہمی ہوئی کہ ہم نے اپنے خیال سے نزول عذاب کا وقت مقرر کر لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو نزول عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ مطلق تھا اس میں کسی وقت اور زمانہ کی تعیین نہ تھی حضرات انبیاء نے اپنی رائے اور اجتہاد سے اور اپنے اندازہ اور تخمینہ سے نزول عذاب کا وقت متعین کر لیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب دکھلایا گیا کہ آپؐ کہ میں داخل ہو رہے ہیں خواب مطلق تھا اس میں کوئی وقت معین نہ تھا مگر آپؐ پر طواف کعبہ کا شوق غالب ہوا اس لیے آپؐ اسی سال عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے اور کامیاب نہ ہوئے اور اس خواب کی تعبیر سال آئندہ ظاہر ہوئی اس وقت تئیر ہوا کہ وعدہ خداوندی تو صدق اور حق تھا مگر ہم سے غلط فہمی ہوئی کہ ہم نے اپنے خیال سے اس کی مدت متعین کر لی کہ وہ وعدہ اسی سال پورا ہوگا حضرات انبیاء کرامؑ سے خطا اجتہادی کا واقع ہونا عصمت کے منافی نہیں وَمَا أَوْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ الشَّيْطَانُ فِي أَمْنِيَّتِهِم میں اس کی تفسیل آئے گی غرض یہ کہ جب عذاب کے نازل ہونے میں دیر ہوئی اور انبیاء کرامؑ کے اندازہ اور تخمینہ کے مطابق عذاب نہ آیا تو انبیاءؑ یہ گمان کرنے لگے کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا تھا وہ صحیح نہ تھا تو جب رسولوں کی ناامیدی اور پریشان اس حد کو پہنچ گئی تو اس وقت حسب وعدہ یکایک اور ناگہاں ان کو مدد پہنچی اور وہ مدد یہ آئی کہ کافروں پر عذاب آیا اور لوگوں پر پیغمبروں کا صدق ظاہر ہوا کہ انبیاءؑ نے جو نصر و ظفر کی خبر دی تھی وہ سچی تھی مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم کی انبیاء و مرسلین اور اولیاء اور مجتہدین کے ساتھ سنت قدیم ہے کہ جب ابتلا اور امتحان اس حد کو پہنچ جائے کہ کلیجہ منہ کو آجائے تب ان کو فتح اور ظفر کا منہ دکھلاتے ہیں اور ان کے دشمنوں

النصر علیہم فی الدنیا أو من ایمانہم لا نعما کہم فی الکفر وتمادیہم فی الطغیات من غیر وازحہ الم (کذا فی روح المعانی ص ۶۲ جلد ۱۳ وروح البیان ص ۳۳۳ جلد ۳ و تفسیر الم السعودی ۲) وقال السیوطی حتی غایۃ لما دل علیہ وَمَا أَوْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا أَوْ فِتْرًا حَتَّى إِذَا اسْتَأْيَسَ الرَّسُولُ الْإِيمَانَ

یعنی تاخیر کر دیم و ہولت دایم اہم سابقہ را در عذاب نماییکہ نوید شدند پیغمبران از ایمان ایشان یا از نصرت برایشان در دنیا گمان بردند۔ رسولان ایچ (دیکھو حاشیہ مشرقی مولانا روم طبع کپنور دفتر موم ص ۱۵)





عائشہ صدیقہؓ اس زوال کو تشدیدِ ذال کے ساتھ پڑھتی تھیں اور آیت کا یہ مطلب بیان فرماتی ہیں جو ہم نے ذکر کیا اور قرأتِ تخفیف کا انکار فرماتی تھیں اور اس کو عصمتِ انبیاء کے منافی سمجھتی تھیں۔  
 اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم لفظ کذب کو تخفیفِ ذال کے ساتھ پڑھتے تھے اس قرأت پر بظاہر آیت کا یہ مطلب ہو گا کہ جب حسب وعدہ کافروں پر عذاب نازل ہونے سے رسولِ ناامید ہو گئے اور یہ گمان کرنے لگے کہ (معاذ اللہ) خدا کی طرف سے ان سے فسخ و نظر اور غلبہ و نصرت کا جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا کہ نصر و نظر کے بارہ میں جو وحی ہم پر آئی تھی وہ کذب تھی اور ہم کذب ہیں اس قرأت کی بنا پر آیت کا یہ مطلب نہایت مشکل نظر آتا ہے اس لیے کہ حضراتِ انبیاء کرامؑ کے نفوسِ قدسیہ اس سے پاک اور منزه ہیں کہ ایک لمحہ کے لیے ان کے دل میں یہ غلو بھی گزرے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ خدا نے ہم سے جھوٹا وعدہ کیا تھا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا نبی اللہ کی وحی کو غلط اور جھوٹا جلانے قطعاً نامکن اور محال ہے اس اشکال کی بنا پر علماءِ محققین نے قرأتِ تخفیف کی مختلف تفسیریں کی ہیں۔

بعض علماء اس طرف گئے ہیں و ظننوا اور انہم اور قد کذبوا کی تینوں ضمیریں  
**تفسیر اول** رسل کی طرف راجع نہیں بلکہ تینوں ضمیریں بقرینہ مقامِ رسل الیہم یعنی قوم کی طرف راجع ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب پیغمبرِ قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے اور قوم کے لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ انبیاء کرامؑ نے ہم کو جو عذاب کی دھمکیاں دی تھیں وہ سب دھوکے تھے اور صرف ہمارے ڈرانے کے لیے تھے اور پیغمبر جو اپنی نصرت اور ہماری ہلاکت کے وعدوں کا ذکر کرتے تھے اور جو یہ کہتے تھے کہ ہم پیغمبر ہیں اور اگر تم ہمارا کہنا نہ مانو گے تو تم پر عذاب آئے گا وہ سب جھوٹی باتیں تھیں جب نبوت بہ اینجا رسید تو اس ناامیدی کی حالت میں پیغمبروں کو ہماری مدد نہ پہنچی اور لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ انبیاء کرامؑ صادق تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ نے یہ تفسیر اختیار فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں ”مہلتِ رادیم تا وقتیکہ ناامید شدند پیغمبران و گمان کردند قوم ایشان کہ بدروغ وعدہ کردہ شد بایشان آمد بایشان نصرت“ (فتح الاغما) اور اسی طرح طبریؒ نے سید بن جبیرؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے سید بن جبیرؒ سے اس آیت کے معنی پوچھے تو کہا کہ ناامید ہوئے پیغمبر اپنی قوم سے کہ وہ ان کو سچا جانیں اور رسل الیہم یعنی قوم انے گمان کیا کہ رسولوں نے ان سے جھوٹ کہا تھا یعنی تاخیر عذاب سے قوم کو یہ گمان ہوا کہ رسولوں نے ہم سے جھوٹ کہا تھا کہ عذاب آئے گا وہ عذاب اب تک تو آیا نہیں آخر کب آئے گا۔

(دیکھو روح المعانی ص ۶۴ جلد ۱۲)

اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ قرأتِ تخفیف میں ظننوا اور انہم اور قد کذبوا کی تینوں ضمیریں رسل کی طرف راجع ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب وعدہ عذاب کے ظہور میں دیر ہوئی تو انبیاء کرامؑ ناامید ہوئے اور یہ خیال کرنے لگے کہ شاید یہ عذاب ہماری زندگی

میں نہ آئے اور ہمارے بعد آئے اللہ کا وعدہ تو حق اور صدق ہے مگر مطلق ہے جس کی مدت اور وقت کی تعیین نہیں کروہ کب ہوگا لہذا ضروری نہیں کہ وہ نبی ہی کی زندگی میں پورا ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کے بعد خلفاء اور جانشینوں کے ہاتھوں یہ وعدہ پورا ہو جیسے خلافت ارضی اور تمکین دین کا وعدہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پورا ہوا اور حضرات انبیاء کرامؑ کی ناامیدی ظاہری اسباب اور ظاہری حالات کی بناء پر تھی معاذ اللہ خدا کی رحمت کاملہ سے یا پوسی اور ناامیدی نہ تھی حق جل شانہ کا معاملہ انبیاء و مرسلین اور ان کے اجتہاد اور قاضین کے ساتھ یہ ہے کہ مصائب کے پہاڑ ان پر نازل ہوتے ہیں حتیٰ کہ جب اسباب ظاہری سے وہ بالکل ناامید ہو جاتے ہیں اور سوائے حق تعالیٰ کی رحمت اور حمایت کے کسی چیز پر ان کی نظر نہیں رہتی تب اللہ کی طرف سے ان کو مدد پہنچتی ہے کما قال تعالیٰ وَهُوَ الَّذِي يُتَوَكَّلُ عَلَىٰ الْغَيْبِ مَنْ بَعْدَكَ مَا قَنَطُوا وَلَا يَشْعُرُونَ حِمَّتَهُمْ وَهُوَ الَّذِي يُخَيِّدُ اس لیے اسی آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ حق تعالیٰ کا معاملہ کافروں کے ساتھ یہ ہے کہ ان کو فوراً نہیں پکڑتے بلکہ ان کو اتنی ہمدت اور دھیل دیتے ہیں کہ وہ خوب دل کھول کر کفر کر لیں اور اعلانیہ طور پر انبیاءؑ کو جھوٹا بتلانے لگیں اور تکبر اور غرور سے کو دنے اور اچھلنے لگیں اس طرح سے ادھر تو جرم کا پیمانہ بڑھتا ہو جاتا اور اھر انبیاء کرامؑ کے ابتلا کی منزلیں پوری ہو جائیں حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین انتظار کرتے کرتے خنک جاتے ہیں اور ناامید ہو جاتے ہیں گویا کہ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ ہم سے نصر و غفر کا وعدہ غلط کیا گیا یعنی یہ کلام بطور تشبیہ و تمثیل ہے بطور مبالغہ ایسا کہا گیا کہ عذاب میں اتنی تاخیر ہوئی کہ یہ گمان ہونے لگا کہ وہ وعدہ غلط تھا تو اس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں ناگاہ رسولوں کو ہماری مدد پہنچی اور ان سے نصرت اور مدد کا جو وعدہ کیا تھا وہ اس وقت پورا ہوا اور ان کو اور ان کے متبعین کو نجات دی اور ان کے دشمنوں کو تباہ اور برباد کیا دیکھ لو کہ اللہ کے وعدے اس طرح پورے ہوتے ہیں لہذا کفار سکھ کو چاہئے کہ اہم سابقہ کے واقعات سے عبرت پکڑیں اور تاخیر عذاب سے دھوکہ میں نہ پڑیں پہلی قوموں کو بھی اس قسم کی ہمتیں مل چکی ہیں اور اتنی طویل ہمتیں ملیں کہ رسول بھی ناامید ہو گئے تب بیکایک اللہ کا قہر نازل ہوا اور کفار مغلوب اور مقہور ہوئے اور رسول مظفر و منصور ہوئے۔

حکیم ترمذی فرماتے ہیں کہ رسولوں کی ناامیدی اور گمان کی وجہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے وعدہ کے بعد معاذ اللہ انبیاءؑ کو یہ ڈر نہ تھا کہ خدا کا وعدہ پورا نہ ہوگا اور نہ معاذ اللہ رسولوں کو حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی بدگمانی تھی بلکہ انبیاء کرامؑ کو اپنے نفسوں

قال الترمذی الحکیم وجہہ عندنا ان الرسل کانت تخاف بعد ما وعد الله النصی الامن تهمته لوعده الله ولما کن لتهمته النفوس ان تکون قد احدثت حدثا ینقض ذلك

المشروط والعهد الذی عهد الیہم  
وكانت اذا طالبت المدة دخلہم  
الایام والظنون من هذا الوجه  
(تفسیر قطبی ص ۲۷۶ جلد ۶)

کی طرف سے بدگمانی تھی کہ خدا نخواستہ ہماری  
جانب سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوگی  
ہوگئی کہ جو اس وعدہ کے منافی اور مضائقہ  
ہو اور وعدہ خداوندی جس شرط کے ساتھ

مشروط ہو خدا نخواستہ ہم سے برہنہ غفلت اس شرط کی خلاف ورزی نہ ہوگئی ہو جب شرط پوری نہ ہوگی تو  
اس وعدہ کا پورا ہونا بھی ضروری نہ ہوگا جو اس شرط کے ساتھ مشروط ہو پس جب وعدہ خداوندی کی حرمت  
مطلوب ہو جاتی ہے تو انبیاء کرام کو اس راہ سے یعنی نفس کی راہ سے ناامیدی اور بدگمانی لاحق ہوتی ہے نہ  
کہ خدا نے تعالیٰ کی جانب سے ۔

پس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کافروں کو اتنی طویل ہمت اور لمبی ذہیل ملی کہ رسول عذاب کے آنے  
سے ناامید ہونے لگے اور ان کو یہ گمان ہونے لگا کہ ہماری کسی لغزش اور خطا کی بنا پر وعدہ پورا نہیں کیا گیا  
شاید کہ ہم سے ان امور کی بجا آوری میں کہ جو ایفاء وعدہ کے لیے مشروط تھے کوئی کوتاہی واقع ہوئی ہے اسلئے  
وعدہ پورا نہیں کیا گیا لہذا کذب کے معنی یہ نہیں کہ پیغمبروں سے جھوٹ کہا گیا بلکہ معنی یہ ہیں کہ وعدہ پورا  
نہیں کیا گیا جیسا کہ جن المؤمنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ میں صدق وعدہ سے  
ایفاء سے وعدہ اور ایفاء سے عہد مراد ہے اسی طرح کذب سے جو صدق کی نقیض ہے اس سے مراد یہ ہو  
گی کہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا جس کی وجہ یہ نہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ وعدہ خلافی کرتا ہے فَلَا تُخْسِبُکَ  
اللہُ مَخْلِفًا وَعْدَہُ رُسُلُکَ سَرَّاتِکَ اللہُ لَا یُخْلِفُ الْمِیثَاقَ

بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہمارے نفس کی کسی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے وعدہ پورا نہیں کیا گیا پس اگر کوئی  
شخص یہ گمان کرے کہ میرے نفس کی تفسیر کی وجہ سے وعدہ خداوندی روک لیا گیا تو اس میں کوئی  
حرج اور مضائقہ نہیں

یایوں کہو کہ اس ہو شراب پریشانی میں اس گمان کے قریب قریب پہنچ گئے جیسے کہا جاتا ہے  
بلغت المنزل میں منزل کو پہنچ گیا یعنی پہنچنے کے قریب ہو گیا (دیکھو تفسیر قطبی ص ۲۷۶ جلد ۶)  
اور پھر یوں کہو کہ وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ کَذَّبُوا، کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ خدا نے ان سے  
جھوٹا وعدہ کیا تھا بلکہ کذب سے کذب رجاء مراد ہے یعنی جب ان کی امید کے مطابق عذاب نہ آیا  
تو گمان کیا کہ ہماری امید غلط نکل اور لفظ کذب بمعنی ظہار اور غلطی بکثرت شائع ہے جیسے مَا کَذَّبَ الْقَوْمُ  
مَا نَزَّلَ میں کذب سے خطا اور غلطی کے معنی مراد ہیں (دیکھو تفسیر ابوالسود ص ۲۵۲ جلد ۲ بر حاشیہ تفسیر کبیر)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ آیت کَحَتَّىٰ إِذَا اسْتَأْذَنَکَ  
التَّائِبُ وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ کَذَّبُوا جَاءَهُمْ کَذْرُبًا کے بظاہر یہ معنی ہیں یہاں  
نک کہ جب رسولوں کو ناامیدی ہونے لگی اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ ان سے جو کچھ امداد کے بارہ میں خدا

کی طرف سے وعدہ و وعید تھے وہ سب بھوٹے تھے اس وقت ہماری مدد آگے پہنچی یہ تو ظاہری اور سرسری مطلب ہوا مگر سب اہل ایمان جانتے ہیں کہ انبیاء کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ ناامید ہوں خود اسی سورت میں ہے اِنَّهُمْ لَا يَاسُفُوْنَ مِنْ دُورِ اللّٰهِ اِلَّا الْفَوْومُ الْكَافِرُونَ یہ سوچنا چاہیے کہ حضرات انبیاء کو تہ دل سے یقین تھا کہ وعدہ ہائے الٰہی صادق اور برحق ہیں ایک نہ ایک روز بے شک امداد الٰہی ضرور آنے والی ہے لیکن بمقتضائے بشریت قلب میں اضطراب اور پریشانی کا ناہیاہ منافی عصمت نہیں حق تعالیٰ نے اس غیر اختیاری پریشانی کو بطور شکایت اس طرح بیان فرمایا کہ کیا تمہارا گمان اور خیال تھا کہ ہم نے جو تم سے نصرت کے وعدے کیے ہیں وہ سچے نہیں یعنی جب ہم تمہارے معین اور مددگار ہیں اور ہم تم سے وعدہ کر چکے ہیں اور ہماری نظر عنایت ہر وقت تمہارے ساتھ ہے تو پھر یہ اضطراب اور پریشانی کیسے برعایت ظاہر بطور مبالغہ اس قسم کی پریشانی اور بے قراری بمقتضائے بشریت ہے جیسی اور بے تابی کو مجازاً لفظ ظن اور لفظ یأس سے تعبیر فرمایا دیکھو ہدیرہ الشیم ص ۳۲۷۔

اور قرآن کریم میں ہے اَوَلَمْ نَكُ مِّنْ قَبْلُ بَلٰی وَاٰلٰكِنْ رَتَبْنٰكُمْ كَلْبًا اور حدیث میں ہے كُنْ حَقٌّ اَوْ يٰ شَكَّ مِنْ اَبَوِ اَيْمَمٍ سَوَاسٍ بَعْدَ شَكِّ اور ظن کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ بمقتضائے بشریت حضرات انبیاء کو جو اضطراب پیش آیا تو اس اضطراب کو ظن اور شک سے تعبیر کر دیا گیا اس لیے کہ اضطرابی حالت شک اور تردد کے مشابہ ہوئی ہے اور مظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ گویا کہ مضطرب شک اور گمان میں پڑا ہوا ہے عارف رومی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔

ہیں بخوان استیاس الرسل ای عمو ۛ تاہم ظنوا انهم قد کذبوا !!  
 ایں قرأت خواں بہ تخفیف کذب ۛ ایں بود کہ فریش بیند محقق  
 در گمان افتاد جان انبیاء ۛ ز اتفاق منکری اشقیاء  
 (دیکھو شہنوی مولانا روم - دفتر سوم ص ۷۵ جلد ۳ مع حاشیہ و شرح بحر العلوم ص ۹۰ جلد ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں مولوی (مضوی قرأت ابن عباس) اختیاری کنندہ تو میری فرمائید کہ احوال انبیاء مختلف است در بعض اوقات رفع حجاب می شود و احوال بندہ پر آئینہ میں بیند و در بعض اوقات حجاب بشریت مانع نگردد و از حالت آرائی العین فرود می آیند و ضیق خاطر و اضطراب بشریت رومی دہد نہیں حالت احتجاب را بطریق مجاز بظن تعبیر واقع شد خلاصہ کلام آنکہ لفظ ظن و شک در آیت و حدیث اینجا مجاز است۔ یعنی آن کہ خاطر ایشان ————— بحسب جبلت بشریت مضطرب شد مانند اضطراب شک کنندہ در حقیقت و محی یا مانند اضطراب کنندہ کذب و محی کلمات طبیعت ص ۱۶۷

خلاصہ کلام یہ کہ تشدید ذال یعنی قد کذبوا کی قرأت میں میتوں ضمیر یعنی وظنوا انهم کذبوا کے ضمائر رسل کی طرف راجع ہیں اور مطلب آیت کا واضح ہے اور تخفیف ذال یعنی قد کذبوا کی قرأت میں اشکال

ہے جس کی تفسیر میں دو قول نقل کیے ایک یہ کہ تینوں ضمیریں رسل کی طرف راجع ہیں اس صورت میں شدید اشکال ہے جس کے حل کے لیے علامہ ربانین کی تفسیر میں ناظرین کے سامنے کردی گئیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ شان اور کافی ہیں اس جگہ ایک تیسرا قول اور بھی ہے وہ یہ کہ ظنوا کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہے اور انھم اور قد کذبوا کی ضمیریں رسل کی طرف راجع ہیں اور مطلب یہ ہے کہ قوم نے یہ گمان کیا کہ رسل سے جھوٹا وعدہ کیا گیا اور اس بارہ میں پیغمبروں پر جو دھمی آئی وہ جھوٹ تھی یہ کافروں کا گمان تھا اس وقت اللہ نے اپنے رسولوں کی مدد کی جس سے ظاہر ہو گیا کہ انبیاء کی وحی سچی تھی اور ان کا گمان جھوٹا تھا۔

دیکھو حاشیہ منہوی مولینا روم ص ۱۷۵ دفتر سوم ۱

ایک اور قرأت شاذہ سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے اس لیے کہ مجاہد اور عیسیٰ کے قرأت ہیں - وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا بِالْمِثْقِ الْمَعْلُومِ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قوم نے یہ گمان کیا کہ رسولوں نے ان سے جھوٹ بولا (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۷۶ جلد ۹ روح المعانی ص ۶۳ جلد ۱۱)

البتہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں یا انبیاء سابقین اور اہم سابقہ کے قصوں میں عبرت اور نصیحت ہے ان عقل مندوں کے لیے جن کی عقل خالص ہے اہل عقل کو چاہیے کہ اس قصہ سے عبرت پکڑیں کہ جس طرح یوسفؑ کے بھائی یوسفؑ کے مقابلہ میں ناکام رہے اسی طرح قریش محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ناکام رہیں گے یا یہ مطلب ہے کہ اہم سابقہ کے قصوں میں سے عبرت حاصل کریں کہ اطاعت اور معصیت کا کیا انجام ہوتا ہے جس کی عقل خالص ہوتی ہے وہی ان واقعات سے عبرت پکڑتا ہے

دلے در باید اسرار معانی : کہ روشن شد بنور جاودانی

نہیں ہے یہ قرآن جس میں یہ عبرت انگیز قصے مذکور ہیں کوئی بنائی ہوئی بات یعنی یہ کتاب کوئی ناول یا افسانہ نہیں بلکہ کتاب ہدایت اور درس معرفت ہے جس سے اہل بصیرت کو سبق حاصل کرنا چاہیے یہ اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے کسی بشر کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں اور یہ اس کی حقانیت اور صداقت کی دلیل ہے کیونکہ یہ کتاب بظاہر معجزہ ہے اور کتب سابقہ

علمہ واگر ضمیر ظنوا عامہ بر قوم بود و ضمیر انھم قد کذبوا عامہ بر پیغمبران باشد معنی چنین آید کہ گمان بردند قوم کہ پیغمبران مکذوب شدند یعنی کیکہ دمی آدرودہ پیغمبران بردردش کردہ پس نجات دادہ شد کہے کہ خواستیم دبا گردانید نمی شود عذاب ماہوں نازل شود از قوم مجرمان (حاشیہ منہوی مولینا روم طبع کانپور ص ۱۷۵ دفتر سوم ۱)

علمہ قال الامام القرطبی وقرء مجاہد وحسب قد کذبوا بفتح الکاف والذال مخففا علی معنی وظن قوم ان الرسول قد کذبوا تفسیر قرطبی ص ۲۷۶ جلد ۹ وقال ابن الجوزی والمعنی علی هذا القرآۃ ظن قومهم ایضا انھم قد کذبوا قال الزجاج (ذاو المسیر ص ۲۹۶ جلد ۴)

معجزہ یقین ان کو نبیادت اور تصدیق کی ضرورت تھی اور جو شے خود محنت اور دلیل ہو اس کو کسی دلیل کی حاجت نہیں اور یہ کتاب تمام امور دین کی تفصیل کرنے والی ہے ہمداء اور معاد عدل اور حرام اور حدود اور احکام اور مواظظ اور امثال وغیرہ جملہ ضروری امور کی اس میں تفصیل موجود ہے اور مومنوں کے لیے ذریعہ ہدایت اور رحمت ہے پس ایسی کتاب کے کلمات کی تلاوت اور اس کے معنی سے عبرت حاصل کرنا اہل عقل کیلئے ضروری ہے اللہم اجعلنا من اهل الهدى والرحمة فانك اهل التقوى والمعرفة آمین

يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ

الحمد لله آج بروز شنبہ دہم رجب الحرام ۱۳۸۸ھ ہجری کو غروب آفتاب سے کچھ پہلے سورۃ یوسف کی تفسیر سے فراغت ہوئی۔ فليد الحمد والمنة

### تفسیر سورۃ رعد

اس سورت میں چونکہ رعد کا ذکر ہے اس لیے یہ سورت رعد کے نام سے موسوم و مشہور ہوئی اور یہ سورت بھی ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس سورت میں تینتا لیس آیتیں ہیں اور بقول بعض چوالیس یا پینتالیس آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں۔

(ربط سورت) گذشتہ سورت کے شروع میں قرآن حکیم کی حقانیت کا بیان تھا اور اخیر سورت میں وَكَانَ يُنْزِلُ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ میں اجمالی طور پر دلائل الوہیت و وحدانیت اور عجایب قدرت کی طرف اشارہ تھا اس لیے اس سورت کا آغاز بھی حقانیت قرآن سے فرمایا اور اس کے بعد قدرے تفصیل کے ساتھ دلائل الوہیت و وحدانیت اور عجایب قدرت کو ذکر کیا بعد ازاں اثبات معاد فرمایا اور پھر منکرین نبوت کے چند شبہات کا جواب دیا عرض یہ کہ اس سورت میں انہی تین مضامین کا ذکر ہے اور ان کا باہمی ربط ظاہر ہے۔

❖ ❖ ❖

آيَاتُهَا ۴۳ : سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ : ۹۶ : رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۃ رعد بھی ہے اور اس میں تینتا لیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے، جو بخشنے والا ہے نہایت مہربان

اَلَمْ تَرَ يَتْلُكَ اَيُّهُ الْكِتٰبُ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور جو کچھ اُترا ہے تم کو

مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ①

ترے رب سے سوتحق ہے لیکن بہت لوگ نہیں مانتے

## حقانیت قرآن کریم

قال الله تعالى الْمَرْءُ لِنَفْسِهِ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ (ربط) سورۃ یوسف کے اخیر میں فرکان کریم کی صفت میں یہ فرمایا مَا كَانَتْ حَدِيثًا يُنْفَخُ وَلَا يَكْفِيكَ الَّذِي يَكُنْ يَدِينُهُ وَتَقْبَلُ لِقَائِهِ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ : اس مناسبت سے اس سورت کا آغاز قرآن کریم کی حقانیت سے فرمایا اَلْمَرْءُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بَعْدًا بِذَلِكَ یہ آئیں کتاب انہی کی آیتیں ہیں اور اسے اکمل الرسل جو کتاب کامل آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی سودہ بالکل حق اور درست ہے لوگوں کو چاہیے کہ بے دغدغہ اس کتاب پر ایمان لائیں لیکن جانتے تعجب ہے کہ اکثر لوگ اس جامع اور کامل کتاب کو بھی نہیں مانتے اور جو ایسی صاف اور واضح حقیقت کو بھی نہ مانے تو یہ اس کی کج طبعی کی دلیل ہے اور جو اس کتاب کو نہیں مانتا آخر وہ پھر کس کتاب کو مانے گا اور اگر ان کو یہ شبہ ہے کہ ہم اپنے جیسے بشر کے سامنے کیوں سر تسلیم خم کریں تو آئندہ آیت میں اس کا جواب ہے کہ جسمانیات کے اعتبار سے آسمان اور زمین برابر ہیں یہ بھی جسم ہے اور وہ بھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور حکمت سے آسمان کو زمین پر ملندی عطا کی اسی طرح سمجھو کہ اللہ کو یہ بھی قدرت ہے کہ ایک بشر کو زمین اور دوسرے بشر کو علم اور حکمت کا آسمان بنا دے خدا کی قدرت سب جگہ یکساں ہے۔

❖

❖

❖

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ

اللہ وہ ہے، جن نے اونچے بنائے آسمان بن ستون دیکھتے ہو پھر

اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

قام ہوا عرش پر اور کام لگایا سورج اور چاند کو

كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ

ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری مدت تک تدبیر کرتا ہے کام کی، کھولتا ہے



الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِي

نشانیاں، شاید تم اپنے رب سے ملنا یقین کرو اور وہی ہے

مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ

جن نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں بوجھ اور ندیاں اور

كُلِّ الشَّيْءِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشَى

ہر بیوے کے رکھے اس میں جوڑے دوہرے ڈھانکتا ہے

الْأَيْلَ النَّهَارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳﴾

دن پر رات اس میں نشانیاں ہیں ان کو جو دھیان کرتے ہیں

وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَبَعَرَةٌ وَجَنَّتْ مِنْ أَعْنَابٍ

اور زمین میں کئی کھیت ہیں ملے ہوئے اور باغ ہیں انگور کے

وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَى

اور کھیتی اور کھجوریں جزلی اور بن ملی پاستے ہیں

بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفِضِلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي

ایک پانی اور ہم زیادہ کرتے ہیں ایک کو ایک سے

الْأَكْلِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۴﴾

میوے میں اس میں نشانیاں ہیں ان کو جو سمجھتے ہیں۔

## ذکر دلائل توحید و اثبات مبداء و معاد

قال الله تعالى، اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمُوتِ بِغَيْرِ عَمَلٍ... الخ... إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝  
(رہط) گذشتہ آیت میں قرآن مجید کا منزل من اللہ ہونا اور اس کا حق اور صدق ہونا اور کافروں کا اس پر ایمان

نہ لانا بیان کیا گیا اب آئندہ آیات میں دلائل توحید و الوہیت اور قرآن کے نازل کرنے والے خدا کی کمال قدرت کا ذکر کرنے ہیں اور آخرت کا اثبات فرماتے ہیں جو اعظم مقاصد قرآن میں سے ہے اور جو کہ اکثر لوگ خدا تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت کے منکر ہیں اس لیے اثبات توحید و الوہیت کے لیے آسمانوں کے حالات اور آفتاب و مانتاب کی حرکات اور زمین کے مختلف قطعات اور زمین کی پیداوار کی کیفیات کو ذکر کرتے ہیں تاکہ منکرین اور مشرکین پر حجت قائم ہو اور ان سب دلائل کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک تمام کائنات اس کی الوہیت اور وحدانیت کے دلائل اور براہین میں

## استدلال باحوال عالم علوی

اللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرْوٰنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ  
اثبات توحید کیلئے اللہ تعالیٰ نے اول آسمانوں کے حالات سے استدلال کیا چنانچہ فرماتے ہیں اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بلا عمدہ کے قائم ہیں نیچے کوئی ستون نہیں کہ جس کے سہارے سے آسمان ٹھہرے ہوئے ہوں اور اوپر کوئی زنجیر نہیں کہ جو اوپر سے آسمان کو روکے ہوئے ہے بلا ستون کے معلق ہیں انسان ایک ذرہ کو بھی اس طرح معلق نہیں رکھ سکتا پس سمجھ لو کہ کسی قادر مختار ہی نے اس کو اپنی قدرت سے روکا ہو پس اور خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آسمان کو اتنا اونچا بنایا کہ جہاں تمہاری نظر بھی کام نہیں کرتی اور ظاہر ہے کہ آسمان جیسے عظیم الشان جسم کا معلق رہنا از خود نہیں اور نہ بقا ضائع طبیعت جسمانیہ ہے اور نہ کوئی نیچر اور اختر اس کو غما ہے ہوئے ہے معلوم ہو کہ کسی قادر قوی نے اس کو اس طرح معلق رکھا ہو اسے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ستون نہ عموماً کی صفت ہے اور معنی یہ ہیں کہ بلند کیا اس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستون کے جس کو تم نہیں دیکھتے مطلب یہ ہے کہ آسمانوں کے ستون تو ہیں مگر وہ ایسے ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے پھر وہ اپنی قدرت اور تہر سے اور تدبیر اور تصرف سے عرش عظیم پر قائم ہو جو قیام اس کی شان کے لائق ہے عرش پر قائم ہونے سے اس کی جلوہ افروزی مراد ہے جس کی حقیقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں اور نہ تعالیٰ کا عرش عظیم پر قائم اور جلوہ فرما ہونا آسمانوں کے بلند کرنے سے کہیں زیادہ بلند اور برتر ہے اس لیے لفظ تم ان دونوں میں تفاضل اور تفاوت کے بیان کرنے کے لیے لایا گیا کہ استوٰی علی العرش رفع السموات سے زیادہ اعلیٰ اور ارفع ہے کیونکہ عرش عظیم تجلیات خداوندی اور احکام الہیہ کا مصدر اور مرکز ہے تمام عالم کی تدبیر اور تصرف کے احکام عرش عظیم ہی سے نازل ہوتے ہیں اور عرش پر قائم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ خداوند قدوس بادشاہ کی طرح تخت پر برابر بیٹھا ہو بلکہ یہ صفت توحید ہے جو وضع اور ہیئت کے ساتھ موصوف ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے

فرقہ مجسمہ اللہ تعالیٰ کو جسم گمان کرتا ہے اور استواء کے معنی بیٹھنے کے کرتا ہے اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ اَسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عرش پر قائم ہوا جو اس کی شان عظمت و جلال اور اس کی شان قدوسیت کے شایان ہے اور ہم اس کے اَسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پر ایمان لاتے ہیں جو اس کی شان کے لائق ہے اور اس کی تنزیہ و تقدس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اس لیے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند قدوس مکان اور جہت سے اور ممکن اور مستقر سے اور اتصال اور انفعال سے سب سے پاک ہے مکان اور جہت سب اس کی مخلوق ہے وہ خداوند قدوس مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے جس شان پر تھا اسی شان پر زمان اور مکان پیدا کرنے کے بعد بھی ہے معاذ اللہ یہ خیال ذکرنا کہ عرش تخت شاہی کی طرح خدا کو حملے پر مجبور کرے عرش خدا کو حملے پر قادر نہ ہو بلکہ خدا کی قدرتی عرش کو حملے پر قادر نہ ہو جسے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عرش پر قائم ہونے یا زار پکڑنے سے یہ سب اس کے عرش سے لے کر فرش تک اور فرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب اس کے قبضہ قدرت و تصرف میں ہے اور تمام کائنات پر وہی حکمران ہے جسے تخت نشینی سے حکمرانی کے معانی مراد ہوتے ہیں اسی طرح استواء علی العرش سے حق جل شانہ کی حکمرانی اور تدبیر اور تصرف کو بیان کرنا مقصود ہے کہ عرش سے فرش تک اس کی حکمرانی ہے باقی اس آیت کی مفصل تفسیر سورۃ اعراف میں گزر چکی ہے وہاں دیکھ لیجئے۔

## استدلال بہ تسخیر شمس و قمر

وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ كُلٌّ لِّعَيْنِ يَّاجِدُ امْسَقَ يَدَيَّوْاْ الْاَمْرَ لِفَصْلِ الْاٰيَةِ لَعَلَّكُمْ  
يَذَلَّلُوْنَ كَيْفَ تَكُونُ

اب آفتاب و ماہتاب کے احوال سے اپنی الوہیت اور وحدانیت پر استدلال فرماتے ہیں اور مسخر کیا یعنی کام پر لگایا اس نے سورج کو اور چاند کو، دونوں اسی کے زیر حکم ہیں دونوں کی حرکت اللہ کے حکم سے ہے جس سے بندوں کی مصلحتیں والستہ ہیں نور اور ظلمت کی آمد و رفت سے زمین اور اجسام اور انجمار و نباتات نشرو نما پاتے ہیں جس قسم کی حرکت اللہ نے ان کے لیے معین کر دی ہے اسی میں پرہیز فرق نہیں آتا حق تعالیٰ نے شمس و قمر کی حرکت کے لیے جو سمت اور جہت اور جو مسافت اور جو مقدار اور کیفیت مقرر فرمادی ہے اس کے خلاف شمس و قمر حرکت نہیں کر سکتے ہر ایک کی حرکت جاری ہے ایک مدت معینہ تک یعنی جب تک دنیا قائم ہے چاند اور سورج طلوع و غروب ہوتے رہیں گے اور اسی رفتار سے حرکت کرتے رہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر کر دی ہے یا یہ معنی ہیں کہ ہر ایک اپنے اپنے مدار پر چلتا رہے گا اور اپنی منزلوں کو طے کرتا رہے گا چنانچہ سورج اپنے مدار کو سال بھر میں قطع کرتا ہے اور چاند ایک مہینہ میں مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس طرح اور جس جانب ان کی حرکت مقرر کر دی ہے اس میں سب سے بڑا فرق نہیں آتا اگر کوئی قادر و قوی اسی کا منظم نہیں تو اس نظام

میں خلل کیوں نہیں آتا غرض یہ کہ ان تمام دلائل سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ عالم کے تمام انتظامات مادہ اور  
 بنیخس سے نہیں چل رہے ہیں بلکہ کسی بلیک مقدر کے ارادہ اور اختیار سے چل رہے ہیں وہی عالم علوی  
 اور عالم سفلی کے ہر کام کی تدبیر اور انتظام کرتا ہے اور وہ ذات والا صفات ایسی ہے کہ اس کی تدبیر  
 اور تصرف کے اعتبار سے عرش اور فرش پہاڑ اور ذرہ سب برابر ہیں وہ اپنی قدرت کی نشانیاں یہ تفصیل  
 بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے پروردگار کے بننے کا یقین کر دینا یعنی مرنے کے بعد جیسے کافرین کو کہ جس ذات نے  
 یہ کارخانہ بنایا ہے اور جس نے ابراہم فکلیہ اور اجسام عظیمہ کو پیدا کیا ہے وہ انسان کے دوبارہ پیدا کرنے  
 پر بھی قادر ہے اور خیر صادق نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے اور امر ممکن الوقوع کے وقوع کی اگر خیر  
 صادق خبر دے تو عقلاً اس کا قبول کرنا لازم اور ضروری ہے۔

## آسمانوں کے بارہ میں فلسفہ جدیدہ کا نظریہ

قرآن اور حدیث اور تمام کتب سماویہ سے ثابت ہے کہ آسمانوں کا وجود حق اور ثابت ہے فلسفہ  
 جدیدہ کے انکشافات یہ کہتے ہیں کہ آسمان ایک بے معنی لفظ ہے جو معنی سے یکسر خالی ہے آسمان کوئی چیز  
 نہیں یہ نیلگوں چیز جو ہم کو اوپر سے نظر آتی ہے وہ محض ایک عید بصر اور حد نظر ہے۔  
 ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ نیلگوں رنگ جو ہم کو دکھانے دیتا ہے وہ آسمان دنیا کا پلستر ہو دیکھنے  
 والوں کو عمارت کا پلستر تو نظر آتا ہے مگر اصل عمارت نظر نہیں آتی۔  
 نیز عقلاً اور محض عید بصر اور حد نظر کا کوئی رنگ نہیں ہوتا رنگ تو جسم ہی کا ہوتا ہے۔

## استدلال باحوال عالم سلفی

قال الله تعالى وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ..... اَلَيْسَ ذَٰلِكَ لَا يَتَّبِعُ قَوْمٌ يَعْقِلُونَ  
 (ربط) اوپر کی آیتوں میں عالم علوی کی چیزوں سے اس کی وحدانیت اور الوہیت پر استدلال تھا یعنی آسمانوں  
 اور چاند اور سورج کے احوال سے استدلال کا ذکر تھا اب عالم سفلی کے چیزوں کے احوال سے یعنی زمین  
 سے اور اس کی پیداوار سے اور بیل و نہار کے اختلاف سے استدلال فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں  
 اور وہ اللہ وہی ہے جس نے زمین کو اتنا پھیلایا کہ بیشمار مخلوق اس پر چل سکے اور اتنا وسیع بنایا کہ  
 آج تک اس کے مبدار اور انتہا کا علم نہ ہو سکا اور اس پر بسنے والی مخلوق کا رزق اور سامان معیشت  
 سب اسی میں ودیعت رکھ دیا ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ زمین کو پانی پر بچھایا و زاد المسیر ص ۳۲  
 جلد ۴) وقال الله تعالى وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور پھر اس زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ وہ زمین

کی معین ہو جائیں

زمین از تپ و لرزه آمد ستوہ : فرد کو فست برداشش منہ کوہ

اور زمین میں ہنریں جاری کیں اور ہر قسم کے پھلوں سے خدا نے زمین میں دو دو قبیل بنائیں مثلاً سرخ اور زرد، شیریں اور ترش، خشک اور تر، گرم اور سرد وغیرہ وغیرہ

نیز اس خدا کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ڈھانک دیتا ہے رات کو دن سے مطلب یہ ہے کہ کسی وقت دن کا ہونا اور کسی وقت رات کا ہونا یہ کسی مادہ اور طبیعت کا اقتضائ نہیں بلکہ کسی قادر حکیم کی قدرت اور اس کی تسخیر ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے زمین کی حالت سے استدلال کیا ہے کہ زمین کی وسعت اور اس پر جا بجا پہاڑوں اور نہروں کا ہونا بغیر کسی خالق کے نہیں ہو سکتا اور دن اور رات کے بدلنے میں اود زمین کی پیداوار میں اس کی قدرت کے عجیب عجیب کرشمے ہیں بے شک ان چیزوں میں خدا کی کمال قدرت کی نشانیاں ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ان نشانیوں میں غور کرنے سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے ایک زمین پر نظر ڈال لو کہ اس کا کوئی حصہ نرم ہے اور کوئی حصہ نہایت سخت ہے جیسے پہاڑ حالانکہ طبیعت ارضیہ سب کی ایک ہے معلوم ہوا کہ زمین کے قطعات میں یہ تفاوت مادہ اور طبیعت کا اقتضائ نہیں بلکہ کسی عظیم و قدیر کے علم و قدرت کا کرشمہ ہے پھر زمینوں اور پہاڑوں کی رنگتیں اور کیفیات مختلف اور پہاڑ میں سے جو کانیں نکلتی ہیں وہ بے انتہا مختلف کوئی کان سونے اور چاندی کی اور کوئی لوہے اور تانبے کی اور کوئی نمک اور گندھک کی وغیرہ وغیرہ اختلافات نہ اتفاق ہیں اور نہ بے شعور اور بے حس مادہ کا اقتضائ ہیں بلکہ سب خداوند عظیم و قدیر کی قدرت کے کرشمے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح عالم علوی کا کارخانہ اس کی تدبیر اور تصرف سے چل رہا ہے اسی طرح عالم سفلی کا کارخانہ بھی اسی کی تدبیر اور تصرف سے چل رہا ہے سب جگہ اسی کا دست قدرت کا درما ہے اور جن فلاسفہ کا یہ گمان ہے کہ عالم سفلی کا کارخانہ عالم علوی کی تاثیر سے چل رہا ہے وہ سب غلط ہے اور دعویٰ بلا دلیل ہے اور یہ نادان اپنی الٹی سٹی باتوں پر بڑے خوش ہیں فرحوا ایما عندہم من العلم

## استدلال دیگر

اور من جملہ دلائل توحید کے ایک دلیل یہ ہے کہ زمین میں مختلف قسم کے قلعے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور یاں ہمہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں حالانکہ سب پر ایک ہی آفتاب کی شعاعیں پڑ رہی ہیں اور ایک ہی قسم کی ہوا ان پر چل رہی ہے کوئی قطعہ قابل زراعت ہے اور کوئی بخر ہے در کوئی کسی میوے کے قابل ہے اور کوئی کسی دوسرے میوے کے قابل ہے حالانکہ سب کو ایک ہوا اور ایک پانی پہنچ رہا ہے اور سب پر ایک ہی آفتاب کی شعاعیں پڑ رہی ہیں عجیب بات

ہے کہ باوجود اس اتصال کے اور اتحاد کے آثار مختلف ہیں اور پھر زمین کے ہر نقطہ میں مختلف قسم کے باغات ہیں کہیں انگوڑوں کے باغ ہیں اور کہیں کھیتی ہے اور کہیں کھجور کے درخت ہیں بعضے دوشاخے بعضے غیرو دوشاخے یعنی بعضے ایسے ہیں کہ ایک ہی جڑ سے کئی شاخیں اُگیں اور بعضے متفرق جڑوں کے ہیں یعنی ہر شاخ علیحدہ جڑ سے اُگے ہے یہ سب باغات ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں اور باوجود اس کے ہم بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں کوئی شیریں ہے اور کوئی ترش اور کوئی پھیکا کوئی کیسا اور کوئی کیسا بے شک ان امور مذکورہ میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں کہ ایک ہی قسم کی زمین ہے اور ایک ہی قسم کا پانی ہے اور ایک ہی ہوا ہے پھر پھلوں کا مزہ بھی مختلف اور ہیئت اور شکل بھی مختلف اور ظاہر ہے کہ یہ امور نہ تو خود خود حادث ہو گئے ہیں اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی نیچر اور ایجنس کا اقتضاء ہے کیونکہ ایجنس اور نیچر میں کسی شعور اور ارادہ اور اختیار کا نام و نشان نہیں بلکہ یہ سب خدا نے علیم و قدیر کے علم اور قدرت کے کرشمے ہیں جو خاص خاص اوقات میں اس کے ارادہ اور مشیت کے مطابق نمودار ہو رہے ہیں معلوم ہوا کہ پس پردہ کوئی دست قدرت ہے جو یہ گل کار باری کر رہا ہے زمین بھی ایک ہے اور پانی بھی ایک ہے تو پھر باوجود اسباب اور اصول کے متبدل ہونے کے یہ امتیاز اور اختلاف کیسا یہ سب کسی قادر مختار کی صنعت اور کارگیری ہے فلاسفہ کا گمان یہ ہے کہ درختوں اور پھلوں کا اختلاف اتصالات فکریہ اور کواکب اور نجوم کی تاثیر سے ہے فلاسفہ عالم سفلی کے حوادث کو حرکات کواکب اور نجوم کا اثر بتاتے ہیں یہ سب غلط ہے اس لیے کہ اوّل تو گردش نہ آیات میں افلاک اور کواکب اور نجوم کا حادث ہونا اور ان کا مسخر یا مبرا الہی ہونا ثابت ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے خمس و قمر اور کواکب کی خاص وضع اور ہیئت اور حرکت کی مقدار اور اس کی ساخت متعین کر دی ہے اس سے باہر قدم نہیں نکال سکتے لہذا احوال فکریہ کو حادثات ارضیہ کی علت قرار دینا صحیح نہیں

دوم یہ کہ اتصالات فکریہ اور حرکات کواکب کو عالم سفلی سے مؤثر قرار دینا محض ایک دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔

سوم یہ کہ ایک ہی باغ ہے اور ایک ہی درخت ہے اور ایک ہی قسم کی شعاع شمسی ہے اور ایک ہی قسم کی ہوا ہے اور ایک ہی قسم کا پانی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ پھلوں کا مزہ مختلف ہے جب علت اور سبب ایک ہے تو معلول اور مسبب بھی ایک ہی ہونا چاہیے علت اور سبب میں شعور اور ارادہ اور اختیار نہیں ہوتا اس لیے اس کی تاثیر میں فرق نہیں ہوتا۔

بے شعور مشین سے جو چیز تیار ہوگی اس میں تفاوت نہ ہوگا انسان اپنے ہاتھ سے جو چیز بنائے گا اس میں اس کے اختیار اور ارادہ کے موافق فرق اور تفاوت ہوگا پس ثابت ہوا کہ پھلوں کی پیدائش میں نہ تو زمین کی طبیعت اور مادہ کو دخل ہے اور نہ ہوا اور پانی کی طبیعت اور مادہ کو دخل ہے بلکہ

کسی قادر حکیم کے ارادہ اور مشیت سے ہے فلاسفہ جدید و قدیم جس قدر چاہیں اسباب و علل بیان کر رہے مگر سب کی انتہا کسی ایک مقتدر پر مانتی پڑے گی : **وَكَانَ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ**  
 امام رازیؒ نے ان آیات کی تفسیر میں دلائل علویہ اور سفلیہ کو نہایت بسط کے ساتھ بیان کیا ہے حضرات اہل علم تفسیر کبیر کی مراجعت کر کے ان مادہ پرستوں کی رد میں کسی عالم نے خوب کہا ہے  
**وَالْأَرْضُ فِيهَا عِبْرَةٌ لِلَّذِينَ يَعْقِلُونَ** : **تَحْبِرُ عَنْ صُنْعِ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ**  
 (ترجمہ) اور زمین میں عبرتیں ہیں جو عقلیوں کے لئے دلائل کی ساخت خبر دے رہی ہے کہ کسی بلیک مقتدر نے اس کو بنایا ہے۔

**تَسْقِي بِمَاءٍ وَاحِدٍ شَجَارَهَا** : **وَبِقَعَةٍ وَاحِدَةٍ قَرَارَهَا**  
 ایک پانی سے سب درختوں کو سیراب کیا جاتا ہے اور ایک قطعہ زمین پر سب کا قرار ہے مگر اب وہ اس کے پھل مختلف ہیں کسی کا میزہ اور کسی کا کیا۔

**وَالشَّمْسُ وَالْهَوَاءُ لَيْسَ يَخْتَلِفُ** : **وَإِكْلَاهُ لِيَخْتَلِفَ لَا يَتَلَفُ**  
 جو دھوپ اور ہوا ان درختوں پر پڑ رہی ہے اس میں تو کوئی اختلاف نہیں مگر پھل مختلف ہیں ایک ہی درخت کے پھلوں کا میزہ یکساں نہیں ہوتا۔

**لَوْنٌ دَاخِرٌ عَمَلِ الطَّبَآئِعِ** : **أَدَانُهُ صُنْعُهُ غَيْرُ صَانِعٍ** !!  
**لَمْ يَخْتَلَفْ وَكَانَ شَيْئًا وَاحِدًا** : **هَلْ يَشَبَّهُ الْإِدْلَادُ الْإِلَهَ وَالذَّالِ**  
 اگر یہ طبیعت اور مادہ کا عمل ہوتا یا بغیر کسی کاریگر کے صنعت کا ہوتا تو پھلوں میں ان کے مزوں میں تفاوت اور فرق نہ ہوتا بلکہ سب کا میزہ ایک ہوتا (جیسے اولاد والد کے مشابہ ہوتی ہے)  
**الشَّمْسُ وَالْهَوَاءُ يَامَعَانِدَ** : **وَالْمَاءُ وَالسَّرَابُ شَيْئٌ وَاحِدٌ**  
**فَمَا الَّذِي أَوْجِبَ التَّفَاضُلَ** : **الْأَحْكِيمُ لَمْ يَرُدَّهُ بَاطِلًا**

جب دھوپ اور ہوا اور پانی اور مٹی ایک ہے تو پھر یہ تفاوت اور فرق کہاں سے آیا معلوم ہوا کہ یہ تفاوت کسی قادر حکیم کے ارادہ اور اختیار سے ہوا ہے جو کبھی خلاف حکمت کا ارادہ نہیں کرتا (دیکھو روح المعانی ص ۹۳ جلد ۱۲)

بعض علماء تابعینؒ سے منقول ہے کہ یہی مثال بنی آدم کی ہے باوجودیکہ سب کی اصل ایک ہے مگر فیروہ شرایمان و کفر میں مختلف ہیں کوئی ضیست ہے اور کوئی طیب اور جس طرح پانی زمین کے مختلف قطعات میں مختلف اثر پیدا کرتا ہے اسی طرح کلام الہی مختلف قلوب میں مختلف اثر پیدا کرتا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں **وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْأَنفُسِ الَّتِي يُرِيدُ النَّاسُ مِنَ الْآخِسَاتِ** (یعنی یہ قرآن مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور یہی قرآن ظالموں کو خسارہ میں بڑھاتا ہے)

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ اِذَا كُنَّا تُرَابًا ؕ اِنَّا لَفِيْ

اور اگر تو اچھی کی بات چاہے، تو اچھا ہے اُن کا کہنا کیا جب ہو گئے ہم مٹی کیا ہم

خَلَقَ جَدِيْدٌ ۙ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ

نئے نہیں گئے؟ وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب سے اور وہی ہیں

الْاَغْلٰلُ فِيْۢ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

کر طوق ہیں اُن کی گردنوں میں اور وہ ہیں دوزخ والے وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

اس میں رہا کریں گے اور مشتاق چاہتے ہیں تجھ سے بُرائی، آگے بھلائی سے

وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلٰتُ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ

اور ہو چکی ہیں اُن سے پہلے کہاوتیں اور تیرا رب معاف

مَغْفِرَةٌ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلُمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدٌ

بھی کرتا ہے لوگوں کو اُن کی گنہگاری پر اور تیرے رب کی مار سخت

الْعِقَابُ ۚ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ

ہے اور کہتے ہیں منکر کیوں نہ اُتری اُس پر کوئی

اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ ۚ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ

نشان اس کے رب سے، تو تو ڈر سنلے والا ہے اور ہر قوم کو بولے راہ

هٰذَا ۚ

بتانے والا







اور دوسرے مشبہ کا جواب وَكَيْفَ تَعْلَمُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْخَيْرِ میں دیا گیا جواب کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ عظیم و کرم ہے عذاب اور مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا مگر جب عذاب آتا ہے تو ملتا نہیں پہلی استوں کے حال سے عبرت پکڑیں اور عذاب کی تاخیر سے دھوکہ میں نہ پڑیں عذاب کی تاخیر عجز کی وجہ سے نہیں بلکہ حلم و کرم کی وجہ سے ہے ۔

اور تیسرے ضمیمے کا جواب دے کہ قَوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلَّا جَوَابُ مَا كَانُوا يَدْعُوْنَ اِلَيْهِ  
 مشابہ لغو اور بھل ہے، محض عناد برہمنی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے صد ہا  
 معجزات ظاہر فرمائے مگر یہ لوگ عناد کی اور ضد کی ہیں جو معجزہ انہیں دکھایا جاتا ہے اسے جادو کہہ دیتے ہیں  
 اور نئے معجزہ کی فرمائش کرتے ہیں اس لیے ان کی ہر ہر بات پر معجزہ دکھانا بالکل عبث ہے اب آیات  
 کی تفسیر پڑھئے۔

یہ پہلے شبیہ کا جواب

وَاِنَّ تَعَجُّبَ نَعِيْبِيْ قَوْلُهُمْ ..... اَلَيْ... هُمْ فَيَمَّا خَلَدُوْنَ  
اور اگر آپ کسی شے سے تعجب کریں یا ان کے انکار اور ایمان نہ لاسنے سے تعجب کریں تو سب  
سے زیادہ عجیب ان کا یہ قول ہے کہ بھلا جب ہم مرنے کے بعد گل مٹر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر مٹی  
پیدائش میں آئیں گے حق تعالیٰ کی قدرت کو اور عزت کو دیکھ کر یہ کہنا کہ ہم از سر نو کیسے پیدا ہوں گے  
نہایت ہی عجیب ہے جو قادر و قیوم ان اجرام عظیمہ علویہ و سفلیہ کو پیدا کرنے پر قادر ہے کیا وہ ایک  
انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ۔

آنکھ بیدار ساختن کا رشتہ بود      زندگی دادن چہ دشوار رشتہ بود

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے دلائل ربوبیت کا انکار کیا ہے اور ہر لحاظ کی ربوبیت کے دلائل کا مشاہدہ کرتے ہیں اور پھر بھی حشر اجماد کو ناممکن اور خیال سمجھتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے گلوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے اور یہی دوزخ کو گاہیں جو ہمیشہ اس دوزخ میں رہیں گے۔

## دوسرے شیعہ کا جواب

وَكَيْفَ تَعْلَمُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ..... اِنِی..... وَانَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ

اور اے نبی یہ کفار کونجھ سے جلدی اور عافیت کی میدادعتم ہونے سے پہلے برا یعنی عذاب کے نازل ہونے کا تقاضا کرتے ہیں کہ اگر تو واقع میں نبی ہے اور ہم تجھ کو نبیین مانتے تو تو ہم پر عذاب کیوں

نہیں نازل کرا دیتا حالانکہ ان سے پہلے گزشتہ امتوں پر کفر اور تکذیب ہی کے بناء پر عقوبتیں اور طرح طرح کے عذاب نازل ہو چکے ہیں اسی طرح تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے تم کو چاہیے کہ پہلی امتوں کے حال بد سے عبرت پکڑو اور اس خیال میں نہ رہو کہ عذاب کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے اس وقت کا ایمان معتبر نہیں ایمان وہ معتبر ہے جو اختیار ہی ہو اظہار ہی ایمان معتبر نہیں اور اللہ عذاب کے نازل کرنے میں اس لیے جلدی نہیں کرتا کہ اسے شک یا پروردگار لوگوں کے حق میں باوجود ان کے ظلم و ستم کے بڑی بخشش والا اور پردہ پوشی کرنے والا ہے وہ حلیم و کریم ہے فوراً نہیں پکڑتا

نہ گردن کشاں را بگرد بفرور

اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ تیرا پروردگار سخت عذاب دینے والا بھی ہے اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے لیکن مجرم جب حد سے گزر جاتا ہے تو پھر اس کو سخت پکڑتا ہے۔

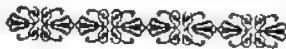
## تیسرے شبہ کا جواب

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَاتُ مِنْ رَبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَكُلُّ قَوْمٍ هَادٍ۔  
اور یہ کفار یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں نازل ہوئی جو ہم چاہتے ہیں جو نشانیاں یہ دکھاتا ہے وہ کچھ نشانیاں نہیں ان سے ہماری تسکین نہیں ہوتی اسے بنی آپ تو صرف عذاب الہی سے ڈرانے والے ہیں معجزات کے مالک اور غمناک نہیں آپ کا کام تو کافروں کو عذاب الہی سے ڈرانا ہے اور ڈرانے والی نشانیاں آپ سے ہمت سی ظاہر ہو چکی ہیں اور یہ معاندین تو فتح القریب جیسی نشانیوں کا بھی انکار کر چکے ہیں تو ان کو دوسری نشانیاں دکھانے سے کیا فائدہ اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہوتا ہے اس طرح آپ بھی اس زمانہ میں ہادی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہادی کا کام راہنمائی اور خدا کی نافرمانی کے برے نتائج سے ڈرانا ہے اور خدا نے آپ کو بڑے بڑے نشانات دیئے ہیں اور دعویٰ نبوت کے اثبات کے لیے مطلق دلیل اور مطلق معجزہ کافی ہے فرمائشی معجزہ ضروری نہیں کفار ایسی نشانیاں مانگتے ہیں جسے دیکھ کر آدمی ایمان لاسے پر مجبور ہو جائے حق تعالیٰ نے ایسے معجزات دینے سے انکار فرما دیا کفار کے شبہ کا منشاء یہ تھا کہ وہ قرآن کو معجزہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ قرآن کریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف سمجھتے تھے ان کا گمان یہ تھا کہ معجزات تو وہ ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو عطا ہوئے اس لیے کافر یہ کہتے تھے کہ آپ پر ایسا معجزہ کیوں نازل نہیں ہوتا جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا۔

کفار کا یہ شبہ لغو اور ہمل تھا اس لیے کہ ہر زمانہ میں اثبات نبوت کیلئے ایسے معجزات عطا کیے گئے جو اس زمانہ کے مناسب تھے اور ان کی نبوت کے اثبات کے لیے کافی اور دافی تھے موسیٰ علیہ

السلام کے زمانہ میں سحر کا زور تھا اس لیے ان کو عصا اور بد بیضہ کا معجزہ عطا کیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا زور تھا اس لیے ان کو اجیاء موتی اور بار اکہ وابرص کا معجزہ عطا کیا گیا جس سے تمام اطباء عالم عاجز ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا اس لیے آپ کو علمی معجزہ یعنی قرآن کریم عطا کیا گیا جو لفظی فصاحت و بلاغت اور منوی علوم و معارف کے اعتبار سے معجزہ تھا اور علاوہ ازیں آپ سے صد ہا معجزات صادر ہوئے جو عصا اور بد بیضہ کے مثل یا اس سے بڑھ کر تھے مثلاً شق القمر اور عروج سموات اور ستونِ حنّہ کا رونا اور انگشتانِ مبارک سے پانی کا جاری ہونا اور تھوڑی چیز سے ایک لشکرِ عظیم اور جماعتِ عظیمہ کا سیر اور سیراب ہونا۔

اس قسم کے بے شمار معجزات آپ سے ظاہر ہوئے اور کفار نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر عناد کی بناء پر ان سب کو جادو کہہ دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرائضِ معجزات ظاہر کرنے سے انکار فرما دیا اور بتلادیا کہ جو معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو من جانب اللہ دیئے گئے وہ آپ کی نبوت کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں تمہاری من گئی نشانیوں کا ظاہر کرنا ضروری نہیں اس لیے کہ ممکن ہے کہ آئندہ جو معجزہ ظاہر کیا جائے اس کو بھی جادو کہہ ٹھادیں جیسا کہ اب تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔



اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحِيلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ

اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں ہے رکھتی ہر مادہ اور جو سکھتے

الْأَرْحَامُ وَمَا تَرْدَادُ كُلِّ شَيْءٍ عِنْدَ رَبِّقَدَارٍ ۝

ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز کو ہے اس پاس گنتی

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةُ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَاءٌ

جلستے والا چھپے اور کھلے کا سب سے بڑا اُوپر برابر ہے

مِّنْكُمْ مِّنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ

تم میں جو چپکے بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو

مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝ لَهُ مُعَقَّبَاتٌ

چھب رہا ہے رات میں اور گلیوں پھرتا ہے دن کو اس کے پیھری والے

مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ

ہیں، بندے کے آگے سے اور پیچھے سے اس کو بچاتے ہیں اللہ کے

اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا

حکم سے اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو جب تک وہ نہ بدلیں جو

بِأَنفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ

اپنے نیچ ہے، اور جب چاہے اللہ کسی قوم پر برائی، پھر وہ نہیں پھرتی

وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَّالَّذِي يُرِيكُمُ

اور کوئی نہیں ان کو اس بن مددگار وہی ہے کہ تم کو دکھاتا

الْبَرْقُ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۱

ہے بجلی ڈر کو اور امید کو اور اُٹھاتا ہے بدلیاں بھاری

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ

اور پڑھتی ہے گرج خوبیاں اس کی اور سب ڈرتے اس کے ڈر سے

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ وَ

اور بھیجتا ہے کڑا کے، پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے اور

هُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝۱۲

یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں اور اس کی آن سخت ہے

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا

اسی کو پکارنا سچ ہے اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوا نہیں

يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطٌ كَفِيْدٌ إِلَى الْمَاءِ

بہنچتے ان کے کام پر کچھ نگر جسے کوئی پھیلا رہا دو ہاتھ طرف پانی کے

يَسْبَلُغُ فَاَهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ

کہ آپہنچے اس کے مزے تک اور وہ کبھی نہ پہنچے گا اور جتنی پکار رہے منکروں کی

إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝۱۳ وَيَلِلَهُ يُسْجِدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ

سب بھٹکتی ہے اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمان وزمین

الْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلُّهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ

میں خوشی سے اور زبردستی، اور اُن کی پرچھائیاں صبح

الْأَصَالِ ۝۱۵ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ

شام بلوچہ کون ہے رب آسمان وزمین کا ؟ کہ

اللَّهُ قُلْ أَفَاتُخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ

اللہ کہ پھر تم نے پکڑے ہیں اس کے سوا حمایتی ؟ جو مالک نہیں

لَا نَفْسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى

اپنے بھلے بڑے کے کہہ کوئی برابر ہوتا ہے اندھا

وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ أَمْ

اور دیکھنا اور دیکھنا برابر ہے اندھیرا اور اُجالا یا

جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهُ الْخَلْقُ

مٹھرائے ہیں انہوں نے اللہ کے شریک کہ انہوں نے کچھ بنایا ہے جیسے بنایا اللہ نے

عَلَيْهِمْ قُلْ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ

پنر مل گئی پیدا تیش انکی نظر میں کہ اللہ ہے بنانے والا ہر چیز کا اور وہی ہے اکیلا

الْقَهَّارُ ۝۱۶

زبردست

## رجوع برائے مضمون توحید

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى، اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ لَمْ يَكُنْ لِي شَيْءٌ..... الی..... وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (ربط) گزشتہ آیات میں منکرین نبوت اور منکرین بعثت بعد الموت کے شبہات کا جواب تھا اور اس سے قبل توحید کا مضمون تھا اب پھر توحید کی کامضمون بیان فرماتے ہیں اس ذیل میں اول حق تعالیٰ نے اپنا عالم بجمع معلومات ہونا بیان کیا چنانچہ اَللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ الخ سے اپنا وسیع العلم ہونا بیان کیا کہ اللہ کا علم تمام کائنات کو محیط ہے اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں بعد ازاں اپنا حافظ خلق اور رقب ہونا بیان کیا چنانچہ مَوْجِبَاتٌ مِّنْهُ يَتَوَدَّ ذِكْرَ قَوْمٍ تَقَا فُلُوقًا اور یَسْبِيحُ بِحَمْدِ اللَّهِ الَّذِي يُرِيكُمُ النَّبْذَ الخ سے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں بیان کیں تاکہ اس کا عظیم الشان ہونا ظاہر ہو اور اس آیت هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ النَّبْذَ میں ایسے دلائل قدرت اور حکمت کا ذکر فرمایا کہ جو حق و جبر نعمت اور رحمت ہیں اور حق و جبر نعمت اور رحمت ہیں تاکہ رغبت اور محبت دونوں ہی میں معین اور مددگار ہوں پھر قدرت کی ان بڑی بڑی نشانیوں کے بعد فرمایا لَوْ دَعَا مَعْشَرُ الْمُنَىٰ یعنی وہی معبود برحق ہے جس کی یہ قدرت ہے اور وہی لائق عبادت ہے کیونکہ وہی نفع اور ضرر کا مالک ہے اس کے سوا کسی کی پرستش سے نفع اور ضرر کی امید رکھنا سبے کا دھسے غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا اور بلانا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا کنوئیں کے من برکھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ اے پانی کسی طرح تو میرے زہم پہنچ جا پھر یہ بتایا کہ بینا اور نابینا اور ظلمت اور نور برابر نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ کلام یہ کہ گزشتہ آیات میں مشرکین کے انکار بعثت اور انکار حشر و نشر کا ذکر تھا جس کا منشاء یہ تھا کہ جب انسان مر کر ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس کے اجزاء منتشر اور متفرق ہو گئے اور ایک دوسرے سے دل مل گئے اور باہمی امتیاز بھی ختم ہو گیا تو اب دوبارہ زندہ ہونا ناممکن اور محال ہو گیا حق تعالیٰ نے اس کی تردید کے لیے ان آیات میں اپنے احاطہ علمی اور کمال قدرت کو بیان کیا تاکہ عقلی طور پر حشر و نشر کا امکان واضح ہو جائے کہ جس کے علم اور قدرت کی کوئی حد نہیں اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے اللہ تعالیٰ تمام جزئیات کو اور تمام اجزاء اور ذرات کو خوب جانتا ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ اجزاء کس جسم اور کس بدن کے ہیں اس کو زندہ اور عمرو ہر ایک کے اجزاء الگ الگ معلوم ہیں وہ اپنے علم اور قدرت سے ان اجزاء کو پھر اسی طرح جوڑ سکتا ہے جس طرح اس نے پہلے جوڑا تھا۔ (دیکھو البحر المحیط ص ۳۲۸ جلد ۵)

اللہ ہی خوب جانتا ہے جو ہر مادہ اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوئے ہے یعنی یہ بات کہ پیٹ میں نہر سے یا مادہ، وہ ایک ہے یا دو یا اس سے زیادہ، ناقص ہے یا کامل اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے اور حالت محل میں یہ بھی مقدر ہو جاتا ہے کہ کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا اور باوجود

معجزات کے دیکھنے کے پھر بھی اپنے کفر پر قائم رہے گا اس تقریر سے آیت کا ماقبل سے ارتباط ظاہر ہو جائے گا اور رموز کے کھٹنے اور بڑھنے کو بھی وہی جانتا ہے کہ رحم میں کتنے بچے ہیں اور کتنے دلوں میں پیدا ہوگا اور ہر شے اس کے یہاں مقدار معین کے ساتھ ہے نہ اس سے کم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ اور ہر شے کی کمیت اور کیفیت اسی کو پورے طور پر معلوم ہے کسی کو معلوم نہیں کہ اس نے کیا مقدار کیا ہے اور ہر امر کے لیے ایک وقت مقرر ہے اس سے پہلے اس کا ظہور میں آنا ناممکن ہے اور ہر چیز کی عدم سے وجود میں آنے سے پہلے اللہ کے علم میں مقدار معین ہے وہ جانتے والا ہے چھپے اور کھلے کا کوئی چیز اس کے علم سے غائب نہیں وہ سب سے بڑا اور بلند ہے ہر شے اس کے مقابلہ میں حقیر اور صغیر ہے اس تک کسی کے خیال اور قیاس کی بھی رسائی نہیں تم میں سے جو شخص چھپا کر اپنے دل میں بات کہے اور جو اس کو پکار کر کہے اور جو شخص رات کے اندھیرے میں بچھپا ہوا ہے اور جو دن میں چل رہا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں برابر ہیں رات دن اس کے حضور میں یکساں ہیں اللہ کا علم تمام کائنات کو محیط ہے اس کو ہر جسم اور ہر بدن کے اجزاء کا پورا پورا اور علیمہ علیمہ علم ہے مرنے کے بعد جب اجزائے بدن مشرق اور مغرب ہو گئے تو تباہی نظر میں اگرچہ ان اجزائے متفرق میں امتیاز نہ رہا مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں سب ممتاز اور ایک دوسرے سے جدا ہیں اس کو معلوم ہے کہ یہ مذکور کا جزو ہے یا مومن کا جزو ہے اور اجزاء رسی کے منقطع اس کو پورا علم ہے کہ یہ جزو مر کا ہے یا پھر کا ہے حالت عمل میں بھی بچے کے تمام اجزاء کا اس کو علم ہے اسی طرح سمجھ کر نے اور کھنے اور سونے کے بعد بھی اس پر کسی جزو کا علم پوشیدہ نہیں جس طرح اس نے علم و قدرت سے پانی اور رسی کے متفرق اجزاء کو جوڑ کر انسان پیدا کیا اسی طرح وہ توڑنے کے بعد پھر بھی جوڑنے پر قادر ہے یہاں تک اللہ تعالیٰ کے احاطہ علی کو بیان کیا کہ وہ عالم غیب ہے اور ذرہ ذرہ کو اس کا علم محیط ہے اب آگے یہ بتلاتے ہیں کہ وہ خداوند الجلال جلیب و رقیب بھی ہے تمام عالم کا محافظ اور نگبان ہے چنانچہ ہر آدمی کے لیے خواہ مومن ہو یا کافر اللہ کی طرف سے پہرہ دار فرشتے مقرر ہیں جو باری باری سے آئے والے ہیں اور بندہ کے آگے اور پیچھے سے اللہ کے علم کی گھٹائی آفتوں اور بلاؤں سے حفاظت کرتے ہیں یہ فرشتے چونکہ یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں اس لیے ان کو معقبات کہتے ہیں یہ فرشتے انسان کی ہر درندہ اور مودی جانور سے حفاظت کرتے ہیں اور جب اللہ کی تعذیر آتی ہے کہ آدمی کو کوئی گزند پہنچے تو یہ فرشتے تھوڑی دیر کے لیے اس سے علیمہ ہو جاتے ہیں پھر بدستور اس کی حفاظت میں لگ جاتے ہیں ان فرشتوں کو حَفَظَہ بھی کہتے ہیں اور بظاہر یہ فرشتے کرائے کا تبین کے سوا ہیں جن کا کام بندہ کے اقوال و افعال کو لکھنا ہے کتابت اعمال کے لیے ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں یہ ساری عمر بندہ کے ساتھ رہتے ہیں بدلتے نہیں اور کرائے کا تبین کے علاوہ کچھ فرشتے انسان کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں وہ بدلتے رہتے ہیں دن کے محافظ علیمہ ہیں اور رات کے محافظ علیمہ ہیں جو انسان کی سانپ پتھو اور کیرے کوڑے سے حفاظت کرتے ہیں (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۱۱ درج البیان ص ۱۱۱)



کرنا کاتبین بندہ کے اعمال کے نگہبان ہیں اور وہ دو ہیں ایک دائیں اور ایک بائیں عَنِ الْيَمِينِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَبِيلٌ یہ دو فرشتے انسان سے کہیں جدا نہیں ہوتے ان دو کے علاوہ کچھ فرشتے انسان کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں آگے اور پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور پیچھے رہتے ہیں ان کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں بعض نے کہا کہ پانچ فرشتے ہیں اور بعض نے کہا دس اور بعض نے کہا بیس : (واللہ اعلم)

حق جل شانہ نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہے ہر چیز کیلئے ظاہر میں ایک سبب ظاہری پیدا کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ باطنی اسباب ذرائع بھی پیدا کیے ہیں جنکو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں انہی باطنی اسباب میں یہ ملائکہ و معقبات ہیں جو ہماری حفاظت کا ایک باطنی سبب ہیں غیبی طور پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو ہم سے ملائیں دفع کرنے کا ایک سبب اور ذریعہ بنایا ہے مومن کا کام یہ ہے کہ ان کے وجود پر ایمان لائے جیسے کہ ہم کرنا گناہین کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ ہمیں ان کے قلم اور کاغذ اور روشنائی اور کتابت کی حقیقت اور کیفیت معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے اور کیسی ہے (روح المعانی ص ۲۲۱)

یہ تو بندوں کے سامان حفاظت کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی حفاظت کے لیے کچھ فرشتے مقرر کیے ہیں جو ان سے بلائیں دفع کرتے ہیں اب آگے ان آفتوں اور بلاؤں اور مصیبتوں کا ذکر کرتے ہیں جو بد اعمالیوں کی وجہ سے بندوں پر نازل ہوتی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا اس معاملہ کو جو کسی قوم کے ساتھ ہو جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت کو نہ بدلیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ ہر باری اور نگہبانی اور نعمت اور عافیت سے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی چال کو اللہ کے ساتھ نہ بدلیں جب وہ اپنی روشنی اللہ کے ساتھ بدل دیتے ہیں اور بجائے شکر نعمت کے کفران نعمت اور غفلت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تب اللہ کی طرف سے آفت اور مصیبت آتی ہے جب تم اللہ کے ساتھ غیروں کا معاملہ کرنے لگتے ہو تو اللہ بھی غیروں کا معاملہ کرنے لگتے ہیں بندے جب اپنی حالت بدل دیتے ہیں کہ بجائے طاعت کے معصیت کرنے لگتے ہیں تو اللہ بھی ان سے اپنے فضل اور عنایت کو اٹھا لیتا ہے۔

جب کسی قوم میں علانیہ طور پر فتنہ و فحور اور بدکاری شائع ہو جاتے تو وہ قوم چند روز میں تباہ ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اور تاریخ اس کی گواہ ہے اور جب اللہ ارادہ کرے کسی قوم کے تباہی کا یعنی جب اللہ کسی قوم سے بوجہ بدعتی اور بداعلیٰ اپنی نعمت چھین کر ان کی ذلت و خواری کا ارادہ فرمائیں تو پھر وہ برائی اور بلا کسی کے مانے نہیں ملتی اور ایسے وقت میں موائے فدا کے کوئی مددگار نہیں ہوتا جو بلا کو دفع کر سکے حتیٰ کہ وہ فرشتے جو ان کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں وہ بھی تھوڑی دیر کے لیے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور برائی سے ہلاکت اور آفت مراد ہے وہ وہ ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بھیجی دکھاتا ہے۔ یعنی جب چلکتی ہے تو لوگ اس سے بارش کی امید کرتے ہیں اور اس کے گرنے سے

ڈرتے بھی ہیں ایک ہی چیز میں دو متضاد صفتوں کا جمع ہونا خدا کی کمال قدرت کی دلیل ہے گویا کہ ایک ہی شے نعمت بھی ہے اور عذاب اور مصیبت بھی اس طرح خدا تعالیٰ نے ایک ہی شے میں اپنا لطف اور قہر و متضاد چیزوں کو جمع کر دیا اور برق آس اور لامع اور ساطع کو کہتے ہیں جو ابر کے درمیان سے چمکتا ہے اور وہ ہی اپنی قدرت سے ہوا میں بوجھل بادلوں کو اٹھاتا ہے جو ہزاروں ٹن پانی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور مجال نہیں کہ بغیر اس کے حکم کے کسی جگہ برس جاتیں اور نہ کسی کی یہ مجال کہ ان بادلوں میں سے اپنی ضرورت کے موافق پانی کا ایک قطرہ لے سکے اور گرج حمد و ثناء کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے اس کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں فرشتوں کا تسبیح و تحمید کرنا اور خدا کی عظمت و جلال کو بیان کرنا بظاہر ایک معقول امر ہے مگر رعد یعنی گرج کا بظاہر تسبیح و تحمید کرنا قابل غور معلوم ہوتا ہے اس سے بعض علماء اس طرف چلے گئے کہ گرج کی تسبیح و تحمید کا مطلب یہ ہے کہ گرج سے خدا کی کمال قدرت ظاہر ہوتی ہے جس کو کون کون اہل عرفان کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ اور الحمد للہ نکل جاتا ہے اس مطلب کا حاصل یہ ہے کہ تسبیح کی اسناد رعد کی طرف مجازی ہے اور مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو صحاب (بادلوں) پر مقرر ہے پس اگر رعد ایک فرشتہ کا نام ہے تو پھر اس کی تسبیح و تحمید میں کوئی استبعاد نہیں جیسا کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک فرشتہ کی تسبیح پڑھنے کی آواز ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے اور اس وقت تسبیح پڑھتا ہے جسے عوام الناس بادل کی آواز سمجھتے ہیں در نہ در حقیقت یہ آواز اس کی تسبیح کی ہے اور اس فرشتہ کے ہاتھ میں آتش تازیانہ ہوتا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہنکاتا ہے اس سے جو چمک ظاہر ہوتی ہے وہ برق (بجلی) ہے اور وہ کوڑا جس سے ابر کو مارنا ہے اس کی آواز رعد ہے اور صاعق ایک آگ ہے جو بادلوں میں پیدا ہوتی ہے جب نیچے آتی ہے تو جس چیز پر گرتی ہے تو اس کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور حقیقت یہ فرماتے ہیں کہ اگر رعد محض آواز کا نام بھی ہو تب بھی تسبیح و تحمید کی اسناد اس طرف حقیقی ہے اگرچہ وہ ہمارے فہم میں نہ آئے حق تعالیٰ کا ارشاد **وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ** وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ یعنی کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو مگر اسے بنی آدم تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اور بانی لوگ نہیں سمجھتے تھے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بارگاہ خداوندی میں ہر چیز کی ایک خاص حقیقت ہے جیسے نماز اور روزہ اور قرابت قرآن اور سورۃ بقرہ و آل عمران وغیرہ وغیرہ ہمارے اعتبار سے یہ تمام چیزیں اعراض اور غیر قائم بنفہم ہیں لیکن اصل حقیقت ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے اسی طرح مجھو کہ رعد ہمارے اعتبار سے اگرچہ محض ایک آواز ہو لیکن بارگاہ خداوندی میں اس کی کوئی پوشیدہ حقیقت ہو فرشتہ ہو یا کوئی شے ہو اور وہ حقیقتاً خدا کی تسبیح و تحمید کرتی ہو تو اللہ تعالیٰ کی خبر کے مطابق اس کی تصدیق واجب اور لازم ہے گو ہماری فہم میں نہ آتے پس جان لینا چاہیے کہ گرج کی یہ آواز جو ہماری سمجھ

میں خالی آواز معلوم ہوتی ہے وہ درحقیقت سبھان اللہ و بحمدہ کے معنی رکھتی ہے اور تسبیح پڑھنے والی چیز درحقیقت رعد ہے پس مسلمان کا کام یہ ہے کہ زیادہ تحقیق میں نہ پڑے اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو فرما دیا اس کو تسلیم کرے اور جو غیر مسلم ہے وہ ان باتوں کو کسی طرح بھی ماننے والا نہیں اس عالم کے احوال کو اس عالم کے احوال پر قیاس کرنا سراسر نادانی ہے اور جس خبر اور اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور جو آواز سناتی دیتی ہے وہ فرشتہ کی آواز ہوتی ہے سو یہ خبر اگرچہ آحاد میں سے ہے متواتر اور قطعی نہیں لیکن احوط یہ ہے کہ حدیث کی مخالفت نہ کی جاسے اگرچہ وہ آحاد ہی کیوں نہ ہو جب تک اس کے خلاف کوئی قطعی دلیل قائم نہ ہو جائے عقلاً یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کر کے بارش کا انتظام اس کے سپرد کیا ہو اور اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہو جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہو اور یہ رعد اس فرشتہ کی آواز ہو اور یہ برق اس کے کونے کی شراروں کی چمک ہو (واللہ سبھانہ و تعالیٰ اعلم) غرض یہ کہ رعد اور برق اس کے قہر کی نشانیاں ہیں جس سے بندوں کو ڈراتا ہے اور ان سے بڑھ کر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں گرے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور یہ کافر لوگ اللہ کے قہر کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ یہ لوگ اللہ کی قدرت اور قہر کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ سخت قوت والا ہے دشمن اس کے قبضہ قدرت سے نکل نہیں سکتے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک منکر ریش کے پاس دعوت اسلام کا پیغام بھیجا وہ منکر لولا کہ اللہ کا رسول کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا؟ تیسری مرتبہ جب اس نے یہ گستاخانہ الفاظ کہے تو فوراً ایک بادل اٹھا اور اس پر بجلی گری جس سے اس کی کھوپڑی اڑ گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اب قدرت کی ان بڑی بڑی نشانیوں کو بطور نتیجہ ارشاد فرماتے ہیں خدائے برحق ہی کے لیے سزاوار ہے بیجا دعا اور پکار یعنی اس سے دعا مانگنا اور اسی کا یاد رکھنا اور اسی کی طرف رجوع کرنا صحیح اور درست ہے کیونکہ وہ دعاؤں کو سُنتا ہے اور حاجت روا ہے اور جو لوگ اس کے سوا اور معبودوں کو پکارتے ہیں وہ معبودان کو ان کی پکار کا کچھ جواب نہیں دے سکتے ان کا پکارنا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلاتے تاکہ وہ پانی آپ سے آپ اس کے منہ تک پہنچ جائے اور وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں کیونکہ پانی جمادہ ہے جس سے اور بے شعور ہے اور نہ اسے ہاتھ پھیلا سنے والے کی خبر، نہ اس کی پیاس کی خبر اور نہ اس میں یہ قدرت کہ پکارنے والے کی پکار کا جواب دے سکے، بعینہ یہ مثال مشرکوں اور ان کے معبودوں کی ہے ان کے معبود نہ ان کی دعا کو سنتے ہیں اور نہ یہ ان کو جواب دے سکتے ہیں غرض مشرکوں کا

بتوں کو پکارنا محض بے سود ہے اور کافروں کی اپنے بتوں کو جس قدر بھی پکار رہے وہ سب بے کار ہے بتوں کو پکارنا نہ دعوتِ چالٹ و ضلالت ہے جو مضی الی الہلاکت ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ خدا ہی کی پرستش ٹھیک ہے اور اس کے خیر کی پرستش بالکل رائیگاں ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیسا پانی کے پاس جا کر اس بات کا منتظر رہے کہ یہ پانی میرے منہ میں آجائے حالانکہ وہ کبھی آپ سے آنے والا نہیں اس طرح غیر اللہ کی پرستش سے جو لوگ نفع کے امیدوار ہیں ان کی امید کبھی بر آنے والی نہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں کافر جن کو پکارتے ہیں بعضے خیال ہیں اور بعضے جن ہیں اور بعضی ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں کچھ خواص ہیں لیکن اپنے خواص کے مالک نہیں پھر کیا حاصل ان کا پکارنا جیسے آگ یا پانی اور شاید ستارے بھی اسی قسم ہیں یہوں نے اس کی مثال فرمائی (انتہی)

اس کے بعد پھر حق تعالیٰ اپنی عظمت اور کبریائی کو بیان فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق اس کی سحر ہے اور اس کے سامنے ذلیل و خوار ہے اور خیر اللہ کی پرستش عقلاً اس بے جا ہے کہ تمام کائنات اللہ کے سامنے سربسجود ہے کیونکہ اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے کوئی خوشی سے اور کوئی ناخوشی سے کوئی خوشی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالاتا ہے اور جو خدا پر یقین نہیں رکھتا اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہوتا ہے اس کے خلاف نہیں کر سکتا اور ان زمین والوں کے سامنے بھی صبح اور شام کے اوقات میں سجدہ کرتے ہیں یعنی سامنے بھی خدا کے حکم بردار ہیں جب گھٹاتا ہے گھٹتے ہیں اور جب بڑھاتا ہے تو بڑھ جاتے ہیں اور سایوں کا گھٹنا اور بڑھنا صبح اور شام کے اوقات میں زیادہ ہوتا ہے اور کائنات کا یہ سجدہ اللہ کی عظمت اور جلال کی خبر دیتا ہے زجاجؒ کہتے ہیں کہ کافر تو غیر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں مگر ان کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے ابن ابی شیبہؒ کہتے ہیں کہ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ لظلال کے لیے عقول اور افہام پیدا کر دے جس سے وہ اللہ کو سجدہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کو فہم دیا اور وہ اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں اسی طرح سمجھو کہ مومن کا سایہ اللہ کو طوعاً سجدہ کرتا ہے اور کافر کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے (تفسیر کبیر ص ۱۹۰)

انسانی سجدہ کے معنی زمین پر پیشانی رکھ دینے کے ہیں اور انسان کے علاوہ دوسری چیزوں کا سجدہ ان کے لائق اور مناسب ہے۔

یہ سجدہ عزائمِ سجدوں سے ہے اس آیت کو پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہے۔

یہاں تک توحید کی حقانیت اور شرک کا بطلان واضح ہو گیا اب بطور اتمامِ حجت ان سے سوالات کا حکم دیا جاتا ہے اے نبیؐ آپ ان مشرکوں سے جو خدا کے سوا اوروں کو پوجتے ہیں پوچھتے کون ہے رب آسمانوں اور زمین کا یعنی ان کا مدبر اور خالق کون ہے جو ان کو قائم رکھنے والا اور ان کے

وجود کو غما سے ڈالا ہے اور چونکہ اس کا جواب متعین ہے اس لیے آپ جواب میں کہہ دیجیے کہ اللہ ہے یعنی آپ ان کے جواب کا انتظار نہ فرمائیے خود ہی کہہ دیجیے کہ اللہ ہے اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے اس لیے ان کے جواب کا آپ انتظار نہ کیجیے نیز وہ خود بھی خدا کے خالق اور مالک اور مدبر ہونے کے منکر نہیں اسے نبی! ان مشرکوں سے پوچھیے کہ کیا پس اس اقرار و اعتراف کے بعد تم نے اللہ کے سوا کارساز پکڑے ہیں جو اپنی ذاتوں کے لیے بھی کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں تو غیر کی کیا مدد کریں گے پوچھیے کیا اندھا یعنی مشرک اور بینا یعنی مؤمن برابر ہے یا کفر و شرک کی تاریکیاں اور ایمان کی روشنی برابر ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اندھا اور بینا اور اندھیرا اور اجالا برابر نہیں اسی طرح مؤمن اور کافر اور ایمان اور کفر برابر نہیں مؤمن بینا ہے وہ راہ حق کو دیکھتا ہے اور کافر اندھا ہے اس کو راہ حق دکھائی نہیں دیتی کیا انہوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں کہ انہوں نے بھی کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسے خدا نے پیدا کیا پھر اس دجہ سے پیدائش ان کی نظر میں مشتبہ ہو گئی اور مشتبہ میں بڑگئے کہ یہ بھی خالق ہے اور وہ بھی خالق ہیں ہم کس کو معبود مانیں مطلب یہ ہے کہ کیا ان معبودوں نے بھی کوئی چیز پیدا کی ہے جس سے تم پر اللہ کی مخلوق اور غیر اللہ کی مخلوق مشتبہ ہو گئی ہے اس لیے تم نے ان کو اللہ کا شریک اور سا بھی بنالیا اور اس اشتباہ کی وجہ سے تم نے غلطی سے کسی چیز کو خالق مان لیا اگر ایسا ہوتا تو ایک حد تک معذور ہو سکتے تھے لیکن جب یہ بات بھی نہیں تو پھر کیا آفت آئی کہ مشرک کی بلا میں گرفتار ہوئے یعنی یہ بات تو نہیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ٹھہر گئے ہوئے ہیں اگر مخلوقات عالم میں ذرا غور کریں اور عقلوں سے کام لیں تو تمام اشیاء کا خالق اللہ تعالیٰ ہی کو پائیں گے اس لیے اسے نبی! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجیے کہ اللہ ہی ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے اور سب پر غالب ہے اور اس کے سوا جو ہے وہ مغلوب ہے اور مغلوب خدا اور معبود نہیں ہو سکتا۔

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ

اتارا آسمان سے پانی پھر بھرے نالے اپنے اپنے

بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا وَمِمَّا

موافق پھر اوپر لایا وہ نالا جھاگ بھولا ہوا اور جس چیز

يُوقَدُ وَنَعْلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حُلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ

کو دھونکتے ہیں آگ میں واسطے زیور کے یا اسباب کے اس میں بھی

زَبَدٌ مِّثْلُهُ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ

جھاگ ہے دیا ہی یوں ٹھہراتا ہے اللہ صبح اور غلط

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ

سو وہ جو جھاگ ہے سو جاتا ہے سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے

فَيَمَكْتُ فِي الْأَرْضِ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۝۱۵

سو رہتا ہے زمین میں یوں بتاتا ہے اللہ کہاو تین

## مثال حق و باطل

قال الله تعالى أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا. اِنِ... يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ  
 (رہے) گزشتہ آیت میں کافروں کو اندھوں سے اور مسلمانوں کو بینوں سے اور کفر کو ظلمت سے اور اسلام کو  
 نور سے تشبیہ رہا اب ان آیات میں حق و باطل کی دو مثالیں بیان فرماتے ہیں ایک پانی کی اور  
 ایک آگ کی چنانچہ فرماتے ہیں

## پہلی مثال

اس واحد قہار نے آسمان سے پانی اتارا پھر نالے اس پانی سے اپنے اپنے انداز سے کے  
 مطابق بہہ پڑے یعنی پانی تو آسمان سے یکساں برسا مگر ہر نالے میں بقدر اس کی وسعت اور عمق  
 کے سمایا اسی طرح آسمان سے قرآن کریم نازل ہوا اور قلوب کی زمینوں نے بقدر اپنی صلاحیت اور  
 وسعت کے اس آسمانی باران رحمت کا اثر قبول کیا اور ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اور موافق فیض  
 لیتا ہے جیسے ہر وادی اپنی وسعت کے مطابق پانی لیتی ہے پھر اٹھایا اس سیلاب کے پانی نے  
 اپنے اوپر ایک پھولا ہوا جھاگ سیلاب میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک خالص پانی اور دوسرا میل  
 کھیل اور جھاگ یہ اوپر ہوتا ہے اور خالص پانی نیچے دبا ہوا ہوتا ہے پس اسی طرح سمجھو کہ حق خالص  
 پانی کی طرح ہے جس پر زندگی کا دار و مدار ہے اور باطل مثل جھاگ کے ہے کسی وقت باطل حق  
 کو دبا بھی لیتا ہے لیکن باطل کا یہ اُبال عارضی اور بے بنیاد ہوتا ہے تھوڑے سے جوش و خروش

کے بعد اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا اور اصل کار آمد چیز یعنی حق اور صداقت کا آبِ حیات وہ باقی رہ جاتا ہے۔

## دوسری مثال

اور حق و باطل کی دوسری مثال یہ ہے کہ جس دھات کو زہر بنسنے کے لیے یا اور کوئی چیز بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں اور پگھلاتے ہیں تو اصلی دھات سونا اور چاندی تو نیچے رہ جاتا ہے اور ویسا ہی جھاگ اور میل کھیل اوپر آ جاتا ہے جو محض بے کار ہے اور اصلی سونا چاندی اس جھاگ کے نیچے دیا ہو لہے اس طرح حق تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتے ہیں بہر حال جو کف اور جھاگ ہے وہ تو خشک ہو کر چلا جاتا ہے اسی طرح باطل اگر کسی وقت حق پر غالب بھی آجائے تو اس کو ثبات اور قرار نہیں اور وہ چیز جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے جیسے صاف پانی اور خالص جوہرہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے یعنی اس کو قرار اور ثبات ہے اسی طرح دین حق کو قرار و ثبات ہے وہ باقی رہ جاتا ہے اور باطل جو مثل جھاگ کے ہے وہ مٹ جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ لوگ باطل کے ظاہری اور عارضی اور چند روزہ غلبہ سے شبہ میں نہ پڑیں حق صاف و شفاف پانی یا اصلی جوہر کے مشابہ ہے اور باطل مثل میں کھیل کے ہے اگرچہ ظاہر میں وہ اصلی جوہر سے اونچا نظر آتا ہے مگر بہت جلد فنا ہو جاتا ہے یا پھینک دیا جاتا ہے۔

گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے توحید اور شرک کا مقابلہ بیان کیا تھا اب ان آیات میں دو مثالوں سے حق اور باطل کے مقابلہ کی کیفیت بیان فرمادی اور آئندہ آیات میں دونوں کا انجام کھول کر بیان کرتے ہیں۔

❖

❖

❖

لَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ الْحُسْنَىٰ وَالَّذِينَ

جنہوں نے مانا ہے اپنے رب کا حکم ان کو بھلائی ہے اور جنہوں نے

لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ كَوْاْنَ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

اس کا حکم نہ مانا اگر ان پاس ہو جتنا کچھ زمین میں ہے

جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَاوْا بِهِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

سارا اور اس کے برابر ساتھ اس کے سب دیں اپنی پیروی میں ان لوگوں کو ہے



سُوْءَ الْحِسَابِ ۚ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وِبَيْسَ الْمَادِ ۝۱۸

بُرا حساب اور ٹھکانا اُن کا دوزخ ہے اور بُری ہے تیاری

اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ سِرِّكَ الْحَقُّ

بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اُترا تجھ کو تیرے رب سے تحقیق ہے

كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝۱۹

برابر ہوگا اس کے جو اندھا ہے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے وہ جو

يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْيَمِيْنَ اَقَ ۝۲۰

پورا کرتے ہیں قرار اللہ کا اور نہیں توڑتے اقرار اور

الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَ

وہ کہ جوڑتے ہیں جو اللہ نے فرمایا جوڑنا اور

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْءَ الْحِسَابِ ۝۲۱

ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں برے حساب کا اور وہ جو

صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ

ثابت رہے، چاہتے توجہ اپنے رب کی اور کھڑی رکھی نماز اور

اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلٰنِيَةً وَّيَدْرُوْنَ

خرچ کیا ہمارے دیئے میں سے چھپے اور کھلے، اور کرتے ہیں

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ اُولٰٓئِكَ نَمُحُّ عِقْبِيَ الدَّارِ ۝۲۲ جَنَّتْ

برائی کے مقابل بھلائی ان لوگوں کا ہے پچھلا گھر باغ

عَدْنٍ يَدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اَبَائِهِمْ وَ

میں رہنے کے داخل ہوں گے ان میں اور وہ جو نیک ہوئے اُن کے باپ دادوں اور



أَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ

موجودوں میں اور اولاد میں اور فرشتے آتے ہیں ان پاس

مِنْ كُلِّ بَابٍ ۝۲۲ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ

ہر دروازے سے کہتے ہیں سلامتی تم پر بدلے اس کے کہ تم ثابت

عُقْبَى الدَّارِ ۝۲۳ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ

رہے سو خوب مل پھلا گھر اور جو لوگ توڑتے ہیں اقرار اللہ کا

مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ

اس کو بکا کر کر اور کاٹتے ہیں جو چیز کہا اللہ نے اس کو

يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ لَا أُولَئِكَ لَهُمْ

جوڑنا اور فساد اُٹھاتے ہیں ملک میں ایسے لوگ اُن کو

الْعَنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝۲۴

بے لعنت ، اور ان کو سب سے بُرا گھر

## ذکر حال و مالِ محبتین و مبطلین

قال الله تعالى لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ الْحُسْنَى..... ان..... اُولَئِكَ لَهُمُ الْغَنَى وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ  
 اربابِ گزشتہ آیات میں حق اور باطل کی مثال بیان فرمائی اسب ان آیات میں اہل حق اور اہل باطل کا  
 حال اور مان بیان کرتے ہیں ایک گروہ وہ ہے جس نے دعوت کو قبول کیا یہ گروہ سعداء کا ہے اور  
 ایک گروہ وہ ہے جس نے دعوت حق کو قبول نہیں کیا یہ گروہ اشفیاء کا ہے ان آیات میں اخلاق  
 و اعمال کے اعتبار سے سعداء اور اشفیاء کے فرق کو بیان کرتے ہیں تاکہ دونوں گروہوں کا فرق معلوم  
 ہو جائے مبادا کوئی نادان دونوں کو یکساں قرار دے اس لیے اول اہل حق کے فضائل و شمائل اور  
 ان کے اخروی نتائج بیان کیے کہ وہ دل میں خوفِ خدا رکھتے ہیں اور اس کے افسردہ نواہی کے پابند

ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت رکھتے ہیں یہ گروہ اہل علم کا ہے اس کے بعد ان کے مقابل اہل باطن کی خرابیاں اور ان کے برے اعمال کا نتیجہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل حق اور اہل سعادت نے ہدایت سے حصہ حاصل کیا اور ان کے اعمال ظاہری و باطنی ان کے لیے نافع اور باقی رہے اور اہل باطن نے ہدایت سے حصہ نہ پایا اور ان کے سارے اعمال مثل جھاگ کے باطل اور بے کار گئے اور مرتے ہی دنیا کے تمام منافع اور فوائد ناسل ہو گئے چنانچہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی دعوت کو قبول کیا اور جو آپ ہدایت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا تھا اس کو نوش جان کیا اور شہادت اور دوساس کا جو میل و پکیل اور خض و خاشاک اس میں باہر سے آنگا تھا اب اس کو ہدایت کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں بھلائی یعنی جنت مقرر ہے کما قال تعالیٰ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَ زِيَادَةٌ اور جن لوگوں نے اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور اس نے آسمان سے ہدایت کا جو آپ حیات نازل کیا تھا اس کو استعمال کرنے سے اعراض کیا قیامت کے دن اگر ان کے پاس وہ سب کچھ مال و متاع بھی ہو جو روئے زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو اس سب کو آخرت کے عذاب سے جان چھڑانے کے لیے دے ڈالیں یعنی کافروں کے پاس قیامت کے دن اگر تمام روئے زمین کا خزانہ اور اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ عذاب سے رہائی کے بدلے اس سب کو دے ڈالیں مگر وہاں ان کے پاس مال کہاں دھڑلے اور اگر بعض خاں ہو بھی تو قبول کہاں ہو سکتا ہے آخرت کے عذاب سے رہائی کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ اس دنیا میں دعوت حق کو قبول کریں اور ان کے عقائد فاسدہ اور اعمال کا سدہ پانی کے جھاگ کی طرح سب اڑ جائیں گے اور علاوہ ان میں قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے بڑا حساب ہوگا یعنی سختی سے ان کے اعمال کا محاسبہ اور مناقشہ ہوگا اور ذرہ ذرہ پر مواخذہ اور باز پرس ہوگی جس کو دوسری آیت میں حساب غیر فرمایا اور حساب کے بعد انکا ٹھکانا ہمیشہ کیلئے دوزخ ہے اور وہ ہمت بری خواہاں ہے مگر کافر چونکہ چشم بصیرت سے عاری اور کور ہے اس لیے اس کو راہ ہدایت نظر نہیں آتی اور مومن بننا اور عاقل ہے وہ اپنی عقل سے حق اور باطل کا فرق سمجھتا ہے اور چشم بصیرت سے آیات مینات کو دیکھتا ہے اس لیے اب آئندہ مینا (موتن) اور ناینا (کافر) کے فرق کو واضح فرماتے ہیں کیا تم کو ہدایت اور ضلالت کا فرق نظر نہیں آتا بس کیا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ حق ہے کیا ایسا شخص اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جو ناینا ہو اور اسے حق نظر نہ آتا ہو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں اسی طرح سمجھو کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے لایتنکاً اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ الایمۃ جزا میں نیست کہ نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جن کی عقلیں خالص ہیں اور شوائب وہم اور نفسیات سے پاک ہیں جن کی عقلیں خالص اور صاف ہیں وہی نور بصیرت سے اشیاء کے حقائق اور دقائق کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں اولوالباب وہ لوگ ہیں جو بندہ

پذیرا اور عبرت گیر ہوں ۔

## صفات اہل عقل

اب آئندہ آیات میں اہل عقل کی صفات کو ذکر کرتے ہیں کیونکہ عقل تو دل کے اندر چھپی ہوئی ہے اس کا اندازہ صفات ہی سے ہو سکتا ہے کہ اندر عقل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس درجہ کی ہے۔  
(وصف اول) "اولوا الالباب" وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کے عہد ربوبیت کو پورا کرتے ہیں جو انہوں نے روزِ میناق اللہ سے باندھا تھا۔

(وصف دوم) اور عہد کو توڑنے نہیں یعنی نافرمانی سے باز رہتے ہیں۔  
(وصف سوم) اور جن علاقوں کا اللہ نے ملامت کا حکم دیا ہے ان کو ملائے اور جو دتے ہیں یعنی صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرتے ہیں۔  
(وصف چہارم) اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کوئی فعل ہم سے خلاف عہد سرزد نہ ہو جائے۔  
(وصف پنجم) اور ڈرتے ہیں حساب کی سختی سے یعنی سخت محاسبہ سے ڈرتے ہیں اس لیے کہ جس سے حساب میں منافقہ اور چھان بین ہوئی وہ ہلاک ہوا۔

(وصف ششم) اور جن لوگوں نے حسن اپنے برادرِ کار کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے جاہ طاعت پر قائم رہنے میں صبر کیا یعنی شرائعِ عبودیت کی پابندی کی اور بوجہ مخالفت نفس جو شہقت پیش آئی اس کا تحمل کیا۔

(وصف ہفتم) اور ٹھیک وقت اور ٹھیک آداب کے ساتھ نماز کو ادا کیا۔  
(وصف ہشتم) اور ہر مال و منال اور علم اور فضل و کمال ہم نے ان کو دیا اس میں سے کبھی پوشیدہ اور کبھی ظاہر جیسا موع ہوا خرچ کیا۔

(وصف نہم) اور وہ بدی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں یعنی برائی کا بدلہ بخلائی سے دیتے ہیں اور سیرت کی ظلمت کو حسد کے نور سے زائل کر دیتے ہیں دیکھ لو عقلمند ایسے ہوتے ہیں۔

بدی را بدی سہل باشد جزا : اگر مردی آحسن الی من آسار

ایسے ہی عقل مندوں کے لیے دارِ آخرت ہے یعنی ان کے لیے خلود اور بقا کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے آباء و اجداد اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد جو نیک ہیں وہ بھی ان کے ساتھ ان باغات میں داخل ہوں گے اگرچہ ان کے اعمال اولوا الالباب جیسے نہ ہوں مگر معاملہ ان کے ساتھ دیا ہی ہو گا یہ اولوا الالباب کی خاص کرامت ہے کہ ان کے طفیل میں ان کے قریبی رشتہ دار بھی ان کے ساتھ ہوں گے اگرچہ ان کے اعمال ان جیسے نہ ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا ایمان

اور ایقان ٹھیک ہو اور درست ہو جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّقَوْا فَبِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِحْسَانٍ أَلْفَتْهُمُ لَهُمْ دُزُجُهُمْ أَوْ فَرِشَتُهُمْ ان پر جنت کے ہر دروازے کے مبارک باد دینے کے لیے یہ کہتے ہوئے داخل ہو گئے سلامتی ہو تم پر اس لیے کہ تم نے صبر کیا یعنی دین حق پر قائم رہے اور ثابت قدم رہے پس کیا ہی اچھا ہے دارِ آخرت جو تمام آفات ظاہری اور باطنی سے سالم اور محفوظ ہے یہ جملہ دارِ آخرت کی ترغیب اور تشویق کے لیے ذکر فرمایا ہے یہاں تک تو اہل جنت اور سعادت کی صفت و کرامت کا بیان ہوا اب اس کے بالمقابل اشیاء اور کافروں کی خرابیاں اور ان کے بُرے اعمال کا نتیجہ بیان فرماتے ہیں۔

اور جو لوگ ناپسند اور نادان اور عقل سے کورے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں بعد اس کی مضبوطی کے اور جن رشتوں کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ہر معصیتِ فتنہ اور فساد سے اور سب سے بُرا فساد کفر اور شرک ہے ایسے ہی بد عقلوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے جس کے مقابلہ میں یہ دنیا ان کے لیے بہشت ہے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قبورِ شہداء پر جاتے تو یہ کہتے سُنَّا حَيْكَلَكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ الدَّارُ اور اسی طرح حضرت ابو بکر اور عمرو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کہا کرتے تھے ہر حال ان آیات میں بد بختوں کا حال بیان کیا اور ان کے انجام سے فردی کہ ان کا حال اور مال اہل ایمان کے بالکل برعکس ہے۔

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا

اللہ کشاد کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور تنگ اور وہ دیکھے ہیں

بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا

دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے حساب میں مگر

مَتَاعٌ ۚ

تھوڑا برتنا

جواب از شبہ عدم مبعوضیت کفار بنا بر وسعت رزق دنیاوی

قال اللہ تعالیٰ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ..... إلخ ..... لِمَتَاعٍ

روبط) گزشتہ آیات میں کافروں کا ملعون و مغضوب ہونا بیان کیا چونکہ اکثر کفار دنیوی مال و دولت اور ظاہری عزت و راحت کے اعتبار سے خوش حال تھے اس لیے دیکھنے والوں کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ اگر کفار خدا کے نزدیک ملعون و مبغوض ہوتے تو ان پر دنیا میں رزق کی وسعت کیوں ہوتی تو اس آیت میں اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ رزق کا کم یا زیادہ ہونا ایمان اور کفر پر موقوف نہیں ہم جیسے چاہتے ہیں زیادہ رزق دیتے ہیں اور جیسے چاہتے ہیں کم دیتے ہیں اور دنیاوی زندگی کی عیش و عشرت کا کوئی اعتبار نہیں یہ تو چند روزہ ہے آخرت کا عیش جو ابدی ہے کافراں سے محروم رکھے جائیں گے سعادت اور ثقاوت کا فیصلہ آخرت میں ہوگا دنیا، دار امتحان ہے نہ کہ دار جزاء دنیا کی تنگی اور فراخی مقبول اور مردود ہونے کی دلیل نہیں بہت سے نیک اشخاص تنگ دست ہوتے ہیں اور بہت سے سے اوباش عیش و عشرت میں ہیں رزق کی فراخی اور تنگی ان کا راجع حکمت و مصلحت ہے اور یہ کافر جس عیش و عشرت پر خوش ہو رہے ہیں وہ استدراج اور اجمال ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْجَحِشُ بَيْنَ اَكْثَرِا مُعَذِّبُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کَلَّا فِي الْغَيْبِ كَلَّمَ فِي الْغَيْبِ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کہ کافروں کو چاہیے کہ اپنے مال و جاہ کو دیکھ کر مغرور نہ ہوں مال و دولت کی کثرت مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ یہ من جانب اللہ استدراج اور دھیل ہے کہ جرم کا پیمانہ خوب لمبر نہ ہو جائے اور جو کرنا ہے وہ دل کھول کر کر لیں پھر یک لحفت ان کو گرفتار کر کے تختہ دار پر لٹکا دیا جائے

بنیادوں آں چنوں روزی رساند : کہ دانا اندراں حیراں بمانند

اللہ تعالیٰ وسعت کے ساتھ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے رزق کا کم اور زیادہ ہونا کفر اور ایمان پر موقوف نہیں اور کفار اترائے ہوئے ہیں دنیاوی زندگی پر اور اس کی عیش و عشرت پر اور ان کا یہ اترنا بالکل فضول ہے اس لیے کہ دنیاوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں مگر بہت تھوڑا سامان حدیث میں ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈبو کر نکالے اور دیکھے کہ کیا لائی رواہ الامام احمد و قال اللہ تعالیٰ قُلْ مَا عِندَ الدُّنْيَا قَبِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَكَفَىٰ ظُكْمُوتٍ فَيَسْئَلُهُ



5

4

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

اور کہتے ہیں منکر کیوں نہ اُتری اس پر کوئی

آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ

نشانِ اس کے رب سے کہ اللہ پہنچاتا ہے

مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ

جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو

أَنَابَ ۝۲۵ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ

رجوع ہوا ۲۵ وہ یقین لائے اور چین پکڑتے ہیں ان کے دل اللہ کی یاد

الْأَيِّذِ كَرِ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝۲۸ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

سے سننا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل جو یقین لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحُسْنُ مَا بَ ۝۲۹ كَذَلِكَ

کی نیکیاں خوں ہے ان کو اور اچھا ٹھکانا اسی طرح

أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوا

تجھ کو بھیجا ہم نے ایک امت میں کہ ہو چکی ہیں اس سے پہلے امتیں، تا

عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ ۝۳۰

نادے تو ان کو جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمن سے

قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ

تو کہ وہی رب میرا ہے کسی کی بندگی نہیں انکے سوا اسی پر میں نے جھروسہ کیا ہے اور اسی

مَتَابَ ۝۳۱ وَكَوْنَنَّ قُرْآنًا سُنِّيَرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ

طرف آسمانوں چوٹ کر اور اگر کوئی قرآن ہوتا کہ چلے اس سے بہاؤ، یا

قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةٍ مِّنَ الْمَوْتَىٰ ۝۳۲ بَلْ لِّلَّهِ

ٹکڑے ہوئے اس سے زمین یا بولے اس سے مردے بلکہ اللہ

الْأَمْرُ جَمِيعًا ۝۳۳ فَلَمْ يَأْيِسْ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ

کے ہاتھ میں ہیں سب کام سو کیا خاطر جمع نہیں ایمان والوں کو اس پر کہ اگر چاہے

اللَّهُ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ راہ پر لاوے سب لوگ اور پہنچتا رہے گا منکروں کو اُن

تَصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةً أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّنْ

کے کیے پر کھڑکا یا اترے گا نزدیک اُن کے گھر

دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ

سے جب تک پہنچے وعدہ اللہ کا بے شک اللہ خلاف نہیں

الْمِيعَادَ ۝ وَلَقَدْ أَسْتَهْزِئُ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

کرتا وعدہ اور ٹھٹھا کر چکے ہیں کتنے رسولوں سے تجھ سے آگے

فَأَمَلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ

سو ڈھیل دی میں نے منکروں کو پھر اُن کو پکڑا، تو کیسا تھا

عِقَاب ۝۳۶

میرا بدلا

رجوع بہ محبت نبوت و بیان حال اہل سعادت و اہل شقاوت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا آيَةٌ... الْإِنشَاء... فَكَيْفَ كَانَ عِقَابُ  
 رابطہ اور سے سلسلہ کلام اہل حق اور اہل باطل کے بارے میں چلا آ رہا ہے اور اس سے قبل وَإِنْ تَعْجَبْ  
 فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ میں نبوت کے متعلق مضمون تھا اب پھر اس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں اور  
 کافروں کا وہی سابق قول کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری فرمائش کے مطابق معجزہ نازل کیوں نہیں ہوتا  
 پھر نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں کہ اللہ نے آپ پر بہت سی آیات ظاہرہ اور مجربات قاہرہ نازل  
 کی ہیں لیکن ہدایت اور ضلال سب اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا  
 ہے ہدایت دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مجربات اور بینات تو بہت نازل کئے ہیں مگر تمہیں

اللہ کی طرف سے ہدایت اور توفیق نہیں ہوتی تو میں کیا کروں باقی یہ ناممکن ہے کہ معجزات کا نازل ہونا تمہاری خواہشوں کے تابع ہو جائے بعد ازاں اہل سعادت اور اہل شقاوت کا حال بیان فرمایا۔

اور یہ کافر لوگ آپ کی نبوت پر طعن اور اعتراض کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی ایسی نشانی جس میں ہم چاہتے ہیں کیوں نہیں اتاری گئی فَلْيَاثِرْنَا بِآيَةٍ كَمَا أَرْسَلْنَا الْآدَاءُ لَكُلِّ اسے بنی آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور راہ بناتا ہے اس کو جو اس کی طرف رجوع کرے یعنی نشانیاں تو بہت اتاری گئی ہیں مگر خدا نے تم کو گمراہ کر دیا ہے کہ معجزات تمہارے سامنے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے جو شخص ان نشانوں کو دیکھ کر بھی راہ راست پر نہ آئے تو سمجھ لو کہ اللہ کی مشیت یہی ہے کہ وہ راہ راست پر نہ آئے اللہ کی ہدایت اور توفیق اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرے اور حق کا طالب ہو ایسا شخص بلا معجزہ دیکھے ہوئے بھی ایمان لے آتا ہے کیونکہ خدا کی طرف رجوع کرنے والوں کا حال یہ ہے کہ یہ لوگ صدق دل سے اللہ پر ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے تسلی اور آرام پاتے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ جو دل حقیقت میں دل ہیں وہ اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں اللہ کے ذکر کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اس سے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہو یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے ان کے لیے پاکیزہ زندگی اور چارچاٹھکانا ہے سکون اور اطمینان دینا وہی مال و دولت سے حاصل نہیں بلکہ تعلق مع اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔

ف لعلت عرب میں طوبی کے معنی نہایت درجہ کی خوشی اور شادمانی کے ہیں اور بعض روایات اسے معلوم ہوتا ہے کہ طوبی جنت میں ایک درخت ہے۔

شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں "یعنی حق تعالیٰ کو ضرور نہیں کہ سب کو راہ پر لا دے یا نشانیاں بھیج کر ہر طرح ہدایت دے بلکہ یہی منظور ہے کہ کوئی بچھو کوئی راہ پاوے سو جس کے دل میں رجوع آئے نشان ہے کہ اس کو سوجھا چاہا" (انتہی)

اب آگے ان لوگوں کا رد فرماتے ہیں کہ جو نبوت و رسالت کو انوکھی چیز سمجھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی! جس طرح ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں کو ان کی امتوں کی طرف بھیجا اسی طرح ہم نے تجھ کو ایک امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ تو ان کو وہ کتاب پڑھ کر سناوے کہ جو ہم نے تیری طرف وحی کے ذریعے بھیجی ہے جو آپ کی نبوت کی سب سے بڑی نشانی ہے اور اللہ کی عظیم رحمت ہے ان کو چاہیے تھا کہ اس نصرت عظمیٰ کی قدر کر سکتے اور اس پر ایمان لاتے مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ دمعن کے منکر ہیں اس لیے قرآن پر ایمان نہیں لاتے ان جاہلوں کو اللہ کا نام الرحمن معلوم نہیں چنانچہ ابو جہل ملعون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دعا کرتے سنا یا اللہ! یا رحمان! تو اپنی قوم سے جا کر کہنے لگا کہ اب تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دو خدا کو پکار رہے لگا ایک معبود کو چھوڑ کر دوسرا معبود پکڑ لیا ایک تو اللہ کو پکارنا



ہے اور ایک رحمن کو پکارتا ہے ہم تو سوائے رحمانِ یماہر (مسلمہ کتاب) کے علاوہ اور کسی رحمن کو نہیں جانتے اے نبی آپؐ کہہ دیجیے کہ وہ رحمن جس کے تم مگر ہو وہی میرا پروردگار ہے اور وہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں کبھی کسی اسے اور کبھی کسی نام سے اسی ایک رب کو پکارتا ہوں قُلْ اِذْعُبُوا اللّٰهَ اَوْلَادُ عَمَلِ التَّحَمُّكَ ط اَيُّهَا مَنَّا مَنَدَعُوْا فَكَلِمَةُ الْخَمْسَةِ اَوَّلُ الْخَمْسَةِ اِسْمِی اِسْمِی بِہِ میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے اور اگر کوئی کتاب الہی اس عالم میں ایسی ہوتی کہ جس کے سبب بہارِ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے اور زمین ہموار کر دی جاتی یا اس کے ذریعے سے زمین شق کر دی جاتی کہ اس سے نہریں جاری ہو جائیں یا اس کے ذریعے مردوں سے بائیں کرانی جائیں کہ مردے اپنی قبروں میں بولتے یا اٹھ کر قبر سے باہر آتے اور لوگوں سے بائیں کرتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے کھار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے معجزات کی فرمائش کیا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر قرآن کے ذریعے ان کے یہ فرمائشی معجزات بھی دے دیئے جائیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے خوب سمجھ لو کہ ایمان اور ہدایت کسی کے اختیار میں نہیں بلکہ سب اختیار اللہ ہی کو ہے جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔

اس آیت میں قرآن سے مطلق کتاب الہی مراد ہے جیسا کہ ایک حدیث میں زبور پر بھی لفظ قرآن کا اطلاق کیا ہے۔

بعض مسلمانوں کو ازراہِ شغف و ترجمہ یہ خیال ہوا کہ کاش کوئی بڑی نشانی اور یہ معجزات ظاہر ہو جاتے تو شاید یہ لوگ ایمان لے آتے اس لیے ان کے جواب اور تسلی کے لیے آئندہ آیت نازل ہوئی کیا مسلمان ان کافروں کے ایمان سے ناامید نہیں ہوتے جوابیے معجزات مانگتے ہیں جب کہ وہ جان چکے ہیں کہ سب اختیار اللہ ہی کو ہے اگر اللہ چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت دے تو اے مسلمانو! تم ان کے ایمان سے مایوس ہو جاؤ یہ کسی طرح ایمان نہیں لائیں گے اللہ ہی کو ان کی ہدایت منظور نہیں پھر تم ان معاندین کی فکر میں کیوں لگے ہو اور ہمیشہ پہنچتی رہے گی ان کا دُعا کو ان کی کرتوتوں کی سزا میں ایک نہ ایک مصیبت جو ان کو ہلاکتی رہے اور دھمکانی رہے یا ان کے گھروں کے قریب ان کے گرد نواح والوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی رہے جسے دیکھ کر یہ لوگ عبرت پکڑیں اور نصیحت پاویں اسی طرح مسلمانوں کے جہاد اور غزوات کا اور کافروں پر مصیبتوں اور آفات کا سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آپؐ اور اسلام تمام دینوں پر غالب آجائے جس کا خدا نے تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا اور آپؐ ان کافروں کے استہزاء اور تمسخر سے رہنبردہ نہ ہوں یہ آپؐ کے ساتھ خاص نہیں اس لیے کہ تحقیق آپؐ سے پہلے ہمت سے رسولوں کے ساتھ تمسخر کیا گیا پس میں نے ان مسخروں کو فوراً نہیں

پکڑا بلکہ ان منکروں کو جہنم دی تاکہ دل کھول کر انبیاء کا مذاق اڑالیں پھر جب ان کے جرم کا پیمانہ لبریز ہو گیا تب میں نے ان کو اچانک پکڑ لیا پس مجھے لو کہ میرا عذاب کیا ہوتا ہے اور کس طرح آتا ہے اس دنیاوی عذاب پر ارضی عذاب کو قیاس کر لو جو دار جزاء ہے جس درجہ کا عذاب ہو گا اسی درجہ کی سزا ملے گی حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ مسلمان چاہتے ہوں گے کہ ایک نشانی بڑی سی آوے تو کافر مسلمان ہو جاویں سو فرمایا اگر کسی قرآن سے یہ کام ہوتے تو البتہ اس سے پہلے ہوتے لیکن افتیان اللہ کا ہے اور خاطر جمع اسی پر چاہیے کہ اللہ نے نہیں چاہا اگر وہ چاہتا تو حکم کافی تھا لیکن کافر مسلمان یوں ہوں گے کہ ان پر آفت پڑتی رہے گی ان پر بڑے باہمسایہ پر جب تک سارے عرب ایمان میں آجاویں وہ آفت یہ ہی تھی جہاد مسلمانوں کے ہاتھ سے“ (رہنمہ)

أَفَنَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

بھلا جو شخص سیلے کھڑا ہے ہر کسی کے سر پر اس کا کیا

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَبُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا

اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے شریک کہہ اُن کا نام لو یا اللہ کو بتاتے ہو جو وہ

لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بَظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ

نہیں جانتا زمین میں یا کہتے ہو اِدھر اِدھر بائیں کوئی نہیں

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ

پر بھیجے سو جھاتے ہیں، منکروں کو اُن کے فریب اور روکے گئے ہیں راہ سے

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۖ لَهُمْ عَذَابٌ

اور جس کو بھلاوے اللہ سو کوئی نہیں اس کو بتانے والا اُن کو مار پڑتی ہے

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا

دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی مار تو بہت سخت ہے اور کوئی

لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ۚ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ

نہیں ان کو اللہ سے بھلانے والا احوال جنت کا جو کہ وعدہ ملا ہے

اَلْمُسْتَقْوَنَ طَجَرِي مِنْ تَحْتِهَا اَلْاَنْهَرُ ط اُكْلُهَا

دُرّ والوں کو بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں میوہ اس کا

دَائِمٌ وَظِلُّهَا ط تِلْكَ عَقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ط وَعَقْبَى

ہمیشہ ہے اور سایہ یہ بدل رہے اُن کا جو پہنتے رہے اور بدلہ

اَلْكَافِرِيْنَ النَّارُ ﴿۲۵﴾

منکروں کا آگ ہے ۔

## تفہیم و تشبیح اہل باطل و سرائے معاندین و جزائے مطیعین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اَمَنْ هُوَ قَابِضٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ .... اَنِ ... وَ عَقْبَى الْكَافِرِيْنَ النَّارُ ۝ (رہد) اوپر کی آیتوں میں توحید کا ذکر تھا اب ان آیات میں اہل شرک کی تفہیم و تشبیح اور اہل ایمان اور اہل کفر کی جزاء و سزا کا ذکر فرماتے ہیں۔

پس کیا وہ ذات جو ہر شخص کے سر پر قائم ہے اور اس کی قیوم ہے اور اس کے تمام اعمال پر مطلع ہے ان کے بتوں کی مثل ہو سکتی ہے ہرگز نہیں یعنی کیا وہ ذات پاک جو ہر ایک کی حافظ اور نگہبان ہے اور لوگوں کے نیک اور بد عمل سے باخبر ہے کیا وہ ان بتوں کے برابر ہو سکتی ہے جو محض عاجز اور بے خبر ہیں ہرگز نہیں اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں اسے نبی آپ ان سے کہتے کہ ذرا ان شرکاء کا نام تو لو، دیکھیں کیسے ہیں ان میں کوئی صفت الوہیت کی بھی ہے یا نہیں اور اوپر جو خدو وندوں کی صفات بیان کی گئی ہیں کیا کوئی حیا دار ان پتھروں میں ان کا کوئی نام و نشان بتا سکتا ہے یا حق خدا کو اس چیز کے وجود سے مطلع کرتے ہو جس کے زمین میں ہونے کی اس کو خبر نہیں بضرط حال اگر زمین میں کوئی اس کا شریک ہوتا تو اس کو ضرور معلوم ہوتا یہ ناممکن ہے کہ کوئی چیز واقع میں موجود ہو اور اللہ کو اس کا علم نہ ہو اور زمین کی قید اس لیے لگائی کہ بت پرستوں نے جس قدر شرکاء ٹھہراتے ہوئے تھے وہ سب زمین میں ہی کے تھے یا بے سچے سمجھے اور بے دلیل قفس سرسری اور ظاہری بات کہتے ہو جس کی واقع میں کوئی حقیقت اور مصداق نہیں جیسے جشی کا نام کا فور رکھ لیا جائے اس طرح تمام بتوں کو اللہ کہنا بے معنی الفاظ ہیں تم نے محض اپنے خیال سے ان کو معبود ٹھہرایا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اِنَّ هِيَ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ بَلْ كَفَرُوا  
یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں کافروں کے لیے ان کا مکرو فریب ان کی نظروں میں آراستہ کر دیا گیا یعنی ان کا کفر و  
شُرک محض ایک ملیح کاری ہے جس کو شیطان نے ان کی نظروں میں خوب صورت کر کے دکھایا ہے  
سب دھوکہ اور فریب ہے اور اسی ملیح کاری کی وجہ سے یہ لوگ سیدھے راستے سے روک دیئے گئے ہیں  
شیطان نے ان کو غلط راستے پر ڈال دیا اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں ایسے  
لوگوں کے لیے دنیا میں بھی عذاب ہے مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل اور قید یا طرح طرح کی ذلتیں اور مصیبتیں  
اور البتہ آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے کیونکہ وہ شدید بھی ہے اور دائم و مدید بھی ہے اور  
ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی  
صفت یہ ہے کہ اس کے درختوں اور مکانوں کے نیچے نہیں جاری ہیں میوہ اس کا دائم ہے کبھی منقطع  
نہ ہوگا اور اس کا سایہ بھی دائم ہے وہ بھی منقطع نہ ہوگا جنت میں نہ سورج ہے نہ چاند اور نہ تاریکی لیکن  
دور دور تک سایہ پھیلا ہوا ہے جنت جزا ہے متقیوں کے لیے اور کافروں کی جزا آگ ہے جو کبھی منقطع  
نہ ہوگی



وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ

اور جن کو ہم نے دی ہے کتاب خوش ہوتے ہیں اس سے جو اُنزا

إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ

تیری طرف اور بعضے فرقتے نہیں مانتے اس کی بعضی بات

قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ

کہہ مجھ کو یہی حکم ہوا کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں اس کے

إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَابِ ۖ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا

ساتھ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میڑھکتا اور اسی طرح اُناتا ہم نے یہ کلام

عَرَبِيًّا وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ

حکم عربی زبان میں اور اگر تو پہلے اُن کے شوق پر بعد اس علم کے جو تجھ کو



مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾

پہنچا کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی اور نہ بچانے والا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ

اور بھیجے ہیں ہم نے کتنے رسول تجھ سے آگے اور دی تھیں ان کو

أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ط وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ

جوڑیوں اور لڑکے اور نہ تھا کسی رسول کو کسے آوے کوئی نشانی

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ط لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللَّهُ مَا

مگر اللہ کے اذن سے ہر وعدہ ہے لکھا ہوا مٹاتا ہے اللہ جو

يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ عَصَاكَ أَمْ لَكَ كِتَابٌ ﴿۳۹﴾ وَإِنْ تَأْتِيَنَّكَ

چاہے اور رکھتا ہے اور اسی پاس ہے اصل کتاب اور یا کہیں دکھا دیں ہم

بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفِّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ

تجھ کو کوئی وعدہ جو دیتے ہیں اُن کو یا تجھ کو بھر لیوں سو تیرا ذمہ تو پہنچاتا ہے

الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي

اور ہمارا ذمہ حساب لینا کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں

الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ط وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا

زمین پر گھٹاتے اس کو کناروں سے اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں

مُعَقَّبٌ لِحُكْمِهِ ط وَهُوَ سَرِيعٌ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ

کہ پیچھے ڈالے اُس کا حکم اور وہ سشتاب لیتا ہے حساب اور فریب کرچکے

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ط يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ

ہیں اُن سے اگلے ، سو اللہ کے ہاتھ میں سب فریب جانتا ہے جو کماتا ہے

كُلُّ نَفْسٍ وَ سَيَعْلَمُ الْكَفَرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ (۳۲) وَ

ہر جی اور اب معلوم کریں گے منکر کس کا ہوتا ہے پچھلا گھر اور

يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسَتْ مُرْسَلًا ط قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ

کہتے ہیں منکر تو بھیجا نہیں آیا کہہ اللہ بس ہے

شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (۳۳)

گواہ میرے تمہارے بیچ اور جس کو خبر ہے کتاب کی

## خطاب بہ اہل کتاب دربار نبوت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ آمَنُوا لَكُنْ لَهُمْ الْكِتَابُ يُفْرَحُونَ ..... اِنْ ..... وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (ربط) اوپر کی آیتوں یعنی وَ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ فَعَلَيْكُمْ الْكِتَابُ (الخ) وَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِمَنْ نُبُوت کی بحث گزری، اب ان آیات میں اہل کتاب کی حالت اور منکر بن نبوت کے چند شہادت کا جواب دیتے ہیں کفار عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں زیادہ یہ شہادت کیا کرتے تھے ایک شہد یہ تھا کہ پیغمبر کو تو فرشتوں کی طرح زن و فرزند سے اور علانی بشریہ سے پاک ہونا چاہیے۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ فِيْ هٰذَا شَبْهَ كَاجَوَابِ دِيَاگیا کہ آپ سے پہلے جو نبی بھیجے گئے اور جن کی نبوت کو اہل کتاب بھی مانتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم وغیرہ وہ بھی اہل دعیال داسے تھے دوسرا شہد یہ کرتے تھے کہ یہ کیسے بنی ہیں کہ جو ہماری خواہش کے مطابق معجزات نہیں دکھلا سکتے وَمَا كُنَّا لِنَسْأَلَكَ اَنْ يَّاْتِيَنَا بِآيَاتٍ يَا نَبِيَّ اس شہد کا جواب دیا گیا کہ یہ بات رسول کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے تیسرا شہد یہ ان کا یہ تھا کہ ہماری تکذیب اور مخالفت پر جن مصائب اور آفات سے ہم کو ڈراتے ہیں وہ ہم پر نازل کیوں نہیں ہوتیں دیکھ کر کتاب کے اس شہد کا جواب دیا کہ خدا کے یہاں ہر شے کا وقت مقرر ہے جو پہلے سے لکھا جا چکا ہے اور اس لفظ سے ان کے ایک اور شہد کا اجمالاً جواب ہو گیا کہ یہ کیسے بنی ہیں کہ قرأت و انجیل کے احکام کا اور خود اپنی شریعت کے احکام کا نسخہ جائز دیکھتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ قرآن خدائی کلام نہیں پھر آئندہ آیت میں اس جواب کی تفصیل فرمائی يَمْشِعُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُنْزِلُ مَا يَشَاءُ لِكُلِّ مِصْرَبٍ کہ حسب مصلحت احکام بدل سکتے رہتے ہیں ان شہادت کی تفصیل کے لیے تفسیر کبیر صفحہ ۲۱۴ جلد پانچ دیکھیں اب آئندہ آیات میں ان تمام شہادت کا جواب دیتے ہیں

چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور جن لوگوں کو ہم نے آسانی کتاب دی یعنی توریت و انجیل جیسے عبداللہ بن مسعود اور رضائے نجران و یمن۔ سراداس سے وہ اہل کتاب ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ کو قبول کیا اور اس سے متفع ہوئے ایسے لوگ خوش ہوتے ہیں اس کتاب سے جو آپ کی طرف نازل کی گئی کیونکہ نورِ عقل سے قرآن کو علم و معرفت کا منبع پاتے اور اس کی خبر اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور بعضے فرقے اس قرآن کی بعض باتوں کو نہیں مانتے جو ان کی دنیوی اغراض و منافع میں حائل اور مانع بنتی ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہیں اپنا اختیار ہے کہ تم اپنے احمقانہ عقائد تشلیث اور کفارہ پر قائم رہو جڑاں نیست کہ مجھ کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف ایک اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں کسی کو خدا کا بیٹا ماننا یا جو رو بنانا یہ مشرک ہے اور میں لوگوں کو صرف اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں نہ کسی غیر کی جانب کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اسی کی طرف دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوا ہوں اور اسی کی طرف مجھے واپس جانا ہے اس سرائے فانی کا قیام چند روزہ ہے مطلب یہ ہے کہ قیامت حق ہے اور اس پر میرا ایمان ہے اور یہ امور اہل کتاب کے نزدیک بھی مسلم ہیں اس لیے کہ اصولاً اہل کتاب توحید اور رسالت اور قیامت کے قائل ہیں اور جس طرح ہم نے قرآن سے پہلی کتابوں کو صاحب کتاب کی زبان میں اتارا اسی طرح ہم نے اس کتاب کو حکم عربی بنا کر آپ کی زبان میں اتارا جو عبد العجاز کو پہنچا ہوا ہے اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور یہ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہدایت ہے۔

اس لیے اہل کتاب پر اس کا اتباع واجب ہے کیونکہ یہ آخری کتاب ہونے کے درجے سے تمام پہلی کتابوں کی ناسخ ہے اور ناسخ کے بعد نسخ کا اتباع عہد کی نہیں بلکہ ہوائے نفس ہے اس لیے سے نبی! اگر بغرضِ حال آپ نے اس علم الہی کے آجانے کے بعد ان کی خواہشوں کا اتباع کیا تو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا کوئی مددگار اور عذاب الہی سے بچانے والا نہیں مطلب یہ کہ اللہ کے احکام کو صاف صاف بیان کر و کسی بات میں ان کی پیروی اور رعایت نہ کرو اور ان سے ڈرو و ظاہر میں یہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر اصل مقصود اہل کتاب مشرکین اور منکبرین کو سننا ہے اور اگر کوئی آپ کی نبوت میں یہ طعن کرے کہ رسول کو نکاح اور بیوی بچوں اور کھانے پینے سے کیا مطلب، نبی کو ان دنیوی مرغوبات اور لذات سے کیا تعلق تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نبوت کے منافی نہیں اس لیے کہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے جو کھاتے اور پیتے تھے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور اولاد بھی دی نکاح اور اولاد سے نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ اس سے بشریت کی تکمیل اور تشریف ہو جاتی ہے اسلام ہمیں رہبانیت نہیں سکھانا حضراتِ انبیاء جہانیت اور روحانیت دونوں اعتبار سے کامل ہوتے ہیں اس لیے اہل دجال ان کے فرائض رسالت کی ادائیگی میں حارج اور مزاحم نہیں ہوتے اور اگر کوئی آپ کی نبوت میں یہ شبہ کرے کہ اگر آپ

اللہ کے نبی ہیں تو ہماری خواہش کے مطابق معجزات کیوں نہیں دکھلاستے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی رسول کے امکان میں یہ نہیں کہ بغیر حکم خداوندی اپنی طرف سے کوئی معجزہ اور نشانی لائے بغیر خدا کی مرضی کے بغیر معجزہ نہیں دکھا سکتا معجزہ کا ظہور اللہ کے ارادہ اور مشیت اور اس کی حکمت اور مصلحت پر موقوف ہے نہ کسی خواہش اور رغبت پر وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر وقت موعود اور موت معینہ کے لیے ایک خاص حکم لکھا ہوا ہے اور ہر دور دورہ کے لیے اس کے یہاں ایک کتاب اور خاص تحریر ہوتی ہے جو مقتضائے حکمت و مصلحت اس مدت اور قرن کے لیے مناسب ہوتی ہے اور وہ کتاب کارکنان قضا و قدر یعنی ملائکہ مدبرات کو دے دی جاتی ہے جب تک اس کی معاد باقی رہتی ہے اس وقت تک وہ حکم جاری رہتا ہے جب اس کی معاد ختم ہو جاتی ہے تب دوسرے زمانہ اور قرن کے مناسب دوسرا حکم آتا ہے اس جگہ اجل سے ازمنہ موجودات مراد ہیں ہر موجود کے لیے ایک محدود اور معین زمانہ چاہیے جس میں وہ محدود ہو کر پایا جائے نہ بڑھے نہ گھٹے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وقت کسی کام کے لیے مقرر کر دیا ہے وہ اس کے یہاں لکھا ہوا ہے جب وہ وقت آتا ہے تو جو حکم اس وقت کے مناسب ہوتا ہے وہ ظاہر ہوتا ہے ہر زمانہ کے لیے اس کے یہاں ایک مخصوص کتاب ہے اس نے کمال علم و حکمت سے ہر زمانہ کے لیے ایک حکم معین اور مقرر فرما دیا ہے جو ان پر اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح سمجھو کہ کوئی نشان اپنے لکھے ہوئے وقت سے پہلے ظاہر نہیں ہو سکتا اللہ کا کارخانہ لوگوں کی فرمائشوں اور پبلک کے مطالبات پر نہیں چلتا اللہ نے اپنی حکمت اور مصلحت سے ہر کام کے لیے وقت مقرر کر کے لکھ دیا ہے جب تک وہ مقرر وقت نہ آجائے وہ کام نہیں ہو سکتا مطالبہ اور جلد بازی سے کچھ نہیں ہوتا اس ارشاد و سرایا ارشاد سے مفقود یہ بتلانا ہے کہ ہر قضاۃ الہی اور وعدہ خداوندی کا وقت لکھا ہوا ہے اور ہر قرن اور زمانہ کے لیے جدا حکم ہے جو اس کے مناسب ہے اور ہر حکم اپنے لکھے ہوئے کے مطابق اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے۔

اس آیت سے مشرکین کے اس شبہ کا جواب ہو گیا جو مشرکین کہتے تھے کہ آپ اپنے کفر اور تکذیب کی بنا پر جن بلاؤں اور عذابوں سے ہم کو ڈراتے ہیں وہ کہاں ہیں اس کے جواب میں فرمایا کہ ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور معین ہے جو اللہ کے یہاں لکھا ہوا ہے اپنے اپنے وقت پر اس کا ظہور ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ لیکن کجی رکنا دیکھ میں اجل سے وقت موعود اور مدت معینہ مراد ہے اور کتاب سے نامہ خداوندی اور نوشتہ خداوندی مراد ہے اور آیت اپنے ظاہر پر ہے چہرہ مفسرین نے اسی

علم اس آیت کی یہ تفسیر تفسیر بیضادی اور تفسیر ابوالسود اور تفسیر روح المعانی سے ماخوذ ہے حضرات اہل علم ان تفسیروں سے مراجعت فرمائیں (واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم)



کو اختیار فرمایا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر وہ وقت جس میں اللہ نے کسی امر کے وقوع کو مقدر کیا ہے اللہ کے یہاں اس کے جاری ہونے کا وقت لکھا ہوا ہے اسی لکھے ہوئے کے مطابق اس کا وقوع اور ظہور ہوتا ہے اور فرماؤ توئی یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور اصل کلام اس طرح ہے **لِكُلِّ كِتَابٍ أَجَلٌ**، یعنی امر جس کو خدا تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے اس کے لیے ایک اجل موعَّل اور وقت معلوم ہے کما قال اللہ تعالیٰ **لِكُلِّ نَبَأٍ مُّسْتَقَرٌّ** (دیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۸ نیز تفصیل کے لیے تفسیر کبیر ص ۲۱۵ جلد ۵ دیکھیں)

اب آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہے اس نے اپنی حکمت اور ارادہ اور مشیت سے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے مگر وہ اس پر لازم نہیں اس میں جس طرح چاہے تغیر و تبدل کر سکتا ہے اس لیے کہ اللہ اپنی قدرت اور حکمت سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے اس کو ثابت اور برقرار رکھتا ہے وہ لکھے ہوئے میں تغیر و تبدل پر قادر ہے اس کو اختیار ہے کہ جس حکم کو چاہے منسوخ کر دے اور جس کو چاہے باقی رکھے یہ اس لیے فرمایا کہ یہودیہ کہتے تھے کہ یہ کیسا نبی ہے کہ جو توریت اور انجیل میں اور اپنی شریعت کے احکام میں نسخ کو جائز رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اللہ اپنی حکمت اور مصلحت کے موافق نازل کرتا ہے اور جب وہ مصلحت نہیں رہتی تو اس حکم کو محو کر دیتا ہے یعنی منسوخ کر دیتا ہے اس سے یہودیوں و نصاریٰ کے اس شبہ کا جواب ہو گیا جو وہ نسخ احکام کے متعلق کرتے تھے۔

جاننا چاہیے کہ اس آیت میں جو محو و اثبات کا ذکر کیا گیا اس میں ہر قسم کی تغیر و تبدل داخل ہے مثلاً حکومتوں کا فناء و زوال اور قوموں کا اِدبار و اقبال اور سعادت و شقاوت کا بدلنا اور رزق میں فراخی اور تنگی ہونا اور عالم سفلی میں کون و فساد کا ہونا اس قسم کے تمام تغیرات اور انقلابات و محو و اثبات کے عوم میں داخل ہیں اور مطلب یہ ہے کہ وہ مالک و مختار ہے کبھی موجود کرتا ہے اور کبھی معدوم کبھی زندہ کرتا ہے اور کبھی مارتا ہے کبھی مالدار بناتا ہے اور کبھی فقیر و غنی وغیرہ پس اسی طرح اس کو اختیار ہے کہ جس حکم کو چاہے کسی وقت منسوخ کرے اور جس حکم کو چاہے برقرار رکھے وہ علیم و حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں غرض یہ کہ ہر قسم کی تغیر و تبدل اور ہر قسم کا محو و اثبات اور نسخ احکام سب اس کے ہاتھ میں ہے اور محو و اثبات اور

عَلَمٌ : قال القرطبی قوله تعالیٰ **لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ** ای نکل امر قضاء اللہ کتاب عند اللہ قال الحسن وقیل فیہ تقدیم و تاخیر المعنی نکل کتاب اجل قال الغزالی والضحاک المعنی نکل امر یرکبہ اللہ اجل موعَّل و وقت معلوم نظیر **لِكُلِّ نَبَأٍ مُّسْتَقَرٌّ** تفسیر قرطبی ص ۲۸ جلد ۵

۲۱۶ جلد ۵ امام رازی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے کہ محو و اثبات سے کسی خاص شئی کا محو و اثبات مراد نہیں بلکہ عام مراد میں ۱۲

تغییر و تبدل ” بڑا “ نہیں (جیسا کہ روضہ کا گمان ہے) بلکہ بطریق حکمت و صحت ہے اس لیے کہ اس کے پاس اصل کتاب ہے جس کا نام لوح محفوظ ہے جس میں اس محو و اثبات و تغیر و تبدل کی تمام تفصیل درج ہے اور یہ لوح محفوظ قضا و قدر کے تمام دفاتر کی جڑ ہے اور تغیر و تبدل اور محو و اثبات سے منزه اور مبرا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں ” دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعض اسباب ظاہر ہیں بعض اسباب کی تاثیر کا ایک اندازہ ہے جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کر دے جب چاہے ویسی ہی رکھے آدمی کبھی نکلے کرے مرنا ہے اور کبھی گولی سے بچنا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے وہ ہرگز نہیں بدلتا اندازے کو تقدیر کہتے ہیں یہ دو تقدیریں ہیں ایک بدلتی ہے ایک نہیں بدلتی۔ جو تقدیر بدلتی ہے اس کو معلق کہتے ہیں اور جو نہیں بدلتی اس کو مہم کہتے ہیں“ (کذا فی موضح القرآن)

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ ان آیات کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں ہر فضل و موقت رانامہ ہست یعنی چوں قضائے الہی بوجھے متحقق شود آرزو در عالم ملکوت ثبت فی کتبنا بودی سازد خدا ہر چہ می خواہد وثابت فی کتب ہر چہ خواہد و نزدیک اوست ام الكتاب یعنی لوح محفوظ مترجم گوید صورت حادثہ در عالم ملکوت خلق می فرماید بجز ان اگر خواہد محو کند و ثابت دارد و شاید کہ معنی چنین باشد ہر زمانے را شریعت ہست نسخ می کند، خدا کے تعالیٰ آنچہ می خواہد وثابت فی گذارد آنچہ خواہد و نزدیک اوست لوح محفوظ ” واللہ اعلم (فتح الرحمن)

حاصل کلام یہ کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے اپنی صفت تقدیر اور علم ازلی کو بیان کیا کہ حق تعالیٰ نے حوادث اور واقعات کے لیے ایک وقت مقرر اور مقرر فرمایا ہے ان میں خدا کی مرضی سے رد و بدل بھی ہوتا رہتا ہے اور ایک حکم قطعی ہے وہ کبھی نہیں بدلتا پہلے کو قضا معلق اور دوسرے کو مہم کہتے ہیں۔

## مسئلہ بدا کی مختصر تشریح

شیعہ آیت مذکورہ یعنی **لَا يَمُوتُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُخْتَارُ** سے بابت ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں جس محو و اثبات کا ذکر ہے اس سے بطریق بدا محو و اثبات مراد ہے اللہ تعالیٰ ان کو عقل اور فہم دے اہل سنت کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی تغیر و تبدل اور محو و اثبات سب اللہ کے ہاتھ میں ہے عالم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ سب اس کے علم ازلی اور ارادہ اور مشیت سے ہو رہا ہے اور اللہ کا علم اور ارادہ بدلے سے پاک اور منزه ہے شیعوں کے اس خیال سراپا خیال کے اختلال ظاہر کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

مسئلہ بدا کی مختصر سی تشریح کر دی جائے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بدا جائز نہیں اس لیے کہ بدا کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ ایک چیز کا ارادہ فرمائے پھر اس کو کسی دوسری چیز میں مصلحت ظاہر ہو جو اس سے قبل ظاہر نہ تھی پس ارادہ اول کو فسخ کر کے دوسری چیز کا ارادہ کر لے تو یہ بدا ہے شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ کے لیے بدا جائز اور واقع ہے اور آیت مذکورہ **يَمْضُوا اللَّهَ مَا يَكُنْ لَكُمْ بَيِّنَاتٌ** کو استدلال میں پیش کرتے ہیں یعنی اللہ مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے شیعہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کو دوسرا مصلحت ظاہر ہوتی ہے تو پہلے ارادہ کو بدل دیتا ہے اور یہ ہی معنی بدا کے ہیں علماء شیعہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں ان معنی قبولنا بدالہ تعالیٰ انہ ظہر لہ ما لم یکن ظاہرا یعنی ہمارے اس قول کہ اللہ تعالیٰ کو بدا واقع ہوا اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ایسی بات ظاہر اور معلوم ہوتی جو پہلے ظاہر نہ ہوتی تھی۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بدا کا واقع ہونا ناممکن اور محال ہے کیونکہ نصوص متواترہ سے اتر قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ کا علم ازل تمام کائنات کو محیط ہے ازل سے اب تک تمام کائنات اور ممکنات کو برابر اور یکساں جانتا ہے کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کو پہلے سے نہ جانتا ہو اور بعد میں اس کو جانے عقلاً یہ بات محال ہے کہ اللہ پر کوئی ایسی چیز اور منکشف ہو جو پہلے اس پر ظاہر اور منکشف نہ تھی اور سورہ طہ میں ہے **لَا يَخْضِرُ حَرِّیْ قَلَا یَشْلُو**، اللہ کا علم غلطی اور نسیان سے پاک ہے ساذ اللہ اگر حق تعالیٰ کے لیے بدا جائز ہے۔ تو لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نا عاقبت اندیش ہے اور اس کو انجام کا علم نہیں **تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَالِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا**۔

عجیب بات ہے کہ شیعوں کے نزدیک ائمہ کو تو علم ماکان و مایکون ہو اور خداوند علام الغیوب کو نہ ہو کہ جس کو بدا کی ضرورت لاحق ہو کہ مصلحت ظاہر ہونے پر پہلے ارادہ کو فسخ کرے اور دوسرا چیز کا ارادہ کرے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں خلفاء ثلاثہ اور ہاجرین اور انصار کی مدح کی مگر بعد میں بدا واقع ہوا کہ یہ ساری تحریفیں اور سارے وعدے غلطی سے اول ظہور میں آئے اور بعد میں حقیقتہ الامر صحابہ کی جناب باری کو معلوم اور ظاہر ہو گئی مگر حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی جگہ بھی اشارہ نہ کیا یہ ہمیں بتلایا کہ صحابہ کے بارہ میں مجھے بدا واقع ہو گیا ہے شیعوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو صحابہ کے بارہ میں قدر قلیل بدا واقع نہیں ہوا بلکہ بمقدار عظیم و کثیر بدا واقع ہوا کہ بے شمار آیتوں میں صحابہ کی مدح فرما گئے اور بعد میں ظاہر ہوا کہ یہ سب خلاف مصلحت تھا اور معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ساری ہی عمر اسی غلطی میں مبتلا رہے جس سے خداوند کریم کو بدا واقع ہوا شاید حسب زعم شیعہ جو قرآن امام غائب کے پاس ہے اس میں کوئی آیت ایسی ہو جو اس بات پر دلالت کرتی ہو

کہ اللہ تعالیٰ کو صحابہؓ کے بارہ میں بدا واقع ہوا۔

## بدا کی اقسام

شیعوں کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدا کی تین قسمیں ہیں۔

**قسم اول: بدائی العلم** | وہو ان یظہر لہ خلاف ما علم، یعنی بدا در علم یہ ہے کہ پہلے علم کے خلاف کوئی چیز ظاہر ہو یعنی خدا تعالیٰ نے پہلے سے جو جان رکھا تھا بعد میں حقیقت الامر اس کے خلاف معلوم ہوئی اور منکشف ہوئی۔

**قسم دوم: بدائی الارادہ** | وہو ان یظہر لہ علی خلاف ما ارادہ، یعنی بدا در ارادہ یہ ہے کہ پہلے کچھ ارادہ تھا پھر بعد میں یوں معلوم ہوا کہ یہ ارادہ ٹھیک نہیں تھا۔

**قسم سوم: بدائی الامر** | وہو ان یامو بشیئ ثم یامو بشیئ بعدہ یعنی بدائی الامر یہ ہے کہ پہلے کچھ حکم دیا پھر بعد ازاں یہ معلوم ہوا کہ پہلے حکم میں کچھ غلطی تھی اس حکم کو بدل کر دوسرا حکم ایسا دیا کہ جس میں یہ غلطی نہ ہو بلکہ مصلحت وقت کے مطابق ہو۔

اور شیعہ ان تینوں معنی پر خدا تعالیٰ کے بدا کو جائز قرار دیتے ہیں اور بدا کی پہلی قسم کو شعبہ اپنے عرف میں بدا ذکر اخبار کہتے ہیں اور دوسری قسم کو بدا در تکوین کہتے ہیں اور تیسری قسم کو بدا در تکلیف کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سنت نے بھی بدا کی اس تیسری قسم کو جائز رکھا ہے چونکہ بدا کی تیسری قسم یعنی بدائی الحکم اور بدائی التکلیف، ظاہر نسخ کے مشابہ معلوم ہوتی ہے جس کے اہل سنت قائل ہیں اس لیے شیعوں نے یہ کہہ دیا کہ اہل سنت بھی بدا کی تیسری قسم یعنی بدائی الحکم کو جائز رکھتے ہیں اور بدا کو جائز نہیں رکھتے اور نسخ اور بدائی الامر میں فرق ہے اور ہر ایک کی حقیقت دوسرے سے مغایر اور جدا ہے۔

ابن سنت کہتے ہیں کہ نسخ کی حقیقت اور ہے اور بدا کی حقیقت اور ہے نسخ کی حقیقت یہ ہے کہ ایک حکم کا زمانہ ختم ہو جائے اور دوسرے حکم کا زمانہ آجائے معاذ اللہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے حکم میں کچھ غلطی تھی اس لیے وہ حکم موقوف ہو گیا بلکہ وہ حکم اسی زمانہ تک تھا اس کے بعد دوسرے حکم کا زمانہ آگیا جیسے بندوں میں سے کسی کو پہلے سے زمانہ حکم اول کی مقدار اور مدت معلوم ہو یا نہ ہو واللہ کے یہاں ہر حکم کی ایک میعاد اور وقت مقرر ہے وہ حکم اس میعاد اور مدت تک برقرار رہنا ہے اور یہ سب کچھ اس حکم ازلی میں ہوتا ہے اور ہر حکم اپنے اپنے وقت میں عین حکمت اور عین

مصلحت ہوتا ہے اور غلطی اور خطا سے پاک اور مبرا ہوتا ہے اور ہدائی حقیقت یہ ہے کہ پہلے ایک حکم دیا پھر جب اس میں کوئی نقصان معلوم ہوا تو اس کو بدل دیا تو خطا اور غلطی بدلے کے مفہوم اور اس کی حقیقت میں داخل سے ورنہ پھر وہ بدلائیں تمام کتب شیعہ سے یہ ہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہدائی حقیقت یہ ہے کہ پہلی بات میں کوئی غلطی اور چوک ظاہر ہو جائے اور نیا علم پیدا ہو۔

اہل سنت اس کو محال اور ناممکن قرار دیتے ہیں کہ اللہ کے علم میں اور اس کے ارادہ میں اور اس کے حکم میں کسی خطا اور نسیان کا ذرہ برابر امکان نہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے علیم اور حکیم ہے اس کو کوئی نیا علم ظاہر نہیں ہوتا اور لَحْظًا یُضِلُّکَ یَیُّیٰ وَلَکَ یَسْتَلِیٰ اس کی شان ہے اس کے علم میں کسی غلطی اور بھول چوک کا امکان نہیں اور اللہ تعالیٰ کا بندوں کی مصلحت اور ان کے فائدہ اور منفعت کے لیے احکام کو بدلنا یہ نسخ ہے بدلائیں اللہ تعالیٰ کا ہر حکم ہر زمان اور مکان میں حق اور درست ہے اور اس کے علم قدیم اور حکمت ازلیہ پر مبنی ہے اور خطا اور نسیان سے پاک اور منزه ہے نسخ میں حکم اول کی تبدیلی اس بنا پر نہیں کہ کوئی جدید مصلحت ظاہر ہوئی جو پہلے ظاہر نہ تھی بلکہ مصالح مکلفین کی تبدیلی کی بنا پر احکام میں تبدیلی ہوتی ہے اور اللہ کے علم ازلی میں پہلے سے تھا کہ یہ حکم فلاں وقت تک رہے گا اس لیے اہل سنت نسخ کے قائل ہیں اور بدلے کے قائل نہیں کیونکہ ہدائی معنی یہ ہیں کہ جب غلط معلوم ہو تو اس کو بدل دیا جائے یہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ کا علم محیط ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کو حق تعالیٰ قبل ہونے کے اور بعد ہونے کے برابر نہ جانتا ہو۔

یرو علم یک ذرہ پوشیدہ نیست کہ پیدا تو یہاں، منزدش یکیمت اور آیت یَحْمَدُوا اللّٰہَ مَا یَشَآءُ وَیُؤْتِیْہِمْ مِّنْ حَیْثُ یَشَآءُ ناہمائے اعمال سے حسنات اور بینات کا جو اثبات مراد ہے یا احکام اور شرائع میں تغیر و تبدل مراد ہے علم الہی میں جو اور اثبات مراد نہیں کیونکہ اسی آیت کے بعد متصلاً یہ وارد ہے وَحِجَّۃً اُمُّ الْکِتَآبِ اور اللہ کے پاس اصل کتاب ہے یعنی لوح محفوظ ہے اس میں نہ تغیر ہے اور نہ تبدل ہے اور علم الہی میں جو اور اثبات اور تغیر و تبدل عقلاً محال ہے عالم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ سب اس کے علم ازلی کے مطابق اور موافق ہو رہا ہے۔

اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ کے یہاں دو دفتر ہیں ایک بڑا دفتر ہے جس کی طرف ام الکتاب کا لفظ اشارہ کرتا ہے دوسرا چھوٹا دفتر ہے اور یُکَلِّمُکُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ سے چھوٹے دفتر کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں ہر دور اور مدت کے لیے ایک جدا کتاب ہے اس میں سے جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے باقی رکھے اور یہ جو اثبات اس چھوٹے دفتر میں ہوتا ہے بڑے دفتر میں نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ جملہ یَحْمَدُوا اللّٰہَ مَا یَشَآءُ وَیُؤْتِیْہِمْ مِّنْ حَیْثُ یَشَآءُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کے بعد واقع ہے اور یہ ہی مذہب اہل سنت کا ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بڑا دفتر علم خداوندی کے موافق ہے

یا خود علم خداوندی ہے اس میں گھٹاؤ بڑھاؤ نہیں ہوتا پھر شیعہ کس خوبی پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بڑا کلام اللہ سے ثابت ہے ۔

مسئلہ ہدائے متعلق ہم نے بقدر ضرورت یہ مختصر کلام ہدیہ ناظرین کیا ہے جو تحفہ اثنا عشریہ مصنف حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اور ہدیہ الشیعہ مصنف حضرت مولانا محمد قاسم نانوٹوی قدس سرہ سے ماخوذ ہے حضرت اہل علم اصل کی مراجعت فرمائیں ۔

## کفر کا زوال اور اسلام کا اقبال

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنْ مَأْنُ مَلَكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ... الْهَى... وَكُنْ عِنْدَكَ عِلْمُ الْكِتَابِ (رہد) گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے اپنی شان مجاشات اور صفت تغیر و تبدل کا ذکر فرمایا اب آئندہ آیات میں کفر کے زوال اور اسلام کے عروج اور اقبال کو بیان فرماتے ہیں کہ اس کے آثار شروع ہو گئے ہیں نیز گزشتہ آیات میں کافروں پر دنیوی آفات اور مصائب کے نزول کی خبر دی تھی کما قال تعالیٰ وَلَهُ يَوْمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا تَصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَكْبَرُ أَوْ تُكَلَّفُونَ قَوْلًا مِّنْ دَارِهِمُ الْحَمْلُ اور فرمایا تَحْمِلُهُمْ عَذَابٌ فِي الْحِيلَةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ اب ان آیات میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ اب ان مومنین کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں ان منکرین نبوت کو چاہیے کہ کفر کے زوال اور اختلال کے اور اسلام کے عروج اور اقبال کے جو آثار من جانب اللہ نمودار ہو رہے ہیں نظر اٹھا کر ان کو دیکھیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر ان لوگوں کو آپ کی نبوت میں اس بناء پر شبہ ہے کہ کفر و تکذیب کی بناء پر جس عذاب کی دھمکی دی جاتی ہے وہ نازل کیوں نہیں ہوتا تو اس کے متعلق من یحییٰ ۔

اے نبی! اگر ہم آپ کو اس عذاب میں سے جس کا کافروں کو وعدہ دیتے ہیں اس کا کچھ حصہ آپ کو آپ کی زندگی ہی میں دکھا دیں یعنی آپ کی زندگی ہی میں ان پر کوئی عذاب نازل ہو جائے اور اہل کفر کی ذلت و خواری آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں یا ان وعدوں کے وقوع سے پہلے آپ کو دنیا سے اٹھا لیں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشینوں اور خادموں کے ہاتھ پر باقی ماندہ وعدوں کو پورا کریں بہر حال جو بھی صورت ہو آپ فکر میں نہ پڑیں آپ سے کوئی باز پرس نہ ہوگی بہر حال آپ کے ذمہ تو ہمارا پیغام پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا اور ان کو سزا دینا خدا نے اسلام کی فتح و نصرت اور غلبہ کا اور کفر کی ذلت کا جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا خواہ دیر سے سو یا سویرے باقی ان منکرین کو تاخیر اور ہمت سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے کفر کے زوال اور اسلام کے عروج کے آثار شروع ہو گئے ہیں کیا یہ منکرین نبوت اس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہم ذہین کفر کو اطراف و جوانب سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں دن بدن ملک میں اسلام بڑھتا اور جھیلنا جا رہا

ہے اور کفر گھٹنا جا رہا ہے اور سرداران کفر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جا رہے ہیں اور روز بروز اسلام کی شوکت بڑھ رہی ہے اور کفر و شرک ذلیل و خوار ہو رہا ہے تو اعدائے اسلام اس سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے بعض مغضربین نے اَوَلَمَّا نَافَى الْاَذْوَاعُ نَفَقَتْهَا سے فتوحات اسلامیہ مراد لی ہیں اس بنا پر ان کو اشکال پیش آیا کہ یہ سورت تو کمی ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور ہجرت سے پہلے فتوحات اسلامیہ نہ تھیں تو اس اعتراض سے بچنے کے لیے یہ کہہ دیا کہ یہ سورت مدنی ہے مگر آیت کا صحیح مطلب وہ ہے جو ہم نے عرض کیا اور اس پر یہ اشکال ہی داند نہ ہیں ہوتا کہ جواب کی ضرورت پیش آئے حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اپنے اردو فائدہ میں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فارسی فائدہ میں اسی مطلب کو اظہار کیا وہی راجح اور مختار ہے اور اشکال سے خالی ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

یعنی روز بروز شوکت اسلام بزمین عرب منتشر می شود و دارا الحرب ناقص می گردد و از اطراف آن عامه مفسرین این آیه را مدعی دانند و نزدیک مترجم لازم نیست که مدعی باشد و مراد از نقصان دارا الحرب اسلام اسلم و غفار و چهینه و سزینه و فباکل ممن است یعنی از هجرت، انتهای -

اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں ہم چلے آتے ہیں زمین پر گھسٹاتے یعنی اسلام پھیلتا جا رہا ہے عرب کے ملک میں اور کفر گھسٹتا ہے“ ۱۰ھ

مقصود اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے کہ اگر یہ مسلمانین آپ کی نبوت اور دعوت کو قبول نہ کریں تو رنجیدہ نہ ہوں آپ کا جو کام تھا وہ آپ نے کر دیا اور آیت لَکُمْ عَذَابٌ فِي الْحَبْلَةِ الَّذِي لَا يَأْتِيكُمُ الْكُفْرُ إِلَّا تَصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا فَكَارِهِمْ هُمْ يَسْتَعْجِلُونَ عَذَابَ يَوْمِهِمْ الَّذِي يَخْلُفُ عَنْهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَكَبِّرُونَ (سورہ ابراہیم: ۱۸-۲۰) کے تحت لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت پر آئے گا اس کا کچھ حصہ آپ کی زندگی میں آپ کو دکھلا دیں گے اور باقی ماندہ حصہ آپ کی وفات کے بعد پورا ہوگا آپ نے فرمایا تھا اور بعض فتوحات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی واقع ہوئے ورنہ تھے اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کے ہاتھ پر واقع ہوئے ورنہ تھے۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فتوحات اور غلبہ اسلام کا کیا اس کا پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے ان میں بعض دکھلا دیں گے اور بعض آپ کے اٹھالیس کے بعد آپ کے خادموں کے ہاتھ پر سے ہوں گے کیا مسلمانوں کو معلوم نہیں ہے کہ ہم دن بدن کفار کی زمین اطراف و جوانب سے کم کرتے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کا وارث بناتے جاتے ہیں۔

اور اللہ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے کوئی اس کے حکم کو پیچھے ہٹانے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے کافروں کو جلد سزا دے گا اور مومنوں کو جلد جزا دے گا اور یہ لوگ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں تو خوب سمجھ لیں کہ حقیق گزشتہ کافروں نے بھی اپنے انبیاء کے ساتھ کر دوزخ کیا مگر سب بے کار گیا اس لیے کہ سب مکر و فریب اللہ کے قہر قدرت میں ہے مکر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو ایسے طریقے سے براقی پہنچانا کہ خبر نہ ہو سو یہ امر حقیقتاً اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور طلب یہ ہے کہ اللہ کافروں کے مکر کو چلنے نہیں دے گا ہر شخص جو بھی کام اور تدبیر کرتا ہے اللہ اس کو خوب

جانتا ہے اور یہ مگر کرسنے والے اللہ کی ذمیل سے دھوکہ میں نہ پڑیں ان کافروں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دار آخرت کا اچھا انجام کس کیلئے ہے۔

اور کافر یہ کہتے ہیں کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے نہیں آپ کہہ دیجیے کہ تمہارے انکار سے کیا ہوتا ہے میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے خداوند قدوس نے میری صداقت کے بڑے بڑے نشانہ تم کو دکھلائے، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کی گواہی کے معنی یہ ہیں کہ اللہ بیچ کو بڑھاتا ہے اور جھوٹ کو مٹاتا ہے اور جس کے پاس کتاب الہی کا صحیح علم ہے۔ وہ بھی میری نبوت کا کافی گواہ ہے یعنی جن یہودیوں اور عیسائیوں کو توریت اور انجیل کا صحیح اور واقعی علم ہے اور وہ طالب دنیا اور حق کو چھپانے والے نہیں تو وہ میری نبوت کو خوب جانتے ہیں چنانچہ ایسے یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ کی نبوت کی شہادت دی قال اللہ تعالیٰ اَوَكُم يَكُنْ لَهُمْ اَيَّةٌ اَنْ يَخْلُقَهُ عَلْمُكَ نَحْيًا اَمْ سِرَائِيلَ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاشْهَدُ اَنْ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ رَبَّنَا اَتَنَا بِمَا اَنْزَلْتَنَا وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاَكْتَبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا اَرْحَمَ الرَّحْمٰیْمِ۔

## خاتمہ

الحمد للہ آج بتاریخ ۱۵ شوال المکرم یوم یکشنبہ بوقت چاشت سورہ رعد کی تفسیر سے فراغت ہوئی فلہذا الحمد اولاً و آخراً اسے اللہ اپنی رحمت کاملہ سے بقیہ تفسیر کے اتمام کی توفیق عطا فرما اور اس کو قبول فرما، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ وَتُبَّ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر سورۃ ابراہیم

یہ سورت کمی ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اس میں باون آیتیں اور سات رکوع ہیں چونکہ اس سورت میں خانہ کعبہ اور حج بیت اللہ کے متعلق حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کا ذکر ہے جو خانہ کعبہ کی عظمت اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اسی لیے یہ سورت انھیں کے نام سے موسوم ہوئی کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پانچ سو برس پہلے اور خانہ کعبہ قبلہ صلوٰۃ قرار دیا گیا اور حج بیت اللہ جو اسلام کا جو تہذیب ہے وہ فرض ہوا اور یہ سب حضرت ابراہیمؑ کی فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے ۔

(ربط) سورت سابقہ کی طرح اس سورت میں بھی توحید اور رسالت اور قیامت کے مضامین کا ذکر ہے۔ گزشتہ سورت کے شروع میں نزولِ قرآن کا ذکر تھا اور اس سورت کے شروع میں نزولِ قرآن کی حکمت کا بیان ہے کہ لوگ اس قرآن کے ذریعہ ظلمت سے نکل کر نور میں آئیں۔

نیز گزشتہ سورت میں کہتا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاِیَّادِیْنَ اَللّٰہی مضمون  
 تھا اسی طرح اس سورت میں انبیاء و رسل کا جواب مذکور ہے وَ مَا کَانَ لَنَا اَنْ نَّشَاقِبَکَ بِمُطْلَقِ الْاِیَّادِیْنَ  
 اَللّٰہی دونوں آیتوں کا ایک ہی مطلب ہے نیز گزشتہ سورت میں کافروں کے مکر کا ذکر تھا اسی  
 طرح اس سورت میں بھی کافروں کے مکر کا ذکر ہے۔



آيَاتُهَا ٥٢ : ١٢ : سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ : ٤٢ : رُكُوْعَاتُهَا ٤

سورۃ ابراہیم مکی ہے اور اس میں بدن آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

م شروع اللہ کے نام سے جو بخشنے والا نہایت مہربان ہے

الرَّاكِبُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ

ایک کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری تیری طرف، کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے

إِلَى الثَّوْرِ بِأَذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ①

اجائے گا، اُن کے رب کے حکم سے راہ پر اس زبردست سراپے اللہ کی

اللَّهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَ

جس کا ہے سب جو کچھ آسمانوں و زمین میں اور

وَيْلٌ لِلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ② وَالَّذِينَ

طرائی ہے منکروں کو ایک سخت عذاب سے جو پسند

يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ

رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے اور روکتے ہیں

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ

اللہ کی راہ سے، اور ڈھونڈتے ہیں اس میں کجی وہ بھول پڑے ہیں

بَعِيدٍ ③ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ

دور اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے، مگر بولی بولتا اپنی قوم کی

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي

کہ اُن کے آگے کھولے پھر بھٹکانا ہے اللہ جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ④

جس کو چاہے اور وہ ہے زبردست حکمتوں والا

## آغاز سورت بر بیان مقصد بعثت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الْاِنْسَانُ اَنْزَلْنَاهُ الْكَلِمَ الْفَصْلَةَ لَتُعْرِضَ النَّاسُ مِنَ الْعُلَمَاءِ اِلَى الشُّوْنِ... اللَّهُ... وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ  
گزشتہ سورت کی طرح اس سورت کا آغاز بھی قرآن کریم کی عظمت سے کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ

بتلا دیا گیا کہ قرآن کے نازل کرنے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے مقصد یہ ہے کہ آپ اس کتاب کے ذریعے سے لوگوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالیں اور جو لوگ دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں ان کو آخرت کا راستہ بتلائیں دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے اور طلبات یعنی اندھیروں سے کفر اور شرک اور معصیت کے انواع و اقسام مراد ہیں اور فوراً حق سے دینی حق مراد ہے چنانچہ فرماتے ہیں السر اسکے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں یہ کتاب ایک قرآن ہے جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے تاکہ لوہ اس کے ذریعے لوگوں کو کفر اور معصیت کی تاریکیوں سے ایمان اور ہدایت کی روشنی کی طرف نکالے ان کے پروردگار کے حکم سے یعنی خدا کی توفیق اور ہدایت سے جس کے لیے ہدایت مقدر کی ہے وہ رسول کی دعوت سے ہدایت قبول کرے گا کیونکہ اصل ہادی اللہ تعالیٰ ہیں اور رسول داعی ہیں اپنی دعوت کے ذریعہ ظالموں سے نکال کر روشنی کی طرف یعنی ایسے خدا کے راستہ کی طرف لے جاتے ہیں جو غالب اور ستودہ ہے اور وہ راہ دین اسلام ہے اس اللہ کے راستہ کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملک ہے اور خدائی اور برہادی ہے کافروں کے لیے کہ جو راہ کج کی طرف مائل ہیں اور اس سیدھی راہ میں حائل ہیں ایسوں کے لیے بڑا سخت عذاب ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابل میں محبوب رکھتے ہیں ان کی تمام جدوجہد صرف دنیا کے لیے ہے اور آخرت کو طاق لسیان میں رکھ دیا ہے خود کا تو یہ حال اور دوسروں کو بھی راہ خدا سے روکتے ہیں اور راہ حق میں کمی کے متلاشی رہتے ہیں یعنی دین اسلام میں طرح طرح کے عیب نکالتے بہتے ہیں تاکہ اس سیدھے راستے کو شیطانیات کہ سکیں ایسے ہی لوگ ایسی گمراہی میں جا پڑے ہیں جو حق اور نور ہدایت سے بہت دور ہے بظاہر اب راہ ہدایت کی طرف آنے کی کوئی امید نہیں۔

## کفار کا ایک شبہ اور اس کا جواب

کفار یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن تو آپ کی زبان میں اتر اگر کسی اور زبان میں ہوتا تو ہم یقین کرنے کے یہ منزل من اللہ ہے یہ قرآن تو آپ کی زبان میں ہے اس لیے یہ احتمال ہے کہ شاید یہ قرآن خود آپ ہی کا بیا ہوا ہے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اسی قوم کی بولی اور زبان میں تاکہ احکام الہیہ کو بخوبی ان کی زبان میں بیان کر سکے اور قوم اس کی بات کو بآسانی سمجھ سکے اور وہ نبی ان کو خدا کا راستہ بتاتے اور ظلمت سے ان کو دور کی طرف نکالے پھر اس انداز اور بیان کے بعد جب ان پر حجت الہیہ قائم ہو جاتی ہے تو اللہ جس کو چاہتا ہے مگرہ کرتا ہے کہ ہدایت کا نور اس کے دل تک نہیں پہنچتا اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے کہ اس کے دل میں نور پیدا کرتا ہے اور وہ ایسا غالب اور زبردست ہے کہ کوئی اس کی مشیت کو روک نہیں سکتا بڑا حکمت والا ہے



قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ لَا

قوم کو اندھیروں سے اُجالے کو

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيْمِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ

اور یاد دلا اُن کو دین اللہ کے اہتہ اس میں

لَايَةٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ

نشانیاں ہیں اسی کو جنات بہنے والا حق ماننے والا اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو

اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ

یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر، جب بچھڑایا تم کو فرعون کی قوم سے

يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيَذُبُّونَ أَبْنَاءَكُمْ وَ

ہو دیتے تھے تم کو بری مار اور ذبح کرتے بیٹے تمہارے اور

يَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ

اور جیتی رکھتے عورتیں تمہاری اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی

عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

بڑی اور جب سنا دیا تمہارے رب نے کہ اگر حق مانو گے تو اور دوں گا تم کو

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ

اور اگر ناشکری کرو گے تو میری مار سخت ہے اور کہا موسیٰ نے

إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا لَا فَائِدَ لِّلَّهِ

اگر منکر ہو گے تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے تو اللہ

لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

بے پرواہ ہے سب خوبیوں سرایا

## ذکر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى، وَلَقَدْ آدَمْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا..... إِلَى..... فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى حَمِيدٌ (ربطہ) گزشتہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی عرض و غایت کو ذکر کیا اب آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرامؑ کے کچھ واقعات ذکر کر کے بتلاتے ہیں کہ اور انبیاء کی بعثت سے ہیں۔ یہی مقصود تھا کہ وہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائیں اور ان کو آخرت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایں اور اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں کہ انسان ظلمت سے نکل کر نور میں آجائے اور اس کو خدا کا راستہ نظر آنے لگے اور جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کی زبان عبرانی میں کتاب دی اسی طرح ہم نے آپ کو قرآن آپ کی قوم کی زبان عربی میں دیا چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور البتہ بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر اپنی قوم کو نوری تاریکیوں سے نور ایمان کی طرف نکال اور ان کو یاد دلادہ دن جس میں اللہ نے قوم نوح اور قوم عاد اور قوم ثمود سے اپنے پیغمبروں کا بدلہ لیا یہ مطلب ہے کہ ان کو اللہ کے انعام اور انتقام کے واقعات اور معاملات یاد دلانے کے لیے شک اس قسم کے معاملہ میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے اسے میری قوم! یاد کرو اللہ کے انعامات اور احسانات کو جو تم پر جوئے خاص کر جب کہ اس نے رہائی دی تم کو آل فرعون کے ظلم و ستم سے، وہ تم کو بری طرح عذاب دیتے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرنے اور تمہاری لڑکیوں، بیٹیوں کو خورقوں کو زندہ بھجورہتے بلکہ چاہتے تھے کہ لڑکیاں زندہ رہیں تاکہ ان کو باندیاں بنا کر ان سے خدمت لیں اور اس معاملہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی یا یہ صحنہ ہیں کہ ایسی بلا سے نجات دینا اور پھر اسے خروج میں بدلنا حق تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اسے میری قوم وہ وقت یاد کرو جب میرے پروردگار نے میرے ذریعہ تم کو خبردار اور آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو البتہ میں تم کو اور زیادہ دن کا گا اور اگر تم نے میری ناشکری کی تو مجھ رکھو بے شک میرا عذاب سخت ہے تو تم کو ڈرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ناراض ہو کر اپنی نعمت نہ واپس لے لے شیخ عطارؒ فرماتے ہیں۔

شکر نعمت نعمت افزوں کند      ب      کفر نعمت نعمت بیروں کند

اس لیے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اگر اسلام اور ایمان کی نعمت کا شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس میں زیادتی فرمائے گا اور مقام احسان اور مشاہدہ تک پہنچا دے گا اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا اے قوم اگر تم اور تمام روئے زمین کے باشندے مل کر بھی خدا کی ناشکری کرنے لگو تو خوب سمجھ لو کہ تحقیق اللہ بے نیاز ہے اسے کسی کے شکر کی ذرہ برابر ضرورت نہیں اور نہ تمام عالم کی ناشکری سے اس کا کوئی ضرر

ہے اور وہ سنودہ ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی تسبیح و تحمید میں غرق ہے  
 بذکرش جملہ موجودات گویا : ہمہ اور از روئے شوق جویا

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

کیا نہیں پہنچی تم کو خبر ان کی جو پہلے تھے

قَوْمِ نُوْحٍ وَعَادٍ وَثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ

تم سے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور جو ان سے پہلے ہوئے ،

لَا يَعْلَمُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

ان کی خبر نہیں مگر اللہ کو : آئے ان پاس رسول ان کے نشانیاں لے کر

فَرَدُّوا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْا اِنَّا كَفَرْنَا

بھرتے دیتے ان کے ہاتھ ان کے منہ میں اور بولے ہم نہیں مانتے

بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَا

جو تمہارے ہاتھ بھیجا اور ہم کو شبہ ہے اس راہ میں جس طرف ہم کو بلائے ہو

اِلَيْهِ مُرِيْبٌ ۙ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اِنِّی اللّٰه شَكٌّ فَاطِرِ

جس سے خاطر جمع نہیں بولے ان کے رسول کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

جائے آسمان اور زمین تم کو بلاتا ہے کہ بخشے کچھ گناہ تمہارے

وَيُوْخِرْكُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى ط قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

اور ڈھیل دے تم کو ایک وعدہ تک جو تمہارے کہنے لگے تم تو یہی

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط تَرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

آدمی ہو ہم سے ، چاہتے ہو کہ روک دو ہم کو ان چیزوں سے جن کو پوجتے

أَبَاؤُنَا فَاتُّوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ

رہے ہمارے باپ دادے، سولاء کوئی سند کھلی ان کو کہا ان کے رسولوں نے

إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ

ہم یہی آدمی ہیں جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے

عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ

اپنے بندوں میں جس پر چاہے اور ہمارا کام نہیں کرے

تَأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَعَلَى اللَّهِ

آویں تم پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝۱۱ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ

بھروسہ چاہیے ایمان والوں کو اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر

وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۖ وَكُنْصِرْنَ عَلَىٰ مَا أَذَيْتُمُونَا ۖ

اور وہ سمجھا چکا ہم کو ہماری راہیں اور ہم صبر کریں گے ایذاہر جو ہم کو دیتے ہو

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝۱۲ وَقَالَ الَّذِينَ

اور اللہ پر بھروسہ چاہیے بھروسے والوں کو اور کہا منکروں نے

كَفَرُوا بِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ

اپنے رسولوں کو ہم نکال دیں گے تم کو اپنی زمین سے یا پھر آؤ ہمارے

فِي مَلَّتِنَا ۚ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝۱۳

دین میں تب حکم بھیجا اُن کو، رب اُن کے لیے کھادیگے ان ظالموں کو

وَلَنَسِيكَنَنَّكَمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ

اور بسا دیں گے تم کو اس زمین میں اُن کے پیچھے یہ ملتا ہے اسی کو جو ڈرا





مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۱۳) وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ

کھڑے ہونے سے میرے سامنے اور ڈرامبر ڈرے اور فیصلہ لگے مانگنے اور نامراد ہوا جو

جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۱۵) مِّنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ

سرکش تھا ضد کرنے والا پیچھے اس کے دوزخ ہے اور پلاویں گے اس کو پانی

صَدِيدٍ ۱۶) يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ

پیمپ کا گھونٹ گھونٹ لیتا ہے اس کو اور گلے سے نہیں اُتار سکتا اور چلی آتی ہے

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ

اس پر موت ہر جگہ سے اور وہ نہیں مرنے اور اس کے پیچھے مار ہے

غَلِيظٌ ۱۷)

گڑھی

## تذکیر بایام اللہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى، اَنْتُمْ يَا نَبِيَّكُمْ نَبَاؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ... اِلٰى... وَمِنْ وَرَآئِهِمْ عَذَابٌ غَلِيْظٌ (ربط، گزشتہ آیات میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم تھا کہ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ، کہ لوگوں کو اللہ کے دین میں اس کے معاملات کی یاد دلاؤ کہ کس طرح اللہ نے انبیاء سابقین کے مکذبین اور منکرین کو ہلاک کیا تاکہ یہ منکرین ان سے عبرت پکڑیں ان آیات میں پہلی امتوں کا حال اور آئیں یاد دلاتے ہیں کہ انہوں نے انبیاء کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور پھر خدا نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گزشتہ قوموں نے اپنے مال و دولت پر بھروسہ کرتے ہوئے انبیاء کی تحقیر و تذلیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور انبیاء کرامؑ نے اپنے پروردگار پر بھروسہ کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ انبیاء کرامؑ اور ان کے اصحاب و احباب نے نجات پائی اور ان کے دشمن عذاب خداوندی سے ہلاک ہوئے چنانچہ فرماتے ہیں کیا تم کو ان لوگوں کی ہلاکت کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے یعنی قوم نوح اور عاد قوم ہود اور ثمود قوم صالح کی اور ان قوموں کی جو ان تینوں قوموں کے بعد گزر رہی ہیں جن کے مفصل حالات اور تعداد کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا مطلب یہ ہے کہ تم کو ان کے حال سے عبرت پکڑنی چاہیے یہ کلام یا تو موسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے یا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کو خطاب ہے اور ان قوموں کی خبر ان لوگوں میں معروف اور متواتر تھی اور ان کا آغاز اور انجام ان کو معلوم تھا اس لیے ان کو یاد دلایا تاکہ عبرت پکڑیں اللہ تعالیٰ نے ان کا عبرت ناک حال اس طرح بیان کیا کہ ان کے رسول ان کے پاس اپنی رسالت کے کھٹے ثبوت لے کر آئے پس ان کی قوموں نے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا۔

(۱) کہ اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دے دیتے کہ چمپ رہو اور کوئی حرف اس قم کا منہ سے نہ نکالو یا یہ معنی ہیں کہ قوموں نے تعجب سے اپنے منہ میں دے دیتے یعنی انگشت بندگان ہو گئے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

(۲) اور یہ کہا کہ ہم اس پیغام کو نہیں مانتے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو یعنی جس چیز کو تم اپنے زعم میں پیغام خداوندی بتلاتے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔

(۳) اور جس راہ کی طرف تم ہم کو بلا تے ہو اس کے بارہ میں ہم شک میں ہیں جس نے ہم کو قتل اور اضطراب میں ڈال دیا ہے اور اس شک کا منشاء صرف ان کی جہالت اور بے خبری اور اغراض فاسدہ تھیں اس لیے رسولوں نے ان کے جواب میں کہا کیا تم کو اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے یعنی یہ آسمان اور زمین تمہاری نظروں کے سامنے ہیں جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ یہ اتنی بڑی عمارت خود بخود تو بن کر کھڑی نہیں ہو گئی یہ عجیب و غریب آفرینش اس کے صانع کی ہستی پر شاہد ہے پس جس خداوندِ ذوالجلال کا وجود اور ہستی اس قدر بدیہی ہے اس کا کیوں انکار کرتے ہو اب اس کے بعد اس کی کمال رحمت کو بیان کرتے ہیں وہ خدا تم کو ایمان اور ہدایت کی طرف اس لیے بلاتا ہے تاکہ تمہارے کچھ گناہ معاف کرے اور تاکہ تمہیں ایک مدت معین تک ہدایت دے اور دنیا میں تم پر عذاب نہ کرے اس جواب پر قوم کفار کے لوگ بولے اور زمین شہیہ پیش کیے۔

## یہ ہلاشبہ

تو یہ کیا کہ تم ہم جیسے ایک آدمی ہو اور تمام انسان مابین انسانیت اور حقیقت بشریہ میں مساوی اور برابر ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان تو اللہ کا رسول ہو جائے اور دوسرا اس پر ایمان لائے اور اس کا پیرو بنے تم صورت اور ہیئت میں ہم جیسے ہو تم کو ہم پر کیا فضیلت اور برتری ہے جو ہم تمہاری پیروی کریں۔

## دوسرا شبہ

یہ کیا کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اس طریقہ پر پایا اور تم یہ چاہتے ہو کہ ہم کو ان چیزوں کی پرستش

سے روک دو جن کو ہمارے آباد اجداد پوجتے تھے ہم تمہارے کہنے سے اپنے آبائی طریقہ کو کیسے چھوڑیں۔

## تیسرا شبہ

یہ تھا کہ اگر تم دعوائے نبوت و رسالت میں بچے ہو تو ہمارے سامنے ایسی روشنی دلیل لاؤ جس کو ہم بھی تسلیم کریں مطلب یہ تھا کہ تم نے جو معجزات ہم کو دکھلائے ہیں ان پر ہم مطبق نہیں ایسے معجزات قاہرہ رکھلاؤ جن کو دیکھ کر آدمی ایمان لانے پر مجبور ہو جائے۔

## رسولوں کا جواب

ان کے رسولوں نے ان کے جواب میں ان سے کہا کہ تمہارے یتیموں کیسے ہمل ہیں۔

## پہلے شبہ کا جواب

بے شک ہم تم جیسے بشر ہیں یعنی صورت اور ہیئت میں بلاشبہ تمہاری طرح ہیں اس سے ہم انکار نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اسان کو تسلیم اور نبوت و رسالت سے اس کو سرفراز کرتا ہے جس انسانیت میں شریک ہونے سے یہ لازم نہیں کہ اس جنس کے تمام افراد فضائل و کمالات میں برابر ہو جائیں صورت اور ہیئت کے اعتبار سے عاقل اور غافل، جاہل اور فاضل سب برابر ہیں پس جس طرح ایک جنس کے افراد میں فضائل و جسمانیہ کے اعتبار سے تفاوت ممکن ہے اسی طرح فضائل روحانیہ میں بھی تفاوت ممکن ہے جاہلوں نے انبیاء کی صورت و شکل دیکھ کر یہ خیال کر لیا کہ ہم اور وہ یکساں ہیں حالانکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

## دوسرے شبہ کا جواب

اور اسی سے دوسرے شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ حق و باطل کی تمیز اور صدق و کذب کا فرق یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اس کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اس کو عطا کرتا ہے اور ایک کثیر جماعت کو اس سے محروم کرتا ہے تمہارے آباد اجداد جاہل اور نادان تھے اور بے بصیرت تھے ان کو حق و باطل کی تمیز نہ تھی اور جاہلوں کا اتفاق کسی عاقل پر حجت نہیں۔ (تفسیر کبیر ص ۳۳۵)



سے آپ کو صابی کہتے تھے یعنی آبائی دین سے پھر جانے والا کہتے تھے اور آپ کے قتل کے درپے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قتل مرتد کا مسئلہ کافروں کے نزدیک بھی مسلم ہے۔

## خداوند عالم کی طرف سے جواب

کافرب خدا کے پیغمبروں کو اس قسم کی دھمکیاں دینے لگے تو وحی مجبیٰ رسولوں کے رب نے کہ تم کافروں کے اس کہنے سے کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے خوف مت کرو البتہ تحقیق ہم اپنی عالمی کو ہلاک اور تباہ کریں گے اور ان کے ہلاک کرنے کے بعد چہارے شعبوں کو اس زمین میں بسائیں گے کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔ اسْتَعِصِمُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَعَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ذَلِكُمْ عَلَى الْبَشَرِ لِيُشْرَوْا بِهَا صَبْرًا وَادَبًا وَكَانَ يَفْعَلُ مَكْرَهُمْ فَقَوْمٌ مِنْ قَوْمِهِ وَمَا كَانُوا يَعْلَمُونَ۔

آگے فرماتے ہیں میری طرف سے یہ وعدہ اس شخص کے لیے ہے جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے کہ اپنے پروردگار کو کیا منہ دکھاؤں گا اور میرے عذاب سے بھی ڈرے اس قسم کا خوف دین اور دنیوی کامیابی کی علامت ہے۔

انبیاء اور ان کی قومیں خدا سے فیصلہ چاہنے لگے انبیاء اپنی فتح کے طلب گار ہوئے اور کافرا اپنی فتح کے طلب گار ہوئے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ فوج علیہ السلام نے دعا مانگی فَافْتَحَ مَبِئْتِي وَيَسْتَسْأَلُ فَتْحًا وَنَجْجِي اور لوط علیہ السلام نے یہ دعا مانگی رَبِّ نَجِّنِي وَصَلِّ عَلَى الْعَمَلِ صَلَوات اور شعیب علیہ السلام نے یہ دعا مانگی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَغِيْرُوهُمْ عَنْ يَدِ كَيْدِ اَنْبِيَائِنَا نَحْنُ الْغَالِبُونَ اور کافروں نے اپنی فتح کی دعا مانگی اِنَّ اَللّٰهَ اَمَّا كَانَتْ هَذِهِ لَافْتَحِ

محلہ واستغواہ کی ضمیر میں دو قول مشہور ہیں ایک یہ کہ یہ ضمیر رسولوں کی طرف راجع ہے کہ رسولوں نے اپنے رب سے اپنی فتح چاہی اور ایک قول یہ ہے کہ ضمیر کفار کی طرف راجع ہے کہ کفار جہل مرکب میں مبتلا تھے اور ازراہ نمرود عند فیصلہ چاہتے تھے کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ حاكِمًا عَنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ كَانَتْ هَذِهِ اَلْغَنَى مِنْ عَذَابِكَ فَاَمْلِطْ عَلَيْنَا جَنَازَةً مِنَ السَّمَاءِ اَوْ اَنْتِنَا بِعَذَابِ الْيُسُفِ اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر انبیاء اور کفار دونوں کی طرف راجع ہے انبیاء نے اپنے لیے فتح طلب کی اور کافروں نے اپنے لیے فتح طلب کی (دیکھو روح المعانی ص ۱۸۰ جلد ۱۳)

هَؤُلَاءِ مِنَ الَّذِينَ جَاءُواكَ فَأَمَطَ عَلَيْهِمْ جَزَاءَ مِمَّنَ السَّمَاءِ وَإِذَا شِئْنَا بِكَ دَابَّ أَرْلِيمُ بِغَرَضٍ  
 کہ کہ دونوں طرف سے فیصلہ کی جلدی ہونے لگی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کن عذاب نازل کر دیا اور جب وہ فیصلہ  
 کن عذاب آیا تو انبیاء و رسل تو کامیاب ہوئے اور ہر گز مماند نامراد ہوا یہ تو دنیا میں ہوا اور اس کے علاوہ  
 اس کے آگے دوزخ ہے اور وہاں اس کو پھینک دیے پیپ ہو دیا جائے گا جو کافروں کی کھال وغیرہ سے  
 بہہ کر جمع ہو گا جب وہ پیاس سے بے تاب ہو گا تو یہی کچھ ہواں کو پھینک کر دیا جائے گا وہ اسے بدلتی  
 اور بدلتی اور حرارت کی وجہ سے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا اور باسانی اس کو لگے سے نہیں اتار سکے  
 گا لیکن چار و ناچار شدت پیاس کی وجہ سے مشکل اس کو اتارے گا ترمذی میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے  
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر کے آگے صدید پیپ پیش کی جائے گی وہ اس  
 سے کراہت کرے گا جب اس کے منہ کے قریب کی جائے گی تو اس کا چہرہ جھلس جائے گا اور سر کی کھال اتر  
 کر گر پڑے گی اور جب پی جائے گا تو اس کی آنکھیں کٹ کر پلٹانے کی راہ سے نکل پڑیں گی اور پھر آپ نے  
 یہ آیت پڑھی وَ اِذَا شِئْنَا بِكَ دَابَّ اَرْلِيمُ بِغَرَضٍ وَ اِذَا شِئْنَا بِكَ دَابَّ اَرْلِيمُ بِغَرَضٍ وَ اِذَا شِئْنَا بِكَ دَابَّ اَرْلِيمُ بِغَرَضٍ  
 سَلَاوَتْ مُؤْتَفَعًا (دواہ احمد و سنان ایضاً) اور دوسری جگہ ہے وَ سَقَمُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَعُوا  
 اَنْفُسَهُمْ غَرَضٍ یہ کہ جب کافر جہنم میں پیاس سے بے تاب ہو گا تو اس کو پیپ جیسا پانی پلایا جائے  
 گا اور ہر طرف سے اس کو موت آئیں گے یعنی موت کی کوئی نوبت ایسی باقی نہ رہے گی جو اس کو نہ آوے  
 مگر وہ مرنے والا نہیں کہ مر کر ان تکالیف اور شدائد سے نجات پا جائے کما قال اللہ تعالیٰ  
 لَا يُقْضٰی عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوْا وَاَوْلٰئِكَ يَخْشَفُوْنَ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا۔

آنتیں جس کھٹ کر گریں گی اور کھال جس سڑ کر گرے گی مگر موت نہیں آئے گی بلکہ بدستور کھال اور آنتیں بحال کر دی جائیں گی تاکہ ہر باد اس کو نیا عذاب دیا جاسکے اور جس عذاب کا وہ دنیا میں منکر تھا اب اللہ بادلک مڑ چکنا رہے اور اس کے آگے اور سخت عذاب ہے جو ہر لحظہ شدید اور حدید ہوتا رہے گا جس کی کوئی انتہا نہیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ

احوال ان کا جو منکر ہوئے اپنے رب سے، ان کے کئے جیسے راکھ

اِسْتَدَّتْ بِهَ الرِّجْفُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ

زور کی چلی اس پر باؤ دن آندھی کے کچھ ہاتھ ہیں نہیں

مِمَّا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿١٨﴾

اپنی کماٹی میں سے یہی ہے دور بہک پرنا

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ

تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان و زمین جیسے چاہیے اگر

يَسَّآئِدُ هَبْكَمُ وَاٰتٍ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ وَمَا ذٰلِكَ

چاہے تم کو لے جاوے اور لاوے کوئی پیدائش نئی اور یہ اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۙ

مشکل نہیں

## مثال اعمال کفار

قال اللہ تعالیٰ، مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَوْمَادٍ..... اِلٰی..... وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ  
 درجہ اوپر کافروں کے انواع و اقسام کے اعمال کے خالص ہونے کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح آدمی والے دن تیز آندھ سے راگھ اڑ  
 جاتی ہے اور اس کا کچھ نام و نشان باقی نہیں رہتا اسی طرح کافروں کے اچھے اعمال جیسے صدقات و خیراتوں نے کھالت کھود دیئے وہ قیامت کے دن  
 کوئی تیز آندھ جیوں سے سب اثر ختم کر دے گا اور کسی عمل کا نام و نشان نہ رہے گا اسوقت انکی برکت کی حالت ناگتہ بہ ہوگی چنانچہ فرماتے ہیں جنہوں نے  
 اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے اعمال صالحہ خیرات و صدقات مثلاً اس راگھ کے ہیں جس پر سخت آندھ  
 کے دن تیز ہوا چلی اور اس راگھ کو اڑا کر ادھر ادھر منتشر کر دیا اسی طرح قیامت میں کفران کے نیک عملوں کو  
 اڑا کر پراگندہ کر دے گا اور جس طرح کوئی شخص اس پراگندہ راگھ کو دوبارہ جمع نہیں کر سکتا اسی طرح قیامت  
 کے دن یہ کافر قادر نہ ہوں گے کہ دنیا میں جو کمایا ہے اس میں سے کچھ حاصل کر سکیں راگھ کی طرح سب اڑ  
 جائیں گے کسی کا کہیں نام و نشان نظر نہ آئے گا۔ یہی وہ گمراہی ہے جو حق سے بہت دور ہے اور مددِ رح  
 کا شواہد ہے کہ جن اعمال کو درلئے قرب و نجات سمجھتے تھے وہ راگھ کی طرح اڑ گئے کیا تو نے نہیں دیکھا اسے  
 دیکھنے والے یا نہیں جانا تو نے اسے جانتے والے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ  
 پیدا کیا ہے کسی حکمت کے لیے بنایا ہے بے کار نہیں بنایا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ خدا نے آسمان و زمین نور  
 کو اکب کو تیرے چند روزہ فائدہ اٹھانے کے لیے بنایا ہے ہرگز نہیں بلکہ بے شمار حکمتوں پر مشتمل ہے ان  
 میں سے ایک یہ ہے کہ تو آسمان و زمین دیکھ کر اس کی قدرت اور عظمت و جلال کا اندازہ لگا لے اور اس  
 کے نظام کو دیکھ کر سمجھ لے کہ یہ سارا کارخانہ کسی قادرِ قیوم کے حکم اور قیومی سے چل رہا ہے جب چاہے  
 فنا کر دے وہ اگر چاہے تو تمام بنی آدم کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ زمین پر دوسری نئی مخلوق لے آئے  
 جو تمہاری جیسی مشرک اور نافرمان نہ ہو یہ امر اللہ پر کچھ مشکل نہیں اور جب وہ ایسا قادر مطلق ہے

و اسے قیامت قائم کرنا اور تم کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے لہذا سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم کو ہلاک کر دے اور تمہاری زمین اور ملک پر انبیاء اور ان کے متبعین کو قابض اور متصرف بنادے

وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ

اور سامنے کھڑے ہوں گے اللہ کے سارے پھر کہیں گے کمزور

لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فُهَلْ اَنْتُمْ

بڑاں والوں کو ، ہم تھے تمہارے پیچھے سو کچھ

مُغْنَوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ط قَالُوا لَوْ

بچاؤ گے تم ہم سے مار اللہ کی ؟ وہ بولے ، اگر وہ پر لانا

هَذَا بِنَا اللَّهُ لَهْدِيْنَكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجْرُ عَنَّا اَمْ صَبْرُنَا

ہم کو اللہ ، البتہ ہم تم کو راہ دے لائے اب برابر ہے ہمارے حق میں ہم بے قراری

مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ﴿۲۱﴾

کریں یا میری جہم کو نہیں خلاصی

قیامت کے دن کفار کی باہم گفتگو اور پیشوایان کفر کی ذلت اور ندامت کا ذکر

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى، وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا..... الخ..... اَمْ صَبْرُنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ۔

(رابط) گزشتہ آیات میں پیشروں کے انکار کی سزا کا ذکر تھا اب قیامت کے دن کافروں کی باہم گفتگو کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے پیشواؤں سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے پیرو تھے کیا آج کے دن تم ہم کو عذاب سے بچا سکتے ہو وہ انکار کر دیں گے کہ آج ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے اور یہ عذر کریں گے کہ ہم خود گمراہ تھے اگر ہم راہ راست پر ہوتے تو ہمیں کیوں گمراہ کر لے چنا بخو فرماتے ہیں، اور صبر مومن اور کافر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور قبروں سے نکل کر خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے تب کمزور اور کم درجے کے کافران لوگوں سے جو دنیا میں بڑے سمجھے جاتے تھے یہ کہیں گے کہ تحقیق ہم دنیا میں تمہارے





وَلَوْ مَوْءَا أَنْفُسَكُمْ ط مَا أَنَا بِصَرِّخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ

اور الزام دو اپنے تئیں ۔ نہ میں تمہاری فریاد پر پہنچوں نہ تم میری

بُصْرَخِي ط رَآئِي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ط

فریاد پر پہنچو ۔ میں نہیں قبول رکھتا جو تم نے مجھ کو شریک ٹھہرایا تھا پہلے

إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۲۱ وَأَدْخِلَ الَّذِينَ

البتہ جو ظالم ہیں ان کو دکھ کی مار ہے اور داخل کیے گئے جو لوگ

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

ایمان لائے تھے اور کام کیے تھے نیک باغوں میں بہتی نیچے اُن کے

الأنهار خُلْدِينَ فِيهَا يَأْذِنُ رَبُّهُمْ ط تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا

نद्याں رہا کریں ان میں اپنے رب کے حکم سے اُن کی ملاقات ہے

سَلَامٌ ۝۲۲

وہاں سلام

## جہنم میں شیطان کی تقریر

قَالَ لِلَّهِ نَسَايُ، وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ ..... إِلَى ..... كَهُوَ عَذَابُكَ أَلِيمٌ

اردبط گزشتہ آیات میں ضحاک کفار کی اپنے رہبوں اور سرداروں سے یا ہم گفتگو کا ذکر تھا اس آیت میں شیطان کی گفتگو کا ذکر ہے جو تمام کافروں کا رئیس اور سردار ہے شیطان اس وقت جو تقریر کرے گا حق تعالیٰ نے اس آیت میں اس کا ذکر کیا ہے جب اہل جنت جنت میں اور اہل نار دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو تمام اہل دوزخ جمع ہو کر متفقہ طور پر ابلیس کو لعنت ملامت کریں گے کہ تو نے ہم کو تباہ و برباد کیا تو اس وقت ابلیس کھڑا ہوگا اور الزام دفع کرنے کے لیے (اگ لے کے ایک منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ دے گا) یہ وقت کافروں

مٹے آگ کے منبر کا ذکر تفسیر قرطبی ص ۳۵۶ جلد ۹ اور صادی حاشیہ جلالین ص ۲۸۲ جلد ۲ میں ہے وہاں دیکھ لیا جائے ۔

پر عجیب مصیبت کا ہو گا ان کا سردار ہیں ان کو صاف جواب دے دے گا۔

کافروں کے اس حال بدآل کے بعد حق تعالیٰ، وَأَذِخْ لَ الَّذِينَ آمَنُوا وَحَمِلُوا الصَّلَاتِ میں بطور مقابلہ اہل ایمان کی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم کا طریقہ ہے کہ اشتیاق کے بعد سعادت کا حال دیکھ کر کہتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور جب حساب و کتاب کے بعد کام فیصلہ ہو چکے گا یعنی روزِ خدی دوزخ میں اور جنتی جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو سب دوزخی جمع ہو کر شیطان کو لعنت ملامت کریں گے تو اسی وقت ابلیس آگ کے ایک منبر پر کھڑا ہو کر کہے گا اے بد بختو! اور مجھے ملامت کرنے والو تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے بچا وعدہ کیا تھا کہ قیامت اور حشر و نشر اور حساب و کتاب اور جزاء و سزا حق ہے اور جو کفر کرے گا وہ ہلاک ہو گا اور جو ایمان لائے گا وہ فلاح پائے گا پس خدا کے اس بچے وعدہ کا تم نے آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا اور میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اس حیاتِ دنیوی کے بعد کوئی حیات اور حساب و کتاب نہیں ہیں میں نے تم کو الٹا وعدہ دیا تھا یعنی میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا آج بالکل اس کا الٹ نکلا اور میرا تمہارے اوپر کوئی زور نہ تھا یعنی تم مجھے کس لیے ملامت کرتے ہو تم پر میرا کوئی زور اور زبردستی نہ تھی کہ جبراً او قہراً میرے حکم پر چلو اگر تم میرا کہا نہ مانتے تو میں تمہارا کیا کر سکتا تھا۔ تم نے میرا حکم اپنے مزہ کیلئے مانا۔ اب عذاب بھی جگتو میری طرف سے صرف اتنی بات ہوئی کہ میں تم کو بطریق دوسرے ہی طرف بلانا نہ میرے پاس کوئی دلیل اور حجت تھی اور نہ کوئی طاقت تھی کہ تم کو میری طرف سے کسی اور طریقہ کے ادنیٰ کی محنت اور دلیل کے محض بطریق دوسرے ہی کا ہری آرائش اور زیبائش تمہاری آنکھوں کے سامنے کسی پس تم نہ مانو گے تو میرا کہنا ان لیا اور انبیاء و رسل جنہوں نے طرح طرح کے بیچ و براہین تمہارے سامنے پیش کی اور طرح طرح کی آیات و ہدایات تم کو دکھائی تھیں تم نے ان کا کہنا نہ مانا پس آخر تمہارا یہ انجام ہوا پس تم مجھے ملامت نہ کرو اور اپنی جانوں کو ملامت کرو کہ تم نے دلیل اور برہان کو چھوڑ کر میری بے دلیل باتوں کو مان لیا اس وقت تم ایسے اندھے کیوں ہو گئے تھے کہ بے دلیل میرے پیچھے لگ بیٹھے جاقتے تمہاری بے مجھے کیوں ملامت کرتے ہو میری طرف سے تو فقط دعوت تھی اور اصل علمیت عذاب اور کتاب مصیبت ہے جو تمہارا اختیار ہی فعل ہے لہذا آج نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو تم دونوں عذاب دائمی میں رہیں گے تحقیق میں بری اور بے زار ہوں اس سے کہ تم نے پہلے دنیا میں مجھے اللہ کا شریک قرار دیا میں اللہ کا شریک نہیں مطلب یہ ہے کہ تم جو دنیا میں اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے آج میں تمہارے اس اعتقاد سے بری اور بے زار ہوں میرا تم سے کوئی تعلق نہیں بے شک جو ظالم یعنی مشرک ہیں ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے آیات کے ظاہر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کا خطہ کافروں کی جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہو گا لیکن بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ حشر میں فیصلہ ہو جانے کے بعد اور اہل ایمان کی جنت میں جانے اور کافروں کی دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ہو گا اور وہ حدیث یہ ہے کہ مقبرین حاضر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کر کے فیصلہ کر دے گا اور خدا کے رسول شفاعت سے فارغ ہو جائیں گے تو کفار کہیں گے کہ تو منوں نے تو اپنا ضعیف پایا یعنی آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کو پالیا جو ان کے لیے بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کریں گے کاش ہمارا کوئی سفارش ہو جانا کفار کہیں گے سوائے ابلیس کے کون ہے جو ہمارا سفارش کرے جس نے ہم کو گمراہ کیا پس کفار جمع ہو کر ابلیس کے پاس آئیں گے اور کہیں گے تم ہمارے پیشوا ہو تم ہمارے واسطے اٹھو کیونکہ تمہیں نے ہم کو یہ راہ بتلائی تھی پس وہ اپنے مقام سے اٹھے گا اور اس کی مجلس سے ابلیس سخت بدلو اٹھے گی جو کس نے اس سے پہلے نہ سونگھی ہوگی اور پھر گریہ زاری اور چیخ و پکار بلند ہوگی اس وقت شیطان اٹھے گا اور یہ کہے گا اِنَّ اللّٰهَ وَخَدَّكُمْ وَخَدَّ الْحَقِّ اور اس طرح ان سے اپنی بیزاری ظاہر کرے گا ابلیس کے اس خطبہ سے کفار کی کمر ٹوٹ جائے گی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔  
(دیکھو تفسیر قرطبی ص ۳۵۶ جلد ۹ وتفسیر ابن کثیر ص ۵۶۹ جلد ۲)

## اہل سعادت کے حال اور مال کا ذکر

وَأَدْخَلَ الَّذِينَ آمَنُوا... إلخ... كَجَنَّتْهُمْ فَمِنْهَا سَكَمٌ  
رہیتم اور ہر کی کہتوں میں اشیاء کا حال اور مال بیان کیا اب اہل سعادت کا حال اور مال بیان کرتے ہیں۔  
اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے درختوں اور مکانوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کی آپس کی دعا۔ ملاقات سلام ہوگی جس سے اس امر کا اظہار مطلوب ہوگا کہ وہ ہمیشہ ہر آفت سے سلامت رہیں گے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً

تو نے نہ دیکھا؟ بیان کی اللہ نے ایک مثال، ایک بات سخی

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝۳۳

جیسے ایک درخت ستھرا اس کی جڑ مضبوط ہے، اور ٹہنی آسمان میں

تَوَّتَّىٰ أَكْثَلَهَا كُلِّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ

لاتا ہے پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے

الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝۳۴ وَمَثَلُ

اللہ کہتا ہے لوگوں کو، شاید وہ سوچ کریں اور مثال

كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ

گندکی بات کی، جیسے درخت گنداء اکھاڑ لیا اوپر سے

الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۚ يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ

زمین کے کچھ نہیں اس کو بھراؤ مضبوط کرتا ہے اللہ

أَمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور

الْآخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ

آخرت میں اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو اور کرتا ہے اللہ

مَا يَشَاءُ ۚ

جو چاہے

## مثال کلمہ ایمان و کلمہ کفر، و ذکر سوال قبر

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَلَمْ تَوْكَلْنِي عَلَى الْخَرْقِ وَيَكْفَ ظَعْنِي ۚ كَلِمَةً طَيِّبَةً... إِلَى... وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ  
در ربط گزشتہ آیات میں کافروں اور مؤمنوں کے اخروی نتائج کا ذکر فرمایا اب ان آیات میں کلمہ ایمان اور کلمہ کفر کی مثال بیان فرماتے ہیں اور عالم برزخ میں اس کا اثر اور ثمر بیان کرتے ہیں تاکہ کلمہ توحید کی فضیلت اور کلمہ کفر کی قباحیت ظاہر ہو۔

اس کلمت میں کلمہ طیب سے کلمہ لا الہ الا اللہ مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث میں اس کی تفسیر ہے اور محمد رسول اللہ اکے تابع ہے وہ بھی مراد ہے کیونکہ ملازم کے ساتھ لازم کا ہونا ضروری ہے مگر چونکہ اہل ایمان اس امت سے پہلے بھی گزرے ہیں جو ایمان اور فضائل ایمان میں ان کے ساتھ شریک ہیں سب لا الہ الا اللہ کہتے تھے مگر لا الہ الا اللہ کا توں ہر امت میں بدلتا رہا ہے کوئی لا الہ الا اللہ کے ساتھ روح نبی اللہ کہتا تھا کوئی ابراہیم فیصل اللہ کہتا تھا اور کوئی موسیٰ کلیم اللہ کہتا تھا اور کوئی عیسیٰ روح اللہ کہتا تھا اور ہم محمد رسول اللہ کہتے ہیں غرض یہ کہ کلمہ رسالت جملہ قبلہ ہے ہر امت میں بدلتا رہا ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ غیر متبدل ہے جس میں تمام اہل ایمان و اہل جہنم و اعدیان مشترک ہیں اس لیے اکثر احادیث میں لا الہ الا اللہ

برکت کا کیا گیا باقی مراد وہی پورا کلمہ ہے یعنی مع اپنی قربین اور لازم کے مراد ہے لا الہ الا اللہ تو سب میں مشترک ہے مگر لا الہ الا اللہ کا قرین ہر امت مسلمہ کا الگ الگ ہے اور چونکہ اصل کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے اور محمد رسول اللہ اس کا قرین ہے اس لیے حضرات موفیہ جب ذکر کی تلقین کرتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر مثلاً اتنی مقدار میں کیا کرو اور کبھی کبھی محمد رسول اللہ بھی کہہ لیا کرو تاکہ تابع اور متبع کا فرق اور توحی ادا ہو جائے اور وجہ یہ ہے کہ ذکر تو اللہ کا حق ہے اور نبی کا حق درود ہے جس کا قرآن میں حکم آیا ہے لہذا لا الہ الا اللہ تو ذکر ہے اور محمد رسول اللہ کلمہ تجدید ایمان کے لیے ہے اب آیت کی تفسیر پڑھیں۔

کیا نہیں دیکھا تو نے اے دیکھنے والے؟ اور کیا نہیں جانا تو نے اے جاننے والے؟ کہ اللہ نے کلمہ توحید اور کلمہ مشترک کی کیسی عجیب اور عمدہ مثال بیان کی ہے کلمہ طیبہ یعنی کلمہ توحید و اسلام ایک ہدایت ہی پاکیزہ و درخت کے مشابہ ہے جس کا پھل غایت درجہ لذیذ اور مفید ہے شجرہ طیبہ سے کھجور کا درخت مراد ہے جو اپنے بے شمار منافع کی وجہ سے اطیب الاشجار ہے اور وہ پاکیزہ درخت ایسا ہے کہ اس کی جڑ مضبوط ہے یعنی اس کی جڑ زمین میں جمی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں ایسی بلند ہیں کہ آسمان میں پہنچ رہی ہیں اسی طرح کلمہ طیبہ کی جڑ مومن کے قلب میں جمی ہوئی ہے پس مومن کا قلب بمنزلہ زمین کے ہے اور ایمان اور اعتقاد توحید جو اس میں لائے ہوئے ہیں وہ کلمہ ایمان کی جڑ ہے اور اعمال صالحہ اس شجرہ طیبہ کی شاخ ہیں جو آسمان قبولیت تک پہنچ رہی ہیں اور اس معتقد کے لیے بلندی اور رفعت کا سبب بن رہی ہیں اور انہی اعمال صالحہ کو حدیث میں ایمان کے شعبوں سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ بلکہ وہ رحمت ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل دیتا رہتا ہے یعنی دن رات ہر موسم میں قم قم کے پھل دیتا رہتا ہے کبھی اس کا پھل منقطع نہیں ہوتا اسی طرح مومن کا عمل ہے کہ آسمان پر چڑھتا ہے یعنی قبول ہوتا ہے اور اس کی برکتیں ہر وقت حاصل ہوتی رہتی ہیں اور اس کا ثواب کبھی منقطع نہیں ہوتا اس کا ثواب ہر وقت مومن کو پہنچتا رہتا ہے اس ناپیڑ کا گمان یہ ہے کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ سے ایمان کی طرف اشارہ ہے اور کَوْنُهَا فِي السَّمَاءِ سے اسلام کی طرف اشارہ ہے اور نُفُوتِ اَكْثُهَا كُلِّ جَيْتٍ سے مغام احسان اور اخلاص کی طرف اشارہ ہے یعنی ان انوار و برکات کی طرف اشارہ ہے جو صدق ایمان اور اعمال صالحہ سے حاصل ہوتے ہیں یہ انوار و برکات شجرہ ایمان کے ثمرات طیبہ ہیں جو عالم غیب سے ہر وقت اس کو پہنچتے رہتے ہیں اور جب نہیں کہ نُفُوتِ اَكْثُهَا سے وہ فواکھ اور ثمرات مراد ہوں جو جنت میں اعمال صالحہ پر مرتب ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ خواہ اسما الجنة یا نُفُوتِ اَكْثُهَا سے قرب خداوندی اور رضائے الہی کے ثمرات مراد لیے جائیں جو دائمی ہیں اور انقطاع کا ان میں احتمال نہیں اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بھانے کے لیے مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں کیونکہ مثال امر متصور کو محسوس کے قریب بنادیتی ہے اور صورت کے آئینہ میں معنی کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

یہ تو کلمہ طیبہ کی مثال ہوتی جو عقل کا درخت ہے اب آگے کلمہ خبیثہ کی مثال بیان فرماتے ہیں

جولفانی شہوات ولذات کا خبیث اور گندہ اور بدبودار درخت ہے اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ کفر کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نہایت خراب اور گندہ درخت ہو اور ایسا کمزور ہو کہ وہ ذرا سی حرکت میں زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا جائے اور اس کے لیے زمین میں کچھ قرار اور ثبات نہیں اس لیے شاخوں اور پھلوں کا ذکر توفیض ہے کلمہ کفر کو شجرہ خبیثہ کے ساتھ تشبیہ دینے میں اشارہ اس طرف ہے کہ کفر کا وجود تو ہے مگر معتد بہ اور پائیدار وجود نہیں اس لیے کفر کا دعویٰ کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں دعویٰ بے دلیل ہے اس کی کوئی جڑ اور بنیاد نہیں اسی وجہ سے اس کی شاخوں اور پھلوں کا ذکر نہیں فرمایا کفار کا کوئی عقیدہ دنیا میں مضبوط دلیل سے قائم نہیں تھوڑا سا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتا ہے عجب نہیں کہ اشارہ اس طرف ہو کہ کافر کا کوئی عمل مستبر نہیں اس لیے کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں اور نہ اس پر کوئی اثر دوسرے مرتب ہو گا۔

نہیخ کز ان باخدا اورا مدار : نہ شاخ کہ گردوہاں سایہ دار  
گیا بیست افتادہ بروئے خاک : پریشان و بے حاصل و خور ناک  
کافروں کے دعوے کی کوئی جڑ نہیں ہوتی ذرا دھیان کرو تو اس کا غلط ہونا معلوم ہو جائے گا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے دل میں کوئی نور پیدا نہیں ہوتا اور نہ دل کو سکون اور اطمینان ہوتا ہے ۔  
یہ کہ پہلی آیت میں کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ یعنی پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی ہے

### خلاصہ کلام

(۱) پاکیزہ ہو، یعنی دیکھنے میں خوبصورت اور خوشبودار اور خوش مزہ ہو اس کا پھل شیریں اور لذیذ ہو۔  
(۲) جڑ اس کی مضبوط ہو اکھڑنے اور گر گرنے سے بالکل محفوظ ہو۔  
(۳) شاخیں اس کی اونچائی میں آسمان کو جا رہی ہوں یعنی بہت بلند ہوں اور ظاہر ہے کہ درخت جس قدر زیادہ لمبا ہو گا اسی قدر اس کا پھل بھی پاکیزہ اور لذیذ ہو گا اور زمین کی کمزور قوتوں سے محفوظ ہو گا اور زیادہ بھی ہو گا۔

(۴) ہر وقت وہ پھل دیتا ہو اس کے پھل کے لیے کوئی زمانہ خاص نہ ہو کہ اس زمانہ کے سوا کسی دوسرے وقت میں اس کو پھل نہ آتا ہو جو درخت ان صفات کے ساتھ موصوف ہو گا وہ نہایت عمدہ درخت ہو گا اور ہر عاقل اس کے حصول کی کوشش کرے گا۔

پس یہی حال شجرہ ایمان و اسلام کا ہے کہ وہ دیکھنے میں اور سونگھنے میں نہایت پاکیزہ ہے اس درخت کے اصول و فروع کو دیکھ کر اور کن کر آدی حیران اور ششدر رہ جائے کہ مکارم اخلاق اور ایمان اعمال کا عجیب پاکیزہ درخت ہے۔

اور اس کی جڑ نہایت مضبوط ہے کہ جو اللہ کی معرفت اور محبت اور دلائل عقل و فطرت پر قائم ہے اسی وجہ سے دین اسلام مومن کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔

اُدھر اس اعتقاد جہاد سے جو اعمال صالحہ کی شاخیں نکلتی ہیں وہ آسمان قبول تک پہنچ جاتی ہیں کما  
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّهٗ يَصْعَدُ الْكَلِمَ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ اَلَا يَعْلَمُ الْيَعْنِي بَضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً اَوْ شَعْبَةً اَصْلٌ مِّنْ دَرَجَتٍ فِي شَاخٍ كَذَبْتُمْ .

اور مومن اس پاکیزہ درخت کے ثمرات طہرہ اور انوار الہیہ اور برکات ربانہ سے ہر وقت بہرہ ور اور  
لذت اندوز ہوتا رہتا ہے شجرہ ایمان کے ثمرات کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ لَمْ يَمْشَوْا حَتَّى  
لَيْدًا عَاقِلٌ كَمَا يَبْتَغِي كَمَا يَبْتَغِي كَمَا يَبْتَغِي كَمَا يَبْتَغِي كَمَا يَبْتَغِي كَمَا يَبْتَغِي كَمَا يَبْتَغِي  
رہتا ہے اور حصول کے بعد اس کی آیہ بارکی اور خبر گیری سے غافل نہ ہو ایسے درخت کا میسر آنا سخت غفلت ہے  
اور پادشہ دیکھتا ہے اشارہ اس طرف ہے کہ ان ثمرات و برکات کا حصول خدا تعالیٰ کے حکم پر ہوتا  
ہے یہ کلمہ طیبہ کی مثال کا بیان ہوا۔

اور اس کے برخلاف کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ کفر اس خبیث اور گندہ درخت کے مشابہ ہے جس میں یہ بین  
بائیں پائی جائیں۔

(۱) بڑا اور گندہ ہو یعنی بد صورت اور بد بودار اور بد مزہ ہو دینی اور دنیوی کدو حانی اور جسمانی مضر قوں کا حامل ہو  
اور طرح طرح کی خباثتوں اور کراہتوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہو جس کی وجہ سے وہ غایت درجہ قابل نفرت۔  
(۲) جڑ اس کی مضبوط نہ ہو زمین کے اوپر ہی رکھی ہوئی ہو در اس ہوا تیز چلے یا کوئی حرکت دے تو گر پڑے۔  
(۳) اس کو مضبوط نہ ہو یعنی بہت کمزور درخت ہو جس کو ثبات اور قرار نہ ہو یہی حال ملت کفر کا ہے  
کہ ایک خبیث درخت کی طرح ملت کفر بد صورت اور بد بودار اور بد مزہ ہے اس لیے کہ شجرہ کفر سے مہارتوں  
اور بے غیرتیوں اور طرح طرح کی بد اخلاقیوں اور قسم قسم کی بد اعمالیوں کا ایک گندہ درخت ہے جس کا پھل  
سوائے تفاوت اور خسران کے کچھ نہیں امریکہ اور برطانیہ اسی قسم کے اشجار خبیثہ کے جنگل اور دنگل ہیں اور  
اس شجرہ کفر کی کوئی جڑ اور نیا نہیں ہوا کے ایک بھٹکے میں اکھڑ کر گر پڑتا ہے یہ درخت صرف نفسانی شہوتوں  
اور لذتوں پر قائم ہے سرسبز عقل اور فطرت اور حیرت کے خلاف ہے کفر و شرک کے جس قدر اصول و فروع  
ہیں وہ سب باطل ہے۔ نیا در اس جن کے لیے دلیل اور برہان نہیں حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ اَکْثَرُ مَضُوءٍ اَقْوَل  
ہے کہ شجرہ خبیثہ سے اندرائیں کہ درخت مراد ہے جس کا پھل نہایت زہر دار اور کڑوا ہوتا ہے اور نہایت  
بد بودار ہوتا ہے اور اس کی جڑ پھیل جاتی ہوئی ہے اس کو ثبات اور استحکام نہیں ہوتا بآسانی زمین کے  
پورے کھڑا جا سکتا ہے کفر کا یہ خبیث درخت عقل اور فطرت کے جھوٹے سے اکھڑ کو گر جاتا ہے  
اسی لیے مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی جھوٹ بیج کی طرح اپنے پاؤں سے نہیں  
چلتا بلکہ زن اور زر کے زور سے چلتا ہے (جیسا کہ لہرائی غریب) مگر دل میں نہیں اترتا اس کی جڑ نہیں ہوتی  
یعنی دل اس سے مطمئن نہیں رہیہ کہ نصرائیوں کی تشبیہ فی التوحید اور مسئلہ کفرانہ جس کو شہوت و برست  
زن اور زر کے طمع سے محض زبان سے مان لیتے ہیں مگر دل میں نہیں اترتا کسی دھڑے سے بڑے پادری کا



دل مسئلہ تشکیک پر مطمئن نہیں۔

غرض یہ کہ کفر کی نہ تو کوئی اصل اور بنیاد ہے اور نہ کافر کے پاس اپنے کفر اور شرک کی کوئی دلیل اور برہان ہے اور نہ اس شجرہ کفر کی کوئی فرع اور شاخ ہے اور نہ کافر کا کوئی عمل اور چرچہ مستلزم ہے اور نہ کوئی شے اس کی قبول ہے اور ایسے خبیث اور گندے درخت کے پھل کا کیا تصور ہو سکتا ہے اور اتنا کمزور ہے کہ دلائل کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا لہذا لوگوں کو چاہیے کہ ایسے بد مزہ اور ہریلے اور بد بودار اور قابض نفرت درخت سے احتراز کریں اور ایسے پاکیزہ درخت کے حاصل کرنے کی کوشش کریں جو پاکیزہ اور خوشبودار ہو اور اس کی جڑ مضبوط اور مستحکم ہو وہ شجرہ اسلام ہے جو غایت درجہ معقول اور نہایت درجہ مستحکم ہے۔

اور حدیث میں جو شجرہ طیبہ کی تفسیر کھجور کے درخت سے اور شجرہ خبیثہ کی تفسیر نخل اور کھنٹ کے درخت سے آئی ہے وہ بطور تشبیہ ہے نہ کہ بطور تخصیص، اور مقصود یہ ہے کہ کلمہ طیبہ ایک شجرہ طیبہ کے مشابہ ہے کہ ادما صاف مذکورہ کا جامع ہو خواہ وہ کھجور کا درخت ہو یا اور کوئی پاکیزہ درخت ہو اور شجرہ خبیثہ سے بھی کوئی معین درخت مراد نہیں جو خبیث اور گندہ اور بد بودار اور بد مزہ ہو وہ سب شجرہ خبیثہ کے عموم میں داخل ہے اس لیے زجاجؒ کہتے ہیں کہ کفر اور ضلالت کا کوئی فرق ہنس کے درخت کے مشابہ ہے اور کوئی کانٹوں کے بھاڑ کے مشابہ ہے اور کوئی کسی کے کفر اور کوئی کسی کے یقین سنت والجماعت کی تفسیر ہوتی اور حضرات شیعہ یہ کہتے ہیں کہ شجرہ طیبہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور امام حجت اور امام حسینؓ مراد ہیں اور شجرہ خبیثہ سے بنی امیہ مراد ہیں (دیکھو روح المعانی ص ۱۹۲ جلد ۱۳)

یہاں تک کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی مثال بیان قرآنی اب آئندہ آیت میں ہر ایک کے اثر اور اثر کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس یکتی بات کی برکت سے یعنی کلمہ طیبہ کی برکت سے جس کی جڑ مضبوط ہے دونوں جگہوں میں یعنی دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے دنیا میں تو اس طرح کہ مومن کلمہ طیبہ کی برکت سے شیاطین الانس والجن کے اغواء سے محفوظ رہتا ہے اور اصحاب اخذ و طرح جب کفار کی طرف سے کوئی فتنہ اور ابتلا پیش آتا ہے تو بتوفیق خداوندی ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اور جادہ و جہید سے اس کا قدم نہیں پھسلتا اور کوئی فتنہ پیش آئے تو اس کے پاس سے استقامت میں تزلزل نہیں آتا اور اسی طرح مرنے تک ایمان پر قائم رہتا ہے اور اسی کلمہ پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور آخرت میں اس طرح کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے یکبریں کے سوالات کا صحیح جواب دیتا ہے اور قیامت کے ہوئے شر باذن حساب و کتاب کے وقت اس کو کوئی اندیشہ نہیں غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا اور آخرت میں حق پر مضبوط اور ثابت قدم رکھتا ہے غرض یہ کہ فی الآخرۃ سے جزا اور عالم برزخ مراد ہے جیسا کہ احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے کہ فی الآخرۃ سے جزا مراد ہے جو آخرت کی پہلی منزل ہے جہاں حق تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جواب کی تلقین اور حق اور ثواب پر تمکین عطا فرماتا ہے اور استمان قبر میں اس کو ثابت قدم رکھتا ہے اور لفظ یثبت اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا

ہے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ ثبات اور استقامت اللہ کی توفیق اور تمہیت اور اس کے فضل و عنایت سے ہے اگر اللہ کی تمہیت اور تابعد نہ ہو تو مومن کے ایمان کے آسمان اور زمین اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ و کولہا اَنْ تَبْتَئِنَاكَ لَفَذٌ كَذِبٌ تَوَكَّنُوا اِيْنَهُمْ شَيْئًا قَبْلًا، وقال اللہ تعالیٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَبَّيْتُ بِهِمْ فَاذْكُرْ وقال اللہ تعالیٰ اِذْ يُسَوِّجُ رَبُّكَ اِلَى الْمُنْتَفِكَةِ اِنِّیْ مَعَكُمْ فَتَبَيَّنُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا۔

آیت میں قول حق اور قول صدق مراد ہے جو قول باطل اور قول کاذب کی نفی ہے اور قول ثابت کا اولین مصداق کلمہ ایمان اور اس کے لوازم ہیں یہ تو کلمہ طیبہ کے

**ف**

اثر کا بیان تھا۔

اب آگے کلمہ نبیہ کے اثر کو بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کلمہ نبیہ کی نحوست سے ظالموں کو یعنی کافروں کو جنہوں نے کفر کے کہنی جانوں پر ظلم کیا دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں بچلا دیتے ہیں دنیا میں تو ان کا بچلنا ظاہر ہے کہ حق اور صدق سے خوف رہے اور آخرت میں بچلنا یہ ہے کہ قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے ان سے نکیرین کے سوال کا جواب نہ بن پڑے گا بلکہ حیرت زدہ ہو کر یہ کہیں گے ہاہ..... ہاہ..... لا ادری افسوس افسوس میں کچھ نہیں جانتا جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا جو سنا وہی کہہ دیا اس پر فرشتے اس کے گرز ماریں گے اور کہیں گے لا دیت ولا تلتک کہ نہ تو نے خود سمجھا اور نہ کسی سمجھنے والے کا اتباع کیا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک تحقیقی اور ایک تقلیدی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان تحقیق کی طرح ایمان تقلیدی بھی معتبر ہے جیسے بعض عوام کو ایمان کی پوری حقیقت معلوم نہیں ہوتی صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور دین ہمارا اسلام ہے یہ ایمان تقلیدی ہے اور خدا اللہ یہ بھی معتبر ہے یہاں بظاہر یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ہی ثابت قدم رکھتے ہیں اور وہی بچلا دیتے ہیں تو پھر بچلنے والے پر کیا الزام اس کا ایک جواب تو لفظ یُحْضِلُ اللّٰهُ الظُّلُمَاتِ سے ہو گیا کہ انہوں نے ظلم کیا تھا اس کی نحوست سے بچیں گئے یہ حکیمانہ جواب ہے اب آگے حاکم نے جواب ارشاد فرماتے ہیں

وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور ثابت قدم رکھے اور جس کو چاہے گمراہ کرے اور بچلا دے اس کی بارگاہ میں یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ مومنوں کو کیوں ثابت قدم رکھا اور ظالموں کو کیوں بچلایا اور گمراہ کیا وہ علیم و حکیم ہے وہ اپنی حکمت و مشیت سے جس کے ساتھ جو مناسب ہوتا ہے وہی معاملہ کرتا ہے۔

يُنَبِّئُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا۔ یہ عمدہ تجرہ طیبہ کی مثال سے متعلق ہے اور یُحْضِلُ

**ف** اِنَّ اللّٰهُ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ کلمہ نبیہ کی مثال سے متعلق ہے اور وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ

دونوں سے متعلق ہے وَاللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ عَلِيمٌ عَلِيمٌ۔

**ایک شبیر** یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ سورت مکی ہے اور حدیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر کا علم مدینہ منورہ میں ہوا لہذا یہ آیت عذاب قبر کے بارہ میں کیسے ہو سکتی ہے اس لیے کہ یہ سورت مکی ہے اگر اس میں عذاب کا ذکر ہوتا تو مکہ ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو جانا۔

اس اشکال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس سورت کی اس خاص آیت کو مدنی مانا جائے مگر یہ کہیں ثابت اور منقول نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں لفظ فی

الآخرة وارد ہوا ہے اور آخرت دو ہیں ایک آخرت قریمہ یعنی عالم برزخ اور ایک آخرت بعیدہ یعنی عالم حشر اور قیامت کبریٰ یا یوں کہو کہ ایک حقیق اور ایک مجازی اور آیت میں لفظ آخرت دونوں کو شامل ہے اور اپنے عموم کی وجہ سے دونوں کو مشمول ہے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو تثبیت اور اضلال فی الآخرة کا ایک جزیرہ تو مکہ مکرمہ ہی میں منکشف ہو گیا یعنی قیامت میں حساب و کتاب کے وقت مسلمانوں کا ثابت قدم رہنا اور کافروں کا بچلنا کیونکہ لفظ آخرت سے ظاہر اور قیامت قیامت ہے اور تثبیت اور اضلال کا دوسرا جزو یعنی تثبیت اور اضلال فی القبر یہ مدینہ منورہ میں منکشف ہوا خلاصہ یہ کہ تثبیت اور اضلال فی الآخرة کا وہ حصہ جو قیامت سے متعلق تھا ظاہر اور قیامت ہونے کی وجہ سے مکہ ہی میں منکشف ہو گیا اور دوسرا یعنی عذاب قبر اور نعیم قبر یہ مدینہ میں منکشف ہوا پس آیت کے مکی ہونے میں اور آیت کے عذاب قبر کے بارہ میں نازل ہونے میں کوئی تنافی نہیں رہی۔

**ف** آیت میں مومن صالح اور کافر کے ثواب اور عذاب قبر کا ذکر ہے مومن فاسق کا صراحتاً کوئی ذکر نہیں اب یا تو قیاس کیا جائے کہ جس طرح اس کی حالت بین ہیں ہے اعتقاد میں مومن کے مشابہ ہے اور عمل میں کافر کے مشابہ ہے اس طرح اس کے ساتھ معاملہ بھی بین بین ہوگا۔

(ہذا کلمہ ملخص من التبیات بمواقفہ التبیات وخط نمبر ۱۷۲ از سلسلہ تبلیغ)  
یہ ناچیز کہتا ہے کہ شاید گناہ گار مومن کے ذکر سے اس لیے سکوت کیا گیا کہ اس کا معاملہ شکیستہ غلامی میں مستور ہے کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَخَفِیْہُمْ اَنْ یَّشْکُوْکَ بِہٖ وَ یَخْفٰی مِنْہُمْ مَا ذُکِّرَ مِنْہُمْ یَنْتَظِرُوْنَ۔

**ف** جب مردہ قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو سیاہ رنگ اور نیل آنکھوں والے ہوتے ہیں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور اسی شخص یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا ہے سوال کے ان دو فرشتوں میں سے ایک کا نام منکر، لغغ کاف بعینہ اسم مفول ہے اور دوسرے کا نام نکیر بر وزن فیعل ہے چون کہ ان کی صورت اور شکل بالکل اوپر کا

ہے نہ تو آدمیوں کے مشابہ ہے اور نہ فرشتوں کے اور نہ حیوانوں کے بالکل نئی مخلوق ہے اس لیے ان فرشتوں کا نام منکر اور نکیر ہے۔

اہل سنت والجماعت کے اجتماعی عقیدوں میں ایک عقیدہ یہ ہے کہ قبر یعنی عالم برزخ میں مومن و کافر سب سے سوال ہوگا اور کافر اور فاسق کو عذاب ہوگا قبر سے مراد برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ یہ امر فی نفسہ ممکن ہے اور نصوص شریعت سے باجماع امت ثابت ہے اور سوال و جواب کے معنی سمجھنے اور سمجھانے کے ہیں خواہ وہ آواز سے ہوں یا غیر آواز سے ہوں اور سمجھنے کے لیے مطلق زندگی کا ہونا ضروری ہے جو انسان کے کسی جنسے متعلق ہو سکتی ہے لہذا منکرین کا یہ کہنا کہ ہم میت کو دیکھتے ہیں مگر منکر نکیر کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی میت کی اور ان کی گفتگو سنتے ہیں اور نہ میت کے بدن پر کوئی علامت عذاب کی دیکھتے ہیں اور نہ میت کے بدن میں کسی قسم کی ہنش یا کوئی اور علامت ہی دیکھنے میں آتی ہے منکرین کا یہ قول صحیح نہیں منکرین کے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے اس عالم کے احوال کے مشاہدے کے لیے اس عالم کی آنکھیں چاہئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین کا کلام سنتے تھے اور جبریل کو دیکھتے تھے مگر حاضرین میں یہ استدعا نہ تھی کہ وہ جبریل کو دیکھ سکیں اور ان کا کلام سن سکیں۔ بسا اوقات انسان کو خواب میں شدید اُلم لاحق ہوتا ہے اور کبھی اس کو صرست لاحق ہوتی ہے مگر پاس والے آدمیوں کو یہ بات غموس نہیں ہوتی اور خواب دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں بیداری کی حالت میں یہ چیزیں دیکھ رہا ہوں حالانکہ وہ واقع میں سویا ہوا ہے اور اگر کوئی شخص اپنا خواب بیان کرے تو اس سے دلیل عقلی کا مطالبہ نہیں ہو سکتا یعنی یہی کیفیت منکر نکیر کے سوال کی ہے کہ مردہ ان کا کلام سنا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے مگر پاس کے لوگوں کو اس کی مطلق خبر نہیں ہوتی ابھی سمجھ میں نہیں آتا جب مردہ معلوم ہو جائے گا حیرت کا مقام ہے کہ لوگ منکر نکیر اور میت کے سوال و جواب کا انکار کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک سمیع و بصیر انسان کا ایک قطرہ آب سے پیدا ہو جانا اس سے ہزاروں درجہ عجیب و غریب ہے مگر چونکہ روزمرہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لیے اس کے انکار پر قدرت نہیں اور جس امر ممکن کی قرآن اور حدیث نے خردی ہو مگر ان سائنس دانوں کی آنکھوں نے اس کا مشاہدہ نہ کیا تو بے دھرمک اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں گویا کہ ان کی آنکھوں نے جس چیز کو دیکھا نہ ہو وہ ناممکن اور محال ہے لہذا یہ حق نہیں کہ وہ میتا کے مشاہدہ کا انکار کر دے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں حق جل شانہ نے اس خلاصہ تفسیر آیت مذکورہ

آیت میں ایک خاص اسلوب سے ایمان کفر کے فرق کو بتلایا ہے وہ یہ کہ دین اسلام کی مثال ایک ہنایت عمدہ و شیریں ہنایت نفع بخش پھل دار درخت جیسی ہے جو عالم ملکوت سے اتار کر مکہ میں نصب کیا گیا جو لوحہ علو و رفعت پر کھلانے کا مستحق ہے کہ اس کی جڑ زمین

میں قائم ہوتی اور پھر اس کی بڑی اور شاخیں بھونسی شروع ہوتیں اور اطراف عالم میں پھیلتی گئیں اور کھڑنایاک کی مثال ایک ناپاک و خراب درخت جیسی ہے جسے لوگ بوجہ گندگی کے اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں اور وہ سرسبز نہیں ہونے پاتا اسی طرح جو کفر و شرک عالم میں پھیلا ہوا تھا اسلام نے اسے مٹایا اور مثالاً رہا اس تمثیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں کا حال بیان فرمایا ایک گروہ وہ تھا جو اعلیٰ کافر یعنی میں سامعی و کوشاں تھا۔

اور دوسرا گروہ وہ تھا جو کفر کا پیشوا تھا اور کفر اور شرک کی ترویج میں سامعی و کوشاں تھا گروہ اول کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین اسلام پر ناپاکیت قدم رکھے گا اور آخرت میں ان کے درجات بلند کرے گا اور دوسرے گروہ کی جس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی دین حق کو کفر اور ضلالت سے تبدیل کر رکھا تھا مذمت کی اور آخرت میں ان کا بڑا ٹھکانہ قرار دیا گروہ اول کے معنای اولین، ہاجرین اولین ہیں جسکے سر دفتر ابوبکر صدیقؓ تھے جن کی وجہ سے دین اسلام نے رواج پایا اور گروہ ثانی جہلانے قریش تھا اس گروہ کا سر دفتر ابوجہل تھا گروہ اول کے بالمقابل گروہ ثانی والے ذلیل و خوار اور گرفتار مصیبت و بلا ہوئے اور آیت میں جس تثبیت کا ذکر ہے اس سے توفیق الہی مراد ہے جو بندہ کو قبر میں عطا کی جاتی ہے اور جس وقت منکر کیر اُس سے آکر سوال کرتے ہیں تو وہ بتوفیق الہی راست جواب دیتا ہے (انزالہ الحفای)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

تو نے نہ دیکھا جنہوں نے بدلا کیا اللہ کے

كُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۚ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا

احسان کا، ناشکر اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جو دوزخ ہے پیٹیں گے اس میں

وَيَبْسُ الْقُرَارُ ۚ وَ جَعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا

اور بُرا ٹھکانا ہے اور ٹھہرائے اللہ کے مقابل کر بہکاوے لوگوں

عَنْ سَبِيْلِهِ ۚ قُلْ تَتَّبِعُوْا اِنِّ مَصِيْرُكُمْ اِلَى

کو اس کی راہ سے تو کہہ، برت لو پھر تم کو پھر جانا ہے طرف

النَّارِ ۚ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

آگ کے کہہ دے میرے بندوں کو جو یقین لائے ہیں قائم رکھیں نماز

وَيَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ

اور خرچ کریں ہماری دی روزی میں سے چھپے اور کھلے پہلے اس سے کہ آوے

أَنَّ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعُ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ۖ اللَّهُ الَّذِي

وہ دن جس میں نہ سودا ہے نہ دوستی اللہ وہ ہے

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

جس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتارا آسمان سے پانی

فَاخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلُكَ

پھر اس سے نکالی روزی تمہاری میوے اور کام میں دی تمہارے کشتی

لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۚ

کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۚ

اور کام میں لگائے تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَآتَاكُمُ

اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تم

مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِنْ تَعَدُّوا

کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر گنو

نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ

اسمان اللہ کے نہ پورے کر سکو بے شک آدمی بڑا

ظَلُومٌ كَفَّارٌ ۚ

بے انصاف ہے ناشکر



## مذمت کفار و مشرکین و مدح مؤمنین صالحین

قال اللہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یَدَّٰلُوْا فَعَسَا یُکْفَرُوْا... اِنِّیْ... اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ  
 یہ آیت کفار مکہ کے حق میں نازل ہوئی جن پر اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے انعامات کیے اور ان کی ہدایت  
 کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا جنہوں نے شجرہ طیبہ کی دعوت دی اور شجرہ خبیثہ کی  
 مفسقوں سے آگاہ فرمایا مگر ان لوگوں نے اس نعمت کی ناشکری کی اور بجا اسکے کہ منعم حقیقی کی شکر گزاری  
 اور اطاعت شعاری کرتے اس کی ناشکری پر کمر بستہ ہو گئے  
 اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں اپنے خاص بندوں کو مبراہم جوہدیت بجا  
 لانے کی تلقین فرمائی کہ تم اپنے منعم حقیقی کی اطاعت اور عبادت میں گئے رہو اور ان کفار و ناجار کی طرح  
 ناشکر سے نہ بنو کیا اسے دیکھنے والے تو نے ان ظالموں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احسان کو  
 ناشکری سے بدل ڈالا کہ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جس نے ان کو شجرہ طیبہ  
 کی دعوت دی اور شجرہ خبیثہ کے استعمال سے ان کو منع کیا مگر ان ظالموں نے نعمت کے بدلے مصیبت اور  
 شجرہ طیبہ کے بدلے شجرہ خبیثہ کو اختیار کیا خود بھی تباہ ہوئے اور اپنی قوم کو بھی تباہی کے گھر میں جا اتارا یعنی  
 ان کو بھی شجرہ خبیثہ کھلایا جسے کھا کر وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہ ہمت بری قرار گاہ ہے اور ان  
 ظالموں نے تبدیل نعمت پر انکفار نہیں کیا بلکہ منعم کو بھی بدل ڈالا کہ اللہ جو منعم حقیقی تھا اس کے ہم سر بنائے  
 اور اس کے شریک ٹھہراستے تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے بھٹکا دیں اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اچھا بچہ  
 روز فائدہ اٹھاؤ اور دنیا میں خوب مزے اڑا لو پس تمہارا آخری ٹھکانہ جہنم ہے یہ تہدید اور وعید ہے اور یہ  
 ایسا ہے جیسے کوئی طیبہ کسی بدیر میں سے کہے کل حاسد شمت فائتہ جاء لک المصوت راجعاً تو چلے  
 کھاتیر انجام موت اور ملاکت ہے (کفار و مجار کی اس تہدید و وعید کے بعد اپنے خاص بندوں کو ہدایت فرماتے  
 ہیں اسے نبی! آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے جو میرے خاص بندے ہیں درم و درینار کے بندے نہیں جو مجھ  
 پر ایمان لائے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ دنیا فانی ہے اور چند روزہ ہے ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نعمت الہی کی  
 شکر گزاری میں گئے رہیں کہ نماز پڑھتے رہیں جو دین کا ستون ہے اور کفر و اسلام کے درمیان فارق ہے اور  
 جو روزی ہم نے ان کو دی ہے اس میں سے کچھ راہ خدا میں خرچ کرنے دیں پوشیدہ اور ظاہر خدا کی راہ میں  
 خیرات کرنا یہ مالی شکر ہے بہر حال جان اور مال سے اللہ کی نعمت کے شکر میں گئے رہیں ایسے دن کے  
 آنے سے پہلے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہو سکے گی اور نہ کوئی دوستی چل سکے گی یعنی آخرت میں کوئی

مکہ اس ترجمہ میں گزشتہ آیت کو فیصل اللہ الطہری کے ساتھ ربط کی طرف اشارہ ہے۔

فدیہ قبول ہو گا اور نہ کسی کی دوستی کام آدے گی اس دن کے آنے سے پہلے جو کچھ کرنا ہے وہ کر لو یہاں تک ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے خدا کی نعمت کی ناشکری کی اور اس کے لیے شکر کا عجب تہذیب کے اب آئندہ آیت میں منعم حقیقی کے اوصاف بیان کرتے ہیں کیونکہ سب سے بڑی نعمت منعم حقیقی کی معرفت ہے اور منعم حقیقی کی ذات و صفات کی معرفت ہی سعادت کبریٰ ہے اس لیے آئندہ آیات میں منعم حقیقی کے دس اوصاف بیان کرتے ہیں۔

(۱) اللہ پاک وہ ہے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا، اور زمین کو پیدا کیا اور آسمانوں کو تمہارے لیے چھت بنایا اور زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا، اور آسمان سے پانی اتارنا جو تمہاری زندگی کا سامان ہے کھا قال لعلی و جعلنا من السماء غلّ متنبیٰ پھر اس سے تمہارے کھانے کے لیے پھل نکالے (۲) اور پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے لیے تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا تاکہ وہ تم کو اللہ کے حکم سے دریائیں ملے کر چلیں جن کے ذریعے تم تجارت وغیرہ کر سکو (۳) اور تمہارے نفع کے لیے نہروں کو مسخر کیا کہ جس طرح چاہو ان سے فائدہ حاصل کرو (۴) اور مسخر کیا تمہارے لیے چاند کو کہ دونوں ایک طریقہ پر برابر چلتے ہیں اور دونوں سے تم کو ہزاروں فوائد حاصل ہوتے ہیں کھیتوں اور پھلوں کا پکنا اور حساب وغیرہ کا قفل اپنی دونوں سے ہے (۵) اور مسخر کیا تمہارے لیے رات کو تاکہ تم آرام کرو (۶) اور مسخر کیا تمہارے لیے دن کو تاکہ تم اپنے کاروبار کرو (۷) اور ان کے علاوہ دیا تم کو ہر اس چیز سے جو تم نے اسی سے مانگی اور بے شمار چیزیں بغیر تمہارے مانگے ہی تم کو دیں اور اللہ کی نعمتیں تو اس قدر بے شمار ہیں کہ اگر تم ان کو شمار کرنا چاہو تو شمار میں نہیں لاسکتے اگر اپنے اعصاب و ماغیرہ میں اور ان کے آثار میں غور کرے کہ ہر ایک میں کیا نعمتیں مضمر ہیں تو شمار نہیں کر سکتا بلکہ ایک ہی نعمہ میں اگر غور کرے کہ کس طرح خلق سے نیچے اترا اور کس طرح خوں بنا اور کس طرح پاخانہ بنا تو اس کی حقیقت اور کمزوری کو نہیں پہنچ سکتا بے شک انسان بڑا ہی ظالم اور برا ہی ناشکر ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو بے عمل استعمال کرتا ہے نعمت دینے والے کے حق کو نہیں پہچانتا اور نعمت کا شکر تو کیا کرتا بلکہ اس کے ساتھ دشمنی کا معاملہ کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود کمال درجہ کی نعمت تھا اس کی دشمنی میں لگے ہوئے ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ

اور جس وقت کہا ابراہیم نے اے رب ! کہ

هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ

اس شہر کو امن کا اور بچا مجھ کو اور میری اولاد کو اس سے



الْأَصْنَامَ ۖ رَبِّ انْهَنُ أَضْلَلْنِ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ

کہ ہم بوجہیں مورتیں اے رب! انہوں نے بہکایا بہت لوگوں کو

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۚ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ

سو جو کوئی میری راہ چلا سودہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۳۶ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي

بخشنے والا ہرمان ہے اے رب! میں نے بسائی ایک اولاد اپنی

بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا

میدان میں، جہاں کھیت نہیں، تیرے ادب والے گھر پاس، اے رب

لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي

ہمارے! تاقائم رکھیں نماز سو رکھ بیٹے لوگوں کے دل جھکتے ان کی طرف

إِلَيْهِمْ ۚ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝۳۷

اور روزی دے ان کو بیوروں سے، شاید یہ شکر کریں

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي ۚ وَمَا نَعْلَمُ ط وَمَا

اے رب ہمارے! تو تو جانتا ہے جو ہم پھپھادیں اور جو

يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

کھولیں اور پھپھا نہیں اللہ پر کچھ زمیں میں اور نہ

السَّمَاءِ ۝۳۸ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ

آسمان میں شکر ہے اللہ کو جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں

إِسْعِيلَ ۚ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝۳۹

اسعیل اور اسحاق جیسے شک میرا رب سنتا ہے پکار



کا مشرک ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا بھی قبول فرمائی کہ ان کے صلیبی بیٹوں میں سے کس نے بت کو نہیں پوجا کیوں کہ اس دعا میں ذبح کرنے سے ان کا ولادہ مراد نہیں بلکہ ان کے خاص صلیبی فرزند مراد ہیں اور وہ اسماعیلؑ اور اسحاقؑ علیہ السلام ہیں جو اکابر انبیاء میں سے ہیں اور انبیاء مشرک اور معصیت سے محصوم ہوئے ہیں حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری صلیبی اولاد کو بت پرستی سے محفوظ رکھے گا مگر یہ دعا اس لیے فرمائی کہ ہماری معصومیت اور محفوظیت ہمارا طبع اور ذاتی امر نہیں بلکہ اللہ کی عصمت اور اس کی حفاظت اور اس کی نائیدہ توفیق ہے اور مطلب یہ تھا کہ اسے اللہ مجھ کو توحید خالص پر قائم اور ثابت قدم رکھے اور براہ لطف و کرم مشرک جن اور مشرک خن سے محفوظ رکھے چنانچہ ان کے صلیبی بیٹے یا جو بیٹے اس دعا کے وقت موجود تھے وہ سب مشرک سے محفوظ رہے تفصیل کے لیے تفسیر کبیر ص ۵۰ جلد ۵ و تفسیر روح المعانی ص ۲۱۰ جلد ۱۳ کو دیکھیں) لہذا قریشی مکہ کا خیر اللہ کو پوجنا حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی اس دعا کے منافی نہیں کیونکہ وہ ان کی صلیبی اولاد نہیں اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ابراہیمؑ علیہ السلام کی یہ دعا قریش کے حق میں قبول نہیں ہوئی تو اس سے ابراہیمؑ علیہ السلام کی معصیت لازم نہیں آتی یہ ضروری نہیں کہ نبی کی دعا تمام و کمال قبول ہو جائے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی یہ دعا ان کے صلیبی بیٹوں کے حق میں یا اس اولاد کے حق میں جو اس وقت موجود تھی قبول ہوئی ساری نسل کے حق میں قبول نہیں ہوتی نیز قرآن کریم میں صرف ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر اور اس کی قبولیت اور عدم قبولیت کا کوئی ذکر نہیں کہ یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ دعا ان بیٹوں کے ساتھ مخصوص تھی جن سے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو خاص محبت تھی قیامت تک آنے والی نسل کے لیے نہ تھی۔

اور ابراہیمؑ علیہ السلام کی پہلی دعا بھی قبول ہوئی کہ مکہ ایک مومن اور محفوظ شہر بن گیا اور جبارہ کے تسلط اور ظالموں کی غارتگری سے محفوظ رہا۔

خلاصہ کلام یہ کہ ابراہیمؑ علیہ السلام نے اپنے لیے اور اپنے بیٹوں کے لیے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھ کو اور میرے بیٹوں کو بتوں سے دور رکھ اس لیے کہ مجھ کو ڈر ہے کہ میری اولاد شیطان کی کرشموں کو دیکھ کر کہیں گمراہ نہ ہو جائے اے میرے پروردگار تحقیق ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا ہے یعنی ان کی گمراہی کا سبب بنے ہیں بغیر آپ کی عصمت اور حفاظت کے ان کے فتنے سے بچنا بہت مشکل ہے اس لیے آپ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں پس جس نے میری پیروی کی اور میرے پیچھے چلا یعنی مسلمان اور مومن ہوا تو وہ مجھ سے ہے یعنی میرے ساتھ دالہ و ایستہ ہے اور نجات اور دفع درجات میں میرے ساتھ ہے اور جس نے میری نافرمانی کی یعنی میرے دین کا تابع نہ ہوا اور میری ملت میں داخل نہ ہوا تو اسے رب بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے یعنی تو معذرت اور رحمت پر قادر ہے کہ ان نافرمانوں کو تو بہ کی توفیق دے دے اور کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کر دے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے وہ اگر چاہے تو کافروں کو بھی بخش دے لیکن اس نے خبر دے دی ہے کہ مشرک اور کافر اور

منافع کو نہیں سمجھتے گا مگر اس کی قدرت اور اختیار ویسا ہی ہے اسے پروردگار تحقیق میں نے بسایا ہے اپنی بعض اولاد کو ایسے میدان میں جو ایک ننان ہے اور قابلِ زراعت نہیں ان کو تیرے محترم گھر کے قریب لاکر بسایا ہے اور زراعت وغیرہ کے لیے نہیں بسایا بلکہ اسے ہمارے پروردگار تحقیق میں نے ان کو اس لیے بسایا ہے تاکہ نماز کو قائم رکھیں اور تیری عبادت کریں اور تیری طرف متوجہ رہیں اور تیرے گھر سے برکت حاصل کریں جب میری اولاد تیرے محترم گھر کے پاس آباد ہوگی تو سبھی جوار (پڑوس) ان پر تیری خاص الخاص رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں گی پڑوسی کا بھی حق ہوتا ہے وادیِ خیر ذی زرع بے آب دیکھا ہے جس میں ظاہری طور پر زندگی کا کوئی سامان نہیں اس لیے کچھ انسانوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے کہ جن سے یہ انس حاصل کر سکیں اور کچھ انسانوں سے مسلمان مراد ہیں اور ایک دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ اے اللہ ان کو رستمِ رقم کے پھلوں سے رزق دے تاکہ یہ رزق تیری اطاعت اور عبادت میں ان کو مدد دے اور تاکہ یہ تیری نعمتوں کا شکر کریں اور مزید نعمت کے مستحق بنیں پھر ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے ہمارے پروردگار! تحقیق آپ ہمارے تمام حاتون کو خوب جانتے ہیں جو ہم دل میں پوشیدہ رکھیں اور جو ہم زبان سے ظاہر کریں میری یہ عرض و معروض بحق عبودیت و افتقار و حاجت ہے آپ کی اطلاع کے لیے نہیں آپ کو ہمارا سارا ظاہر و باطن معلوم ہے آپ کو خوب معلوم ہے کہ اس وادیِ خیر ذی زرع میں اپنی اولاد کو بسانے میں میری کیا نیت ہے اور میری یہ والہانہ عرض و معروض کسی لیے ہے آئندہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق فرمائی اوسے شک اللہ پر آسمان اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں — حضرت ابراہیم کی دعا اور اتفاق اللہ پر پوشیدہ نہیں پھر ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے شکر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا شکر ہے اس اللہ کا جس نے بڑھاپے میں مجھ کو اسماعیل اور اسحاق سے دو بیٹے عطا کیے جو ہر ایک ملت اسلام کا اور توحید کا شجرہ طیبہ ہے بے شک میرا پروردگار دعا کا سننے والا ہے یعنی وہ بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے اس لیے اور دعا میں اضافہ کیا اور کہا اے میرے پروردگار مجھ کو نماز کا قائم رکھنے والا کر دے کہ ٹھیک ٹھیک تیرے آداب عبودیت کو بجا لاؤں اور میری بعض اولاد کو بھی کل اولاد کو اس لیے نہ کہا کہ ان کو بذریعہ وحی معلوم تھا کہ سب اولاد مسلمان نہ ہوگی یا مسلمان ہوگی مگر نماز کی پابند نہ ہوگی اے ہمارے پروردگار! تو ہمارا رب اکرم ہے اپنے وجود و کرم سے ہم کو نواز اور میری یہ دعا قبول فرما اور اے ہمارے پروردگار میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور تمام اہل ایمان کی جس دن حساب قائم ہوگا۔ حضرت ابراہیم کی اپنے والدین کے لیے دعا ہے مغفرت اس وقت تھی جب کہ وہ زندہ تھے کہ شاید وہ ایمان لے آئیں اور خدا کی مغفرت اور رحمت میں داخل ہو جائیں اور جب ان کا خاتمہ کفر اور گمراہی پر ہو گیا تو ابراہیم علیہ السلام ان سے بری ہو گئے۔

کَمَا قَالَ نَعَالِیْ وَمَا کَانَ اسْتَعْمَدُوا بَنُوْہِمْ لِکَلَامِہِ اِلَّا عَنَتْ مَّوْعِدَہٗ وَوَعَدَہَا اَیَّاهُ فَاَمَّا نَبِیَّتٌ لَّہٗ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّہٖ سُبُوْا مِنْہٗ۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ

اور مت خیال کر، کہ اللہ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں

الظَّالِمُونَ ﴿۵﴾ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ

بے انصاف ان کو تو بھڑو رکھتا ہے اس دن پرمیں دن میں

فِيهِ الْآبْصَارُ ﴿۶﴾ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي

اوپر لگ جادوں کی آنکھیں ڈرتے ہوں گے اوپر اٹھائے

رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿۷﴾

اپنے سر پھرتی نہیں اپنی طرف اُن کی آنکھ اور دل اُن کے اڑ گئے ہیں

وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ

اور ڈرا دے لوگوں کو اس دن سے، کہ آوے گا ان کو عذاب، تب کہیں گے

الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخْرِنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نَّحْبِ

بے انصاف اے رب ہمارے، فرصت دے ہم کو تھوڑی مدت کر ہم

دَعْوَتِكَ وَنَتَّبِعِ الرَّسُولَ ۖ أَوْ لَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ

مانیں تیرا بلانا اور ساتھ ہوں رسولوں کے، تم آگے قسم نہ کھاتے تھے

مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۸﴾ وَسَكَنتُمْ فِي مَسْكِ

کرم کو نہیں کسی طرح ملنا اور بے تھے تم بیتوں میں

الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا

انہی کی جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر، اور کھل چکا تم کو، کہ کیسا کیا ہم نے

بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْأَمْثَالَ ﴿۹﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ

اُن پر اور بنائیں ہم نے تم کو کہاوتیں اور یہ بنا چکے ہیں اپنا داؤ

وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرَهُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ مَكْرَهُمْ يَتَزَوَّلُ

اور اللہ کے آگے ہے ان کا دائرہ اور نہ ہوگا ان کا دائرہ کرمل جادیں

مِنْهُ الْجِبَالُ ۖ فَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهَ خُلُفَ وَعِدَةٍ رَسُولُهُ

اس سے پہاڑ سمیت خیال کر کہ اللہ خلاف کرے گا اپنا دعو اپنے

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۖ يَوْمَ تَبْدَلُ الْأَرْضُ

رسولوں سے بے شک اللہ زبردست ہے بدلینے والا جس دن بدل جادے اس زمین سے

غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ

اور زمین اور آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ

الْقَهَّارِ ۖ وَتَرَى الْجَائِمِينَ يَوْمِئِذٍ مُّقَرَّنِينَ

ایکے زبردست کے اور دیکھے تو گنہگار اس دن جوڑے ہونے

فِي الْأَصْفَادِ ۖ سَرَّابِيلُهُمْ مِّنْ قِطْرَانٍ وَتَغْشَىٰ

زنجیروں میں کرتے اُن کے ہیں گندھک کے اور ڈھانکے

وُجُوهُهُمُ النَّارُ ۖ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

یستی ہے ان کے منہ کو آگ تا بدل دے اللہ ہر جی کو اس کی کمائی کا

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۖ هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَأَنَّ

بے شک اللہ مستجاب کرنے والا ہے حساب یہ خبر کر دینی ہے لوگوں کو اور

لِيُنذَرُوا بِهِ وَيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ

تا چونک رہیں اس سے، اور تا جانیں کہ معبود ہے ایک

وَلِيَذْكُرُوا الْأَلْبَابَ ۖ

اور تا سونج کریں عقل والے

## تذکیر آخرت و تحذیر از غفلت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى، وَلَمْ تَحْسَبَنَّ اللَّهُ عَافِيَةً عَمَّا يَصْمَلُ الظَّالِمُونَ... وَيَذْكُرُ أُولَ الْأَنْبَابِ و ربط، اگر شتہ آیات میں توبہ کا اور ظالموں یعنی مسرکوں کی وعید کا ذکر تھا جو آخرت کے منکر تھے اب آئندہ آیات میں آخرت کی یاد دہانی اور اس سے غفلت پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ یہ ظالم یعنی مسرکین آخرت قیامت کی تاخیر سے یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے غافل سے غافل نہیں بلکہ حکمت اور صلحت کی وجہ سے اس میں تاخیر ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ قادر اور حلیم ہیں فوراً جرم کو نہیں پکڑتے بلکہ اسے ہلکت دیتے ہیں البتہ جب جرم میں حد سے گزر جاتا ہے تب اس کو پکڑتے ہیں لہذا کوئی ظالم مسرک کی تاخیر سے یہ گمان نہ کرے کہ خدا تعالیٰ جرائم سے غافل اور بے خبر ہے وہ کیسے صاحب نہ گا۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کافروں کو اس دن سے ڈرایے جس دن پھر عذاب آئے گا کما قال تعالیٰ وَانْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ۔

بعد ازاں اس دن کے کچھ احوال اور کافروں کی حیرانی اور پریشانی کو بیان فرمایا اور پھر توبہ پر اس سورت کو ختم فرمایا اور وَلْيَذْكُرْ أُولَ الْأَنْبَابِ سے یہ بتلا دیا کہ عاقل اور دانا وہی ہے کہ جو ایک خداوندہ و وحدہ لا شریک لہ کو ماننے اور اس کے صاحب و کتاب و جزا و سزا سے ڈرے اور وہاں کی کچھ نگرانی و تدارک کرے اور اسے غافل خدا کی ڈھیل سے یہ گمان ہرگز نہ کر کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے اعمال و افعال سے

غافل ہے یعنی یہ خیال نہ کر کہ اللہ نے جو ان ظالموں کو ہلکت اور ڈھیل دے رکھی ہے اور کھلے بندوں ان کو چھوڑ رکھا ہے وہ ان سے غافل ہے سو خوب سمجھ لو کہ یہ ہلکت اور مواخذہ میں تاخیر ایک امتحانی پردہ ہے

جزایں نبشت کہ اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دے رہا ہے ایسے آسنے والے دن کے لیے کہ حیرت اور دہشت کی وجہ سے اس دن نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی یعنی اس دن کی شدت اور ہول کو دیکھ کر آنکھیں کھل رہ جائیں گی اور یہ قیامت

کا دن ہو گا اور اس دن جب قبروں سے اٹھیں گے تو حال یہ ہو گا کہ میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوں گے کما قال تعالیٰ تَنَادَوْا مُنْطَجِعِينَ رَأَى الدَّاحِجُ — يَحْمِلُونَ مِنَ الْحُجْدَارِ — يَوْمَئِذٍ يَنْبَعُثُونَ الدَّاحِجُ لَا يَسُوحُجُّ لَمْ يَعْنِ قُرْدُونَ سے نکل کر پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑ رہے ہوں گے اور حیرت اور دہشت کی شدت کی وجہ سے اپنے سراپہ کو اٹھا ہوں گے جنم اور ذوق کی وجہ سے کوئی کسی طرف نظر نہیں کرے گا ان کی نگاہ ان کی طرف واپس نہیں پڑے گی یعنی شدت خوف و دہشت کی وجہ سے ایسی ٹمکنی بندھے گی کہ پلک بھی نہ چپکے گی آنکھیں کھل رہ جائیں گی اور ان کے دل اڑے ہوئے ہوں گے یعنی غلبہ دہشت و حیرت کی وجہ سے ان کے دل عقل اور فہم

سے خالی ہوں گے اے ظالمو! جس آخرت اور یوم قیامت کے تم منکر ہو اس کا حال یہ ہے ہوشیار ہو جاؤ اس دن تک تم کو اللہ نے ذہیل دے رکھی ہے اور جب یہ دن آجائے گا تو بھرتم کو ہلکت نہ ہوگی اور اے نبی! آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرا لیتے کہ جس دن اپنی عذاب آئے گا تو یہ ظالم لوگ جنہوں نے کفر و شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا یہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم کو تھوڑی مدت کے لیے ہلکت دیجیے اور دباؤ ہم کو دنیا میں بھیج دیجیے تو ہم اس مدت میں تیری دعوت کو قبول کریں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے ان کو جواب دے گا کیا ہم نے تم کو دنیا میں ہلکت نہیں دی تھی اور کیا تم اس سے پہلے دنیا میں قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو زوال نہیں یعنی اس حالت سے پہلے تم کو اس درجہ یقین تھا کہ قسمیں کھا کر یہ کہا کرتے تھے کہ دنیا دائمی ہے قیامت اور آخرت کی جو باتیں پیغمبر بیان کرتے ہیں وہ سب افسانہ ہے اچھا اب تو اس قیامت کو دیکھ لیا اب تم اس کا مزہ چکھو اور علاوہ ازیں تم ان لوگوں کے گھروں میں رہے ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور رسولوں کا مقابلہ کیا جیسے قوم عاد اور قوم ثمود اور خیر متواتر سے تم پر ظاہر ہو چکا ہے کہ تم نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا یعنی بالیقین تم سب پر بات کھل چکی ہے کہ یہ قوم عاد اور قوم ثمود کی منسیاں ہیں جن کو اللہ نے پیغمبروں کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر ڈالا وہ تو اس دیر فانی کو چھوڑ گئے اور ان کی جگہ تم آباد ہو اور ان کی تباہی اور بربادی کے آثار اور نشان تمہاری نظروں کے سامنے ہیں غور کرو جو انجام ان کا ہوا وہی تمہارا بھی ہوگا دیکھو کہ انعام کے بعد اللہ کا انتقام ایسا ہوتا ہے سمجھ جاؤ کہ کفر کا انجام یہ ہوتا ہے اور علاوہ ازیں یہ واقعات جو تم نے بے شمار لوگوں سے سنے عبرت کے لیے کافی تھے اور ان کے گھروں میں عذاب نازل ہونے کے جو آثار تم نے دیکھے تھے وہ بھی عبرت کے لیے کافی تھے مگر تم نے اس کے علاوہ تمہاری نصیحت کے لیے تمہارے لیے مثالیں بیان کیں تاکہ تم سمجھو مگر تم نے ان سے عبرت نہ لی بلکہ اور الٹی ان کی منسی اڑاتی اور دین حق کے مشائے پر تن گئے اور اس کے لیے طرح طرح کے مکر و فریب کیے اور بے شک ان لوگوں نے دین حق کے مشائے کے لیے جس قدر ان سے مکر و فریب ممکن تھا وہ چلا ڈالا یعنی حق کے رد کرنے میں اور کفر کے غالب کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور اللہ کے سامنے ہے ان کا مکہ ان کا کوئی مکر و فریب خدا تعالیٰ سے مخفی نہیں اور واقعی ظاہر تقریریں ان کی تدریس ایسی تھیں کہ عجب نہیں ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے مٹ جائیں مگر حق تو پہاڑوں سے کہیں زیادہ محکم اور مضبوط ہے وہ ان مکاروں کے مکر و فریب سے کہیں مٹ سکتا ہے اللہ اپنے دین کا حافظ و ناصر ہے پس اے گمان کرنے والے تو اللہ کی نسبت یہ گمان نہ کر کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مکذبین رسالت اور منکرین آخرت کو قیامت میں عذاب دے گا وہ وعدہ حق ہے ضرور پورا ہوگا اس میں جزائیر ہو رہی ہے وہ عجز کی وجہ سے نہیں اس لیے کہ بلاشبہ اللہ غالب ہے سب کچھ اس کی قبضہ قدرت میں ہے صاحب انتقام ہے اپنے دوستوں کا دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے اس کو بدلہ لینے سے کوئی نہیں روک سکتا اور یہ بدلہ اس روز ہوگا جس دن اس زمین اور آسمان کے علاوہ دوسری زمین اور آسمان بدل دیئے جائیں گے



جاننا چاہیے کہ تبدیل کبھی باعتبار ذات کے ہوتی ہے اور کبھی باعتبار صفات کے ہوتی ہے تبدیل ذات کے معنی یہ ہیں کہ پہلی ذات بالکل معدوم اور فنا کر دی جائے اور اس کے بدلے دوسری ذات پیدا کر دی جائے اور تبدیل صفات کے معنی یہ ہیں کہ پہلی ذات تو باقی رہے اور صفات سابقہ کے بدلہ میں دوسری صفات اس میں پیدا کر دی جائیں اور چونکہ آیت میں جو لفظ تبدیل واقع ہوا ہے وہ دونوں معانی کا متحمل ہے اس لیے آیت میں مفسرین کے دو قول ہو گئے۔

یہ ہے کہ آیت میں تبدیل صفات مراد ہے یعنی اصل زمین اور آسمان تو رہیں گے پہلا قول مگر ان کی حالت اور صفت بدل دی جائے گی مثلاً زمین کے نیلے اور پہاڑ برابر کر کے تمام زمین ایک ہموار میدان بنا دی جائے گی اور کسی درخت اور عمارت کا اس پر نام و نشان باقی نہ رہے گا اور آسمان کے ستارے جھڑپڑیں گے اور سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے اور آسمان کی رنگت سرخ ہو جائے گی یہ اسی عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زمین اور آسمان کی ذات میں تغیر تبدیل ہوگا یعنی یہ اصل زمین اور آسمان ہی بدل دیے جائیں گے اور نئی زمین اور آسمان پیدا کر دیا جائے گا اور وہ نئی زمین چاندی کی طرح سفید ہوگی اور اس پر کسی نے خون نہ لگایا ہوگا اور اس پر اللہ کی مصیبت لگنی ہوگی یہ قول عبد اللہ بن مسعود کا ہے اور بعض احادیث صحیحہ میں بھی اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے غرض یہ کہ اس بارہ میں اقوال صحابہ و تابعین مختلف ہیں اور احادیث بھی مختلف ہیں بعض سے تبدیل ذات مفہوم ہوتا ہے اور بعض سے تبدیل صفات مفہوم ہوتا ہے ایسے بعض علماء نے پہلے قول کو اختیار کیا اور بعض نے دوسرے قول کو اور امام قرطبی وغیرہ نے ان دو ایسات میں تطبیق کر دی کہ زمین و آسمان کی تبدیل کمی بار ہوگی ایک تبدیلی نفع صورت کے وقت ہوگی اس وقت فقط صفات کی تبدیلی ہوگی کہ تمام زمین ہموار کر دی جائے گی اور چاند اور سورج بے نور ہو جائیں گے اور ستارے گر پڑیں گے دوسری تبدیلی نفع اولیٰ اور نفع ثانیہ کے درمیان ہوگی کہ اس زمین اور آسمان کی بجائے نئے زمین اور آسمان پیدا کر دیے جائیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک تبدیلی اس وقت ہوگی کہ جب لوگ پہل صراط پر ہوں گے واللہ اعلم وعلیہ السلام

آگے پھر اس دن کی کیفیت بیان کرتے ہیں اور اس دن سب قبروں سے نکل کر حساب و کتاب کے لیے حشر ہوں گے حضور حاضر ہو جائیں گے اور اس دن تو مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھے گا پیروں میں بیڑیاں اور گردن میں طوق ہوں گے اور ان کے کرتے قطر ان کے ہوں گے قطر ان سیاہ روغن کندھک کو کہتے ہیں جو نہایت بدبو دار اور بد رنگ ہوتا ہے اور ایک دم آگ سے بھڑک اٹھتا ہے اور جھا جائے گی ان کے چہروں کو آگ اور یہ سب کچھ ان لوگوں کے ساتھ اس لیے ہوگا کہ اللہ جزاء دے ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہے بے شک اللہ جلدی حساب والا ہے اس کو اولین اور آخرین کا حساب کوئی دشوار نہیں ایک سے حساب دوسرے سے حساب لینے کی نمانہ نہیں یہ قرآن اللہ کا پیغام ہے تاکہ لوگ سعادت اور شقاوت کو پہچانیں اور ظلمتوں سے نکل کر نور کی طرف آئیں اور تاکہ لوگ اس سے

چو کہنے ہو جائیں اور تاکہ یقین کر لیں کہ معبود برحق وہی ایک ہے کسی صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں اور تاکہ نصیحت پذیریں عقل والے کو کہ قرآن نے خدا کی وحدانیت کے اور انبیاء کو اہم کی صداقت اور حقانیت کے اور قیام قیامت کے ایسے صریح دلائل بتلائے ہیں کہ جن میں عقل والے کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اللَّهُمَّ اخْرِجْنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَاجْعَلْنَا مِنْ أُولَى الْأَلْبَابِ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ الحمد للہ آج بروز شنبہ بوقت ۴ بجے دن کے بتاریخ ۱۷ ذی قعدۃ الحرام سورۃ ابراہیم کی تفسیر سے فراغت ہوئی ولہ الحمد اولاً و آخراً۔

## تفسیر سورۃ حجر

سورۃ حجر کی ہے اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں اس میں حجر کے رہنے والوں کی عبرت ناک ہلاکت کا بیان ہے اس لیے اس سورت کا نام سورۃ حجر ہے اور حجر شام اور مدینہ کے درمیان ایک وادی سے اس سورت میں زیادہ تر منکرین نبوت اور کذبین رسالت کی عقوبت اور ہلاکت کے واقعات اور گاہ بگاہ وحدانیت اور قیامت کا ذکر بھی ہے۔

آيَاتُهَا ۹۹ : ۱۵ : سُورَةُ الْحَجَرِ مَكِّيَّةٌ : ۵۴ : رُكُوعَاتُهَا ۶

سورۃ حجر کی ہے اور اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

الرَّحُفَ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ ①

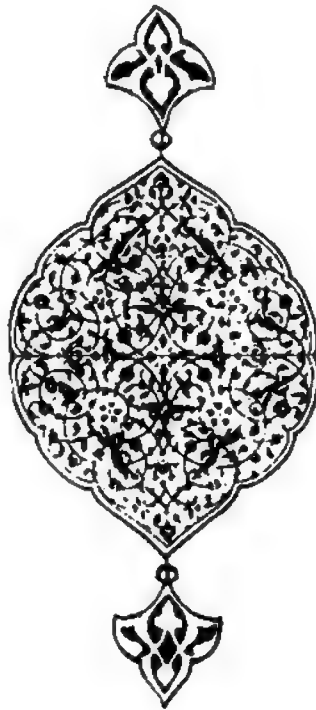
یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور کھلے قرآن کی

## حقانیت قرآن کریم

الرَّحُفَ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ

(ربط) گزشتہ سورت کی طرح اس سورت کا آغاز بھی قرآن کریم کی حقانیت سے فرمایا جو آپ کی نبوت و رسالت

کی دلیل ہے **اَللّٰہُ اعْلَمُ** مراد یہ آیتیں جن کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کرتے ہیں ایک عظیم الشان اور کامل کتاب کا آیتیں ہیں جس کے مقابلہ میں دوسری کتاب کتاب کہلانے کی مستحق نہیں اور اس قرآن کی آیتیں ہیں جو روشن ہے یعنی جس کے اصول اور احکام صاف اور روشن ہیں عقل اور نقل سے ثابت ہیں اور اس کا اعجاز واضح ہے یا وہ قرآن حق اور باطل کو بیان کرنے والا ہے لہذا لوگوں کو چاہیے کہ اس کتاب کو توجہ سے سنیں اور اس پر ایمان لائیں ایسا نہ ہو کہ پہلی امتوں کی طرح تکذیب رسل اور آیات الہیہ سے اعراض کی بنا پر غضب الہی کے مستحق بنیں اور پھر آئندہ چل کر حسرت کریں کہ کاش ہم مسلمان ہوتے اس وقت یہ حسرت کام نہ آتے گی۔



رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿۲﴾

کسی وقت آرزو کریں گے یہ لوگ جو منکر ہیں کسی طرح ہوتے مسلمان ۔

ذُرَّهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِمُ الْأَقْلُ فَسُوفَ

چھوڑ دے ان کو کھالیں اور برت لیں اور امید پر بھولے رہیں کہ آگے

يَعْلَمُونَ ﴿۳﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا

معلوم کریں گے ۔ اور کوئی بستی ہم نے نہیں کھپائی مگر اس کا

كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَ

کھا تھا مقرر ۔ نہ شتابی کرے کوئی فرقہ اپنے وعدے سے ادا

مَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۵﴾

نہ دیر کرے ۔

## بیانِ حسرتِ اہل غفلتِ روزِ قیامت

قال الله تعالى . رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ... مَا يَسْتَأْخِرُونَ

(ربط، گزشتہ آیت میں قرآن کریم کا من جانب اللہ ہونا بیان کیا۔ اب آئندہ آیت میں اس کے نہ ماننے والوں کا انجام بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ جو آج دنیا کی شہوات و لذات میں غرق ہیں اور غفلت کا پیرہہ ان کے پڑا ہے قیامت کے دن یا بوقتِ مرگ نہایت حسرت کے ساتھ کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے اور اس کتاب پر ایمان لاتے یا یہ کہ جب کفار یہ دیکھیں گے کہ انبیاء کے ماننے والوں کو ثواب مل رہا ہے اور ان کے نہ ماننے والوں کو عذاب مل رہا ہے تو اس وقت یہ خواہش کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

چنانچہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے دنیا میں کفر کیا ہے اور اس قرآن میں انکار کیا ہے جب قیامت کے دن اس کفر اور انکار کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو بار بار یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں مسلمان ہوتے اور اس قرآن میں کوہِ انکار کے لانے والے کو مانتے مگر اس وقت یہ تمنا محض بے سود ہوگی۔

لے بنی! آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ خوب کھائیں اور دنیاوی لذات سے فائدہ اٹھائیں اور لمبی آرزو ان کو آخرت سے غفلت میں ڈالے رکھے یعنی طویل آرزوئیں ان کو ایسا غافل بنا دیں کہ انجام کا خیال بھی نہ کریں اور آخرت کو بھولنے میں پس منفر بہ وہ حقیقت حال کو جان لیں گے۔ مرنے کے بعد ان کو حقیقت حال معلوم ہو جائے گی اور اس غفلت اور طول امل کا انجام انہوں کے سامنے آجائے گا اور ان کا فسول کو جو مہلت دی گئی اور فوراً ان کو ہلاک نہیں کیا گیا سوا کسی وجہ یہ ہے کہ ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ ہم نے کسی نبی کو ہلاک نہیں کیا مگر پہلے سے اس کے لیے ایک میعاد مقرر رکھی ہوئی تھی۔ اور کوئی جماعت نہ اپنی مذمت مرقہ سے پہلے ہلاک ہوتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہ سکتی ہے جب وقت آتا ہے تب ہلاک ہوتی ہے جب اللہ کی رحمت پوری ہو جائے اور عذر ختم ہو جائے تب اللہ کا عذاب آتا ہے۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ

اور لوگ کہتے ہیں اے شخص کہ تجھے پر اتری ہے۔

الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ٦ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَكَةِ إِنَّ

نصیحت، تو مقرر دیوانہ ہے۔ کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتے اگر

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ٧ مَا نُنْزِلُ الْمَلَكَةَ إِلَّا

تو سچا ہے۔ ہم نہیں اتارتے فرشتے مگر

بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِلَّا مُمْسِكِينَ ٨ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا

کام ٹھہرا کر اور اس وقت نہ ملے گی ان کو تھیل۔ ہم نے آپ آدمی ہے

الذِّكْرُ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ٩ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ

یہ نصیحت اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔ اور ہم بھیج چکے ہیں رسول

قَبْلِكَ فِي شَيْعِ الْأَوَّلِينَ ١٠ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ

تجھ سے پہلے کئی فرقوں میں اگلے۔ اور نہیں آیا ان پاس کوئی رسول

إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ١١ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي

مگر کرتے رہے ہیں اس سے ہنسی۔ اسی طرح پیٹھاتے ردال دیتے ہیں

قُلُوبَ الْمُجْرِمِينَ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ

ہم اس کو دل میں گنہگاروں کے۔ یقین نہ لادیں گے اس پر اور ہو بائی (ہوتی آئی)

سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ

ہے سرسہ پہلوں کی۔ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان

السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ

سے اور سارے دن اس میں چڑھتے رہیں۔ یہی کہیں کہ ہماری نگاہ ہی

أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْجُورُونَ ۝

بندہ گئی ہے۔ نہیں ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے۔

## ذکر اقوال کفارنا، سجادہ دربارہ بارگاہ رسالت

قال الله تعالى: وَتَلَاؤُا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَعَلَّكُمْ عَلَى الْكُفَرِ... الخ۔ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْجُورُونَ ۝  
 (ربط) اگر شہ آیت میں کفار کے انکار قرآن اور اس پر تہدید کا ذکر تھا اب ان آیات میں کفار  
 کے ان اقوال فاسدہ اور شبہات کا سدہ کا ذکر کرتے ہیں جو وہ صاحب قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بارہ میں کیا کرتے تھے جس سے ان کا مقصود انکار رسالت تھا ان آیات میں ان کے اقوال کو مع جواب کے  
 ذکر فرماتے ہیں تاکہ خود ان پر ان کا عناد اور کج فہمی ظاہر ہو جائے کہ جن کو ہم اپنی جہالت کے نشہ میں  
 سرشار ہو کر مجنون کہا کرتے تھے وہ مجنون نہ تھے چونکہ نزول وحی کے وقت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر  
 ایک رو بو کی کیفیت طاری ہوتی تھی ایسے یہ نادان اس حالت کو مجنون سمجھ کر ان آیات میں  
 اِتِّمُوا مَنَاجِرَكُمْ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ قَالَ تَعَالَى اَوَلَمْ يَتَّبِعْكُمُ اَوَّلًا بَصَافًا يَجْهَرُ مِنْ  
 جَنَّةٍ ۝ اور عجیب نہیں کہ آپ کو بطور استغناء و تمسخر مجنون کہتے ہوں۔ کما قال فرعون اَسْمِعْ نَسْمِعْ  
 اَلَّذِي اُرْسِلَ اَيْنِكُمْ مِّنْجُونًا ۝ خلاصہ کلام یہ کہ گوشہ آیت میں قرآن مبین کے ساتھ کفار کے عناد  
 اور عداوت کا بیان تھا اب ان آیات میں صاحب قرآن یعنی رسول خدا کے ساتھ ان کے عناد اور عداوت  
 کا بیان ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

در یہ کافر لوگ جن کو طول اُمل نے غفلت میں ڈال رکھا ہے معجزات نبوت میں تاثر نہ کرنے

کی وجہ سے کہتے ہیں اسے وہ شخص جس پر قرآن اور نصیحت اتاری گئی ہے بلاشبہ قویو اندہ ہے کہ وہ کم کو نقد سے ادھار کی طرف بلاتا ہے یعنی دنیا سے آخرت کی طرف بیکوں نہیں لاتا تو ہمارے رد و فرشتوں کو جو تیسری نبوت اور صداقت کی گواہی دیں اگر تو بچوں میں سے ہے کہ تیرے پاس اللہ کی وحی آتی ہے یعنی اگر توجہ کہتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں تو فرشتے ہمارے سامنے لا کر وہ تیری رسالت کی گواہی دیں تو لکھا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْكَ نَبَاٌ فَتَكُونُ مِنْكُمْ مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے ہم نہیں اتارتے فرشتوں کو مگر حق کے ساتھ یعنی بمقتضائے حکمت و مشیت ملائکہ کو نازل کرتے ہیں اور تم نے جو فرمائش کی ہے وہ حق نہیں اور حق سے مراد وقت و عذاب ہے اور تمہاری فرمائش کے فرشتے جب نازل ہوں گے تو عذاب ہی لے کر آئیں گے تو اس وقت ان کو مہلت نہیں دی جائے گی بلکہ فوراً ہلاک کر دینے جائیں گے پھر آئندہ آیت میں اشارۃً ان کے مجنون کہنے کا جواب دیتے ہیں کہ ہمارا بھی مجنون نہیں۔ اس لیے کہ تحقیق ہم نے اس پر اس قرآن کو اتار دیا ہے اور یقیناً ہم اس کے گہان ہیں اس میں کوئی شخص کسی قسم کی کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں کر سکتا۔ قیامت تک اس میں نہ کوئی نفسی تحریف کر سکے گا اور نہ معنوی تحریف کر سکے گا اور ظاہر ہے کہ جس پر ایسی نصیحت اور ہدایت کی کتاب نازل ہو وہ مجنون نہیں ہو سکتا۔ پس سمجھ لو کہ جس قرآن کے تم منکر ہو اور جس کی وجہ سے تم ہمارے پیغمبر کو دیوانہ بناتے ہو ہم اس کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ اور سمجھ لو کہ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے جس کی حفاظت نہیں کی گئی وہ قرآن نہیں اس آیت میں حق سبحانہ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ سو الحمد للہ اللہ کا یہ وعدہ اور اس کی یہ پیشین گوئی جیسی فرمائی تھی حرف بحرف پوری ہوئی۔ چنانچہ محمد اللہ دیکھ لیجئے کہ قرآن مجید کی کسی حفاظت ہوئی ایک حرف بلکہ ایک نقطہ بھی نہ اس کے گھٹ سکا نہ بڑھ سکا۔ اگلی کتاب میں محرف و تبدل ہو گئیں مگر قرآن ہنوز اسی حالت پر ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے اور اسی طرح وہ قیامت تک ہر طرح کی تحریف و تبدل اور کمی اور زیادتی سے محفوظ رہے گا۔ جن دانش میں سے کسی کو جمال نہیں کہ اس میں سے ایک حرف یا ایک کلمہ کم یا زیادہ کر سکے۔ یہ فضیلت سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ اور اس وقت مولائے قرآن کے روئے زمین پر کوئی الہامی کتاب ایسی نہیں جس میں تحریف اور تبدل اور کمی اور زیادتی نہ رہے نہ پائی ہو تو رویت اور انجیل کے اصلی نسخوں کا آج تک پتہ نہیں چل سکا اور بائبل کے جو نسخے اس وقت موجود ہیں وہ باہم مختلف ہیں ان میں ہزاروں بلکہ لاکھوں اختلاف موجود ہیں سوائے قرآن کے روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں کہ ہر خط و زمین میں جس کے بے شمار حافظ موجود ہوں اور حرف بحرف ان کو از بر ہو بہتر سے دشمنان دین قرآن کی تحریف کے درپے رہے اور اب تک ہیں کوئی اس کی ترتیب بدلتا ہے اور کوئی نئی اور مدنی سورتوں میں فرق کرنا ہے اور کوئی تاویلات کا سدہ سے اس کے معنی اور مطالب

کو بدلنا ہے اور کوئی وحی کی حقیقت کو بدل کر اس کو کلام انسانی اور القاء نفسانی بتاتا ہے مگر علماء متبحرین ان کی لفظی اور معنوی تحریف کو ظاہر کر دیتے ہیں اور ان نام نہاد مسلمانوں کے پردہ نفاق کو چاک کر دیتے ہیں۔

عرض یہ کہ ذکر قرآن کی اس شان سے محفوظیت اس امر کی دلیل ہے کہ یہ قرآن منزل بنی اللہ ہے اور جس ذات پر یہ ذکر یعنی قرآن نازل ہوا ہے وہ مجنون نہیں۔ اور البتہ ہم آپ کے پہلی آیتوں اور مختلف فرقوں میں رسول بھیج چکے ہیں مگر وہ مختلف فرسے انبیاء کی طرف جنوں کی نسبت کرنے میں متفق رہے اور ان کے پاس جو پیغمبر آتا تھا اس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے کیونکہ ہر گروہ اپنی بنائی ہوئی خواہشوں میں غرق تھا اور نفس کے شہوات میں ڈوبا ہوا تھا جو رسول آتا تو ان کو ان نفسانی اور شہوانی لذات سے منع کرتا تو اس کو مجنون بناتے اور اس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے مطلب یہ ہے کہ لے نیچے! یہ کافر جو آپ کو مجنون کہتے ہیں اور آپ کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں پہلے کافروں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ اسی طرح کی باتیں کی ہیں ان جاہلوں کی یہ قدیم عادت ہے اسی طرح کی تکذیب اور استہزاء ہم مجرموں کے دلوں میں اندر دیتے ہیں۔ مجرمین سے وہ تو گمراہ ہیں جو حق کے معاندین ہونے نفس کے تابع ہیں۔ اور اتباع ہدیٰ سے استیکبار کرتے ہیں کہ ہم کیوں کسی کے مطیع اور فرماں بردار نہیں اور ہم دولت مند ہیں ان درویشوں کے پیچھے کیوں پیس۔ یہ امور تو ان کی گمراہی کے ظاہری اسباب ہیں۔ اور اصل سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی توفیق سے محروم کر دیا ہے۔ اور ان کے دل ایسے بنا دیئے ہیں کہ ایمان میں داخل نہ ہو سکیں۔ اس قسم کے معاندین قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور اسی طرح گمراہی سے ہم پہلے لوگوں کی جس نے انبیاء کو تکذیب کی اور ان کے ساتھ استہزاء کیا اور ان کو مجنون بتلایا وہ عذاب الہی سے ہلاک ہوا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اگلے کافر ایمان نہیں لائے اسی طرح یہ بھی ایمان نہیں لائیں گے اور جس طرح ستمزدین ہلاک اور رسوا ہوئے اور حق کا بول بالا ہوا اسی طرح اسب بھی ہوگا۔ اور نہ جاح کہتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت یہ ہی ہے کہ انبیاء کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرنے والوں کے دلوں میں کفر اور گمراہی کو باری ساری کر دیتے ہیں کہ کفر اور عناد ان کے دگ و دیش میں سرایت کر جاتا ہے (تفسیر کبیر) اور وہ نزول ملائک پر تو کیا ایمان لائے ان کے عناد اور ضد کی تو یہ حالت ہے کہ اگر سچائے اس کے کہ ان کے لیے فرشتے آسمان سے اتاریں۔ خود ان کو آسمان پر پہنچا دیں۔ اس طرح کہ ہم ان کے لیے آسمان ہم کوئی دروازہ کھول دیں پھر دن کے وقت وہ اس پر چڑھیں اور بلا کسی اشتباہ عجائب ملکوت کا مشاہدہ کر لیں اور فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو تب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور ازراہ عناد یہ ہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے اس لیے ہم اپنے آپ کو آسمان پر چڑھنا ہوا دیکھتے ہیں لیکن فی الواقع ہم آسمان پر نہیں چڑھ رہے ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عناد اور ضد کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی انسانی کو آنکھ سے بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے بلکہ یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے یا ہماری عقلوں پر جادو کر دیا گیا ہے پس جو شخص تعنت اور عناد کی اس حد کو پہنچ جائے اس کو کوئی موعظت



نفع نہیں دیتی اور نہ وہ کسی نشانی سے راہ باب ہو سکتا ہے ایسے معاندین کے سامنے فرشتوں کا نازل کرنا بالکل بے سود ہے۔

## لطائف معارف

بابت آیت = اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَٰخٰفِضُوْنَ۔

۱۔ تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ موجودہ قرآن بعینہ وہ ہی قرآن ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور ہر قسم کے تحریف اور تغیر و تبدل اور کسی اور زیادتی سے بالکل محفوظ ہے اور انشاء اللہ قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گا اور نہ اس میں تحریف ہو سکے گی اور نہ وہ ضائع ہو سکے گا کیونکہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَٰخٰفِضُوْنَ۔

تحقیق ہم ہی نے یہ کتاب نصیحت نازل کی ہے اور تحقیق ہم ہی اس کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ اس وعدہ کے مطابق آج چودھویں صدی گزرنے کو ہے کہ قرآن ایسا محفوظ ہے کہ مشرق سے لیکر مغرب تک اس کے لاکھوں حافظ موجود ہیں اور دسوں زمین کے مسلمانوں کی زبانوں پر یکساں محفوظ ہے۔ ایک لفظ یا زبر یا زیر کا فرق نہیں بغرض محال اگر قرآن کریم کے تمام کتبوتی اور مطبوعی نسخے دسوں زمین سے معدوم ہو جائیں تب بھی قرآن کا ایک جملہ اور ایک کلمہ بھی نہ ضائع ہو سکتا ہے اور نہ بدلا جاسکتا ہے۔ قرآن کے سوا کسی آسمانی اور زمینی کتاب کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔

۲۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی کتاب ایسی محفوظ نہیں جیسا کہ یہ قرآن محفوظ ہے۔ سوائے قرآن کے کوئی کتاب دنیا میں ایسی نہیں جس میں تغیر اور تبدل اور تصحیف و تحریف واقع نہ ہوئی ہو۔ انتہی۔

۳۔ اور شیعوں میں جو غالی اور متعصب ہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عثمان بن عفانؓ بلکہ ابو بکرؓ نے بھی قرآن کو بدل ڈالا اور بہت سی آیتیں اور سورتیں جو حضرت امیر اور اہل بیت کے فضائل میں نازل ہوئی تھیں اور جن آیت میں اہل بیت کی اطاعت اور پیروی کے احکام تھے اس قسم کی تمام آیات و قرآن

لہ اعلم انہ لم یبق شیء من الکتب مثل هذا الحفظ فانه لا کتاب الا وقد دخله التصحیف والتغییر ما فی الکثیر منہ اذ فی القلیل و نداء هذا الکتب مصونا عن جمیع جهات التحریف مع ان دولی الملاحدة والیہود والنصارى متوفرة علی البطالة و افسادہ من عظم المعجزات و ایضاً اخبر اللہ تعالیٰ عن بقاءہ محفوظاً من التغییر والتحریف و انقضی الآن قریباً من ستمائة سنة فكان هذا اخباراً عن الغیب فكان ذلک ایضاً معجزاً قاهر۔ (تفسیر کبیر ص ۲۶۵)

سے ساقط کر دیا اس لیے کہ اس قسم کی آیتیں شیخین اور عثمان کو بہت شاق اور مگران تھیں۔ اور بعض فضائل اہل بیت کے ایسے مذکور تھے جن سے ان کی رگِ حسد جنبش میں آگئی اس لیے اس قسم کی تمام آیتوں کو قرآن سے نکال ڈالا۔ ازاں جملہ ایک یہ ہے: وَجَعَلْنَا عَلِيًّا صَهِرًا لِّكَ ۖ يَٰ أَيُّهَا النَّبِيُّ كَسَّخْ رُحْ مِیں تھی جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے علی کو تیرا داماد بنایا اس آیت صہریت کی نسبت حضرت امیر کی طرف کی گئی نہ کہ عثمان کی طرف اور قرآن میں ایک سورت سورۃ الولاية تھی جو بڑی لمبی سورت تھی۔ اور اہل بیت کے فضائل پر مشتمل تھی اس کو بھی قرآن سے نکال ڈالا۔

۴۔ اہل سنت والجماعت اس طعن کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس طعن کی ذمہ داری تو خدا پر عائد ہوتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے خود قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اِنَّا خَلَقْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَٰخَفِظُوْنَ فرمایا ہے یعنی یہ قرآن ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ و نگہبان ہیں۔ پس جس چیز کی حمایت اور حفاظت کا وعدہ خدا تعالیٰ نے کیا ہے کسی بشر کو یہ مقدور نہیں کہ وہ اس کی حفاظت بظلم انداز ہو سکے اور اس میں کچھ گھٹا بڑھا سکے جس چیز کی حفاظت کا حق تعالیٰ ذمہ دار ہو اس میں کوئی الحاق اور تحریف اور کمی زیادتی کسی طرح ممکن نہیں ہاں اگر شیعہ یہ کہیں کہ شیخین اور عثمان کو یہ قدرت ہے کہ وہ وعدہ خداوندی کو پورا نہ ہونے دیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ شیخین اور عثمان معاذ اللہ اس قدر قاصر اور قادر ہیں کہ اگر چاہیں تو خدا کا وعدہ بھی نہ چلنے دیں حق تعالیٰ تو بنا کید اکید اپنے پیغمبر و وعدہ کا اعلان کرتا ہے کہ ہم اس قرآن کے محافظ اور نگہبان ہیں اور شیعہ کہتے ہیں کہ خلیفہ ثالث نے قرآن اصلی کا بالکل نشان مٹا دیا۔ اللہ اللہ کیا قدرت اور طاقت تھی کہ نعوذ باللہ خدا کی بھی نہ چلنے دی سورتیں کی سورتیں اور آیتیں کی آیتیں نکال ڈالیں یا بدل ڈالیں اور خداوند تبارک و جبار خاموش دیکھتا رہا۔

۴۔ اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ جب خدا نے یہ وعدہ فرمایا کہ ہم اس قرآن کے محافظ اور نگہبان ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ۔

(۱) یہ تو نامکن اور محال ہے کہ خداوند جل جلالہ نصراً اپنے وعدہ سے مخوف ہو جائے اور حفاظت نہ کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اور قول میں سچا ہے کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا يَخْلِفُ الْمِيْعَادُ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قَوْلًا۔ اللہ سے زیادہ کون سچا ہے اپنے قول میں؛ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَتَعَثَّتْ مَكَلَمَتُ رَبِّنَا صِدْقًا وَ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَةٍ۔

(۲) اور یہ بھی نامکن ہے کہ خدا تعالیٰ وعدہ کر کے بھول جائے سورۃ مریم میں ہے وَمَا كَانَ رَبُّنَا مُسِيْئًا تیسرا تیسرا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے؛ خدا تعالیٰ کے حق میں سہوا اور لیان اور غفلت نامکن اور محال ہے اور سورۃ طہ میں لَا يَضِلُّ رُفْيٌ وَلَا يَسْخِي (میرا پروردگار نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے) اور سورۃ بقرہ میں ہے لَا تَأْخُذُ سَهَةً وَ لَا اَنُومٌ (خدا کو نہ ادبگہ آسکتی ہے اور نہ ہند)

(۳) اور یہ بھی ناممکن ہے کہ جبراً و قہراً ایسا ہو جائے کہ خدا اپنا وعدہ پورا کرنے سے مجبور ہو جائے ورنہ لازم آئے گا کہ معاذ اللہ غلیظہ ثلاث قوت میں حق تعالیٰ سے بڑھے ہوئے ہیں کہ حق تعالیٰ تو حفاظت کا وعدہ فرمائیں اور غلیظہ ثلاث اس کو جبراً و قہراً نہ چیلنے دیں اب اس سے ایک اندیشہ اور پیدا ہو گیا کہ مبادا قیامت کے دن غلیظہ ثلاث شیطان علیٰ کو خدا کی حفاظت سے نکال کر کبھی کبھی کے بدلے نہ نکالنے لگیں۔

۵۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ قرآن میں کمی اور بیشی کا ہونا عقل اور نقل ہر اعتبار سے باطل ہے۔

عقلاً تو کمی بیشی کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ۔

### دلیل عقلی

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو شخص ایمان لانا۔ اول آپ اس کو قرآن سکھاتے اور پھر وہ قرآن سیکھنے کے بعد اوروں کو سکھاتا اسی طرح سینکڑوں آدمی اور ہزاروں آدمی سلمان ہوئے۔

(۲) حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہزاروں آدمیوں نے قرآن سیکھا اور اس کو حفظ کیا چنانچہ بعضے بعضے عزوات میں ستر ستر قاری شہید ہوئے۔

(۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے اب تک یہ ہی حال ہے کہ ہر زمانے میں پشت در پشت ہزاراں ہزار قرآن کے حافظ ہوتے چلے آئے اور مشرق اور مغرب کے حافظوں میں ایک حرف کا بھی فرق نہیں پس جس کتاب کا یہ حال ہو اس میں کسی کی شراست سے کمی و بیشی کا واقع ہو جانا عقلاً محال اور ناممکن ہے۔

(۴) مشرق اور مغرب کے قرآن کے مطبوعہ نسخوں کو ملاو، ذرہ برابر فرق نہ نکلا گا۔

(۵) دوسرے زمین کی مختلف زبانوں کی تفسیروں کو دیکھ لیا جائے سب کی سب ایک ہی قرآن کی تفسیر ہیں

### دلیل نقلی

اور دلیل نقلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ سَرِّ لَنَّا الْمَدِّ كَسْرُ وَاِنَّا لَنُهَ لِحْفَظُوْنَ تحقیق ہم ہی نے اس قرآن کو اتارا ہے اور تحقیق ہم ہی اس کے محافظ اور نگہبان ہیں کہ قیامت تک تحریف و تبدیل اور زیادتی اور نقصان سے اور کمی و بیشی سے بالکل محفوظ رہے گا اور دوسری جگہ ارشاد ہے لَا يَأْتِيهِ لِبَاطِلٌ مِّنْ اَيْنٍ يَّدْعُهُ وَلَا مِّنْ خَلْقِهِ ۔ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَيْكُمٍ حَسْبُكَ ۔ بڑے بڑے ملاعدہ اور نہ نادانہ اور قراطہ گور گئے مگر کسی کو ایک کلمہ میں بھی تغیر و تبدیل کی قدرت نہ ہوئی خدا جس کی حفاظت کا وعدہ فرمائے اس میں کون تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔

دلیل الزامی | اس دلیل عقلی و نقلی کے بعد ہم ایک دلیل الزامی پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ

تمام روایات امامیہ سے یہ ثابت ہے کہ تمام اہل بیت ۔ (۱) اسی قرآن کو پڑھتے تھے اور (۲) اسی کے خاص و عام سے تمسک کرتے تھے اور (۳) اسی قرآن کی آیتوں کو عبور استدلال

پیش کیا کرتے تھے اور (۴) اسی قرآن کو نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور (۵) اپنے اہل دعیال کو اسی قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے اور (۶) اپنے مردوں کو اسی قرآن کا ثواب پہنچاتے تھے اور (۷) اسی قرآن سے مسائل شیعہ کا استنباط کیا کرتے تھے اور (۸) بغیر وضو کے اسی قرآن کو کس نہیں کرتے تھے اور (۹) اسی قرآن کے اوامر و نواہی کے پابند تھے اور (۱۰) اسی قرآن کی تفسیر کیا کرتے تھے۔

امام حسن عسکریؑ کی طرف جو تفسیر منسوب ہے وہ حرف بحرف اور لفظ بلفظ اسی قرآن کی ہے۔ اگر ترتیب عثمانی منزل ربانی کے مخالف ہوتی تو امام حسن عسکریؑ اس کی تفسیر نہ لکھتے کیا امام حسن عسکریؑ کو پورا کلام اللہ یاد نہ تھا جو اس کی بھی تفسیر لکھتے اور مذہب شیعہ کے کبار علماء کی ایک جماعت مثلاً ابو علی طبرسی اور قاضی نور اللہ شوشتری اور اوصاف و طبرہم نے اس امر کا صاف اقرار کیا ہے کہ ترتیب عثمانی بالکل صحیح ہے اور مہم ہوی کے بالکل مطابق ہے اور تفسیر مراد مستقیم جو شیعوں کی معتبر تفسیر ہے اس میں اس طرح ای انالہ لحفظون من التحریف والتبدیل والنویۃ والنقصان اور سورہ فہم تجوہ میں ہے لَا یَأْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ یَمَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ شَمَیْلِہِ یعنی اس پر (یعنی قرآن پر) باطل راستہ کی تحریف اور نتائج کا دخل نہیں نہ آگے سے نہ پیچھے سے یعنی کسی وجہ سے، پس ثابت ہو گیا کہ مرد قرآن بلاشبہ منزل من اللہ ہے اور یہ قرآن بعینہ وہی قرآن ہے جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس کی آپ نے صحابہ کو تعلیم دی معاذ اللہ عثمانؓ کو ایسا اقتدار کہاں سے حاصل ہوا کہ جو ترتیب آسمانی کے بدلنے اور بگاڑنے پر قادر ہو گئے اور ایسے قادر ہونے کا صفحہ ہستی سے اصل قرآن کا نام و نشان مٹا دیا اور اسد اللہ الغلاب پر سب کچھ دیکھتے رہے مگر کچھ نہ بولے حتیٰ کہ حضرت علیؑ کا زمانہ خلافت آیا اس وقت بھی باوجود خلافت اور بادشاہت کے اصلی قرآن کو ظاہر نہ کیا اور نمازوں میں ترتیب عثمانی کے مطابق قرآن پڑھتے رہے۔ حضرت عثمانؓ نے جبہ مشورہ صحابہ قرآن کو مرتب کیا تو اس مشورہ میں حضرت امیرؓ بھی شریک تھے تو تنہا عثمانؓ کو کیوں مطعون کیا جاتا ہے سنن ابوداؤد میں باسناد صحیح سوید بن غفلہ سے روایت ہے قال علی بن ابی طالب لا تقولوا فی عثمان الا خیروافوا اللہ ما فعل الذی فی المصاحف الا علی ملائمتا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا عثمانؓ کے بارہ میں سوائے کلمہ خیر کے کوئی لفظ زبان سے نہ نکالو۔ خدا کی قسم عثمانؓ نے مصاحف کو مدون اور مرتب کیا وہ ہم سب کے مشورہ اور اتفاق سے کیا۔ عثمانؓ غنیؓ نے جس قدر نسخ قرآن کے لکھوائے وہ صحابہ کے سامنے پڑھے گئے اور پھر سب کے مشورہ سے مختلف بلاد کو بھیج گئے ایسی صورت میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں نیز اگر بقول شیعہ کلام اللہ غیر محفوظ ہے تو شہادت حدیث ثقلین شیعوں کو ثقلین کے ساتھ تسک باقی نہ رہے گا اس لیے کہ تسک کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ شے

سے ان علماء شیعہ کی اصل عبارتیں اگر دیکھا مقصود ہو تو ازالہ الشکوک جلد دوم از صفحہ ۴ تا ۱۴۱ مصنف مولانا رحمت اللہ کیراوی قدس سرہ کی مراجعت کریں۔

موجود ہو۔ غائب اور غیر مقدور چیز سے تمسک ممکن نہیں اور یہ ناممکن ہے کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ایسی چیز کے ساتھ تمسک کا حکم دیں جو ہماری قدرت میں نہ ہو حدیث ثقیلین اس امر پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ قرآن ہر زمانہ میں موجود رہے گا۔ جس سے لوگ تمسک کر سکیں گے جیسا کہ اہل بیت کا تسک ہر وقت ہر زمانہ میں حاصل ہے کیونکہ وہ موجود ہیں پس جب کہ کتاب خود شیعوں کے زعم کے مطابق موجود ہی نہیں تو تمسک کس سے کریں گے۔

(۱) مذہب امامیہ کے بعض علماء اگرچہ اس قرآن کو محفوظ اور منزل من اللہ مانتے ہیں مگر جمہور علماء مذہب امامیہ صحیف عثمانی کو بعینہ صحیفہ آسمانی نہیں مانتے اور اس کو اصلی قرآن نہیں جانتے بلکہ اس کو ناقص مانتے ہیں اور معقہ تحریف ہیں حضرات شیعہ کے نزدیک اصل قرآن کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ جن میں سے اب صرف کل چھ ہزار آیتیں باقی ہیں جیسا کہ کافی یحییٰ میں ہے عن هشام بن سالم عن ابی عبد اللہ ان القرآن انذی جاء به جبئیل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبعة عشر الف آیت۔ شیعوں کی اس روایت کے مطابق کلام اللہ کا دو تہائی حصہ چوری اور خورد برد ہو گیا بہتر تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کا ذمہ ہی نہ لیتے نیز یہ روایت اگر صحیح ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ معاذ اللہ قرآن کریم محرف اور غیر معتبر ہونے میں تو ریت اور انجیل سے کہیں دامن ہے۔ تو ریت اور انجیل میں تو لفظ اسراء اور حکام کی خاطر تحریف ہوئی باقی سب جگہ تحریف نہیں ہوئی اور قرآن کریم میں اتنی تحریف ہوئی کہ سترہ ہزار آیتوں میں سے صرف چھ ہزار آیتیں باقی رہ گئیں۔ حالانکہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا تھا اور تو ریت کی حفاظت امت موصوٰیہ کے سپرد کی تھی بے تحفظاً و امناً کتائب اللہ اور قرآن کریم کی یہ نعمت خلفائے راشدین کا طفیل ہے ورنہ حضرات شیعہ کو تو قرآن دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور نماز اور تہجد میں پڑھنا نصیب نہ ہوتا کیونکہ حضرات ائمہ نے تو شیعوں کو کوئی قرآن دیا نہیں نیز حضرات شیعہ اس کے قائل ہیں کہ قرآن میں اگرچہ کمی واقع ہوئی ہے اور اس میں تحریف بھی ہوئی ہے مگر اس تحریف کی وجہ سے حلال و حرام میں کہیں تغیر و تبدل نہیں آیا۔ نیز شیعہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اس محرف قرآن کے پڑھنے کی وجہ سے ثواب تلاوت میں کمی نہیں آتی اور اس قرآن کو پڑھنے سے نماز کا صوابین ہوئی اور اس موجود قرآن کے اتباع سے اوامر و نواہی کے اتباع میں سرور و فراق واقع نہیں ہوتا اس اعتبار سے خلفاء راشدین ائمہ شیعہ سے ہزار درجہ برتر کہہ کر قرآن کا کچھ حصہ مسلمانوں کو دے گئے اور ائمہ نے تو قرآن کی ایک سورت بھی مسلمانوں کو نہیں دی۔

(۲) اعلم ان القرآن محفوظ بین المذتبین و هو الذی نزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر زیادة ولا نقصان فیہ و قالت الرافض الخو انفس القرآن دعت فیہ الزیادة والنقصان قلنا هذا غلط بلا شبهة بعدة ادھر (اذل) امہ تکذیب لقولہ تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَکُمْ لَحَافِظُونَ و امثالہ من الآیات



بالتفاق قبول کر لیا اور منقول متواتر اب تک وہ ہی مصحف تمام اسلامی دنیا میں شائع ہے جسے ہم روزمرہ تلاوت کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ وعدہ حفاظت قرآن خلفاء ثلاثہ کے وقت میں ان کی سعی اور کوشش سے پورا ہوا ہی ان کی فضیلت کے لیے کافی ہے اب قیامت تک جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کرے گا اس کا اجر خلفاء ثلاثہ کے اعمال میں ثبت ہوگا۔

(۸) یہ قرآن اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ پر اس کی تبلیغ فرض تھی کما قال اللہ تعالیٰ یَا أَيُّهَا الرِّسَالُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ارشاد باری اس قرآن کی تبلیغ کی اور جو شخص عہد رسالت میں مشرف باسلام ہوا آپ نے اس کو یہ ہی قرآن سکھایا اور خلفاء راشدین نے یہ ہی قرآن جو آپ سے سیکھا تھا مسلمانوں کو سکھایا اور بشکل مصحف اس کو مرتب کر کے مسلمانوں کو دیا جو آج تک منقول متواتر مسلسل چلا آ رہا ہے اور جو قرآن شیخین اور عثمانؓ نے جمع کیا اور اس کی جمع و ترتیب میں ان اذول تا آخر حضرت علیؓ شریک رہے اور اپنے زمانہ خلافت میں بلکہ ساری عمر نماز وغیرہ میں اسی قرآن کو پڑھتے رہے پس اگر حضرت علیؓ کے نزدیک مصحف عثمانی غلط اور باطل تھا تو اپنے دور خلافت اور زمانہ حکومت میں اس کو منسوخ کر کے لوگوں کو صحیح قرآن سے کہوں آگاہ نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک بھی مصحف عثمانی اصلی اور صحیح قرآن تھا۔

(۹) غرض یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور عجیب شان سے اس کی حفاظت فرمائی کہ اس قرآن کو حفاظ کے سینوں میں محفوظ کر دیا۔ کما قال تعالیٰ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُذُنُوا الْعِلْمَ۔ اور صحیح مسلم میں عیاض بن حمادؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں و انزلت علیک کتاباً بالایسلسلۃ السماء (یعنی اے نبی! میں نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی بھی نہیں دھو سکتا)۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اگر تمام بنی آدم مل کر بھی اس قرآن کو مٹانے کی کوشش کریں تو اس پر قادر نہ ہوں گے۔ الحمد للہ یہ دولت اہل سنت کو نصیب ہوئی اور حضرات شیعہ اس دولت عظمیٰ سے محروم کر دیئے گئے۔ حتیٰ کہ شیعوں کو اللہ کے نیا ہونے میں ضرب المثل ہو گئے اہل سنت ہی قرآن کو حفظ کرتے ہیں اور وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ الَّذِينَ أَكْبَدْتَهُمُ انْكَبَتْ يَسْطُونَ حَقَّ تِلَاوَتِهِمْ أُولَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ تلاوت قرآن اہل سنت کا شعار ہے اور حضرات شیعہ کا شعار سبھانے تلاوت قرآنی کے مرثیہ خوانی ہے۔

## (۱۰) شیعوں کو قرآن کیوں یاد نہیں ہوتا

جو شاگرد اسناد کے حق میں گستاخ ہوتا ہے وہ کبھی علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا خلفاء ثلاثہ و بارہ قرآن

تمام امت کے استاد ہیں جو ان کی شان میں گستاخی کرے گا وہ کبھی اس دولت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور مَنْ يَكْفُرْ بِهِمْ فَأَوْلٰى لَهُمْ الخائضون میں اسی طرف اشارہ ہے حضرات شیعہ نے اس نصبت کی ناشکری کی اس لیے اس دولت سے محروم رہے دمن کفر یشکر الناس کفر یشکر اللہ۔ بدکاریوں کیے کو منکرین صحابہ کو جو کلمہ گوئی کی نوبت آئی اور بزم خود مسلمان ہونے یہ بھی صحابہ ہی کی جویتوں کا صدقہ ہے اگر صحابہ جہاد نہ کرتے اور دین نہ پھیلاتے تو ان کو دین کی خبر بھی نہ ہوتی الغرض تمام عالم حضرات صحابہ کا شاگرد اور مرہون منت ہے سب کو صحابہ پر کرام رضی اللہ عنہم کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

**تادیلات شیعہ** | کلام اللہ روح محفوظ میں محفوظ ہے دوئم یہ "غارِ سرمن" میں امام مہدی کے سر میں محفوظ ہے۔

**جواب** | اہل منت ہے کہ یہ دونوں تادیلیں مہمل اور لغو ہیں۔ اول تو یہ کہ روح محفوظ میں حفاظت کرنے سے ہم کو کیا فائدہ ہمیں ناندہ جب ہوتا کہ جب قرآن ہمارے پاس محفوظ ہوتا تا کہ احکام خداوندی کے معلوم کرنے میں کوئی شک و شبہ نہ رہتا۔ دوئم یہ کہ حفاظت دہاں ہوتی ہے جہاں احتمال ضائع ہونے کا ہے اور روح محفوظ میں یہ احتمال ہی نہیں دہاں کسی کی مدرس اور رسائی ہی نہیں کہ چوری کا احتمال ہو۔ سوم یہ کہ آیت مذکورہ میں اول تنزیل کا ذکر فرمایا۔ بعد ازاں اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ وعدہ حفاظت قرآن نزل کے متعلق ہے تو تیسری برس میں بتدریج نازل ہوا نہ کہ اس قرآن کا جولوہ محفوظ میں محفوظ ہے۔ چہارم یہ کہ اہل آیت میں قرآن کے لفظ کو ذکر سے تعبیر کیا جس کے معنی نصیحت کے ہیں اور نصیحت جاہل اور غافل کو ہوتی ہے معلوم ہوا کہ یہ قرآن جاہلوں کے لیے مذکر اور داعظ ہے اور گنہگاروں کے واسطے پرہیز دل بند ہے اور جاہل اور غفلت کے ساتھ انسان ہی موصوف ہوتا ہے علامکہ اس عجیب سے محفوظ ہیں قرآن جب تک روح محفوظ میں رہا تو اگر رسائی تھی تو فقط فرشتوں کی تھی۔ ان کو وحی و پند سے کیا سود کار۔ فرشتے نہ جاہل ہیں اور نہ غافل اور نہ گنہگار۔ ہاں جب یہ قرآن روح محفوظ سے نازل ہو کہ دنیا میں پہنچا اور اس خلوم چہل انسان سے اس کا معاملہ اور واسطہ پڑا تو اس کے لحاظ سے لفظ ذکر معنی پند و نصیحت استعمال ہوا کیونکہ تذکر اور وعظ کی ضرورت غافلان نوع بشر ہی کے لیے ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ ذٰلِکَ لَعَلَّہُمْ یَحْفَظُوْنَ کا وعدہ ان ہی غفلوں اور جاہلوں کے لیے ہے نہ کہ ملائکہ کے لیے۔ پنجم یہ کہ اگر حفاظت سے روح محفوظ میں حفاظت مراد ہے تو اس قسم کی حفاظت تو تودیت اور انجیل میں بھی موجود ہے۔

**تادیل دوم کا رد** | اوہی دوسری تادیل سودہ بھی مہمل ہے امام مہدی کا غارِ سرمن میں معنی ہونا شیعوں کا ایک من گھڑت افسانہ ہے۔ نصاریٰ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری

انجیل آسمان چہارم میں حضرت عیسیٰ کے پاس محفوظ ہے اور وہاں کسی قسم کا خطرہ نہیں غارِ سرمن میں اندیشہ ہے کہ حضرت امام مہدی کا کوئی دشمن پھرتا پھرتا دہاں پہنچ جائے اور ان سے قرآن کریم چھین کر



جلاوے یا ان کو شہید کر دے۔ اختلاف خلیفہ ثالث کے جمع کردہ قرآن کے کہ وہ حافظوں کے سینے میں محفوظ ہے اسکو چھین کر جلا کر نامکون ہے پس مجاہدہ تعالیٰ یہ قرآن اہلسنت کے سینوں میں محفوظ ہے جہاں کسی چور اور قزاق کی رسائی ممکن نہیں۔

۲۔ علاوہ ازیں یہ عقیدہ فی حد ذاتہ بالکل مہمل ہے اس لیے کہ قرآن تو لوگوں کی ہدایت کے لیے اترا تھا نہ کہ اخفاء کے لیے اور قیامت کے قریب ظاہر ہونے سے کیا فائدہ لوگ انتظار کرتے کرتے خشک گئے ممکن ہے کہ اس عرصہ میں حق تعالیٰ کو بدا واقع ہو گیا ہو اور ان کو امامت سے معزول کر دیا گیا ہو۔

۳۔ نیز اس چھپے رہنے میں اندیشہ ہے کہ دشمن بزدلی کا طعن دیں گے کہ کیوں چھپے ہوئے ہیں باہر کیوں نہیں آتے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل تین سو تیرہ آدمی مجتمع ہونے پائے تھے کہ جہاد شروع کر دیا اور پھر وہ بھی بڑھم شیعہ اکثر متناقض تھے حضرات شیعہ جیسے ”مخلص“ نہ تھے اور اب لاکھوں مخلصانہ شیعہ بھی موجود ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ باوجود اختلاف ارجاب اور فراہمی اسباب غار سے باہر نہیں آتے اور امت محمدیہ کو گمراہی سے نہیں نکالتے اور بجائے بیاض عثمانی کے اصل کام ربانی کیوں ظاہر نہیں کرتے۔

۵۔ نیز حضرات شیعہ یہ بتائیں کہ اس کاراوی اور عینی شاہد کون ہے کہ جو شہادت دے کہ امام مہدی میرے سامنے جا کر غار میں چھپے ہیں۔

۶۔ نیز اگر وہ چھپ ہی گئے تو غار تو محدود ہے تو حضرات شیعہ اس غار میں جا کر ان کو بلا لائیں۔

۷۔ نیز اگر بغرض محال کوئی معنی شاہد اس کا بل جائے کہ وہ غار میں چھپے ہیں تو معلوم نہیں کہ تیرہ صدیاں گزر جانے کے باوجود وہ زندہ سلامت ہیں یا وفات پا چکے ہیں کتاب و سنت سے اس کے لیے دلیل چاہیے نصاریٰ تو کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے امام مہدی کے غار میں جا کر چھپ جانے کی کوئی ضعیف بلکہ موضوع روایت بھی نہیں۔

## اجماع اُمت بر محفوظیت قرآن از زیادت نقصان

امام تربطی مقدمہ تفسیر میں ص ۸۰ جلد ۱ پر لکھتے ہیں۔

لا خلاف بین الامۃ ولا بین الاثنۃ اهل السنۃ ان القرآن اسم بکلام اللہ تعالیٰ الذی جاء به محمد صلی اللہ علیہ وسلم معجزۃ لہ (علی نحو ما تقدم) وانہ محفوظ فی الصدور مقروء باللسنۃ مکتوب فی المصاحف معلومۃ علی الاضطرار سورۃ آیاتہ

مبصرة من الزيادة والنقصان حروفه وكلماته - فلا محتاج في تعريضه بحد ولا في حصره بعد فمن ادعى زيادة عليه او نقصانا فقد ابطال (۱) الاجماع وبهت الناس - (۲) ورد ما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم من القرآن المنزل عليه (۳) ورد قوله تعالى كُلُّ شَيْءٍ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا - وابطل آية رسولهم عليه السلام لانها اذا كانت يصير القرآن مقدورا عليه حين شيب بالابطال ولما قدر عليه لم يكن حجة ولا بينة وخرج عن ان يكون معجزة لافان لاقابل بان القرآن فيه زيادة ونقصان راؤ كتاب الله ولما جاء به الرسول وكان ممن قال الصلوات المفروضة خمسون صلوة و تزوج ربع من النساء حلال وقد فرض الله اياما مع شهر رمضان الى غير ذلك مما لم يثبت في الدين فاذا رد هذا بالاجماع كان الاجماع على القرآن اثبت واكد والمزم وأوجب (۱۵)

وايضا قال :- منع في زماننا هذا زائغ زاغ عن الملة وهجم على الامم بما يحاول به ابطال الشريعة التي لا يزال الله يؤيدها ويثبت أسسها وينمي فرعها ويحييها عن معاييب ادلى الجفت والجور ومكايدها هل العداوة والكفر - فزعم ان المصحف الذي جمعه عثمان رضي الله عنه باتفاق اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على تصريه فيما فعل - لا يشتمل على جميع القرآن اذ كان قد سقط منه خمسة حروف قد قرأت ببعضها واسفرا ببقيتها (فمنها) والعصر ونواب الدهر فقد سقط من القرآن على جماعت المسلمين ونواب الدهر .... الى ... ومنها) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ بَسِيفٍ يَخِي وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ وروى هؤلاء ايضا قال هذا صراط على مستقيم (ومنها) وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ يعني وكان الله قوتنا عزيزا ونحو ذلك الى ان قال في صفه جلد ۱۱ والقرآن الذي جمعه عثمان بموافقة الصحابة له لولا انكم بعضه منكر كان كافرا حكمه حكم المرتد يستتاب فان تاب ولا ضربت عنقه الى آخره ما قال واذا داجاد - راجع من تفسير (باب ما جاء من الحجة في الرد على من طعن في القرآن وخالف مصحف عثمان بالزيادة والنقصان) من ص ۸۰ الى ص ۸۶ جلد ۱)

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا

اور ہم نے بنائے ہیں آسمان میں بُرج اور رونق دی اسکو

لِلنَّظِيرِينَ ۱۶ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ

دیکھتوں کے آگے - اور بچا رکھا اس کو ہر شیطان

رَّجِيمٌ ۱۷ إِلَّا مَن اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ

مردود سے ۔ مگر جو چوری سے سُن گیا سو اس کے پیچھے

شَهَابٌ مُّبِينٌ ۱۸ وَالْأَرْضُ مَدَدُ نَهَا

پڑا انگارا چمکتا ۔ اور زمین کو ہم نے پھیلا یا

وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور ڈالے اس پر بوجھ اور اگائی اس میں ہر چیز

مَّوْزُونٍ ۱۹ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ

انداز سے کی ۔ اور بنا دیں تم کو اس میں روزیاں اور (ان کو) جن کو تم

لَهُ بِرِزْقَيْنَ ۲۰ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ

نہیں روزی دیتے ۔ اور ہر چیز کے ہم پاس خزانے

وَمَا نُنْزِلُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۲۱ وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ

میں اور اتارتے ہیں ہم ٹھہرے ہوئے انداز سے ہر ۔ اور چلا دیں ہم نے بادیں

لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ

(ہوائیں) دس بھری، پھر اتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر تم کو وہ پلایا

وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ۲۲ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ

اور تم نہیں رکھتے اس کا خزانہ ۔ اور ہم ہی ہیں جلاتے اور مارتے

وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ۲۳ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ

اور ہم ہی ہیں پیچھے رہنے والے اور ہم نے جان رکھا ہے جو آگے بڑھے ہیں

مِّنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۲۴ وَإِنَّ رَبَّكَ

تم میں اور جان رکھے ہیں پیچھاڑی والے ۔ اور تیرا رب



شس کے لیے اسد اور مشتری کے لیے قوس اور حوت اور زحل کے لیے جدی اور دلو ہے اور جوگ ان علوم میں اشتغال رکھتے ہیں ان کا تول ہے کہ حمل اور اسد اور قوس کی طبیعت آتشی ہے اور ثور اور سنبلہ اور جدی کی طبیعت خاکی ہے اور جوزہ اور دلو اور میزان کی طبیعت ہوائی ہے اور سرطان اور عقرب اور حوت کی آبی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ بروج سے کوکب بعد سبارہ کے منازل مراد ہیں اور مجاہد اور قتادہ یہ کہتے ہیں کہ بروج سے ستارے مراد ہیں اور بعضے جابل یہ کہتے ہیں کہ آسمان کوئی چیز نہیں بہت سے بہت ایک مہتابے بھر اور حد نظر ہے۔

ان کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل مہمل ہے اس لیے کہ آسمان کا عکس دریا اور جھیل اور تمام پانیوں اور بانی کے برتنوں میں نظر آتا ہے اور عکس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شے موجود ہو۔ محدود کا عکس موجود نہیں ہوتا۔

اور ہم نے دیکھنے والوں کے لیے آسمان کو صبح اور چاند اور ستاروں سے آراستہ کیا تاکہ ان کو دیکھ کر ان کے پیدا کرنے والے کی قدرت اور حکمت پر دلیل پکڑیں اور ہم نے آسمان کو ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا کہ وہ آسمانوں پر چڑھ نہیں سکتے اور دہاں کے حالات سے مطلع ہو سکتے ہیں شیطانوں کی آسمان تک رسائی نہیں۔ مگر ان جو شیطان آسمان سے دور ہیں چوری چھپے سے کان لگا کر سنتوں کی کوئی بات سنتے ہیں تو اس کے پیچھے ایک چمکتا ہوا شعلہ ہولیتا ہے جس سے وہ شیطان یا تو ہلاک ہو جاتا ہے یا بدحواس ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان ہر طرح شیطاں سے محفوظ ہے دہاں کسی کی رسانی ممکن نہیں مگر آسمان کے قریب تک جاتے ہیں اور دہاں فسرشتوں میں جو گفتگو ہوتی ہے اس میں سے کوئی ایک آدھ بات چوری سے سن کر بھاگتے ہیں شیطاں جب کوئی خبر سننے کے لیے آسمان کے قریب جاتے ہیں تو آگ کا ایک شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے شیطان اس سے بھاگتا ہے کبھی وہ شعلہ اُسے آگتا ہے جس سے وہ ہلاک یا زخمی ہو جاتا ہے اور کبھی وہ اس کی زد سے بچ نکلتا ہے اور ہو کھد دہاں سے سن کر بھاگتا ہے اس کو کاہن پر القاء کرتا ہے کاہن اس میں سو باتیں اپنی طرف سے ملا کر مشہر کر دیتا ہے صرف وہ ایک بات ان باتوں میں سچی نکلتی ہے لوگ ایک سچی بات پر اس کے معتقد ہو جاتے ہیں مگر اسکے سوجھوٹوں کی طرف خیال نہیں کرتے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے شیطاں برابر آسمانوں پر جایا کرتے تھے اور دہاں کی خبریں کاہنوں سے آکر بیان کیا کرتے تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد صرف چوتھے آسمان تک جاتے تھے اور جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو بائبل ان کی آمد و رفت بند کر دی گئی اب جو آسمان پر خبریں پُراںے جاتا ہے شہاب ثاقب سے اس کو مارا جاتا ہے اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ شہاب ثاقب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی چھوڑے جاتے تھے مگر ان میں شدت اور کثرت نہ تھی

مگر آپؐ کی بعثت کے بعد اس میں شدت اور کثرت ہو گئی جس سے شیاطین اور جنات میں کھلبلی پڑ گئی مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی بعثت کے بعد اس کا اہتمام زیادہ ہو گیا اور آسمان کی حفاظت اور حراست میں اور زیادتی ہو گئی خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نبی اور رسول کو تم دیوانہ اور مجنون کہتے ہو یہ کو اکب اور نجوم اس کی حفاظت اور عزت کا سامان ہیں اور خدا سے بڑھ کر کسی قدرت کا نشان ہیں۔

(دیکھو زاد المسیر ص ۳۸۸، جلد ۴ و تفسیر قرطبی ص ۱۱ جلد ۱۰ و روح البیان ص ۳۴۹ جلد ۴)

## دلیل دوم

اد پر عالم علوی کے حالات سے حق تعالیٰ کی خالقیت اور وحدانیت کو بیان کیا اب عالم سفلی کے حالات سے اپنی خالقیت اور وحدانیت کو ثابت کرتے ہیں کہ زمین کو پیدا کرنا اور اس کو پھیلانا جس پر بے شمار مخلوق آباد ہو سکے اور پھر پہاڑوں کا قائم کرنا اور پھر زمین میں بندوں کی روزی اور سامان زندگی کو پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اہل قدرت اور حکمت کے دلائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور زمین کو ہم نے پھیلایا۔ اور اتنا وسیع کیا کہ بے شمار مخلوق اس پر آباد ہو سکے اور ہم نے زمین میں پہاڑوں کے ٹکڑ ڈال دیئے تاکہ زمین جنبش نہ کر سکے اور آگاہی ہم نے اس زمین میں ہر چیز مناسب اندازہ کے ساتھ ہر چیز کو اپنی علم و حکمت سے ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کیا۔ کوئی چیز عبث اور بے فائدہ نہیں اور اس زمین میں تمہارے لیے سامان معیشت پیدا کیا۔ یعنی تمہارا کھانا۔ پینا اور کپڑا جس پر تمہاری زندگی کا دار و مدار ہے سب زمین سے پیدا کیا اور تمہارے فائدہ کے لیے زمین میں ہم نے ان اشخاص کو پیدا کیا جن کے تم روزی دینے والے نہیں یعنی اہل و عیال اور خدام اور جانور چرند اور پرند کو تمہاری خاطر پیدا کیا اور ان سب کا روزی رسال اللہ تعالیٰ ہے تم نہیں۔ آیت کا یہ مطلب اس صورت میں ہو گا کہ جب **وَمَنْ لَّكُنْهٖ كُنْ سِرَازِ قَدِيْنٌ** کا عطف مکاشفہ پر ہو اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ **وَمَنْ لَّكُنْهٖ كُنْ** کا عطف **لَكُنْ** ضمیر مجرور پر ہے اور تقدیر کلام اس طرح ہے **وَمَنْ لَّكُنْهٖ كُنْ سِرَازِ قَدِيْنٌ** اور تمہارے اہل و عیال اور خدام کے لیے بھی سامان زندگی پیدا کیا اور تمہارے سامان معاش و روزی میں سے کوئی شے ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور تمہیں انار سے ہم زمین پر اپنے خزانہ عظیم سے مگر تمہارے ہونے اندازہ کے مطابق یعنی گو ہمارے خزانہ میں سب کچھ ہے مگر دنیا میں اندازہ مقرر کے ساتھ آتا ہے اس میں نہ زیادتی منظور ہے علم اور حکمت میں جو اندازہ مقرر ہے اس کے مطابق اترتا ہے۔ اس میں نہ زیادتی منظور ہے اور نہ کمی۔

## دلیل سوم

اور ہم نے ہوائیں چلائیں جو بادلوں کو پانی سے حاملہ یعنی بار آدہ بناتی ہیں اور پھر ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں اور پھر وہ پانی تم کو پیچے کر دیتے ہیں اور تم اس کا ذخیرہ نہیں رکھ سکتے تھے یہ فوائد اللہ کے پاس ہے اور وہی اس کا محافظ ہے بقدر معلوم تم کو اس سے ملتا رہتا ہے اگر ہم بارش نازل نہ کرتے تو تم کہاں سے اتنا پانی لاتے۔

## اثبات معاد

یہ تمام امور اس کی قدرت اور خالقیت کے دلائل تھے۔ اب آگے معاد کو بیان فرماتے ہیں اور تحقیق ہم ہی جانتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں ہمارے سوا کسی میں قدرت نہیں اور ہم ہی سب کے وارث ہیں۔ سب فنا ہو جائیں گے اور سب کے بعد ہم ہی باقی رہیں گے۔ ہر شخص مر جاتا ہے اور اس کی کمائی اللہ کے ہاتھ میں رہتی ہے۔

اور البتہ تحقیق ہم نے خوب جان رکھا ہے ولادت اور موت اور اسلام اور اطاعت اور صفت جماعت اور ضعف جہاد۔ وغیرہ وغیرہ میں آگے بڑھنے والوں کو اور البتہ تحقیق ہم نے خوب جان رکھا ہے پیچھے رہنے والوں کو۔ ہماری اس تفسیر میں اشارہ اس طرف ہے کہ آگے بڑھنا اور پیچھے رہنا عام ہے۔ خواہ باعتبار ولادت اور موت کے ہو یا باعتبار اسلام اور اطاعت کے ہو یا باعتبار جماعت کے حاضری کے ہو اللہ تعالیٰ سب کے حال اور نیت سے واقف ہیں اور بے شک تیرا پروردگار سب کو میدانِ حشر میں جمع کرے گا۔ بلاشبہ وہ بڑی حکمتوں والا خیردار ہے وہ قیامت کے دن ہر شخص کے ساتھ اس کی نیت اور عمل کے مطابق معاملہ کرے گا اس کے علم و حکمت کا اندازہ لگانا ناممکن اور محال ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ

اور ہم نے بنایا آدمی کھنکھنا سے

حَمِئٍ مَّسْنُونٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ

گہرے سے اور جان (جنوں) کو بنایا ہم نے اس سے پہلے





قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۳۸﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ

فرمایا تو تجھ کو ذہیل دی ہے۔ اسی ٹھہرے وقت کے

الْمَعْلُومِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزِينََنَّ لَهُمْ

دن تک۔ لولا اے رب: جیسا تو نے مجھ کو راہ سے گھوایا میں انکو بہاؤں

فِي الْأَرْضِ وَلَا أُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَكَ

دکھاؤں گا زمین میں اور راہ سے کھوڑوں گا ان سب کو۔ مگر جو تیرے

مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ

چنے بندے ہیں۔ فرمایا یہ راہ ہے مجھے تک

مُسْتَقِيمٌ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

سیدھی۔ جو میرے بندے ہیں تجھ کو ان پر کچھ زور

إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَايِينَ ﴿۴۱﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ

نہیں، مگر جو تیری راہ چلا خواب لوگوں میں۔ اور دوزخ پر

لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۲﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ

دعوت ہے ان سب کا۔ اس کے سات دروازے ہیں ہر

بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿۴۳﴾

دروازے کو ان میں ایک فرقہ بٹ رہا ہے۔

ذکر پیدائش انس و جن و قصہ پیدائش آدم علیہ السلام

قال الله تعالى وَكَلَدْنَا خَلْقَنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ... إلخ۔ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ (ربط) اوپر کی آیتوں میں حق جل شانہ نے حیوانات کی پیدائش سے اپنی قدرت اور

خالقیت کا ذکر فرمایا اب یہاں جن داس سے اسی مقصود پر استدلال فرماتے ہیں اور جان سے مراد یہاں جنوں کا باپ ہے جس طرح آدم پر کی آیتوں میں انسان سے تمام انسانوں کے باپ مراد ہیں دونوں میں فرق یہ ہے کہ آدمیوں کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں عنصر نرانی غالب تھا اور جنوں کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں عنصر ناری کا غلبہ تھا۔ ابلیس اسی قسم میں سے تھا اس لئے تعالیٰ نے ان دو مختلف نوعوں کو پیدا کیا، در ایک دوسرے کا دشمن بنایا۔ چنانچہ آئندہ آیات میں ان دو نوعوں کی خلقت اور باہمی عدوت کا ذکر فرماتے ہیں۔

اور بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو یعنی آدم علیہ السلام کو جو نوع انسانی کی اصل اور فراڈن ہیں۔ بجتی ہوئی مٹی سے جو مٹی تھی سرسے ہوئے گارے سے حضرت آدمؑ کی اصل اور ابتدا قراب ہے یعنی خاک کے متفرق اجزاء پھر اس کو پانی میں ترکیب تو وہ طین ہو گئی پھر کچھ دیر کے بعد طین لازب یعنی چمکتی ہوئی مٹی میں داخل ہو گئی پھر خلائق مشنوں یعنی سڑا ہوا اور بدبودار گارا ہو گیا۔ پھر خشک ہو کر وہ صلصال بننے والی ہو گئی۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ۔ انسان کو بننے والی مٹی سے بنایا جیسے ٹھیکڑ اور فخر اس مٹی کو کہتے ہیں جو آگ میں پکائی گئی ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ اور انسان کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے جان یعنی ابوالجہن کو لوہے آگ سے پیدا کیا۔

جمہور مفسرین کے نزدیک جان بنشد یہ نوع جنوں کا باپ ہے جو ایسی لطیف آگ سے پیدا کیا گیا جو لطافت کی وجہ سے مسامت میں گھس جاتی ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جان سب جنوں کے باپ کا نام ہے اور حسن بصریؒ اور قتادہؒ سے یہ منقول ہے کہ جان سے ابلیس مراد ہے جو شیطانوں کا باپ ہے اور ان دونوں قولوں میں یہ فرق ہے کہ جنوں میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی اور پیٹے بھی ہیں اور پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ ان کا حال انسانوں جیسا ہے بخلاف شیاطین کے کہ ان میں کوئی مسلمان نہیں اور نہ وہ مرتے ہیں۔ سب کے سب ابلیس کے ساتھ مرتے گئے جب ان کا باپ مرے گا تب وہ بھی مرتے گئے (تفسیر خازن و قرطبی) امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ جن ایک مستقل جنس ہے اور شیاطین دوسری جنس ہے مگر زیادہ صحیح اور رائج یہ ہے کہ شیاطین جنات کی ایک خاص قسم ہے جنات میں سے جو مومن ہو اس کو شیطان نہیں کہا جاسکتا ہے جنات میں سے جو کافر ہو اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔

زدکھو تفسیر کبیر ص ۵۵ جلد ۵ و تفسیر روح المعانی ص ۳۳ جلد ۱۴

علامہ صاویؒ فرماتے ہیں۔ اصول تین ہیں۔ آدمؑ ابوالبشر ہیں۔ اور جان ابوالجہن ہیں اور ابلیس ابلیس ہیں۔

۱ صاوی حاشیہ جلالین ص ۲۹۹ جلد ۲

خداوند لطیف و خبیر نے اول ملائکہ کو نور سے بنایا ان کے بعد قوم جن کو ناپسندیدہ سے بنایا جن کا مادہ ملائکہ سے ذرا قریب تھا بعد ازاں انسان کو مٹی سے بنایا۔ جس کا مادہ کیفیت ہے باقی رہے جو امانات گھوڑا

اور گدھا اور بیل اور بھینس وغیرہ معلوم نہیں کر کب بنائے گئے آدم سے پہلے یا پچھتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

**نکتہ** آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی مخلوق مٹی سے نہیں بنائی گئی جو کچھ مٹی کی خاصیت

انہیں اور خاکساری ہے اس لیے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا تاکہ خدا کے شوق و خضوع کرنے والے بندے نہیں اور مقام عدیت و عبودیت ان کو علی وجہ الکمال حاصل ہو اس لیے کہ ہر شے اپنی اصل جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اس لیے آدم علیہ السلام نے خاکی ہونے کی وجہ سے تواضع اور خاکساری کو اختیار کیا۔ اور ابلیس نے ناری ہونے کی وجہ سے علو اور استکبار کی راہ کو اختیار کیا اور جسم خاکی کو حقیر جانا اور تکبر اور حسد نے ابلیس کو ایسا اندھا بنایا کہ وہ اس جسم انسانی کے انوار و آثار کو نہ سمجھ سکا جس کو خود دست قدرت نے خاک اور پانی سے بنایا اس لیے اب آئندہ آیات میں انسان کی فضیلت اور کرامت کو بیان کرتے ہیں۔ اور اولاد آدم کے ساتھ ابلیس لعین کی عداوت کو بیان کرتے ہیں تاکہ آدم کی اولاد باخبر رہے کہ شیطان کو اپنا دشمن جانے اور فرشتوں کو اپنا دوست جانے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور یاد کرو اس وقت کو جب تیسگر پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں کھانکھانتے ہوئے سترے ہوئے کالے بچہ سے ایک آدمی کا پتلا بنائے والا ہوں سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی خاص

روح پھونک دوں جس سے وہ زندہ ہو جائے تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔ یہ سجدہ تعجبت و تعظیم تھا جو پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ سو جب اللہ تعالیٰ ان کو بنا چکا تو تمام فرشتوں نے اسے ہو کر سجدہ کیا۔ ہی ان کو سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے تکبر کی وجہ سے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔ اس تعبیر میں اشارہ اس طرف ہے کہ وہ ملائکہ میں سے نہ تھا بلکہ ان کے ساتھ عبادت کرتا تھا۔ اور دوسری آیت میں تصریح ہے کہ وہ جنات میں سے تھا۔ کما قال تعالیٰ کَانَ مِنَ الْجِنَّةِ فَتَسْقَىٰ مِنْ أَمْوَارِهِ ابلیس نے ازراہ تکبر اپنے کو بڑا سمجھا اور آدم علیہ السلام پر حسد کیا لیکن اللہ کے حکم کو نہ دیکھا۔ اللہ کا حکم سبک بالا اور برتر ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا اد ابلیس تجھے کیا امر مانع ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔ حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ فرشتے کس درجہ خدا کے مغرب بندے ہیں۔ ابلیس بولا میں وہ نہیں ہوں کہ ایک بشر کو سجدہ کو درجے سے تو نے کھانکھانتے ہوئے سترے کالے بچہ سے پیدا کیا۔ یعنی میرے اس سجدہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں میں پیدا ہوا ہوں آگ سے اور وہ پیدا ہوا ہے مٹی سے اور آگ مٹی سے افضل اور بہتر ہے اس لیے کہ آگ جو ہر لطیف ہے اور بہترین عنصر ہے اور مٹی بیک جسم کثیف اور بدترین عنصر ہے مطلب یہ تھا کہ آدم ایک جسم کثیف ہے اور میں ایک جسم روحانی اور لطیف ہوں اور لطیف کثیف سے اعلیٰ ہے۔ پس اعلیٰ ادنیٰ کو کیسے سجدہ کرے یہ سب اس کا خیال غام تھا جس پر کوئی دلیل نہ تھی اس لعین نے یہ نہ جانتا کہ فضل و شرف کا دار و مدار اللہ کے حکم پر ہے نہ کہ مادہ اور سیونی پر اور نہ یہ خیال کیا کہ فرشتے جو خالص نورانی ہیں اور ان میں ظلمت اور کدورت کا شائبہ نہیں وہ اس غلیظ خاکی کو سجدہ کر رہے ہیں نیز فرشتوں کو جو علو منزلت اور قرب خداوندی حاصل ہے وہ اس کی نظروں کے

سامنے تھا ان کو دیکھ کر بھی یہ نہ سمجھا کہ جب خالص نور سے پیدا ہوں دلیل افضلیت کی نہیں تو نار سے پیدا ہونا کیسے افضلیت کی دیں ہو سکتی ہے، ایسی نے محض تکبر اور حسد کی بنا پر آدم کو مجتہد کرنے سے انکار کیا اور بہانہ یہ بنایا کہ آگ گارے اور مٹی سے بہتر ہے جس پر کوئی دلیل نہیں جبکہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں ایسی کی اس تلمیسی و تدلیسی کا مفصل جواب گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

## خلاصہ کلام

یہ کہ جب ایسی نے ارزاہ تکبر و غرور فرما کر خداوندی کے مقابلہ میں اپنی رائے کو بہتر جانا تو اللہ نے حکم دیا کہ لے مغرور اور سبے ادب جب تیسرے غرور کا یہ حال ہے تو یہاں سے نکل جا بے زندہ درگاہ ہے اور کچھ برہمیری لعنت ہے روز قیامت تک تو ہمیشہ کے لیے ملعون ہوا۔ بولالے میرے پروردگار مجھے مہلت دیجئے اس دن تک کہ مردے قبروں سے اٹھائے جائیں غرض یہ تھی کہ مردوں نہیں اس لیے کہ بعثت کے بعد موت نہیں اور اس درخواست سے مقصود یہ تھا کہ مجھ کو اتنی طویل مہلت مل جائے کہ اولاد آدم سے بدلے سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا جب تو مہلت مانگتا ہے تو تجھ کو مہلت دی گئی نفخہ ادنیٰ تک جس وقت تمام مخلوق فنا ہو جائے گی اور ان کے ساتھ تو مرے گا اور نفخہ ثانیہ کے بعد سب کے ساتھ تو بھی زندہ ہوگا۔ نفخہ ادنیٰ یعنی سب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سارا عالم مر جائے گا اس میں ایسی بھی مر جائے گا۔ پھر چالیس سال کے بعد نفخہ ثانیہ یعنی دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے سب زندہ ہو جائیں گے اور اس چالیس سال کے درمیان تو قہ میں ایسی بھی مردہ پڑا رہے گا پھر اٹھایا جائے گا۔ شیطان نے حشر تک زندہ رہنے کی درخواست کی مگر باز گاہ خداوندی سے وقت معین یعنی صور پھونکنے تک منظور ہی ہوئی اللہ نے شیطان کی ایک بات تو منظور فرمائی کہ اس کو بنی آدم کے اغواء کے لیے طویل مہلت دے دی گئی۔ مگر اس کی دوسری درخواست کہ وقت بعثت تک اس کو مہنت مل جائے یہ منظور نہ ہوئی۔ بولالے پروردگار! جیسا تو نے مجھے بہکایا میں بھی اولاد آدم کو بہکانے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا البتہ میں ان کے لیے زمین میں تیری معصیت کو خوب صورت بنا کر دکھاؤں گا یعنی ان کو دنیا کی بہاریں دکھاؤں گا اور ان سب کو راہ حق سے گمراہ کروں گا سوائے ان کے جو تیسرے خالص اور چیدہ بندے ہیں کیونکہ وہ میرے بس میں آنے والے نہیں۔ فرمایا کہ یہی اخلاص اور بندگی میرے تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے بے شک جو میرے اصل بندے ہیں ان پر تیرا کوئی زور نہیں ہاں تیرا زور صرف ان لوگوں پر ہے جو گمراہ ہوں میں سے تیسرے پیچھے ہوئے۔ شہوت پرست تیسرے پیچھے لگ جائیں گے انہیں برتیرا زور چلے گا اور بے شک تیسرے تمام پیچھے چلنے والوں کی وعدہ گاہ دوزخ ہے یعنی شیطان اور اس کے پیرو سب کے لیے جہنم کا وعدہ ہے اس جہنم کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان گمراہوں میں سے ایک حصہ مقرر اور معین ہے ہر دروازے

سے وہی لوگ داخل ہوں گے جو ان کے لیے مقرر اور معین ہے۔

سُبْحَةُ الْاَوَّابِ سے بعض سلف کے نزدیک جہنم کے سات طہتے مراد ہیں جن کے نام ترتیب وار یہ ہیں۔ جہنم، بطن، عظمہ، سعیر، سقر، جحیم، ہادیہ اور لفظ جہنم کا اطلاق ایک خاص طبقہ پر بھی ہوتا ہے۔ اور مجموعہ طبقات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور بعض علماء کے نزدیک سات دروازے مراد ہیں جن سے الگ الگ دوزخی داخل ہوں گے۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں۔ جیسے بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بانٹے ہوئے ہیں ویسے ہی دوزخ کے سات دروازے ہیں بد عمل لوگوں پر بانٹے ہوئے ہیں۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ اس لیے ہے کہ بعض موحیدین نرسے نفل سے جنت میں جا سکیں گے۔ بغیر عمل کے۔ باقی عمل میں دروازے برابر ہیں۔ ۵۱۔

نظام ہر ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ اہلبیت سے کلام کیا مگر یہ کلام خطاب تہدید غضب تھا جیسے کوئی بادشاہ کسی خادم کو دھمکائے اور زبردستی کرے تو ایسا بالمشافہ کلام دلیل عزت و کرامت نہیں بلکہ دلیل اہانت و حقارت ہے۔ (دیکھو آکام المرجان فی احکام الجان ص ۱۵۶)



إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ (۴۵) ادْخُلُوهَا

جو پر ہیز گار ہیں باغوں میں ہیں اور چشموں میں۔ جاؤ اس میں

بِسَلَامٍ آمِنِينَ ۖ (۴۶) وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ

سلامتی سے خاطر جمع ہے۔ اور نکال ڈالی ہم نے جو ان کے جیوں میں تھی خفگی۔

إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۖ (۴۷) لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا

بھائی ہو گئے سختوں پر بیٹھے آمنے سامنے۔ نہ پہنچے گی ان کو

نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۖ (۴۸) نَبِيُّ

دہاں کچھ تکلیف اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے۔ خبر سناوے

عِبَادِي أُنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۖ (۴۹) وَأَنَّ عَذَابِي

میرے بندوں کو کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان۔ اور یہ بھی کہ میری مار

## هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۝

دہی دکھ کی مار ہے ۔

### ذکر نعمائے اہل جنت

قال الله تعالى: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ نَجْمُوتٍ... إِلَى... وَأَنَّهُ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۝  
(رابطہ) اور پر کی آیتوں میں گنہگاروں کا اور ان کے لیے جہنم کی سزا کا ذکر تھا اب ان آیتوں میں  
پرہیزگاروں کے ثواب اور ان کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں اور متقی وہ لوگ ہیں کہ جو بتوفیق الہی اور  
بنامید ایزدی شیطان کے اغواء اور تسلط سے محفوظ رہے اور ایسے لعین کی تسویل و تمیز سے دنیا  
کی آرائش کے دلدادہ نہ بنے آخرت ہی کی تکمیل کے رہے چنانچہ فرماتے ہیں ۔

تحقیق جن لوگوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کی اور شیطان کے اغواء اور تزمین سے  
بچتے رہے وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے دودھ اور شراب کے چشمے ان میں جاری ہوں گے اس  
وقت ان سے کہا جائے گا کہ ان باغوں میں سلامتی کے ساتھ امن سے داخل ہو جو عذاب تم کو کسی قسم  
کا خوف اور غم نہیں موت اور ہر آفت سے تم ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو اور ان نعمتوں کے زائل ہونے کا  
اندیشہ نہ کرو۔ بالکل بے خوف ہو کر رہو اور مقتضائے بشریت دنیا میں جو ان کے سینوں میں کسی قسم کا  
کوئی کینہ یا خفگی اور ناگوارگی تھی جنت میں داخل ہونے سے قبل ہی یک لحظہ ہم اس کو ان کے سینوں سے  
نکال ڈالیں گے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتضائے بشریت دنیا میں ایسے دو شخصوں کے درمیان  
رنج و دلال پیش آ جاتا ہے کہ جو دونوں خدا کے نزدیک متقی ہوتے ہیں اور دونوں اہل جنت میں سے ہوتے  
ہیں جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین میں صحابہ کے درمیان رنج و دلال پیش آیا۔ جنت میں داخل ہونے  
سے قبل ان کا باہمی رنج و دلال سینوں سے نکال دیا جائے گا۔ پھر جنت میں داخل ہونے کے بعد وہ  
بھائی بھائی بنے آسنے سانسے محبت و الفت کے ساتھ جوڑاؤں پر بیٹھے ہوں گے۔ اور محبت و الفت  
سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ اور ہم کام ہوں گے۔

اسی طرح صحابہ کے مشاجرات اور باہمی اختلافات کو مسجد کرمہ صحابہ علیؑ اور اصحاب معاذیہ ہر دو  
گروہ متقی اور پرہیزگار تھے اور ہر دو گروہ اہل جنت ہیں اور بہشت میں داخل ہوں گے۔ دنیا میں جو باہمی  
اختلاف کی وجہ سے رنج و دلال پیش آ یا وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی سینوں سے نکال دیا

جائے گا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو م اللہ دجہل سے منتقل ہے کہ میں کہتا ہوں کہیں اور طلوع اور نہ پٹیران ہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کو بابت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ خَلٍّ اِخْوَانًا اس ناچیز کا گمان ہے کہ ان حضرات کا دل دنیا ہی میں صاف ہو چکا تھا۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے۔ نہ ان کو وہاں تکلیف پہنچے گی۔ اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے کیونکہ جنت دارالخلود ہے وہاں ہمیشگی ہے۔ یہاں تکس یہ بیان کیا کہ جہنم غادرین کا ٹھکانہ ہے اور جنت متقین کا ٹھکانہ ہے اب آگے گنہگاروں اور خطاکاروں کو تسلی دی جاتی ہے کہ یہ لوگ خدا کی مغفرت اور رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ لے نبی میرے بندوں کو خبر دیجیے کہ تحقیق میں بڑا سی بخشنے والا ہر بان ہوں کسی گناہگار کو میری رحمت اور مغفرت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے اور یہ بھی خبر دے دیجئے کہ تحقیق میرا عذاب بڑا ہی دردناک عذاب ہے اس لیے عذاب سے کسی وقت بے خوف نہ ہونا چاہیئے۔ خوف بھی اسی کا چاہیئے اور امید بھی اسی کی چاہیئے۔

وَنَبِّئُهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝۵۱ اِذْ دَخَلُوْا

اور احوال سنا ان کو ابراہیم کے ہاں ان کا۔ جب چلے آئے

عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالِ اِنَّا مِنْكُمْ وَجَلُوْنَ ۝۵۲

اس کے گھر میں، اور بولے سلام۔ وہ بولا ہم کو تم سے ڈر آتا ہے۔

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نَبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝۵۳

بولے۔ ڈر مت! ہم تجھ کو خوشی سناتے ہیں ایک بوشیار لڑکے کی۔

قَالَ اَبَشِّرْتُمُوْنِيْ عَلٰی اَنْ مَّسْنٰی اِكْبَرُ

بولا تم خوشی سناتے ہو مجھ کو جب پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا

فَبِمَ تَبَشِّرُوْنَ ۝۵۴ قَالُوْا بَشِّرْكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ

اب کا ہے پر خوشی سناتے ہو۔ بولے ہم نے تجھ کو خوشی سنائی تحقیق۔ سو مت ہو تو

مِّنَ الْقٰطِیْنِ ۝۵۵ قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖ

ناامیدوں میں - بولا اور کون اس توڑے اپنے رب کی مہر سے!

إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾

مگر جو راہ بھولے ہیں۔ بولا پھر کیا مہم ہے تمہاری لئے اللہ کے بھیجو !

قَالُوا إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ ثَمُودَ مِنْ قَبْلِكَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا آلَ لُوطٍ

بولے ہم بھیجے آئے ہیں ایک قوم ثمود کے لئے۔ مگر لوط کے گھرانے

إِنَّا لَمُنَجِّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا

ہم ان کو سچا لیں گے سب کو۔ مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھہرایا

لِمَنِ الْغَابِرِينَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾

وہ ہے رہ جانے والوں میں۔ پھر جب پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے۔

قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ ﴿٦٢﴾ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا

بولاتے تم لوگ ہو گئے ادا پرے۔ بولے نہیں، پر ہم لانے ہیں تجھ پاس

فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٦٣﴾ وَآتَيْنَكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٦٤﴾

جس میں وہ جھگرتے تھے۔ اور ہم لانے ہیں تجھ پاس مقرر بات اور ہم سچ کہتے ہیں۔

فَاسْرِبْ بِهَٰلِكَ لِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ

سو لے نکل اپنے گھر والوں کو رات رہے سے، اور آپ چل ان کے پیچھے،

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٥﴾

اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں کوئی، اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم ہے۔

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَهُمْ لَءٍ مَّقْطُوعٌ

اور چکا دیا ہم نے اس کو وہ کام، کہ اُن کی جڑ کٹی ہے

مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾ وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ يَسْتَبِشِرُونَ ﴿٦٧﴾

صبح ہوتے۔ اور آئے شہر کے لوگ خوشیاں کرتے۔



قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُون ۖ وَاتَّقُوا ۙ

بولو، یہ لوگ میرے مہمان ہیں، سو مجھ کو رسیا مت کرو۔ اور ڈرو اللہ

اللَّهُ وَلَا تَخْزُون ۖ قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ

سے اور میری آبرو مت کھوؤ۔ بولے، ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا جہاں کی

الْعَالَمِينَ ۚ قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ۙ

حمایت سے۔ بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔

لَعَنَّاكَ إِنَّهُمْ لَغَفَىٰ سَكَرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۖ فَأَخَذَتْهُمُ

قسم ہے تیری جان کی: وہ اپنی سستی میں مدهوش ہیں۔ پھر پکڑا ان کو

الصَّيْحَةَ مُشْرِقِينَ ۙ فَجَعَلْنَا عَلَيْهِمَا سَافِلْهًا وَامْطَرْنَا

چنگھاڑنے سورج نکلنے۔ پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برساتے

عَلَيْهِمْ جَارَةً مِّنْ سَبِيلِ ۙ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

ان پر پتھر گھنکر کے۔ بیشک اس میں پتے ہیں دھیان

لِّمُتَوَسِّمِينَ ۖ وَإِنَّهَا لَبَسِيلٌ مَّقِيمٌ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

کرنے والوں کو۔ اور وہ بستی ہے سیدھی راہ پر۔ البتہ اس میں نشانی

لَآيَةٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ

ہے یقین کرنے والوں کو۔

قصۃ ابراہیم علیہ السلام

قال اللہ تعالیٰ: وَنَبِّئُهُمْ عَنْ صَيْفِ اِبْرٰہِیْمَ۔۔۔۔۔ الی۔۔۔۔۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ہ  
(اربط، ابتداء سورت میں حق تعالیٰ نے نبوت کا اثبات فرمایا اس کے بعد اپنی وحدانیت اور

خالقیت کے اثبات کے لیے اپنے آثار قدرت کا ذکر فرمایا اور پھر کچھ قیامت کا حال اور مصلح اور اشدّیاء کے حال اور آل کو بیان کیا اور اسی سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا۔ اب اور انبیاء عظیم اصلوٰۃ والسلام کے قصص ذکر فرماتے ہیں مگر لوگ اللہ تعالیٰ کے قہر اور اس کی ہر کہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر پیغمبروں پر اور ان کے ماننے والوں پر کس طرح نازل ہوئی اور ان کے دشمنوں پر خدا کا قہر کس طرح نازل ہوا تاکہ اطاعت پر راضی ہوں اور معصیت سے نفور اور بیزار ہوں اس لیے اذل ابراہیم علیہ السلام کا اور اس کے ساتھ لوط علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا۔

## قِصَّةُ اِبْرٰہِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَام

چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور لے بنی! اگر وہ میری شانِ قہر اور مہر میں تردد کریں اور میری رحمت اور عذاب کا انکار کریں تو ان کو ابراہیم کے مہاؤں کی خبر دے دیجیے یہ جہان فرشتے تھے خدا نے ان کو ابراہیم علیہ السلام کو یسے پیدائش کی بشارت دی اور قوم لوط کو غارت کرنے کے لیے بھیجا تھا ابراہیم علیہ السلام کے حق میں رحمت اور بشارت کے فرشتے تھے اور قوم لوط کے حق میں عذاب اور معصیت کے فرشتے تھے۔ جب وہ جہانِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام بڑے تحقیق ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے ڈر لگنے کی وجہ یہ تھی کہ ان فرشتوں کے ساتھ عذاب تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب ان کی طرف دیکھا تو ان کے چہروں سے قہر اور عذاب کے آثار نظر آئے یا ڈر کی وجہ یہ تھی کہ وہ بے وقت اور بغیر اجازت کے آئے تھے اور جب ان کے سامنے کھانا رکھا تو کھانا نہ کھایا۔ وہ بولے ڈر و موت۔ یہ وقت ڈرنے کا نہیں بلکہ خوشی کا ہے ہم تمہیں ایک علم والے رُکے کے پیدا ہونے کی بشارت دینے آئے ہیں یہ بشارت اسحاق علیہ السلام کی تھی۔ کما قال تعالیٰ وَبَشِّرْنَاكَ بِیَسٰقَاطِ نِیْمِیْنِ الصَّٰحٰلِحِیْنِ۔ ابراہیم علیہ السلام چونکہ اس وقت بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی بیوی سارہ بھی بوڑھی ہو گئی تھیں۔ اس لیے انہیں اس بشارت سے تعجب ہوا سو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم مجھ کو ایسے وقت لڑکے کی بشارت دیتے ہو جب کہ مجھ کو بڑھاپا آگیا۔ پس ایسی حالت میں تم مجھے کس چیز کی بشارت دیتے ہو یہ وقت تو ولادتِ فرزند کا نہیں۔ فرشتے بولے ہم نے تجھ کو سمجھا اور درست اور سچی بشارت دی ہے پس تم اسبابِ ظاہری پر نظر کر کے ناامیدوں میں سے مت ہو جاؤ کہ بونٹے سرد اور بوڑھی عورت سے کیسے لڑکا پیدا ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام بولے۔ اپنے پروردگار کی رحمت سے سوائے گمراہوں کے اور کون ناامید ہوتا ہے یعنی میں خدا سے ناامید نہیں ہوں خدا سے ۱۶ مہدی تو گمراہوں کا مشہور ہے خدا کی قدرت میں مجھے کوئی شبہ نہیں البتہ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے تعجب میں ہوں۔ کیونکہ عام، عام اسباب ہے بعد ازاں ابراہیم علیہ السلام نے فراستِ نبوت سے یہ سمجھا کہ

فرشتوں کی یہ جماعت محض بشارت دینے کے لیے نہیں آئی بلکہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی مقصد معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے ابراہیم علیہ السلام بولے اے خدا کے فرستادہ! بتلاؤ اصل ہم کیا ہے جس کے لیے تم بھیجے گئے ہو فرشتے بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کو توبہ والا کریں مگر ان قوم کو ہم بھیجے گئے ہیں کہ وہ ایک مجرم قوم کو توبہ والا کریں مگر لوط علیہ السلام کے گھروالوں کو ان سب کو ہم عذاب سے بچائیں گے۔ اس لیے آپ اپنے بھتیجے لوط کی وجہ سے پریشان نہ ہوں سوائے ان کی۔ یوی کے اس کے لیے ہم نے بحکم خداوندی یہ ٹھہرا لیا ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہے یعنی یہ عورت اپنے باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ عذاب سے ہلاک ہوگی جو بستی میں عذاب کے لیے پیچھے رہ جائیں گے۔ لوط علیہ السلام عذاب سے محفوظ رہیں گے اور ان کی بیوی ہلاک ہوگی۔

پس جب وہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو کر لوط علیہ السلام کے گھروالوں کے پاس پہنچے تو جو انان خوبصورت کی شکل میں ان کے گھر میں داخل ہوئے تو لوط علیہ السلام نے کہا تحقیق تم اجنبی لوگ ہو میں تم کو بالکل نہیں پہچانتا اور دل میں ڈر سے کہ شہر والے بڑے ادا باش ہیں معلوم نہیں ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے وہ بولے ہم وہ نہیں کہ جن سے ڈرا جائے بلکہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں۔ تیسرا پاس ان کے لیے وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس کے بارہ میں یہ مجرمین شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس ایک فیصلہ کن چیز لے کر آئے ہیں۔ جو اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فیصلہ کر دے گی یعنی فیصلہ کن عذاب لے کر آئے ہیں اور البتہ ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔ پس آپ بات کے کسی حصہ میں اپنے گھروالوں کو اپنے ساتھ لے کر اس بستی سے نکل چلیے اور آپ ان کے پیچھے پیچھے چلیے تاکہ آپ کے گھروالوں میں سے کوئی پیچھے نہ رہ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی عزرات میں شکر کے پیچھے رہتے تھے تاکہ ضعیف اور متقطع کی خبر لیتے رہیں اور لے لوط! تمہارے گھروالوں میں سے کوئی پیچھے پھر کو بھی نہ بچے اور سید پٹے جاؤ جہر جانے کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے یعنی ملک شام کی طرف اور دمی بھیجی ہم نے لوط علیہ السلام کی طرف اس امر کی کہ بوقت صبح ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی یعنی بوقت صبح ان کو عذاب سے ہلاک کر دیا جائے گا خیر یہ بات تو بعد کی ہے اور اس سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا کہ جب قوم لوط نے یہ سنا کہ لوط کے گھر مہان آئے ہیں وہ بہت خوبصورت اور حسین و جمیل نوجوان ہیں تو شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس آئے لوط علیہ السلام جواب تک ان کو اپنا مہان سمجھے جو نے تھے۔ ادبا شوں کے اس غول کو دیکھ کر بولے تحقیق یہ لوگ میرے مہان ہیں پس عدا مجھ کو نصیحت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور دنیا کی نظر میں مجھے رسوا نہ کرو۔ وہ بے حیا بولے کہ کیا ہم نے تجھ کو اہل عالم کی حمایت سے منع نہیں کیا تھا؟ یعنی ہم نے تجھ کو کہہ رکھا تھا کہ تو جہان کی حمایت نہ کیا کہ مگر تو بائیں آتا۔ لوط علیہ السلام نے کہا۔ یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں اگر تم کو نفسانی خواہش ہی پوری کرنی ہے تو ان سے نکاح کرو مگر یہ بدستخت کہاں سننے والے تھے۔ اے نبی قسم ہے تیری زندگی کی کہ یہ لوگ

اپنے لشکر میں مدد بخش تھے شہوت کے نشہ میں اندھے بنے ہوئے تھے۔ لوط علیہ السلام نے جب یہ حال دیکھا تو وہ حکم خداوندی اپنے خاندان اور اہل ایمان کو لے کر دہاں سے نکل گئے پس ناگاہ سورج نکلنے کے وقت ایک بولٹاک آواز نے ان کو آپکا پھر اس صحیح (ہولناک آواز) کے بعد ہم نے اس بستی کے اوپر کی جانب کو آتے کر اس کے نیچے کی جانب کر دیا۔ یعنی اس بستی کو زیرِ برکھ دیا کہ اوپر کا تختہ نیچے کر دیا اور نیچے کا تختہ اوپر کر دیا۔ اور پھر ان پر کنکر کے گرم پتھر برسائے جس سے وہ سب کے سب بالکل تباہ ہو گئے بے شک اس قسم کے عذاب میں جو قوم لوط پر نازل ہوا اہل ذراست کے لیے نشانیاں ہیں جو صورت کو دیکھ کر حقیقت کو ناظر سمیٹتے ہیں۔ اور بے شک وہ قوم لوط کی بستیاں آباد مرکز کے سربراہ واقع ہیں۔ ہر ایک مسافر اور راہ رو اس کے کھنڈرات اور عذاب کے پتھروں کو دیکھتا ہے۔ یہ بستیاں حجاز اور شام کے درمیان عام شاہراہ پر واقع ہیں جو ہمیشہ چلتی ہے اور جدھر سے قافلے گزرتے ہیں اور ان شہروں کے نشانات کو دیکھتے ہیں بے شک اس واقعہ میں اہل ایمان کے لیے قدرت ربانی کی بڑی نشانی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ خداوندِ قادر اور عزیزِ مقتدر کا ان لوگوں سے انتقام تھا جو انبیاء و مرسلین پر ایمان نہیں لائے اور جو لوگ تمہارے خداوندی کے قائل نہیں وہ اس قسم کے واقعات کو حوادثِ عالم اور فحاشاتِ طبعیہ پر محو کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ مادہ آتش کے اجتماع سے اور اجزاء کے یا بھی رگڑ سے یہ اشتعال پیدا ہو گیا۔ سنگِ دل ایسی ہی تاویلیں کیا کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ نفسانیت اور شہوت ہی ایک آتشِ مادہ ہے جب وہ دل میں جمع ہو جاتا ہے تو وہ قومِ لوط کی طرح آدمی کو سنگِ دل بنا دیتا ہے اور جب دل میں نفسانیت اور شہوانیت کا آتشِ مادہ جمع ہو جاتا ہے تو اسے جہانِ بے رحم کی اس پر بادشہی ہوتی ہے اور اس کو تباہ اور برباد کر کے چھوڑتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفُسُوْۃِ وَالْفَقْلَةِ وَالْعِلَّةِ وَالذَّلَّةِ وَالْمُسْكَنَةِ آمین یا رب العالمین۔

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ۖ فَانْقَضَتْ

اور تحقیق تھے بن کے رہنے والے گنہگار۔ سو ہم نے

مِنْهُمْ مَّوَاتِنَهُمَا لِيَأْمُرَ مُبِينٌ ۖ وَلَقَدْ كَذَّبَ

ان سے بدلا لیا۔ اور یہ دونوں شہر راہ پر ہیں نظر آتے۔ اور تحقیق جھٹلایا

أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۖ وَآتَيْنَهُمُ آيَاتِنَا فَكَانُوا

حجر والوں نے رسوئوں کو۔ اور دین ہم نے ان کو نشانیاں سورہ



عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝۸۱ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ

ان کو نکالتے ۔ اور تھے تراشتے پہاڑوں کے گھر

يَوْمَئِذٍ أَمْنِينَ ۝۸۲ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝۸۳

خاطر جمع سے ۔ پھر پکڑا ان کو چنگھاڑنے ، صبح ہوتے ۔

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۸۴

پھر کام نہ آیا ان کو جو کماتے تھے ۔

## قصہ اصحاب ایکہ و اصحاب حجر

قال الله تعالى وَإِنْ كَانَتْ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ..... الْإِلَى ..... فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ

(ربط) ادھر کی آیتوں میں قوم لوط پر عذاب نازل ہونے کا ذکر تھا اب اصحاب ایکہ اور اصحاب حجر کے عذاب کا ذکر کرتے ہیں مقصود سب سے تحقیق رسالت ہے کہ جو نبی کو نہ مانے وہ مستحق عذاب ہے۔ ایکہ اس بستی کا نام ہے جہاں شعیب علیہ السلام پہنچ گئے تھے اصل میں یہ شہر مدین کا ایک مقام ہے چونکہ یہاں درخت زیادہ تھے اس لیے اس کو ایکہ فرمایا۔ ایکہ عرب میں درختوں کے بن کو کہتے ہیں اور ”حجر“ اس وادی کو کہتے ہیں جو شام اور عرب کے درمیان واقع ہے اور اصحاب حجر سے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم مراد ہے جو بہت بدکاری اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتی تھی ان ہی کو صالح علیہ السلام نے ناقہ کا معجزہ دکھایا تھا اس پر بھی غدار سے باز نہ آنے بالاخر ہلاک ہوئے قوم لوط کی ہلاکت کے بعد اب مختصر ان دو قصوں کو بیان فرماتے ہیں۔

اور تحقیق تھے اصحاب ایکہ یعنی بن داسے لوگ (اس سے شعیب علیہ السلام کی قوم مراد ہے) بڑے ہی ظالم جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب

کی سو ہم نے عذاب نازل کر کے ان سے اس تکذیب کا انتقام لے لیا اور بے شک یہ دونوں بستیاں یعنی قوم لوط کی بستی اور قوم شعیب کی بستی دونوں کشادہ اور چلتی سڑک پر واقع ہیں جن کو لوگ آتے جاتے دیکھتے ہیں گزرنے والوں کے لیے ہجرت کے نشانات موجود ہیں۔

اور اہلۃ تکذیب کی جردالوں نے یعنی قوم ثمود نے رسولوں کی یعنی صالح علیہ السلام کی حجرہ میں اور شام کے درمیان ایک میدان ہے جہاں قوم

قصہ اصحاب حجر

شود آیا تھی۔ اس قوم نے صرف صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔ مگر چونکہ ایک نبی کا جھٹلانا حقیقت میں سب نبیوں کا جھٹلانا ہے اس لیے فرمایا کہ حجر والوں نے سب رسولوں کو جھٹلایا اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں۔ جن سے اللہ کی وحدانیت اور حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت ثابت ہوتی تھی۔ جہلہ ان ہجرات کے ایک معجزہ ناذر کا تھا۔ سودہ لوگ ان نشانوں سے منہ پھیر لیتے تھے۔ یعنی ان کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اور یہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر مکان بناتے تھے درآن حالیکہ وہ اپنے گمان میں بہت عمدہ مکانوں کی وجہ سے امان اور بے خوف و خطر تھے۔ ان لوگوں کو یہ اندیشہ نہ تھا کہ ہمارے یہ مکان منہدم ہو جائیں گے۔ یا کوئی چوران میں نقیب لگا سکے گا۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ کوئی قلعہ اور کوئی مکان عذاب الہی سے امن و امان نہیں دے سکتا۔ پس اسی خوابِ فرگوش میں تھے کہ صبح ہوتے ہی عذاب الہی کی ایک سخت اور تند آواز نے آپکڑا۔ اور اس طویل خوابِ غفلت سے ان کو بیدار کر دیا۔ پس عذاب کے دفع کرنے میں کچھ کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے۔ یعنی مال و دولت اور ساز و سامان اور پہاڑوں کے مکان اور پیشِ عزت کے سامان جن پر وہ مغرور تھے کوئی کام نہ پاسد دھارہ گیا اور جب آنکھ کھلی تو تدارک ممکن نہ تھا۔ دیکھتے ہی وہ گئے کہ دم کے دم میں کیا ہو گیا۔ گرفتاری کا دارنٹ اسی طرح جاری ہوتا ہے اور پولیس اخیر رات میں آکر چھاپہ مارتی ہے اور پکڑ کر لے جاتی ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا

اور ہم نے نہ بنائے نہیں آسمان و زمین اور جو ان کے بیچ ہے بغیر

بِالْحَقِّ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ فَاَصْفَحِ الصَّفْحَ

تدبیر۔ اور قیامت مقرر آئی ہے سو کنارہ پکڑ اچھی طرح

الْجَبِيلِ ۝۸۵ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلِّقُ الْعَلِيمُ ۝۸۶ وَلَقَدْ

کنسارہ۔ تیرا رب جو ہے وہی ہے بنائو والا خبردار۔ اور ہم نے

آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝۸۷

دی ہیں تجھ کو سات آیتیں و طیفہ۔ اور قرآن بڑے درجے کا۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا

مت پसार اپنی آنکھیں ان چیزوں پر جو برستے کو دیں ہم نے ان کو کئی طرح کے لوگوں

مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

کو، اور نہ غم کھا اُن پر اور جھکا اپنے بازو

لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿۸۹﴾ كَمَا

ایمان والوں کے واسطے۔ اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانے والا کھول کر۔ جیسا ہم

أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴿۹۰﴾ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ

نے بیجا ہے ان بانٹی کرنے والوں پر۔ جنہوں نے کیا ہے قرآن کو

عِصْيَنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوا

بوئیاں ۔ سو قسم ہے تیرے رب کی اہم کو پوچھا ہے اُن سب سے۔ جو ۲ م

يَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ

کرتے تھے ۔ سو سنا دے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا۔ اور دھیان نہ کر

الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿۹۵﴾ الَّذِينَ

شرک والوں کا ۔ ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو۔ جو

يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾

تھراتے ہیں اللہ کے ساتھ اور کسی کی بندگی سو آگے معلوم کریں گے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾

اور ہمیں جانتے ہیں کہ تیرا ہی رکتا ہے ان کی باتوں سے ۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور رہ سجدے کرنے والوں میں ۔ اور بندگی کر

رَبِّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۹۹﴾

اپنے رب کی جب تک پہنچے تجھ کو یقین ۔

## تلقین صبر ایدائے اہل استہزاء و تمسخر

قال اللہ تعالیٰ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ..... الْخَالِ ..... سَخًى يَا ذُنُوبَكَ الْيَقِينُ ہ  
(ربط) گزشتہ رکوعات میں پہلی امتوں کے معاندین کے حال اور مال کو بیان کیا۔ اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عفو اور صبر کی تلقین فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے معاندین کی ایذا اور تمسخر پر صبر کریں اور کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائیں اور جو لوگ آپ سے استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں ان کی فکر نہ کریں ہم خود ان سے نمٹ لیں گے۔ آپ بے خوف و خطر تبلیغ اور دعوت کو جاری رکھیں اور تسلیح و تحمید اور عیادت میں لگے رہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور ہمیں بنایا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان چیزوں کو مگر حکمت اور مصلحت کے ساتھ تاکہ ان سے صانع عالم کے وجود اور اس کی وحدانیت اور اس کی عظمت اور قدرت پر استدلال کریں اور اس کے احکام کی اطاعت کریں اور ان بستیوں کو دیکھیں جو نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ اور برباد ہوئیں۔ اور دنیا ہی میں نافرمانی کے جرم میں پکڑ لیے گئے اور اگر بالفرض ہم کسی مجرم اور نافرمان کو دنیا میں نہ پکڑیں تو تحقیق قیامت ضرور آنے والی ہے وہاں منازل جانے لگی اور اس کفر و تکذیب کا نتیجہ دباں ظاہر ہو جائے گا۔ پس آپ ان معاندین سے خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے اور ان کے حال کو اللہ کی مشیت پر چھوڑ دیجئے۔ بے شک تیرا پروردگار وہی بڑا پیدا کرنے والا جاننے والا ہے لہذا آپ ان کے معاملہ کو خدا کے علم اور حکمت اور اس کے ارادہ اور مشیت کے سپرد کر دیجئے وہ خود ان سے بدلے لے گا اور آپ ان کی طرف توجہ نہ کریں بلکہ اس نعمت کی طرف توجہ کریں جو ہم نے آپ کو عطا کی ہے وہ یہ کہ دی ہے ہم نے آپ کو سورہ فاتحہ کی سات آیتیں جو (ہر نماز) میں دہرائی جاتی ہیں اور سورہ فاتحہ کے ساتھ ہم نے آپ کو قرآن عظیم دیا۔ جس کے ہر حرف کے نیچے علوم الہیہ کا ایک سمندر ہے اور یہ قرآن عظیم جو آپ کو دیا گیا ہے۔ تمام مکتب الہیہ اور محف سماویہ کا خلاصہ اور لب لباب ہے اور سورہ فاتحہ اس تمام قرآن کا اجمال اور خلاصہ ہے۔ پس یہ سورت فاتحہ اور یہ قرآن عظیم۔ وہ دولت عقلی ہے کہ جس کے مقابلہ میں دنیا کی تمام دولتیں بیچ ہیں پس آپ خدا کی اس نعمت عقلی پر نظر رکھیں اور اس دولت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برائے چندے نفع اٹھانے کے لیے دی ہے اُذْ جَاؤْهُمْ مِنْهُمْ مِنْ أَنْوَاعٍ وَأَسْوَاقٍ كَافِرِينَ جیسے یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور صابئین وغیرہم اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے دنیا میں یہود اور نصاریٰ اور دیگر دشمنان خدا اور رسول کو دنیا کی چند روئے زندگی کا جو سامان دیا ہے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھئے وہ نہایت حقیر اور ذلیل ہے اور قرآن عظیم اور علم اور حکمت کی جو دولت ہم نے آپ کو دی ہے اس کے مقابلہ میں دنیا کی تمام دولتیں بیچ ہیں۔



دنیا بیخ است و کار دنیا ہمہ بیخ

بیش دریا ئے قدر حرمت تو نہ محط فلک جہا ئے نیست

داری آل سلطنت کرد نظرت ملک کوئین در جہا ئے نیست

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سبع مثانی سے سورۃ فاتحہ مراد ہے اور بعض احادیث مرفوعہ سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور ابن عباسؓ کا ایک قول بھی یہ ہی ہے اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت میں یہ ہے کہ سبع مثانی سے سبع بطول مراد ہیں۔ یعنی سات لمبی سورتیں مراد ہیں۔ سورۃ بقرہ سے سورۃ اعراف تک چھ سورتیں ہیں اور ساتویں سورت کے بارہ میں دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سورۃ انفال اور سورۃ توبہ مل کر ایک سورت ہے اور اسی وجہ سے درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور یہ دونوں سورتوں کا مجموعہ بطول کی ساتویں سورت ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ سبع بطول کی ساتویں سورت سورۃ یونس ہے اور ان سورتوں کو مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ ان سورتوں میں فرائض، حدود اور قصص اور احکام اور امثال عبرت کو مکرر بیان کیا گیا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا فضل کیا کہ یہ ساتوں مثانی آپؐ کو عطا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی پیغمبر کو یہ سورتیں عطا نہیں ہوئیں اور موسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے دو سورتیں دی گئیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے چھ عطا ہوئیں۔ جب انہوں نے اواح قوراءت کو زمین پر ڈالا تو دوسریں اٹھائی گئیں اور باقی چارہ گئیں۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۵۵۷)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ سبع مثانی یعنی یہ سات سورتیں بمنزلہ سبع مخائف ہیں یعنی بمنزلہ سات صحیفوں کے ہیں کہ جو دیگر انبیاء و کرامؑ پر متفرقا نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبع مثانی عطا کیں۔ جو بمنزلہ سات صحیفوں کے ہیں۔ اور ان سات کا مجموعہ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا۔ اور قرآن عظیم تمام اولین اور آخرین کے علوم کا مجموعہ ہے اور یہ سبع بطول پورے قرآن کا اجمال ہے اور سورۃ فاتحہ سبع بطول کا اجمال اور متن ہے لہذا جن صحابہ کرامؓ سے یہ منقول ہے کہ سبع مثانی سے پورا قرآن مراد ہے یا سات لمبی سورتیں مراد ہیں یا سات آیات والی سورت سورۃ فاتحہ مراد ہے سب اقوال اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں مثانی کا لفظ اپنے مفہوم عام کے لحاظ سے سورۃ فاتحہ اور سبع بطول اور قرآن عظیم سب کو شامل ہے مگر اس قول میں اشکال یہ ہے کہ یہ سورت کتنی ہے اور اس وقت تک سبع بطول کا نزول نہیں ہوا تھا۔ یہ سات لمبی سورتیں مدنی ہیں مدینہ میں جا کر نازل ہوئیں۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ پورا قرآن مجید بھی مکہ میں نازل نہیں ہوا تھا مگر اس کے نزول کا وعدہ مکہ ہی میں ہو چکا تھا۔ اس لیے سبع مثانی سے سبع بطول مراد لینا باعتبار وعدہ نزول صحیح ہے کیونکہ اللہ کا وعدہ حق اور صدق ہے اور یہ بد نصیب اگر سبع مثانی اور قرآن عظیم جیسی نعمت کو قبول نہ کریں تو آپ ان کی محرومی پر مجبور ہوں گے۔ علم گین نہ ہوں یعنی آپ ان کے حال پر رنج و غم نہ کریں اور بجائے ان کے درویشان اسلام یعنی اہل ایمان

کے لیے اپنے بازو سے تواضع و شفقت کو جھکا دیے۔ جنہوں نے قرآن عظیم جیسی دولت کو قبول کیا یہ اہل تواضع و سکنت کا گروہ ہے یہ گروہ آپؐ کی شفقت کا مستحق ہے اور جن جنگبرین اور مفردین نے مال و دولت کے نشہ میں قرآن کی دولت سے اعراض کیا آپؐ ان سے اعراض کیجئے اور جو آپؐ سے اعراض کرے آپؐ اس سے صاف کبر دیجئے کہ میں توصاف درانے والا ہوں۔ ڈرانا میرا کام ہے اور دل میں اتار دینا اور دل کا پھیر دینا اللہ کا کام ہے اور ماننا ماننا تمہارا کام ہے مطلب یہ ہے کہ آپؐ تبلیغ کر دیجئے اور زیادہ فکر میں نہ پڑئے اور ہم نے آپؐ پر یہ قرآن عظیم ایسا ہی نازل کیا جیسا کہ ہم نے گزشتہ زمانہ میں تقسیم کرنے والوں یعنی یہود اور نصاریٰ

پر یہ توسطِ رسل ایسی کتاب نازل کی جسے وہ پڑھا کریں۔ جیسے توریت اور انجیل یہ کتاب ان کا قرآن تھی جس کو وہ پڑھا کرتے تھے جنہوں نے اپنے اس قرآن کے یعنی اپنی اس آسمانی کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے اس طرح سے کہ اپنے قرآن یعنی اپنی کتاب الہی کی بعض باتوں کو مانا اور بعض کو نہ مانا کتاب الہی کے کسی حصہ کو چھپا یا اور کسی حصہ کو ظاہر کیا جیسی مصلحت دیکھی۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔

یہ ہے کہ یہ آیت یعنی کَمَا أُنزِلْنَا عَلَى الْمُقْسِبِينَ اَلْغَزْشَةِ آیت یعنی وَ لَقَدْ أُنزِلَتْ سُبْحًا مِنَ الْمَشَارِقِ سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ

قرآن عظیم ہم نے آپؐ پر اسی طرح اتارا ہے جیسے گزشتہ زمانہ میں یہود اور نصاریٰ پر ہم نے توریت اور انجیل نازل کی اور یہی آسمانی کتاب ان کا قرآن تھی جس کو وہ پڑھا کرتے تھے لہذا آپؐ پر قرآن عظیم اور وحی کا نازل ہونا کوئی انوکھی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے جس طرح پہلے زمانہ میں کتب الہی کا نزول ہوا اور بندوں کو احکام کا مکلف بنایا گیا۔ اسی طرح قرآن کا بھی نزول ہوا لہذا نزول قرآن کو مستبعد نہ سمجھو۔ اس تشبیہ سے مقصود استبعاد ہے۔ اور مقتضیہ کے معنی تقسیم کرنے اور بانٹنے والوں کے ہیں اور اس سے یہود اور نصاریٰ اس لیے مراد دیے گئے کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب الہی کو تقسیم کر لیا تھا کہ اس کے بعض احکام پر عمل کرتے تھے اور بعض پر نہیں اور اَلَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضًا لِّقَوْلِ الْمُقْسِبِينَ کی صفت اور تفسیر ہے اور اس قول پر قرآن سے یہ قرآن مراد نہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ بلکہ معنی لغوی مراد میں یعنی وہ کتاب الہی جس کی قرابت و تلاوت کی جائے اور اس جگہ قرآن سے اہل کتاب کا قرآن مراد ہے یعنی ان کی توریت اور انجیل مراد ہے جس کو وہ پڑھا کرتے تھے اور اہل کتاب نے اپنے قرآن کے یعنی توریت اور انجیل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے۔

لے اس عبارت میں اشارہ اس طرف ہے کہ آیت کَمَا أُنزِلْنَا عَلَى الْمُقْسِبِينَ آیت مذکورہ وَ لَقَدْ أُنزِلَتْ سُبْحًا مِنَ الْمَشَارِقِ اَلْعَظِيمُ سے متعلق ہے اور تفسیر عبارت اس طرح سے ہے۔ لَقَدْ أُنزِلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ کَمَا أُنزِلْنَا عَلَى الْمُقْسِبِينَ التوراة والانجیل۔ ۱۳

جو حصہ کتاب الہی کا ان کے ہوائے نفس کے مطابق ہوا اس پر ایمان لے آئے اور جو ان کے ہوائے نفس کے خلاف ہوا اس کا کفر اور انکار کیا۔ بڑے ہی نادان تھے کہ جو کتاب ان کی ہدایت کے لیے نازل کی اس میں قبول اور انکار کے اعتبار سے تقسیم جاری رکھی حالانکہ کتاب منزل کا یقین تھا کہ ہر کمال تمام بدون انتظام کے اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے۔ اس جگہ اہل کتاب کو بعنوان اقسام ذکر کرنا ان کی مذمت اور تنبیہ کے لیے ہے کہ کتاب الہی میں کیوں تقسیم جاری کی اور انکار کے طرف تعریض ہے کہ گزشتہ اقسام کی طرح تم بھی جرم اقسام کے مرتکب ہو رہے ہو لہذا ان کی طرح تم کو بھی عذاب سے ڈرنا چاہیے ہو سکتا ہے کہ مقتسمین سے تو اہل کتاب ہی مراد ہوں مگر قرآن سے یہی قرآن مراد ہو جو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور مطلب یہ ہو کہ اہل کتاب نے اس قرآن کو تقسیم کر لیا ہے کہ اس قرآن کا جو مضمون ان کی تحریفات یا ان کی آراء اور آہوائے موافق پر جائے اس کو تو مان لیا جائے اور جو مضمون قرآنی ان کے خلاف ہو اس کو نہ مانا جائے اس طرح اہل کتاب نے قرآن عظیم کو حق اور باطل کی طرف تقسیم کر ڈالا قرآن عظیم کا جو حصہ ان کے تواریت اور انجیل کے موافق ہوا اس کو تو حق کہا اور جو ان کی تواریت اور انجیل کے خلاف ہوا اس کو باطل کہا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر مقتسمین سے اہل کتاب مراد ہوں تو دوسری آیت یعنی اَلَّذِينَ يَحْمِلُوا الْعِمْلَانَ عِصْيَانٍ میں قرآن کی تفسیر میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قرآن سے یہ ہی قرآن مراد لیا جائے یا قرآن سے معنی لغوی یعنی ان کی کتاب مقرر مراد لی جائے۔ وَبِكُلِّ فِيْ جِهَةٍ هُوَ مُوَلِّئُهَا نَاسًا يَّحْكُمُونَ آیت اور بعض علماء تفسیر یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت یعنی كَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی الْمُقْسِمِيْنَ اپنے ما قبل کی قریبی آیت یعنی وَفَنَزَّلْنَا آتَانَا الْمُتَذِّبِ الْمُتَيْنِ سے متعلق ہے۔

### قول ثانی

اور مطلب یہ ہے کہ میں مذکور میں ہوں لے قریش میں تم کو اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہوں اگر تم اس قرآن عظیم پر ایمان نہ لانا گے اور گزشتہ مقتسمین کی طرح اس قرآن کے حصے بخرے کر دو گے اور اس کے بعض کو شعر اور بعض کو سحر اور بعض کو کہا نت اور بعض کو اساطیر الاولین کہو گے تو پھر عجب نہیں کہ تم پر بھی ویسا عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ گزشتہ مقتسمین پر نازل ہوا تھا ان کا جرم بھی یہی انتظام تھا اور تم بھی اسی جرم کے مرتکب ہو اور گزشتہ مقتسمین سے اہل کتاب مراد ہیں جنہوں نے نبی آسمانی کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کیے کہ جو ان کی مرضی کے موافق ہوا ان کو مان لیا اور جو ان کی مرضی کے خلاف ہوا اس کا انکار کر دیا اور انبیاء کرام کی مخالفت و تکذیب کی جس کی سزا میں بند اور سوز بنائے گئے اور ذلت اور مسکنت کی مہر لگی۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کا عذاب نازل ہونا مستبعد نہیں۔ پہلے زمانہ میں جو چکا ہے تو

لے اس صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ اِنَّا اَنَّا الْمُتَذِّبِ الْمُتَيْنِ عَذَابًا كَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی الْمُقْسِمِيْنَ دَعَا هَذَا الْوَجْهَ الْمَفْعُولِ مَحْذُوفٌ وَهُوَ الْمَشَبَّهٌ دَلَّ عَلَيْهِ الْمَشَبَّهُ بِهِ (تفسیر کبیر)

سے اہل مکہ تم کو بھی اس سے ڈرنا چاہیے۔ غرض یہ کہ پہلے قول کی بناء پر کما اَنْزَلْنَا کی تشبیہ سے نزول وحی کے استبعاد کو دفع کرنا تھا۔ اور اس دوسرے قول پر تشبیہ سے مقصود آپ کی تسلی سے کہ آپ انکار قرآن کو مستبعد نہ سمجھیں۔ قرآن سے پہلے بھی انکار ہو چکا ہے اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ آیت میں مقتسمین سے قسم کھانے والے مراد ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور باہم قسم کھائی کہ انبیاء کو قتل کریں گے اور ان کو ایذا پہنچائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم صالح کے حال سے آگاہ فرمایا۔ **ثُمَّ نَفَّسْنَا مِنْ اِيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَهْلَكَ بَاہِمِ بَنِی كَرْتِمْ** میں جاکر صالح کو اور اس کے گھر والوں کو قتل کر دیں پس آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ گزشتہ قوموں نے انبیاء کی مخالفت اور عداوت پر قسمیں کھائی تھیں اور انہوں نے کتب سماویہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے پس جیسا عذاب ہم نے ان پر اتارا اسی طرح کے عذاب سے یہ نیز سب سے کم کو ڈرتا ہے اور قوم صالح کے مقتسمین پر عذاب کا نزول قطعی اور یقینی ہے اور مخصوص قرآنی ہے لہذا اس کو معرض تشبیہ میں ذکر کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔ اور بعض علمائے سلف نے مقتسمین سے کفار مکہ مراد لیے ہیں۔ جنہوں نے بطور استہزاء تسخر قرآن کی تقسیم کر رکھی ہے۔ جب سورتوں کے نام سننے تو ہنس کر آپس میں کہتے کہ بقرہ یا مادہ تو میں لے لوں گا اور نمل اور عنکبوت تو لے لینا مکہ کے راستے تقسیم کر لیے تھے کہ راستوں پر مختلف آدمی بٹھا دیئے تھے کہ جو کوئی آتا تو اس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کرتے اور آپ پر ایمان لانے سے اس کو روکتے تھے اور بعض علماء سلف کہتے ہیں کہ مقتسمین سے آپ کے زمانہ کے یہود اور نصاریٰ مراد ہیں جنہوں نے قرآن کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ جو مضمون قرآنی ان کی تحریفات کے مطابق ہو اس کو مان لیا جائے اور جو اس کے خلاف ہو اس کا انکار کر دیا جائے مگر ان دونوں قولوں میں اشکال یہ ہے کہ یہ آیت اور یہ سورت سنی سے اور اس وقت تک نہ کفار قریش پر کوئی عذاب نازل ہوا تھا اور نہ یہود بنی قریظہ اور نہ یہود بنی نضیر پر کوئی مصیبت اور آفت آئی تھی اور کما اَنْزَلْنَا میں کاف حرف تشبیہ ہے اور اَنْزَلْنَا صیغہ مضارع ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان مقتسمین پر گزشتہ زمانہ میں عذاب نازل ہو چکا ہے حالانکہ کفار مکہ اور یہود بنی قریظہ پر جو بھی آفت اور مصیبت آئی ہجرت کے بعد آئی، ہجرت سے پہلے نہ کفار مکہ پر کوئی عذاب آیا اور نہ یہود پر لہذا انہما میں ایسے عذاب سے تشبیہ دینا جو ابھی تک واقع نہیں ہوا۔ ذوقِ بدعت کے خلاف ہے اور ان دونوں کو آیت کا شان نزول کہنا بہت مشکل ہے ان دونوں قوموں کی تادیب یہ ہو سکتی ہے کہ کفار مکہ اور یہود بنی قریظہ اور بنی نضیر پر اگرچہ اس وقت تک عذاب نازل نہ ہوا تھا مگر چونکہ مستقبل قریب میں اس کا وقوع یقینی تھا اس لیے اس کو لفظ انزال سے تعبیر کیا گیا ہے۔

## ترجمہ راجح

اس آیت کی تفسیر میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہم نے ناظرین کے سامنے کر دیئے۔ محققین کے نزدیک سب سے راجح قول اذل ہے وہ یہ کہ كَمَا اُنْزِلَتْ عَلٰی الْمُفْتِسِحِينَ ۛ وَلَقَدْ اَتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِ ۚ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ سے متعلق ہے اور مقتسین سے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ مراد ہیں اور اَلْكَذِبِیْنَ جَعَلُوا الْفُتٰنَ عِصٰیْنَ، مقتسین کی صفت کا شفعہ ہے یعنی مقتسین کی تفسیر ہے اور قرآن سے یہی قرآن مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے نبی ہم نے آپ کو سبع مثنیٰ اور قرآن عظیم عطا کیا ہے اور آپ پر یہ کتاب مستطاب نازل کی جیسا کہ آپ سے پہلے ہم نے یہود اور نصاریٰ کو توریت اور انجیل عطا کی تھی مگر اس زمانہ کے اہل کتاب نے قرآن عظیم کی قدر نہ جانی اور اس قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور قرآن کی تقسیم و تحلیل کر ڈالی کہ جو مضمون قرآن کا ان کی تحریفات اور ان کی تیسار کر دہ توریت اور انجیل کے مطابق ہوا اس کو حق مان لیا اور جو اس کے خلاف پایا اس کو باطل کہہ دیا۔ ان اہل کتاب نے اپنے جہل اور غلو سے اس طرح قرآن کو حق اور باطل کی طرف تقسیم کر لیا۔ اور یہ معنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں اور اس معنی کو امام رازیؒ نے تفسیر کبیر ص ۲۹ جلد ۵ میں اختیار کیا ہے اور اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کو مقتسین (باٹنے والے) کہا کہ انہوں نے قرآن کو حق اور باطل کی طرف تقسیم کیا اور اس کے بعد اَلْكَذِبِیْنَ جَعَلُوا الْفُتٰنَ عِصٰیْنَ، مقتسین کی صفت ذکر فرمائی کہ یہ مقتسین وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا اور شیخ الاسلام ابو السعودؒ نے اور علامہ آوسیؒ نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے واللہ اعلم وعلما اتم و احکم۔

اور اس ناچیز کے نزدیک ان اقوال میں راجح قول یہ ہے کہ یہ آیت تشبیہ یعنی كَمَا اُنْزِلَتْ عَلٰی الْمُفْتِسِحِينَ اپنی قریبی آیت وَقُلْ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ سے متعلق ہے اور مقتسین سے مشرکین مکہ کے وہ چند شریر اور سرکش لوگ مراد ہیں جو ولید بن مغیرہ کے مشورے سے ۱۰ جمادی الثانی میں مکہ کے راستے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے جب حج کا موسم آتا اور لوگ باہر سے آتے تو ہر ایک راستہ پر ایک شخص بٹھلا دیا جاتا کہ

سَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَهْلُ الْكِتَابِ اٰمَنُوا بِعَصَاهِ وَكُفُّوا بِبَعْضِهِ وَكَذَلِكَ قَالَ عِكْرِمَةُ هُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ وَهُمَا مُقْتَسِمَيْنِ لِاَنَّهُمَا كَانَا مُسْتَهْزِئَيْنِ فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ هَذِهِ السُّورَةُ لِيْ وَهَذِهِ السُّورَةُ لَكَ۔  
تفسیر قرطبی ص ۵۸ ج ۱۰ و تفسیر در مشور ص ۱۰۹ جلد ۴ اور (دیکھو تفسیر روح البیان ص ۲۸۹ جلد ۴)۔  
سے۔ حضرات اہل علم تفسیر ابوالسعود کو کھیں نہایت لطیف کلام فرمایا اولیٰ کو علامہ آوسیؒ نے روح المعانی میں اختیار کیا ہے واللہ اعلم۔

جو لوگ اس راستے سے انیس ان سے بہک کر دیا کریں کہ ہمارے شہر میں ایک شخص پیدا ہوا ہے اور اپنے کو نبی بتاتا ہے اس کی بات سے تم دھوکہ نہ کھانا دے مجھوں سے یا جاو دو گے یا کائنات وغیرہ وغیرہ ہے اور انیس چند شریکوں نے ازراہ تفسیر و استہزاء سورتوں کے نام سے قرآن کے حصے، سخرے کہنے ہوئے تھے کوئی کہتا کہ میں بقرہ پڑھے لوں گا یا مائدہ اور عنکبوت سمجھے دے دوں گا۔ یہ مستغزین (تفسیر کرنے والوں کا ایک گروہ تھا) جن کا آئندہ آیت میں ذکر ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تسلی دی اور یہ کہا کہ اس گروہ کے شر سے آپ کو کفایت کریں گے چنانچہ یہ سب لوگ نہایت ذلت کی موت مرے پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ نبی! آپ حق تعالیٰ کی طرف سے کہہ دیجئے کہ میں تم کو اللہ کے برابر عذاب سے حکم کھلاؤں گا والا ہوں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم پر ایسا عذاب نازل کریں گے جیسا ہم نے مقتسمین پر اتارا۔ یعنی جس طرح ہم نے مقتسمین (مکہ کے راستے تقسیم کرنے والوں) پر یا قرآن کو سحر اور شفاء اور کائنات وغیرہ کی طرف تقسیم کرنے والوں پر اتارا۔ یعنی خاص قسم کی ذلت کی موت سے ان کو ہلاک کیا۔ اسی طرح تم کو بھی ہلاک کر دیں گے۔ (دیکھو فتح الباری ص ۲۸۹ جلد ۸ تفسیر القاری شرح صحیح البخاری زبان فارسی مصنف شیخ نورالحق دہلوی ص ۴۰۹ جلد ۴ و شیخ زادہ عاشق مضاوی ص ۱۶ جلد ۷) اور اس قول کو ہم نے اس بے اختیار کیا کہ **وَقُلْ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ** قریب ہے اور **وَلَقَدْ اَتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَرِ** ذرا بعید ہے نیز بقرہ نہ مقام ایسا معلوم ہوتا ہے کہ **كَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی الْمُفْتَسِحِیْنَ** میں انوال سے انزال عذاب مراد ہے نہ کہ انزال کتاب نیز حضرت شاہ ولی اللہ نے جو ترجمہ فرمایا وہ بھی اسی قول پر مبنی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ”و دیگر آئینہ میں ہم کشفہ آشکارم فرود خواہیم آورد عذاب را مانند آں چہ فرود آوردہ بودیم بر تقسیم کنندگان آنرا سقاقت کتاب الہی را پارہ پارہ مترجم گوید یعنی بر اہل کتاب۔ کہ بر بعض آیات عملی کردند و بر بعض نہ را۔“ جانا چاہیے کہ شاہ صاحب کا یہ ترجمہ ہمارے اختیار کردہ قول کا تمام و کمال مزید نہیں البتہ صرف اس بارہ میں مزید ہے کہ **كَمَا اَنْزَلْنَا** کا تعلق اس کی قریبی آیت یعنی **وَقُلْ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ** سے ہے نہ کہ **وَلَقَدْ اَتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَرِ** سے۔ حضرات اہل علم تفسیر مضاوی اور اس کے حواشی کا مطالعہ فرمائیں ہماری یہ تفصیل انشاء اللہ اہل علم کے لیے مفید اور معین ہوگی۔ **وَاللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَلٰمٌ وَّ عَلٰمٌ اَتَدْرٰی حٰکِمٌ۔**

پس قسم ہے تیرے پر درد گردی کہ قیامت کے دن ہم ان سب کے اعمال سے ضرور باز پرس کریں گے۔ اور ان مقتسمین سے بھی یہ سول کریں گے تم نے قرآن عظیم اور صاحب قرآن کے ساتھ کیا معاملہ کیا پس اے نبی! آپ صاف صاف ظاہر کر دیجئے اس بات کو کہ جس کے پہچانے کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اور

سلہ شاہ عبد القادر فرماتے ہیں کہ کافر سنتے تھے سورتوں کے نام تو آپس میں ٹھٹھے سے بانٹنے کوئی کہتا میں بقرہ پڑھے لوں گا یا مائدہ اور عنکبوت سمجھے کو دوں گا۔ (رموض القرآن)

کسی کے استہزاء اور تسخر کی پردہ نہ کیجئے اور مشرکین سے منہ موڑ لیجئے یعنی ان کے معفکہ اور استہزاء سے دگیر نہ ہو چئے تحقیق ہم تیری طرف سے تجھے تسخر کرنے والوں کو کافی اور بس ہیں یعنی توبہ خوفِ مخطر ہمارا حکم چنانچہ ان ٹھٹھا کرنے والوں کے شر سے ہم تجھ کو محفوظ رکھیں گے آپ ان کے انتقام اور بدلہ کی کوئی فکر نہ کیجئے ہم خود ان سے نمٹ لیں گے اور یہ بدعت جو آپ کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہرتے ہیں۔ سو عنقریب جان لیں گے شرک اور استہزاء کا کیا اور کیسا انجام ہے؟ مخلوق کو خائف کے ساتھ شریک ٹھہرانا یہ خدا کے ساتھ استہزاء اور تسخر ہے یہ مستہزین جو آپ کے ساتھ اور قرآن کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے صاحبِ قوت و جاہلتِ مشرکین کا ایک گروہ تھا یہ لوگ ردِ ساء قریش میں سے تھے انکے نام یہ ہیں۔ (۱) ولید بن مغیرہ (۲) عاص بن دہل (۳) عارض بن قیس۔ (۴) اسود بن عبدغوث (۵) اسود بن المطلب۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور تسخر میں حد سے تجاوز کیا تو اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کے استہزاء اور تسخر کی طرف التفات نہ کریں ہم آپ کی طرف سے ان کے لیے کافی اور بس ہیں۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے اور جبریل امینؑ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ پانچ مستہزین مسجد حرام میں داخل ہوئے اور آپ کو دیکھ کر ہنسنے اور پھر طواف میں مشغول ہو گئے جبریل امینؑ بولے کہ مجھے حکم ہے کہ ان کے شر سے آپ کو کفایت کروں بس ولید بن مغیرہ ادھر سے گزرا جبریل امینؑ نے ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد ولید کا ایک تیر ساز پر گزرا جو تیر بنا رہا تھا ولید کی ازار اس میں الجھ گئی اس مفرد نے جھکنے کو عاد بچھا اس لیے وہ تیر اس کی سان (پنڈلی) میں لگا جس سے خفیف ساز ختم آیا مگر وہ ایسا پھوٹ نکلا کہ ولید اس میں مر گیا۔ عاص بن دہل کا ادھر سے گذر ہوا جبریل امینؑ نے اس کے نلوے کی طرف اشارہ کیا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا قد کفیت (آپ کفایت کیے گئے) یہاں سے نکلنے کے بعد عاص بن دہل کے نلوے میں ایک کاٹا لگا جس سے اس کا پیر پھول گیا اور پھول کر بجی کے پاٹ کی طرح ہو گیا اور اسی میں مر گیا۔ اسود بن المطلب ادھر سے گذر جبریل امینؑ نے اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا اسی وقت تا مینا ہو گیا اور سر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جبریلؑ کے اشارہ کے بعد دیوانہ ہو گیا اور اسی دیوانگی میں اپنا سر ایک درخت سے جا کر مارنے لگا اور اسی میں مر گیا۔ اسود بن عبدغوث کا ادھر سے گذر ہوا تو جبریل امینؑ نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو اس کا پیٹ پھول گیا اور استقامت ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو گولی اور تمام بدن اس کا سیاہ ہو گیا۔ جب گھر آیا تو گھر والوں نے اس کو پہچانا بھی نہیں اور اسی حالت میں مر گیا اور عارض بن قیس ادھر سے گذر جبریل امینؑ نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا جس سے اس کا سر پھول گیا۔ اور اس پر اس قدر دم آیا کہ اسی میں مر گیا۔ اس طرح سے اللہ نے اپنے نبی کے ساتھ استہزاء اور تسخر کرنے والوں کو ہلاک کیا۔ (دیکھو زاد المسیر ص ۴۲۲ جلد ۴ لابن الجوزی و تفسیر درغزور ص ۱۰۷ جلد ۴)

تفسیر درمنثور میں ان سترہ تین کی ہلاکت کی روایتیں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں اور یہ سب کے سب ایک ہی راست میں ہلاک ہونے (فتح الباری ص ۲۹۰ جلد ۸)

**نکتہ** بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان استہزاء کرنے والوں میں سے کوئی اپنے سر سے آپ کی طرف اشارہ کرتا ہوگا اور کوئی آنکھ سے اور کوئی اپنے پیٹ سے اور کوئی پیر سے جبریلؑ نے سترہ تین کے انہیں اعضاء کی طرف اشارہ کیا جس کے اشارہ سے وہ حضورؐ پر نور کا مذاق اڑاتے تھے انہیں اعضاء کی طرف اشاروں سے سترہ تین ہلاک کیے گئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

اب پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشبیہ کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ اور اے نبی! ہم خوب جانتے ہیں کہ تیسرا سیدہ ان کی تسخیر باتوں سے تنگ ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ شرک کرتے اور قرآن پر ہنستے اور حضورؐ پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرتے تو طبعاً یہ باتیں آپ کو ناگوار ہوتیں اور ان باتوں سے آپ کا دل ٹھنکا، سو اس کا علاج یہ ہے کہ اے نبی! آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے یعنی سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم کی تسبیح پڑھا کیجئے اور ہوجائیے سجدہ کرنے والوں میں سے تسبیح و تحمید سے اور سجدہ سے سینہ کے سارے علم دور ہوجائیں گے۔ کما قال تعالیٰ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ یعنی نماز پڑھنے والوں میں سے ہوجائیے جس کی ابتداء قیام پر ہوتی ہے اور انتہاء سجدہ پر ہوتی ہے اور سجدہ قرب خداوندی کی آخری منزل ہے۔ کما قال تعالیٰ وَانْجِدُوا فِتْرَتَكُمْ اور کوعظیم خداوندی کی درمیانی منزل ہوتی ہے اور قیام اور سجدہ درمیانی ایک برزخی مقام ہے اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو یہاں تک کہ تجھ کو موت آجائے یعنی جب تک جیتا رہے اس وقت تک دل و جان سے اپنے پروردگار کی بندگی کرتا رہ جس درجہ آداب عبودیت بجالائے گا اسی درجہ الطاف ربوبیت کا تجھ پر نازل ہوگا۔ جمہور مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ یقین سے مراد موت ہے کیونکہ موت کا وقوع امر یقینی ہے جس میں کسی کو شک نہیں ابو حیانؒ کہتے ہیں کہ موت کا ایک نام یقین بھی ہے ۱۰۷ اور حدیث اور قرآن میں لفظ یقین بمعنی موت مستعمل ہوا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَكَذَّبُوا بِإِيقَامِ الَّذِينَ هُمْ أَتَانَا الْيَقِينَ اور حدیث میں ہے کہ ایک میت کی نسبت آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينَ ائی لا حول ولا قوۃ الخیر اور عارفین نے اس جگہ یقین سے کیفیت تعلیم مراد لی ہے

بدر یقین پر دیائے خیال غائد سرا پردہ الآجلاں

مطلب یہ سترہ مرتبہ دم تک اپنے رب کی حمد و تسبیح میں اور اس کی عبادت میں لگے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے سینہ کی تنگی اور گھٹن کو دور کر کے شہرج صدر کی دولت سے تم کو نوازے ذکر الہی اور عبادت کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اس سے سینہ کی تنگی زائل ہو جاتی ہے یا مغلوب ہو جاتی ہے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ میں ماں جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو جاؤں ہاں خدا نے مجھے یہ حکم دیا کہ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کروں اور سجدہ





## آیہ ۱۸ : ۱۶ : سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ : ۴۰ رُكُوعًا ۱۶

سورۃ نحل کی ہے اور اس میں ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سورۃ رکوع ہیں۔

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے۔ جو بخشنے والا ہے بڑا مہربان

اَتَىٰ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰی عَمَّا

پہنچا حکم اللہ کا، سو اس کی شتابانی مت کرو۔ وہ پاک ہے۔ اور اوپر ہے ان

یُشْرِكُوْنَ ① یُنْزِلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی

کے شریک بتاتے ہیں۔ اُتارتا ہے فرشتے بحیدلے کر اپنے حکم سے جس

مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادَہٗ اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّهُ لَا اِلٰہَ اِلَّا

پر چاہے اپنے بندوں میں، کہ خبر پہنچا دو، کہ کسی کی بندگی نہیں سوا

اَنَا فَاتَّقُوْنَ ②

میرے، سو بوجھ سے ڈرو۔

## آغاز سورت بوعید و تہدید بر منکرین توحید

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ..... اِلٰی ..... لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاتَّقُوْنَ ②

یہ سورت چونکہ زیادہ تر دلائل توحید پر مشتمل ہے جس سے مقصد مشرکین کا رد ہے اس لیے اس سورت کا آغاز و عید و تہدید سے کیا گیا تاکہ مشرکین متوجہ ہو جائیں اور غور سے دلائل توحید کو سنیں۔ کیونکہ توحید ہی دین کی اصل بنیاد ہے۔ اور اسی پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے اور انبیاء نے سب سے پہلے لوگوں کو توحید ہی کی دعوت دی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین عرب کو نبوی اور اخروی عذاب سے ڈر دیا کرتے تھے اس پر مشرکین یہ کہتے کہ وہ عذاب اور قیامت جس سے آپ ہم کو ڈراتے رہتے ہیں۔ وہ کہاں ہے اور کب آئے گا۔ اور ان کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں (تفسیر کبیر ص ۲۸ ج ۵) چنانچہ فرماتے ہیں اللہ کا حکم اچکا ہے کہ دنیا ہی میں کافروں کو سزا ملے گی اور کفر ذلیل و خوار ہوگا۔

اور اسلام مرہند ہوگا۔ اسلام کا غلبہ اور اس کی عزت اور کفر کی مغلوبی اور ذلت امر یقینی اور امر شکی ہے اور ان منکرین کی سزا کا وقت قریب آگیا۔ سولے منکر و نامکرو اس کی طلب میں جلدی نہ کرو۔ تمہارا فائدہ تاخیر میں ہے تاکہ تم کو مہلت مل جائے۔ مطلب یہ ہے کہ عذاب موعود کا آن یقینی ہے اس کا حکم آچکا ہے اپنے وقت پہ آئے گا۔ اور جب آئے گا تو تم اس سے بچ نہیں سکو گے۔ لہذا تم کو چاہیے کہ عذاب کے آنے سے پہلے شرک سے توبہ کر لو۔ اللہ پاک برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ خدا کے شریک ٹھہراتے ہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ عذاب آنے پر تمہارے یہ شرکاء تمہاری کوئی شفاعت نہیں کر سکیں گے۔ رہا یہ امر کہ اللہ نے تم کو براہ راست کفر اور شرک سے کیوں نہ منع کر دیا۔ نبی اور رسول کے واسطے کی کیا ضرورت تھی سو اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی اور پیغام دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے ہر کس و نا کس پر اللہ تعالیٰ کا فرشتہ اللہ کی وحی اور پیغام لے کر نازل نہیں ہوتا۔ اور وحی خداوندی چونکہ حیات روحانی کا سبب ہے اس لیے وحی کو روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس طرح روح حیات اور زندگی کا ایک سبب ہے اسی طرح وحی بھی مؤمنوں کے دل کو زندہ کرتی ہے اس لیے وحی کو روح کہا گیا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ لوگوں کو غرور دار کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لہذا صرف مجھ ہی سے ڈرو میرے سوا کوئی خالق اور رازقی نہیں ہے

مرا بندگی کن کہ دارا منم تواز بندگانی و مولیٰ منم  
اس آیت میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا۔ ایک توحید کا اور ایک تقویٰ کا۔ توحید سے قوت نظریہ کی تکمیل ہوتی ہے اور تقویٰ سے قوت عمل کی تکمیل ہوتی ہے اور انہی دونوں کی تکمیل سے سعادت و ارباب حاصل ہوتی ہے اور اس کے بعد آئندہ آیات میں دلائل توحید کا ذکر فرماتے ہیں۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالٰی

بنائے آسمان اور زمین ٹھیک - وہ ادب

عَمَّا يَشْرِكُونَ ۳ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ

ہے ان کے شریک بنانے سے۔ بنایا آدمی ایک بوند سے ،

فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۴ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ

پھر تجھی ہو گیا جھگڑتا بولتا - اور چوپائے بنا دیئے تم کو

فِيهَا دِفْعٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۵ وَلَكُمْ فِيهَا

ان میں جزاؤں ہے اور کچھ فائدہ ہے، اور بعضوں کو کھاتے ہو - اور تم کو ان سے

جَمَالَ حِينَ تَرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ⑥ وَتَحِيلُ

روشن ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو۔ اور اٹھالے

أَتَقَالِكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بِلْغِيهِ إِلَّا شِقَ الْأَنْفُسِ ط

چلتے ہیں بوجہ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے دہان مگر جان توڑ کر ،

إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ ⑦ وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ

بیشک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے۔ اور گھوڑے بنائے اور فحریں

وَالْحَمِيرِ لَتَرْكَبُوها وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ⑧

اور گدھے ، کہ ان پر سوار ہو اور روشن ۔ اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے ۔

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ط وَلَوْ شَاءَ

اور اللہ پر پہنچتی ہے سیدھی راہ ، اور کوئی راہ کج بھی ہے۔ اور وہ چاہے

لَهْدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ⑨ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

تو راہ دے تم سب کو ۔ وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے

مَاءً لَّكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ⑩

پانی ، تمہارا اس سے پینا ہے اور اس سے درخت ہیں جن میں چراتے ہو۔

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَ

اُگاتا ہے تمہارے واسطے اس سے بھیٹی اور زیتون اور کھجوریں اور

الْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

انگور اور ہر قسم کے میوے۔ اس میں نشانی

لَايَةٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ⑪ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ

ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں ۔ اور کام لگائے تمہارے رات

وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مَسْخَرَاتٍ

د دن اور سورج اور چاند اور تارے کام میں گئے ہیں

بِأَمْرِہٖ إِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۱۲

اس کے حکم سے۔ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو بوجھ رکھتے ہیں۔

وَمَا ذَرَأَ لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ ۚ اِنَّ

اور جو بکھیرا ہے تمہارے واسطے زمین میں کئی رنگ کا ، اس

فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیۃٌ لِّقَوْمٍ یَّدْکُرُوْنَ ۝۱۳ وَهُوَ الَّذِیْ

میں نشانی ہے ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں۔ اور وہی ہے جس

سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا کُلًّا مِّنْہٗ لَحْمًا طَرِیًّا وَتَسْتَخْرِجُوْا

نے کام لگایا دریائے کھاڑ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس

مِّنْہٗ حَلِیۃً تَلْبَسُوْنَہَا ۚ وَتَرٰی الْفُلَکَ مَوَآخِرَ فِیْہِ

سے گھبنا جو پہنتے ہو۔ اور دیکھے تو کشتیاں پھارتی ہیں اس میں

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ ۚ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝۱۴ وَ

اور اس واسطے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور شاید احسان مانو۔ اور

اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیًۢا اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَاَنْہٰرًا

ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تم کو لے کر اور ندیاں بنائیں

وَسُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵ وَعَلِمَتْ بِاَلْنَّجْمِ

اور راہیں شاید تم راہ پاؤ۔ اور بنائے ہیں۔ اور تارے سے

ہُمْ یَّهْتَدُوْنَ ۝۱۶ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَا یَخْلُقُ ۚ

راہ پاتے ہیں۔ بھلا جو پیدا کرے، برابر ہے اس کے جو کچھ نہ پیدا کرے

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٤﴾ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا

کیا تم سوتج نہیں کرتے۔ اور اگر گنلو نعمتیں اللہ کی نہ

تَحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥﴾ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

پورا کر سکتا ہے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اللہ جانتا ہے

مَا تَسِرُونَ وَمَا تَعْلَنُونَ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ

جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو۔ اور جن کو پکارتے ہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾

اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے اور آپ پیدا ہوتے ہیں۔

أَمْوَاتٌ غَيْرَ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾

مردے ہیں جن میں جی نہیں اور خبر نہیں رکھتے کب اٹھائے جائیں گے۔

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

معبود تمہارا معبود ہے ایک۔ سو جو یقین نہیں رکھتے جچھلے دن کی زندگی کا

قُلُوبُهُمْ مُنْكَرَةٌ ۖ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾

اور ان کے دل نہیں مانتے اور وہ مغرور ہیں۔

لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

نہیک بات ہے کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں۔

وَمَا يَعْلَنُونَ ۖ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

اور جو جتاتے ہیں۔ بے شک وہ نہیں چاہتا

الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾

مغرور کرنے والوں کو۔

ذکر دلائل توحید

قال الله تعالى خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ... الى ... اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْكِرِيْنَ  
اور بریل گزشتہ آیات میں یہ بیان کیا کہ اللہ کی معرفت اور اس کی وحدانیت کا علم سب سے اول  
اور مقدم اور اہم اور تمام انبیاء کرامؑ اس کی تعلیم دیتے رہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ  
إِلَّا نُفِیْهِ أَهْلَهُ لِأَنَّ اللَّهَ لَا آثَرَ لَهُ الْآثَرُ وَأَنَا فَاعْبُدُون۔ اور توحید کے بعد درجہ ثقلی کا ہے جس کی اللہ  
تعالیٰ نے تمام اولین اور آخرین کو وصیت فرمایا وَكَذَٰلِكَ وَصَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تُقْرَأُوا الْقُرْآنَ مِنْ قُبُلِهِمْ  
وَإِنْ كُنْتُمْ عَنْهَا مُنْقَرِفُونَ اس لیے اب آئندہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کمال قدرت و  
عکست کے قسم قسم کے دلائل بیان فرماتے ہیں اور کمال قدرت کی ہر دلیل میں حق جل شائد کی ایک  
خاص نعمت کا ذکر ہے جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ وہ رب اکرم تمہارا خالق بھی ہے اور منعم بھی  
ہے اور باوجود تمہاری نافرمانیوں اور سرکشوں کے تمہارے عذاب اور سزا میں جلدی نہیں کرتا تم کو  
چاہئے کہ نعمتوں سے منعم کو پہچانو اور اس سے ڈرو اور اس کی نافرمانی سے بچو اور یہ دلائل چند  
قسم کے ہیں۔

**قسم اول** زمین و آسمان کے تغیرات اور اس کے عجائب و غرائب سے استدلال فرمایا کہ ان کا ایک خاص اندازہ اور خاص مقدار پر پیدا کرنا حالانکہ اس کے خلاف بھی ممکن تھا۔ یہ اس کی کمال قدرت و حکمت کی دلیل ہے اور چونکہ تمام مخلوقات میں زمین و آسمان سب سے عظیم ہیں اس لیے سب سے پہلے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا ذکر فرمایا۔

قسم دوم | آسمان و زمین کے بعد انسان کی پیدائش اور اس کے احوال سے استدلال فرمایا۔  
 ﴿مَا قَالُوا اللَّهُ تَعَالَى خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ تُفْظَةٍ ۖ فَإِذَا هُوَ حَسِيمٌ ۚ﴾

ایک قطرہ آب سے ایک عجیب و غریب چیز یعنی انسان کا اس طرح پیدا ہونا کسی مادہ اور طبیعت کا انتقاء نہیں اس لیے کہ مادہ اور طبیعت کے افعال یکساں ہوتے ہیں۔ ان میں تفاوت نہیں ہوتا۔ انسان کی یہ عجیب و غریب پیدائش خدا کے کمال قدرت و حکمت کی دلیل ہے انسان کا مادہ ایک ہے مگر اس کے اعضاء اور اجزاء مختلف ہیں اور ہر ایک کے افعال اور خواص بھی مختلف ہیں۔ کوئی جز مر ہے اور کوئی کان اور آنکھ ہے اور کوئی دل ہے اور کوئی پیٹ ہے وغیرہ وغیرہ ظاہر ہے کہ یہ فعل مادہ اور طبیعت کا نہیں اس لیے کہ مادہ اور طبیعت بے شعور ہے بلکہ یہ کسی عظیم و قدیر کی قدرت کا کثرہ ہے اگر بالفرض طبیعت ہی کا فعل ہے تو طبیعت بھی اسی کی پیدا کردہ ہے رحم مادر میں نطفہ قرار پکڑ گیا اور اندر ہی بچہ تیار ہو رہا ہے اور ماں باپ کو خبر بھی نہیں کہ اندر ہی اندر کیا ہو رہا ہے۔ لہذا ماں باپ





**قسم ہشتم** (استدلال باحوال کائنات بحویہ) کَمَا قَالَتْ تَعَالَى: وَهُوَ الَّذِي مَخْلَعُكُمْ

الْبَحْرَ... اِلَى... وَتَحْلَلُكُمْ تَشْكُرُونَ۔ ان آیات میں کائنات بحویہ اور ان کے احوال سے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دریا کو سفر کیا کہ تم اس سے دریائی جانوروں کو پکڑتے ہو اور قہم قہم کے جواہر اس سے نکالتے ہو اور کشتیوں کے ذریعے اس میں سفر کرتے ہو۔

**قسم نہم** (استدلال باحوال کائنات ارضیہ جیسے پہاڑ اور نہریں) کَمَا قَالَتْ تَعَالَى: وَالْقُلُوبُ فِي الْأَرْضِ رَوْدًا مِّمَّا أَنْزَلْنَا مِنْكُمْ مَاءً مُطَهَّرًا وَنَسِيلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔

ابتداء میں زمین جنبش کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا کر دیئے جس سے اس کی جنبش اور اضطراب میں سکون آگیا۔

**قسم دہم** (استدلال باحوال نجوم فلکیہ) کَمَا قَالَتْ تَعَالَى: وَالْبَنُومُ يَهْتَدُونَ زَيْتُكَ مَرْثَةً

کاملہ، اب ان دس دلائل کے بعد مشرکین کی مذمت فرماتے ہیں کہ جب ان دلائل اور براہین سے یہ واضح ہو گیا کہ ان تمام کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور بت کسی چیز کے خالق نہیں تو ان مشرکین کو کیا ہو کہ خالق اور مخلوق میں فرق نہیں کرتے کیا ان نادانوں کو اتنی عقل نہیں کہ یہ سمجھیں کہ لائق عبادت وہ ذات پاک بابرکات ہے جو ان عجائب و غرائب کا خالق ہے اور جو چیز کسی شے کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہو وہ کیسے لائق عبادت ہو سکتی ہے۔

**نتیجہ دلائل مذکورہ** جب گزشتہ آیات میں وجود باری تعالیٰ پر احوال فلکیہ اور احوال ارضیہ اور احوال حیوانیہ اور احوال نباتیہ اور عناصر اربعہ سے استدلال فرمایا تو اخیر میں ان تمام دلائل کا نتیجہ بیان فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّهٗ وَآٰحِدٌ۔ اور چونکہ اتباع حق سے تکبر مانع تھا اس لیے

مضمون مذکورہ کو اِنَّهٗ لَا يَحِثُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ پر ختم فرمایا۔

## تفصیل دلائل توحید

**قسم اول** خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت اور معلومت کے ساتھ پیدا کیا جن کو دیکھ کر عقل حیران اور دنگ رہ جاتی ہے وہ بلند اور برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ نادان خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ خداوند قدیر نے زمین کو اس عالم کا فرش بنایا اور آسمان کو چھت بنایا عقل ایسے عرش اور فرش بنانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ آسمان کی یہ بے پناہ بلندی اور زمین کی یہ بے پناہ پستی کہ کوئی اس پر دوڑ رہا ہے یا اپنی سواری کو اس پر دوڑ رہا ہے یا اس پر پیشاب اور پاخانہ کر رہا ہے یا اس پر کدال چلا رہا ہے اور کھود کر

اس میں نہ خانہ یا کنواں بنا رہا ہے کیا یہ آسمان اور زمین جن کا نہ مبداء معلوم نہ منتہی معلوم خود بخود ہی غیر متناہی اجزاء سے مرکب ہو کر تیار ہو گئے اور ایک عظیم جسم خود بخود بلند ہو کر آسمان بن گیا اور دوسرا جسم خود بخود پست ہو کر زمین بن گیا۔ یا کوئی امر اتفاقی ہے کہ اتفاقی طور پر ایک جسم عظیم بن گیا اور دوسرا جسم زمین بن گیا۔ یا کسی مادہ اور طبیعت کا یا کسی ایچہر کا مقتضی ہے تو کوئی مدعی فلسفہ اور سائنس بتلائے تو سہی کہ وہ کس مادہ اور طبیعت کا اقتضاء ہے فلسفی کو جب آسمان اور زمین کے مبداء اور فہما کا پتہ نہ چل سکا تو کہہ دیا کہ آسمان اور زمین قدیم ہیں انہیاد کرام نے خبر دی ہے کہ یہ آسمان اور زمین مخلوق خداوندی ہیں اور قدرتِ قدیمہ کا کرشمہ ہیں۔ زمین و آسمان کا ہر جواس کی خدائی اور کائناتی کی گواہی دے رہا ہے۔

تسم دوم۔۔۔۔۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ تُطْنَةٍ يَآذَا هَلْ تَحْصِيهِمْ مُبْسِينَ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا جو ایک بے حس اور بے شعور چیز ہے اور پھر اس کو عقل اور سمجھ دی۔ پس وہ نکل بڑا جھگڑا لو پیدا ہونے کے بعد خدا کی ذات و صفات میں جھگڑنے لگا اور اس کی تکذیب کرنے لگا اور جس نے پیدا کیا اسی میں جھگڑنے لگا اور یہ خیال نہ کیا کہ ایک بے شعور اور بے حس قطرہ آب سے ایسا ہوشیار اور سمجھدار انسان کیسے بن گیا اور یہ خیال نہ کیا کہ ایک نطفہ جو نواہ مادر شکم میں رہا اور خون جفت اس کی غذا رہی اور مختلف مراحل اور منازل طے کرنے کے بعد وہ پیدا ہوا اور پھر شیر خوار کی منزل سے جوان ہوا یہ کس مادہ اور طبیعت کا اقتضاء تھا بلاشبہ یہ کسی قادر حکیم کی تدبیر اور تعویذ ہے۔ یہ آیت الی بن خلف شعی کے بارہ میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا منکر تھا یہ شخص آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک بوسیدہ بڑی لے کر آیا اور کہنے لگا کہ تیرا یہ خیال ہے کہ خدا اس ہڈی کو بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا اس ہڈی پر یہ آیت نازل ہوئی اور مطلب یہ ہے کہ یہ جھگڑا لو انسان اس بات پر غور نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو ایک بے حس نطفہ سے پیدا کیا اور پھر اسے عقل اور دانائی اور گویائی دی اب یہ ہمارے ساتھ جھگڑتا ہے اور اپنی پیدائش سے دوبارہ پیدا ہونے پر دلیل نہیں پکڑتا۔ بوسیدہ ہڈی سے انسان کا پیدا کرنا نطفہ سے انسان کے پیدا کرنے سے زیادہ عجیب نہیں جو ذاتِ تنجہ کو نطفہ سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تجھ کو بوسیدہ ہڈیوں سے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

تسم سوم۔۔۔۔۔ وَالْأَنعَامُ خَلَقْنَاهُنَّ لَكُمْ فِيْهِنَّ دِفْءٌ۔۔۔۔۔ اَلِی۔۔۔۔۔ اِنَّ رَبَّكُمْ لَعَزِيزٌ۔

اور خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے چوپایوں کو پیدا کیا ان میں تمہارے لیے گرمی کا سامان ہے یعنی ان جانوروں کی اون اور بالوں سے ایسی پوشش تیار ہوتی ہے جو تم کو جاڑے سے بچائے جسے جو اول کہتے ہیں اس کے علاوہ کتنے فائدے ہیں اور بعض کو تم ان میں سے کھاتے ہو یعنی ان کے گوشت اور جربہ اور دودھ اور گھری کو کھاتے ہو اور تمہارے لیے ان جانوروں میں رونق اور زینت بھی ہے جب تم ان کو چرا کر شام کے وقت جنگل سے گھر واپس لاتے ہو اس وقت تر و تازہ اور خوبصورت ہوتے ہیں اور ان کے تھن دودھ سے بھر پڑ ہوتے ہیں اور گھر میں خوب رونق اور چل پھل ہے اور جیب

کے وقت ان کو چراگاہ کی طرف لے جاتے ہو اگرچہ اس وقت ان کے پیٹ خالی ہوتے ہیں مگر ان کا چراگاہ میں جانا بھی موجب زینت ہوتا ہے اور یہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر اس شہر کی طرف لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت کے نہیں پہنچ سکتے۔ بے شک تمہارا پروردگار شفقت کرنے والا مہربان ہے کہ اس نے تمہاری راحت کے لیے یہ سامان پیدا کیا جو تمہارے لیے سامان سفر بھی ہے اور سامان نجات و حرارت بھی ہے اور ان کا دودھ اور گوشت تمہاری اعلیٰ ترین غذا ہے اور ان کا صوف اور بال تمہارا سامان لباس ہے۔

قسم چہارم — وَالْحَيْكَلُ وَالْإِغْلَالُ وَالْحَمِيمُ لَذِكْرِكَ بَوَّاهَا رَبِّكَ يَتْلُو مَا لَا تَعْلَمُونَ ہ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے گھوڑوں اور نچروں اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان پر سوار ہو اور تمہارے لیے زینت ہوں اور جس طرح وہ ان چیزوں کو پیدا کرنا ہے اسی طرح وہ ان عجیب و غریب چیزوں کو پیدا کرنا ہے جن کو تم نہیں جانتے جیسے انواع و اقسام کے کیرسے کوڑسے یا دریائی جانور یا جو پھاڑوں کے کھڈوں میں ہیں جن کو کسی بشر نے نہیں دیکھا اور نہ سنا۔

اول حق تعالیٰ نے ان حیوانات کے منافع کا ذکر فرمایا جن کی انسان کو کھانے کے لیے ضرورت ہے دوم ان حیوانات کا ذکر کیا جن سے سجائے غذا کے سواری کا فائدہ ہوتا ہے اور پھر آخر میں یَتْلُو مَا لَا تَعْلَمُونَ سے اجمالاً ان حیوانات کی طرف اشارہ فرمایا جن کی انسان کو ضرورت نہیں ہوتی۔

## جملہ معترضہ برائے بیان اثر و دلائل مذکورہ

وَعَلَىٰ اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِزٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَّيْنَكُمْ أَجْمَعِينَ۔

اوپر سے دلائل توحید کا ذکر چلا آرہا ہے درمیان میں بطور جملہ معترضہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ دلائل مذکورہ صراطِ مستقیم تک پہنچانے والے ہیں۔ اور اللہ ہی پہنچتا ہے سیدھا راستہ یعنی دین اسلام جو اس راہ پر چلے گا وہ اللہ تک پہنچ جائے گا۔ اور بعضے راستے پیڑھے ہیں جو خدا تک نہیں پہنچتے وہ وہ ہیں جو دین اسلام کے سوا ہیں مطلب یہ ہے کہ راہ توحید کے سوا کوئی راستہ ایسا نہیں کہ جس پر چل کر بندہ خدا تک پہنچ سکے۔ اسلام کے سوا جو راستے ہیں جیسے یہودیت اور نصراہیت اور مجوسیت اور نچریت اور بت پرستی وغیرہ وغیرہ یہ سب راستے پیڑھے ہیں ان پر چل کر خدا تک نہیں پہنچا جاسکتا اور بعض کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ سیدھے راستہ کا بیان کرنا اللہ کے ذمے ہے کیونکہ وہ طریق ہدایت کو ظاہر کیے بغیر کسی کو غائب نہیں دیتا۔

آگے فرماتے ہیں کہ خواہ کوئی سیدھی راہ پر چلے یا ڈیڑھی راہ پر چلے وہ سب اللہ کی قدرت اور اس کے علم اور مشیت

کے ساتھ ہے اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر کر دیتا اس نے جس کو چاہا ہدایت دی اور جس کو بھلا شہوات کے اور ظلمات کے جیاہٹوں میں گم گشتہ راہ بنایا اب آگے پھر اپنی نعمتوں کو بیان فرماتے ہیں۔ جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں پہلی آیت میں احوال حیوانات سے استدلال تھا اب احوال نباتات سے استدلال فرماتے ہیں۔

هٰذَا الَّذِي اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّنُكْفِّرَ بِهِ... اِلٰی ---  
اِنْ رَفَعْتَ ذٰلِكَ لَا يَهْدِي لِقَاؤُهُمْ عَشْفَكَ رُؤُوسَہُمْ

### احوال نباتات سے استدلال

وہی ہے رب تمہارا جس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا۔ تمہارا اسی سے پینا ہے اور اسی سے تمہارے لیے درخت اور گھاس اگائے ہیں جس میں تم اپنے مولیشی چراتے ہو اسی پانی سے اللہ تمہارے لیے کھیت اور زیتون اور سمجھور اور انگور اور ہر قسم کے پھل زمین سے اگاتا ہے بے شک اس میں سوچنے والے لوگوں کے لیے ہماری قدرت اور حمدانیت کی نشانی ہے۔ جو شخص اس میں غور کرے کہ دانہ زمین میں غائب ہوا اور تری سے پھول کو پھٹا اور اس سے سو رنگیں نمودار ہوئیں اور زمین میں پھیلیں اور اوپر شاخیں نکلیں اور مختلف قسم کے پھل اور پھول نمودار ہوئے جن کی صورتیں اور شکلیں بھی مختلف اور رنگین بھی مختلف اور خاصیتیں بھی مختلف اور مزے بھی مختلف حالانکہ زمین اور پانی اور ہوا سب کی ایک ہے اور اسباب و علل بھی سب کے ایک ہیں اور تاثیرات و فکیرہ اور تحریکات کو کعبہ کی نسبت بھی سب کے ساتھ ایک ہے جو اس میں غور و فکر کرے گا وہ سمجھ جائے گا کہ یہ تمام تغیرات اور اختلافات کسی مادہ اور طبیعت کا اقتضا نہیں بلکہ کسی قادر حکیم کی کاریگری اور کوشش سازی ہے۔

قَسَمُ شَشْتُمْ - وَبَحْشُ كَلِمَاہُمْ اَلَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْجَوَارُ مَسْحُورَاتٌ بَاہْمِہٖ  
اِنْ رَفَعْتَ ذٰلِكَ لَا يَهْدِي لِقَاؤُهُمْ عَشْفَكَ رُؤُوسَہُمْ

اور راست اور دن کو اور سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کر دیا یعنی ان چیزوں کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ دن اور رات کی آمد و رفت اور چاند اور سورج کے طلوع و غروب سے اور اوقات کے بدلنے سے کارخانہ عالم چل رہا ہے اور سب اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ کے حکم سے ایسی جال پر چلتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر کر دی ہے اور انسان ان سے اوقات اور فصول کو معلوم کرتا ہے۔ پس فلاسفہ اور متبحرین کا یہ قول کہ عالم مطلق کا کارخانہ کو اکب اور نجوم کی تاثیر اور تصرف سے چل رہا ہے۔ غلط ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے مقبور اور مسخر ہیں۔ سب اس کے بیگاری ہیں جس کام میں لگا دیا اس میں لگے ہوئے ہیں۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے ہماری قدرت و دیکھائی کی نشانیاں ہیں کہ آفتاب و ماہتاب اور کوکب و نجوم سب اجسام ہیں مگر سب مختلف اور متفاوت ہیں۔ حالانکہ من حیث الجسم ہونے کے لحاظ سے سب یکساں ہیں معلوم ہوا کہ یہ تفاوت جمیعت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ کسی قادر حکیم کے ارادہ اور مشیت سے ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سارے کسی کے حکم

کے تابع نہیں بذات خود عالم سفلی میں مدبر اور متصرف ہیں یہ لوگ بے عقل ہیں۔

شعر ابرو باد و سرور شید و فلک در کارند تا تو مانے بکف آری و بر غفلت نخوری  
ہمہ از بہر تو سرگشته و فرما نبرد ار شرط انصاف نباشد کہ تو فرمانبری

عرض جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم اور فہم مستقیم عطا فرمائی وہ سمجھتا ہے کہ چاند اور سورج اور ستارے خود بخود حرکت نہیں کر رہے ہیں پس جو ذات ان کو حرکت دے رہی ہے وہی خدا تعالیٰ ہے اور چونکہ آثار علیہ کی دلالت قدرت قاہرہ پر ظاہر و باہر ہے اس لیے اس آیت کو عقل پر ختم فرمایا۔

قسم ہفتم — وَمَا ذَرَأْنَاكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّعَالَمٍ يَذْكُرُونَ

اور مگر کر دیا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا حالانکہ ان کے رنگ مختلف ہیں جتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کیں انسان ان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ چیزیں صورت اور شکل اور رنگ اور بو کے اعتبار سے مختلف ہیں اور ایک دوسرے سے ممتاز ہیں اس سے بھی خدا تعالیٰ کی کمال قدرت ظاہر ہوتی ہے اگر کو اکب اور نجوم کی تاثیر ہوتی تو سب نباتات ایک رنگ کے ہوتے۔ ان مخلوقات میں اللہ کی قدرت اور الوہیت کی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت پرستے ہیں اور غافل نہیں ذرا غفلت کا پردہ اٹھا تو مصنوع کو دیکھ کر صانع کا پتہ چلا لیا اس لیے اس آیت کو نہ کہ پر ختم فرمایا۔ کیوں کہ ان کی دلالت اس قدر واضح ہے کہ اس میں وہیق نظر و فکر کی حاجت نہیں محض تذکرہ اور یاد دہانی کافی ہے۔

قسم ہشتم — وَهُوَ الَّذِي يَخْلُقُ الْفُلَّ لِيُجِزَّ الْأَمْنَةَ الْخَاصَّةَ طَرِيقًا... إِلَى... وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

حق جل شانہ نے اپنی الوہیت کے ثابت کرنے کے لیے اول اجرام سماویہ سے استدلال کیا اور پھر دوسری مرتبہ میں انسان کی پیدائش سے استدلال فرمایا اور تیسری مرتبہ میں عجائب حیوانات سے استدلال کیا اور چوتھے مرتبہ میں عجائب نباتات سے استدلال کیا اب احوال عناصر کے عجائب سے استدلال فرماتے ہیں عناصر میں اول پانی کا ذکر فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور وہ وہ ہے جس نے دریائوں کو تمہارے لیے مسخر کیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ یعنی جھلی نکال کر کھاؤ و سمندر کا پانی شور ہے مگر جھلی جو اس سے نکلتی ہے اس کا گوشت شور نہیں یہ بھی خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کی دلیل ہے کہ شور میں سے ایک لذیذ چیز تمہارے کھانے کے لیے نکال دی اور تاکہ تم اس سمندر سے زیور نکالو یعنی موتی اور مرجان نکالو جس کو تم پہننے ہو یعنی تمہاری عورتیں۔ چونکہ عورتوں کی زینت مردوں کے لیے ہوتی ہے اس لیے حق تعالیٰ نے پہننے کی نسبت مردوں کی طرف کی اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو کہ چیرتی چلی جاتی ہیں کشتی کا ایک ہی ہول سے ایک جانب سے دوسری جانب پار ہو جانا یہ خدا کی کمال قدرت کی نشانی ہے اور کشتیوں کا سمندر میں چلانا اس لیے ہے تاکہ اس کے فضل سے روزی کماش کر دے یعنی تاکہ تم کشتیوں پر سوار ہو کر تجارت کرو اور فضل الہی سے نفع کماؤ اور تاکہ تم اللہ عز و جل کی

شکر گزاری کرو کہ یہ دریا کی تسخیر اور کشتی کی ترکیب اور تمہارا اس طرح سے سفر یہ سب اللہ کی نعمت ہے جس کا شکر واجب ہے۔

قسم نہم۔۔۔ وَالْأَنْفِیٰ فِی الْأَرْضِ زَكَاةً یَسْتَفِیْذُ بِهَا النَّاسُ وَالْأَنْفِیٰ ذُو الْقُوَّةِ الْأَتْقٰی

اب غرض خاکی سے استدلال فرماتے ہیں اور اسی نے تمہارے لیے زمین میں مضبوط پہاڑ ڈال دیے کہ وہ زمین تم کو لے کر حرکت نہ کرے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے زمین پر پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا اور پہاڑوں کو زمین کے لیے یمنیں بنا دیا تاکہ زمین حرکت نہ کر سکے اس لیے زمین ٹھہر گئی یہ اس کی قدرت کا طہ کی دلیل ہے کہ اس نے ایک جسم کو خفیف بنایا اور ایک جسم (پہاڑ) کو ثقیل بنایا اور اللہ نے زمین میں نہریں پیدا کیں جیسے نیل اور فرات اور حیون اور سیحون اور اکثر دریا پہاڑوں سے نکلے ہیں اور پیدا کی زمین میں راہیں اور راستے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچ سکو ان دلائل میں غور کرو کہ شاید تم اپنے منزل مقصود کی راہ پا لو اور راستوں کی شناخت کے لیے اللہ نے اور بھی نشانیاں رکھی ہیں جن سے چلنے والے راستہ معلوم کرتے ہیں اگر زمین کی ساری سطح یکساں ہوتی۔ کہیں درخت اور پہاڑ اور یہ نشان نہ ہوتے تو سافر کو راستہ چلنا اور منزل پر پہنچنا مشکل ہو جاتا۔

قسم دہم۔۔۔ رَبِّیْ رَءِیْظٌ لِّیْ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرَکُّونَ

اور علاوہ ازیں ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کر لیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صرف زمین ہی کی چیزیں راستوں کی علامت نہیں بلکہ حق و دق میدانوں میں ستارے بھی راستوں کی علامتیں ہیں کہ قافلے ان کی سیدھ میں چلتے ہیں سمت اور رخ اور راستوں کا پتہ ستاروں کے ذریعے چلتا ہے اگر یہ علامتیں نہ ہوتیں تو بہت مشکل پڑ جاتی۔

## تہدید بر اعراض از دلائل واضحہ

یہاں تک توحید کے دلائل بیان فرمائے۔ اب آگے ان لوگوں کی مذمت فرماتے ہیں جو ان دلائل واضحہ میں ذرا بھی غور نہیں کرتے چنانچہ فرماتے ہیں۔ پس کیا جو خدا ان اجرام علویہ اور سفلیہ اور حیوانات عجیبہ اور نباتات غریبہ اور مصنوعات عظیمہ کو پیدا کرتا ہے۔ منزل ان توحید کے ہو سکتا ہے جو کچھ پیدا نہیں کرتے پس کیا تم سوچتے نہیں کہ خلق اور غیر خالق کا برابر ہونا عقلاً محال ہے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شکر نہ کرو گے مگر تو شکر بھی نہیں کر سکتے ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کی نعمتیں مبذول ہوتی رہتی ہیں صرف ایک اپنے ہی وجود پر نظر ڈال لو کہ اس نے تمہیں صحت دی۔ عقل دی۔ سننے کے لیے کان دیے اور بولنے کے لیے زبان دی اور پکڑنے کے لیے ہاتھ دیے اور چلنے کے لیے پیر دیئے اس قسم کی بے شمار نعمتیں تم کو دیں جن کو تم گن نہیں سکتے۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے کہ اس نے باوجود تمہاری تصغیرات کے اپنی نعمتیں بند نہیں کیں۔

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے منعم کی پرستش کرو کہ جس کی نعمتوں کو تم شمار نہیں کر سکتے اور وہ ایسا مہربان ہے کہ باوجود تمہاری تعصبات کے اپنی نعمتیں تم پر بند نہیں کرتا اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم و لوں میں چھپاتے ہو اور جو تم زبان سے ظاہر کرتے ہو وہ تمہارے نیک و بد کی تمہیں سزا دے گا وہی عالم الغیب ہے قابل عبادت ہے ظاہر و باطن اس کے نزدیک برابر ہے یہ بت جن کو نہ تمہاری بدی کی خبر ہے اور نہ نیکی کی۔ پوچھنے کے لائق نہیں اور جن حقیر چیزوں کی یہ لوگ خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں پس کیسے خالق کے برابر ہو سکتے ہیں۔ وہ تو مردے ہیں زندہ نہیں۔ وہ تو جمادات ہیں نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ حرکت کر سکتے ہیں بس یہ بت موجود کیسے ہو سکتے ہیں۔ معبود کے لیے حیات ازلیہ اور علم محیط چاہیے اور تمہارے ان معبودین کو اتنی بھی خبر نہیں کہ ان کے عابدین۔ یعنی جو ان کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے یعنی ان کو قیامت کا علم نہیں اور نہ اپنے عابدین کی عبادت کا علم ہے لہذا جسے اپنے عبادت کرنے والے کا حال معلوم نہ ہو وہ معبود ہی کیا ہوا تو ایسوں کو پوجنا کمال بے وقوفی ہے خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خالق معبود اور علم الغیب اور محیط کل ہو اور خدا تعالیٰ کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ کوئی عالم الغیب ہے پس ثابت ہوا کہ تمہارا معبود ایک اور یگانہ ہے۔ احد اور صمد ہے اس کے سوا کوئی معبود ہو ہی نہیں سکتا۔ سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل ایک معبود ہونے سے انکار کرتے ہیں اور وہ منکبر ہیں اس لیے انہیں حق کے قبول کرنے سے خارج بلا شبہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اس سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے تحقیق اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور حق کو قبول نہ کرنا یہ تکبر ہے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک غایت درجہ مبغوض ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ منکبرین قیامت کے دن چوٹیوں کی طرح ہوں گے تاکہ لوگ انہیں اپنے قدموں سے پامال کریں مطلب یہ ہے کہ میدان حشر میں ان کے اجسام صغیر اور حقیر ہوں گے تاکہ خوب ذلیل ہوں اور آگ میں ان کے اجسام کبیر (بڑے) ہو جائیں گے تاکہ عذاب شدید اور ضرب شدید مدید کے مورد اور محل بن سکیں۔

اور چونکہ حق سے اعراض کا منشاء تکبر تھا اس لیے آیت کو منکبرین کی مذمت پر مشتمل فرمایا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أُنْزِلَ رَبُّكُمْ قَالَوْاْ أَسَاطِيرُ

اور جب کہنے ان کو کیا اتارا ہے تمہارا رب نے؟ کہیں نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ ۚ لِيَحْمِلُوْاْ أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ

پہلوں کی۔ کہ اٹھا دیں بوجھ اپنے پورے دن

الْقِيَمَةِ وَمِنْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ

قیامت کے۔ اور کچھ بوجھ ان کے جن کو بھگاتے ہیں بے تحقیق ۔

الْأَسَاءَ مَا يَزِرُونَ ۝

منہا ہے؟ بڑا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں۔

## منکرین نبوت کے معاندانہ سوالات اور ان کے جوابات

اربط: یہاں تک دلائل توحید کا ذکر فرمایا اب آگے مشرکین کے قبائح اور منکرین نبوت کے معاندانہ سوالات کا ذکر کر کے ان کا جواب دیتے ہیں اسی سلسلہ میں حق تعالیٰ نے مشرکین کے پانچ شبہ ذکر فرما کر ان کا جواب دیا اور یہ بھی بتلادیا کہ یہ شبہ کوئی نئے شبہ نہیں پہلی امتوں کے لوگ اسی قسم کے شبہ کر چکے ہیں اور ہلاک اور برباد ہو چکے ہیں ان کی ہلاکت اور بربادی خود ان کے شبہوں کا جواب تھی۔

### پہلا شبہ

قال الله تعالى: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ عَاذُوا آخُذُوا بِكُفْرِهِمْ... إلخ... الْأَسَاءَ مَا يَزِرُونَ۔  
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت و رسالت پر قرآن کریم سے استدلال کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور سچہ ہے تو جواب میں یہ کہتے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ پچھلے لوگوں کے قصے ہیں اور کہانیاں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور جب ان منکرین سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے۔ یعنی کوئی ناواقف شخص بغرض تحقیق ان سے یہ پوچھتا ہے کہ بتلاؤ تمہارے پروردگار نے کیا چیز اتاری ہے یا خود ہی آپس میں الزام و تفسیر ایک دوسرے سے یہ سوال کرتے ہیں کہ بتلاؤ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے تو جواب میں یہ کہتے کہ کچھ بھی نہیں۔ یہ اللہ کا اتارا ہوا کلام کہاں سے آیا یہ تو پچھلے لوگوں کے افسانے اور ان کی کہانیاں ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اَلْكِتَابُ كَذِبٌ يُفْتَنُ اَلْعَذَابُ يُكْرَهُ اَلْأَصِيلَةُ مَطْلَبٌ يَهْتَفُ بِهٖ كَرِهَ اللّٰهُ قُرْآن اللّٰهِ کا کلام نہیں۔ اور اس کی اتاری ہوئی کتاب نہیں پچھلے لوگوں کی بے سند باتیں ہیں۔ نبوت و رسالت اور قیامت اور جنت و جہنم کی باتیں اور پرانے افسانے اس میں نقل کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اس قسم کی باتوں سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ



اپنے پورے گناہوں کا بوجھ تو اٹھائیں گے اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے گناہوں کے بھی اٹھائیں گے جن کو بے تحقیق یہ گمراہ کرتے ہیں۔ یعنی یہ شکستہ زین اور دوسرا ٹھکرا پئے ٹھرا اور شرک اور اپنے گناہوں کا تو پورا بوجھ اٹھائیں گے۔ اور اپنے بوجھ کے علاوہ اپنے پیروؤں کے گناہوں کا بوجھ بھی کچھ اٹھانا پڑے گا۔ پیر و بری نہ ہوں گے ان کو اپنے کفر اور شرک کا علیحدہ عذاب ہو گا اور ان گمراہ کرنے والوں کو گمراہی کا سبب بننے کی وجہ سے بمقدار حصہ سبیت گمراہوں کے عذاب میں سے بھی کچھ حصہ ملے گا۔ عرض یہ کہ ان ائمہ الکفر کو اپنے کفر اور شرک کا پورا عذاب ملے گا اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے عذاب میں سے بھی ان کو کچھ حصہ ملے گا۔ اس طرح ان کو دو گنا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ مگر گمراہوں کے عذاب میں کوئی کمی نہ ہوگی ان کا تصور یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء کو اٹم کی پیروی نہ کی۔ اور ان کی بات سب سے دلیل ہی مان لی۔ اور ان کی جہالت کا عذر قبول نہ ہو گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بہت بُرا بوجھ ہے کہ جو قیامت کے دن اپنی بیٹھوں پر اٹھائیں گے گناہوں کے بوجھ سے بڑھ کر کوئی بوجھ نہیں حدیث میں ہے کہ جس نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا اس کو ان سب لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔ جنہوں نے اس کا اتباع کیا اور ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا۔ اور جن نے لوگوں کو گمراہی کی طرف بلایا اس کو ان سب لوگوں کے گناہ کے برابر گناہ ہو گا۔ جنہوں نے اس کی پیروی کی ان پیروؤں کے گناہ سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ (رداء مسلم)

اور آیت کی لَا تَزِدُكَ ذَنْبًا قَوْلًا تَأْخُذُ بِاسْمِ اللَّهِ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْهُمْ قَاتِلْهُ سَيِّئًا مُّسْتَكْبِرًا سے وہ زور ہے کہ جس میں اس کا کچھ عمل دخل نہ ہو گا اور اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو اور جو شخص کسی بُرائی یا بھلائی کا سبب بنے گا بقدر سببیت اس کو ثواب و عتاب میں سے حصہ ملے گا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَى اللَّهُ

دغا بازی کر چکے ہیں ان سے اگلے ، پھر پہنچا اللہ

بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

ان کی چٹائی (عمارت) پر نیو (بنیاد) سے پھر گر پڑی ان پر

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَآتَاهُمُ الْعَذَابُ

چھت اُدپر سے ، اور آیا ان پر عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (۲۶) ثُمَّ

جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے - پھر

يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ آيِنَ شُرَكَائِي

دن قیامت کے رسوا کریگا ان کو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک؟

الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاكُّونَ فِيهِمْ ط قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا

جن پر جسے دشمن کرتے تھے ۔ بولیں گے جن کو

الْعِلْمُ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝۲۵

علم کی تھی بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی منکرہوں پر ہے۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ فَأَلْقَوْهُم

جن کی جان لیتے ہیں فرشتے ، اور وہ بُرا کر رہے ہیں اپنے حق میں تب

السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ ط بَلَى إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

اگر کریں گے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ بُرائی ، کیوں نہیں ؟ اللہ خوب

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۲۶ فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ

جانتا ہے جو تم کرتے تھے ۔ سو پیٹھو (گھس جاؤ) دروازوں میں دوزخ کے

خُلْدِينَ فِيهَا ط فَلَيْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ۝۲۷ وَ

رہا کرو اس میں ۔ سو کیا بُرا ٹھکانہ ہے غرور کرنے والوں کا ۔ اور

قِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ط قَالُوا خَيْرٌ

کہا پر ہیزگاروں کو کیا امارا تمہارے رب نے ؟ بولے نیک بات

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط وَلَكَدَارُ

جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں ان کو بھلائی ہے اور بھلا

الْآخِرَةِ خَيْرٌ ط وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝۲۸ جَنَّاتُ

گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا ۔ باغ ہیں

عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ

رہنے کے ، جن میں وہ جاویں گے بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ان کو

فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ السَّاقِينَ ﴿۳۱﴾

وہاں ہے جو چاہیں ۔ ایسا بدلہ دے گا اللہ پر ہیزگاروں کو ۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ

جن کی جان لیتے ہیں فرشتے ، اور وہ سُخڑے ہیں ان کو کہتے ہیں

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾

سلامتی ہے تم پر ، جاؤ بہشت میں ، بدلہ اس کا جو تم کرتے تھے ۔

## تہدید معاذین و عید متکبرین

قال الله تعالى - قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ - ... الخ - ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ .

(ربط) ان آیات میں اول متکبرین کی اس دنیاوی بے باہمی اور بربادی کا بیان ہے جو پہلے کافروں پر نگاہیں پڑا کرنازل ہوئی اس کے بعد الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ میں متکبرین کے اخروی عذاب کا بیان ہے یہ سب غرور اور تکبر کا نتیجہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ جس طرح اگلے کافر اور متکبر ناگہانی بلاؤں میں مبتلا ہوئے جن کا پہلے سے کہیں وہیم و گمان بھی نہ تھا اسی طرح تمہارا بھی یہی حال اور مال ہوگا اور گزشتہ متکبرین کی طرح تم کو بھی غرور اور تکبر کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ اور اس کے بعد وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا الخ میں بطور مقابلہ ایمانداروں کی دینی اور دنیوی صلاح اور فلاح اور غیر دُخوی اور ان کے دینی اور دنیوی مدارج اور مراتب کا بیان ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: تحقیق ان سے پہلے متکبر بھی لوگوں کو گمراہ کرنے اور حق کو پست کرنے کے لیے عجیب و غریب مکر کر چکے ہیں جو ان کفار مکہ سے پہلے گزرے ہیں جیسے نمرود بن کنان جو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ سرکش و ظالم و متکبر بادشاہ تھا اور تمام شاہان عالم سے بڑھ کر تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اس کا مکر یہ تھا کہ اس نے بال میں ایک اُونسچا عمل بنوایا تھا جو پانچ ہزار گز بلند تھا اور بعض کہتے ہیں کہ دو فرسخ یعنی چھ میل اُونسچا منارہ تھا۔ پس آپسچا اللہ کا حکم ان کی عمارت

کی تباہی اور بربادی کے لیے ان کی بنیادوں کی جانب سے کڑے کڑے تمام بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا۔ پھر اوپر سے ان پر چھت آگری جس سے پھتوں کے نیچے دب کر مر گئے اور ہلاک ہو گئے جو سامان حفاظت کا کیا تھا وہی فنا اور ہلاکت کا سبب بن گیا اور ایسی جگہ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے ان کو دہم اور گمان بھی نہ تھا عمارت کی بنیادیں اس درجہ مستحکم اور مضبوط تھیں کہ خیال بھی نہ تھا کہ جڑ سے اکھڑ جائیں گی۔ چنانچہ رونے جو بلند محل تیار کیا تھا اس کا حال یہ ہوا کہ من جانب اللہ ایک دم آندھی چلی۔ جس نے اس محل کو جڑ سے اکھاڑ کر ان پر گرا دیا اور وہ سب بد بخت اس کے نیچے دب کر مر گئے اور بعض کہتے ہیں یہ شخص بخت نصر تھا۔ (تفسیر قرطبی ص ۹ ج ۱۰)

امام رازی قدس سرہ فرماتے ہیں فَأَيُّ الدُّعَاءِ يُثْبِتُهُمُ مِنَ الْقَوَاعِدِ میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ آیت کے ظاہری معنی مراد ہوں کہ قدیم زمانہ میں کفار بلند بلند عمارتیں بناتے تھے اور انبیاء کرام کا مقابلہ کرتے تھے خدا تعالیٰ نے ان کو جڑ سے گرا دیا اور اوپر سے ان پر چھت آ پڑی جس کے نیچے دب کر مر گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام بطور تمثیل کے ہے کہ انھوں نے حق کے مقابلہ میں مکہ و فریب کی بہت بلند عمارت بنائیں اور مکہ و تبیس کے بڑے اونچے محل تیار کر دیئے مگر جب حکم الہی آپہنچا تو مکہ و فریب کی بلند عمارت کی چھت انہی پر گر پڑی اور اس کے نیچے دب کر خود ہی ہلاک و بادی میں گرفتار ہوئے۔ (تفسیر کبیر ص ۳۳۳)

الغرض متکبرین کا یہ انجام تو دنیا میں ہوا۔ پھر اس دنیا کے عذاب کے علاوہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو اور رسوا اور خوار کرے گا کیونکہ اس دن پوشیدہ خفایاں ظاہر کی جائیں گی اور جملہ رسوائیوں کے ایک رسوائی یہ ہوگی کہ اللہ بطور غضب یہ کہے گا کہ بتلاؤ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم انبیاء کرام اور اہل ایمان سے جھگڑا کیا کرتے تھے۔ آج وہ تمہارے ساتھ حاضر کیوں نہیں ہوتے جو تمہاری مدد کرتے اور اس ذلت اور عیبیت سے تم کو نکالتے (اس حالت کو دیکھ دیکھ کر) وہ اہل علم جو دنیا میں انہیں نصیحت کیا کرتے تھے اور یہ ان کے وعظ و نصیحت کی طرف مٹفت نہ ہوتے تھے اس وقت بطریق شہادت اہل علم ان سے یہ کہیں گے کہ دیکھ لیا جو ہم کہا کرتے تھے آج کے دن پوری رسوائی اور بڑائی کا فوٹو پر ہے۔

بظاہر اس وقت انبیاء کرام تو خاموش رہیں گے اور ان متکبرین کی بات کا جواب نہ دیں گے البتہ اہل علم جو انبیاء کے وارث تھے کا فوٹو کسنا کہ یہ کہیں گے اَلْخِزْيَانُ لَكُمْ اَلْيَوْمَ اَلْكَافِرُونَ کو ذلیل سمجھتے تھے قیامت کے دن انہیں معلوم ہو جائیگا کہ حقیقت ذلیل وہی ہیں اور کافروں کی ذلت کا ظہور موت کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے اس لیے آئندہ آیت میں کافروں کی موت کی ذلت آمیز حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ ان متکبر کافروں کی فرشتے ایسی حالت میں جان نکالتے ہیں کہ وہ مرتے دم تک کفر اور تکبر پر قائم رہ کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے یعنی مرتے دم تک کفر اور شرک میں مہلتا تھے۔ اگر مرنے سے پہلے کفر اور شرک سے باز آ جلتے تو ان کو یہ ذلت نہ دیکھنی پڑتی۔ ساری عمر خراب غفلت میں سوتے رہے، ہوش ہی نہ آیا۔ جب موت کا فرشتہ سر پر آپہنچا تب آنکھ کھولی۔ پس اس وقت یہ ظالم صلح کا بیغام ڈالیں گے اور مخاطبہ اور جھگڑا چھوڑ کر اطاعت کی طرف مائل ہوں گے اور یہ روح

نکلنے سے ذرا پہلے ہو گا اس وقت یہ کہیں گے کہ ہم دنیا میں کوئی بڑا کام کفر و شرک نہیں کرتے تھے۔ ملک الموت کو دیکھتے ہی غرور تو کاغذ ہو جائے گا اور ساری ذل خال نکل جائے گی مگر قدیمی جھوٹ ابھی باقی رہ جائے گا۔ اور کہہ دیں گے کہ ہم نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ اور اسی طرح آخرت میں کہیں گے **وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کیوں کہیں۔ تم دنیا میں ضرور بُرے کام کفر اور شرک کرتے تھے کیا تم جھوٹ بول کر اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے تھے بلاشبہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو یعنی تمہارا یہ انکار تمہیں کچھ مفید نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے تم قرآن اور رسولؐ اور اہل ایمان کی ہنسی اڑاتے تھے اور توجید کے نام سے چڑھتے تھے ہم تم کو تمہارے اعمال کی سزا دیں گے اور سزا یہ ہوگی کہ یہ کہیں گے کہ پس تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ تم ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو۔ پس البتہ کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ ایمان سے تکبر کرنے والوں کا۔

خلاصہ کلام یہ کہ حق کے مقابلہ میں تکبر کا انجام دنیا و آخرت میں سوائے ذلت و غراری کے کچھ نہیں اور اس تکبر سے وہی تکبر برادری کے جب کوئی بغرض تحقیق ان سے پوچھتا کہ محمدؐ پر کیا چیز نازل ہوئی تو ازراہ تسخیر یہ کہتے کہ **اَسَا طِیْرٌ اَوْ اَدْنٰی** کہ پہلے لوگوں کے قصے اور افسانے ہیں یہاں تک کہ متکبر بن اور ظالمین کا حال بیان ہوا اب آگے اس کے مقابلہ میں اہل ایمان کا حال اور ان کی عزت و کرامت کو بیان فرماتے ہیں۔ جنہوں نے حق کے مقابلہ میں کوئی غرور اور تکبر نہیں کیا غرض یہ کہ پہلی آیت میں اشیاء (بدبختوں) کے حال سے خبر دی۔ اب ان آیات میں سعداء (نیک بدبختوں) کے حال اور انجام سے خبر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور جب قرآن کے بارہ میں ان لوگوں سے پوچھا گیا کہ جو کفر اور شرک سے اور تکبر سے پرہیز کرتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے (یعنی وحی قرآنی سے سوال کیا گیا) تو متعین نے جواب دیا کہ ہمارے پروردگار نے بڑی خیر و برکت کی چیز کو نازل فرمایا بخلاف کافروں اور متکبروں کے جب ان سے یہ سوال کیا جاتا تو کہتے کہ یہ اساطیر الاولین ہیں۔

متعین کے جواب میں خیر۔ منصوب آیا ہے اور متکبرین کے جواب (قَالَ سَوْا) **نکتہ** **اَسَا طِیْرٌ اَوْ اَدْنٰی** میں اساطیر مرفوع آیا ہے جو مبتداء محذوف کی خبر ہے اسی ہوا **اَسَا طِیْرٌ اَوْ اَدْنٰی**۔ متکبرین نے اس قرآن کے نزول کا انکار کیا اور مرفوعاً ذکر کیا۔ مطلب یہ تھا کہ قرآن منزل من اللہ نہیں بلکہ اس کا اساطیر الاولین ہونا ثابت اور ستم ہے کیونکہ محمد اسمیہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور متعین نے جواب (خیر) منصوب کہا جو فعل محذوف کا مفعول بہ ہے یعنی افسار اللہ **حٰیثُ** یعنی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ رحمت اور خیر و برکت ہے اور بلاشبہ منزل من اللہ ہے حاصل کلام یہ کہ کافروں اور متعینوں کے جواب میں مرفوع اور منصوب ہونے کا فرق اس نکتہ کی بناء پر ہے (تفسیر کبیر ص ۲۱۶)

جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی دنیا کی بھلائی سے فحش و لغت اور غلبہ اور خلافت مراد ہے اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے اور دار آخرت کی بھلائی تو بہت ہی خوب ہے اور دنیا کی نعمتوں سے کہیں بہتر ہے اور کیا ہی خوب ہے دار الہی تقویٰ کا۔ اور وہ گھر باغاب غلد ہیں وہ ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہوں گے نہ وہاں سے کوئج کر ہی گئے اور نہ نکالے جائیں گے۔ اور ان درختوں اور مکانات کے نیچے دودھ کی اور شہد کی اور شراب کی نہریں جاری ہونگی۔ اور ان متقیوں کے لیے وہاں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے اور جنت میں داخل ہونے کے بعد متقیوں کا تقویٰ حد کمال کو پہنچ جائے گا اور رشک و حسد کا شائبہ بھی نہ رہے گا ہر جنتی کو جو مرتبہ حاصل ہو گا وہ دل و جان سے اس پر راضی ہوگا اس لیے کوئی متقی یہ خواہش نہیں کرے گا کہ مجھ کو انبیاء اور صدیقین کا مرتبہ دیا جائے نیز جنت میں جو بھی داخل ہوگا اس سے بے عقلی اور کم فہمی بالکلیہ دور کر دی جائے گی۔ ان جنت جو خواہش کریں گے وہ پوری کر دی جائے گی۔ مگر یاد رہے جنت میں جانے کے بعد کوئی شخص ایسی خواہش نہ کرے گا جو خلاف عقل ہو اور اپنے مرتبہ اور حیثیت سے زائد ہو۔ جنت میں جو خواہش بھی ہوگی وہ اپنے استحقاق اور مرتبہ سے زائد نہ ہوگی۔ اسی طرح کی جزا دیتا ہے اللہ تمام متقیوں کو اور ادنیٰ درجہ کا متقی وہ ہے جو کفر اور شرک سے بچے اور اعلیٰ درجہ کا متقی وہ ہے جو تمام معاصی سے بچے۔ جس درجہ کا تقویٰ ہوگا۔ اسی درجہ کی جزا ملے گی۔ اب آگے متقیوں کی وہ حالت اور صفت بیان کرتے ہیں۔ جو موت کے وقت ان کی ہوتی ہے اور اصل اعتبار موت کے وقت کی حالت کا ہے وہ متقی جن کی فرشتے بحکم الہی روح قبض کرتے ہیں اس وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ شرک اور معصیت سے پاک ہوتے ہیں اور ازراہ اعزاز و اکرام فرشتے یہ کہتے ہیں کہ سلام ہو تم پر اللہ کا اور یہ سلام اور حقیقت ایک قسم کی بشارت ہے کہ اس کے بعد تم بالکل صحیح سالم رہو گے۔ اور تم کو کوئی امر مکروہ (ناگوار) نہ پہنچے گا اور سلام کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ میں داخل ہو جاؤ اپنے اعمال خیر کے سبب سے دخول جنت کا اصل سبب تو فضل الہی ہے اور یہ اعمال خیر اس کا سبب ظاہری ہیں اور ہندہ کے یہ اعمال خیر بھی اس کے فضل اور توفیق سے ہیں۔ مبتدا اور مفتی ہر جگہ فضل الہی ہے اور عمل خیر درمیان میں ایک وسیلہ ہے جو اس کے فضل پر موقوف ہے نیز عمل صالح خواہ کتنا ہی صحیح اور درست کیوں نہ ہو مگر اس کا قبول کرنا حق تعالیٰ کے ذمہ واجب نہیں پس اس عمل صالح کو قبول کرنا بھی اس کا فضل ہے اور پھر اس پر جنت میں داخل کرنا یہ بھی اس کا فضل ہے۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ

اب کچھ راہ دیکھتے ہیں مگر یہی کہ آدیں ان پر فرشتے یا پہنچے

أَمْرُ رَبِّكَ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنَ قَبْلِهِمْ ط وَ

حکم تیرے رب کا ۔ اسی طرح کیا ۔ ان سے انہوں نے ، اور

مَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۳۲﴾

اللہ نے ظلم نہ کیا ان پر، لیکن اپنا بُرا کرتے رہے ۔

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا

پھر پڑے اُن پر ان کے بُرے کام اور اُلٹ پڑا ان پر جو

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۳﴾

ٹٹھا کرتے تھے ۔

## دوسرا شبہ

قال الله تعالى: هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ... إلخ... مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (ربط) منکرین کا دوسرا شبہ یہ تھا کہ کوئی فرشتہ آسمان سے نازل ہو کر آپ کی صداقت کی شہادت دے اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ منکرین نبوت اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس موت کے فرشتے آجائیں اور ان کی رو میں قبض کریں یعنی یہ لوگ دلائل و براہین سے راہ راست پر آنے والے نہیں بلکہ منتظر ہیں کہ جب قبض روح کے ملائکہ آویں تب یقین کریں گے مگر اس وقت کا یقین سودمند نہیں یا یہ معنی ہیں کہ فرشتوں کی آمد کے منتظر ہیں کہ وہ آکر فیصلہ کریں یعنی سب کے سامنے آکر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی گواہی دیں اور یہ بھی ناممکن اور محال ہے فرشتہ کو اصل صورت میں دیکھنا عام بشری طاقت سے باہر ہے یا اس بات کے منتظر ہیں کہ تیرے پروردگار کا کوئی حکم آجائے کہ ان پر کوئی عذاب نازل ہو اور یکنخت سب ہلاک ہو جائیں اس وقت عذاب کو دیکھ کر ایمان لائیں گے یا حکم خداوندی سے قیامت کا آنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ کیا قیامت کے یا موت کے منتظر ہیں کہ جس وقت ایمان لائیں گے تو اس وقت کا ایمان معتبر ہوگا ایسا ہی مسخرہ پن ان لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی اسی طرح کی باتیں پہلے کا فریبی کرتے تھے بالآخر عذاب سے ہلاک ہوئے اور عذاب سے ہلاک کر کے اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا اس لیے کہ اللہ نے ان پر حجت قائم کر دی تھی اور رسول بھیج دیئے تھے اور کتابیں آمار

دی تھیں لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم و ستم کرتے تھے کہ پیغمبروں کی تکذیب کرتے تھے یعنی وہ اس کفر اور شرک سے اور تکذیب سے خود اپنی ہلاکت کا باعث بنے پس پیچیں ان کو برائیاں ان کے اعمال کی یعنی اپنے اعمال کی سزا میں گرفتار ہوئے اور ان کو اسی عذاب نے اگر گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑا کر سکتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کہاں کا عذاب اور کہاں کا حساب و کتاب اور کہاں کی قیامت اور کہاں کی دوزخ اور جنت۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ

اور بولے شرک پرکڑنے والے ، اگر چاہتا اللہ

مَا عَبْدَنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ

نہ پڑھتے ہم اس کے سوا کوئی چیز اور

وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ط

نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم اس کے سوا کوئی چیز۔

كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنَ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى

اسی طرح کیا ان سے انھوں نے سو رسولوں

الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝۳۵ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي

ہر ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھول کر ۔ اور ہم نے اٹھائے ہیں

كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا

ہر امت میں رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو بُر دنگے

الطَّاغُوتِ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَن

(سرکش) سے سو کسی کو راہ دی اللہ نے اور کسی پر

حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَيَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا

ثابت ہوئی گمراہی ۔ سو پھرو زمین میں تو دیکھو ،



كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلَىٰ

کیسا ہوا آخر جھٹلانے والوں کا ۔ اگر تو بجاوے ان کو

هٰذَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ وَمَا

راہ پر لانے کو سو اللہ راہ نہیں دیتا جس کو بھٹلاتا (بھٹکتا) ہے

لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۳۷﴾

اور کوئی نہیں ان کے مددگار ۔

## تیسرا شبہ

قال اللہ تعالیٰ ، وَكَذَٰلِكَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لَمْ يَكُن لَّهُمْ شَاءَ اللَّهِ مَا عَصَوْا بَيْنَ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ... اَللّٰہِ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا اَمْرَ الْمُشْرِکِیْنَ (۳۶) وَمَا لَکُمْ بَيْنَ نَصْرِیْنَ (۳۷) (ربط) اس آیت میں مشرکین کے تیسرے شبہ کا ذکر ہے جس کو وہ اپنے اعمال شذیہ و کفریہ کا جواز اور استحسان ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو ہمارا کفر اور شرک اور ہمارے اعمال شذیہ مثلاً، بچہ و سانپ وغیرہ ناپسند ہوتے تو ہم کو کرنے ہی کیوں دیتا۔ اگر خدا تعالیٰ کو ہماری یہ باتیں ناپسند ہوتیں تو وہ ہمیں ایسی باتیں کرنے سے روک دیتا اور اگر ہم نہ رکھتے تو ہم کو فوراً سزا دیتا معلوم ہوا کہ خدا ہمارے اس کفر اور شرک سے لاپرواہ نہیں ہے اور بالفاظ دیگر ہم مجبور اور معذور ہیں خدا کے ارادہ اور مشیت کے خلاف نہیں کر سکتے اس آیت میں مشرکین کے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں حاصل جواب یہ ہے کہ یہ جہالت کی باتیں ہیں اگلے کا فر بھی اپنے رسولوں کے مقابلہ میں اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے یعنی اپنے آپ کو بالکل مجبور محض بناتے تھے یہ بالکل غلط ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا۔ بلکہ حق اور باطل کے سمجھنے کے لیے عقل عطا فرمائی اور پھر اس کو عمل کی قدرت بھی دی کہ اپنے اختیار سے غیر شرک کر سکے اور ہر گز وہ میں اللہ تعالیٰ نے رہبری اور رہنمائی کے لیے رسول بھیجے جو بالاتفاق شرک اور بت پرستی اور جبر سے منع کرتے رہے اور صاف یہ اعلان کرتے رہے کہ یہ کام خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے انبیاء کا کام تبلیغ تھا سوا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بندوں تک پہنچا دیا اس کے بعد جس نے انبیاء کا کہنا نہ مانا اس کو سزا ملی اس طرح ان پر اللہ کی حجت پوری ہوئی لہذا انہم کو ان عجز نفاق سزاؤں سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اگر کفر اور شرک خدا کو پسند ہوتا تو ان کو یہ عجز نفاق سزائیں دے کر ہلاک نہ کرتا اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کو پہلے سے معلوم تھا کہ کون ایمان لائے گا اور کون کفر



کی نئی بات نہیں بلکہ ان سے پہلے جتنے شرک گذرے ہیں۔ انہوں نے بھی انبیاء کرامؑ کی تکذیب کے لیے اسی قسم کا جید بیہانہ اور یہی بھل شُبہ کیا تھا اور اسی طرح انہوں نے بھی رسولوں کا مقابلہ کیا اور ہلاک ہوئے پس اس سے رسولوں کا کیا بکڑ لگے۔ رسولوں پر تو صرف اس قدر فرض ہے کہ صاف صاف حکم اللہ کا پہنچا دیں۔ ماننا ماننا لوگوں کا اختیار ہے۔ انبیاء کا کام تو پہنچا دینا ہے باقی ہدایت دینا یہ اللہ کا کام ہے وہ مالک ہے جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے اس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مینا بنائے اور جس کو چاہے ناپینا بنائے بعثت کا فریضہ صرف دعوت الی الحق ہے باقی سعادت و شقاوت اور ہدایت و ضلالت وہ سب اللہ کے اختیار میں ہے اس میں کسی نبی اور ولی کو دخل نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام انبیاء و مرسلین نے بالاتفاق سختی کے ساتھ شرک سے منع کیا اور بتلادیا کہ جو ایمان لانے گا وہ نجات پائے گا اور جو کفر کریگا وہ ہلاک ہوگا اور مر باد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خیر و شر کرنے کی قدرت دی اور انبیاء کے ذریعے یہ بتلادیا کہ یہ چیز خیر ہے اور یہ چیز شر ہے پھر جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ عذاب الہی سے ہلاک ہوا معلوم ہوا کہ یہ چیز اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے ابتداء میں انبیاء کرامؑ نے آگاہ کیا اور کفر و شرک سے منع کیا اور آخر میں اس کے ارتکاب پر تہر الہی نازل ہوا جس کے آثار اب بھی زمین میں موجود ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ چیز اللہ کے نزدیک قطعاً ناپسندیدہ ہے کفار اور مشرکین کو عبرت ناک سزائیں دینا یہ اہل امر کی واضح دلیل ہے کہ کفر اور شرک اللہ کے نزدیک جرم عظیم ہیں پسندیدہ چیز کے سجالانے پر تو عذاب نازل نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہ بکھتے ہیں کہ یہ نادانوں کی باتیں ہیں کہ اللہ کو یہ کام بڑا لگتا تو کیوں کرنے دیتا آخر ہر فرقے کے نزدیک بعضے کام بُرے ہیں پھر وہ کیوں ہوتے ہیں رکھیا ان کے نزدیک خدا تعالیٰ ان کے روکنے سے عاجز تھا، دنیا میں اعمال اور افعال مختلف ہو رہے ہیں پس کیا یہ مختلف اور متضاد کام اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور سب اس کی مرضی سے ہو رہے ہیں یہاں حق تعالیٰ نے مجمل جواب فرمایا کہ ہمیشہ رسول منع کرتے آئے ہیں جن کی قسمت میں ہدایت تھی انہوں نے ہدایت پائی اور جو غراب ہونا تھا وہ غراب ہوا لہٰذا کو یہی منظور ہے۔ (انتہی)۔

انسان کو فی الجملہ ایسی قدرت اور ایسا اختیار دے دیا گیا کہ جو خیر و شر دونوں کے کرنے پر قادر ہو اینٹ اور پتھر کی طرح مجبور نہ ہو مگر اس کے علم ازل میں یہ مقدر ہو چکا ہے کہ بعض ایمان لائیں گے اور بعض کفر پر قائم رہیں گے انعام و عنت کے لیے اللہ نے پیغمبروں کو بھیجا کہ وہ تم کو آگاہ کر دیں کہ کفر اور شرک صریح گمراہی ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ تَبْغِثَ رُسُلًا فَرَضَ یہ کہ انبیاء و مرسل کا تبلیغ اور دعوت سے اور پھر کافروں اور مشرکوں پر تہر الہی کے نزول سے یہ واضح ہو گیا کہ کفر و شرک خدا کے نزدیک جرم عظیم ہیں اور اللہ تحقیق ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہر امت میں ایک رسول بھیجا اس صریح حکم کے ساتھ کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کے راستے سے یعنی کفر و شرک سے بچو مطلب

یہ ہے کہ توحید کی دعوت کوئی نئی دعوت نہیں قدیم سے یہی تعلیم چلی آرہی ہے سارے پیغمبر یہی کہتے رہے کہ خالص اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ سے بچو۔ انبیاءؑ نے تو اللہ کا پیغام پہنچا دیا لیکن لوگ مختلف اور متفرق ہو گئے کسی نے مانا اور کسی نے نہ مانا چنانچہ فرماتے ہیں۔

پھر ان ائمہ میں سے جن کے پاس گئے کسی کو اللہ نے ہدایت دی کہ اس نے حق قبول کیا اور کسی پر برقعائے الہی گمراہی ثابت ہوئی یعنی گمراہی اس کو ایسی چھٹی کمرے دم تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا جیسا کہ دوسری آیت فرمائی ہے **وَقَدْ نَزَّلْنَا الْحَقَّ عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأَبَىٰ أَنْ يَقْبَلَهُ** اور اس کی رضا مندی اور شہادت اور اس کا ارادہ اور مشیت اور شہادت سے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ سب اس کی عبادت کریں اور کفر و شرک سے بچیں اور یہ حکم عام ہے اور سب کے لیے ہے مگر اس کا ارادہ اور مشیت یہ ہے کہ بعض کو ہدایت دے اور بعض کو گمراہ کرے۔  
در کارخانہ عشق از کفر ناگزیر است دوزخ کرا سوزد گر بولہب بناسد

اگر وہ سب کی ہدایت چاہتا تو سب ہدایت دیتا لیکن اللہ کا یہ ارادہ اور مشیت کہ بعض ایمان لائیں اور بعض کفر کریں۔ یہ اس کی تقدیر ازل سے اس کا علم سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں اس نے اپنی تقدیر ازل کو پوشیدہ رکھا اور اپنے حکم کو پیغمبروں کی زبانی ظاہر فرما دیا اور بندوں کو آگاہ کر دیا کہ سب اس کی عبادت کریں بندوں کو چاہیے کہ اس کے حکم کی تعمیل کریں اور اس کی مشیت اور اس کی تقدیر ازل میں نہ پڑیں وہ ایک سرمکتوم ہے جس کا سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں مشرکین کے اس شبہ کا منشا یہ تھا کہ انہوں نے مشیت خداوندی اور رضائے خداوندی میں فرق نہ کیا اللہ نے جو اس میں فرق کی طرف اشارہ فرما دیا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بے شک ہر چیز اللہ کی مشیت سے ہے مگر اس کی مشیت اور چیز ہے۔ اور اس کا حکم اور رضا مندی اور چیز ہے اللہ ہر کام سے راضی نہیں انبیاءؑ کو اللہ کے ذریعے اس نے اپنے احکام اور مرضیات سے تم کو باخبر فرمادیا اور اپنی رضا مندی کو تم پر ظاہر کر دیا اور اپنے ارادہ اور مشیت کو تم سے پوشیدہ رکھا۔ پس تم ملک میں پھردو، پھردیکھو کہ تکذیب کرنے والوں اور انبیاءؑ کے جھگڑنے

کا انجام کیا ہوا اگر خدا کے نزدیک کفر و شرک اور انبیاءؑ کی تکذیب پسندیدہ ہوتی تو یہ بگڑا شہ قریب اسس ذلت اور رسوائی کے ساتھ تباہ نہ ہوتی اور مشرکین اور مکذبین کا عذاب الہی سے مسلسل اس طرح تباہ و برباد ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ واقعات اتفاقی نہ تھے بلکہ ان کی تکذیب اور کفر کی سزا تھی جو انبیاءؑ کو اللہ کی پیشین گوئی کے بعد پیش آئے جس سے کفار ہلاک ہوئے اور اہل ایمان عذاب سے محفوظ رہے عذاب ایک بے مگو حکم خداوندی کا فسود کو تہ دہلا کر رہا ہے اور مؤمنین سے کنارہ کشی کر رہا ہے پس کفار اور مشرکین ہر اس طرح مسلسل قہر خداوندی کا نزول اس امر کی دلیل ہے کہ کفر اور شرک خدا تعالیٰ کے نزدیک

غایت درجہ مبغوض ہے اور انتہا درجہ کاذب ہے زمانہ حال کے مشرکین کو چاہیے کہ گزشتہ زمانے کے مشرکین کی عبرت انگیز سزاؤں کے آثار دیکھ کر عبرت پکڑیں اور خدا کے ارادہ اور مشیت کو ہمانہ نہ بنائیں بلکہ شک عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اسی کی مشیت اور ارادہ سے ہو رہا ہے عالم کا کوئی ذرہ بغیر اس کے ارادہ اور مشیت کے حرکت نہیں کر سکتا لیکن کسی چور اور قزاق کو اپنی چوری کے جواز کے لیے یہ کہنا کہ اگر خدا چاہتا تو میں چوری نہ کرتا اس سے اس کے جرم میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور چور کا یہ عذر جرم ہلانے جرم مستصوب ہو گا۔

اور چونکہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی گمراہی سے غایت درجہ رنج و غم ہوتا تھا اس لیے آئندہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں لے نبی اگر آپ ان کی ہدایت پر حریص ہیں۔ اور آپ کی دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گمراہی سے نکل کر راہ راست پر آجائیں تاکہ دوزخ میں نہ جائیں۔ اس امید سے آپ اپنے دل کو خالی کر دیجئے۔ تحقیق اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جس کو علم ازلی میں گمراہ کرنے کا ارادہ فرماتا ہے۔ اللہ کا سابق ارادہ ازلی اور قدیم ہے وہ کسی حادثہ کو روکنے سے رک نہیں سکتا لہذا آپ کی یہ حرص اور طمع ان کی ہدایت کے بارے میں بے فائدہ اور بے نتیجہ ہے ان کا کوئی مددگار نہیں کر جو ان کو اللہ کی مشیت سے ہچکے مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو ان مرکبوں کی ہدایت منظور نہیں یہ کسی طرح ہدایت نہیں ان کے آپ ان کی فکر میں نہ پڑیں اور تنگ دل نہ ہوں۔ ازلی گمراہ کو کون ہدایت پر لا سکتا ہے جس پر اللہ کی گمراہی ثابت ہو چکی ہے اس کی ہدایت کی حرص میں نہ پڑیں۔ مژدہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلادیا کہ اللہ نے ہر امت میں جو رسول بھیجا اس نے اللہ کے تمام بندوں کو ایمان کی دعوت دی اور کفر و شرک سے سب کو منع کیا اب ان اخیر آیات میں یہ بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت اور صلحت کی بنا پر سب بندوں کی ہدایت کا ارادہ نہیں فرمایا ہدایت اور توفیق اس کا عطیہ ہے۔ اس کو اختیار ہے جس کو چاہے اپنی عطا سے نوازے اور جس کو چاہے نہ نوازے اس کے ذمہ کسی کا قرض نہیں۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِۦ مَن يَّشَاءُ۔

خلاصہ کلام یہ کہ پیغمبروں کے ذمے اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانا ہے موانع یا ملامت نے یہ بتلادیا کہ انکو مینی طور پر اس کی بارگاہ لہ یزل و لایزال میں بے طے ہو چکا ہے کہ سب ایمان نہیں لائیں گے مگر نشریعی طور پر انبیاء کو اہم کی زبانی یہ بتلادیا کہ حکم خداوندی یہ ہے کہ کفر اور شرک سراسر گمراہی ہے اور ہم قاتل اور ایمان اور اطاعت سراسر ہدایت ہے اور توبہ قاتل ہے اور علم میں جو کچھ بھی ہے اور جو ہو رہا ہے وہ سب اس کے ارادے اور مشیت کے دائرہ سے باہر نہیں۔ ہدایت اور ضلالت اور سعادت و شقاوت انہ میں جاری ہو چکی ہے۔ ان میں تبدیل و تحویل کی گنجائش نہیں۔ عطر اور گلاب (ایمان و اطاعت) تمہارے سامنے ہے اور پافانہ اور پیشاب (کفر و شرک) بھی تمہارے سامنے ہے اگر کوئی دیوانہ نہ بجائے سرق گلاب کے پیشاب پینے لگے اور دلیل یہ بیان کرے کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے اور میرا ہر کام اللہ کی مشیت

اور امادہ سے ہے لہذا پیشاب پینا جائز ہے تو یہ دلیل نہیں بلکہ دیوانہ کی بڑبے۔  
(اطلاعات) اسی قسم کی آیت بارہ ہشتم میں گزر چکی ہے وہاں اس کی مفصل تفسیر آچکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی بیعت کی قسمیں کہ نہ اُٹھا دے گا اللہ جو

يَمُوتُ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

کوئی مرنے والے۔ کیوں نہیں؟ وعدہ ہو چکا ہے اس پر ثابت، لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُونَ<sup>۳۸</sup> لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلِفُونَ فِيهِ

نہیں جانتے۔ اس واسطے کہ کھول دی اُن پر، جس بات میں جھگڑتے ہیں۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ<sup>۳۹</sup>

اور تا معلوم کریں کفار کہ وہ جھوٹے تھے۔

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ

ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم نے اس کو چاہا یہی ہے کہ کہیں اُسکو، ہو،

فَيَكُونُ<sup>۴۰</sup> وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ

تو وہ ہو جاوے۔ اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے

مَا ظَلَمُوا لِنَبِيِّنَا<sup>۴۱</sup> فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَلَا جَرَمَ

کہ ظلم اٹھایا۔ البتہ ان کو ٹھکانا دیں گے دنیا میں اچھا اور ثواب

الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ<sup>۴۲</sup> الَّذِينَ صَبَرُوا وَ

آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا۔ جو ثابت رہے اور

عَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ<sup>۴۳</sup>

اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

## چوتھا شبہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - وَاقْسُمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَأَبْلِغَنَّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ... وَ عَلَىٰ يَوْمَئِذٍ يَخْلُقُ ۝  
(ربط) اس آیت میں بھی کافروں کی ایک جہالت کا بیان ہے کہ وہ لوگ قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ جو مر گیا اور ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گیا وہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا اور جب انسان دوسری زندگی کا قائل نہیں ہوتا تو پھر وہ نیکی اور بدی کی پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا کی کامیابی اور بہبودی ہی اس کا مطلع نظر ہوتی ہے جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں، اللہ پناہ میں رکھے آمین۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جواب دیا کہ قیامت کا آنا برحق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے حق اور ناحق کے فیصلہ کے لیے اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کی جزاء اور سزا کے لیے قیامت کا قائم ہونا اور مردوں کا زندہ ہونا ضروری ہے جس قادر مختار نے پہلی بار تم کو ایک نقرہ آب سے پیدا کیا اس کے لیے تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں اس کے بعد اپنی قدرت کا ملکہ بیان کیا۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا ارَدْنَاهُ اَنْ يَّكُوْنُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اس آیت میں اپنا قادر مطلق ہونا بیان کیا کہ ہم دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز نہیں پھر اس کے بعد اَلَّذِيْنَ هَآجَرُوْا مِنْ دِيْنِهِمْ اِلَآئِہِمْ مِّمَّا جَرَوْا اور بشارت کو بیان کیا جنہوں نے خدا کی راہ میں آخرت کے یقین اور ثواب کی امید پر کفار اور مشرکین کے ہاتھ سے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں بالآخر لاچار اور مجبور ہو کر وطن چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے کیا ان مہاجرین کی کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ ان سب کی جزاء اور انعام ان کو دارِ آخرت میں ملے گا چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور قسمیں کھائیں ان لوگوں نے اللہ کی رحمت قسمیں یعنی انتہائی کوشش اور بڑی مضبوطی اور پورے زور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں کہ اللہ نہیں اٹھائے گا اس کو کہ جو مر جائے گا اور قیامت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں کیوں نہیں وہ اٹھائے گا۔ پکا وعدہ ہو چکا ہے جس کا ایفاء اس پر لازم ہے تمام پیغمبروں کی زبانی اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد بندوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن اکثر لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے حق تعالیٰ حسب وعدہ بندوں کو ضرور زندہ کرے گا تاکہ اللہ ان پر اس امر کو کھول دے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ یعنی قیامت کے قائم ہونے سے ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ خدا کے پیغمبر جو بیان کرتے تھے وہ سب حق تھا قیامت اور جنت اور جہنم سب حق ہے اور جو ان باتوں کے مخالف تھے وہ سب غلطی پر تھے اور دوسری حکمت قیامت کے قائم ہونے میں یہ ہے کہ کافر جان لیں کہ ہم انکار قیامت اور تکذیب رسالت میں جھوٹے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قائم ہونے میں دو حکمتیں ہیں اول تو یہ کہ حق اور باطل کے بارے میں جو اختلاف تھا اس کا فیصلہ

ہو جائے اور آنکھوں سے حق اور باطل نظر آجائے اور دوسری حکمت یہ ہے کہ صدق اور کذب کا فیصلہ ہو جائے اب آگے کا فردن کے شبہ کا رد فرماتے ہیں کہ ہم دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہماری قدرت کا تو یہ حال ہے کہ جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو جو چیز ہمارے علم میں ہوتی ہے ہم اسے کہتے ہیں ”کن“ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔ جس چیز کے پیدا کرنے کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لیے فقط ہمارا ارادہ کافی ہوتا ہے ہماری ایسا دیکھا کسی مادہ اور مدت پر موقوف نہیں، کا فردن کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات سے عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے وہ کسی بات سے عاجز نہیں جب وہ قادر مطلق معدوم سے کہتا ہے ہو جا تو فوراً عدم سے نکل کر وجود میں آ جاتا ہے ایسی ذات کو سردوں کا زندہ کرنا کیا دشوار ہے جب زندہ کرنا چاہے گا فوراً زندہ ہو جائیں گے۔

آنکھ پیش از وجود ہاں بخشد ہم تو اند کہ بعد ازاں بخشد

جوں در آورد از عدم بوجود چہ عجیب باز گر کند موجود

یہاں تک منکرین بعثت اور مکذبین قیامت کا ذکر تھا اب آگے ان ثمنین کا ملین کی نفییت اور بشارت کا ذکر فرماتے ہیں جن کا آخرت اور قیامت پر یقین کامل ہے اور اس یقین کامل کی بنا پر انہوں نے ہجرت کی اور قسم قسم کی معصیتوں اور اذیتوں پر صبر کیا اور اللہ پر بھروسہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ بعد اس کے کا فردن کی طرف سے ان پر ظلم کیا گیا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ان کو ضرور دنیا میں بھانٹھا کاندہیں گے۔ جہاں احکام اسلام پر عمل کرنے میں کوئی عالج اور مزاحمت نہ ہو اچھا ٹھکانہ دینے سے دنیا میں سلطنت دینا مراد ہے جہاں اسلام غالب ہو اور کفر مندوب ہو چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا فرمادیا اور اسلام اور مسلمانوں کو کفر اور کا فردن پر غلبہ عطا کیا اور جن ظالموں نے مسلمانوں کو کتہ سے نکالا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی سرزمین کا مسلمانوں کو وارث بنایا اور اس کے علاوہ البتہ آخرت کا اجر اس سے کہیں بہتر ہے کاش کا فردن جانتے کہ خدا تعالیٰ نے مہاجرین سے کیا وعدہ کیا ہے اور یہ مہاجرین وعدہ ہائے خداوندی کے اس لیے مستحق ہیں کہ ان لوگوں نے کفار کے ظلم پر صبر کیا۔ اور مضبوطی کے ساتھ حق پر ثابت قدم رہے اور خدا کا وعدہ ہے کہ صابرین کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا اور یہ لوگ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور جو اللہ کریم پر بھروسہ کرے اور مخلوق سے بالکلیہ منقطع ہو جائے اور بالکلیہ خالق کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہے اور جس میں صبر اور توکل کی نعمتیں جمع ہو جائیں وہ بلاشبہ انعامات خداوندی کا مستحق ہے حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت وعدہ مہاجرین اولین میں نص صریح ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے لیے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں دنیا میں بھی نیکی اور بھلائی عطا کرے گا اور آخرت میں بھی۔ اور دنیا کی نیکی سے ہی فسخ و نصرت اور خلافت و امارت اور اخذ غنائم مراد ہے بعد ازاں جب ہم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں حسنہ اور بھلائی عطا فرمائی تو ہم یقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت



میں بھی اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب کسی مہاجر کو اس کا حق دیتے تو فرماتے اللہ تمہیں اس میں برکت دے یہ تہارادہ حق ہے جس کا اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے اور آخرت میں جو کچھ اس نے تمہارے لیے رکھا ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے اور پھر یہ آیت تلاوت کرتے۔ لَنْبُئِيَ نَشْهُو فِي الذِّنِّ اِحْسَنَ مَوْلَا جَدُّ الْاُخْرَىٰ لَا اَكْثَبُ۔ (ازالۃ الخفاء)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ

اور نوحی سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے

إِلَيْهِمْ فَسَلُّوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا

ان کی طرف پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو

تَعْلَمُوْنَ ۚ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ

معلوم نہیں ۔ بھیجے تھے نشانیاں لے کر اور درجہ اور سمجھ کو آسانی

الذِّكْرِ لِنُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ

ہم نے یہ یادداشت کر تو کھول لوگوں میں جو اُترا ان کی طرف اور شاید

يَتَفَكَّرُوْنَ ۚ

وہ دھیان کریں ۔

## پانچواں شبہ

قَالَ اللهُ تَعَالٰی۔ وَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا ..... الخی ..... وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

(دربط) اس آیت میں کافروں کے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں جو وہ کہا کرتے تھے کہ پیغمبر بشر نہیں ہوتا بلکہ فرشتہ ہونا چاہیے یہ لوگ رسالت اور بشریت میں منافات سمجھتے تھے اس لیے ایسا کہتے تھے حق تعالیٰ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جتنے پیغمبر ہم نے پہلے بھیجے وہ سب بشر تھے اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت کرو اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لیے فرشتے نازل نہیں کیے

بلکہ انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا اور ان کی صداقت کے لیے ان کو معجزات عطا کیے چنانچہ فرماتے ہیں، اور نہیں بھیجا ہم نے رسول بنا کر آپ سے پہلے مگر صرف مردوں کو نہ فرشتوں کو اور نہ عورتوں کو وحی بھیجتے تھے ہم ان کی طرف ہقام نبوت و رسالت مردوں کے لیے مخصوص ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول نہیں بنایا اور نہ ان کی طرف وحی نبوت و رسالت بھیجی حضرت مریمؑ اور ماریہ بنتی علیہ السلام کی طرف جس وحی کا ذکر آیا ہے وہ وحی الہام اور وحی ولایت تھی نہ کہ وحی نبوت و رسالت کیونکہ وحی کا لفظ قرآن کریم میں مختلف معنی میں مستعمل ہوا ہے الہام کے معنی میں بھی آیا ہے جیسا کہ اَوَّلُ حَقٍّ رُبِّكَ اِلٰی الْغُلٰلِ میں ایحاء سے وحی الہام مراد ہے۔ اور اِنَّ الشَّيَاطِیْنَ لَیُؤَيِّدُوْنَ اِلٰی اَوَّلٰی اَیْمٰنٍ میں ایحاء سے دوسوہ مراد ہے اس لیے کہ وحی کے لغوی معنی القذفی کے ہیں جو وحی نبوت اور وحی الہام اور دوسوہ وغیرہ کو شامل ہیں۔ مشرکین کہہ کہتے تھے کہ شان خداوندی اس سے بالاتر ہے کہ اس کا پیغمبر آدمی ہو اگر خدا کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا تو فرشتوں کو بھیجتا اس پر خدا قائل نے آیت نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ عادیۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ فرشتوں کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیجتا ہے سابق میں اس نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب آدمی تھے اور سب مرد تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں کیا استبعاد ہے۔ پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے دریافت کرو کہ جن میں ہمیشہ پیغمبر آتے رہے وہ تم کو بتا دیں گے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک جو نبی گزرا وہ مرد تھا فرشتہ نہ تھا اہل کتاب سے پوچھنے کا حکم اس لیے دیا کہ کفار کہہ ان کے علم کے معتقد تھے عرض یہ کہ آپؐ سے پہلے جس قدر نبی بھیجے گئے وہ سب مردوں میں سے تھے اور مکمل معجزات اور حیثیوں کے ساتھ بھیجے گئے اور اسی طرح اسے نبی ہم نے تیری طرف یہ نصیحت کی کتاب اتاری تاکہ تو تمام لوگوں کے لیے اللہ کے نازل کردہ احکام۔ اور مردوں ہی کو صاف اور واضح طور پر بیان کرے اور نیز یہ نصیحت کی کتاب اس لیے اتاری گئی کہ وہ اس میں غور و فکر کرے اور جانیں کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں اور ہدایت پانچیں۔ غور و فکر سے انسان حق کی راہ پاتا ہے اور عناد اور عنفیت آدمی کو تباہ اور برباد کر کے چھوڑتی ہے۔

فائدہ اولیٰ (۱) اس آیت کے موم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر عالم پر عالم کی تقلید واجب ہے اور تقلید کے معنی یہ ہیں کہ غیر عالم کسی عالم سے حکم شریعی دریافت کرے۔

اور بغیر دلیل معلوم کے اس پر عمل کرے تقلید شخصی میں کسی خاص امام کی ذات کا اتباع مقصود نہیں ہوتا اس لیے کہ ذاتی طور پر سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کا اتباع واجب نہیں۔ غیر عالم، عالم شریعت سے جو مسئلہ پوچھتا ہے اس کا مقصود حکم شریعی کا دریافت کرنا ہوتا ہے نہ کہ اس کی ذاتی رائے۔ جو شخص کسی کو نبی کی طرح واجب الاتباع سمجھے وہ کافر ہے البتہ بغیر سند اور بغیر دلیل معلوم کے کسی حدیث کو امام بخاریؒ کے اعتماد پر صحیح مان لینا یہ تقلید فی الروایت ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا علم اور ہم اور ان کے تقویٰ اور ان کی فقاہت اور درایت پر اعتماد کر کے قرآن اور حدیث پر عمل کرنا اور ان کے

فتوے کے مطابق شریعت کا اتباع کرنا یہ تقلید فی الداریت ہے اور غیر عالم کو عالم کا اتباع واجب ہے اور ظہوم و جہول ایک انسان کو جس کا علم بھی ناقص اور فہم بھی ناقص اور تقویٰ بھی ناقص اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے سمجھے ہوئے معنی کے مطابق قرآن وحدیث پر عمل کرے اس پر فرض ہے کہ راسخین فی العلم اور مستبطلین کی تقلید کرے ناقص پر کامل کا اتباع عقلاً و شرعاً واجب ہے۔

چوں تو یوسف نبیستی یعقوب باش      بازاران گریہ و آشوب باش  
اور جو شخص اپنے آپ کو علم اور فہم میں ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہمسرہ سمجھے اس سے ہمارا خطاب نہیں اور جو اپنی کمتری کا اقرار کرے تو پھر عرض یہ ہے کہ باجماع عقلاء کمتر ہر بالاتر کا اتباع واجب ہے معلوم نہیں کہ مدعیان عمل بالحدیث کے نزدیک عقلاء عالم کا یہ اجماع حجت ہے یا نہیں۔ نابالغ پر بالغ کا اتباع عقلاً و شرعاً واجب ہے بغیر ولی کی اجازت کے نابالغ کا کوئی تصرف بیع و شراء اور نکاح وغیرہ معتبر اسی طرح علم اور فہم کے نابالغوں کا فتویٰ بغیر ہدایت۔ ابو حنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کی تصدیق اور ولایت کے معتبر نہیں یہ حضرات باتفاق اہل علم۔ علم اور عقل اور ہدایت کے بالغ تھے۔ اور آج کے مدعیان عمل بالحدیث اگر یہ کہیں کہ ہم بھی علم اور عقل کے بالغ ہیں ہمیں کسی بالغ کی ولایت کی ضرورت نہیں تو ہم عرض کریں گے کہ آپ اپنے علم و عقل کے بلوغ کی علامتیں بیان کیجئے تاکہ آپ کے دعوے کا صحت ظاہر ہو سکے۔ فَاشْهَدُوا أَهْلَ السِّكْرِ إِنَّكُمْ لَعَلَّكُمْ أَنْتُمْ لَكُمْ عِلْمٌ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلق تقلید کو فرض فرمایا ہے اور مطلق تقلید کے مفاد دوم | دو فرد ہیں ایک تقلید شخص کر سب مسائل ضروریہ ایک اسی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے تقلید غیر شخصی وہ یہ کہ جس عالم دین سے چاہے حکم شرعی دریافت کرے اس پر عمل کرے اور آیت اپنے اطلاق کی وجہ سے دونوں قسموں کو شامل ہے اور ظاہر ہے کہ مطلق کا وجود خارج میں افراد ہی کے ضمن میں ہوتا ہے لہذا تقلید شخصی بھی ماحور بہ کا ایک فرد ہوگی فی حد ذاتہ تقلید کی دونوں قسمیں جواز میں برابر ہیں اور صحابہ کرام و تابعین کے زمانہ میں مسلمان اپنے اپنے شہر کے عالم اور مفتی سے حکم شرعی معلوم کر کے اس پر عمل کرتے تھے اور یہ تقلید شخصی تھی قرأت قرآن پر سب سے اعراف جائز اور مخیر تھے مگر حضرت عثمانؓ نے باجماع صحابہ کرام قرأت قرآن کو لغت قریش پر مقصور کر دیا اور باقی حرفت پر قرأت قرآن کو ممنوع قرار دیا تقلید غیر شخصی فی حد ذاتہ جائز ہے بشرطیکہ مقصود اتباع شریعت ہو اور بشرطیکہ ہوائے نفسانی سے خالی ہو اور اگر مقصود اتباع ہوائے نفس ہو کہ جس امام کا قول اس کی خواہش اور عرض کے مطابق ہو اس کو لے لے تو یہ تلافی ہے اور باجماع امت حرام ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اس کی تصریح کی ہے تقلید غیر شخصی سے دین کھیل تماشہ بن جاتا ہے اور تھوڑا پڑھا لکھا مجتہد بن جاتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اللہ پناہ میں رکھے جس نے علم نہیں پڑھا وہ لامحالہ کسی کی تقلید پر مجبور ہے تو اس زمانہ کے علماء اہل حدیث کی تقلید سے امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید بہتر ہے۔

اے مسلمانو! امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، جبری میں گزرے اور صحابہ کرام کو دیکھا اور پھر صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے شاگردوں سے علم حاصل کیا تو کیا ابو حنیفہ اس زمانہ کے علماء اہل حدیث سے بھی گئے گزرے تھے کہ ان کی تقلید تو شرک اور بدعت ہو جائے۔ اور اس زمانہ کے علماء اہل حدیث کی تقلید تو حید بن جائے۔ اے مسلمانو! تم اپنے انجام کو سوچ لو۔ (وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ)

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ

سو کیا نڈر ہونے ہیں جو بڑے دائرہ کرتے ہیں کہ دھندلے اللہ ان

بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ

کو زمین میں یا پہنچے ان کو عذاب جہاں سے خبر نہ

لَا يَشْعُرُونَ ۚ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ فَمَا

رکھتے ہوں - یا پکڑے ان کو چلتے پھرتے سو وہ

هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۚ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ فَإِنَّ

نہیں تھکانے والے - یا پکڑے ان کو ڈرانے کو (خوف اور دہشت سے)

رَبُّكُمْ لَرَّءَوْفٌ رَحِيمٌ ۝۳۵

سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان -

## تہدید اہل مکر بالانواع اقسام تہر

قال اللہ تعالیٰ - أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ -- الخ ... فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّءَوْفٌ رَحِيمٌ (ربط) اب ان آیتوں میں اول سرکشوں کو جو دین حق کے مقابل میں مکر فریب کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قسم قسم کے تہر اور عذاب سے ڈراتا دکھاتا ہے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) کیا تم کو اطمینان ہو گیا ہے کہ اللہ تم کو زمین میں دھندلے کہ اَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ جیسے پہلے بہت سی قوموں پر نہ لول آیا اور زمین پھٹ گئی اور وہ زمین میں دھنس گئے

جیسے قارون جو کیا تمہارے لیے یہ ممکن نہیں۔

(۲) دوم یہ کہ ان پر ناگہانی طور پر کوئی عذاب آجائے جس کی پہلے سے ان کو خبر نہ ہو کما قال تعالیٰ  
أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ۔ جیسے قوم لوط پر ناگہانی طور پر آسمان سے  
پتھر برسے۔

(۳) سوم یہ کہ چلنے پھرنے کی حالت میں یا سفر کی حالت میں ان کو کپڑے مثلاً دفعتاً کسی ناگہانی بلا یا  
ناگہانی بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔

(۴) چہارم یہ کہ ان کو تدریج پکڑے کہ دفعتاً ان پر کوئی بلا نازل نہ ہو بلکہ اس بلا اور آفت سے پہلے اس  
کے آثار نمایاں ہو جائیں جن کو دیکھ کر یہ پریشان ہو جائیں جیسے قوط اور بیماری اور پھر ہلاک ہو  
جائیں مگر خدا تعالیٰ رُفُوفٌ رَحِيمٌ ہے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔

ان آیات سے مقصود کافروں کو ان کے ناشائستہ افعال و اعمال پر خوف دلانا ہے اور مکر اور مکر کرنے  
والوں کو اپنے غلبہ اور قہر سے ڈرانا ہے اور عذاب الہی کے ناگہان آجانے سے انہیں خبردار کرنا ہے اور اپنے  
علم کی خبر دینا ہے کہ ایسے گنہگاروں اور مکاروں کو مہلت دے رکھی ہے حالانکہ اس کو یہ قدرت ہے کہ  
فی الفور ان کو زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے ان پر عذاب لے آئے جہاں کی ان کو خبر نہیں۔ چنانچہ  
فرماتے ہیں کیا یہ لوگ جو دین حق کے باطل کرنے کے لیے بڑی بڑی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں اس بات  
سے بے خوف اور نڈر نہ ہونگے کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے جیسے قارون کو دھنسا یا، یا ایسی جگہ سے ان  
پر عذاب آجائے جہاں ان کو دہم و گمان بھی نہ ہو جیسے قوم لوط اور قوم عاد پر ناگہانی عذاب آیا یا چلتے پھرتے  
ان کو ناگہانی عذاب میں پکڑ لے مثلاً کھیل تماشا میں یا عیش و عشرت کی حالت میں ناگہانی طور پر مصیبت آ  
جائے پس وہ کسی حالت میں اللہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نکل نہیں سکتے یا وہ نڈر ہیں اس بات سے کہ اللہ  
تعالیٰ ان کو خوف میں مبتلا کر کے عذاب میں پکڑ لے یعنی اچانک نہ پکڑے بلکہ علامات عذاب کے ظاہر  
کرنے کے بعد ایسی حالت میں پکڑ لے کہ جب لوگ آثار عذاب کو دیکھ کر خوف زدہ ہو رہے ہوں گم  
ندامت اور توبہ کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ ایسی حالت میں ان پر عذاب نازل کرے۔  
الغرض اللہ ہر طرح قادر ہے کہ ان کی مکاریوں اور بد اعمالیوں کی سزا میں جس عذاب میں جس طرح  
چاہے مبتلا کرے سب ممکن ہے لیکن وہ علیم و غفور ہے۔ سزا میں جلدی نہیں کرتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔  
بے شک تیرا پروردگار بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے کہ مہلت دیتا ہے اور باوجود استحقاقِ عقوبت  
کے فوراً انہیں پکڑتا اس نے تمہیں سمجھا دیا اب آگے خود جانو۔

أَوْ لَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّؤُا

کیا نہیں دیکھتے؟ جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز دھلتی ہیں

ظَلُّهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّامِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ

جہادیں ان کے داسنے سے اور بائیں سے، سجدہ کرتے اللہ کو اور وہ

دَاخِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي

عاجزی ہیں ہیں۔ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو

الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةِ وَهُمْ لَا

زمین میں ہے کوئی جانور اور فرشتے اور وہ

يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۳۹﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ

بڑائی نہیں کرتے۔ ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اوپر سے اور

يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿۴۰﴾

کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں۔

## تذکیر آثار قدرت و تنبیہ بر غفلت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - أَوَلَمْ يَكُنْ إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ عِلْمٌ... إِلَى... وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ه

ربط) اب ان آیات میں اپنے آثار و جبروت اور آثار ملکوت کو یاد دلاتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ تمام

چیزیں اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہیں اور ہر چیز اسی کے حکم پر گردن جھکائے ہوئے ہے اور اسوں کے تم جی

آدم اور اخرف المخلوقات ہو کر اسکی اطاعت سے انحراف کرتے ہو اور غیر دل کی عبادت میں مگروں ہو اور خداوند ذالجلال

کے قہر اور عذاب سے بے خوف اور نڈر ہو گئے ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ذکر اللہ نے

جو چیز پیدا کی ہے کہ اس کا سایہ داہنی جانب سے اور بائیں جانب سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے جھکتا

ہے درال حالیکہ یہ سب سائے اللہ کے سامنے عاجزی کرتے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شے کا سایہ

اللہ تعالیٰ کا مطیع اور منقاد ہے اس کے حکم کے بموجب داسنے بائیں اور بائیں سے داسنے کو پھرتا رہتا ہے

اور یوں بھی ہر وقت زمین پر پڑا رہتا ہے گویا کہ اللہ کے آگے مہجود ہے مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی خدا کو سجدہ

نہیں کرتے مگر ان کے سامنے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ عرض یہ کہ سایوں کی حالتیں اور حرکتیں بدلتی رہتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ سایوں کا یہ اختلاف اور تغیر و تبدل کوئی امر ذاتی نہیں بلکہ کسی قادر مختار کی قدرت کا اثر ہے

ہے۔ ہر لمحہ بندوں کو اپنی قدرت کے تماشے دکھا رہا ہے تاکہ سمجھیں کہ پتلیاں کس اشارہ پر ناز رہی ہیں۔ اور اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے یعنی ہر وہ جانور جو زمین پر حرکت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ کے زیرِ حکم ہیں جس کو جس کام کے لیے بنایا ہے وہی کام اس سے سرزد ہوتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جب تکوینی طور پر تمام چیزیں اللہ کی مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ حتیٰ کہ سایہ و پیریزوں کا سایہ بھی ایسی ہی حکم کے مطابق ٹھنٹا اور بڑھتا ہے اور ڈھلتا اور سمنٹا ہے تو پھر ایسے قدرت والے خدا کو عذاب بھیجنے سے کون سی طاقت روک سکتی ہے ایسے قادر و قادرِ کبر کے عذاب سے تم کیوں بے خوف ہو گئے اور فرشتے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ علوی اور نورانی ہیں اور خدا کے مقرب ہیں اور ظالم اس کی بندگی سے سرکش نہیں کرتے اور تکبر سے پاکی ہے تمام محاسن و کمالات کا سرچشمہ ہے بندہ کی بُرائی اسی میں ہے کہ خدا کے سامنے زمین پر اپنا سر رکھ دے اور فرشتے ہر لمحہ روتے رہتے ہیں اپنے پروردگار کی عظمت و جلال سے جو ان پر قابو و غالب ہے اللہ کی فوقیت سے فوقیت حسیہ اور سکانیہ مراد نہیں بلکہ عظمت و جلال اور غلبہ اور قہر کی فوقیت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ جو بلند شان اور عظمت میں تمام مخلوق پر بلند اور برتر ہے اس کی اطاعت کرو کما قال تعالیٰ وَهَؤُلَاءِ أَتَعْبَهُنَّ فَوَیْ عِبَادِہٖ۔ وَرَآئِہُمْ قَآرِعُہُ زُن۔ وَفَوْقَہُمْ کُلُّ ذِی عِلْمٍ عَلَیہُمْ۔

ای تمام آیات میں فوقیت حسیہ مراد نہیں بلکہ فوقیت مرتبہ مراد ہے اور فرشتوں کا یہ خوف، خوفِ اجلال و اعظام ہے نہ کہ خوفِ اجرام۔ اور قرب خداوندی کا دار و مدار اسی خوف پر ہے جس درجہ کا خوف ہو اسی درجہ کا قرب ہوگا اور فرشتے وہی کام کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے ان کی جلت ہی اطاعتِ فرمان برداری ہے اس آیت کے پڑھنے والے اور سننے والے پر فقہاء و علفیہ کے نزدیک سجدہ واجب ہے اور دوسرے اماموں کے نزدیک سنت ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس ذات یا برکات کی عظمت و جلال کا یہ حال ہو کہ ہر چیز اس کے سامنے سر بسجود ہو اس کا شریک کہاں ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ہر چیز ٹھیک دو پہر میں کھڑی ہے اس کا سایہ بھی کھڑا ہے جب دن ڈھلا سایہ جھکا پھر جھکتے جھکتے شام تک زمین پر پڑ گیا جیسے نماز میں کھڑے سے رکوع رکوع سے سجدہ اسی طرح ہر چیز آپ کھڑی ہے اپنے سامنے سے نماز کرتی ہے کسی ملک میں کسی موسم میں داہنی طرف جھکا ہے کہیں بائیں طرف“ (موضح القرآن)

\*\*\*\*\*

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ إِنَّمَا هُوَ

اور کہا اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود

إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ فَإِيَّايَ فَارْهَبُون ۝۵۱ وَلَهُ مَا فِي

ایک ہے ۔ سو مجھی سے ڈرو ۔ اور اسی کا ہے جو

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصْبَاً

کچھ آسمانوں اور زمین میں اور اسی کا انصاف ہے ہمیشہ ،

أَفْغَيْرَ اللَّهِ تَتَّقُونَ ۝۵۲ وَمَا يَكُم مِّنْ نِّعْمَةٍ مِّنَ

سو کیا اللہ کے سوا کسی سے خطرہ رکھتے ہو۔ اور جو تمہارے پاس ہے کوئی نعمت سو

اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْرُونَ ۝۵۳ ثُمَّ

اللہ کی طرف سے پھر جب گنتی ہے تم کو سختی تو اسی کی طرف چلتے ہو ۔ پھر

إِذَا كُشِفَ الضُّرُّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

جب کھول دے سختی تم سے ، تب ہی ایک فرقہ تم میں ، اپنے رب کے

يُشْرِكُونَ ۝۵۴ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ فَتَمْتَعُوا

ساتھ لگتے ہیں شرک بتانے۔ تا مگر ہو جاوے اس چیز سے جو ہم نے دی ،

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۵۵

سو بہت سو آخر معلوم کر دو گے ۔

## اثبات توحید و ابطال مجوسیت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى۔ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا لِلنَّاسِ شُرَكَاءَ ۖ إِنِّي سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَعْبُدُنِي ۚ وَأَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۵۶

اور بطلان مجوسیت کے لیے آیت میں یہ بتلایا کہ جو سب ماسوا اللہ خواہ وہ عالم اجسام سے ہو یا عالم ارواح سے ہو سب اللہ کے مطیع اور فرمان بردار ہیں اور اس کے آگے تسلیم بھلائے ہوئے ہیں اس لیے آئندہ آیت میں توحید خالص کا حکم دیتے ہیں اور شرک سے منع فرماتے ہیں۔ اور یہ بیان کرتے ہیں کہ سب کے سب اللہ ہی کے ملوک اور عبد مطلق ہیں تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ ہماری ہی دی ہوئی ہے اور تم



یہ جب کوئی مصیبت اور آفت آتی ہے تو تم ہمیں سے فریاد کرتے ہو تو پھر تم غیر اللہ کی کیوں عبادت کرتے ہو مصیبت کے وقت ہم کو پکارنا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ کی محبت اور معرفت انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ جب دل سے غفلت کا پردہ اٹھا تو اس کو پکارا ان آیات سے مجھ کو یاد مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ (سعاذ اللہ) دو معبود ہیں۔ ایک نور اور ایک ظلمت (یعنی تاریکی) نور خیر کا خالق ہے جس کو یزدان کہتے ہیں۔ اور ظلمت شر کا خالق ہے جس کو احمر من کہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور حکم دیا اللہ نے کہ نہ بناؤ دو معبود کیونکہ اثنیثیت (دوئیت) الوہیت (معبودیت) کے منافی ہے کیونکہ معبود وہ ہے جو خالق اکل ہو اور سب سے اعلیٰ اور اکل ہو اور اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہ ہو اور اس کے ماسوا سب اس کے محتاج ہوں اور وہ سب سے بے نیاز ہو اور وہ ایک ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ایک کے سوا دوسرا بھی معبود مانا جائے پس وہ اگر اس کے مساوی ہوا تو وہ بھی خالق اکل ہو گا تو ایک مخلوق کے لیے دو خالق ہونا لازم آئے گا۔ نیز جب دوسرا معبود پہلے معبود کے مساوی ہو گا تو دونوں میں کوئی بھی معبود نہ رہے گا اس لیے کہ معبود کے لیے شرط ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ اور اکل ہو اور سب اس کے محتاج ہوں پس جب دوسرا خدا پہلے خدا کے مساوی ہوا تو کوئی بھی اعلیٰ اور اکل نہ رہا اور نہ ایک دوسرے کا محتاج رہے گا۔ اور اگر دوسرا معبود پہلے معبود کے برابر نہ ہوا تو اعمال اس سے کمتر ہو گا اور کمتری اور خدا کی جامع ہو یا مطلقاً محال ہے اور جب معبود دونہیں ہو سکتے تو دو سے زیادہ کیونکہ ہو سکیں گے اور الہین کے بعد لفظ اثنیثین اس لیے بڑھایا کہ دو معبود ماننے والوں کی حماقت ظاہر ہو کہ دو معبود بنانا سراسر حماقت ہے در جو لوگ ہزاروں اور لاکھوں معبودوں کے قائل ہیں جیسے بھارت کے "ہوان" ان کی حماقت کی نو کوئی حد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سے زیادہ معبود نہ بناؤ خوب سمجھ لو کہ وہ تو بس ایک ہی معبود ہے جو ہر کمال میں اعلیٰ اور بالا ہے جس کے سامنے کسی کی کوئی ہستی نہیں الوہیت کے لیے وحدانیت لازمی ہے۔ اثنیثیت الوہیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ سولے لوگو! تم مجھ ہی سے ڈرو کیونکہ معبود صرف میں ہی ہوں اور سب کچھ میری قدرت میں ہے اور خدا ہی کے لیے ہے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہی تمام کائنات کا مالک ہے اور اس کی اطاعت اور عبادت لازم اور واجب ہے کیونکہ تمام کائنات اسی کی محتاج ہے اور ہر ممکن کیلئے احتیاج لازمی اور دائمی ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی ممکن واجب اور بد سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ پس کیا تم غیر خدا سے ڈرتے ہو جو اپنے وجود کا بھی مالک نہیں یعنی جب تم نے یہ معلوم کر لیا کہ اللہ ایک ہے اور ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے تو تمہیں اس کے سوا کسی اور شے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور علاوہ ازیں تمہارے پاس جو بھی دینی اور دنیوی نعمت ہے تو وہ سب خدا کی طرف سے ہے تو تم کو اس کا شکر کرنا چاہیے غرض یہ کہ جو تمہارے نفع اور ضرر کا مالک ہے اسی سے ڈرنا چاہیے اور جو تم کو نصیب دے رہا ہے اس کا شکر کرنا چاہیے اسی کی ذات قابلِ رغبت اور "لق ربیت ہے پھر جب کسی وقت تم کو ذرا تکلیف پہنچی ہے تو تم اس کی طرف انجا کرتے ہو اور یہی

سے زیادہ کرتے ہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ تکلیف کا دور کرنے والا اور راحت کا پہنچانے والا وہی ہے اور پھر جب وہ سختی کو تم سے دور کر دیتا ہے جس کے سبب تم اس سے فریاد کرتے تھے تو فوراً ہی تم میں سے ایک فریق اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے کہتا ہے کہ یہ تکلیف فلاں سبب سے دور ہوئی، بجائے شکر کے شرک اور ناشکری میں پڑ جاتا ہے۔ مصیبت پڑے تو اللہ کو پکاریں اور جب مصیبت دور ہو جائے تو اس کے دور ہونے کو دوسروں کی طرف منسوب کریں اور اس شرک میں ان کا کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ وہ ناشکری کریں اس نعمت کی جو ہم نے ان کو دی ہے پس چند روز دیا میں اللہ کی نعمتوں سے نفع اٹھاؤ اور مزے اڑا لو پس عنقریب تم اس کے انجام کو جان لو گے کہ چند روزہ لذتوں اور شہوتوں کے پیچھے آخرت کی دائمی اور غیر متناہی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۖ

اور ٹھہراتے ہیں ایسوں کو، جن کی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی رزق میں سے۔

تَاللّٰهِ لَتَسْلُكُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُونَ

قسم اللہ کی! تم سے بلوچنا ہے جو جھوٹ باندھتے تھے۔ اور ٹھہراتے ہیں

لِلّٰهِ الْبَدَنُ سُبْحٰنَهُ ۚ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا

اللہ کو بیٹیاں، وہ اس لائق نہیں، اور آپ کو جودل چاہے۔ اور جب

بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَ

خوشخبری ملے ایسے کسی کو بیٹی کی، سارے دن رہے اس کا منہ سیاہ، اور

هُوَ كَظِيمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ

جی میں گھٹ رہا۔ چھپتا پھرے لوگوں سے، مارے برائی اس خوشخبری کے جو

بِهِ ۖ أَيْمِسْكَهُ عَلَىٰ هُوِّنٍ أَمْرٌ دُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۖ

سُنی۔ اس کو رہنے دے ذلت قبول کر کر، یا اس کو داب دے مٹی میں۔

أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

سنا ہے؟ بُری چکوٹی کرتے ہیں۔ جو نہیں مانتے بجھلے دن کو،



لم یولد اور لائق است والدہ کو ولد را او خالق است

چونکہ خدائے لم یزل کے لیے بیٹا اور بیٹی کا ہونا عقلاً محال ہے اور خدا کے لیے اولاد تجویز کرنا امر حماقت اور جہالت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ فقط سبحانہ فرما کر اپنی تفسیر یہ تقدیس کو ظاہر فرما دیا عجیب نادان ہیں کہ خدا کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں۔ جو ان کی پسندی اور مرغوب بہتر ہے اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی رکھے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے جس کو وہ اللہ کے لیے تجویز کرتے ہیں تو غم کے مار سے ان کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور غم و غصہ میں گھٹسا ہوا ہوتا ہے۔ مشرکین عرب لڑکی کے پیدا ہونے سے سخت ناخوش ہوتے تھے اور اس غریب کو زندہ و درگور کرتے تھے بایں ہمہ یہ الحق خدا کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے تھے اور اس خبر یعنی تولد دختر کی برائی سے جس کی بشادت اس کو دی گئی ہے قوم سے چھپتا پھرتا ہے عربوں میں جب کسی کی بیوی سچہ چھنے کے قریب ہوتی تو سچہ پیدا ہونے تک لوگوں کی نظروں سے غائب رہتا اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ خوش ہوتا اور ظاہر ہو جاتا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ غم کرتا اور کچھ دنوں تک ظاہر نہ ہوتا اور سوچتا کہ اس لڑکی کو کیا کرے جیسا کہ فرماتے ہیں کہ آیا ذلت ہوگا کر کے اپنے پاس رکھے یا اس کو مٹی میں چھپا دے۔ مفسر اور خدا و اہل بیت اہل لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اسلام نے اگر جاہلیت کی اس رسم بد کا خاتمہ کر دیا اور سارے ملک کی بے رحمی کو شفقت و رحم سے بدل دیا اگرچہ جادو برا ہے وہ فیصلہ جوہ کرتے ہیں وہ فیصلہ یہی ہے کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا اس کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہیں۔ اور خود لڑکیوں سے کراہت اور نفرت کرتے ہیں اور بیٹیوں کو چاہتے ہیں دوسرے موقع پر خدا تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْكَفَرُ الَّذِي كَفَرَ اَلَا تُفْقٰهُ اِنَّ اِلٰهَكُمْ وَ اِلٰهَنَا وَ اِلٰهَ الْاَوَّلٰىنَ وَ الْاٰخِرٰىنَ وَ اِلٰهَ الْاَوَّلٰىنَ وَ الْاٰخِرٰىنَ وَ اِلٰهَ الْاَوَّلٰىنَ وَ الْاٰخِرٰىنَ یعنی تمہارے لیے بیٹے اور خدا کے لیے بیٹیاں یہ تو نا انصافی کی تقسیم ہے عجیب۔ یہ قوت ہیں کہ بیٹا اور بیٹی میں خود فرق کرتے ہیں اور بیٹی سے بیٹا افضل جانتے ہیں اور اپنے لیے بیٹا چاہتے ہیں اور خدا کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں جو چیز اپنے لیے معیوب سمجھتے ہیں وہ خدا کے لیے تجویز کرتے ہیں جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کی صفت بُری ہے کہ لڑکوں کو چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور ایسے بے رحم اور سنگ دل ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں حالانکہ جو خدا سے سب اچھا ہے نہ لڑکا برا ہے اور نہ لڑکی اور اللہ ہی کے لیے ہے صفت اعلیٰ وہ بے نیاز ہے بیوی اور اولاد کا محتاج نہیں وہ تمام اوصاف حمیدہ کے ساتھ موصوف ہے کسی کے عیب لگانے سے اس کو عیب نہیں لگتا اور وہی زبردست ہے حکمت والا۔ کمال عزت اور کمال حکمت کے ساتھ موصوف ہے کوئی اس کا شریک اور ہم نہیں ہو سکتا اور یہ گوہ مشرکین عجیب نادان گروہ ہے کہ اس کے نزدیک شجر اور حجر کا خدا کا شریک ہو جانا اور فرشتوں کا خدا کی دختر ہو جانا تو جابر ہے مگر کسی بشر کا پیغمبر ہونا ان کے نزدیک نامکن اور محال ہے۔ کل بریں عقل و دانش بیاہر گریست

وَلَوْ يَؤُوحِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ

اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کی بے انصافی پر نہ چھوڑے

عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ

زمین پر ایک چلتے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک دعدہ

مُسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا

ٹھہرے تک پھر جب پہنچا ان کا دعدہ، نہ دیر کریں گے ایک گھڑی نہ

يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۶۱ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَ

جلدی - اور کرتے ہیں اللہ کا جو اپناجی نہ چاہے اور

تَصِفُ السِّدْتَهُمُ الْكٰذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۚ لَا

بتاتی ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ ان کو خوبی ہے آپ ہی۔

جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَلَّهُمْ مُّعْرِطُوْنَ ۝۶۲

ثابت ہوا کہ ان کو آگ ہے اور وہ بڑھائے جاتے ہیں۔

## بیانِ حلمِ خداوندی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی - وَلَوْ يَؤُوحِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ... اِنِّیْ ... وَ اَلَّهُمْ مُّعْرِطُوْنَ ۝

ربط، گزشتہ آیات میں کفار کے اقوال شنیعہ اور افعال فظیحہ کو بیان کیا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ اللہ تلے بڑے حلیم و کریم ہیں باوجود جرمِ عظیم کے مواخذہ اور گرفت میں جلدی نہیں کرتے بلکہ حلم سے بحر میں کو مہلت دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں - اور اللہ کی عزت و رفعت اس کو مقتضی ہے کہ ان ظالموں اور گستاخوں کو فوراً غائب سے ہٹا کر دیا جائے لیکن اس کا حلم اور حکمت اس کی مقتضی ہے کہ ان ظالموں کو کچھ مہلت دی جائے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم پر پکڑنے لگے یعنی ان کے کفر و شرک پر فوراً پکڑنے لگے تو (زمین پر کسی جاندار کو جو زمین پر چلتا ہے نہ چھوڑے یلخت سب



لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالُهُمْ فَهُمْ وِلِيُّهُمْ الْيَوْمَ وَ

ان کے آگے شیطان نے ان کے کام سود ہی رفیق ان کا ہے آج اور

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۳۶﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

ان کو دکھ کی مادہ ہے۔ اور ہم نے اُتدی تجھ پر کتاب

إِلَّا لَتَبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَهُدًى

اسی واسطے کہ کھول سنادے ان کو جس میں جھگڑ رہے ہیں اور سو بھانے کو

وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۷﴾

اور مہر کو ان لوگوں پر جو مانتے ہیں۔

تَسْلِيَةً نَّبِيٍّ أكرم صلى الله عليه وسلم

قال الله تعالى: تَا لَلّٰهُ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ... إلَىٰ... لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ.

(ربط) ادھر کی آیتوں میں کفار کی جہالتوں کا ذکر تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی تھی اس لیے ان آیات میں آپ کی تسلی فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے سو شیطان نے ان لوگوں کو ایسا ہسکا یا کہ بُری باتیں ان کی نظروں میں بھلی دکھائی دینے لگیں۔ شیطان ان لوگوں کا رفیق کار بننا رہا بالآخر ان کو جہنم کا راستہ دکھائی یہی حال اس وقت کے گمراہوں اور مکرستوں کا ہے ہذا لیے نبی (کریم) آپ رنجیدہ نہ ہوں اور غمگین نہ ہوں آپ صرف ان سے احکام الہی بیان کر دیا کیجئے۔ چاہے وہ مائیں یا نہ مائیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

خدا کی قسم جس طرح ہم نے آپ کو اس اُمت کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اسی طرح ہم نے گزشتہ امتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے پس شیطان نے ان کے اعمال خبیثہ و کفریہ کو ان کی نظر میں آراستہ کر کے دکھایا پس وہی شیطان آج اس زمانہ کے کافروں کا دوست بنا ہوا ہے جس طرح یہ شیطان پہلے زمانہ کے کافروں کو بہکا تا رہا اسی طرح آپ کے زمانہ کے کافروں کا بھی وہی رفیق بنا ہوا ہے اور بُرے اعمال کو ان کی نظر میں آراستہ کر رہا ہے لہذا جو حشران کا ہوا وہی حشران کا ہو گا۔ یہ تو دنیا میں ہوا و راقوت میں ان سب کے واسطے یعنی شیطان اور اس کے پیروؤں کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں اگرچہ

شیطان کی باتیں لذیذ معلوم ہوتی ہیں لیکن آخرت میں ہزاراں ہزار درد و الم کا باعث ہوں گی۔ در بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ فَهَوُاْ وَرِيشَهُمُ الْيَوْمَ میں الْيَوْمَ سے یوم قیامت مراد ہے اور دلی سے مراد یار و مددگار ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کا یار و مددگار صرف شیطان ہوگا اور ظاہر ہے شیطان نہ کسی کی مدد کر سکتا ہے اور نہ کسی کو رہائی دلا سکتا ہے۔ مقصود اس سے توبیح و طاعت ہے کہ تم نے شیطان کو اپنا رفیق اور دوست بنایا جو قیامت کے دن تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گا وہ جہنم میں جائے گا وہ تو آگے آگے ہوگا اور تم اس کے پیچھے پیچھے ہو گے شیطان کی دوستی ان کو آخرت میں کام نہ دے گی۔ جیسے دنیا میں ان کو کوئی کام نہ آئی مطلب یہ ہے کہ یہ سب شیطان کے پیرو ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی فکر اور غم میں نہ پڑیے اور کہتے ہیں اتنی آپ پہنکتا ہے جس کا نام قرآن ہے مگر صرف اس امر کے لیے کہ ان لوگوں کے لیے اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں یعنی توحید کو اور معاد کو اور حلال حرام کو واضح کر دیں۔ اور بتلا دیں کہ توحید اور آخرت اور جزاء اور سزا سب حق ہے اور دنیا بچ اور فانی ہے یہ تو تمہارے قرآن کا عام فائدہ ہوا اور خاص فائدہ یہ ہے کہ خاص اہل ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہو اللہ کی ہدایت اور رحمت سے نفع اٹھانے والے یہی اہل ایمان ہیں۔

وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْيَا

اور اللہ نے آسمان سے پانی ، پھر اس

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي

سے جلایا زمین کو اس کے مرنے کے بعد ، اس میں

ذَٰلِكَ لَايَةَ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُونَ ۝۱۵ وَإِنَّ لَكُمْ فِي

پتے ہیں ان لوگوں کو جو سنتے ہیں ۔ اور تم کو چھ پایوں

الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ ۖ نَّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن

میں بوجھ کی جگہ ہے ، پلاتے ہیں تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں

بَيْنَ فَرْثٍ وَدَمٍ لِّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ۝۱۶

میں سے ، گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا رہتا پینے والوں کو۔





وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ

اور بیوؤں سے بکجور کے، اور انگور کے بناتے ہو

مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

اس سے نشہ، اور روزی خاصی - اس میں پتہ ہے ان

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۶۷﴾ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ

لوگوں کو جو بوجھتے ہیں۔ اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ

اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

بنائے پہاڑوں میں گھر، اور درختوں میں اور جہاں

يَعْرِشُونَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِّي مِنْ كُلِّ الشَّارِبِ فَاسْكُرِي

چھتریاں ڈالتے ہیں۔ پھر کھا ہر طرح کے بیوؤں سے پھر چل

سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بَطُونٍهَا شَرَابٌ

راہوں میں اپنے رب کی صاف۔ پڑی ہیں نکلتی، ان کے پیٹ میں سے پینے کی

مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ طِرَاتٍ رَفِئٌ

چیز جس کے کئی رنگ ہیں، اس میں آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے۔ اس میں پتہ

ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۶۹﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ

ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں - اور اللہ نے تم کو پیدا کیا،

ثُمَّ يَتَوَقَّعُ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمرِ

پھر تم کو موت دیتا ہے، اور کئی تم میں پہنچتا ہے نعتی عمر کو کہ

بَلَىٰ لَا يَعْلَمُ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

سچ کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے - اللہ سب خبر رکھتا ہے



قَدِيرٌ ۝ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي

قدرت والا۔ اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے

الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَأْدِي رِزْقِهِمْ عَلَى

روزی کی۔ جن کو بڑائی دی نہیں پہنچاتے اپنی روزی ان کو،

مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۖ أَفَبِنِعْمَةِ

جو ان کے ہاتھ کا مال ہیں کہ وہ سب اس میں برابر رہیں۔ کیا اللہ کے

اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

نفس سے منکر ہیں۔ اور اللہ نے بنا دیں تم کو تمہارے قسم سے

أَزْوَاجًا ۖ وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً

عورتیں اور دیئے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے

وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۖ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَ

اور کھانے کو دیں تم کو ستھری چیزیں۔ سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور

يَنْعَمَتِ اللَّهُ هُمْ يَكْفُرُونَ ۝ وَيَعْبُدُونَ مِنْ

اللہ کے فضل کو نہیں مانتے۔ اور پوجتے ہیں اللہ

دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِنَ السَّمَوَاتِ

کے سوا۔ ایسوں کو کہ مختار نہیں ان کی روزی کے آسمان اور

وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوا

زمین سے کچھ اور نہ مقدور رکھتے ہیں۔ سو مت بھٹاؤ

بِاللَّهِ الْأَمْثَالَ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

اللہ پر کھادیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ

اللہ نے بتائی ایک کھات، ایک بندہ پرایا مال، نہیں مقدور رکھتا

شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ

کسی چیز پر، اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے خاص روزی سودہ خرچ کرتا

مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ۖ هَلْ يَسْتَوْنَ ۖ ط الْحَمْدُ لِلَّهِ ط

ہے اس میں سے چھپے اور کھلے۔ کہیں برابر ہوتے ہیں؟ سب تعریف اللہ کو ہے

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا

بد وہ بہت لوگ نہیں جانتے۔ اور بتائی اللہ نے ایک مثال

رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُوَ

دو مرد ہیں، ایک گونگا کچھ کام نہیں کر سکتا، اور وہ

كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ ط هَلْ

بوجھ ہے اپنے صاحب پر، جس طرف اس کو بھیجے کچھ بھلا نہ کرلاوے۔ کہیں

يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ

برابر ہے وہ اور ایک شخص جو حکم کرتا ہے انصاف پر اور ہے

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

سیدھی راہ پر۔ اور اللہ پاس میں بھید آسمان اور زمین کے۔

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ ط

اور قیامت کا کام ویسا ہے جیسے پلک نہا کی یا اس سے قریب۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِّنْ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اللہ نے تم کو نکالا ماں

بُطُونٌ أَمْهَتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا ۖ وَجَعَلْ لَكُمْ

کے پیٹ سے ، تم کچھ نہ جانتے تھے ، اور دیئے تم کو

السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۴۸﴾

کان اور آنکھیں اور دل ، شاید تم احسان مانو ۔

الْمَرِيرَ وَالْإِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْاءِ السَّمَاءِ مَا

کیا نہیں دیکھتے اڑتے جانور؟ حکم کے باندھے آسمان کی ہوا میں ، کوئی

يَسْكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

نہیں تھام رہا ان کو سوا اللہ کے ۔ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو

يُؤْمِنُونَ ﴿۴۹﴾ وَاللَّهُ جَعَلْ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا

جو یقین لاتے ہیں ۔ اور اللہ نے بنادیئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی

وَجَعَلْ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا

جگہ اور بنادیئے تم کو چوپایوں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے گتے ہیں تم کو

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۚ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَ

جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں اور ان کی اُون سے اور

أَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿۵۰﴾

ببریلوں سے اور بالوں سے کتے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک ۔

وَاللَّهُ جَعَلْ لَكُمْ مِنْ مَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلْ لَكُمْ

اور اللہ نے بنادیں تم کو اپنی بنائی چیزوں کی چھاویں اور بنادیں

مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَائًا وَجَعَلْ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيَكُمُ

تم کو پہاڑوں میں پھسنے کی جائیں اور بنادیئے تم کو کڑتے جو بھاد ہیں

اَحْرَوْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ بَاسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ

گرمی کا اور کڑتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کا۔ اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْلِمُونَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ

تم پر، شاید تم حکم میں آؤ۔ پھر اگر پھر جاؤ تو تیرا کام یہی

اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يَنْكُرُوْنَهَا

بے کھول کر سنادینا۔ پہچانتے ہیں اللہ کا احسان، پھر منکر ہو جاتے ہیں

وَ اَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۳﴾

اور بہت ان میں ناشکر ہیں۔

## رُجُوعِ بَسُوکِ دَلَائِلِ تَوْحِيدِ تَنْذِیْرِ انعامات خداوند حمید

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی - وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ... اِلٰی ... وَ اَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ه

(ربط، اوپر سے یہ پیرایہ انعامات دلائل توحید کا ذکر چلا آ رہا ہے اور پھر اسی طرح سے یہ پیرایہ انعامات دلائل توحید کو بیان فرماتے ہیں اور یہ دلائل دلائل حاد بھی ہیں اور دلائل قدرت بھی ہیں اور دلائل ہدایت بھی ہیں اور دلائل رحمت بھی ہیں۔ دور تک اسی طرح سلسلہ کلام چلا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کے انعامات کو ذکر فرمایا جو علاوہ نعمت ہونے کے اس کے کمال علم اور کمال قدرت اور حکمت کے دلائل بھی ہیں۔

(۱) چنانچہ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً سے اپنی قدرت کا بیان شروع فرمایا کہ آسمان سے پانی برسا نا اور خشک زمین کا سرسبز و شاداب کر دینا اور جانوروں کے پیٹ سے دودھ کا، خون اور گوشت سے پاک صاف نکالنا اور قسم قسم کے پھلوں کا تہار سے لیے پیدا کرنا وغیرہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں اور بنی نوع انسان کے لیے عجیب عجیب نعمتیں ہیں۔

(۲) یہاں تک حیوانات میں چرندوں کے منافع اور فوائد کو بیان کیا کہ انسان انکے دودھ سے فائدہ اٹھاتا ہے اب آگے پرندوں کے منافع کو بیان فرماتے ہیں چنانچہ وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلٰی النَّعْلِ سے بھی اپنی قدرت کی ایک دلیل بیان فرمائی وہ یہ کہ شہد کی مکھڑوں کا باہام خداوندی ایک نہایت

خوبصورت اور پُر حکمت گھر بنانا جس کو ایک ہندس بھی نہ بنا سکے اور پھر ان کا مختلف پھلوں کو کھا کر شہد کا نکالنا اور پھر اس شہد کا مختلف الاوان ہونا یعنی کسی شہد کا سپید ہونا اور کسی کا سرخ ہونا اور کسی کا گلابی ہونا وغیرہ وغیرہ اور پھر مختلف اراض میں اس کا ذریعہ شفا ہونا یہ کسی مادہ اور طبیعت کا اقتضا نہیں بلکہ کسی قادر مطلق اور بزرگوار کی قدرت و حکمت کا کرشمہ ہے اور پھر آیت **وَاللّٰهُ خَفَّفَ لَكُمْ ثِقَلَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ** میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے مختلف حالات اور قہم قہم کے تغیرات سے اپنی قدرت کا علم کا اظہار فرمایا کہ چند قطروں سے ایک جاندار کا پیدا کرنا اور اس کو مختلف قہم کے حواس اور اعضاء کا عطا کرنا اور پھر اس کو جوان اور بوڑھا بنانا اور قوت کے بعد اس کو ضعف میں مبتلا کرنا یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ کوئی ذات والا صفات ہے کہ جس نے اس انسان کو پیدا کیا اور عدم کے بعد اس کو دوبارہ میں لایا اور مختلف حالات سے گزار کر اس کو موت اور فنا کے گھاٹ اتار دیا پس جس ذات والا صفات کے ہاتھ میں تمہارا وجود اور عدم اور موت اور حیات اور قوت اور ضعف ہے وہی تمہارا مالک اور وہی تمہارا خدا ہے ولادت سے لیکر موت تک عمر کی جو منزلیں اس نے مقرر کر دی انسان ان کو طے کر کے اپنی آخری منزل تک پہنچ جاتا ہے انسان کی قدرت میں یہ نہیں کہ لڑکپن یا جوانی کی منزل میں کچھ زیادہ ٹھہر جائے۔

لائی حیات آئے فاصلے چلی چلے اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے  
(۳) اور پھر **وَاللّٰهُ خَفَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ الْبَعْضٍ فِي الْمَرْزَقِ** سے بھی انسانی حالات سے اپنی قدرت و حکمت کو ثابت فرمایا مگر دوسرا اعتبار سے یعنی امارت اور غربت فراخی اور تنگدستی کے اعتبار سے لوگوں کا مختلف ہونا یہ بھی اس کی قدرت کی دلیل ہے کسی کو امیر بنانا اور کسی کو فقیر اور کسی کو عاقل اور دانا اور کسی کو جاہل اور بے وقوف۔ اور بے وقوفوں کو خوب رزق دیا اور عقل مندوں کو علم والوں کو بھوک سے مارا تاکہ سمجھ جائیں سمجھنے والے کہ دنیاوی رزق کی کمی اور زیادتی علم اور عقل پر موقوف نہیں یہ سب خدا کی قدرت اور مشیت کا کرشمہ ہے۔

(۴) اور پھر **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا** میں اپنی ایک خاص نعمت کو بیان کیا جو کہ اس کی قدرت و حکمت کی دلیل بھی ہے کہ تمہاری محبت اور الفت اور مواصلت کے لیے تمہارے لیے جوڑیں پیدا کیں اور پھر ان سے تم کو بیٹے اور بہتے عطا کیے اور پاکیزہ روزیاں تم کو دیں پھر ان دلائل مذکورہ کا نتیجہ بیان فرمایا **أَفَبَا لِمَا يُفِيضُونَ وَيُنْفِخُونَ فِيهِمْ** کیا تم اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا انکار کرتے ہو اور باطل چیزوں کی پرستش کرتے ہو جن سے تم کو نہ نفع پہنچ سکتا ہے اور نہ نقصان (۵) اور پھر تمہیں اور کارکن دو مثالیں بیان کیں **مَنْزِلَ عِبْدٍ مُّشْرِكٍ مُّشْرِكٍ** اور **مَنْزِلَ عِبْدٍ مُّسْلِمٍ** اور ان دو مثالوں کے بعد پھر دلائل علم و قدرت کو بیان کیا جس کا ذکر پہلے سے چلا آ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان اور زمین کے تمام پوشیدہ چیزوں کا علم ہے یہ تو کمال علم اور اہل کمال قدرت سے ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۱۶) اس کے بعد حق تعالیٰ نے پھر اپنے آثار قدرت اور افسان پر اپنی مرحمت اور مکرمت کے حالات کو بیان کیا تاکہ بگداند کی نعمت کو چھپائیں اور نعمت سے معم تک چھپیں۔

## تفصیل

### دلائل قدرت و دلائل نعمت برائے اثبات الوہیت وحدانیت

**دلیل اول** اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی سے زمین کو بعد خشک اور مردہ ہو جانے کے زندہ فرمایا زندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی برساکر اس میں قوت نمود پیدا کی اور اس سے کھیتی اور سبزہ کو اگایا بے شک اس میں یعنی آسمان سے بارش نازل کرنے میں اور پھر بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرنے میں ہماری کمال قدرت کی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو دل کے کانون سے ہمارے قرآن کی آیتیں سنتے ہیں اور جو لوگ صرف کاذب سے سنتے ہیں اور دل سے متوجہ نہیں ہوتے ان کو آیات قرآنی سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔

**دلیل دوم** اور بے شک تمہارے لیے جو بایوں میں عبرت ہے اگر تم ان میں غور و فکر کرو تو نہایت سے گزر کر علم اور معرفت کے مقام تک پہنچ جاؤ اور خدا کی کمال قدرت کو معلوم کر لو پلاتے ہیں ہم تم کو اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے یعنی ہم ان جو بایوں کے پیٹ میں سے تمہارے لیے غذا پیدا کرتے ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ ان کے پیٹ میں سوائے گوشت اور خون کے کیسے ہم اپنی کمال قدرت سے گوشت اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکالتے ہیں جو پینے والوں کے لیے نہایت لذیذ اور خوشگوار ہوتا ہے۔ یعنی باوجودیکہ دودھ گوشت اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے مگر بایں ہمہ خالص سفید ہوتا ہے اور خون اور گوشت کے آمیزش سے بالکل بیک وصف ہوتا ہے اور اس کی بو اور مزہ میں ذرہ برابر خون اور گوشت کا اثر نہیں ہوتا اس سے خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا ظہور ہوتا ہے کہ دونا پاک اور گندی اور بدبو دار چیزوں کے درمیان سے کیسی عمدہ غذا پیدا فرمادی اور مطلب یہ ہے کہ تم خدا کی قدرت اور نعمت میں غور کرو ہم تم کو دودھ جیسی عمدہ غذا پلاتے ہیں جو خون اور گوشت کی نجاست اور کدورت کے شائبہ سے خالص اور

پاک ہوتی ہے اور وہ دودھ آسانی سے طق سے اتر جاتا ہے اور لذیذ اور خوشگوار ہے اور ہضم بھی خوب ہوتا ہے غرض یہ کہ جب جانوروں کے شکم میں گھاس وغیرہ پہنچتا ہے تو ہضم اور طبع کے بعد کچھ حصہ گوگرد بن جاتا ہے اور کچھ حصہ پیشاب بن جاتا ہے خون تو رنگوں میں چلا جاتا ہے اور دودھ تھنوں میں آ جاتا ہے اور ہر چیز اپنے اپنے مخرج سے نکلتی اور دوسری چیز کے ساتھ نہیں ملتی ہے۔ یہ سب خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ شکم حیوان سے جو خون اور گوگرد کا منبع ہے اس سے خالص دودھ نکالتا ہے اور اس عمدہ غذا سے تم کو میراب کرتا ہے جس میں نہ خون کی رنگت ہے اور نہ گوگرد کی بدبو ہے جیسا کہ ماں کے پستان میں خون ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی لطیف حکمت سے سرپستان میں ایک چھوٹا سا سوراخ پیدا فرادیا اور سمات تنگ کر دیئے اس میں سے دودھ چھن کر اور صاف ہو کر نکلتا ہے جو بچہ کے لیے بہترین لطیف غذا ہے یہ صنعت سوائے خداوند قدیر کے کون کر سکتا ہے پس جس نے تمہارے لیے یہ نعمت پیدا کی اسی کی پرستش کرو۔

**دلیل سوم** اور نخلہ دلائل قدرت والہیبت یہ ہے کہ تم کھجور اور انگور کے پھلوں سے مست کرنے والی شراب بناتے ہو اور اچھی روزی بناتے ہو جیسے خمر نے شک و کشش اور کھجور اور انگور کا شیرہ اور بر کر بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے جو عقل سلیم رکھتے ہیں خدا کی قدرت کی نشانی ہے آخر یہ چیزیں کس نے بنائیں اور کس نے اس میں یہ شیرینی اور لذت پیدا کی یا آیت شراب کے حرام ہونے سے پہلے نازل ہوئی مگر اس آیت میں شراب کی حرمت کی طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ سکنا کو رذیٰ حسن (اچھی روزی کے مقابلہ میں ذکر فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب اچھی روزی نہیں اور یہی معنی حرام کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خاص عنایت فرمائی کہ ان کی عقلوں کی حفاظت کے لیے شراب کو حرام کر دیا۔

**دلیل چہارم** گزشتہ آیت میں حیوانات پرندہ سے خالص دودھ نکالنے کا بیان فرمایا اب حیوانات پرندہ میں سے شہد کی مکھی کے منافع بیان فرماتے ہیں اور الہام کیا تیسرے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کی طرف یعنی ان کے دل میں ڈالاکہ تم ہزاروں میں اور درختوں میں اپنا گھر بناؤ یعنی ایسی بلند اور اونچی جگہ پر اپنا چھتہ بناؤ جہاں ہر ایک کا ہاتھ نہ پہنچے پھر اس کو یہ افادہ ہوا کہ تو ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور ان کو چوس پھر تیسری بات اس کو یہ افادہ ہوا کہ تو اپنے پروردگار کی ان مایوں پر چل جو اس نے تیرے لیے مسخر اور آسان کی ہیں تجھے ان مایوں پر چلنا دشوار نہیں۔ اب آگے اس کا نتیجہ بیان فرماتے ہیں کہ ان مکھیوں کے بیٹوں سے یعنی مونہوں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے یعنی شہد۔

جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں یعنی سفید اور سرخ اور زرد اور ہمز نیز اس شہد میں لوگوں کی مختلف بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ بے شک شہد کی مکھی میں قدرت ربانی کی کئی نشانی ہے اس گروہ کے لیے



جو غور و فکر کرتے ہیں اسی ایک شہد کی مکھی میں خدا تعالیٰ کی قدرت و الوہیت کے بہت سے دلائل ہیں بشرطیکہ غور کریں جو شخص شہد کی مکھی کے عجیب و غریب احوال میں ذرا بھی غور کرے گا وہ ایک فاعل مختار اور قادر کردگار کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا۔

(۱) شہد کی مکھی سے خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا اظہار ہوتا ہے کسی عقید و ذلیل مکھی سے کیسی عمدہ اور لذیذ اور صحت بخش چیز خدا نے نکالی۔

(۲) اس کے چھتوں کے خانوں سے بھی حیرت ہوتی ہے ہر ایک خانہ مسدس مساوی الاضلاع ہوتا ہے اور آپس میں سب برابر ہوتے ہیں گویا کہ پرکار سے بنائے گئے ہیں یہ بات بدون الہام خداوندی ممکن نہیں۔

(۳) نیز شہد کی مکھیوں پر ایک مکھی ملکہ ہوتی ہے جس کا حکم سب مکھیاں مانع ہیں۔ اور یہ ملکہ جُشہ اور خلقت میں دوسری مکھیوں سے بڑی ہوتی ہے اور چھتے کی تمام مکھیاں اس کی فرمانبرداری ہوتی ہیں چھتوں کے دروازوں پر دربان اور چوکیدار ہوتے ہیں جو اور مکھیوں اور کیڑوں کو اندر نہیں آنے دیتے۔

(۴) قسم قسم کے پھلوں کا رس چوسنے کے لیے در در و در جاتی ہیں اور اپنے مکان اور راستے کو نہیں بھولتیں اور ایک چھتے کی مکھیاں دوسرے چھتے پر نہیں جاتیں۔

یہ وہ عجیب و غریب خواص ہیں جن کا حصول بغیر الہام الہی ممکن نہیں پھر اس میں سے شہد نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اس میں عقل و کلام نہیں لیکن بعض طبیب اس میں کلام کرتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی تحریر کرتے ہیں کہ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ شہد میں ہر مرض کے لیے شفاء ہے بلکہ یہ فرمایا کہ اس میں شفاء ہے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں امراضی بلغیہ کے لیے شہد شفاء ہے اور معجونوں میں کوئی بھی معجون ایسی نہیں جس میں اطباء نے شہد تجویز نہ کیا ہو مگر بعض علماء کا خیال ہے کہ شہد واقع میں ہر مرض کی دوا ہے بعض مواقع میں بعض امراض میں اس کا اثر ظاہر نہ ہونا اس کے شفاء ہونے کے منافی نہیں جو دوا جس مرض کے لیے مخصوص ہے بعض اوقات اس کا اثر بھی اس مرض پر ظاہر نہیں ہوتا۔

حدیث میں ہے، آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر دو شفاؤں کو لازم پکڑ لیجی شہد اور قرآن شیخینؓ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آتے ہیں۔ حضور پر نورؐ نے فرمایا اس کو شہد پلا اس نے اس کو شہد پلایا پھر آپؐ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ میں نے اس کو شہد پلایا مگر اس کے دست اور بڑھ گئے حضور اکرمؐ نے فرمایا پھر پلا تین مرتبہ اس نے شہد پلایا اور ہر مرتبہ یہی آکر کہا کہ میں نے اس کو شہد پلایا تھا اس کے دست اور بڑھ گئے آپؐ نے اس کو ہر مرتبہ یہی جواب دیا جب چوتھی مرتبہ آیا تو آپؐ نے اس سے پھر یہی فرمایا کہ اس کو پھر شہد پلا اس نے کہا کہ میں نے اس کو پلایا مگر اس کے دست بڑھتے جاتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس نے اس کو پھر شہد پلایا اور خدا نے اس کو

شفاء دی۔ اشارہ اس طرف تھا کہ اس کو شہد بلائے جا انشاء اللہ اس کو نفع ہو کر رہے گا مگر تیرے بھائی کا پیٹ ایسا ہو گیا ہے کہ اس کو ایک یا دو دفعہ کا شہد بلانا کافی نہ ہوا عرض یہ کہ حدیث قواعد طبیبہ کے خلاف نہیں۔ بہت سے اقسام کے اسہال میں خود اطباء نے شہد کو سہل تجویز کیا ہے۔ ان اطباء کا قول یہ ہے کہ شہد صغراء والوں کے لیے مضر ہے حرارت کو بڑھاتا ہے اور گرم مزاج والوں کو نقصان دیتا ہے اور پیاس لگاتا ہے سو خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ شہد کل مرضوں کی دوا ہے۔ شفاء نیکو ہے۔ مقام اثبات میں وارد ہوا ہے عموم۔ بر دلالت نہیں کرتا غایت سے غایت ہے کہ شفاء کی تئیں تعلیم کے لیے لی جائے تو اس سے شہد کا شفاء عظیم ہونا مفہوم ہوگا۔ عموم۔ مفہوم نہ ہوگا اور اکثر مرضوں کی دوا شہد کو اطباء بھی بتاتے ہیں اور یہ سب کے نزدیک مستحکم ہے کہ اس کا نفع مضرت سے بڑھا ہوا ہے۔ خصوصاً اصحاب باغم اور شیوخ مرد وزن کے لیے تو مجرب تریاق ہے اور معجونوں کا اس سے خالی نہ ہونا اس کی قدر و منزلت ثابت کرتا ہے کہ اس میں شفاء عظیم ہے۔

نیز اطباء نے شہد کو ”جالی“ یعنی مدہ کا چلا کرنے والا لکھا ہے اور تمام اطراض کی اصل مدہ ہے تو جب مدہ صاف ہوگا تو بیماری کیوں کر آئے گی اس لیے حدیث میں آیا ہے کہ علی الصبح ہر روز تین انگلیاں شہد کی چاٹ لیا کرو۔

خلاصہ کلام یہ کہ شہد کی مکھی قدرتِ خداوندی کا ایک عجیب کرشمہ ہے کہ اگر کسی کے کاٹے تو بیلہ اٹھے یہ تو اس کی تسبیح ہوئی اور اس کا شہد تریاق اور شفاء عظیم ہے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے چرند اور پرند میں اپنے عجائب قدرت کو بیان فرمایا اب خود انسان میں اپنے عجائب قدرت کو بیان فرماتے ہیں۔

**دلیل پنجم** | اور من جملہ دلائل قدرت کے ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لایا اور ہر ایک کی عمر کی مدت مقرر کی پھر تم کو مار ڈالے

گا اور دوبارہ عدم میں لے جائے گا اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو ذلیل اور ناکارہ عمر کی طرف لوٹا دیئے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے یعنی ایسا بوڑھا چھوٹا ہو جائے کہ عقل بھی جاتی رہے اور عالم ہونے کے بعد جاہل بن جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مارنے اور چلانے پر قادر ہے دیے ہی وہ عالم سے جاہل بنانے پر بھی قادر ہے پس جس کے ہاتھ میں تمہارا وجود اور عدم اور علم اور جہل ہے اس کی پرستش کرو۔ بڑھا ہے میں ہو کس دھواں میں تو سب کے ہی فتور آجاتا ہے مگر جو قرآن خواں ہیں خدا ان کی مدد کرتا ہے۔ وہ ارذل العمر کو نہیں پہنچتا۔ بہر حال انسان کا نطفہ سے پیدا ہونا اور پھر اس کا بوڑھا ہو کر مر جانا مادہ اور طبیعت کا کام نہیں کیونکہ مادہ اور طبیعت تو بے شعور ہیں بلکہ یہ کسی مدبر حکیم کا کام ہے بے شک اللہ علم والا قدرت والا ہے کہ اس کے علم اور قدرت کی کوئی حد نہیں اور نہ اس کے لیے خفاء و زوال ہے بندہ کو چاہیے کہ اپنے علم اور قوت پر گھمنڈ نہ کرے بڑھا چلے میں نہ علم رہتا ہے نہ قدرت رہتی

ہے۔ اب آئندہ آیت میں انسان کے حالات مختلفہ سے اپنی قدرت پر استدلال فرماتے ہیں غلام یہ کہ انسان کا عدم سے وجود میں آنا اور پھر اس کا نشوونما پانا اور بچپن اور جوانی اور بڑھاپے کی منزلیں طے کر کے پورے عدم میں پہنچ جانا یہ تمام امور نہ اتفاقی ہیں اور نہ طبعی ہیں بلکہ کسی عظیم و قدیر رک قدرت کا گوشہ میں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عمروں کا تفاوت بیان کیا اب آئندہ اوراق کا تفاوت بیان کرتے ہیں کہ جس طرح بنی آدم کی عمریں مختلف اور تفاوت ہیں اسی طرح ان کی روزیاں بھی متفاوت ہیں۔

## دلیل ششم

اور سن جملہ دلائل قدرت اور الوہیت میں سے ہے کہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی۔ کسی کو امیر بنایا اور کسی کو فقیر بنایا کسی کو مالک اور آقا بنایا اور کسی کو ملک اور غلام بنایا عرضیکہ بنی آدم کو اوصاف متباین اور تفاوت پیدا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ سب کا رزق اس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ بعض کو زیادہ دیتا ہے اور بعض کو کم اور کسی بندہ کے اختیار میں نہیں کہ اس تفاوت کو ختم کر دے اور اس اختلاف اور تفاوت میں اس کی حکمت بانٹے ہے جس کے سمجھنے سے بندوں کی عقلیں قاصر ہیں اور اس کے اسباب کے ادراک سے عاجز اور در ماندہ ہیں جس طرح خدا تعالیٰ نے اس ظاہری رزق یعنی مال و دولت میں تفاوت رکھا۔ اسی طرح معوی رزق یعنی علم و عقل اور فہم اور حسن صورت اور حسن سیرت اور صحت اور مرض اور ضعف اور قوت اور بصارت اور بصیرت میں بھی تفاوت رکھا کسی کو زیادہ عقل دی اور کسی کو کم کسی کو قوی اور جسیم اور ہیکل بنایا اور کسی کو ضعیف اور ناتواں بنایا کسی کو عاقل اور کسی کو نادان کسی کو عالم اور کسی کو جاہل کسی کو جعین اور کسی کو بد شکل بنایا۔ عرض یہ کہ دنیا کا سارا نظام اسی اختلاف اور تفاوت پر مبنی ہے اگر سب یکساں ہو جائیں تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور یہ تفاوت اور تقسیم اللہ کی قدرت اور حکمت کا گوشہ ہے اگر یہ بات علم و عقل اور فہم اور دانش پر موقوف ہوتی تو دنیا میں کوئی بد عقل اور جاہل دولت مند اور مالدار نظر نہ آتا اور کوئی عالم اور عاقل دنیا میں خوار اور نادار نہ ہوتا۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے ظاہری صورت کے لحاظ سے سب انسان یکساں ہیں۔ مگر صفات اور کمالات کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ کارخانہ عالم الہی اختلافات اور تباین و تفاوت پر مبنی ہے اگر سب آدمی سب بالقوں میں یکساں ہو جائیں تو کیوں کوئی حاکم ہو اور کوئی محکوم اور کوئی مالدار اور کوئی نادار اور کوئی مالک مکان اور کوئی گریہ دار اور دنیا کا کارخانہ اسی اختلاف سے چل رہا ہے پس جن کو اللہ کی طرف سے رزق میں فضیلت اور وسعت دی گئی اور اللہ نے ان کو سردار اور امیر اور دولت مند بنایا اور ان کے پاس مال و دولت بھی ہے اور ان کے پاس غلام بھی ہیں وہ اپنی روزی اور دولت اپنے غلاموں کو دینے والے نہیں کہ وہ سب آقا اور غلام اس روزی میں برابر ہو جائیں۔ یعنی آقا اور مالدار اس پر راضی نہیں کہ اپنے مال و دولت کو اپنے غلاموں پر اس طرح تقسیم کر دیں کہ غلام اور آقا سب برابر ہو جائیں۔ حالانکہ وہ بھی تمہارے ہم جنس اور مثل اور ہم شکل ہیں۔

اور وہ مال ان کا مخلوق (پیدا کیا ہوا نہیں) پس یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کی ملک اور اس کی مخلوق خدا کی غلامی میں شریک ہو جائے۔ عجیب الحق لوگ ہیں کہ اپنے غلاموں کو تو اپنا شریک اور برابر بنانا پسند نہیں کرتے مگر خدا کے غلاموں کو اور اس کے پیدا کیے ہوئے بندوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کوئی آقا اس بات پر راضی نہیں کہ اس کا غلام اس کے مساوی اور برابر ہو جائے غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتے پس جب کہ دو ہم جنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک اور ملک میں شرکت اور مساوات نہیں تو خالق اور مخلوق کو معبودیت میں کیسے برابر کیا جاسکتا ہے پس جب کہ تمہارے غلام شریک اور برابر نہیں ہو سکتے تو اللہ کے بندے اور اس کے غلام اس کی الوہیت میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔

حسن بھری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو آپؐ کی طرف سے کوفہ بصرہ کے گورنر تھے خط لکھا۔

ا قنع بوزقك من الدنيا  
فان الرحمن فضل بعض  
عباده على بعض فبالموزق  
بلاء مبتلى به لا يبتلى من  
بسطه كيف شكره واداره  
الحق الذي افترض عليه فيما  
وزقه وحواله۔

(رواک ابن ابی حاتم)  
جو حق تعالیٰ نے اس پر اس مال و دولت میں فرض کیا تھا۔ وہ اس کو کیوں کرا داکر مانتا ہے۔

(ابن ابی حاتم نے اس روایت کو روایت کیا)

معلوم ہوا کہ بنی آدم میں امیری اور فیری تو نگری اور تنگ دستی میں تفاوت من جانب اللہ ہے جس کو اللہ نے مال و دولت دیا اس پر اللہ کا شکر اور مال کا حق ادا کرنا واجب ہے اور جس کو اللہ نے صافس بنایا اس پر صیر اور قناعت واجب ہے فقیر اور نادار کو یہ تو اجازت ہے کہ صنعت و حرفت یا تجارت یا زراعت کے ذریعہ حلال طریقہ سے جس طرح چاہے دولت حاصل کرے اس پر کوئی تحدید نہیں۔ لیکن کسی نادار کو ازادہ حسد و قابضت کسی مالدار کے مال پر نظر کرنا ناجائز اور حرام ہے جیسے آج کل اشتراکی لوگ مزدوروں کو اکسار ہے ہیں کہ تم دولت مندوں اور سڑیہ داروں کی دولت کو لوٹ لو اور مساوات کا دغریب نعرہ لگا کر جاہلوں کو اس پر آمادہ کر رہے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ رزق میں مساوات عقلاً محال ہے رزق کا تفاوت قدرت خداوندی کا کثر و کم ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا اور بغرض محال اگر ملک کا مال دولت سب پر برابر تقسیم ہو گیا تو یہ بتائیں کہ علم اور عقل اور حسن و جمال اور قوت و صفت اور رحمت و باری

اور موت و حیات میں مساوات کی کیا صورت ہوگی کسی کو ایک چپاٹی کھانا مشکل ہے اور کوئی دس نان کھا کر بھی ڈکار نہیں لیتا اگر سب کے سامنے دس دس نان رکھ دیئے گئے تو سب کے معدے کی اشتہام اور سب کی جھوک کیسے برابر ہوگی مطلب یہ ہے کہ رزق ظاہری اور باطنی سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہا کم دیا اور جس کو چاہا زیادہ دیا کیا یہ لوگ خدا کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ سب نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں تو پھر کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا اس کی نعمت سے منکر ہونا ہے جیسا کہ تمہیں اور طبعین خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو کو اکب اور نجوم کی طرف اور مادہ اولیٰعیت کی طرف منسوب کرتے ہیں بس یہی اللہ کی نعمت سے انکار کرنا ہے۔

### دلیل ہفتم

اور من جملہ دلائل قدرت و وجہ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں اور پھر تمہاری بیویوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا کیے تاکہ تمہاری نسل اور نسل باقی رہے اور پاکیزہ اور لذیذ چیزوں میں سے تمہیں رزق دیا تاکہ تمہارا وجود شخصی باقی رہ سکے تمہاری راحت و آرام کے لیے یہیں پیدا کیں اور خدمت کے لیے اولاد دی کہ تمہاری خدمت کرے اور تمہارے بعد تمہاری نسل باقی رہے اور بقا اور زندگی کے لیے پاکیزہ چیزیں تم کو عطا کیں کیونکہ بقا اور زندگی رزق پر موقوف ہے کیا تو حید کے ان دلائل واضحہ کے بعد بھی یہ لوگ بے حقیقت اور بے بنیاد چیز پر اعتقاد اور ایمان رکھتے ہیں باطل سے مراد شرک اور بت پرستی ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ تعینی بتوں کا احسان مانتے ہیں کہ بیماری سے چنگا کیا۔ یا بنیاد یا روزی دی اور یہ سب جھوٹ ہے وہ جو بیچ دینے والا ہے اس کے شکر گزار نہیں اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو آسمان اور زمین سے ذرہ برابر رزق پہنچانے کی مالک نہیں نہ آسمان سے مہذبہ برساکتے ہیں اور نہ زمین سے کوئی چیز اگا سکتے ہیں اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ان کو کچھ اختیار ہے اور نہ قدرت ہے عاجز و محض ہیں کسی قسم کی استطاعت نہیں رکھتے پھر کس لیے ان کی پرستش کرتے ہیں پس تم اللہ کے لیے مثالیں نہ چھوڑو اس کا نہ کوئی مثل ہے اور نہ کوئی شعیبہ اور مثل ہے۔

شاہ مجد القادری فرماتے ہیں مشرک کہتے ہیں کہ مالک تو اللہ ہی ہے یہ لوگ اس کی سحرکاری میں ممتاز ہیں اس واسطے ان کو پوجتے ہیں کہ بڑی سرکاز تک ان کے ذریعے ہماری رسائی ہو جائے، سو یہ مثال غلط ہے واللہ اعلم پر چہاں ہمیں اللہ تعالیٰ ہر چیز آپ کرتا ہے کسی کے سپرد نہیں کر رکھا اور اگر صحیح مثال چاہو تو آگے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ (موضح القرآن)

مشرکین یہ کہتے تھے کہ خدا نے تعالیٰ بادشاہ ہے اور ہم بلا واسطہ بادشاہ ہمک نہیں پہنچ سکتے لہذا یہ ہمارے لیے وسائل اور ذرائع ہیں ہم کو خدا کا مقرب بنادیں گے جس طرح بادشاہ دزدوں کو عفو کا رونا دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ مثال غلط ہے اللہ تعالیٰ پر چہاں نہیں لارنا نہ تعالٰم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اس

کے علم اور ارادہ اور مشیت سے ہو رہا ہے۔ سلاطین دنیا کی طرح نہیں کہ وہ اپنے ماتحت حکام کو اختیارات تفویض اور سپرد کر دیتے ہیں کہ تفویض تو ارادہ اور اختیار سے کیا لیکن تفویض کے بعد وہ ماتحت حکام ان اختیارات کے استعمال میں آزاد ہیں بغیر بادشاہ کے علم اور بغیر اس کے ارادہ اور بغیر اس کی اجازت کے بہت سے کام کر گزرتے ہیں جیسے بسا اوقات وزراء کوئی فیصلہ کر گزرتے ہیں اور بادشاہ کو اس فیصلہ کا مطلق علم نہیں ہوتا اور بادشاہ کے ارادہ اور مشیت کو اس فیصلہ کے صادر کرنے میں کوئی دخل نہیں ہوتا سو بارگاہِ خداوندی میں یہ بات ممکن نہیں اس لیے کہ حقیقتاً یہ محال ہے کہ خدا اپنی قدرت اور اختیار کو کسی کے تفویض کر دے بلکہ شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے کوئی شئی اس کے دائرہ علم اور ارادہ اور مشیت سے باہر نہیں۔ عالم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے خواہ بواسطہ اسباب ہو یا بلا واسطہ اسباب ہو وہ سب اس کے علم محیط اور اس کے ارادہ اور مشیت سے توقع پذیر ہو رہا ہے لہذا ہر گلی اور چڑی میں اسی کو فی حل حقیقی سمجھ کر اسی کو اپنا معبود اور مستعان سمجھو بلا واسطہ سبب تمہاری سُنتا ہے اور بغیر کسی کے خبر دیتے ہوئے تمہارا سبب حال جانتا ہے بادشاہوں کو دُریا درپیش کار کی اس لیے ضرورت ہے کہ انہیں پیٹھ پیچھے کی خبر نہیں اور سارے کام خود انجام نہیں دے سکتے اس لیے معین اور مددگار کے محتاج بنے اور خدا تعالیٰ علیم و خبیر اور مالک و قدیر ہے وہ غنی اور بے نیاز ہے اسے کسی وزیر اور مشیر کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے کارخانہ ربوبیت میں کوئی دخل ہے اور نہ وہاں کسی کا زور ہے لہذا خداوند ذوالجلال کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے معلوم ہوا کہ جو مثال تم نے بیان کی وہ غلط ہے اگر معیص مثال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لیے دو مثالیں بیان کرتے ہیں فوراً ان کو سنو۔

مثال اول اللہ تعالیٰ نے شرک کے بطلان ظاہر کرنے کے لیے ایک مثال بیان فرمائی فرض کرو کہ

ایک غلام ہے جو دوسرے کے مالوک ہے اور ایسا غلام ہے کہ وہ کسی تعریف پر قادر نہیں کیونکہ بعض غلام ایسے ہوتے ہیں کہ آقا ان کو تعریفات کی اجازت دیتا ہے جیسے حمد و ثناء اور میرے ملائکہ کہ آقا نے اس کو نوشتہ دے دیا کہ اس قدر وہ پیر کما کر دے دے تو آزاد ہے پس ان کو کچھ تعریف کی اجازت ہو۔ پس ایک تو ایسا ہے کہ بعد مالوک ہے کسی تعریف پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور ایک شخص وہ ہے کہ جس کو ہم نے اپنے پاس سے اور اپنے فضل سے عمدہ روزی دی یعنی وسعت اور کثرت سے اس کو ایسا رزق دیا جو لوگوں کی نظروں میں اچھا معلوم ہوتا ہے اور اس کو اس کا مالک اور مختار بنایا پس وہ شخص ہمارے دیئے ہوئے رزق حسن میں سے غیر است کی راہوں میں اور طرح طرح کی نیکیوں میں پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتا ہے یعنی جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور کسی سے نہیں ڈرتا کیا یہ وہ شخص برابر ہو سکتے ہیں یعنی بلا اختیار صاحب اختیار آقا کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تو بت تو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عاجز ہیں وہ قادر مطلق کے کیسے شریک ہو سکتے ہیں اس مثال سے مستفود یہ ہے کہ جب مالک مجازی اور مالوک برابر نہیں ہو سکتے تو مالک حقیقی اور مالوک حقیقی کب برابر ہو سکتے ہیں حالانکہ آقا اور غلام تو نفس خلقت اور صورت بشری میں دونوں ساوی

ہیں۔ مگر بائی ہمہ دونوں برابر ہیں تو اللہ جو کہ قادر مطلق اور مالک مطلق ہے اس میں اور بتوں کے درمیان مساوات کیونکر ہو سکتی ہے جو نہ کسی شئی کے مالک ہیں اور نہ کسی شئی پر قادر ہیں اور دنیا کا کوئی عاقل، قادر اور عاجز کے درمیان مساوات کا قائل نہیں۔

اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ مثال مؤمن اور کافر کی ہے کافر عبد ملک ہے جو کسی شئی پر قادر نہیں کیونکہ جب وہ اللہ کی عبادت سے اور اس کی توفیق سے محروم ہے اور اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے محروم ہے تو گویا وہ ایک غلام حقیر و ذلیل ہے اور عاجز ہے جو کسی شئی پر قادر نہیں خدا تعالیٰ نے اس کو تعریف سے روک رکھا ہے اور مؤمن وہ شخص ہے کہ جس کو اللہ نے اپنے پاس سے رزق حسن یعنی حلال روزی دی اور وہ دن رات اللہ کی عبادت میں لگا ہوا ہے اور اپنے مال کو راہ خدا میں پوشیدہ اور علانیہ طور پر جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے تو یہ دونوں شخص برابر نہیں نہ آزاد اور غلام برابر ہے نہ مخیل اور مخی برابر ہے اور نہ نافرمان (کافر) اور فرمان بردار (مؤمن) برابر ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب کا خالق اور تمام کائنات کا مالک مطلق اور مختار مطلق ہے اور تمام کائنات اسی کی ملک اور غلام ہے لیکن باوجود اس کے یہ لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر نادان اور بے عقل ہیں کہ صاف اور واضح بات کو بھی نہیں سمجھتے اور بائی ہمہ بتوں کو مستحق تعریف سمجھتے ہیں۔

اور اگر اس مثال سے ان پر حق واضح نہ ہو تو اللہ نے ان کے لیے ایک دوسری

## دوسری مثال

مثال بیان فرمائی۔ فرض کرو کہ دو شخص ہیں ان میں کا ایک تو گونا گونا غلام ہے اور دوسرا بھی ہے کیونکہ جو پیدائشی گونا گونا ہوتا ہے وہ ہر اجی ہوتا ہے کہ کسی بات پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے یعنی وہ کسی کام کا نہیں اور نہ اس سے کسی بھلائی کی توقع ہے۔ وہ آقا اس کو جہاں بھیجے وہاں سے کوئی خیر اور بھلائی لے کر واپس نہ آئے کیا ایسا منحوس غلام اس مبارک شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم کرتا اور خود سیدھی راہ پر ہے یعنی اس کے ہوش و حواس درست ہیں نہایت عقلمند اور دیانت دار اور نیک کردار ہے جو شخص خود صاحب فہم و راست نہ ہو وہ دوسروں کو انصاف اور نیکی کی کیسے ہدایت کر سکتا ہے پس جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو یہ گونگے اور ہرے بُست خداوند پر در و در گار کے کیسے برابر ہو سکتے ہیں اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ کافر اور مؤمن کی مثال ہے کافر اندھے اور ہرے اور گونگے غلام کی طرح ہے نہ حق کو دیکھتا ہے اور نہ حق کو سننا ہے اور نہ کارہ اور نکتہ ہے آقا کا کوئی کام نہیں کرتا۔ اور مؤمن فاضل و مدبر ہے راہ پر جا رہا ہے اور دوسروں کو بھی اس راہ پر لے جانا چاہتا ہے یہ دونوں شخص کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں یعنی خدا کے دو بندے ایک بہت کمزور و کمزور ہے اور دوسرا چل سکے جیسے گونا گونا غلام۔ دوسرا رسول ہے جو اللہ کی راہ بتا دے ہزاروں کو اور بندگی پر قائم ہے اس کے تابع ہونا بہتر ہے یا اس کے "اچھی" حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں حاصل این دو مثل آنست کہ

اُس چہ در عالم تصرف ندارد با خدا برابر نیست چنانچہ ملوک ناتواں با مالک توانا برابر نیست و چنان کہ گنگ بے تمیز با صاحب ہدایت برابر نیست“ (انتہی)

حق تعالیٰ نے ابطال شرک کے لیے دو مثالیں بیان فرمائیں اب مزید دلائل توحید بیان کرتے ہیں۔

**دلیل ہشتم۔ کمال علم و کمال قدرت** | اور بن جملہ دلائل الوہیت کے اس کا کمال علم اور کمال

چیزی اللہ ہی کو معلوم ہیں اس سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں ہو یہ اس کا کمال علم ہوا۔ اور جملہ غیب کے قیامت بھی ہے اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں اور نہیں ہے قیامت کا کام مگر ایسا جیسے پلک جھپکنا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک مطلب یہ کہ مردوں کا دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں جب اللہ چاہے گا آنا فنا ہو جائے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس کام کا وہ ارادہ کرتا ہے وہ پلک جھپکنے سے بھی پہلے ہو جاتا ہے یہ اس کے کمال قدرت کی دلیل ہے خلاصہ کلام یہ کہ جس کا علم اور قدرت عالم کے ذرہ ذرہ کو محیط ہو کون اس کا ہسر ہو سکتا ہے۔

**دلیل نہم** | اور بن جملہ دلائل قدرت و وجوہ نعمت یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تہاری ماؤں کے

پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم اس دقت کچھ نہیں جانتے تھے خواہ سے ماں کے پیٹ میں مجبوس تھے اور خون و جیض تہمدی غذائی ولادت کے بعد تم جیل خانہ سے باہر نکلے اور آنکھ کھولی اور اس عالم کو دیکھا دیکھ کر حیران رہ گئے سمجھ میں کچھ نہ آیا اور بعد ازاں اللہ نے بنادینے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل تاکہ آنکھ اور کان سے محسوسات کا ادراک کرو اور دل سے معقولات کا ادراک کرو اور عقل سے غیر محسوسات اور ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کا فرق سمجھو اور غور کرو کہ آنکھ اور کان اور دل کیسی نعمتیں ہیں شاید تم ہمارا احسان مانو اور ہمارے عطا فرمودہ محاسن ظاہر و باطن کو ہماری معرفت اور محبت میں نگاؤ۔ اور اپنے منعم و محسن کا شک کرو کہ تم کو کیسی تاریک اور گندی جگہ سے نکال کر کہیں پہنچا دیا۔ تمام دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہونے کا ذریعہ آنکھ اور کان اور عقل ہیں اور اگر وہ اپنی رحمت سے تم کو آنکھ اور کان اور عقل نہ دیتا تو ذرا غور کرو کہ پھر تم کیا ہوتے شک کہ کی حقیقت یہ ہے کہ منعم کی دی ہوئی نعمت کو اس کے حکم کے مطابق استعمال کرو اور اس کی نعمت کو امانت سمجھو بمعصیت سے بچاؤ۔ نعم کو خلاف حکم صرف کرنا یہ خیانت ہے ہر حال تمہارا اس طرح پیدا ہونا یہ اس کی دلیل ہے کہ تم خود بخود پیدا نہیں ہو گئے بلکہ کسی علیم و قدیر نے تم کو پیدا کیا ہے۔

**دلیل دہم** | اور بن جملہ دلائل قدرت کے خلا میں اڑنے والے پرند بھی ہیں کیا لوگوں نے پرندوں کی طرف نظر نہیں کی جو حکم خداوندی آسمان کے طلائع یعنی ہوا میں معلق ہیں۔

کعب اجاڑ کہتے ہیں کہ پرندہ بلندی میں بارہ میل تک اڑ سکتا ہے اس سے اوپر نہیں جاسکتا اللہ کے ہوا ان کو اور کوئی اس خلا میں تھا سے ہوئے نہیں بے شک اس تیغیر میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں



جو اللہ کو مانتے ہیں وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور وحدانیت کو سمجھ جاتے ہیں اور جو مومن نہیں وہ ان نشانیوں پر نظر نہیں کرتے حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پرندوں کو عجیب طور سے پیدا کیا کہ ان کے دو بازو ہیں ان کو پھیل کر ہوا میں اڑتے ہیں اور ان میں اڑنے کی قوت پیدا کی وہ پتہ پھیل کر ہوا میں اس طرح اڑتے ہیں جیسے کوئی پانی میں تیرتا ہے اور سوائے اللہ کے کوئی چیز ان کو ہوا میں رد کرنے اور تھما مرنے والی نہیں نہ اوپر سے کوئی چیز پکڑے ہوئے ہے اور نہ نیچے سے ان کو کوئی چیز تھامے ہوئے اور سہارا دینے ہوئے ہے ورنہ ان کے ثقل جسمانی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اوپر سے نیچے گر پڑتے اور ان کا جسم ثقیل ہوائے لطیف کو چیرتے ہوئے اوپر چڑھتا ہے اور اڑتا ہے اور پھر ہوا کو چیرنا ہوا نیچے اترتا ہے اس عجیب و غریب تسخیر میں اللہ کی قدرت اور وحدانیت کی کھلی نشانیاں ہیں غرض یہ کہ پرندوں کا ہوا میں معلق روکنا یہ اس کی قدرت کا کرشمہ ہے شیفٹنگان اسباب و مطلق و دلدادگان فلسفان چیزوں کے جو اسباب طبعی بیان کرتے ہیں وہ سب باقہ ہوا ہیں اور انکی کوتاہ نظری اور کج عقلی کی نشانیاں ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔  
 ”یعنی ایمان لانے میں بعض اٹکتے ہیں۔ معاش کی فکر سے سو فرمایا کہ مال کے پیٹ سے کوئی کچھ نہیں لایا اسباب سکائی کے۔ آنکھ۔ کان دل اللہ ہی دیتا ہے اڑتے جاؤر اُدھر میں کس کے سہارے رہتے ہیں۔“

(موضح القرآن)

**دلیل یازدہم** اور من جملہ دلائل قدرت والوہیت یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے حالتِ حضر میں تمہارے گھروں میں سے جائے سکونت بنائی جہاں تم آرام کر سکو انسان معاش کے لیے حرکت کرتا ہے اور حرکت کے بعد اس کو سکون کی حاجت ہوتی ہے تو اس نے تمہارے لیے نبوت اور صاکن بنا دیئے اور حالتِ سفر میں چوپایوں کی کھالوں سے اس نے تمہارے لیے گھر بنا دیئے یعنی خیمے تم ان کو اپنے سفر کے دن اور حالتِ سفر میں ہلکا پاتے ہو اور بے تکلف اپنے ساتھ اٹھانے پھرتے ہو۔ مٹی اور پتھر کے گھروں میں یہ بات حاصل نہیں خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے ہماری آسائش کے لیے ہمیں رہنے کو دو گھر دیئے ایک تو وہ جو مٹی اور پتھر وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں اور اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتے دوسرے وہ گھر جنہیں جہاں چاہیں لے جائیں جیسے جیسے جو سفر اور حضر دونوں حال میں آسان اور ہلکے ہیں یہ سب اللہ کا فضل ہے اور احسان ہے اور اللہ نے تمہاری آسائش کے لیے پھیرٹوں کے بالوں اور اوتھوں کے بالوں اور کپڑوں کے بالوں سے آناٹہ اور سامانِ منفعت بنایا جس سے تم ایک وقت اور مدت تک نفع اٹھاؤ یعنی ان کے کہنے ہونے تک یا وقت موت تک اس سامان سے نفع اٹھاؤ۔

**دلیل دوازدہم** اور من جملہ دلائل قدرت والوہیت یہ امر ہے کہ اللہ نے تمہاری راحت اور محافظت کی چیزوں کو پیدا کیا چنانچہ تمہارے لیے اسی پیدا کی ہوئی چیزوں

میں سے بعض سے تمہارے لیے سایہ بنا دیا جس سے تم گرمی اور سردی اور برف و باران وغیرہ کی تکلیف سے بچتے ہو۔ سایہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے سایہ میں آدمی رہتا ہے جیسے مکان اور دیوار اور درخت وغیرہ اگر وہ اپنی رحمت سے سایہ دار چیزیں نہ پیدا کرتا تو سردی اور گرمی سے حفاظت مشکل ہو جاتی۔

**دلیل سیزدہم** اور من جملہ دلائل قدرت والہ بیت یہ امر ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپ رہنے کو جگہیں بنائی ہیں۔ یعنی غار وغیرہ بنائے جہاں سردی اور

گرمی اور بارش اور دشمن اور موذی جانور سے محفوظ رہ سکے اور جس میں گھر بنانے کی استطاعت نہ ہو وہ وہاں پناہ لے سکے یہ سامان حفاظت بھی اسی کی قدرت اور نعمت کا کوثر ہے۔

**دلیل چہار دہم** اور من جملہ دلائل قدرت و وجہ نعمت یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں۔ سراہیل سے طلق لباس مراد ہے

اور مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تم کو گرمی سے بچاتا ہے اور سردی سے بھی بچاتا ہے۔ مگر آیت میں ایک شق کو بیان کر دیا تو دوسری شق کو اس پر قیاس کر لیا جائے چونکہ عرب میں گرمی کی شدت تھی اس لیے آیت میں صرف حر کا ذکر فرمایا اور برد کا ذکر نہیں فرمایا۔ نیز اللہ تعالیٰ مختلف مواضع میں اپنی مختلف نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے کسی جگہ گرمی سے حفاظت کا ذکر فرمایا اور کسی جگہ سردی کے سامان حفاظت کا ذکر فرمایا۔

نیز گرمی سے حفاظت اور بچاؤ کا سامان بردت ہی کے حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے اس لیے قَتِيعِيكُمْ اَحْمَرُ میں حر کے ذکر پر اکتفاء کیا اور اس طرح نہیں فرمایا کہ قَتِيعِيكُمْ اَحْمَرُ وَ الْبَرْدُ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسے کرتے بھی بنائے جو تم کو آپس کی لڑائی کی زد سے بچائیں جیسے زرخیں اور جو ہتھیار جنگ میں بچاؤ کے لیے پہنے جاتے ہیں۔

## امتنان براتمام احسان

اب ان دلائل قدرت و وجہ نعمت کے بیان کے بعد فرماتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم اس منعم حقیقی کے سامنے گردن جھکا دو اور ہر بن مومن سے زبان شکر بن جاؤ پس اگر یہ ناقدرے اور ناشکرے منعم حقیقی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے اعراض کریں تو آپ کوئی نرم نہ کریں کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ صرف صاف کھول کر اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے ان کے اعراض کا وبال ان کی گردن پر ہے۔ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو خوب پہچانتے ہیں پھر باوجود اس علم یقینی کے ان نعمتوں کے منکر ہو جاتے ہیں ان میں سے بعض اگرچہ شکر گزار بھی ہیں لیکن ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔ اللہ کے انعامات کو دیکھتے ہیں اور اس کے احسانات کو سمجھتے ہیں اور دل سے

مانتے ہیں مگر عناد اور ضد کی بناء پر ان کا انکار کرتے ہیں۔



وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا

اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقے میں ایک بنائے والا پھر

يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۳﴾

حکم نہ ملے مستکروں کو اور نہ ان سے توبہ مانگیے۔

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ

اور جب دیکھیں بے انصاف مار پھر ہلکی نہ ہو

عَنَّهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۸۴﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

ان سے اور نہ ان کو ڈھیل ملے۔ اور جب دیکھیں شریک

أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَائُنَا

پکڑنے والے اپنے شریکوں کو، بولیں لے رب یہ ہمارے شریک ہیں

الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ فَأَلْقُوا إِلَيْهِمْ

جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوا۔ تب وہ ان پر ڈالیں

الْقَوْلَ إِن كُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۸۵﴾ وَالْقَوْلَ إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ

بات کہ تم جھوٹے ہو۔ اور آپڑیں اللہ کے آگے اس دن

بِالسَّلَامِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۸۶﴾

عاجز ہو کر، اور بھول جاوے انکو جو جھوٹ باندھتے تھے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ

جو منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے انکو ہم نے بڑھائی

عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿۸۸﴾

مار پر مار مار . بدلہ اس کا جو شرارت کرتے تھے ۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ

اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقے میں ایک بتانے والا ان پر انہی

أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ وَ

میں کا اور تجھ کو لادیں بتانے کو ان لوگوں پر ۔ اور

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَ

آٹاری ہم نے تجھ پر کتاب بیورا (کھول سنانے والی) ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ

رَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۸۹﴾

اور مہر اور خوشخبری مکملداروں کو ۔

## ذکر قیامت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ - وَكَيْفَ يَبْعَثُ مِّنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا .... الی ... وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝  
(رابطہ) یہاں تک حق تعالیٰ نے اپنے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا اور یہ فرمایا کہ بہت سے لوگ اللہ کی نعمت کو خوب پہچانتے ہیں۔ پھر اللہ کی نعمت کے منکر بنے ہوئے ہیں اب قیامت کا ذکر فرماتے ہیں کہ اس دن ان کافروں کو جہنم لے دینے والا حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات کا کفر کیا اور انکا کیا کیا حال اور آل ہوگا اس دن سب کا حساب و کتاب ہوگا اور سب سے باز پرس ہوگی۔ اور سب ذلیل و خوار ہوں گے اور انبیاء کی گواہی سے ان کا جرم ثابت ہوگا۔ گواہی کے بعد کفار اجازت پچا ہوں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو یہ درخواست منظور نہ ہوگی اور ان کے فرضی معبود ان کی تکذیب کر دیں گے غرض یہ کہ ان آیات میں کفار کی دار آخرت میں ذلت و رسوائی کا بیان ہے کہ یہ لوگ اس دن ذلیل و خوار ہوں گے اور ان کو عذر کا موقع بھی نہیں ملے گا کیونکہ تمام حجت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب میں نازل فرمادی ہے جس میں دین و دنیا کے تمام امور کو بتا دیا گیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس دن کو جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر امت میں سے ایک گواہ جو ان منکر بن نعمت کے انکار کا پردہ چاک کرے گا اور ان کے کفر و شرک پر گواہی دے گا کہ ہم نے ان کو خدا کا حکم پہنچا دیا تھا مگر پھر بھی یہ نہ مانے یہ گواہ انبیاء کرامؑ ہوں گے جو اپنی امت پر ان کے اچھے اور بُرے اعمال پر گواہی دیں گے اور ان کی گواہی پر نہ کوئی جرح کر سکے گا اور نہ قدرح جو وہ کہہ دیں گے اسی کے مطابق فیصلہ ہو گا۔ پھر انبیاء کرامؑ کی شہادت کے بعد ان کا فرد کو کچھ بولنے کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ان سے کوئی معذرت اور توبہ طلب کی جائے گی۔ یعنی ان کا کوئی عذر مسموع نہ ہو گا اس لیے کہ عذر اور توبہ کا وقت گزر چکا ہے۔ آخرت تو دارالجزاء ہے نہ دارالعلل۔ اب وقت سزا کا ہے نہ کہ کسی عمل کا۔ اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر اور شرک اور گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور گواہوں کی گواہی کے بعد ان کے حق میں عذاب کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ لوگ جب عذاب دوزخ کو دیکھیں گے اور دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے تو بھلائیں گے اور چلائیں گے اور مالک (دوزخ کے ہتھم) سے تخفیف عذاب کی درخواست کریں گے تو ان سے نہ عذاب میں تخفیف کی جائے گی کہ ان سے عذاب کچھ ہلکا اور کم کر دیا جائے اور نہ وہ مہلت دینے جائیں گے۔ کہ چند روز کے وقفے کے بعد عذاب شروع ہو مطلب یہ ہے کہ گواہوں کی گواہی کے بعد عذاب شدید کا فیصلہ ہو چکا ہے اب اس میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکتا اور جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں شرک کیا تھا قیامت کے دن اپنے مقرر کیے ہوئے شریکوں یعنی بتوں اور معبودوں کو دیکھیں گے جنہیں خدا کا شریک کہتے تھے تو بطور اقرار جرم و خطا اپنے آپ پر سے الزام اٹھانے کے لیے یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہ ہمارے مقرر کیے ہوئے شریک ہیں جنہیں ہم تیرے سوا معبود دیکھ کر اپنی حاجت روائی کے لیے پکارا کرتے تھے انہیں کی وجہ سے ہم گمراہ ہوئے اور انہیں کی وجہ سے ہم مارے گئے۔ ورنہ ہم تو بے قصور ہیں۔ شاید یہ کہنا اس عرض سے ہو گا کہ اس یہاں سے عذاب میں کچھ کمی واقع ہو جائے یا عذاب تقسیم ہو جائے۔ ڈوبتا ہوا نکلے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور اپنی خفت اور ندامت دور کرنے کے لیے اس قسم کی باتیں کرتا ہے تو وہ شرکاء ڈر جائیں گے کہ ہم سے باز پرس نہ ہونے لگے۔ اپنی بے تعلقی ظاہر کرکے عرض سے بات انہیں کی طرف ڈال دیں گے اور فوراً ان کے جواب میں کہیں گے بلاشبہ تم جھوٹے ہو اور تمہارا ہم پر گناہ کا حوالہ کرنا اور اپنے جرم کا ہم کو سبب قرار دینا سبب جھوٹ ہے ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ ہم خدا کے شریک اور تمہارے حاجت روا ہیں تم ہماری پرستش کو دم ہمارا پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشوں کی پرستش کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ”جو لوگ پوجتے ہیں بزرگوں کو وہ بزرگ بے گناہ ہیں ایک شیطان اپنا وہی نام رکھ کر آپ کو بھڑاتا ہے اسی سے ان کو کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔“

عرض یہ کہ معبود۔ عایدوں کی تکذیب کریں گے اور اپنی برکت اور بے تعلقی کا اظہار کریں گے تاکہ ہم پر کوئی آفت اور مصیبت نہ آئے۔ انبیاء اور ملائکہ اور شیاطین جن کو مشرکین نے معبود بنایا ہوا تھا۔

وہ تو ان کی تکذیب کر دیں گے اور کہہ دیں گے کہ تم جھوٹے ہو اور بت اگرچہ دنیا میں نہیں بول سکتے مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو گویائی عطا کر دے گا تاکہ کفار اور مشرکین پشیمان ہوں کہ ہمارے معبود خود ہم کو جھوٹا بتلا رہے ہیں اور جب پیغمبروں اور فرشتوں کی تکذیب سے یہ بد نصیب ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ اور ان پر اللہ کا الزام قائم ہو جائے گا تو دوسری فکر کریں گے اور وہ یہ کہ اللہ کی طرف اطاعت اور فرمانبرداری کو ذرا ایسے لگے یعنی جب اپنے معبودوں کی شفاعت سے ناامید ہو جائیں گے تو اپنے گناہ کا اقرار کر کے حکم الہی کے سامنے گردن ڈال دیں گے مگر اس وقت کی اطاعت اور انقیاد کچھ نفع نہ دے گی۔

۵۔ چوں کار ز دست رفت فریاد چہ سود

اور ان کی ساری افزاء پردازی جاتی رہے گی۔ یعنی دنیا میں بھافراہو کرتے تھے کہ بت ہماری شفاعت اور دستگیری کریں گے۔ وہ سب بیکار ثابت ہو گا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ ان کی تکذیب کریں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ سب جھوٹے ہیں ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں یہ تو کجنت خود ہی کا فر ہوئے اور دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے باز رکھا ہم ان پر عنقریب عذاب زیادہ کریں گے ایک عذاب تو ان کے ذاتی کفر کے مقابلہ میں ہو گا اور دوسرا عذاب بقابلان کے فساد کے ہو گا کہ دوسروں کو اسلام لانے سے روکتے تھے خود بھی طریقی حق کو اختیار نہ کیا اور دوسروں کو بھی اس راہ پر پھرنے سے روکا اس لیے دوسرے عذاب کے سختی ہوئے کفر کرنا اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکنا اور مسلمان کو سستانا اور اس کی توحید کرنا اور احکام شریعت کے اجراء و تنفیذ میں مزاحمت کرنا یہی سب سے بڑا فساد ہے کفر اور شرک سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں عرض یہ کہ ہر نبی اپنی امت کے اعمال اور احوال پر گواہ ہوں گے۔

اب آئندہ آیت میں مضمون نذا کی تاکید ہے البتہ اتنی بات زیادہ ہے کہ آئندہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کا ذکر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس دن کو جس دن ہر امت میں سے ان پر ایک گواہ مقرر کریں گے یعنی اس امت کا پیغمبر جو ان پر گواہی دے گا اور وہ گواہ ان ہی میں سے ہو گا یعنی انہی کی قوم میں سے ہو گا تاکہ ان پر حجت پوری ہو جائے اور عذر و معذرت کی گنجائش نہ رہے اس دن ان کی مٹی بہت خراب ہو گی۔ اور ہم لائیں گے صحیحہ کو لے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں پر یعنی تیری امت پر گواہ کہ تو تمہوں کے ایمان کی اور کافروں کے کفر کی گواہی دے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ہنسی کا کلام سے انبیاء سابقین مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب امتیں اپنے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کریں گی اور یہ کہیں گی کہ ہم کو اللہ کا پیغام نہیں پہنچا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ تمام احکام کو صاف صاف اور اچھی طرح پہنچا دیا۔ اور یہ کفار اور منکرین جھوٹے ہیں اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بلکہ افضلیت اور کافروں کی فضیحت ظاہر ہو گی ہر حال قیامت کے دن تمام انبیاء اور ائمہ ہمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ کی سیادت و افضلیت کی دلیل ہے اور علاوہ انہی آپ کی نبوت و رسالت اور آپ کی سیادت و افضلیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ

ہم نے آپ پر یہ کتاب یعنی قرآن اتارا جس میں دنیا و دین کی سب چیزوں کا بیان ہے یعنی تمام علوم و ہدایت اور اصول دین اس جامع کتاب میں مراحۃ یا اشارۃ اور کنایۃ یا بطور حوالہ اس میں موجود ہیں بعض چیزیں مراحۃ قرآن کریم میں مذکور ہیں اور بعض چیزیں قرآن کریم میں اجمالاً اور اشارۃ مذکور ہیں لیکن ان کی تفصیل و تشریح کو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کے حوالہ کیا مَّا أَنْتُمْ إِلَّا رُسُلُ اللَّهِ قَدْ نُفِذَ إِلَيْكُمْ الْأَنْبَاءُ بِالْبَيِّنَاتِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - ۵

گفتہ اد گفتہ اللہ بود گرچہ از مقوم عبد اللہ بود

اگر سنت نبوی میں کوئی اشتباہ پیش آئے تو علماء و تابعین اور مفسرین فی العلم کا جس چیز پر اجماع اور اتفاق ہو جائے اس کا اتباع کرو جیسا کہ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ یَتَّبِعُوا عِلْمَ سَبِيلِ الْمُسْلِمِينَ میں سبیل المؤمنین سے اہل علم کا اجماع اور اتفاق مراد ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے اتباع کا حکم دیا ہے اور خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ نے ان امور میں جن کا حکم مراحۃ کتاب سنت میں نہ پایا وہاں قیاس اور اجتہاد کے کام لیا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ إِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۚ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَائِمًا وَقَاعًا وَمُضْيًا ۖ وَلَا تَمْنَحْ لِّلْكَافِرِينَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُحْسِنُوا ۚ اجماع اور قیاس بھی علوم قرآنیہ سے ہوگا جس طرح حدیث نبویؐ قرآن کریم کی تفسیر ہے اسکا نیز نہیں ہی طرح اجماع صحابہؓ اور تابعینؓ حدیث نبویؐ کی تشریح اور اس کی توضیح ہے اور تلویح ہے اس کا نیز نہیں اس طرح سے تمام چیزوں کا بیان قرآن میں ہے اور یہ جامع کتاب یعنی قرآن خدا کے فرمانبردار بندوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے اور بشارت ہے۔ یعنی یہ کتاب مستطاب سارے عالم کے لیے مشعل ہدایت ہے ماہ من دکھائی ہے اور فرمان برداروں کے لیے باران رحمت اور جنت کی بشارت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے

الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

کے اور منع کرتا ہے بے حیائی کو اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۚ ۝۱۰ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ

تم کو سمجھاتا ہے شاید تم یاد رکھو - اور پورا کرو اقرار اللہ کا

إِذَا عٰهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا ۚ الْإِيمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا

جب آپس میں اقرار دو اور نہ توڑو تمہیں پہلی کے پیچھے اور کرکر

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۖ إِنَّ اللَّهَ

اللہ کو اپنا ضمان - اللہ جانتا

يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝۱۱ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي نَقَضَتْ

ہے جو کرتے ہو - اور نہ ہو جیسے وہ عورت کہ توڑا

غُرْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ

اپنا سوت کا تانہ محنت کیے پیچھے مٹوئے مٹوئے کہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں پیٹھیں

دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَى مِنْ

کا بہانہ ایک دوسرے میں اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو کہ زیادہ چڑھ رہا

أُمَّةٍ ۖ إِنَّمَا يَبْلُوَكُمْ اللَّهُ بِهِ ۖ وَلِيُبَيِّنَ لَكُمْ يَوْمَ

دوسرے سے، تو یہ اللہ پرکھتا ہے تم کو اس سے۔ اور آگے بھول دے گا اللہ تم

الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝۱۲ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

کو قیامت کے دن جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے - اللہ چاہتا تو

لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَ

تم سب کو ایک ہی فرقہ کرتا، لیکن بہکاتا ہے جس کو چاہے اور

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ وَلَتَسْأَلَنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۱۳

سو جاتا ہے جس کو چاہے اور تم سے پوچھ لونی ہے جو کام تم کرتے تھے۔

وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمُ

اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں رکھنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جائے

بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ

کسی کا پاؤں مجھے پیچھے اور تم چکھر سنا اس پر کہ تم نے روکا



سَبِيلَ اللَّهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۹۳﴾ وَلَا

اللہ کی راہ سے ۔ اور تم کو بڑی مار ہو ، اور نہ

تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ

و اللہ کے اقرار پر ہر مول تھوڑا ۔ بے شک جو اللہ کے

هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۹۴﴾ مَا عِنْدَكُمْ

ہاں ہے وہی بہتر ہے تم کو اگر تم جانتے ہو ۔ جو تم پاس ہے

يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُ الَّذِينَ

بڑ جائے گا اور جو اللہ پاس ہے سو رہتا ہے ، اور ہم بدلے میں دیں گے

صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۵﴾

ٹھہرنے والوں کا حق ، بہتر کاموں پر جو کرتے تھے ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ

جس نے کیا نیک کام ، مرد ہو یا عورت اور وہ

مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

یقین پر ہے تو اس کو ہم جلا دیں گے اچھی زندگی اور بدلے میں دیں گے

أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ فَإِذَا قَرَأْتَ

ان کو حق ان کا بہتر کاموں پر جو کرتے تھے ۔ سو جب تو پڑھنے

الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۹۷﴾

گے قرآن ، تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے ۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ

اس کا زور نہیں چلتا ان پر جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾ إِنَّمَا سُلْطَنُهُ عَلَى الَّذِينَ

رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور انہی پر ہے جو اس کو رفیق

يَتَوَكَّلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾

کھنٹتے ہیں، اور جو اس کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

## تلقین مکارم اخلاق و محاسن اعمال و آداب

قال اللہ تعالیٰ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ... إلخ۔ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ہ (ربط) گزشتہ آیت میں یہ بتلایا تھا کہ یہ قرآن ہر شے کا بیان ہے اور وہ ایک جامع کتاب ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اور اہل ایمان کے لیے بشارت ہے اب ان آیات میں بتلاتے ہیں کہ یہ قرآن جو اللہ نے آپ پر نازل کیا ہے وہ تمام مکارم اخلاق اور محاسن آداب اور اعمال خیر کا حکم دیتا ہے اور تمام برائیوں اور بد اخلاقیوں اور بد اعمالیوں سے منع کرتا ہے اور قوت غضبہ اور قوت شہویہ کی اصلاح کرتا ہے کہ نہ کوئی شخص بات زبان سے نکالو اور نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ قسم کھا کر توڑو اور نہ خدا سے بد عہدی کرو اور ہر وقت یہ خیال رکھو کہ یہ دنیا دار فانی ہے اور قیامت آنے والی ہے۔ جس دن ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہو گا ایسی کتاب کے کتاب ہدایت اور کتاب رحمت اور کتاب بشارت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور ایسی کتاب کی جامعیت اور کاملیت میں کیا تردد ہو سکتا ہے گو یا کہ گزشتہ آیت اِنِّیْٓ اَنَا ذَکُوْرٌ شَیْءٌ ﴿۹۶﴾ کی دلیل اور برہان ہے اور چونکہ یہ آیت اجمالاً تمام عقائد حقہ اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کے حکم پر اور تمام فرائض اور سنکرات اور اعمالِ بد کی ممانعت پر مشتمل ہے تو عجب نہیں کہ شاید اسی جامعیت کے لحاظ سے غلیظ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ نے خطبہ جمعہ کے اخیر میں اس کو درج کرنے کا حکم دیا کہ اس میں تمام اچھی باتوں کا حکم اور تمام بُری باتوں سے ممانعت کا حکم اجمالاً ذکر ہو سکے لہذا ایسی کتاب مستطاب پر دوڑ کر ایمان لانا چاہئے۔ بعد ازاں یہ بتلایا کہ ہدایت اور ضلالت سب اس کے قبضہ قدرت میں ہیں جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے اور اخیر میں یہ بتلایا کہ شیطان کے ہنجر سے رہائی کا طریقہ یہ ہے کہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو اور اللہ پر بھروسہ رکھو چنانچہ فرماتے ہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ اس کتاب مستطاب (قرآن) میں جو اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی ہے اور جس میں ہر شے کا بیان پھلور جو مسلمانوں کے لیے خاص طور پر ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے خاص طور پر تم کو تمین باتوں کا حکم دیتا ہے اول عدل اور انصاف کا یعنی بلام و بیش سب کے حقوق

ادا کر دے اور سب چیزوں میں غراہ وہ اعتقاد سے متعلق ہوں اعتدال اور توسط اور میانہ رومی کو ملحوظ رکھو ٹھیک افراد اور تقریب کے درمیان چلو۔ ترازو کا کوئی پلہ ادھر اُدھر جھکنے نہ پائے اور نہ اٹھنے پائے عدل کے معنی لغت میں توسط کے ہیں یعنی دونوں جانبیں برابر ہیں نہ حد سے بڑھے اور نہ گھٹے اور آیت میں عدل سے اعتدال کے معنی مراد ہیں یعنی اعتقاد اور اقوال اور افعال سب میں درجہ اعتدال پر قائم رہو یعنی ہر ایک چیز کو اس کی حد پر رکھو اور اس سے تجاوز نہ کرو توحید عدل ہے اور شرک ظلم ہے عبادت خالق کا حق ہے نہ کہ مخلوق کا کسی کا حق ادا کرنا یہ عدل ہے اور کسی کا حق دوسرے کو دیدینا یہ ظلم ہے۔

اور دوم یہ کہ اللہ حکم دیتا ہے تم کو احسان اور بھلائی کا یعنی بذات خود لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرو مطلب یہ ہے کہ غیر کے مقدمہ میں عدل و انصاف یعنی برابر ہی چاہے اور اپنی طرف سے احسان اور بھلائی چاہے۔ مقام احسان۔ مقام عدل سے ذرا بلند ہے۔ عدل فرض ہے اور احسان نفل ہے۔ کیونکہ احسان ایسے ثواب کو کہتے ہیں جو واجب نہ ہو جیسے صدقہ فدا۔ مقدار واجب پر کفایت اور کیفیت کے اعتبار سے زیادتی کا نام احسان ہے اور عبادت میں احسان یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس طرح کرے۔ گو باکر خدا دیکھ رہا ہے اس طرح کی عبادت اپنے ساتھ بھلائی اور نیکی ہے۔ اور معاملات میں احسان یہ ہے کہ اپنے حقوق اور انتقام سے دو گزر کر دوسرے کو اس کے استحقاق سے زیادہ نفع پہنچا دے۔ اور سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے خویش و اقارب کو دینے کا یعنی صلہ رحمی کیونکہ اقارب کا حق اجانب سے زائد ہے۔ عدل و انصاف تو دوست و دشمن سب کے لیے برابر اور یکساں ہے اور احسان اور مروت میں بسا اوقات خصوصیت اور رعایت بھی ملحوظ ہوتی ہے یہ صلہ رحمی اگرچہ عدل میں یا احسان میں داخل ہے لیکن صلہ رحمی اور حق قرابت کا لحاظ اور پاسداری ایک مستقل نیکی اور بھلائی ہے اور عظیم احسان ہے اس خصوصیت کے ساتھ کہ ایسا ہی ذی القربیٰ کو ملحدہ ذکر فرمایا۔ کیونکہ قرآن اور حدیث صلہ رحمی سے بھرے پڑے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ لفظ رحم بمعنی قرابت اللہ کے نام پاک رحمن سے مشتق ہے۔ جو رحم (قرابت) کو وصل کرے یعنی ملا دے اللہ اس کو ملا دے اور جو رحم یعنی قرابت کو قطع کرے اللہ اس کو اپنی رحمت سے منقطع کر دے یہی وجہ ہے کہ بعض صورتوں میں قریبی حاجت مند رشتہ دار کا نان و نفقہ واجب ہو جاتا ہے اور بعض صلہ رحمی صحیح ہے جیسے رشتہ دار کو ہدیہ اور تحفہ دینا تاکہ باہمی محبت اور الفت قائم رہے۔ بہر حال صلہ رحمی احسان کا فردا کمل ہے اس لیے خاص طور پر اس کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ کیونکہ قرابت و ادول کی روپیہ پیسہ سے مدد کرنا اور ان کے ساتھ احسان کرنا عظیم عبادت ہے جس میں یہ تین صفیں۔ عدل، اور احسان اور صلہ رحمی جمع ہو گئیں اس کی قوت عقلمندی اور ملکیت مکمل اور مہذب ہو گئی۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمات سب ہدایت اور شریعت نازل کی اس میں خاص طور پر تین حکم دیے ایک عدل و انصاف کا دوم احسان اور مروت کا۔ سوم صلہ رحمی کا۔ اب آگے ان چیزوں کو

بیان کرتے ہیں جن کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ بھی تین چیزیں ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے تین چیزوں سے۔

(۱) بے حیائی سے یعنی ان بڑے کاموں سے جو شہوانی اور انسانی قوت کے اشارہ پر کیے جائیں جیسے زنا اور لواطت وغیرہ وغیرہ۔

(۲) اور دوم منع فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس کام سے جو نامعقول اور ناپسندیدہ ہو جس کے کرنے والے کو گمراہی ہو۔ منکر کے معنی نامعقول اور ناپسندیدہ کے ہیں منکر سے وہ امر مراد ہیں جو شریعت کے نزدیک نامعقول اور ناپسندیدہ ہوں اور قوت غضبیه اور سبعیه کے اشارہ سے کسروں پر ہے اول جیسے کسی کو قتل کر دینا یا کسی کا مال غصب کر لینا قوت غضبیه اور سبعیه ہی انسان کو ایذا رسانی پر آمادہ کرتی ہے اور یہ امر تمام عقلاء کے نزدیک منکر یعنی ناپسندیدہ ہے۔

(۳) اور سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے تم کو ظلم اور تعدی سے یعنی اپنی حد سے تجاوز کر کے دوسروں پر غلبہ اور فوقیت کا خواہاں ہونا جسے تکبر اور تجبر کہتے ہیں۔ انسان میں جو قوت شیطانیہ اور قوت دہمیه کا مادہ موجود ہے اس سے ظلم و تعدی اور سرکشی نمودار ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تنبیہ فرمادی کہ ان تینوں قوتوں کو یعنی قوت شہویہ قوت غضبیه اور قوت شیطانیہ کو قابو میں رکھو اور قوت عقلیہ کو ان پر حاکم بناؤ تو تہداری دنیا اور دین سب درست ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان اوامر و نواہی کے ذریعے تم کو بصیحت کرنا ہے اسی میں تمھاری دنیا اور آخرت کی صلاح و نفع ہے۔

اول کی تین باتیں ہر غیر کی اصل ہیں کسی عارف کا قول ہے کہ ملک اور سلطنت کی بقا اور استقامت کا دار و مدار اہی چھ چیزوں پر ہے عدل کا ثمرہ فتح و نصرت اور احسان کا نتیجہ حسن ثناء اور نیک نامی ہے اور صلہ رحمی کا فائدہ انس اور الفت ہے اور غشَاء کا نتیجہ دین اور دنیا کی تبدیلی اور بڑائی ہے اور منکر (نامعقول اور ناپسندیدہ) امور کا ثمرہ دشمنوں کو مقابلہ کے لیے آمادہ کرنا ہے اور بخی (یعنی ظلم اور زیادتی) کا نتیجہ متاخر سے عرومی ہے۔

اور اخیر کی تین چیزیں اول کی تین چیزوں کے مقابلہ میں ہیں۔ غشاء عدل کے مقابلہ میں ہے اور منکر احسان کے مقابلہ میں ہے اور بخی ظلم اور زیادتی یا غشاء بخی کے مقابلہ میں ہے۔

عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ خیر و شر کی سب سے زیادہ جامع آیت یہ ہے جو سورہ نحل میں ہے۔ رَانَ اللّٰهُ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَالْإِخْوَانِ فِي الْإِدْبِ وَالْيَهْقِي فِي

شعب الایمان طحاکم و صحہ (روح المعانی ص ۲۰۰ جلد ۱۲)

اور عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ اعظم اور بزرگ ترین آیت، آیت الکرسی اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ اور خیر و شر کے بارہ میں سب سے زیادہ

جامع آیت اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي مُسْتَبْطِلِي الْاِحْسَانِ الْا اور دیر بارہ تفویض و تسلیم یعنی سب کاموں کو اللہ کو سونپ دینے اور اس پر بھروسہ کرنے کے بارہ میں سب سے بڑھ کر یہ آیت ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ الْا اور گنہگاروں کے لیے سب سے زیادہ امید دلانے والی یہ آیت ہے ثَلَاثٌ يُّغْفِرُ لِمَنۢ اَسْرَفَ عَلٰى اَنفُسِهٖمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ الْا

عثمان بن مغلوٹ اور اکثم بن صلیف وغیرہ اسی آیت کو من کو مشرف باسلام ہونے کر یہ آیت اعلیٰ ترین مکارم اخلاق کا حکم دیتی ہے اور تمام بے حیائیوں اور برائیوں سے منع کرتی ہے امام سیوطی نے نقل کیا ہے کہ بعض بنو امیہ اپنے خطبوں کے اخیر میں حضرت علی کو م اللہ جبہ کا غیر مناسب الفاظ سے ذکر کرتے تھے جب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ رجب ۹۹ ہجری میں خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو منسوخ قرار دیا اور حکم دیا کہ خطبے کے اخیر میں یہ آیت پڑھی جائے اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي مُسْتَبْطِلِي الْاِحْسَانِ الْا۔ اور سب سے پہلے خود عمر بن عبدالعزیز نے اس آیت کو خطبہ میں پڑھا۔ بحمدہ تعالیٰ آج بھی یہ سنت حسنہ جاری ہے۔

اور سب سے پہلے خطبہ میں اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي مُسْتَبْطِلِي الْاِحْسَانِ الْا علی النبیؐ۔ الخ خلیفہ مہدی عباسیؑ نے پڑھا۔ بحمدہ اللہ آج تک اس سنت پر بھی عمل جاری ہے۔ (رد المحتار البیان ص ۱۰۶ ج ۱ روح المعانی ص ۱۰۶ ج ۱)

## ایفاء عہد کی تاکید اور غدار بد عہدی کی ممانعت اور تہدید

گزشتہ آیت میں اجمالی طور پر مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کا ذکر تھا اب ان میں سے بعض اہم امور کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں یعنی عہد کی پابندی کی تاکید فرماتے ہیں جس پر تمام دینی اور دنیوی کاموں کا دار و مدار ہے۔

یا یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَتِمُّوْا عٰہِدَکُمْ عَلٰی النَّفْسِ الَّتِیْ نَفْسُکُمْ فِیْہَا ۚ کَذٰلَکَ یُحِبُّ اللّٰہُ الصّٰدِقِیْنَ اور غدار اور بد عہدی منکر اور بھی میں داخل تھی۔

اب آگے خاص طور پر ایفاء عہد کی تاکید اور غدار اور بد عہدی کی ممانعت کا ذکر فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں عام طور پر ان چیزوں کا اہتمام نہ تھا اور عہد و پیمان کی کوئی پرواہ نہ تھی جدھر قوت و کثرت دیکھی اور جھک گئے اور کمزور جماعت کے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال دیا جیسا کہ آج کل مغربی اقوام کا شیوہ ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور تم پورا کرو اللہ کے عہد کو جب عہد کر لو۔ سب سے پہلا عہد جو بندوں نے

خدا کے ساتھ کیا وہ عہد اُٹھتا ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر عہد ہیں خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے وہ سب اس حکم میں داخل ہیں اور ان کا ایفاء واجب اور لازم ہے اور امت تو رُود قسموں کو پختہ کرنے کے بعد اللہ کا نام لینے سے قسم پختہ ہو جاتی ہے اور حالانکہ تم عہد کرتے وقت اور قسم کھاتے وقت اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو اس کے بعد اگر تم نے عہد شکنی کی اور قسم کو توڑا تو معلوم ہوا کہ تمہیں اللہ کی پرواہ نہیں تو خوب سمجھ لو کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو قیامت کے دن تمہارے ایفاء اور عہد شکنی کی جواہر دستا دے گا۔ اور عہد شکنی کر کے تم اس عورت کی مانند بنو۔ جس نے اپنا سوت کا تنے کے بعد توڑ ڈالا اور پوٹی پوٹی کر کے اس نے نوح ڈالا۔ قریش میں ایک عورت تھی جس کا نام ریطہ تھا وہ بڑی بے وقوف اور احمق تھی۔ صبح سے لے کر دوپہر تک خود بھی سوت کا تنی اور اپنی لڑکیوں سے بھی کتواتی۔ جب دوپہر ہو جاتی تو وہ عورت ان کو حکم دیتی کہ جس قدر سوت تم نے کا تا ہے سب توڑ ڈالو۔ ہمیشہ ہی اس کی عادت تھی۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ محض تشبیل ہے کسی عورت کی طرف اشارہ نہیں اس سے فقط مثال دینا مقصود ہے کہ عہد کا توڑنا ایسا ہی ہے جیسے سوت کا تنے کا توڑ ڈالنا۔ حق تعالیٰ نے عہد کے توڑنے کو ناگوار کرنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جس طرح وہ احمق عورت اپنے ناگے کو توڑ دیتی تھی تم اس کی طرح اپنے عہد کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو کیونکہ تم اپنی قسموں کو آپس میں دھوکہ اور غیب اور دغل کا ذریعہ اور بیاد بنانا چاہتے ہو کہ تمہاری قسم سے مطمئن ہو کر دوسرا دھوکہ کھا جائے اور تمہارا یہ قسم توڑنا محض اس بنا پر ہے کہ ایک گروہ مال و دولت اور عددی کثرت میں دوسرے گروہ سے بڑھا ہوا ہے عرب کے لوگ ایک قوم کے ساتھ عہد کر لیتے اور وہ قوم ان کی طرف سے اطمینان کر لیتی۔ پھر جب دوسری قوم کو ان سے مال و دولت اور قوت اور عددی کثرت میں زیادہ دیکھتے تو ان سے عہد کر لیتے اور کمزور قوم کا عہد توڑ دیتے اور جیلے اور بھانے بنا کر ان سے عذر کر دیتے جیسے آج کل مغربی اقوام کا یہ شیوہ بنا ہوا ہے خدا تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور دُعا عہد کا حکم دیا۔

جو ایسی ہیئت کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس حکم سے آزاد کرتا ہے کہ دیکھیں عہد پورا کرتے ہیں یا جس کا پلہ قوت اور کثرت میں جھکا ہوا دیکھا ادر جھک جلتے ہیں اور بے شک اللہ قیامت کے دن اس چیز کی حقیقت

سُورۃ اشارہ اس طرف ہے کہ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَ لَّكُمْ جملہ مستانفہ ہے اور حرف استفہام مقدر ہے امام زائنی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں فقولہ تعالیٰ۔ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَ لَّكُمْ وَخَلَا بَيْنَكُمْ۔ استفہام علی سبیل الانکار۔ والمعنی۔ اَتَّخِذُوا أَيْمَانَ لَّكُمْ وَخَلَا بَيْنَكُمْ۔ بسبب ان تکلون امة ازید فی القویۃ والکثرت من امة الاخری۔ (تفسیر کبیر ص ۳۵۹ جلد ۵) اور بعض مفسرین کرام یہ فرماتے ہیں کہ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَ لَّكُمْ۔ جملہ حالیہ ہے لاکتکون لکم فی ضمیر مستتر سے حال ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم عہد توڑ کر اس احمق عورت کے مشابہ نہ بنو۔ درآنحالیکہ تم قسموں کو آپس میں دھوکہ کا ذریعہ بناؤ۔

کو ظاہر کر دے گا۔ جس میں تم اختلاف کرتے تھے تم نے عہد توڑتے وقت یہ خیال کیا کہ جو جماعت زیہست اور کثیر النعداد ہے اس کے ساتھ ملنے میں عزت ہے سو خوب سمجھ لو کہ یہ عزت نہیں بلکہ ذلت ہے اور دنیا و آخرت میں نفعیوت اور رسوائی کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہاری اس عہد شکنی کی حقیقت کو ظاہر کر دے گا۔ اور سب کے سامنے تم کو فیضیت کرے گا اور یہ دنیا و دار ابتلاء اور دار امتحان ہے اس لیے اس نے تم کو دنیا میں مختلف بنایا ہے کہ تمہارا امتحان کرے اگر وہ چاہتا کہ تم کو ابتلاء اور آزمائش میں نہ ڈالے تو البتہ وہ کر دیتا تم سب کو ایک گردہ کر سب اسلام پر متفق ہوتے لیکن اس کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ باہم رہیں اور ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن بنے رہیں وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور ظالم بنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور دنیا میں اس کو مظلوم بنا دیتا ہے اسی وجہ سے دنیا میں بعض مومن اور اکثر کافر ہیں اور دونوں امتحان کے میدان میں ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ يُخَلِّفُونَ الْأَيَّامَ مِنْ دُونِ رَسُولِ اللَّهِ مُتَبَاغِتِينَ بِالنَّارِ وَلِذَلِكَ خَلَفَهُمُ بَيْنَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى نے اس باہمی اختلاف اور باہمی عداوت کے لیے سب کو پیدا کیا مگر جن پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوا انہوں نے حق سے اختلاف نہیں کیا اور نہ اہل حق کے دشمن بنے۔ بہر حال اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو سب کو ایک دین پر کر دیتا لیکن اس کی مشیت اور حکمت یہ ہے کہ لوگ اس دار ابتلاء (دنیا) میں باہم مختلف رہیں کوئی مادی اور مہندی ہو اور کوئی ضال اور مضل ہو کوئی ظالم ہو اور کوئی مظلوم ہو اور کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس کے ارادہ اور مشیت کی علت اور حکمت پر چڑھے وہ مالک مطلق ہے اس سے کوئی سوال اور باز پرس نہیں ہو سکتی۔ البتہ تم اس کے بندے ہو۔ اس لیے قیامت کے دن تم سے ضرور ان باتوں کی باز پرس ہوگی جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ پھر اس محاسبہ اور مؤاخذہ کے بعد تم میں سے نیچے کار کو جوع لے گی اور گنہگار کو سزا ملے گی اور قیامت کے دن جن چیزوں پر باز پرس ہوگی اس میں تمہارا نقص عہد بھی ہوگا اور عہد شکنی پر خاص طور پر محاسبہ اور مؤاخذہ ہوگا۔

اب آگے پھر اپنے عہد پر قائم رہنے کی تاکید اور بد عہدی پر تہدید فرماتے ہیں۔ اور مت بناؤ اپنی قسموں کو آپس میں دغا اور دخل اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارا قدم جم جانے کے بعد پھسل جائے گا۔ یہ ایک مثل ہے ایسے شخص کی جو سیدھی راہ پر تھا پھر اس کا قدم ڈگلا گیا مطلب یہ ہے کہ جو حق قسموں کو کدو فریب کا ذریعہ بنا کر راہ راست سے نہ ہٹو۔ استقامت کے بعد طریق ہدایت سے ہٹنا بہت بُرا ہے اور تم پچھو دنیا میں سزا اس بات کی کہ تم نے عہد شکنی کر کے لوگوں کو راہ خدا سے روکا کیونکہ تمہیں دیکھ کر دوسرے بھی

عہد شکنی کریں گے اور بڑے مسلم سمجھیں گے کہ جب مسلمان عہد شکن ہیں تو ان کا مذہب بھی عہد شکنی کی تعلیم دیتا ہوگا۔ یا کم از کم ان کے مذہب میں عہد شکنی کی ممانعت نہ ہوگی یہ دیکھ کر غیر مسلم اسلام سے متفرج ہو جائیں گے اور جس کا اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ بھی ہوگا وہ اسلام میں داخل نہ ہوگا اس طرح

تم لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے کا ذریعہ بنو گے۔ اور تم کو دنیا میں اس کی برائی چھنی ہوگی اور آخرت میں تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ جو دنیا کے عذاب سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ اور چونکہ انسان بعض مرتبہ مال و منال اور جاہ و جلال کو دیکھ کر حرص و طمع میں عہد شکنی کرتا ہے اس لیے آئندہ آیت میں اس کی ممانعت فرماتے ہیں۔

اور اللہ کے عہد کے عوض میں دنیا کا تھوڑا سا مول نہ لو یعنی دنیاوی مال و منال کے حصول کی غرض سے عہد شکنی نہ کرو اور اللہ کے نزدیک ساری دنیا ہی متاعِ قلیل ہے بے شک جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے عہد پورا کرنے کے لیے وہ کہیں بہتر ہے اس مال و متاع سے جو تم کو عہد شکنی پر حاصل ہوا اگر ہو تم جانتے۔ خوب سمجھ لو کہ دنیا کا جو عارضی مال و منال ہے وہ بڑھ جائے گا اور ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور جو اجر و ثواب دارِ آخرت میں اللہ کے پاس تمہارے لیے ذخیرہ ہے وہ باقی رہے گا اس کے لیے فنا و درودال نہیں باقی کے بدلہ میں فانی کو اختیار کرنا نادانی ہے مگر باقی کی امید پر اس دارِ فانی کے فانی مال و متاع کو ترک کرنے کے لیے صبرِ عظیم چاہیے اور یہ خیال نہ کرو کہ اس صبر کا اجر مشکوک اور بھوکا ہوگا۔ بلکہ قطعی اور یقینی ہے ہم پختہ وعدہ کرنے ہیں کہ ان لوگوں کو جہنم لے بیٹھنے عہد اور دیگر احکامِ دین کی بجا آوری میں جو تکلیف اور مصائب پیش آئیں ان پر صبر کیا۔ یعنی باوجود کفار کے جو دھم کے صبر سے کام لیا اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے ہم ضرور ان کو اجر دیں گے اور ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ دیں گے کہ ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس دیں گے جو ہر حال میں ان کے عمل سے بہتر ہوگا یا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے ایسے بہترین عمل یعنی صبر کا اجر دیں گے۔ اور صبر کا اجر بے حساب ہوگا اور صبر کو احسن اعمال اس لیے فرمایا کہ تمام اعمال صالحہ کی جزا اور نیا د صبر ہے یا یہ معنی ہیں کہ ہم اہل کو بہترین اعمال کے اعتبار سے اجر و ثواب دیں گے یعنی ادنیٰ عمل کے مقابلہ میں وہی اجر و ثواب دیں گے جو اعلیٰ اور بہترین عمل کے مقابلہ میں دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے سارے اعمال قبول کریں گے اور کتر کا ثواب بہتر دیں گے (روح المعانی صفحہ ۱۲) یہاں تک ایفا عہد کی تاکید اور نقض عہد پر تہدید بھی آئندہ آیت میں تمام اعمال صالحہ کے متعلق ایک عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں جس نے نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ صاحبِ ایمان ہو اس لیے کہ بغیر ایمان کے اعمال صالحہ مقبول نہیں تو ہم ایسے شخص کو دنیا میں پاکیزہ زندگی عطا کریں گے یعنی اس کو طالعِ روزی اور قناعت اور بھلائی کی توفیق دیں گے یہ پاکیزہ زندگی ہے جو شخص کفایتِ یسعی بقدر کفایتِ رزق پر قناعت کرے اور حرص و طمع میں نہ پڑے اس کی زندگی پاکیزہ ہے اور جو حرص و طمع میں پڑا اس کی زندگی بڑی گندی ہے اور ہم ان کو ان کے اعمال کا بہترین ثواب دیں گے جو ان کے اعمال سے کہیں بہتر اور برتر ہوگا حیاتِ طیبہ سے سکون اور اطمینان کی زندگی مراد ہے اور یہ زندگی مطیعین اور صالحین کو حاصل ہوتی ہے۔ حضراتِ انبیاء اور اولیاء کو مصائب اور تکلیف ضرور پیش آتی ہیں رنج و غم بھی لاحق ہوتا ہے لیکن پریشانی نہیں ہوتی۔ جو حیاتِ طیبہ کے منافی ہو۔ ہر چہ ازد و دوستی رسد نکو است بلکہ ایامِ دوست بر اثر انعام و دوست کا مضمون ہوتا ہے۔ مصائب پیش نہ آئیں تو صبر کی فضیلت کہاں سے حاصل ہو دوا اگر تلخ



بھی ہو تو بہز اور رضا اور غنیمت اس کو استعمال کرتے ہیں کیونکہ نظر ان کے فوائد اور منافع پر ہوتی ہے بہر حال ایمان اور عمل صالح سے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت اور مشغلت اور قناعت اور رضا و تسلیم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ایسی راحت بخش اور پُر نطفہ و پرسکون زندگی گذرتی ہے جہاں بغیر اور درویشی میں امیری بھی پہنچ معلوم ہونے لگتی ہے دوا اگرچہ طبعاً تلخ ہوتی ہے مگر عقلاً شیریں اور خوشگوار ہوتی ہے کیونکہ عقل کی نظر دوا کے فوائد پر ہوتی ہے اسی طرح مصائب و آلام میں صاحب بصیرت کی نظر مصائب کے اجر اور ثمر پر ہوتی ہے کہ ان مصائب کا ثمرہ رضا و خدادندی اور تکفیر سیئات اور رفع درجات ہے ایسی حالت میں رنج و غم صبر و استقامت اور فرحت سے بدل جاتا ہے۔ دنیاوی زندگی میں اگرچہ راحت اور آرام کے کتنے ہی سامان کیوں نہ ہوں مگر تفکرات اور ترددات بھی ساتھ لگے ہوتے ہیں اور بقدر کفایت حلال روزی اور قناعت اور رضا بالقضاء اللہ کی عجیب نعمت ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قناعت کی دولت عطا کی ہے وہ تنگ دستی اور قلت معیشت کے حالات میں بھی پریشان نہیں ہوتے ان کے دل میں حسد اور طمع اور غرض سے پاک و صاف ہوتے ہیں ان کے اخلاق و عادات ایسے شائستہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص ان سے محبت کرنے لگتا ہے کوئی ان کا دشمن نہیں ہوتا ایسی زندگی پاکیزہ ہوتی ہے۔

خوش آنانی کہ از غم رستگارند  
بحسب بے خودی بنشیند گارند  
چو شب خپند بے کین دستیزند  
سحر آسان کری خپند و خیزند  
نہ زیشان بردل مردم غبارے  
نہ از مردم بریشان تیج بارے

## تعلیم طریقہ حفاظت از شر شیطانی

ادھر کی آیت میں نیک کام کرنے والوں کی بشارت کا ذکر تھا اور ظاہر ہے کہ عمل صالح کی صلاح اور دوستی اس پر موقوف ہے کہ وہ شیطان کے دھوسے سے محفوظ رہے اس لیے آئندہ آیت میں وہ تعلیم فرماتے ہیں جس سے اعمال و سادس شیطانی سے محفوظ رہیں اور وہ تو وہ ہے یعنی اللہ سے بے نیاز مانگنا۔

یایوں کہو کہ گزشتہ آیت میں عمل صالح کا ذکر تھا اور قرآن کی تلاوت بہترین عمل صالح ہے اور قرب خدادندی کا بہترین ذریعہ ہے اس لیے آیت آئندہ میں قرأت قرآن کا ادب بیان فرماتے ہیں۔ پس

اے بندہ اگر تو اعمال صالح میں سے قرأت قرآن جیسے عمل صالح کا ارادہ کرے تو اللہ کی بناہ و عہدہ دارانہ سے شیطان سے کیونکہ استغاثہ بھی عمل صالح ہے جو شیطان سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے تحقیق شیطان کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لے آئے اور اپنے ہر در و کار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اسے دوست بنائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے اشاروں پر چلتے ہیں جس طرح چاہتا ہے

شیطان ان کو انگلیوں پر بٹھاتا ہے اور اس کا قابو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس کے بہکانے سے متحرک کرتے ہیں۔ بعض مرتبہ اگرچہ اہل ایمان بھی شیطان کے بہکانے سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور دھوکا کھا جاتے ہیں مگر اہل ایمان شیطان کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں جب شیطان ان کو بہکاتا ہے تو مضمی الوسیع اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور اگر کسی وقت بخفی کھا جاتے ہیں تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور توبہ واستغفار کرنے لگتے ہیں کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰتَوْا اٰمَنُوْهُمْ مَا كُنْتُ مِنَ الشَّیْطٰنِ شَدْکُوْرًا فَاِذَا هُمْ مُنْمِرُوْنَ وَاِخْوَانُهُمْ یَمْدُوْهُمْ فِيْ الْغٰیۃِ شَرًّا لَا یُقْصِرُوْنَ۔ سفیاء خورئ فراتے ہیں کہ شیطان کے زور کے معنی یہ ہیں کہ بے دھوک گناہ کرتے ہیں اور شرماتے نہیں اور توبہ نہیں کرتے۔

وَ اِذَا بَدَّلْنَا آیَۃً مَّکَانَ آیَۃٍ ۙ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنْزِلُ

اور جب تبدیلیاں ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری، اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتاتا ہے

قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتِرٌۢ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۱۱

تو کہتے ہیں تو تو بنالانا ہے یوں نہیں پر ان بہتوں کو خبر نہیں -

قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ سَرِّبِكَ بِالْحَقِّ

تو کہہ، اس کو اُتاتا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق

لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدٰی وَ بَشٰرٰی

تا ثابت کرے ایمان والوں کو اور راہ کی سوجھ اور خوشخبری

لِلْمُسْلِمِیْنَ ۝۱۲ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا

مسلمانوں کو - اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کو

یَعْلَمُهُۥۤ اَبَشْرٌۢ لِّسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِۥۤ اَعْجَبٰۤی

تو سکتا ہے آدمی - جس پر تعریف کرتے ہیں اس کی زبان ہے ادب ہی،

وَ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝۱۳ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا

اور یہ زبان عربی صاف - جن کو اللہ کی باتیں

يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ

یقین نہیں آیتیں ، ان کو اللہ راہ نہیں دیتا ، اور ان کو

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۱۰۳ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا

دُکھ کی مار ہے ۔ جھوٹ بناتے وہ ہیں جن کو

يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۱۰۴

یقین نہیں اللہ کی باتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں ۔

## منکرین نبوت کے چند شبہات اور ان کے جوابات

قال الله تعالى . وَإِذَا بَدَلْنَا آيَةً مِّمَّا كَانَتْ آيَةً --- الی --- كَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ه  
(ربط) اب یہاں سے منکرین نبوت کے چند شبہات نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ اصول  
دین میں پہلی اصل تو حید ہے اور دوسری اصل نبوت ہے دلائل توحید کے بعد نبوت کے متعلق چند  
شبہات کا جواب دیتے ہیں۔ قرآن مجید کا جب کوئی حکم منسوخ ہو جاتا تو کفار کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
اپنے اصحاب سے سغریہ پن کرتے ہیں کبھی ایک چیز کا حکم دیتے ہیں اور پھر اس سے منع کر دیتے ہیں۔  
وَإِذَا بَدَلْنَا آيَةً مِّمَّا كَانَتْ آيَةً میں اس شبہ کا ذکر فرمایا اور بتلادیا کہ نسخ احکام کے مصلح کو ہم خوب  
جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔ اللہ کا ہر حکم مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔

اور منکرین نبوت دوسرا شبہ یہ کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین اور امام سابقہ  
کے حالات کسی سے سن کر اور دیکھ کر آتے ہیں اور ان سنی سنائی اور سیکھی سکھائی باتوں کو اللہ کا کلام کہہ  
کر لوگوں کے سامنے آکر بیان کر دیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ  
إِنَّمَا يُعِثُّمُهُ بَشَرٌ۔

اس آیت کریمہ میں ان کے اس شبہ کا جواب دیا کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آپ کسی سے سن  
کر یہ قصے بیان کرتے ہیں تو یہ بتلاد کہ ایسی فصیح و بلیغ عبارت آپ نے کیسے بنائی جس کے معارضہ اور مقابلہ  
سے تمام بلغاء عرب عاجز و درماندہ ہیں کیا یہ عربی عبارت بھی اسی غلام نے آپ کو سکھائی ہے وہ غلام  
تو بچی ہے۔ عربی زبان میں بات بھی نہیں کر سکتا۔ یہ فصاحت و بلاغت تو درکار اور اگر بالفرض یہ بھی مان  
لیا جائے تو تم بھی اس عجیب غلام سے قرآن جیسی ایک سورت بنوالاؤ۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور ایک آیت اور حکم منسوخ کر کے دوسری آیت اور دوسرا حکم نازل کرتے ہیں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے اور جو حکم اس نے پہلے نازل کیا اور جو بعد میں نازل کیا اس کی حکمت اور مصلحت وہی خوب جانتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ بس تو تو مسخری ہے اپنی طرف سے ایک حکم بناتا ہے اور اپنے ساختہ اور پرداختہ کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اللہ کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ ایک حکم کو نازل کرے اور پھر اسے منسوخ کر دے اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا یہ جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ جو حکم نازل کرتا ہے وہ اس کی حکمت اور مصلحت کو خوب سمجھتا ہے جس وقت جو حکم مناسب معلوم ہوتا ہے وہی حکم دیتا ہے اس کی مثال طبیب کا نسخہ بدلنے کی ہے طبیب کا نسخہ نہ پہلا غلط ہے نہ پچھلا۔ طبیب مرض کے حال کے مطابق نسخہ تجویز کرتا ہے پس اس پر اعتراض کرنا حماقت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ تو مسخری نہیں بلکہ ان میں کے اکثر جاہل اور نادان ہیں نسخ احکام کی حکمت اور مصلحت کو نہیں سمجھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام اور اس کا پیغام ہے جس کو پاک روح یعنی جبرئیل امین تیرے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ لے کر نازل ہوئے اس میں کذب اور افتراء کو ذرہ برابر دخل نہیں۔ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے مرتبہ اعجاز کو چنپا ہوا ہے اور معنوی انوار و برکات کے لحاظ سے قلب کو منور اور دلہن کر دیتا ہے پروردگار عالم نے یہ کلام بندوں کی تربیت کے لیے نازل فرمایا ہے تاکہ اہل ایمان کو دین پر ثابت قدم رکھے اور ان کی نورانیت اور قوت اور سکینت اور طہنیت میں زیادتی کرے تاکہ ان کے پائے استقامت میں تزلزل نہ آئے پائے اور سمجھ جائیں کہ ہمارا پروردگار ہمارے احوال سے خردار ہے۔ اور اطاعت شعاروں کے لیے ہدایت اور بشارت بنے۔ ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ ظلمت و تاریکی میں ان کی راہ نمائی کرے اور راہ حق ان کو سمجھا دے اور تہلادے۔ اور بشارت کا مطلب یہ ہے کہ فرمانبرداروں کو جنت کی خوشخبری دے تاکہ یہ مسلمین، مؤمنین، مخلصین کے درجے کو پہنچ جائیں۔

## کافروں کا دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

اور البتہ تحقیق ہم خوب جانتے ہیں کہ کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن نہ اللہ کا کلام ہے اور نہ کوئی وحی اس کو لے کر نازل ہوا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو ان کو ایک آدمی سکھاتا ہے۔ مکہ میں بلعام نامی ایک نصرانی لوہار تھا اس کی زبان عجی تھی۔ مشرک کہتے تھے کہ محمد کو قرآن بلعام سکھاتا ہے خدا تعالیٰ نے ان کے اس بہتان کا یہ جواب دیا کہ زبان اس شخص کی جس کی طرف وہ قرآن کے سکھانے کو منسوب کرتے ہیں عجی ہے اور غیر فصیح ہے اور یہ قرآن صاف اور فصیح عربی ہے اور ایسا فصیح و بلیغ ہے کہ نصحاء و بلغاء اس کے معارضہ سے عاجز اور درماندہ ہیں پس جو شخص صاف عربی بولنے پر

بھی قادر نہ ہو وہ دوسرے کو ایسا نفع و بلوغ کلام کیونکر سکھا سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ قرآن نہ تعلیم بشری ہے اور نہ خود آپ کا ساختہ اور پرداختہ ہے بلکہ وحی ربانی اور منزلی سبحانی ہے ایسے علوم و معارف اور مکارم اخلاق اور محاسن آداب اور ایسی فصاحت و بلاغت ایک عجیب و غریب کمال کے پاس کہاں سے آئی بفرض محال اگر یہ فضل و کمال کسی دہار کے پاس ہوتا تو دنیا اس کے قدموں میں گر جاتی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نام بھی نہ لیتا بہر حال ایسی مہمل بات سوائے کور باطن کے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ عقلاً یہ بات ناممکن ہے کہ ایسا فاضل معلم جس نے آپ کو ایسے عجیب و غریب علوم کی تعلیم دی کہ دنیا اس کے نام سے بھی واقف نہ ہو حتیٰ کہ مکہ کے لوگ بھی اس سے واقف نہ ہوں اگر آپ نے کسی معلم سے تعلیم پائی ہو تو کم از کم حضور پر نور کے برابر تو تاریخ میں اس کا نام و نشان ملتا۔ بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔ اور باوجود دلائل و امارات کے اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ اللہ ان کو دنیا میں راہ راست نہیں دکھاتا اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے اور معاذ اللہ یہ لوگ جو آپ کو مغزی بتلاتے ہیں آپ مغزی نہیں مغزی اور جھوٹ بنائے والے وہ لوگ ہیں جو دیدہ دانستہ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے اور حقیقت میں ایسے ہی لوگ جھوٹے ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ الْبَشَرُ۔ اور دیدہ دانستہ جھوٹ بولتے ہوئے نہیں جھپکتے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۙ اِلَّا مَنۡ اُكْرِهَ

جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لائے پیچھے گردہ نہیں جبر پر زبردستی

وَقَلْبُهُۥ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مِّنۡ شَرٍّ

کی اور اس کا دل برقرار رہے ایمان پر لیکن جو کوئی دل کھول کر

بِالْكُفْرِۙ صَدْرًاۙ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌۭ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ

منکر ہوا، سو ان پر غضب ہے اللہ کا ، اور ان کو

عَذَابٌۭ عَظِيمٌۭ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعْبُوْا الْحَيٰوةَ

بڑی مار ہے ۔ یہ اس واسطے کہ انہوں نے عزیز رکھی

اللّٰهُ نَبِيًّا عَلٰی الْاٰخِرَةِ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

دنیا کی زندگی آخرت سے ، اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگوں

الْكَافِرِينَ ۝ اُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

کو - وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے ان کے دل پر

وَسَمِعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۸

اور کانوں پر اور آنکھوں پر - اور وہی ہیں بے ہوش -

لَا جَرَمَ اَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمْ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹

آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں -

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا

پھر یوں ہے کہ تیرا رب، ان لوگوں پر کہ دین چھوڑا ہے بعد اس

فِتْنٰۤا ثُمَّ جِهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ

کے کہ بچلائے (آزمائے) گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے، تیرا رب ان

بَعْدَهَا تَغْفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۰

اتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

## حکم مرتد

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی - مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْسَانِهٖۙ ... اِلٰی ... تَغْفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(ربط) اگر شتہ آیت میں ان مجرمین کا ذکر تھا جو شواہد نبوت اور دلائل رسالت دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر مجرم وہ لوگ ہیں کہ جو ایمان لانے اور تسلیم کرنے کے بعد شیطان کی شہادت اور نفسانی دساوس سے متاثر ہو کر حق سے منحرف اور برگشتہ ہو جائیں۔ یعنی ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جائیں۔ ان آیات میں مرتد کے عذاب اور سزا کا بیان ہے مگر اس عذاب سے وہ شخص مستثنیٰ ہے کہ جو بحالت مجبوری اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ کفر محض زبان سے بول دے اور دل اس کا ایمان پر قائم اور مستحکم ہو تو ایسا شخص گنہگار نہ ہوگا۔ صحابہ کرام سے اس قسم کے کچھ واقعات منقول

ہیں۔ بعض نے توحان جانی گوارا کی مگر کلمہ کفر زبان سے نہ نکالا اور عزیمت پر عمل کیا اور بعض نے رخصت پر عمل کیا کہ زبان سے تو کلمہ دیا مگر دل سے ایمان پر ثابیت قدم رہے۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی فضیلت بیان کی جنہوں نے کفار کی ایذا رسانی پر صبر کیا۔ اور ایمان پر قائم رہے اور اپنے گھروں کو اللہ کے لیے چھوڑ دیا۔ دنیا پر لات ماری اور آخرت کی راہ کی چابچہ فرماتے ہیں اور جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر کرے اور کافروں کے مغالطہ دینے سے کہ یہ قرآن اللہ کی وحی نہیں بلکہ کسی بشر کی تعلیم ہے یا خود اس کا ساختہ، پراختہ کلام ہے۔ کوئی شخص مرتد ہو جائے تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہے مگر وہ شخص جس پر زبردستی کی گئی اور اس لیے بحالت مجبوری محض زبان سے لفظوں میں کافروں کی موافقت کر لی اور دل اس کا ایمان کے ساتھ مطمئن ہے دل کے اندر کوئی تزلزل اور نذب نہیں تو ایسے شخص پر مواخذہ نہیں دیکھیں جس نے دل کھول کر کفر کیا اور دل سے اس پر راضی ہو گیا۔ تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے یہ بڑا عذاب اور غضب اس لیے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو عزیز اور محبوب رکھا اور بسبب اس بات کہ اللہ ایسے کفار کو ہدایت اور توفیق نہیں دیتا کہ جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ ارتداد اور کفر برا اقدام اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے ان کو ایمان کی توفیق نہیں دی اور کفر سے ان کو نہیں بچایا چونکہ یہ لوگ دیدہ دانستہ الٹی راہ پر چلے اس لیے خدا نے ان کو اپنی ہدایت اور توفیق سے — محروم کر دیا بلکہ ایسے ہی لوگوں کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر مہر کر دی کہ نہ حق کو سمجھ سکیں اور نہ سکیں اور نہ دیکھ سکیں ان کے عناد اور سرکشی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو حق سے اندھا اور بہرا اور احمق بنادیا اور خدا تعالیٰ تو مالک مطلق ہے۔ بوجہ بھی جس کو چاہے اندھا اور بہرا بنائے اور یہ لوگ تو حق سے بالکل ہی غافل ہیں ان کی غفلت تو انتہا کو پہنچ چکی ہے آخرت کی غفلت سے بڑھ کر کوئی غفلت نہیں۔ لہذا یہ لوگ آخرت میں بڑے خسارہ والے ہیں اس لیے کہ عمر، بیز کا سارا سرمایہ دنیا کے بازار میں لٹا دیا اور آخرت کے بازار میں مفلس اور قلاش اور خالی ہاتھ پہنچے اب سوائے حسرت کے کیا ہاتھ آئے گا۔

ازین صدی مرتد

قیامت کہ بازار میں نہ ہند	منازل باعمال نیکو دہند
بضاعت بچند آنکہ آری بُری	دگر مفلسی شرمساری بُری
کہ بازار چنڈا آنکہ آگندہ تر	تہیدست رادل پر آگندہ تر
کیے راکر حسن ملل بیش تر	بدر گاہ حق منزلت بیش تر

حق تعالیٰ نے ان آیات میں کافروں کے چھ وصف بیان کیے۔

اول - وہ غضب الہی کے مستحق ہوئے۔

دوم - عذاب عظیم کے مستحق ہوئے۔

سوم - حیات دنیاوی کو ارضوی حیات کے مقابلہ میں عزیز اور محبوب رکھا۔

جہاد - حران از پارت خداوندی -

نجم - دل اور آنکھ اور کان پر ہر گناہ

ستشم - غفلت میں انتہا درجہ کو پہنچ جانا - نعوذ باللہ من ذلک کلمہ -

یہ تو ان غافلین کا حال اور مال ہوا پھر ان کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ ہے جو بجائے غضب اور عقوبت کے رضا اور رحمت کے مورد بنے وہ مہاجرین اولین کا گروہ ہے ان کی بابت ارشاد ہے - بے شک تیرا پروردگار ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے کافروں کی ایذا رسانی اور ستم رانی کے بعد ہجرت کی اور پھر کافروں سے جہاد بھی کیا یعنی فقط ترک وطن پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خدا کی راہ میں اپنی قوم کے کافروں سے جہاد بھی کیا تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفر ذلیل و خوار ہو اور اس ماہ میں جو بھی مصائب پیش آئے ان پر صبر کیا اور ان مصائب میں اسلام پر ثابت قدم رہے پائے استقامت میں کوئی تزلزل نہیں آیا تو بے شک آپ کا پروردگار ایسے اعمالِ فاضلہ ہجرت اور جہاد اور صبر کے بعد ان کے گناہوں کی مغفرت کرنے والا بڑا مہربان ہے ایسے لوگوں کی مغفرت اور رحمت میں کوئی شبہ نہیں -

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَ

جس دن آوے گا ہر جی ، جواب سوال کرتا اپنی طرف سے

تَوَقَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا

اور پورا ملے گا ہر کسی کو جو اس نے کیا ، اور ان پر

يُظْلَمُونَ ﴿۱۱۱﴾

ظلم نہ ہو گا -

## ذکر جزائے آخرت

قال الله تعالى - يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا... إلخ... وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ.

(رابطہ) گزشتہ آیات میں ال ایمان کے لیے وعدہ اور اہل کفر کے لیے وعید کا ذکر تھا اب اس آیت

میں اس وعدہ اور وعید کے ظہور کا وقت بیان کرتے ہیں اصل عذاب اور ثواب تو مرنے کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے مگر اس کا پورا ظہور قیامت کے دن ہو گا یعنی جس دن کو کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک



اپنی اپنی فکر میں ہوگا اور ہر نفس اپنی طرف سے مجاہدہ کرے گا اور خویش و اقارب کو بھی بھول جائے گا۔ اور اپنی ربانی کے لیے جھوٹے سچے عذر کرے گا لیکن اس کی حجت اور ساری عذر معذرت بے سود ہوگی اور ہر جان کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ نہ ثواب میں کمی ہوگی نہ عذاب میں زیادتی ہوگی۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً

اور بتائی اللہ نے کہا دت ، ایک بستی تمہیں چھین اسن سے

مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ

پہل آتی تھی اس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے ،

فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ

پھر ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی پھر پکھایا اس کو اللہ نے مزہ کہ

الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ

ان کے تن کے پیرے ہوئے بھوک اور ڈر بدلہ اس کا جو کرتے تھے ۔ اور ان کو

جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ

بہنچ چکا رسول انہی میں کا ، پھر اس کو جھٹلایا پھر پکڑا ان کو

الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۳﴾ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ

عذاب نے اور وہ گنہگار تھے ۔ سو کھاؤ جو روزی دی تم کو

اللَّهُ حَلَالٌ طَيِّبًا ۖ وَأَشْكُرُوا نِعْمَتَ

اللہ نے حلال اور پاک ، اور شکر کرد اللہ کے

اللَّهُ إِنَّ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۱۴﴾ إِنَّمَا

احسان کا اگر تم اسی کو پوجتے ہو ۔ یہی

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزُرِ وَمَا

حرام کیا ہے تم پر مڑہ اور لہر اور سور کا گوشت اور جس

اُہل لَیْغِیْرِ اللّٰهِ بِهِ فَمِنْ اضْطَرُّ غَیْرَ بَاغٍ وَلَا

پر نام پکارا اللہ کے سوائے کسی کا۔ پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے د

عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۵ وَلَا تَقُولُوا لِمَا

زور کرتا ہو نہ زیادتی، تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور مت کہو اپنی

تَصِفُ السِّنُّكُمْ الْكِذْبَ هَذَا حَلٌّ وَهَذَا

زبانوں کے جھوٹ بتانے کے۔ کہ یہ حلال ہے اور یہ

حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكِذْبَ إِنَّ الَّذِينَ

حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو

يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكِذْبَ لَا يَفْلِحُونَ ۝۱۶ مَتَاعٌ

جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ نہیں پاتے۔ تھوڑا

قَلِيلٌ ۝۱۷ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۸ وَعَلَى الَّذِينَ

سا برتیں اور ان کو دکھ کی مار ہے۔ اور جو لوگ

هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا

یہودی ہیں اُن پر ہم نے حرام کیا تھا جو تجھ کو سنا چکے ہیں۔ اور ہم

ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝۱۹ ثُمَّ

نے ان پر ظلم نہیں کیا، پر اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے۔ پھر

إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا

یوں ہے کہ تیرا رب اُن لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے، پھر توبہ

مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا

کی اس کے پیچھے ، اور سنوار پکڑی . تیرا رب ان باتوں کے پیچھے

لَغُفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۱۹)

بخشنے والا مہربان ہے ۔

## تہدید بآفات دنیویہ بر مصیبت و کفران نعمت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى . وَمَنْ رَبُّ اللَّهِ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً .. الخ ... لَغُفُورٌ رَّحِيمٌ .

(ربط) گزشتہ آیات میں کفر اور مصیبت پر عذاب اُخروی کا ذکر تھا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ بعض مرتبہ دنیا میں بھی کفر اور مصیبت اور کفران نعمت پر طرح طرح کی آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں ۔ جیسے قحط سالی اور عام بیماری اور بسا اوقات کفر اور کفران نعمت دنیا میں زوال نعمت کا سبب بن جاتا ہے ۔ جیسا کہ مکہ کے لوگ سات سال تک شدید قحط میں رہے یہاں تک کہ مرے ہوئے جانوروں کی ہڈیاں کھانے لگے اور صنعت اور ملاحتی سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا بالآخر مجبور ہو کر سرداران قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی ۔ اور آپ کی دعا سے یہ مصیبت دور ہوئی ۔ بعد ازاں حق تعالیٰ نے اس حاکم حَرَمَ عَنكُمُ الْمَيْتَةَ سے یہ بتلایا کہ کوئی چیزوں کا کھانا حرام ہے کہ ان کے کھانے سے پرہیز ضروری ہے ۔ اور پھر وَ عَلَى الَّذِينَ هَكَذَا حَرَّمْنَا سے یہ بتلایا کہ یہود پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بعض پاکیزہ چیزیں دنیا ہی میں حرام کر دی گئی تھیں لہذا تم کو چاہیے کہ حلال و حرام کے احکام کو پوری طرح ملحوظ رکھو اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال و حرام نہ بناؤ اور غلطی سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو یہ نہ کرو ۔ اللہ کی بخش دے گا ۔ مطلب یہ ہے کہ حلال کھاؤ ۔ اکل حلال سے روح کا مزاج درست رہتا ہے اور حرام سے ہجو حرام سے انسان کا دل اور روح فاسد اور خراب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو ۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کفران نعمت کے وبال پر تنبیہ کرنے کے لیے ایک بستی کی مثال بیان کی کہ وہ بستی امن و امان اور سکون والی تھی ۔ اس بستی کے لوگ آسودہ تھے اور ان کو کسی کی لوٹ مار اور فارت گری کا اندیشہ نہ تھا ۔ اس بستی میں بسنے والوں کا رزق فراغت اور کثرت کے ساتھ ہر جگہ سے یعنی اطراف و جوانب سے آتا تھا پس اس بستی والوں نے اللہ پاک کی نعمتوں کی ناشکری کی تب اللہ نے اس بستی والوں کو بھوک اور خوف کا لباس پہنچایا یعنی امن اور سکون کی جگہ خوف ہراس آگیا ۔ اور رزق کی وسعت اور کثرت کی بجائے بھوک اور قحط نے آپکڑا ۔ اللہ نے ان کو خوف اور

بھوک کا مزہ بھی خوب چکھادیا اور اس بھوک اور خوف نے ان کو ہر طرف سے پکڑ لیا جیسے کپڑا اپنے پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ سزا میں اس کی جو وہ کرتے تھے یعنی اللہ نے جو ان کو بھوک اور خوف کا لباس چکھایا یہ ان کے اعمال کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی۔ حَسْرَبَ اِنَّهُمْ مَمْلُؤًا قَرْيَةً کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اول یہ کہ اس سے کوئی معین قریہ مراد ہے یعنی مکہ معظمہ مراد ہے جہاں کے باشندے متواتر سات برس تک قحط میں مبتلا رہے اور اطراف و جوارب سے جو غلہ آتا تھا اس کا آنا بند ہو گیا یہاں تک کہ انہوں نے جلی ہوئی ہڈیوں اور مردار اور کتوں کو کھایا اور وہ پہلا اسن والہینان جاتا رہا۔ ہر وقت خوف میں رہنے لگے یہ خدا تعالیٰ نے بطور تمثیل اہل مکہ کی حالت بیان فرمائی۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قریہ سے غیر معین بستی مراد ہے کیونکہ وہ مکہ لایا گیا ہے۔

## نکتہ

اس آیت یعنی فَكَذَّاهُمْ اِنَّهُمْ رَلَسَ الْجُوعُ وَ الْخَوْفُ میں یہ فرمایا کہ اللہ نے اس بستی والوں کو بھوک اور خوف کا لباس چکھایا اور یہیں فرمایا کہ اس کو بھوک اور خوف کا لباس پہنایا حالانکہ لباس تو پہنایا جاتا ہے چکھایا نہیں جاتا دوسرا اس کی یہ ہے کہ یہ آیت درحقیقت دو استعاروں کو متضمن ہے ایک اعتبار سے جوع اور خوف کی حالت مذوات کے مشابہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کو دیکھ کر کچھ لیتا ہے تو اس کا ادراک اور احساس مکمل ہو جاتا ہے دیکھنے اور چھونے سے پورا احساس نہیں ہوتا۔ لہذا آیت میں لفظ اِذْ اَقْنَتْ اس لیے استعمال فرمایا کہ ان کو بھوک اور خوف کا مزہ اچھا کر بلا دیا کہ بھوک اور خوف ایسی چیز ہے یہ تو دنیا میں ہوا کہ مصیبت کا مزہ چکھایا۔ بھوک اور خوف کا اصل کھانا تو جہنم میں ملے گا۔ کھانے کو زقوم اور پینے کو طہلین اور حمیم کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ کھانا اور پینا چونکہ انسان کے اندر چھپتا ہے اور اندر ہی اندر اس کا اثر ظاہر ہوتا رہتا ہے اور لباس ایک ظاہری چیز ہے اس لیے بھوک اور خوف کا باطنی اور اندرونی اثر بیان کرنے کے لیے اِذْ اَقْنَتْ کا استعارہ کیا اور ظاہری اثر بیان کرنے کے لیے لباس کا استعارہ کیا اور بھوک اور خوف کے لیے لباس کا استعارہ اس لیے کیا کہ جس طرح لباس آدمی کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے اسی طرح بھوک اور خوف نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور پوری طرح اپنے اندر چھپایا اور چونکہ لباس ایک ظاہری شے ہے جو ظاہر میں نظر آتا ہے اسی طرح بھوک اور خوف کا اثر ان کے ظاہر سے دکھائی دیتا ہے کہ چہرے زرد ہو گئے تھے اور بدن دبے اور لاغر ہو گئے تھے اور اس ظاہری نعمت کے علاوہ بڑی بھاری نعمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے ان لوگوں نے اس نعمت عظمیٰ کی بھی ناشکری کی اور وہ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی کے پاس انہی میں سے منجانب اللہ ایک رسول آیا جن کی صداقت اور امانت سے بخوبی واقف تھے پس ان کو چھلایا تب ان کو بھوک اور خوف کے عذاب نے آپکڑا اور ان کا حلیہ کہ وہ ظلم پر کمر بستہ تھے پس کبھی قحط میں مبتلا ہوئے اور کبھی قتل اور اسیر ہوئے اور مہاجرین اور انصار جو خدا کے لشکر گزار بندے تھے ان کو خوف کے بعد ان کو دیدارِ تنگی کے بعد ان کو دیدارِ فقر کے بعد ان کو دیدارِ زمین پر ان کو حکمران بنایا۔

گزشتہ آیات میں شکر کا حکم اور کفرانِ نعمت کی ممانعت کا ذکر تھا۔ اس لیے آئندہ آیات میں اہلِ حلال کا حکم دیتے ہیں کیونکہ اہلِ حلال ذریعہٴ شکر ہے چنانچہ فرماتے ہیں پس لے مسلمانو! تم کفر اور شرک اور کفرانِ نعمت سے دور رہو اور اللہ نے جو حلال اور پاک روزی تم کو دی ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو۔ شکر سے تم کو اللہ اور زیادہ نعمتیں دے گا اگر تم خالص خدا کا بندہ بننا چاہتے ہو تو اس کے حکم پر جانیں چیز کو اس نے حلال کیا کیونکہ اللہ اور جس چیز کو اس نے حلال کیا اس سے پرہیز کرو اور اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال اور حرام نہ کرو۔ جزا یہ نیت کہ حرام کیا ہے اللہ نے تم پر مہر دار اور خون اور سوراخ گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو جانور بقصد تقربِ غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو اور پھر اسی نیت سے اس کو ذبح کر دیا گیا ہو گوشت بوقت ذبح اس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو تو یہ جانور حرام ہے۔

اور بعض مفسرین نے مَا أَهْلُ بِہِ لَعْنَتِہِ اللہ کی تفسیر ذبح کے ساتھ کی ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت کے لوگ ذبح کے وقت بھی غیر اللہ کا نام لیتے تھے اور ان کی نیت اور قصد بھی غیر اللہ کے تقرب کا ہوتا تھا یہ صورت باجماع امت حرام ہے اس کی حرمت میں کسی کو کلام نہیں بلکہ کلام اس میں ہے کہ قرآنِ کریم میں لفظ "بلا" آیا ہے اس کے معنی ذبح کے ہیں بلکہ اس کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں اور اس سے فقط آواز بلند کرنا مراد نہیں کیونکہ محض آواز بلند کرنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی بلکہ بقصد تقرب کسی کے نام زد کر دینے کے معنی مراد ہیں اور چونکہ مشرکین عرب اپنے بتوں کے نام لے کر آواز کے ساتھ ذبح کرتے تھے اس لیے بعض مفسرین نے حسب موقعہ ذبح کے ساتھ اس کی تفسیر کر دی ورنہ درحقیقت وہ حکم کی قید نہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو جانور بقصد تقربِ غیر اللہ کے نام زد کر دیا جائے وہ حرام ہے خواہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے یا غیر اللہ کا نام لے، حرمت کی علت دراصل غیر اللہ کے تقرب کی نیت ہے اور یہ نیت ذبح کے وقت بھی موجود ہے جب تک اس نیت سے توہید نہ کرے گا حرمت نازل نہ ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ نے بندوں پر مہر دار اور خون اور لحمِ خنزیر اور مَا أَهْلُ بِہِ لَعْنَتِہِ کو حرام کر دیا ہے پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر آسانی کر دی۔ پس جو شخص جھوک اور فاقہ سے لاچار اور بیقرار ہو جائے بشرطیکہ وہ طالبِ لذت نہ ہو اور نہ مقدر ضرورت اور عداوت سے آگے بڑھے والا ہو اور وہ ان حرام چیزوں سے بقدر حاجت جس سے اس کی جان بچ جائے کچھ کھائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے بحالتِ اضطرار بقدر ضرورت کچھ کھانے سے اس کی حرمت اور خباثت تمہارے لیے معفونہ ہوگی اور اگر کچھ ہوگی تو اللہ تعالیٰ غفورِ رحیم ہیں درگزر فرمائیں گے۔

حاصل کلام یہ کہ کسی چیز کو حلال و حرام کرنے کا حق اور اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں تم ان کی نسبت یہ نہ کہو کہ یہ جانور حلال ہے اور یہ جانور حرام ہے۔ جیسا کہ بارہ مہتمم کے شروع میں یعنی وَجَعَلْنٰہُ مِنْ اٰنْہِ کے یہ جھوٹے دعوے گزر چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اس کہنے سے اللہ پر جھوٹ، بہتان باندھو گے۔ یعنی تم نے جو بیشی میں حلال و حرام

نہر ا رکھا ہے وہ سب تمہارا جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ نے کہیں ایسا حکم نہیں دیا۔ لہذا تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حلال کیا اور یہ حرام کیا یہ سب اللہ پر جھوٹ اور بہتان ہے۔ مشرکین عرب بچہ سائبہ وغیرہ کو حرام کہتے تھے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ وہ بھی کامیاب نہ ہوں گے اور یہ دنیا کا فائدہ جو ان کو پہنچ رہا ہے۔ بہت تھوڑا اور چند روزہ فائدہ ہے جس کو بقا نہیں اور چند روزہ دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہو لینا۔ سو یہ فلاح اور کامیابی نہیں اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ عرض یہ کہ گزشتہ آیت (اِنَّكُمْ حَزَنْتُمْ عَلٰی كُمْ اَلْعَيْتَةُ ۙ) میں افراط سے منع فرمایا کہ شرعاً بے ہار نہ ہو اللہ نے جو چیزیں حرام کی ہیں ان سے بچو اور اس آیت (وَلَا تَقْرُبُوا اِلَیْهَا تَقِیْتُ اَلْاَشْیَءَ) میں تعریض سے منع کیا اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام نہ کرو۔ یہاں تک ان چیزوں کا بیان فرمایا کہ مجازاً ہر شققت و رحمت شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حرام کی گئیں۔

اب آئندہ آیت میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ بعض چیزیں (یہاں بکرہ) یہود پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بطور سزا ان پر حرام کر دی گئی تھیں وہ تحریم ایک قسم کا تازیانہ تھی اور اسلام میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عنایت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کیں جو ہم پہلے سورۃ انعام میں آپ سے بیان کر چکے ہیں وہ چیزیں سورۃ انعام کی آیت (وَعَلٰی الَّذِیْنَ هَادَوْا حَتّٰی مَآءُیْ ذٰی ظُنْفٰی ۙ) کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ اور ان چیزوں کی تحریم میں ہم نے یہودیوں پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے یعنی ہم نے جو پاک چیزیں ان پر حرام کیں وہ ان کے ظلم اور تعدی اور ان کی سرکشی کے سبب سے کیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فَيُظْلِمُونَ اِلَیْهِمْ هَاذِهِ اَحْزَانُنَا عَلَیْهِمْ طَبَعَاتٌ اُحْثٰتٌ لَّهُمْ، الایات، یعنی ہم نے یہودیوں کے ظلم و تعدی کے باعث ان پر وہ پاک چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں جس سے مقصود ان کی اصلاح تھی کہ اپنے جرائم اور قبائح سے تائب ہو جائیں پھر اس ظلم اور تعدی کے بعد بھی گنہگار کو باورس نہ ہونا چاہیے تو یہ کا دروازہ کھلا ہے، بے شک تیرا پروردگار ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے نادانی سے بڑے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سزا نہ گئی۔ یعنی اپنے اعمال درست کر لیے اور اپنے حال کی اصلاح کر لی بے شک تیرا پروردگار اس توبہ اور اصلاح کے بعد ان کا قصور معاف کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے مقصود اس آیت سے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مغفرت اور رحمت کا اظہار ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهیمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ

اصل ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار

حَنِیْفًا وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ شَٰكِرًا

اللہ کا، ایک طرف کا جو کہ اور نہ تھا شریک والوں میں - حق ماننے والا

لَا نَعِيْهِۦٓ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾

اس کے احسانوں کا، اس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر۔

وَ اٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ

اور دی دنیا میں ہم نے اس کو خوبی - اور وہ آخرت میں اچھے

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اِنْ اَتَّبِعْ مِلَّةَ

لوگوں میں ہے۔ پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل دین

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا۔ اور نہ تھا شریک دالوں میں۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اٰخْتَلَفُوْا فِيْهِ

ہفتہ کا دن جو ٹھہرایا، سو انہیں پر جو اس میں جھوٹ گئے

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِیْہَا

اور تیرا رب حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن، جس بات

كَانُوْا فِيْہِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

میں جھوٹ رہے تھے۔

## بیان حقیقت ملت ابراہیمہ برائے غیب اتباع ملت محمدیہ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا... اِلٰی... فِیْمَا كَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

(ربط) ابتدا سورت سے یہاں تک مشرکین کی شرکیات اور کفریات کا ابطال فرمایا اور توحید کے

دلائل بیان کیے۔ مشرکین عرب چونکہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے تھے ان کی ملت اور شریعت کے اتباع کو واجب سمجھتے تھے اس لیے ارشاد ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ خدا کے کیسے موصد اور شکر گزار اور

فرما ہر دار بندہ تھے۔ سرتاپا توحید و تفرید میں غرق تھے۔ معاذ اللہ مشرک نہ تھے لہذا مشرکین عرب اور اہل کتاب کا یہ سمجھنا کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں بالکل غلط ہے بلکہ اصل ملت ابراہیم کے پیرو اور متبع ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تم اگر اصل دین ابراہیمی پر چلنا چاہو تو آپ کا طریقہ اختیار کرو۔ توحید و تفرید میں سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی طریقہ ہے جو ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور مشرکین کے سنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کے چند اوصاف ذکر فرمائے تاکہ ان کے عقائد شرکیہ اور خیالات فاسدہ کا رد ہو۔

(۱) اُمَّةٌ - پینٹوا تھے اور مقتدائے عالم تھے۔

(۲) قَانِتًا - خدا تعالیٰ کے حکم بردار اور فرمانبردار بندے تھے۔

(۳) حَنِيفًا - سب سے شرک ایک خدا کے ہو رہے تھے سوائے جمال حق کے کسی طرف مائل نہ تھے۔

(۴) وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ - شرک سے پاک اور منزہ تھے خالص موجد تھے۔ پچن سے لے کر غیر تک توحید پر قائم رہے۔

(۵) شَاكِرًا لِّأَنْعَامِهِ - خدا کے شکر گزار بندے تھے سرتاپا شکر تھے۔

(۶) اجْتَبَاهُ - اللہ کے برگزیدہ بندے تھے خدا نے ان کو اپنے لیے چن لیا تھا۔ بزرگوار اللہ کی ان میں کوئی عجبائش نہ رہی تھی۔

(۷) وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - راہ راست پر تھے یعنی اسلام اور دین حق پر تھے۔

(۸) وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً - اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی عزت و کرامت عطا کی اور ان کی نسل میں برکت دی اور سارا عالم ان کو غیر کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

۱۹ وَآتَاهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ - اور آخرت میں بھی وہ بلاشبہ نیکوں میں سے ہے۔

(۱۰) خاتم الانبیاء کو ملت ابراہیمی کے اتباع کا حکم دیا۔ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک فضیلت ہے کہ آنحضرتؐ جیسے شخص کو ملت ابراہیمی کے اتباع کا حکم دیا گیا اور چونکہ یہ فضیلت گزشتہ فضائل سے بڑھ کر ہے اس لیے تفاوت ربی ظاہر کرنے کے لیے لفظ شَرَّ لایا گیا اور اس طرح فرمایا شَرَّ

أَوْ حَسَنًا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ یہ فضیلت تمام فضائل سے بڑھ کر ہے اور شَرَّ أَوْ حَسَنًا اَيْلَکَ

اَبْنِ اِبْرٰهٖمَ مَلٰئِکَۃً اٰتٰی رَہْمَہُم سے یہ بتلایا کہ مشرکین عسکر کا یہ سمجھنا کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں غلط ہے۔

اصل ملت ابراہیمی پر ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کو یہ حکم دیا گیا ہے ملت ابراہیمی کی پیروی کریں لہذا جو شخص ملت ابراہیمی کی پیروی کا دعویٰ ہو اس کو چاہیے کہ ملت محمدیہ کا اتباع کرے کیونکہ ملت

ابراہیم اور ملت محمدیہ باہم متحد اور متفق ہیں۔

اور اِنْحَا جَعَلَ الشَّيْطٰنُ مِیْنُ یٰہود کا رد ہے کہ جو اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پیرو بتلاتے تھے۔

ملت ابراہیم میں جمعہ کی تعظیم تھی ہفتہ کا دن یہود کے اختلاف کی وجہ سے مقرر ہوا۔ درنہ ہر نبی



نے جمعہ کے دن عبادت کرنے کا حکم دیا ہے جمعہ کی تعظیم ملت ابراہیمی ہے اور ہفتہ کی تعظیم ملت ابراہیمی نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں۔ اپنے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ملت کے پیرو ہیں۔ نہ یہودی ہیں نہ نصرانی ہیں اور نہ مشرک ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آپ بھی موعود اور حنیف ہیں۔ مشرکین اور اہل کتاب دونوں کا یہ دعویٰ کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں بالکل غلط ہے ملت ابراہیمی کے پیرو یہ مسلمان ہیں جو توحید پر ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱) بے شک ابراہیم ایک کامل امت تھے۔ یعنی وہ ایسے امام اور ہادی اور پیشوا تھے کہ ان کی تنہا ذات میں وہ تمام صفات و کمال جمع تھیں جو متفرق طور پر ایک امت میں جمع ہوں گے یا کہ وہ تنہا ایک کامل امت کے قائم مقام تھے۔

لیس علی الذہبستعصر ان یجمع العالم فی واحد

جانا تو یگانہ والے ذات تو بہت مجموعہ آثار کماست ہمہ !!

اور بعض کہتے ہیں کہ اس وقت روئے زمین پر سوائے ابراہیم کے کوئی مومن نہ تھا وہ تنہا امت تھے۔ اس لیے ان کو امت کہا گیا۔

(۲) حضرت ابراہیم اللہ کے مطیع اور فرماں بردار تھے یعنی اللہ کے حکموں پر چلنے والے تھے اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال حرام کرنے والے نہ تھے۔

(۳) اور سب کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف ہو گئے تھے سب سے منہ موڑ کر ایک خدا کی طرف منہ کر لیا تھا۔

(۴) اور کبھی بھی مشرکین میں سے نہ ہوئے بڑے پکے موعود تھے۔ بچپن سے لے کر آخر عمر تک توحید پر قائم رہے۔

(۵) اور وہ اللہ کی نعمتوں کے بڑے شکر گزار تھے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے روز ازل میں ان کو اپنی نبوت و رسالت و غنت کے لیے جن لیا تھا جس کا ظہور دنیا میں ہوا۔

(۷) اور اللہ نے ان کو سیدھی راہ کی طرف چلایا جس طرف اور جس طرح خدا تعالیٰ ان کو چلا رہا تھا اس طرف اور اسی طرح چلتے تھے۔

(۸) اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی دی۔ یعنی دنیا میں ہم نے ان کو رسالت اور غلت اور صدق گفتار اور ذکر جمیل اور قبول عام دیا کہ کل اہل ادیان ان سے محبت رکھتے ہیں اور یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب ان کو غیر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور مسلمان اپنی نمازوں میں یہ پڑھتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَنِیْدٌ مُّجِیْدٌ

نیز اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں یہ خوبی اور بھلائی دی کہ ان کے بیٹے اور پوتے بھی نبی ہوئے۔  
(۹) اور بے شک ابراہیم علیہ السلام آخرت میں بڑے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ جو درجات عالیہ کے سزاوار ہیں۔

(۱۰) پھر من جملہ فضائل ابراہیمی کے یہ ہے کہ لے نبی کریم ہم نے آپ کی طرف وحی صحیحی کہ ملت ابراہیم کا اتباع کر لی جو ضعیف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

یہ امر بھی حضرت ابراہیمؑ کے فضائل میں سے ہے کہ خاتم الانبیاء اور سید الاولین والآخرین کو آپ کی ملت کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ اگر ملت ابراہیمی صحیح اور درست نہ ہوتی تو افضل الانبیاء کو اس کے اتباع کا حکم نہ ہوتا۔ آخر کو اول کے ساتھ نسبت اور وابستگی ہوتی ہے۔ توحید خالص اور اسلام یعنی اللہ کے سامنے گردن اطاعت ڈال دینا اور اپنے آپ کو خدا کے حوالہ اور سپرد کر دینا۔ اس کی ابتداء حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام سے ہوئی جس کی وجہ سے ان کو دنیا اور آخرت میں نیکی اور بھلائی ملی۔ اب اسی توحید کامل کی انتہا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی اور جو اصول اور عقائد اور قواعد کلیہ و بارہ حلال و حرام ملت ابراہیمی میں تھے وہ آخری ملت یعنی شریعت محمدیہ میں باقی رکھے گئے درمیان میں یہود اور نصاریٰ کو ان کے حلات کے من سب بعض خصوصیات تک دیئے گئے آخر میں دعاء ابراہیمی کے مطابق رَبَّنَا اِنَّا اٰتٰیْنٰکَ فِیْہِمْ کَسُوْا لَآءِیْہِمْ یَسْئَلُوْا عَلَیْہِمْ اَلْیَسْرَیْ وَ یُعَلِّمُہُمْ الْکِتٰبَ وَ اَلْحِکْمَۃَ۔ خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے تو ملت ابراہیمی کو دوبارہ زندہ کر دیا تاکہ توحید خالص اور اسلام یعنی خداوند ذوالجلال کی فرمان برداری از مرفوز نہ ہو جائے اور شرک کو بے دین سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں۔ دینی حلال و حرام میں اور دین کی باتوں میں اصل ملت ابراہیمؑ ہے عرب کے لوگ آپ کو ضعیف کہتے ہیں اور شرک کرتے ہیں اس کی راہ پر نہیں اللہ نے ابراہیمؑ کو دنیا کی خوبی اور اسودگی اور قبولیت سارے جہان میں دی تھی درمیان میں یہود اور نصاریٰ کو موافق ان کے حال کے اور حکم بھی ہوئے آخر یہ غیر بھی اسی ملت پر آئے (انبیاء) لہذا ملے مشرکین عرب تم کو چاہیے کہ اس برگزیدہ نبی کا اتباع کرو کیونکہ اس نبی کا راستہ وہی ہے جس کے اتباع کا تم دعویٰ کرتے ہو۔

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ افضل الانبیاء اور خاتم النبیین ہیں اور نبوت و رسالت کے تمام فضائل و کمالات کے جامع ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء سابقین کے اقتدار کا حکم دیا۔ اُولٰٓئِکَ السَّابِقِیْنَ هَکَیْکَ اِنَّہٗ فِیْہِمْ اَشْہَدَۃٌ اور مطلب یہ تھا کہ دعوت اور تبلیغ میں ان کے طریقے پر پہلے اسی طرح شہادت دینا چاہیے اِنَّ اَشْہَدَۃً اَبْرَہِیْمَ۔ کا مطلب سمجھ کر اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ توحید اور ابطال شرک میں ابراہیمؑ کی ملت کا اتباع کیجیے۔ اور ملت ابراہیمی میں خدا ہی کی نازل کردہ ہے۔ آپ نبوت و رسالت اور ملت و شریعت میں حضرت ابراہیمؑ کے تابع نہ تھے بلکہ مستقل نبی اور رسول تھے آپ ایسے نہ تھے جیسا کہ انبیاء بنی اسرائیل توریت اور شریعت موسویہ کے تابع تھے حق شناسانے قرآن کریم میں انبیاء سابقین کی شریعتوں کے بعض احکام کا ذکر فرمایا ہے اور توریت و انجیل کے بھی بعض احکام کا قرآن کریم میں

ذکر ہے اور آپ نے ان پر عمل بھی فرمایا ہے لیکن آپ کا یہ عمل اس بناء پر نہ تھا کہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح آپ شریعت موسویہ کے تابع تھے بلکہ حکم خداوندی اور باتحاج دہی الہی تھا براہ راست آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور جبرئیل امین اللہ کا پیغام اور اس کے احکام لے کر آپ پر نازل ہوتے تھے۔ اسی طرح ملت ابراہیمی کا اتباع وحی ربانی اور حکم برداری کی بناء پر تھا نہ کہ اس بناء پر کہ آپ مستقل نبی اور مستقل رسول نہ تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع تھے آپ تمام انبیاء و مرسلین سے افضل اور اکمل تھے اور بحکم خداوندی انبیاء سابقین کے طریقہ پر چلتے تھے آپ کسی کے تابع نہ تھے بلکہ حکم خداوندی کے تابع تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کے اتباع اور اقتداء کا حکم اس لیے دیا گیا کہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوئے نہ کہ اس وجہ سے کہ آپ دیگر انبیاء سے فضیلت اور رتبہ میں کم تھے آپ تو اللہ کے نزدیک اکرم الاولین و الاخرین ہیں اور سب سے اکمل اور افضل ہیں اور فضیلت میں آپ کا حق سب سے زیادہ اور شامل ہے۔

تواصل و باقی طفیل تواند  
تو شاہی و مجموع خیل تواند

## ایک اشکال اور اس کے تین جواب

اس مقام پر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ ملت ابراہیمیہ اور ملت محمدیہ کیا اصول فروع میں دونوں ملتیں متحد اور متفق ہیں اور دو اعتبار سے یعنی اصول کے اعتبار سے بھی اور فروع کے اعتبار سے بھی باہم ایک دوسرے کا عین ہیں یا فقط اصول دین میں دونوں ملتیں متحد ہیں یعنی توحید اور نبوت اور معاد میں تو متفق ہیں مگر فروع میں مختلف ہیں۔

پس اگر شق اول کو اختیار کریں یعنی یہ کہیں کہ دونوں ملتیں (ملت محمدیہ اور ملت ابراہیمیہ) اصول و فروع دونوں میں — متفق اور متحد ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مستقل نبی اور صاحب شریعت جدیدہ نہ ہوں بلکہ آپ کی شان انبیاء بنی اسرائیل کی سی ہو کہ جو شریعت موسویہ کی تجدید اور تردید کے لیے مبعوث ہوئے تھے اسی طرح آپ بھی ملت ابراہیمیہ کی تجدید و تردید کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور یہ امر صحیح و باطل ہے اور اگر شق ثانی کو اختیار کریں یعنی یہ کہیں کہ دونوں ملتیں اصول دین میں تو متحد ہیں اور فروع میں مختلف ہیں تو ایسی صورت میں یہ اشکال لازم آتا ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیا خصوصیت کر آپ کو ان کی ملت کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ اصول دین میں تو انبیاء کرام کی شریعتیں اور ملتیں متحد اور متفق ہیں دین تمام انبیاء کا ایک ہے اور شریعت ہر ایک کی جدا گانہ ہے کما قال تعالیٰ

علیٰ یہ اشکال اور جواب اول اور جواب دوم تعبیر عزیز می سے ماخوذ ہیں اور جواب سوم تفسیر کبیرہ دلیہ سے ماخوذ ہے۔

(منہ عفا اللہ عنہ)

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ اس اعتبار سے تو یہودی اور نصرانی بھی ملت ابراہیمی کے متبع ہیں مسلمانوں کی کیا خصوصیت۔ اس اشکال کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ شریعت میں تین باتیں ہیں۔

## جواب اول

اول۔ اصول و عقائد۔ یعنی خدا کی ذات و صفات پر ایمان لانا اور انبیاء اور رسل کو حق سمجھنا اور قیامت کو حق جاننا۔

دوم۔ قواعد کلیہ۔ جو احکام جزئیہ اور مسائل فرعیہ کا ماخذ ہوتے ہیں اور تمام جزئیات میں انہی کلیات کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

سوم۔ فروع اور مسائل جزئیہ اور احکام شرعیہ۔

قسم اول کا نام دین ہے جو تمام انبیاء و کرام میں مشترک ہے اس میں زمانہ کے اختلاف سے کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا اور نہ اس میں نسخ واقع ہوتا ہے اس لیے کہ عقائد اور اصول دین از قبیل خبر ہیں کہ اللہ ایک ہے اور قیامت برحق ہے اور غیر میں عقلاً نسخ جاری نہیں ہو سکتا ورنہ خبر کا کاذب ہونا لازم آئے گا۔ نسخ۔ عقلاً نہ انشاء یعنی حکم اور امر اور نہی میں جاری ہوتا ہے۔

اور قسم ثانی کا نام ملت ہے یعنی ملت ان اصول اور قواعد کلیہ کا نام ہے جن پر احکام جزئیہ کا واسطہ پڑتا ہے اور مجموعہ اعتقادات اور اصول کلیات اور فروع جزئیات کا نام شریعت ہے جو ہر رسول کی جدا جدا الگ ہے۔

پس ملت محمدی اور ملت ابراہیمی کا توافق اور اتحاد انہی اصول اور کلیات میں مراد ہے جن پر احکام جزئیہ کی بناء ہے باقی رہی۔ شریعت۔ جو ہماری شریعت سب شریعتوں سے جدا اور الگ ہے اور مستقل ہے۔ اور دونوں ملتوں کے توافق کے معنی یہ ہیں کہ ملت ابراہیمی کے اصول اور قواعد کلیہ شریعت محمدیہ میں تمام و کمال موجود ہیں۔ ان میں کوئی تفاوت نہیں اگر بعض فروع مستحصرہ اور احکام جزئیہ میں بحسب مصلحت زمانہ کچھ فرق آئیگا تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں لہذا ہم یہ کہتے ہیں کہ ملت محمدیہ اور ملت ابراہیمیہ اصول احکام اور قواعد کلیہ میں متفق ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ ہماری شریعت اور ہمارا دین و آئین بعینہ وہی دین و آئین ہے اور وہی شریعت ہے کہ جو ابراہیم علیہ السلام کا تھا اس لیے کہ شریعت اور دین و آئین میں لحاظ فروع اور جزئیات کا بھی ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ شریعت ابراہیمی کے تمام فروع اور جزئیات بعینہ شریعت محمدیہ میں محفوظ نہیں۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ ملت اور شریعت میں فرق ہے اتحاد اور اتفاق باعتبار ملت کے ہے نہ کہ باعتبار شریعت کے۔ ملت (یعنی اصول و احکام اور قواعد کلیہ) کے اعتبار سے دونوں ملتیں (یعنی ملت محمدیہ اور ملت ابراہیمیہ) باہم متوافقی اور متحد ہیں اور شریعت کے اعتبار سے دونوں ملتیں جدا جدا ہیں اور علیحدہ علیحدہ ہیں۔

## جواب دوم

اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ شریعت محمدیہ بعینہ شریعت ابراہیمیہ ہے۔ ان حضرات نے ملت اور شریعت میں فرق نہیں کیا۔ اور یہ کہا ہے کہ دونوں شریعتیں اصول و فروع میں متفق اور متحد ہیں جیسا کہ ظاہر آیات اور احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ مِلَّةَ رَبِّكُمْ اَبْلُ حَنِمٍ شَرَعْنَا لَكُمْ اَنْ اَتَّبِعُوا حَنِمًا اَبْلًا حَنِمًا اور حدیث اتیتکم بالحنیفۃ السمیۃ البیضاء وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی آیات اور احادیث سے مفہوم ہی ہوتا ہے کہ دونوں ملتیں اور دونوں شریعتیں اصولاً اور فروعاً متفق اور متحد ہیں مثلاً توحید اور بتوں کا توڑنا اور عقیدہ اور عقیقہ اور قربانی اور ہدی اور مناسک حج اور خصال فطرت اور غسل جنابت اور اشہر حرم کی تحریم اور اباطال کابنت و نجوم اور اباطال بت پرستی اور زنی و شفا اور موت و حیات کو با واسطہ مسبب الاسباب کی طرف سے سمجھنا اور نجوم کو اکب کا معتقد نہ ہونا اور سعادت و نحسوت کو سن جانب اللہ جاننا اور اصول مکارم اخلاق یعنی صبر و رضا و بقا و تسلیم و تقویٰ وغیرہ وغیرہ یہ ملت ابراہیمی کے احکام ہیں جو شریعت محمدیہ میں بعینہ باقی ہیں لیکن خوب سمجھ لو کہ دونوں ملتوں کے متفق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ملت ابراہیمی کے تمام فروع و اصول ملت محمدیہ میں تمام و کمال محفوظ ہیں۔ اگرچہ صد ہا بلکہ ہزار ہا اصول و فروع شریعت محمدیہ میں زیادہ ہیں مگر مخالف نہیں بلکہ اسی کی تفسیر اور بسط اور تنظیم و تکمیل ہے۔ پس ملت ابراہیمی بمنزلہ متن کے ہے اور شریعت محمدیہ بمنزلہ شرح کے ہے اور ہزار ہا نوادہ فوائد پر مشتمل ہے اور مجمع الزوائد اور منبع الفوائد ہے اور اسی معنی کو شرح کو متن کے تابع کہا جاتا ہے کہ متن شرح کے لیے بمنزلہ اساس کے ہوتا ہے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ کو صاحب مصابیح کے تابع کہا جاتا ہے اس لیے کہ مشکوٰۃ اگرچہ صد ہا نوادہ پر مشتمل ہے مگر اس کی تائیس اور بناء مصابیح السنہ پر ہے اس بناء پر مشکوٰۃ کو مصابیح کے تابع کہا جاتا ہے۔

اسی طرح سمجھو کہ شریعت محمدیہ۔ ملت ابراہیمیہ کے تمام احکام کو مع احکام زائدہ اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور ملت ابراہیمی کے احکام شریعت محمدیہ کے احکام زائدہ کے ساتھ ایسے مخلوط ہو گئے ہیں کہ شدت اختلاف اور کثرت امتزاج کی وجہ سے دونوں ملتوں کے احکام میں تمیز اور فرق نہایت دشوار ہے اور شریعت موسویہ میں نہ تو ملت ابراہیمی کے اصول و قواعد کی رعایت ہے اور نہ ملت ابراہیمی کے تمام احکام کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

پس حضور پر نورؐ کے مستقل نبی اور صاحب شریعت جدیدہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کی شریعت اگرچہ ملت ابراہیمی کے اصول اور فروع کو حاوی ہے لیکن ہزار ہا نوادہ فوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک جدید شے ہے آپؐ کی شریعت میں ہزار ہا احکام ملت ابراہیمی پر زیادہ کیے گئے ہیں اور انبیاء بنی اسرائیل نے شریعت موسویہ اور احکام تورات پر کسی حکم کا اضافہ نہیں کیا وہ فقط دین موسوی کے مروج تھے اس لیے وہ مستقل نبی اور رسول نہ تھے بخلاف شریعت محمدیہ کے کہ اس میں ملت ابراہیمی کے احکام پر بے شمار احکام

کا اضافہ ہوا۔

الغرض شریعت محمدی میں ملت ابراہیمیہ کے تقریباً تمام اصول اور احکام بعینہ باقی ہیں گو کہ کثرتِ شریعت محمدیہ شریعت ابراہیمیہ کا احاطہ کئے ہوئے تھا اور اس کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے مگر امتدادِ زمانہ کی وجہ سے ملت ابراہیمیہ کے تمام احکام بالکل مندرس ہو چکے تھے۔ صفحہ ہستی پر کہیں ان کا نام و نشان نہ رہا تھا سوائے جدید وحی کے ان کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ پس حق جل شانہ نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جدید وحی کے ذریعے سے ملت ابراہیمیہ کے احکام پر مطلع کیا اس لیے آپ صاحب شریعت جدیدہ کہلائے۔ شریعت کے جدید ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس شریعت کے احکام جدید ہوں کہ جو اس سے پہلے نازل نہ ہوئے ہوں بلکہ شریعت کے جدید ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کا نزول جدید ہو اور از سر نو عالم غیب سے اس کی تلقی ہوئی ہو۔ اس وجہ سے حضرت یوشع اور حضرت عزیر علیہما السلام کو صاحب کتاب جدید اور صاحب شریعت جدیدہ نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ شریعت موسویہ ان میں موجود اور محفوظ تھی۔ از سر نو عالم غیب سے بذریعہ وحی جدید اس کا نزول نہ ہوا تھا اور توریت ان سے پہلے نازل ہو چکی تھی اور انبیاء بنی اسرائیل پر سولے احکامِ تورات کے دوسرے احکام بذریعہ وحی جدید نازل نہیں ہوتے تھے سابق وحی کے تابع تھے اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سابق وحی کے تابع نہ تھے۔ عالم غیب سے ہر روز جدید وحی نازل ہوتی تھی اس لیے آپ صاحب شریعت جدیدہ ہوئے اور خاتم الانبیاء اور ناسخ الادیان ہوئے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ حکومت میں جب کسی کو جدید وزیر اعظم اور مدارالہام بنایا جاتا ہے تو اس وقت کے مناسب اس کو جدید آئین اور نئے قوانین دیئے جاتے ہیں پس اگر بھلا کسی کو وزیر اعظم بنائے اور اس کو یہ حکم دے کہ تم موجودہ آئین اور قانون کو منسوخ سمجھو اور تم سے تیس سال پہلے ملاں وزیر کے زمانہ میں جو دستور جاری رہا گاہ سے عطا ہوا تھا اس کا اتباع کرو اور طریق پر چلو تو اس حکم کے یہ معنی نہیں کہ یہ وزیر مستقل وزیر نہیں رہے وزیر کا تابع اور ماتحت ہے بلکہ یہ جدید وزیر بلاشبہ مستقل وزیر ہے حکم شاہی کا قیع ہے بلا واسطہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ حکم ملا۔ سابق وزیر کو جو دستور اور آئین عطا ہوا تھا وہ بھی حکومت کی طرف سے عطا ہوا تھا اب حکومت کی مصلحت یہ ہے کہ موجودہ آئین کو منسوخ کر دیا جائے اور گزشتہ آئین اور دستور کو جاری اور نافذ کیا جائے لہذا یہ جدید وزیر گزشتہ آئین کے اتباع کی وجہ سے سابق وزیر کا قیع نہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ حکم شاہی کے قیع سمجھا جائے گا۔

**جواب سوم**

ملت ابراہیمیہ کے اتباع سے مراد یہ ہے کہ توحید اور صراطِ مستقیم اور دینِ اسلام کی دعوت اور تبلیغ اور کفادہ سے محابہ اور مناظرہ میں اور کفر کا فری سے تبری اور بیزاری میں اور مکادمِ اخلاق یعنی رضا و تسلیم اور صبر و شکر میں اپنے جدا جدا ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اختیار کیجئے کہ فری کے ساتھ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی دعوت دیجیے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرح دلائل اور براہین قاطعہ سے کفر اور شرک اور نجوم اور کہانت کا ابطال فرمائیے اور شعاثر اسلام جیسے استقبال کعبہ اور جھر کی تعظیم اور ختمہ اور قربانی اور مناسک حج کو صحیح طریقہ سے جاری فرمائیے اور ملت ابراہیمیہ میں جن مشرکانہ رسوم

کی آمیزش ہو گئی ان سے ملت ابراہیمی کو پاک و صاف کر دیجئے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و عہد ابراہیمی کی اجابت کا ثرہ ہے بنا مکہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی۔ **رَبَّنَا وَابْعَثْ رِسَالًا فِيهِمْ يَتْلُو عَلَيْنَا آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُذَكِّرُهُمُ**۔  
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

ابراہیمؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب آیا کہ اے ابراہیمؑ تیری دعا قبول ہوئی۔ اس شان کا نبی آخر زمانہ میں ظاہر ہو گا اس وجہ سے حدیث میں آیا ہے۔ انا دعوة ابی ابراہیم، یعنی میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ اس لیے نبی آخر زمان کو ابراہیم خلیلؑ کی ملت کے اتباع کا حکم آیا جس کی دعا سے یہ نبی آخر زمان ظاہر و مبعوث ہوا یہاں تک تو مشرکین عرب کا رد ہوا جو اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا متبع بتلاتے تھے اب آگے یہود کا رد ہے کہ جو یہ کہتے تھے کہ شریعت محمدیہ میں تو عبادت کے لیے جمعہ کا دن اختیار کیا گیا اور ملت ابراہیمؑ میں تو ہفتہ کا دن تھا۔ پس ملت ابراہیمؑ کی پیروی کہاں رہی جس کے آپ مدعی ہیں ابراہیم علیہ السلام کے دین میں ہفتہ کی تعظیم خاص تھی وہ آپ نے ترک کر دی۔ اس کی جگہ جمعہ مقرر کر لیا اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ محض غلط ہے ابراہیمؑ ہفتہ کی تعظیم نہیں فرماتے تھے۔ جزا این نیست کہ ہفتہ کی تعظیم اور اس دن شکار کی تحریم صرف ان لوگوں پر لازم کر دی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا یعنی اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا حکم نہ تھا اور نہ اس امت میں ہے البتہ درمیان میں جن لوگوں نے یعنی یہودیوں نے اس بارہ میں بحث کی اور حکم خداوندی اور ارشاد پیغمبری سے اختلاف کیا اور سبائے جمعہ کے ہفتہ کا دن منتخب کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا اس دن کی تعظیم کیا کرو اور بطور آزمائش ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ اس روز پھلی کا شکار نہ کیا کرو یہ حکم بھی کسی نے نہ مانا۔ بالآخر نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنائے گئے باقی آخری فیصلہ آخرت میں ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ یوم السبت کی تعظیم کا حکم حضرت ابراہیمؑ کی ملت میں نہ تھا حضرت ابراہیمؑ کے ایک زمانہ دراف کے بعد فقط یہود پر ہوا۔ احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جمعہ کے دن مجتمع ہو کر عبادت کرنے کا حکم دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہود کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا تھا مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور کہا کہ ہم تو ہفتہ کے دن کی تعظیم کریں گے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ عبادت کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تھا اس لیے اس دن کو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ کریں گے اللہ تعالیٰ نے ان پر اس دن کی تعظیم فرض کر دی اور جس روز کو کہ انہوں نے اپنے لیے پسند کیا اسی پر ان کو چھوڑ دیا۔ پھر جب صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے بھی اپنی امت کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا انہوں نے ان کا حکم نہ مانا اور یہ کہا کہ تخلیق عالم کی ابتداء یکشنبہ سے ہوئی ہے اس لیے ہم اتوار کے دن کو تعظیم کا دن بنائیں گے خدا تعالیٰ نے ان پر اسی دن کی تعظیم فرض کر دی۔ غرض یہ کہ یہود و نصاریٰ نے جو چیز اپنے لیے پسند کی اللہ نے وہی چیز ان پر لازم

اور مقرر کر دی پھر جب نبی آخر الزماں مبعوث ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کو جمعہ کی تعلیم کا حکم دیا۔ سب نے اس کو خوشی منظور کر لیا۔ اور کچھ اختلاف نہ کیا۔ بہر حال ہر نبی نے جمعہ کے دن جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی مگر ان کی امتوں نے اختلاف کر کے دوسرا دن بدل لیا اللہ کریم نے ہر فرقہ پر دہی لازم کر دیا جو دن اس نے اپنی رائے سے اختیار کیا۔ مطلب یہ ہے ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا دن مقرر ہوا تھا۔ یہ دن تو ایک خدمت دراز کے بعد ان یہود پر مقرر ہوا جنہوں نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اختلاف کر کے یہ دن اپنے لیے منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اچھا یہی دن ہے اور ان پر سختی کر دی گئی کہ اس دن ان پر بھٹی کا شکار حرام کر دیا گیا۔ پھر جن لوگوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی وہ بند اور سوز بنا دیئے گئے۔ یہ تو دنیا میں ہوا اور آخری فیصلہ آخرت میں ہو گا اور بے شک تیرا پردہ کا رقیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کر دے گا جس میں یہ دنیا میں اختلاف کرتے تھے۔ اس دن معلوم ہو جائے گا کہ کون غلطی پر تھا اور کون راستی پر جب ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا و سزا ملے گی تو معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا لہذا لوگوں کو چاہیے کہ نبی کے حکم سے اختلاف نہ کریں۔

اب آئندہ آیات میں اپنے نبی کو حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو راہ حق کی دعوت دیں اور نیک طریقہ سے ان کو ہدایت کریں۔

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ

بل اپنے رب کی راہ پر اپنی باتیں بجا کر اور نصیحت کر کر

الْحُسْنَىٰ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط إِنَّ رَبَّكَ

بھلی طرح ، اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو ۔ تیرا رب

هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ

بہتر جانتا ہے ، جو بھولا اس کی راہ سے اور وہی بہتر

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ

جانے جو راہ پر ہیں ۔ اور اگر بدلہ دو ، تو بدلہ دو اس قدر جتنی تم کو

مَا عَوْقَبْتُمْ بِهِ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ

تکلیف پہنچی ، اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے



لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَ

صبر والوں کو ۔ اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا

اور ان پر غم نہ کر ، اور مت خفا رہ ان کے فریب

يَسْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا

سے ۔ اللہ ساتھ ہے ان کے جو پرہیزگار ہیں۔

وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾

اور جو نیکی کرتے ہیں ۔

## آداب دعوت و تبلیغ

قال الله تعالى: اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ... وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ .

(رابط) گزشتہ آیت میں گفتِ ابراہیمی کے اتباع کا حکم تھا اور اسلام اور صراطِ مستقیم کی دعوت گفتِ ابراہیمی کا مقصود اصل اور اولیٰ تھا۔ اب ان آیات میں دعوتِ اسلام اور تبلیغ کے آداب بتلاتے ہیں کہ وعظ و نصیحت اور تبلیغ و دعوت میں کن امور کو ملحوظ رکھنا چاہیے یعنی حکمت اور معظمت اور مجاہدِ حسنہ کو ملحوظ رکھیں اور اگر کفار کی طرف سے کوئی اذیت اور تکلیف پہنچے تو اگرچہ انتقام جائز ہے لیکن اگر صبر اور تقویٰ سے کام لیں تو بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے متقین اور محسنین سے اپنی معیت خاصہ کا وعدہ فرمایا ہے اور صبر اور تقویٰ اور احسان یعنی اخلاص اور خدا پرستی بھی نلاح اور کامیابی کی کنجی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

لے نبی دعوت دے اور بلا تو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف علم و حکمت کی باتوں کے ساتھ۔ یعنی محکم دلائل کے ساتھ۔ جیسے ابراہیمؑ نے حکم دلائل سے شمس و قمر اور کواکب کی الوہیت کو باطل کیا اور خدا کی توحید کی دعوت دی اور عدہ نصیحت کے ساتھ یعنی نرمی اور دلسوزی کے ساتھ ان کو حق کی دعوت دوسے مقصود ان کی خیر خواہی ہو نہ کرفیحت۔ جیسے ابراہیمؑ علیہ السلام نے اپنے باپ کو نصیحت کی یا بَیْتِ رَبِّكَ تَبْسُودًا مَّا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا اٰلِیٰ آخِرُ ہا یہ سب عدہ نصیحت بھی تھی اور علم و حکمت کی باتیں بھی تھیں اور اگر بحث و مباحثہ آہڑے تو نہایت عدہ طریقے کے ساتھ ان سے مناظرہ کر دے۔

یعنی ان پر ایسے طریقے سے حجت اور الزام قائم کر دجس میں شہوت اور سخوت نہ ہو جس سے وہ دشمنی پر آمادہ ہو جائیں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرد کے جواب میں کہا فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالْشَّعْسِ مِنَ الْمُشْرِقِ فَأَتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فرد اس حجت الزام کو سن کر مبہوت ہو گیا۔ پس اگر آپ نے ایسا کر لیا تو دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا ہو گیا اب آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ کس نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور کس نے رد کیا بے شک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے اس کو جو اس کی راہ سے ہٹا اور دعوت سراپا حکمت اور حسن موعظت اور حسن مجاہدلت کے باوجود باطل سے حق کی طرف نہ آیا اور وہی خوب جانتا ہے ان کو جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزاء و سزا دے گا۔ تیرا کام صرف مکمل پہنچا دینا ہے اور اگر دعوت و تبلیغ کی راہ میں تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں تو تم اپنا بدلہ لینے پر بھی قادر ہو تو اگر بدلہ لینا چاہو تو اتنا ہی بدلہ لے لو۔ جتنا کہ تم ان کی طرف سے ستائے گئے ہو اور عدل و انصاف کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ بمقدار علم بدلہ لے لو مگر زیادتی نہ کرو یہ رخصت اور اجازت ہے اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنا صابروں کے حق میں بہتر ہے۔ یہ درجہ عزیمت کا ہے کہ جو تمہیں ستائے اس کا قصور معاف کر دو اور اگر اس پر تمہارا دل آمادہ نہ ہو تو اتنا ہی بدلہ لے لو اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو اس سے بڑھ کر حسن اخلاق کی تعلیم نہیں ہو سکتی اگر برابر برابر بدلہ لے لیا تو یہ عدل و انصاف ہوا اور اگر معاف کر دیا تو یہ احسان ہوگا اور صبر اگرچہ اردوں کے حق میں واجب اور لازم نہیں۔ مگر نئی! آپ پر صبر لازم ہے۔ آپ ضرور صبر کیجئے اور آپ کا صبر خاص خدا کی تائید اور توفیق سے ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسلی رکھیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس صبر میں کوئی دشواری نہ ہوگی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی مخالفت پر رنجیدہ نہ ہوں اور غمگین نہ ہوں اور نہ ان کے مکرو فریب سے تنگ دل ہوں۔ یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اور اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صفت تقویٰ اور صفت احسان کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

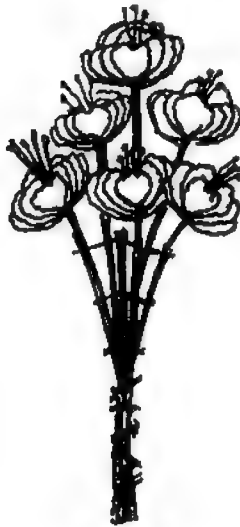
اور اللہ کا وعدہ ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ اپنی خاص الخاص رحمت اور عنایت سے ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو یہ تمہیں ہرگز کار میں اور مخلص نہ ہو کہ وہ جس درجہ کا تقویٰ اور احسان یعنی اخلاص ہو گا اسی درجہ کی معیت اور اعانت یعنی اس کے ساتھ ہوگی تقویٰ کے معنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کے ہیں اور احسان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی اطاعت اور بندگی اس طرح کرے گویا وہ خدا جل شانہ کو دیکھ رہا ہے اور معیت سے معیت خاصہ مراد ہے یعنی نصرت و حمایت و تائید و تقویت، کما قال اللہ تعالیٰ لَا تَخَافُ أَرْبَابِي مَعَكُمْ أَسْمَعُ وَ أَرَىٰ - لَا تَخْذَنْ رَأْيَ اللَّهِ مَعَكُمْ - ان آیات میں معیت سے معیت خاصہ مراد ہے اور حق جل شانہ کے اس ارشاد وَ هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ میں معیت سے مراد معیت عامہ ہے۔ یعنی احاطہ علی مراد ہے۔

## الْحَمْدُ لِلّٰهِ

اس وقت بوقتے محراب دوشنبہ بتاریخ ۹ رجب المرجب  
۱۳۸۹ ہجری سورۃ نحل کے تفسیر سے فراغت ہوئی ۔

فلله الحمد اولاً و آخراً ۔

اللهم اجعلنا من عبادك المخلصين واوليائك المتقين  
المحسنين وحزبك المفلحين - آمين يا رب العالمين - .....  
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہم سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ  
و اصحابہ اجمعین - وعلینا معهم یا ارحم الراحمین ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تفسیر سورۃ الاسراء یعنی سورۃ بنی اسرائیل

سورۃ بنی اسرائیل جس کو سورۃ الاسراء بھی کہتے ہیں مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں چونکہ اس سورت میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے اس لیے یہ سورت بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی اور چونکہ اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء اور معراج کا بیان ہے اس لیے اس سورت کا ایک نام سورۃ الاسراء بھی ہے جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکہ ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ ہے مگر دو آیتیں ایک وَإِنْ كَادُ الْيَسْقُوتُ مِنْكَ مِنَ الْخُضْضِ رَيْحُ جُحُوكَ وَمَشْهَا وَإِذَا الْيَلْبُثُونَ خَلْقَكَ رَاةً قَلِيلًا..... الْإِنِّ..... وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا اور دوسری آیت وَإِذَا قُلْنَا لِلْكَافِرِ إِنَّكَ فَتٰتٌ بِآيٰتِنَا۔

(ریط) گزشتہ سورت میں زیادہ تر دلائل کو حید کا بیان تھا اور اس سورت میں زیادہ تر دلائل نبوت اور احکام شریعت کا بیان ہے نیز گزشتہ سورت کے آخر میں اہل بہت کی تعدی اور زیادتی کا ذکر تھا اور اس سورت کے آغاز میں بنی اسرائیل کے فساد و فتنہ پر دازی اور پھر ان کی تباہی اور بربادی کا ذکر ہے تاکہ اہل مکہ میں کمر ہوشیار ہو جائیں اور اپنا انجام سوچ لیں اہل مکہ بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکلنے کی فکر میں گئے ہوتے ہیں جس طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو مصر سے نکلنے کا قصد کیا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ فرعون اور اس کا لشکر عرق ہوا اور بنی اسرائیل ان کے مکانات اور محلات کے وارث ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مکہ اور سرزمین عرب کا دار اور مالک بنائے گا۔

❖

❖

❖

آيٰتُهَا ۱۱۱ : ۱۷ : سُوْرَةُ بَنِي إِسْرَءِيْلَ مَكِّيَّةٌ : ۵۰ : رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

سورۃ بنی اسرائیل مکہ میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ۔

سَبَّحْنَ الَّذِیْ اَسْرٰی یَعْبُدُہٗ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

پاک ذات ہے، جو نے گیا اپنے بندے کو رات رات ادب والی

## الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ

مسجد سے پہلی مسجد تک، جس میں ہم نے غریباں رکھی ہیں

## لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ①

کہ دکھادیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے ایسی ہے سنتا دیکھتا

## ذکر کرامت اسراء معراج بہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

قال الله تعالى سُبْحَانَ الَّذِي أَسْمَى بِحَبْلِهِ ..... الى ... إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ  
گزشتہ سورت کے ختم پر صبر کی فضیلت بیان فرمائی کما قال تعالى وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَنَسْفَعْنَا  
لِلصَّابِرِينَ اور اہل صبر اور اہل تقویٰ کے لیے اپنی مصیبت اور قرب کا وعدہ فرمایا کما قال تعالى  
إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ يُحْسِنُونَ اس لیے اب اس سورت کا آغاز واقعہ معراج  
کے بیان سے فرمایا کہ جو مکہ میں دس سالہ ہوشربا مصائب پر صبر جمیل کے بعد پیش آیا گیا مسلسل دس  
سال کے صبر کے بعد حق تعالیٰ نے ایسی عزت و کرامت و رفعت و بلندی عطا فرمائی جس نے دس سالہ  
مصیبتوں اور دلتوں کو عزتوں اور راحتوں سے بدل دیا۔

و انہ کرامت افتد زبردست کنند : غمہ چوں سر بر کشد پست کنند

حق جل شانہ نے آپ کو اسراء اور معراج کی کرامت اور عزت سے سرفراز کیا اور ایک رات میں  
تمام آسمانوں کی سیر کرائی اور آیات کبریٰ کا مشاہدہ کرایا لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ اور صبر جمیل پر  
جس مصیبت اسراء و برکت کا وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا اور اپنے قرب خاص سے آپ کو نوازا کما قال  
تعالى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ. اور اس  
خارق عادت واقعہ کو آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل بنایا اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرانے میں  
اہل مکہ کو غلبہ کر دیا کہ اب حق تعالیٰ نے آپ کو کرامت اور امت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
اور آپ کے اصحاب و اصحاب کی طرف منتقل ہونے والی ہے اور عترتِ پیہ حضور پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم  
کو نبی القبلین کا لقب ملے والا ہے اور یہ سب اس وعدہ عصمت کا اظہار ہے جس کا لایزال اللہ  
مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ يُحْسِنُونَ میں خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اپنے عباد  
مستقین اور محسنین کو اپنی مصیبت خاصہ سے سرفراز فرمائے گا۔

اور چونکہ ایک رات میں عروج و نزول اور بیرون رفت غزوہ کرم کی قدرت و حرمت کا عجیب کثر تھا ایسے اسکو تسبیح اور تہنیر سے شروع

کیا گیا تاکہ کوئی طغیان اور زندقہ اس سیر ملوآت کو قدرت خداوندی سے خارج نہ سمجھے اور چونکہ کفار نے اس دفعہ کی تکذیب کی اور آیت کا مذاق اڑایا اسلئے مسکین اور احوالین کی تہدید کیلئے قوم نوح کے قصہ کی طرف اشارہ فرمایا اور بنی اسرائیل کی تباہی اور بربادی کا قصہ ذکر فرمایا کہ جس طرح خداوند قدیر نے پہلے معاندین کو سزا دی اسی طرح وہ اب بھی معاندین کو سزا دے گا یہ بتا رہے ہیں

پاک اور بے عیب ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے یعنی خانہ کعبہ سے محمد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک لے گیا ایسی مسجد جس کے گرد اگر دم نہ دینی اور دنیوی برکتیں رکھی ہیں دینی برکت یہ ہے کہ وہ سرزمین انبیاء کرام کا مولد و مسکن اور ان کا مدفن ہے جس پر یل و بہار اللہ کی وحی نازل ہوتی تھی اور فرشتوں کا نزول ہوتا تھا اور دنیوی برکت یہ ہے کہ وہ زمین چشموں اور نہروں اور میوؤں اور درختوں سے مالا مال ہے تو ہم اپنے خاص بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ سے لے گئے تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کی بعض نشانیاں دکھائیں کہ تصور ہی دیر میں مکہ معظمہ سے براق پر سوار ہو کر ملک شام پہنچ گئے اور مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی اور انکی امامت فرمائی پھر وہاں سے مالون آسمانوں کی سیر کی اور بیت معمر اور مدینۃ المنہی پہنچے بلکہ اس سے بھی اوپر تاکہ اس آسمانی سیر سے آپ کی کرامت اور علم و مرتبت ظاہر ہو اور لوگوں کے سامنے آپ کی نبوت و رسالت واضح طور پر ثابت ہو جائے بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے یعنی وہ اپنے بنی کے پاکیزہ اقوال کو سنتا ہے اور اس کے پسندیدہ افعال کو دیکھتا ہے اور اس کے مطابق اس کا اکرام ہوتا ہے اور فرش سے لے کر عرش تک اس کو اپنے عجایب ملکوت کا مشاہدہ کراتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ اللہ اپنے بندوں کے اقوال کو سنتا ہے اور ان کے افعال دیکھتا ہے ان کے مطابق ان کو جزا و سزا دے گا اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ **اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کا خاص برگزیدہ اور مقرب بندہ اللہ کی نشانیوں کو اللہ کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اللہ کے کان سے سنتا ہے جیسا کہ بخاری کی ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مقرب بندہ کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (آخر الحدیث) اس حدیث کو امام بخاری نے جامع صحیح کی کتاب الرقاق باب التواضع میں ذکر کیا ہے معاذ اللہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ خدا بندہ کا عین بن جاتا ہے بلکہ اس سے مقام قرب اور مقام فنا کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ مقام قرب میں اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ نظر اگرچہ وہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے اور اپنے کان سے سن رہا ہے مگر درپردہ تائید غیبی کا فرما ہوتی ہے کہ **مَا خَالَتْ قُلُوبُهَا وَكَيْفَ تَكُنُّ اِذْ وَكُنْتُ وَكُنْتُ اللّٰهُ** کہی۔ **فَلَمْ تَسْكُتُوْهُمْ وَكُنْتُ اللّٰهُ فَتَكَلَّمْتُ** اسی طرح آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کان سے وہ سنا جو اللہ نے سنا اور اللہ سے وہ دیکھا جو اللہ نے دیکھا یا بچوں درمکتب بے نشانی رسیدہ چہ گویم کہ آں جاہم دید و شنید

دوق در نوشتند و گم شد سبق : شنیدن بحق بود و دیدن بحق

حق جل شانہ نے اس آیت میں واقعہ معراج کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان فرمایا اس سے زیادہ وضاحت سورۃ نجم میں ہے اور احادیث میں اس کی پوری تفصیل ہے حق تعالیٰ

نے جہاں جس قدر بیان کرنا مناسب جانا اسی قدر بیان کر دیا اختصار مزید بیان کی نفی نہیں کرتا۔

بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ اقطے کے معنی دُور تر کے ہیں اور مسجد بیت المقدس خانہ کعبہ سے بہت دُور ہے۔ اور زمانہ نزول وحی میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ

کے سوا روئے زمین پر اور کوئی مسجد نہ تھی اور روئے زمین پر اس وقت مسجد اقصیٰ سے زیادہ کوئی مسجد دور نہ تھی۔

علماء کی اصطلاح میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے لے کر ساتوں آسمانوں اور سورۃ الملتہٰی کی سیر کو معراج کہتے ہیں اور بسا اوقات دونوں

سفروں کے مجموعہ پر لفظ اسراء یا لفظ معراج کا بھی اطلاق کر دیا جاتا ہے اسراء رات کے چلنے کو کہتے ہیں لیلۃ کا لفظ اس کے بعد صرف اس لیے لایا گیا کہ پوری رات اس سفر میں صرف نہ ہوئی بلکہ اس کا ایک قلیل حصہ صرف ہوگا۔

اسراء اور معراج سے مقصود حق تعالیٰ کا یہ تھا کہ اپنے برگزیدہ بندہ کو اپنے عجائب قدرت دکھاتے اگرچہ یہ عالم بھی عجیب ہے مگر عالم ملکوت کے کرشمے وہم و گمان سے بالا اور

برتر ہیں آپ نے سورۃ الملتہٰی کی سیر کی اور بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں جیسا کہ سورۃ نجم کی آیات سے ظاہر ہے لَقَدْ رَأٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔

خدا تعالیٰ نے اس واقعہ کو لفظ سبحان سے شروع کیا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر قسم کے عجیب اور نقص اور عجز سے پاک ہے اس کو ایک رات میں اپنے بندہ کا مکہ سے

بیت المقدس لے جانا کچھ مشکل نہیں جو لوگ اس کو مستبعد سمجھتے ہیں وہ خدا کو عجز اور نقص کا عجیب لگاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ہر عجیب سے منزہ اور پاک ہے۔

صحابہ اور تابعین اور علماء ربانین کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور پر نور کو یہ معراج بحالت بیداری روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور یہ واقعہ اس قدر احادیث

کثیرہ و صحیحہ سے ثابت ہے کہ چکا نہ انکار ممکن ہے اور نہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن ہے اس درجہ کثیر ہیں کہ حد تو اتنا کہ پہنچی ہیں جن کا انکار ناممکن ہے اور اس درجہ صحیح اور واضح ہیں کہ ان میں ذرہ برابر

تاویل کی گنجائش نہیں متواترات کا انکار کفر ہے اور نصوص محکمات میں تاویل الحاد اور زندقہ ہے اسی وجہ سے ہر زمانہ میں اہل اسلام کا اس پر اجماع رہا ہے اور یہی ان کا عقیدہ رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو معراج سمائی ہوئی اور آپ بیداری کی حالت میں بحمد العنصری آسمانوں پر تشریف لے گئے





دکھانا مراد نہیں بلکہ حسائی طور پر دکھانا مراد ہے اور سورہ نجم میں مَا ذَآئِغُ الْبَصَرِ کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاہدہ بصری تھا نیز سورہ نجم میں حق تعالیٰ نے اس واقعہ کو آیات کبریٰ اور معجزات عظمیٰ میں سے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ خواب نہ آیات کبریٰ ہے اور نہ معجزات عظمیٰ ہے۔

(۴) نیز مؤثر منقول ہے کہ جب آپؐ نے واقعہ امراء و معراج کو لوگوں کے سامنے بیان کیا تو کافروں نے اس کو خیال جانا اور آپؐ کی تکذیب کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپؐ خواب کے مدعی تھے اگر آپؐ خواب کے مدعی ہوتے تو کافروں کے جھٹلانے کو تو معنی نہ تھے خواب میں ہر ایک انسان عجائبات دیکھ سکتا ہے کیا عرب کے کافر ایسے بےوقوف اور نادان تھے جو یہ کہتے تھے کہ خواب میں بیت المقدس اور آسمانوں پر جانا محال ہے۔

(۵) نیز احادیث میں ہے کہ مشرکین نے اس واقعہ کو سن کر آپؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کی اور آپؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذاق اڑایا اور انبیا یاں بھیائیں، بیت المقدس کی علامات دریافت کیں اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے کر دیا آپؐ نے اس کو دیکھ دیکھ کر ان کی باتوں کا جواب دیا اگر یہ واقعہ کوئی خواب یا کھٹ ہوتا تو مشرکین آپؐ سے بیت المقدس کی علامتیں نہ پوچھتے خواب بیان کرنے والے سے نہ کوئی علامت پوچھتا ہے اور نہ مذاق اڑاتا ہے ایسے موقع پر کسی کاتبان یاں بجانا اپنی کامیابی اور اور مخالف کی ذلت کی علامت ہے اور کامیابی راہی میں سمجھتے تھے کہ آپؐ کا جھوٹ ثابت کر دیں اور یہی ہو سکتا ہے کہ جب یہ واقعہ بیان کیا ہو اور عثمان کے وقت میں جاننا اللہ بیت المقدس کا سامنے کر دینا اس امر کی دلیل ہے کہ صرف اتنا واقعہ کفنی ہے باقی پورا واقعہ بیداری کا ہے۔

(۶) نیز اگر واقعہ امراء و معراج کوئی خواب ہوتا تو حضورؐ پر فوراً صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار نہ ہوتا خواب میں تو ابو جہل اور ابو ہریرہ بھی ایک رات میں مکہ سے بیت المقدس جا کر واپس آ سکتا ہے۔

(۷) نیز مستدرک حاکم میں باسناد صحیح اور امام بیہقی کی دلائل النبوة میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس جا کر واپس آئے تو صبح کو لوگوں سے یہ واقعہ بیان فرمایا تو کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور کفار دوڑے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان سے جا کر کہا کہ تمہیں کچھ اپنے رفیق اور دوست کی بھی خبر ہے آپؐ کا دوست یہ کہتا ہے کہ آج رات اسے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ابو بکرؓ نے کہا کیا واقعی آپؐ نے یہ بات کہی ہے لوگوں نے کہا ہاں کہی ہے ابو بکرؓ نے کہا کہ ہاں میں تو بیت المقدس سے بھی دور ہیں اور بعید از عقل بھی ہیں، ان کی تصدیق کرتا ہوں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسی تصدیق کی وجہ سے ان کا نام صدیق رکھا گیا اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو کفار بھی اس کی تصدیق کر دیتے کہ خواب میں اکثر دور دور کے شہروں کی سیر کر ہی لیا کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۱ جلد ۳ و تفسیر درمثور ص ۱۵۵ جلد ۴ و حضانہ نبی کبریٰ ص ۱۷۶ جلد ۱)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ سننے والے نے اس واقعہ کو بیداری کا واقعہ سمجھا اسی بناء پر بعض لوگ مرند ہو گئے اور ابو جہل اور قریش نے اس واقعہ کو محال سمجھ کر آپ کا مذاق اڑایا اور اسی کی تصدیق پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغلوب ہوا۔ اور یہ سب باتیں اسی صورت میں ممکن ہیں جب کہ آپ کا دعویٰ معراج جسمانی سماعت بیداری ہو خواب میں مکہ سے بیت المقدس جانا اور صبح کو مکہ واپس آنا کسی عاقل کے نزدیک بھی محال اور ناممکن نہیں بنی تو بنی ایسا خواب تو کافر بھی دیکھ سکتا ہے اور خواب سن کر بے اعتقاد اور مرتد ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور محض خواب کی تصدیق پر صمدین کا لقب ملنے کی بھی کوئی وجہ نہیں پس معلوم ہوا کہ جس معراج کی ابو جہل اور کفار نے تکذیب کی اور جس کی ابوبکر صمدین نے تصدیق کی تھی وہ جسمانی ہی تھا لہذا اب جو مراد جسمانی کا انکار کرے وہ خود سمجھ لے کہ وہ کس گروہ سے ہے اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی معراج جسمانی کی قائل ہیں لہذا کسی کا یہ کہنا کہ وہ معراج جسمانی کی قائل نہیں کس طرح درست اور صحیح ہو سکتا ہے۔

نیز عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباسؓ دونوں حضرات اس بات کے قائل تھے کہ واقعہ معراج بلاشبہ جسمانی تھا اور سماعت بیداری تھا مگر ان دونوں حضرات کا اس بارہ میں اختلاف تھا کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الہی سے مشرف ہوئے کہ نہیں عبد اللہ بن عباسؓ شب معراج میں روایت باری تعالیٰ کے قائل تھے کہ حضور پر نورؐ نے اس شب میں اپنے رب اکرم کو پنجم سر دیکھا اور عبد اللہ بن مسعود اس کے منکر تھے اور ابن مسعود کی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی شب معراج میں روایت باری کی منکر تھیں معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مسعود کی طرح عائشہ صدیقہ بھی معراج جسمانی کی قائل تھیں صرف روایت کی منکر تھیں۔ حضرت عائشہ اور عبد اللہ بن مسعود کا دیگر صحابہ کرامؓ سے اختلاف معراج کی جسمانی اور سماعت بیداری ہونے میں نہ تھا بلکہ اختلاف صرف اس بات میں تھا کہ حضور پر نورؐ اس سر دیکھنے میں پنجم سر دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اختلاف کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ سماعت خواب تھی تعالیٰ کا دیدار بالا جماع جائز ہے معراج جسمانی ہونے کے بارہ میں صحابہ کرامؓ کا کوئی اختلاف نہیں بالخصوص اگر کوئی اختلاف ہوتا تو وہ اختلاف کسی پر فتن نہ رہتا سب کو معلوم ہوتا جن مسائل میں صحابہ کرامؓ کا ایک دوسرے سے مناظرہ یا کوئی مباحثہ ہوا جیسے سماع موتی اور مستطیح و غیرہ میں تو وہ ضرور منقول ہوتا اسی طرح اگر مسئلہ معراج کے متعلق صحابہ و تابعین میں کوئی اختلاف ہوتا تو ضرور منقول ہوتا اور یہ ناممکن تھا کہ اگر صحابہ میں سے کوئی معراج جسمانی کا منکر ہوتا تو دوسرے صحابہ کرام جو معراج جسمانی کے قائل تھے وہ ان سے مناظرہ نہ کرتے مگر یہ کہ حضرت عائشہ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ وہ معراج جسمانی کی قائل نہ تھیں بالکل غلط ہے جو لوگ معراج کو روحانی یا خواب قرار دیتے ہیں اور معراج کے منکر ہیں وہ اپنے اس باطل دعوے کی تائید میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کا نام لیتے ہیں اور بطور استدلال یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کرتی تھیں مَا فَخَّرَ جَسَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ

یعنی شب معراج میں میرے پاس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم غائب نہیں ہوا لیکن اللہ نے آپؐ کی روح کو میری کرائی۔

**جواب** | یہ حدیث محدثین کے نزدیک ثابت نہیں اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے اور راوی مجہول ہے اور ابن حجر نے تنویر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی نے صحیح حدیث کو رد کرنے کے لیے اسی کو وضع کیا ہے۔

(زر قانی شرح مواہب ص ۴ جلد ۶)۔

علاوہ ازیں اس روایت کا صحیح ہونا نہایت دشوار ہے کیونکہ واقعہ معراج بالا جماع ہجرت سے تین سال یا پانچ سال پہلے کا ہے اس وقت اگر عائشہ صدیقہؓ پیدا بھی ہو چکی تھیں تو سن شہور کو نہ پہنچی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہ آئی تھیں جو واقعہ ان سے پہلے گزر چکا ہے اس کی نسبت وہ کیسے فرما سکتی ہیں کہ آپؐ کا جسم موجود تھا یا غائب تھا لہذا ان کا یہ کہنا کہ میں نے نبی کریمؐ کے جسم کو اپنے پاس سے مفقود اور غائب نہیں پایا کیسے صحیح ہو سکتا ہے خاص کر جب حضرت عائشہ صدیقہؓ خود یہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب واقعہ معراج بیان کیا تو کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور ابوبکرؓ کو بوجہ تعدی کے صدیق کا لقب ملا اگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نزدیک یہ معراج جمالی نہ ہوتی تو اس بات کی تصریح فرما دیتیں کہ ارتداد اور استبعاد کی کیا ضرورت ہے یہ واقعہ تو خواب کا ہے یا روحانی واقعہ ہے کفار نے غلط سمجھ کر خواہ مخواہ آپؐ کی تکذیب کی اور آپؐ کا مذاق اڑایا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث جیسے کفار کی تکذیب اور لوگوں کا مرتد ہونا اور تعدی کی وجہ سے ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب مذکور ہونا یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے اور محقق تفسیر جسدہ والی روایت موقوف اور غیر صحیح ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا رؤیت بصری سے انکار اس بات کی دلیل ہے کہ وہ معراج جمالی کی قائل تھیں ورنہ خواب میں دیدار خداوندی کے انکار کی کوئی وجہ نہیں منافی اور روحانی رؤیت کا انکار غیر معقول ہے اس لیے کہ رؤیت باری تعالیٰ خواب میں یا روحانی طور پر عقلاً و نقلاً جائز ہے معاذ اللہ کیا حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خواب میں بھی دیدار خداوندی اور رؤیت باری تعالیٰ کو جائز نہیں سمجھتی تھیں اور اگر بظن محال حضرت عائشہؓ نے اس قول کو صحیح بھی مان لیا جائے تو چونکہ یہ قول بے شمار احادیث صحیحہ اور صریحہ کے خلاف ہے اس لیے قابل قبول

لے علامہ زر قانیؒ فرماتے ہیں حدیثا ہذا ایسے بالاثبات عنہا لمافیہ من العلة القادحة وفي سندہ من الخلق مجہول وقال ابن حجر وجبة في التنوير انه حديث موضوع عليهما وقال في مراجعہ الصغير قال امام الشافعية ابو العباس بن سريج هذا حديث لا يصح والما وضعه الحديث الصحيح (زر قانی شرح مواہب ص ۴ جلد ۶)

نہ ہوگا (مشرح شفا مقامی عیاض للعلامہ القاری ص ۹۹)

نیز احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ جب فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امراء و معراج کے لیے لینے آتے تو آپ اس وقت ام ہانیؓ کے گھر میں تھے فرشتے آپ کو ام ہانیؓ کے گھر سے مسجد حرام میں لے گئے اور وہاں جا کر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا اور براق پر سوار کر کے بیت المقدس لے گئے معجم طبرانی میں ام ہانیؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

قالت بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسوی بہ فی بیتہ فقد تمعن اللیل فاستمع منی النور مخافة ان یکون عرض لہ بعض قریش فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبریل اتانی فاخذ بیدہ فاخرجنی الی آخر الحدیث ۛ (خصائص کبریٰ للسیوطی ص ۱۷۷)

ام ہانیؓ کہتی ہیں کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے دربان شب کے میں نے آپ کو دیکھا تو آپ گھر میں موجود نہ تھے میری عینداز گئی اور دربار ہوا کہ آپ باہر تشریف لے گئے ہیں مبارک اوقوش میں کا کوئی دشمن آپ کو کچھ نہ لگ گیا ہو (جب صبح ہوئی اور آپ گھر تشریف لائے اور آپ سے میں نے اپنی پریشانی بیان کی) تو آپ نے مجھ سے امراء اور معراج کا واقعہ بیان کیا تب میرے دل کو تسلی ہوئی۔

دیکھو حضرات کبریٰ ص ۷۷، اجلاد و قیوم در منثور ص ۴۸، اجلاد ۴

ام ہانیؓ کی روایت کا یہ لفظ فقد تمعن من اللیل یعنی اس رات میں نے آپ کو گھر سے غائب پایا ام ہانیؓ کا یہ لفظ عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے لفظ ما فقد تجسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج معادن اور مخاف ہے لہذا بوقت تعارض ترجیح ام ہانیؓ کی روایت کو ہوگی اسلئے کہ معراج کا آغاز ام ہانیؓ کے گھر سے ہوا اور آپ صبح ام ہانیؓ کے گھر پر ہوئی اور حضرت عائشہؓ اس وقت کم سن تھیں اور بعض اقوال کی بناء پر واقعہ امراء و معراج حضرت عائشہ صدیقہؓ رضی اللہ عنہا کی ولادت سے پہلے کا ہے اسلئے اگر ماخذ من اللیل کی روایت صحیح بھی ہو تو ام ہانیؓ کی روایت کے مقابلہ میں اسکو ترجیح نہیں ہو سکتی ہے اسلئے کہ ام ہانیؓ خود اپنا شاہد بیان کرتی ہیں اور عائشہ صدیقہؓ واقعہ معراج کے وقت آپ کے نکاح میں نہ تھیں نیز حضرت عائشہؓ سے خود ایک روایت ام ہانیؓ کی روایت کے موافق آئی ہے جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے غائب تھے چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ابن سعد اور ابن عساکرؒ نے حدیث معراج کو بعد از عائشہ بن عمرؓ اور ام سلمہؓ اور عائشہ صدیقہؓ اور ام ہانیؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے اور اس طویل اور مفصل حدیث میں یہ لفظ آیا ہے۔

فقد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلك الليلة فتفرقت بنو



اور ایک روایت میں لفظ ہیں یا رسول اللہ، ابن کنت یا رسول اللہ فقد طلبتک ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کج راست آپ کہاں تھے جہاں گمان اور خیال کیا جاسکتا تھا وہاں سب جگہ آپ کو تلاش کر لیا مگر آپ کو نہ پایا آپ نے فرمایا راست جبریل امین آئے تھے اور براق پر سوار کر کے مجھے بیت المقدس لے گئے تھے اسی آخیرہ

(دیکھو خلاصہ کبیری بیرونی ص ۱۵۹ جلد ۱)

مدینہ اکبرہ کی یہ روایت اس امر کی روشنی دلیل مل کر آپ کا یہ امر جہاں تھا اور بحالت بیداری تھا اور امام طبریؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت عائشہؓ کی طرح حضرت معاویہؓ کا قول نقل کیا اور پھر اس کو رد کیا کہ یہ قول صحیح نہیں سیکھ کر دلائل واضح اور احادیث متواترہ کے خلاف جسے بے شمار روایتوں میں بتواتر یہ امر منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر مکہ سے بیت المقدس گئے اور ظاہر ہے کہ سواری پر جسم ہی سوار ہوتا ہے نہ کہ روح اور یہ کہنا کہ براق پر سوار ہونا بھی خواب ہی میں تھا صریح آیات قرآنہ اور احادیث متواترہ کے خلاف ہے اور صحابہ و تابعین کی تصریحات کے بالکل برعکس ہے لہذا یہ قول کسی طرح قابل قبول نہیں۔

(تفسیر ابن جریر طبری ص ۴۴ جلد ۱)

اور کیا مشرکین مکہ کا اس واقعہ کو سن کر مذاق اڑانا اور تعجب سے سر پر ہاتھ رکھنا اور تالیان بجانا اور بیت المقدس کی علامتیں پوچھنا کیا یہ سب خواب ہی میں تھا یا روحانی طور پر تھا مقصود اسی واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ثابت کرنا تھا اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ یہ واقعہ بحالت بیداری اسی جسم عنقریب کے ساتھ مانا جاسکے ورنہ محض روحانی عروج یا خواب، نبوت و رسالت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

**ایک شبہ اور اس کا ازالہ** | یعنی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا حِسْمَةً

بلکہ میں سے استدلال کیا ہے کہ یہ واقعہ خواب کا تھا جو کہ یہ آیت اس سورت کی ہے اس لیے اس شبہ کا لفظی جواب انشاء اللہ اس آیت کی تفسیر میں آجائے گا مفسر یہ کہ اس آیت میں رؤیا سے معراج کا خواب مراد نہیں بلکہ واقعہ مدینہ کے متعلق حضور پُر نورؐ نے جو خواب دیکھا تھا وہ مراد ہے اور اگر بالفرض واقعہ اس سے معراج ہی کا واقعہ مراد لیا جلتے تو صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آیت میں رؤیا سے مراد رؤیت چشم ہے خواب میں دیکھنا مراد نہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جو دیکھا وہ پنجم سر دیکھا وہ خواب نہ تھا۔

خلاصہ کلام: یہ کہ معراج جہاں بحالت بیداری، دلائل قطعیہ اور احادیث متواترہ اور جامعہ صحابہ سے ثابت ہے اس لیے کہ عقائد حضرت قرآن سے ثابت ہے اس کا انکار تو صریح کفر ہے اور احادیث متواترہ کا

انکار بھی کفر ہے اور اجماعی امور کا انکار قریب بکفر ہے اور غیر ثابت شدہ احوال کی آڑ لے کر نعوس مریجہ اور واضعہ میں تاویل کرنا یہ الحاد اور زندقہ ہے ایسا شخص ظاہر میں مسلمان ہے اور در پردہ کافر ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ خدا اور زندگی منافی کے حکم میں ہے۔

۱۵) ام ہانی رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث میں ہے کہ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سفر بیت المقدس کا واقعہ بیان کر کے یہ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے اس رات دیکھا ہے وہ قولش سے بیان کر دوں ام ہانی بکھپتی ہیں کہ میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا خدا کے لیے آپ یہ کیا کرتے ہیں وہ لوگ تو پہلے ہی سے آپ کی تکذیب کرتے ہیں مجھے خوف ہے کہ یہ واقعہ سن کر آپ پر حملہ نہ کر بیٹھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھٹکا دے کر دامن چھڑا لیا اور مجمع میں جا کر سارا واقعہ بیان کیا پس اگر یہ واقعہ غائب کا ہوتا تو ام ہانی اس کے بیان نہ کرنے پر اس قدر اصرار نہ کرتیں۔

(۹) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ لوگ من کر اس واقعہ کی تکذیب کریں گے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں کیونکہ خواب میں اکثر عجیب و غریب واقعات دیکھے جاتے ہیں مگر کسی کو یہ فکر نہیں ہوتا کہ لوگ من کر اس کی تکذیب کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجلستے اس کے کہ واقعہ معراج سے شاداں اور فرحان ہوتے بیان کرنے کے پہلے ہی رنجیدہ اور غم گین تھے اس وجہ سے کہ کفار اس واقعہ کو خلاف عقل سمجھ کر میری تکذیب کریں گے اور میرا مذاق الٹیں گے بظاہر باوجود اس رنجیدگی اور پریشانی کے آپؐ نے یہ واقعہ سب کے سامنے اس لیے بیان کیا کہ آپؐ اس واقعہ کے بیان کرنے پر من جانب اللہ مامور تھے دلی کو اپنی کرامت کا چھپانا جائز ہے مگر بنی پر اپنے معجزہ اور کرامت کا اظہار فرض ہے تاکہ اس کی نبوت و رسالت ثابت ہو۔

**فائدہ** اس وقت ہم منکرین معراج کا ایک اعتراض نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کرام ملاحدہ اور زندادقہ کے دام تزویر میں آکر اسلام کے ایک متفق علیہ مسئلہ کا انکار نہ کریں۔

**اعتراض** ایک رات میں مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے صبح مسموت کا سفر طے کرنا اور صبح سے پہلے مکہ واپس آجانا عقلاً محال ہے۔

**جواب** ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کر لینا عقلاً کوئی محال نہیں مگر عرت حرکت کی کوئی مدد نہیں ہوتی جہازوں کی پرواز سامنے ہے اور نہ معلوم کس آئندہ کس مذہب کی ترقی کر جائے قرآن کریم میں ہے کہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے لیے معجز تھی تخت سلیمانی کو وقت قلیل میں ایک ہیمہ کی مسافت پر پہنچا دیتی تھی **عَذُّقُهَا مَشْهُورٌ وَكَوْاجُهَا مَشْهُورٌ** قرآن کریم سے ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص جس کو خدا تعالیٰ نے کتاب کا علم عطا فرمایا تھا ایک ایک

چھکنے میں بلیقے کا تخت یمن سے لاکر شام میں سلیمان علیہ السلام کے سامنے دکھ دیا۔  
 قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ جَنَمٌ مِّنَ الْكُتُبِ اَنَا اَرْسِلُكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّوْتَرَكَ الرَّيْلُكَ طَرَفُكَ  
 فَلَمَّا كَانَ مُسْتَقْبِرًا عِنْدَكَ قَالَ هٰذَا مِثْرٌ فَضِّلْ رُبِّيْ ۔

حضرت آدم علیہ السلام کا زندہ آسمان سے اتارا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے اور علیٰ ہذا حضرت  
 عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور نزول من السماء قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت  
 ہے اور چودہ سو سال سے تمام علماء ربانیین کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے معلوم ہوا کہ جسم عنقریبی کا آسمان پر جانا  
 عقلاً و نقلاً بالاتفاق ممکن بلکہ واقع ہے اور اس زمانہ میں ہوائی جہازوں کی برق رفتاری سب کے سامنے  
 ہے پس جب کہ اس زمانہ میں خدا کی مخلوق کو یہ قدرت ہے کہ مدہم اور ہزار ہا میل فی گھنٹہ کی رفتار کی  
 سواری ایجاد کر سکے تو کیا خداوند عالم کو یہ قدرت نہیں کہ وہ اپنے کسی برگزیدہ کے لیے براق جیسی برق رفتاری  
 پیدا کر دے کہ جو اس کو چند گھنٹہ میں بیت المقدس کا سفر طے کرادے معاذ اللہ کیا خدا کی قدرت یورپ  
 کے کارخانوں کی قدرت سے بھی کم ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جسم عنقریبی کے ساتھ آسمان  
 پر عروج اور پھر اس جسم عنقریبی کے ساتھ نزول ممکن ہے اسی طرح سمجھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور اخیر زمانہ میں  
 نزول من السماء بھی ممکن ہے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عروج اور یہ نزول جسمانی تھا اسی طرح حضرت یسے  
 علیہ السلام کا عروج الی السماء بھی جسمانی تھا اور قیامت کے قریب ان کا نزول من السماء بھی جسمانی ہوگا اور  
 یہی تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے لہذا قادیان کے کسی دھقان کا یہ کہنا کہ کسی جسم عنقریبی کا زندہ آسمان پر  
 جانا اور زندہ آسمان سے اترنا محال ہے اہل عقل کے نزدیک مجنونانہ ہڈیاں سے زیادہ وقت نہیں رکھتا

## معراج آسمانی اور مرزائے آنجہانی

معراج کا مسئلہ اسلام میں ایک عظیم الشان مسئلہ ہے جو آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت  
 ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات اور آپ کے دلائل نبوت اور بلیغ رسالت  
 سے ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اور اُمت محمدیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسرار و معراج کی عزت  
 و کرامت سوائے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کو یہ فضیلت حاصل نہیں مگر مرزائے قادیان  
 اپنی خود غرضی کی وجہ سے اس مجززہ سے انکار کرتا ہے اور طرح طرح سے معراج جسمانی کے ماننے سے پہلو  
 تہی کرتا ہے مرزائے قادیان کو ڈر ہے کہ اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان  
 پر جانا ثابت ہو جائے گا اور پھر جب انکا رفع الی السماء ثابت ہو جائے گا تو ان کا نزول من السماء  
 یعنی آسمان سے اترنا بھی ثابت ہو جائے گا کیونکہ رفع جسمانی اور نزول جسمانی دونوں ہم شکل ہیں اسی لیے  
 مرزائے قادیان کبھی تو معراج جسمانی کا انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک جسم عنقریبی کا آسمان پر



جانا عقلاً و نقلاً مال ہے کوئی زندہ شخص آسمان پر جا ہی نہیں سکتا اور کبھی کہتا ہے کہ واقعہ معراج بیداری کا واقعہ تھا بلکہ ایک خواب تھا اور کبھی کہتا ہے کہ واقعہ معراج ایک کشف تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مکہ سے باہر نہیں گئے منتر پر ہی بیٹھے بیٹھے بیت المقدس وغیرہ کا کشف ہو گیا چنانچہ مرزا ازالۃ الادہام ص ۱۱ میں لکھتا ہے کہ ”یہ معراج اس جسم کشف کے ساتھ تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ اعلیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحبِ تجربہ ہے“ (انتہی)۔

ناظرین کرام! اس عبادت کو غور سے پڑھ لیں اس میں اولاً تو معراج جسمانی کا انکار کیا اور ثانیاً اس کو ایک قسم کا کشف بنایا اور ثالثاً سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری بلکہ برتری کا دعویٰ کیا کہ واقعہ معراج اگر حضور پر نور کو عمر میں ایک مرتبہ پیش آیا تو قادیان کے اس دہقان کو اس کا تجربہ ہے کہ بارہا اس کو اس قسم کا کشف ہو چکا ہے مرزا کے نزدیک اگر یہ واقعہ خواب کی حالت میں ہوا تھا یا اعلیٰ درجہ کا کشف تھا تو جو واقعات احادیث صحیحہ اور مرسلہ سے ثابت ہیں وہ سب کے سب کیا خواب تھے یا سب کشف و مکاشفہ تھے واقعہ معراج میں کرمشربین مکہ کا تعجب سے سروں پر ہاتھ رکھ لینا اور تالیاں بجانا اور بیت المقدس کی علامتیں دریافت کرنا وغیرہ وغیرہ کیا یہ سب باتیں کشف اور خواب کی آزمائش کے لیے تھیں یا واقعہ بیداری سمجھ کر یہ باتیں کی جا رہی تھیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ معراج جسمانی کا کشف نہ کہ روحانی اور منافی ادکشف کا تھا اس لیے کہ روحانی یا منافی یا کشفی چیز کا کون انکار کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس پر اعتراض کر سکتا ہے اور نہ اس کے جواب کی کوئی حاجت ہوتی ہے نیز کیا اس قسم کا کشف مرزا صاحب کے علاوہ کس اور کو بھی ہو سکتا ہے یا صرف مرزا صاحب کے ساتھ مخصوص ہے۔

مرزا ازالۃ الادہام میں لکھتا ہے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعِ جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسمِ سمیت شب معراج آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تو یہ تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا لیکن پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ رؤیتِ عالم غیر انتہی ہے۔

اس تحریر سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ تقریباً کل صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے دوسرے یہ کہ عائشہ صدیقہؓ اس کی منکر تھیں اول امر کے متعلق یہ گزارش ہے کہ کتب رجال وغیرہ سے یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام ایک لاکھ سے زیادہ تھے اور یہ تمام صحابہ معراج جسمانی کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ امر کسی ادنیٰ مسلمان پر غنی نہیں کہ جس بات پر ایک لاکھ اعتقاد رکھتے ہوں اس کے موافق اعتقاد رکھنا مسلمان پر فرض ہے اور آیت مضرلہ و کیتبع غیور سیدیل المؤمنین سے ان لوگوں کے لیے وعدہ ثابت ہے کہ جو مؤمنین اولین کے طریقے سے انحراف کریں رہا امر دوم کہ عائشہ صدیقہؓ معراج جسمانی کی منکر تھیں سو وہ بالکل ضلالت ہے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے اور یہ بتلا چکے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی طرف ما فقد جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت منسوب کی جاتی ہے وہ قطعاً موضوع ہے اور اگر بالفرض یہ روایت

صحیح ہیں ہو تو صرف ایک صحابی کا قول ہزار ہا صحابہ کرام کے اجماع کے مقابلہ میں کیسے حجت ہو سکتا ہے اجماع صحابہ کے بعد کسی ایک ایسے غیر صحیح اور غیر ثابت قول سے استدلال کرنا جو بطل اور کذب ہو الحاد اور زندقہ ہے۔ ہر حال مرزائے قادیان واقعہ معراج کو مفسی ایک مکاشفہ کہتے ہیں کہ گھر میں بیٹھ ہی بیٹھ ہی بیت المقدس اور آسمانوں اور مدینۃ النہی کشف سے دیکھ رہے تھے یہ انکار کا ایک ذرا لاطیف ہے کہ لفظ قمر معراج کا باقی ہے مگر معنی اس کے بالکل بدل دیئے جائیں مرزا ازالۃ الادہام کے صفحہ نمبر ۴۴ میں لکھتا ہے۔

تیسرے معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصغیٰ اور اعلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب شجر ہ ہے۔“

سبحان اللہ میلہ قادیان کی اس جسارت اور وقاحت کو تو دیکھئے کہ اپنے لیے اعلیٰ درجوں کے کشفوں کے تجربہ کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہر کس و نا کس اس قسم کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے جی گھر بیٹھ بیٹھ کشفی طور پر بیت المقدس اور سبع سموات کی سیر کر لی ہے کشف تو ایک قسم کی معنوی چیز ہے جو دوسرے کو محسوس نہیں ہوتی اور نہ اس کو نظر آتی ہے البتہ آثار اور علامت سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے مگر مرزا صاحب ہر جب نظر ڈالنے ہیں تو آثار نکذیب ہی کے نظر آتے ہیں اس لیے کہ مرزا صاحب کی ہمت سی پیشین گوئیاں جھوٹی نکلیں اور ظاہر ہے کہ پیشین گوئیوں کا دار و مدار کشف ہی ہے اور علماء کرام نے مرزا کی پیشین گوئیوں کے جھوٹ اور غلط ہونے کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

## قصۃ اسراء و معراج

بنا سبت مقام، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر قصۃ اسراء و معراج نہایت اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کر دیا جائے تاکہ اجمالی طور پر از اول تا آخر قصہ کی ترتیب و فوہی معلوم ہو جائے باقی تفصیل کے لیے کتب سیرت دیکھیں اور بعد ضرورت اس ناچیز نے اپنی تالیف سیرۃ المصطفیٰ حصہ اول میں واقعہ معراج کو مع اسراء و حکم کھ دیا وہاں دیکھ لیا جائے فاقول وباللہ التوفیق۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہجرت سے ایک سال پہلے یا دو سال یا پانچ سال پہلے یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بعد نماز عشاء ام ہانی کے مکان میں سو رہے تھے کہ جبریل امین فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کے پاس آئے اور ام ہانی کے مکان سے مسجد حرام میں لے گئے وہاں سینہ مبارک چاک کیا اور قلب مبارک کو زمزم کے پانی سے دھو کر اپنے مقام پر رکھ دیا اور پھر آپ کو براق پر سوار کر کے بیت المقدس لے گئے راستہ میں کچھ واقعات پیش آئے جن کا ذکر کتب سیرت میں ہے تھوڑی

دیر میں آپ بیت المقدس پہنچ گئے آپ براق سے اترے جبریل امین نے براق کو ایک حلقہ میں باندھ دیا مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ کے انتظار میں جمع تھے اور آسمان سے کچھ فرشتے بھی نازل ہوئے تھے اور سب صف بستہ تھے جبریل امین نے حضور پر نور کو امامت کے لیے آگے بڑھایا آپ نے ان سب کی امامت فرمائی (زرقانی ص ۸۰ جلد ۶) اور انبیاء کرام اور ملائکہ حاضرین نے آپ کی اقتداء کو پھر آپ کے لیے ایک مہراج (میرٹھی) لائی گئی ابن سعد کی روایت میں ہے کہ یہ مہراج (میرٹھی) جنت الفردوس سے لائی گئی (زرقانی ص ۵۵) پھر اس مہراج (میرٹھی) کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین دونوں آسمان پر پہنچے اور آسمان کا دروازہ کھلایا اور آسمان پر عروج اسی مہراج (میرٹھی) کے ذریعہ ہوا اور براق کو بیت المقدس میں بھجود گئے پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر ان کے ساتھ ان کے خالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی تھے پھر تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر چوتھے آسمان میں حضرت اور لیس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر یاجوجی آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر وھشی آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی بعد ازاں آپ بیت معمر میں داخل ہوئے جو قبلہ نماگاہ ہے اور مشرق فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر قیامت تک عود نہیں کرتے اور یہ بیت معمر جس میں آپ نے نماز پڑھی ساتویں آسمان میں ایک مسجد ہے جو عرش کے نیچے ہے اور غادہ کعبہ کی محاذات میں ہے بالعرض اگر بیت معمر اپنی جگہ سے گزرتے تو غادہ کعبہ پر اگر گزرتے اس کا حکم وہی ہے جو غادہ کعبہ کا ہے (زرقانی ص ۸۰ جلد ۶) پھر جبریل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مدینہ المنہی پر پہنچے مدینہ المنہی ایک درخت ہے جس کو انوار خداوندی ڈھانپے ہوئے ہیں۔ اور ہر طرف سے فرشتے اس کو گھیرے ہوئے ہیں یہ مقام اوپر سے اترنے والوں اور نیچے سے چڑھنے والوں کا منہی ہے کراٹا کا تین کا بھی منہی ہے کراٹا کا تین اس سے اوپر نہیں جاتے اور یہی مقام جبریل امین کا مستقر اور ٹھکانا ہے اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا پھر توبہ پر تھے (زرقانی ص ۶۶ جلد ۶) اور مدینہ المنہی ہی کے قریب آپ نے جنت کا مشاہدہ فرمایا اور آپ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی سیر کی وہاں دیکھا کہ گنبد موتی کے ہیں اور مٹی مشک کی ہے حق جل شانہ کے اس ارشاد وَلَقَدْ كَانُوا مِنْكُمْ خَوَافًا مَلِكًا اُخْوِي عَنْكَ رَسَدْرًا اَلْمُنْتَهَى حَنْدَكَا جَنَّتُهُ الْمَاوَى اِذَا يَفْعَتْنِي السَّدْرَةُ مَا يَفْعَتْنِي اِسْمَعْلَمُ ہوتا ہے کہ جنت مدینہ المنہی کے قریب ہے اور اسی مقام میں آپ نے نہر کوثر کو دیکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے (زرقانی ص ۷۰ جلد ۶) اور وہ چار نہریں جن کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے وَفِيهَا اَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ اَسِيٍّ وَ اَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَ اَنْهَارٌ مِنْ حَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَ اَنْهَارٌ

قَوْتُ حَسْبِيَ مَقْصُوفٌ۔ یہ چاروں نہریں سورۃ المائدہ کی جڑ سے نکلتی ہیں آپ نے اس مقام پر ان کا معائنہ فرمایا اور زقانی ص ۹، جلد ۷، بعد ازاں آپ کو جنم دکھلائی گئی جس میں آپ نے اللہ کے قہر اور غضب کا مشاہدہ کیا پھر بند کر دی گئی بعد ازاں آپ کے لیے ایک سبز ردف (بھولایا تخت) لایا گیا آپ اس پر بیٹھے اور جبریل امینؑ نے آپ کو اس فرشتہ کے سپرد کیا جو ردف کے ساتھ آیا تھا آپ نے جبریل امینؑ سے ساتھ چلنے کی درخواست کی جبریل امینؑ نے کہا مجھے آگے چلنے کی قدرت نہیں اگر ایک قدم بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک مقام معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی آیات دکھلانے کے لیے بلایا ہے ردیکو زقانی ص ۹۵، جلد ۷، پس آپ نے جبریل امینؑ کو الوداع کہا اور ردف میں بیٹھ کر اس کے فرشتے کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ایک مستوی (بلند جگہ) پر جہاں آپ صریح الاقلام سنتے تھے یعنی ان قلموں کی کتابت کی آواز سننے جو احکام الہیہ اور تقادیر ربانہ کی کتابت کر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ردف پر جا رہے تھے حضور پر نورؐ فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں یکایک ایک نورانی ابن نمودار ہوا جس نے مجھے اپنے اندر لے لیا اور میں تنہا رہ گیا اور وہ فرشتہ جو ردف کے ساتھ تھا وہ پیچھے رہ گیا اور اس اثناء میں فرشتوں کی جو آوازیں سنائی دیتی تھیں وہ سب منقطع ہو گئیں اس طرح میں بارگاہ قدس اور مقام قرب میں عرض کے قریب پہنچا کما قال تعالیٰ نُنَزِّلُكَ نَارًا مِّنَ السَّمَاءِ فَكَانَتْ قَابًا مِّنْ سَیِّئِ اَوْ اَذًی اُكَاوِحَی اِلٰی حَبْنَدَہٗ مَا كَاوَحَی اور مقام درُ اور تلی میں یعنی مقام قرب میں حق تعالیٰ نے مجھ سے کلام فرمایا اور پچاس نمازیں مجھ پر فرض کیں بعد ازاں میں بارگاہ خداوندی سے واپس ہوا واپسی میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے پھر بارگاہ خداوندی میں واپس گیا اور تحف کی درخواست کی جو منظور ہوئی اس طرح یہ دس مرا جیں ہوتیں سات مرا جیں تو سات آسمانوں تک ہوتیں اور آٹھویں مرا ج سورۃ المائدہ تک ہوتی اور نویں مرا ج مقام صریح الاقلام تک ہوتی اور دسویں مرا ج مقام دُئی فدیٰ تک ہوتی یعنی مقام قرب تک ہوتی جہاں آپ خمار خداوندی اور کلام خداوندی سے مشرف ہوئے بعد ازاں آسمانوں سے بیت المقدس واپسی ہوئی اور حسب سابق آپ براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور صبح کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھی اور صبح کی نماز کے بعد قریش کو اپنے سفر بیت المقدس اور عروج آسمان کی خبر دی کسی نے مانا اور کسی نے نہ مانا

وَ اٰتَيْنَا مُوسٰی الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِيْ اِسْرَءٰیْلَ

اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، اور وہ سوجھ دی بنی اسرائیل کو

اَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِيْلًا ۝۲۰ ذُرِّيَّةٌ مِّنْ حَمَلْنَا

کہ نہ حوالہ کرو میرے سوا کسی پر کام ۲۰ ذریئہ جو اولاد ہو اُن کی

## مَعَ نُوحٍ ۝ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝

جن کو لایا ہم نے نوح کے ساتھ، وہ تھا بندہ حق ماننے والا

## ذکر کرامت حضرت موسیٰ علیہ السلام بطلانِ تورات و شرفِ تکلیف و مناجات

قَالَ اللَّهُ تَبٰلٰی وَاُتٰیْنَا مُوسٰی الْکَلٰمَ ۚ اَلَمْ نَیَّبْکَ اِلٰی... اَلَمْ نَجْعَلْکَ عَبْدًا شَکُوْرًا (ریض) اور یہی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامتِ اسرار اور شرفِ معراج کا ذکر تھا اب اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کے ایک شرف اور عزت اور کرامت کا ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر بلا کر ان سے کلام کیا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے ان کو توریت دی جس میں یہ تاکید یہ حکم تھا کہ اسے فرزندِ ان قوم جن کو ہم نے کشتی میں سوار کیا تھا کہ تم خدا کے سوا کسی کو اپنا کارساز اور حاجت روا نہ بنانا مگر بنی اسرائیل گوسالہ پرستی اور شرک میں پڑ کر ہلاک ہوئے غرض یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا اور کلامِ خداوندی سے مشرف ہونا یہ موسیٰ علیہ السلام کی معراج تھی معراجِ محمدی کے ساتھ معراجِ موسیٰ کا ذکر نہایت لطیف ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام اولوا العزم صاحبِ کتاب اور صاحبِ مہراتِ خدا تعالیٰ کے عظیم رسول تھے اسی طرح آپ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہادی اور رسولِ برحق ہیں اور توریت کی طرح حق تعالیٰ نے آپ کو ہدایتِ عالم کے لیے قرآن جیسی عظیم کتاب عطا کی جو توحید اور مبداء اور معاد اور کلامِ اخلاق کی تعلیم میں بے مثال ہے اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے صحت و رداءِ الحجاب اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اسی طرح آپ نے بھی لیلۃ المعراج میں بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور دیدارِ خداوندی سے بھی مشرف ہوئے اور جس طرح موسیٰ کی نبوت کے منکری کا انجام خراب ہوا اسی طرح آپ کی نبوت اور مجرّہ معراج کے منکری کا انجام خراب ہوا۔

اور چونکہ شبِ معراج میں موسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کی امت دنِ راست میں پچاس نمازوں کا تحمل نہ کر سکے گی اس لیے آپ پر روکار کی طرف لوٹ جایئے اور تخفیف کا سوال کیجیئے اسی لیے حق تعالیٰ نے اسرار اور معراج کے ذکر کے بعد خاص طور پر موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسرار سے آپ بار بار بارگاہِ خداوندی میں گئے اور تخفیف کی درخواست کی اور منظور ہوئی چنانچہ فرماتے ہیں اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تو راست عطا کی اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا اور ان کو حکم دیا کہ میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بناؤ کہ اپنے امور کو اس کے حوالہ اور سپرد کر دو بلکہ اللہ کے سپرد کرو کیونکہ غیر اللہ کو اپنا دلیل بنانا ایک قسم کا کفر اور کفرِ انِ نعمت ہے اور تم لوگ ان لوگوں کی ذریت ہو جو نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور سب خدا کے شکر گزار بندے تھے لہذا تم کو چاہیئے

کہ شکر گزاری اور کفر سے بیزاری میں اپنے آباء اجداد کے نقش قدم پر چلو چنا نہ فرماتے ہیں۔  
اے نسل ان لوگوں کی جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا ان کی اتباع کی برکت  
سے ہم نے تم کو نجات دی اور ان کے ساتھ تم کو کشتی میں سوار کیا پس تم اپنے باپ کے مشابہ بنو اور ان  
کے طریقہ پر چلو بے شک نوح علیہ السلام خدا کے بڑے شکر گزار بندے تھے جب کھانا کھاتے یا پانی پیتے یا کپڑا  
پہنتے تو الحمد للہ کہتے اس لیے خدا تعالیٰ نے ان کا نام عیداً شکوراً رکھا عہدیت اور بندگی کا اصل دارو مدار  
شکر گزاری پر ہے شکر گزاری سے ہدایت اور توفیق ملتی ہے اور ناشکر اور ناقدر محروم رہتا ہے۔



وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ

اور صاف کہہ سنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں

لَتَفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ

کر تم خرابی کرو گے ملک میں دو بار اور پرمہ جاؤ گے

عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا

بڑی طرح پڑھنا : پھر جب آیا پہلا وعدہ اٹھائے ہم نے

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ

تم پر ایک بندے اپنے سخت لڑائی والے

فَجَاسُوا خِلَالِ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۝ ثُمَّ

پھر پھیل پڑے شہروں کے بیچ - اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا پھر

رَدَدْنَا لَكُمُ الْكُرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَا لَكُمْ بِأَمْوَالٍ

ہم نے بھیجی تمہاری باری اُن پر، اور زور دیا تم کو مال سے

وَبَنِينَ وَجَعَلْنَا كَثْرًا نَفِيرًا ۝ ۶ إِنَّ أَحْسَنَتُمْ

اور بیٹوں سے اور اس سے زیادہ کردی تمہاری بھیڑ : اگر بھلائی کی تم نے

أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ

تو بھلا کیا اپنا ، اور اگر برائی کی تو آپ کو پھر جیب پہنچا

وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيُسْوَأَ أَوْجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ

دعوت پہنچلی بار کا کردہ لوگ اداس کریں تمہارے منہ اور پیٹھیں (دکھیں) مسجد میں

كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝

جیسے پہلے (دکھے) پہلی بار ، اور خراب کریں جس جگہ غالب ہوئی پوری خرابی

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدْتُمْ عَدْنَا وَ

آیا ہے رب تمہارا اس پر کہ تم کو رحم کرے اور اگر بھروہی کر دے تو ہم

جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝

بھروہی کریں گے اور کیل ہے ہمنے دوزخ منکروں کا بندی خانہ

## ذکر انجام مخالفت و معصیت برائے تربیب عبرت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ... وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا (ربط) گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے انعام کا ذکر فرمایا کہ ان کی ہدایت کیلئے تورات نازل کی مگر وہ بجاے رشد و ہدایت کے فتنہ و فساد میں جا گرے جس کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ دنیا ہی میں طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوئے اب ان آیات میں احکام خداوندی کی مخالفت کرنے والوں کے برے انجام کو بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت پزیر ہو جو شخص اللہ سے باغی ہو جائے اسے اللہ دنیا ہی میں اس کے دشمن کو اس پر مسلط کر دیتا ہے ان آیات میں اجمالاً دو واقعوں کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے دوسرے مرتبہ مکشی کی اور دونوں مرتبہ سخت قتل اور غارت اور ذلت اور مصیبت میں مبتلا ہوئے چنانچہ فرماتے ہیں اور ہم نے کتاب تورات یا کسی دوسری آسمانی کتاب میں فیصلہ کر دیا اور بنی اسرائیل کو اس سے آگاہ کر دیا کہ تم سرزمین شام میں دوسرے مرتبہ ضرور فتنہ اور فساد برپا کر دے گے کہ حدود و تہذیب سے باہر نکل جاؤ گے اور اعلانیہ احکام تورات کی خلاف ورزی کر دے گے اور بڑا اودھم مچاؤ گے اور لوگوں پر ظلم و ستم ڈھاؤ گے خوب سمجھ لو کہ دونوں مرتبہ تم سخت سزائیں مبتلا ہو جاؤ گے تَنْقِصُتُمْ بَيْنَ حُتُوں اللہ

کے ضائع کرنے کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو ریت میں یا کسی دوسری آسمانی کتاب میں یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ بنی اسرائیل ملک میں دوسرے فقیر اور فساد برپا کریں گے اور ظلم و ستم کا شہوہ اختیار کریں گے تو پھر ہر مرتبہ ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دردناک سزا کا مزہ چکھنا پڑے گا جن کا ذکر آگے آتا ہے پھر جب ان دو وعدوں میں سے پہلے وعدہ کا وقت آئے گا تو ہم تمہاری سزا اور سزا کو لاکے لیے اپنے لیے بندے کھڑے کریں گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے سو وہ تمہارے گھروں میں گھس پڑیں گے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر تم کو قتل کریں گے اور گھر گھر تلاش کر کے تم کو گرفتار کریں گے اکثر محضرین کے نزدیک اس سے مراد نصر باہلی اور اس کا لشکر ہے جنہوں نے بنی اسرائیل کو تیس تیس کر دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے جالوت مراد ہے جو بعد میں داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے ہلاک ہوا

عِبَادَ الْمَلَا ہمارے بندے، یہ اضافت تشریف و تکبر کم کیے نہیں اور یہ مطلب نکلتے نہیں کہ یہ لوگ ہمارے خاص بندے ہوں گے بلکہ یہ اضافت تخلیق و تکوین ہے

اور مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کے خاص ظالم بندے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اسی لیے پیدا کیا ہے یعنی مغرور اور متکبر بن پرسلط کرنے کے لیے پیدا کیا اور ان ظالم بندوں سے سخت نصر اور اس کا لشکر مراد ہے اور یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا سو وہ پورا ہوا پھر جب تم نادم اور تائب ہو کر اپنی شرارتوں سے باز آ جاؤ گے تو پھر تم کو ہم ان پر غلبہ دے دیں گے تم غالب ہو گے وہ مغلوب ہوں گے اور قیم قیم کے مالوں سے اور بیٹوں سے تمہاری مدد کریں گے اور تمہیں بڑا جتنے والا کر دیں گے اور تمہاری ذلت مبدل بہ عزت ہو جائے گی اور تمہاری قلت مبدل بہ کثرت ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ فتح و نصرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ خلافت میں پورا ہوا یا کسی اور بادشاہ کے زمانے میں پورا ہوا اللہ اعلم بہر حال اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوبارہ سلطنت اور شوکت عطا کی جب تک ان کی اطاعت اور شریعت کے متابعت پر قائم رہے سلطنت اور اقتدار قائم رہا، اہل دولت کو چاہیے کہ مال و دولت اور شان و شوکت پر مغرور نہ ہوں یہ دنیا آئی اور فانی ہے اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ کر خدا کے فہر اور انتقام کو نہ صوبیلے نہ مظلوم خدا تعالیٰ کس وقت پکڑے اور بنی اسرائیل کی طرح ذلیل و خوار نہ کرے آج کل بیت المقدس اور بلاد عربیہ اور ہندوستان میں جو مسلمان کھار کے ہاتھ سے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر کھلم کھلا احکام شریعت کی خلاف ورزی پر اتر آتے ہیں اللہ ہم احفظنا رحمت ذلک آمین

اور اس کتاب میں بطور نصیحت یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تم پہلے واقعہ سے سبق نہ کر آندہ نیکی کرو گے تو اپنے ہی نفع کیلئے نیکی کرو گے اس بھلائی کا فائدہ تمہیں ہی پہنچے گا اور اگر برائی کرو گے تو اسکا وبال بھی تمہاری جانوں کیلئے ہوگا

ملاحظہ یہ تو تمہارا جائزہ ہے جو جو کس سے مشتق ہے جس کے اصل معنی وہی ہیں جس کے مطابق ہم سے ترجمہ کیا ہے اور یہ معنی ابن جریر نے بیان کئے ہیں۔



مطلب یہ ہے کہ ہمارا نہ کوئی نفع ہے اور نہ کوئی ضرر جیسا کرو گے ویسا بھرو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آگے اس کا بیان ہے کہ جو خدا سے باغی اور طاعی ہوئے اللہ نے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور پھر اس ظالم نے ان کو خوب ذلیل و خوار کیا جس کا ترجمہ **وَقَا قُلُوبُهُمْ لِيَكُونَ لَهُمُ الْغُيُوبُ** پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آئے گا یعنی جب تم دوبارہ فتنہ برپا کرو گے اور شریعت عیسویہ کا خلاف کرو گے اور پہلی مرتبہ کی سزا جملہ کر سکرشی کرو گے اور اس طرح دوسری بار سزا کی میعاد آجائے گی تو حسب سابق پھر دوبارہ ہم تم پر اپنے ظالم بندوں کو مسلط کریں گے تاکہ وہ تم کو مار مار کر تمہارے منہ بگاڑ دیں اور تاکہ دوبارہ مسجد بیت المقدس میں گھس آئیں جیسا پہلی دفعہ گھس آئے تھے اور تاکہ جس چیز پر ان کا قابو چلے اس کو نہیں نہیں اور نیست و نابود کر دیں پورا نیست و نابود کرنا یعنی اس نہیں کرنے میں کسر نہ چھوڑیں پہلی بار بنی اسرائیل نے شریعت موسویہ کی مخالفت کی اللہ کریم نے ان پر سخت نعرہ کو مسلط کر دیا جس نے مسجد اقصیٰ کو خراب کیا اور توحیدیت کو جلا یا اور ہزاراں ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا اور ہزاراں ہزار کو نوذری اور غلام بنایا یہ پہلی سختی اور سزا تھی یہ اللہ کا پہلا وعدہ تھا جو پورا ہوا دوسری بار بنی اسرائیل نے شریعت عیسویہ کی مخالفت کی یسعی علیہ السلام کو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا عزم کیا اور طرح طرح کی شرارتیں کیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سزا دی کہ طیطوس رومی کو کھڑا کیا جس نے بنی اسرائیل کو تباہ اور برباد کیا اور مسجد اقصیٰ کو خراب اور ویران کیا یہ دوسری بار سزا اور دوسری سختی تھی جو حسب وعدہ ان کو پہنچی یہ اللہ کا دوسرا وعدہ تھا جو پورا ہوا اور حق تعالیٰ نے اس کتاب میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ ان دو عقوبتوں اور ان دو سختیوں کے بعد یا دیگر تم پر رحم کرنا چاہتا ہے وہ یہ کہ اس دوسری عقوبت اور ذلت کے بعد جب شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور آئے تو اس وقت تم کوئی شرارت نہ کرنا بلکہ شریعت محمدیہ کا اتباع کرنا امید ہے کہ عقیقہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے یعنی اس کتاب میں یہ بھی بتلادیا تھا کہ اگر اس دوسری سختی اور دوسری مصیبت کے بعد زمانہ اسلام اپنی شرارتوں سے توبہ کر لو تو امید ہے کہ اللہ تم پر رحم فرماوے اور پھر تمہیں عزت اور ذلت دے اور ذلت اور مصیبت سے تم کو محفوظ رکھے عیسیٰ کے معنی امید کے ہیں اور امید سے وعدہ ملا ہے اور اگر تم پھر تیسری بار شرارت کی طرف لوٹے تو ہم پھر تیسری بار سختی اور سزا کی طرف لوٹیں گے مطلب یہ ہے کہ گذشتہ دو عقوبتوں کے بعد اگر تیسری بار پھر تم نے شرارتیں تو ہم پھر تیسری بار سزا کا کریں گے جو ہم سے پہلے دہر تہہ چلے گی چنانچہ بنی اسرائیل نے تیسری بار حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں پھر شرارتیں کیں آپ کی تکذیب کی اور آپ کے خلاف سازشیں کیں اور حسب سابق کفر اور غرور کی طرف عود کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نعمت اور صفات تو ریت اور انجیل میں مذکور تھی اس کو چھپایا اور آپ کے قتل کے درپے ہوئے اللہ تعالیٰ نے پھر تیسری بار ان کی عقوبت کی طرف عود فرمایا جس کی سزا میں وہ قتل اور جلا وطنی کے عقوبت میں مبتلا ہوئے بنو قریظہ کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا اور بنو نضیر کو جلا وطن کیا اور باقیوں پر جزیہ لگایا اس طرح اللہ کا یہ تیسرا وعدہ بھی پورا ہوا

یہ سنا تو ان کو دنیا میں ملی اور ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے دائمی جیل خانہ بنایا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نکلنے پر قادر نہ ہوں گے۔

حق جل شانہ نے ان آیات میں دو واقعوں کی طرف اشارہ فرمایا جن کا تعین بہت مشکل ہے کتب تفسیر میں بنی اسرائیل کی تباہی اور بربادی کے بہت سے واقعات مذکور ہیں اس لیے تعین مشکل ہے ہم نے اپنی اس تفسیر میں امام رازی قدس اللہ سرہ کی پیروی کی اور جو قول ان کے نزدیک مختار تھا اسی کو اختیار کیا کہ پہلے وعدہ میں عباداً اَلْنَا اَوْثَرُ بَنِي إِسْرٰءِیْلَ سے بخت نصر اور اس کا لشکر مراد ہے اور اسی کو شیخ الاسلام البوسوڈی نے اور علامہ آلوسیؒ نے اختیار کیا ہے بہر حال فقہو یہ ہے کہ مال و دولت اور حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لیکن لوگ جب اللہ کی نعمت کو اس کی معصیت کا ذریعہ بنالیں اور کھلم کھلا اس کی نافرمانی اور سرکشی اور ستم رانی پر اُتر آئیں تو اللہ تعالیٰ کبھی انتقام بھی لے لیتے ہیں اور ظلم و ستم کی پاداش میں ظالموں پر ظالموں ہی کو مسلط کر دیتے ہیں ظلم کی سزا ظلم ہے ظالم کو ظالم کے ہاتھ سے پھوٹے ہیں كَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِيْنَ بَعْضًا اِصْحٰ كَا نَسُوا يَكْسِبُوْنَ -



اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ

یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

اور خوشی سناتا ہے ان کو جو یقین لائے اور کیں نیکیاں کر

الصَّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝۱۰ وَ اَنَّ

اُن کو ہے ثواب بڑا اور یہ کہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

جو نہیں مانتے پچھلا دن اُن کے لیے رکھی ہم نے دکھ

اَلَيْمًا ۝۱۱

کی مار

## ذکر فضیلت قرآن کریم

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِي هِيَ... الخ... لَكُمْ عَذَابًا اَلِيمًا (ربط) گزشتہ آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہدایت کا ذکر تھا اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان پر دینی اور دنیوی مصیبتیں آئیں اب اس آیت میں قرآن مجید کا ذکر فرماتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے لوگوں کو چاہیے کہ اس کی مخالفت سے ڈریں کہ بنی اسرائیل کی طرح ان پر مصیبتیں نازل نہ ہوں اور قرآن مجید توریت سے بڑھ کر کتاب ہدایت ہے اس لیے کہ توریت کی ہدایت، ہدایت خاصہ تھی بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی اور قرآن کی ہدایت، ہدایت عامہ ہے تمام عالم کے لیے قیامت تک کے لیے ہدایت ہے لہذا اس کی مخالفت سے ڈرنا چاہیے اور قرآن کریم میں جا بجا توریت اور قرآن کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر تورات عطا ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوہ فاران پر غار حرا میں قرآن عطا ہوا توریت بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی اور قرآن کریم اول بنی اسرائیل اور تمام عالم کی ہدایت کے لیے نازل ہوا اور اس آیت میں اشارہ اس طرف فرمایا کہ یہ قرآن توریت سے کہیں بلند اور برتر ہے اس لیے کہ اس آیت میں قرآن کے دو وصف ذکر فرمائے۔

(۱) اول یہ کہ لوگوں کو ایسے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے کہ جو تمام راستوں میں سب سے زیادہ سیدھا ہے اور خدا تک پہنچانے کا سب سے زیادہ قریب راستہ ہے دوسرے یہ کہ اہل ہدایت کو نشارت دیتا ہے اور اہل ضلالت کو ڈراتا ہے لہذا لوگوں کو چاہیے کہ اس پر عمل کریں اور بنی اسرائیل سے عبرت لیں کہ جو لوگ اس کتاب ہدایت پر عمل نہ کریں گے وہ بنی اسرائیل کی طرح ذلیل و خوار ہوں گے تحقیق یہ قرآن اس طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ ٹھیک اور درست ہے مراد اس سے ملت اسلام ہے جو صراط مستقیم ہے اور خدا تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے اور تمام دینی اور دنیاوی امور میں تمہاری راہنمائی کرتا ہے انسان کی سعادت اور نجات کی کوئی بات ایسی نہیں جو قرآن نے نہ بتلا دی ہو اب اس سے بڑھ کر اور کون سا طریقہ درست ہوگا اور خوش خبری سناتا ہے مومنوں کو جو اس پر ایمان لائے اور دل سے اس کو ماننے لگیں اور اسی راہ پر چلتے ہیں یعنی اعمال صالحہ کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے اور نشارت دیتا ہے بدعتوں کو یعنی ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، ہم نے

ان کے لیے دوزخ کا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے یہ اہل ایمان کے لیے دوسری خوشخبری ہے کہ ان کے دشمنوں کو عذاب ہوگا اس لیے کہ دشمنوں کی مصیبت سے مسرت ہوئی ہے۔

وَيَذَعُ الْإِنْسَانُ بِالْإِشْرَادِ عَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ

اور مانگتا ہے آدمی بڑائی، جیسے مانگتا ہے بھلائی اور ہے

الْإِنْسَانُ حَجُولًا ۝۱۱

انسان تاؤلا

## انسان کی جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی

قَالَ اللَّهُ تَبَّ وَيَذَعُ الْإِنْسَانُ بِالْإِشْرَادِ عَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ حَجُولًا۔  
(ربط) اس آیت میں یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ انسان جلد باز اور ناعاقبت اندیش ہے کہ غصہ میں آکر اپنی برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اپنے نفع و نقصان کو خوب نہیں سمجھتا اس لیے ہماری نازل کردہ کتاب سے روگردانی کرتا ہے اور ہمارے احکام کی پیروی سے انحراف کرتا ہے انسان جلد باز ہے عاجلہ دنیا پر فریفتہ ہے اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا انسان کو چاہیے کہ راہ مستقیم کی ہدایت کی دعا مانگے اور توفیق خداوندی کی درخواست کرے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور انسان بے صبری کی وجہ سے اپنی ذات پر یا اپنی اولاد پر دعاء بد کر بیٹھتا ہے جیسا کہ وہ دعائے خیر کرتا ہے اور بھلائی طلب کرتا ہے اور انسان طبعی طور پر جلد باز واقع ہوا ہے انجام کو نہیں سوچتا ممکن ہے کہ وہ وہ وقت ہو جب اللہ تعالیٰ ہر دعا کو قبول فرما لیتا ہے اور یہ دعا اس کے حق میں بہتر نہ ہو انسان کی ہر دعا قبول نہ ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے انسان جلد باز ہے انجام کی خبر نہیں انسان کو چاہیے کہ ہدایت اور توفیق کی دعا کو سب سے مقدم جلسے وہ انسان بڑا نادان ہے کہ جو اللہ سے بد دعا مانگتا ہے کہ اسے اللہ اگر یہ حق ہے تو پھر ہم پر آسمان سے پتھر نازل فرما فخر بن حارث یہ دعا مانگتا تھا اَوَلَيْسَ بَعْدَ ذَٰلِكَ اَلْنِّحْمُ اِغْرَقَ لَهٗ قَوْلُ تُوْبَتِ لَهٗ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ اَلْاِشْرَارُ a



وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحْوًا

اور ہم نے بنائے رات اور دن دونوںے پھر مٹا دیا

آيَةَ الْكَلِّ وَجَعَلْنَا آيَةَ الْفَارِ مَبْصُرَةً

رات کا نمونہ ۱ اور بنا دیا دن کا نمونہ دیکھنے کو ، کہ

لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ

تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور معلوم کرو گنتی برسوں کی

وَالْحِسَابَ ط وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ۝۱۷

اور حساب اور سب چیز سنائی ہم نے کھول کر

## ذکر نعمائے دنیویہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ ..... إِلَى ..... فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا

(ربط) گزشتہ آیات میں انسان پر اخروی نعمتوں کا ذکر تھا کہ ان کی ہدایت کے لیے کتب الہیہ کو نازل کیا اور انبیاء کو مبعوث کیا اب ان آیات میں دنیوی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں رات اور دن کا پیدا کرنا انسان کے لیے آسائش کا باعث ہے ہر ایک سے جدا جدا فوائد حاصل ہوتے ہیں اور قسم قسم کے یہ فوائد خدا تعالیٰ کی نعمتیں بھی ہیں اور اس کی قدرت کے کشفے بھی ہیں اور اس کی الوہیت اور وحدانیت کے دلائل بھی ہیں اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ انسان کا کبھی ہدایت کی طرف اور کبھی ضلالت کی طرف منتقل ہونا ایسا ہے جیسا کہ یہ عالم کبھی نور کی طرف منتقل ہوتا ہے اور کبھی ظلمت کی طرف اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ انسان جلد بازی نہ کرے لیل و نہار سے عبرت پکڑے زمانہ ایک حال پر نہیں رہتا کبھی راحت ہے اور کبھی مصیبت چنانچہ فرماتے ہیں ۔

اور ہم نے رات کو اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنا یا یہ دونوں اللہ کی قدرت کی دلیل ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کی ضدیں اور ہر ایک دوسرے کے پیچھے لگا چلا آ رہے تخریر پھر چلائے اور دین و دنیا کی مصلحتیں ان دونوں سے وابستہ ہیں اول تو لیل و نہار کا بنانا ہی خدا کی قدرت کی نشانی ہے پھر قدرت کی دیگر نشانی یہ ہے کہ ہم نے رات کی نشانی کو یعنی چاند کو مدھم اور دھندلا بنا یا اور دن کی روشنی یعنی سورج کو ہم نے درخشاں اور روشن بنا یا چاند رات کی نشانی ہے اور سورج دن کی ہے اگر چاند اور سورج نہ ہوتے

تو دن رات یکساں ہوتے اور ایک دوسرے کی شناخت نہ ہو سکتی اور بعض علماء تفسیر یہ کہتے ہیں کہ آیت اللیل اور آیت النہار سے چاند اور سورج مراد نہیں بلکہ غور رات اور دن مراد ہے اور آیت اللیل اور آیت النہار کی اضافت بیان یہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنی قدرت کے دو نمونے بنائے قدرت کی ایک نشانی یعنی رات مٹی ہوئی ہے یعنی اندھیری اور جسے نور ہے جس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی اور قدرت کی دوسری نشانی یعنی دن وہ روشن ہے سب چیزیں اس میں بنے تکلف دکھائی دیتی ہیں تاکہ تم دن کی روشنی میں اپنے پروردگار کا فضل یعنی روزی تلاش کرو تاکہ تم دن رات کی آمد و رفت اور اختلاف احوال اور اختلاف مقدار اور اختلاف مبداء و مقبلی سے برسوں کا شمار اور دیگر امور کا حساب کتاب معلوم کرو اگر دن رات نہ ہوتے تو اوقات کا حساب ناممکن ہو جاتا نہ ساعات نہ دن نہ ہینے نہ سال اور لوگوں کے تمام کام درہم برہم ہو جاتے یہ دونوں یعنی لیل و نہار اللہ کی قدرت کی دلیل ہیں خود بخود موجود نہیں ہونگے ان دونوں کا ایک خاص صفت اور خاص کیفیت اور خاص مقدار اور خاص کمیت کے ساتھ موجود ہونا ایک خاص طریقے پر یہ بعد دیگرے ان کی آمد و رفت اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کسی عزیز حکیم کی تقدیر اور صانع عظیم کی صنعت اور کاریگری ہے لیل و نہار کی یہ آمد و رفت اور ان کی یہ صفت اور یہ کیفیت نہ کوئی امر عقلی ہے اور نہ امر طبعی ہے اور نہ امر اتفاقی ہے معلوم ہو اگر کسی ایسے قادر حکیم کی کاریگری ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے اور خود چاند اور سورج بھی خدا سے تقدیر کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور ہر چیز کو ہم نے کھول کر بیان کر دیا ہے اور بندوں پر رحمت پوری کر دی ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں یعنی گھرانے سے فائدہ نہیں ہر چیز کا وقت اور اندازہ مقرر ہے جیسے رات اور دن کسی کے گھرانے سے اور دعا سے رات کم نہیں ہو جاتی اپنے وقت پر آپ صبح ہوتی ہے اور دونوں نمونے اس کی قدرت کے ہیں، انتہی کلام،

رات دن گردش میں ہیں، ہفت آسمان : ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھراؤں کا عطار بن سائیر سے روایت ہے کہ شام کا ایک قاضی یا والی فاروق اعظمؓ کی حکایت میں آیا اور کہا اے امیر المؤمنین میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شمس و قمر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور نصف نجوم ایک طرف ہیں اور نصف نجوم دوسری طرف ہیں۔

فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ اسی لڑائی میں تم کس کے ساتھ تھے۔ میں قمر کے ساتھ تھا۔

فاروق اعظمؓ نے یہ آیت تلاوت کی وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتٍ لِّمَنْ حَمِدَنَا ۚ آيَةً اللَّيْلَ وَجَعَلْنَا آيَةً لِّلْمُحْسِنِينَ اور اس قاضی یا والی سے کہا کہ آپ جاسیے ہم نے آپ کو معزول کیا آپ عہدہ قضا وغیرہ کا کوئی کام نہیں کر سکتے تم نے آیت مبصرہ شمس کو چھوڑ کر آیت مخمّوہ

دجانہ) کا ساتھ دیا (اذانۃ النصاراء) ان کا نام عابس بن سعد تھا جو حضرت عمرؓ کی طرف سے کسی علاقہ کے والی یا قاضی تھے حضرت عمرؓ نے ان کو اس لیے معزول کیا کہ انہوں نے آیت مبصرہ (خمس) کے ہوتے ہوئے آیت محمورہ (چاند) کا کیوں ساتھ دیا حضرت عمرؓ کی شہادت کے عرصہ دراز کے بعد جنگ صفین کا واقعہ پیش آیا تو عابس بن سعد جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور اس لڑائی میں مارے گئے۔

(روض الانف ص ۱۰۰ جلد ۱)

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَبِرَهُ فِي عُنُقِهِ ط

اور جو آدمی ہے ، لگا دی ہے ہم نے اس کی بڑی قسمت اُسکی

وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ ط

گردن سے اور نکال دکھادیں گے اس کو قیامت کے دن لکھا کر پاؤں گا اس کو

مَنْشُورًا ۱۳ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ ط

کھلا ۱۳ پڑھ لے لکھا اپنا تو ہی بس ہے آج کے دن

عَلَيْكَ حَسِيبًا ۱۴ مِّنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا ط

اپنا حساب لینے والا ۱۴ جو کوئی راہ پر آیا تو آیا

يَهْتَدَىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ ط

اپنے ہی واسطے اور جو کوئی بہکا ہوا تو بہکا رہا اپنے ہی

عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ط وَمَا كُنَّا ط

بڑے کو اور کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا اور ہم بلا نہیں

مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۱۵ وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ ط

۱۵ اتنے جب تک نہ بھیجیں کوئی رسول اور جب ہم نے چاہا کہ

نَهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ ط

کہا دیں کوئی بستی حکم بھیجا اس کے عیش کرنے والوں کو، پھر انہوں نے بے حکمی کی

عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝۱۶ وَكَمْ أَهْلَكْنَا

اس میں، تب ثابت ہوئی اُن پر بات، تب اٹھا مارا ان کو اٹھا کر اور کتنی کچھا دیں ہم نے

مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ۝ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبٍ

سنتیں نوح سے پیچھے، اور بس ہے تیرا رب اپنے

عِبَادِهِ خَيْرًا بَصِيرًا ۝۱۷ مَنْ كَانَ يَرْيدُ الْعَاجِلَةَ

بندوں کے گناہ جانتا دیکھتا جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر، شتاب دے

عَجَلْنَاهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ

چلیں ہم اس کو اسی میں جتنا چاہیں جس کو چاہیں پھر ٹھہرایا ہے ہم نے

جَهَنَّمَ يَصْلُهَا مَذْمُومًا مَذْحُورًا ۝۱۸ وَمَنْ أَرَادَ

اس کے واسطے دوزخ پہنچے گا (پہنچے گا) اس میں بُرا سکر دھکیلا جا کر اور جس نے چاہا

الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ

پکھلا گھر اور دوزخ کی اس کے واسطے جو کوئی اس کی دوزخ ہے اور وہ یقین پر ہے موالیس

كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝۱۹ كَلَّا تَبْئِذٌ هَوْلًا ۝ وَ

کی دوزخ نیک لگی ہے ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں ان کو

هَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۝ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ

اور اُن کو، تیرے رب کی بخشش میں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی نے

مَحْظُورًا ۝۲۰ أَنْظَرَكَيْتَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۝

ہیں گھیری دیکھ! کیونکر بڑھایا، ہم نے ایک کو ایک سے اور

وَلِلْآخِرَةِ الْكِبَرُ دَرَجَاتٍ ۝ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝۲۱ لَا

پکھلے گھر میں تو اور بڑے درجے میں اور بڑی بڑائی : : : :



تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخَذُولاً ۝۲۷

مُخْبِرًا اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم، پھر بیٹھ رہے گا تو اولاد لانا پاکر، بے کس ہو کر

## بیان سعادت و شقاوت و ہدایت و ضلالت و طالبین دنیا و طالبین آخرت

قَالَ اللَّهُ تَبٰلٰی وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرُ ظُلْمًا ۝۱۰۱..... اَلِی..... فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخَذُولاً ۝۲۷  
(ربط) گزشتہ آیت میں یہ بتلایا کہ بیل و نہار اسکی قدرت کا کرشمہ ہیں اب اس آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ اسی طرح سمجھ لو کہ سعادت و شقاوت اور ہدایت و ضلالت سب اس کی قدرت کے کرشمے ہیں جس طرح ظاہری نور اور ظلمت اس کے اختیار میں ہے اسی طرح باطنی نور اور ظلمت بھی اسی کے اختیار میں ہے اور سب مقدر ہو چکی ہیں جن کا ظہور قیامت کے دن ہو گا پھر یہ بتلایا کہ جنہوں نے انبیاء و رسل کا مقابلہ کیا وہ ہلاک اور برباد ہوئے لہذا لوگوں کو چاہیے کہ ان لہجوں کو دیکھ کر جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا عبرت لیں۔

بعد ازاں یہ بتلایا کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک طالب دنیا اور ایک طالب آخرت پھر اس تمام مضمون کو لے کر تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخَذُولاً پر ختم فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ذلت و خواری کا سرچشمہ کون ہے جس نے خدا کے ساتھ کس کو شریک ٹھہرایا وہ ذلیل و خوار ہوا چنانچہ فرماتے ہیں اور ہر آدمی خواہ وہ مومن ہو یا کافر اس کی قسمت اس کی گردن میں لٹکا دی ہے اور چٹا دی ہے قسمت کا لکھا ہوا ملتا نہیں آدمی جہاں جاتا ہے وہیں قسمت اور تقدیر ساتھ ہوتی ہے۔

”ظاہر“ اصل میں پرندہ کو کہتے ہیں اور محاورہ عرب میں ظاہر کا لفظ بطور استعارہ بخت اور نصیبہ کیلئے استعمال ہوتا ہے اور اسی محاورہ کے مطابق آیت میں قسمت کے معنی مراد ہیں گویا کہ قسمت ایک پرندہ ہے جو آشیانہ ازل سے اڑ کر اس پر آئیٹھا ہے اور اس کی گردن میں کسی مضبوط تار سے باندھ دیا گیا ہے انسان جب تک پردہ عدم میں رہا بخت اس کا منظر رہا پس جب انسان نے اپنا سر عدم سے باہر نکالا تو بہر پرند بخت اڑ کر اس کی گردن سے چٹ گیا زندگی میں اور قبر میں اس کے گلے میں چٹا اور لٹکا رہے گا حتیٰ کہ جب قبر سے اٹھے گا تو یہ طوق اسکی گردن میں ہو گا دنیا کا طریقہ ہے کہ جس کی گردن میں جو چیز باندھ دی جاتی ہے وہ اس شخص کیلئے لازم و ملزوم بن جاتی ہے جیسے کہتے ہیں کہ قرض کا طوق میری گردن میں ہے اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو چیز مقدر کر دی ہے وہ اس کو اڑ کر پہنچنے کی عرب کا طریقہ یہ تھا کہ کسی کام کا نیک و بد انجام معلوم کرنے کے لیے پرندہ اڑاتے اگر دائیں جانب سے اڑتا تو سمجھتے کہ خیر ہے اور اگر بائیں جانب سے اڑتا

تو سمجھتے تھے اس طرح سمجھو کہ بندہ کی قسمت یعنی سعادت اور شقاوت اور مبارک اور شوم منزلہ ایک پرندہ کے ہے جو اس کی گردن میں ڈال دیئے گئے ہیں انسان اس سے تجاوز نہیں کر سکتا بظاہر یہی وجہ ہے کہ انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں ایک دائیں جانب یوئیکیاں لکھتا ہے اور ایک بائیں جانب جو برائیاں لکھتا ہے بحین الیقین وَحِينَ النِّسْحَانِ قَيِّدًا اور قیامت کے دن مومن کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور کافر کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور پھر قیامت کے دن اسی قسمت کو جو دنیا میں لکھے گا ہر قسمی ہر انسان کے لیے ایک کتاب بنا کر نکالیں گے یعنی اس لکھے کے ہر کو نامہ اعمال کی شکل میں ظاہر کریں گے تاکہ انسان اپنی قسمت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور ہر انسان اس لکھی ہوئی کتاب کو اپنے ہاتھ میں کھلا ہوا اپنے سامنے دیکھے گا یہ لکھی ہوئی کتاب اس کا اعمال نامہ ہوگی جس میں اس کے تمام نیک و بد احوال مندرج ہوں گے اور یہ اس کی وہی قسمت ہوگی جو ابتر و ولادت سے اس کی گردن میں لٹکا دی گئی تھی اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اپنے اعمال نامہ کو خود پڑھ لے ہر شخص اپنے اعمال نامہ کو خود پڑھ لے گا خواہ وہ دنیا میں پڑھا لکھا تھا یا نہیں تھا اور کہا جائے گا کہ آج اپنا حساب لینے کے لیے تو خود آپ ہی کافی ہے تو خود دیکھ لے کہ اس میں کیا لکھا ہے اور خود ہی فیصلہ کر لے کہ تو کس جزاء کا مستحق ہے اللہ نے تجھ پر رحمت پوری کر دی آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا تمام عمر کے اعمال اس میں درج ہیں دیکھ لے اور پڑھ لے يَسْتَبْشِرُوا الْاِحْسَانُ يَكْفُرُونَ بِمَا قَدَّمُوا وَآخِرُ اس وقت ہر ایک کو اپنے اعمال کا حس و ذوق آنکھوں سے نظر آجائے گا لہذا جو کوئی راہ ہدایت پر آتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے آتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو وہ اپنی ہی تباہی اور بربادی پر گمراہ ہوتا ہے یعنی جو نیک عمل کرے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا جو گناہ کا کام کرے گا اس کا ضرر اسی کو پہنچے گا کسی کا عمل دوسرے کے لیے نفع اور نقصان کا باعث نہیں اور جوہر اس کی یہ ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ کوئی گنہگار نفس جو گناہوں کے بوجھ سے بوجھن ہو وہ دوسرے گنہگار نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ مغیرہ کافروں سے کہتا تھا کہ تم میری متابعت کرو میں تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھاؤں گا۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دن ہر شخص اپنا ہی بوجھ اٹھائے گا کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جہاز سزا کے متعلق ہمارا قانون یہ ہے کہ ہم کسی امت کو عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم ان کی ہدایت کیلئے کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے کہ وہ اس قوم کو سیدھی راہ دکھلا دے خواہ بلا واسطہ یا بواسطہ اپنے نائبین کے یعنی عمار اور مبلغین کے واسطے سے ان کو اللہ کے احکام پہنچ جائیں اور ان پر اللہ کی رحمت پوری ہو جائے۔

جب تک مخلوق کو اللہ کے احکام نہ پہنچ جائیں اس وقت تک ہم ان کو سزا نہیں دیتے مطلب یہ ہے کہ اتمام رحمت سے پہلے کوئی عذاب نازل نہیں کرتے البتہ دعوت اور تبلیغ کے بعد جب معصیت اور فسق و فجور اور غفلت حد سے گزر جائے تب اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرتا ہے اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ دنیا میں کسی قوم کو پاکیزہ زندگی عطا کریں اور آخرت میں اسکو عزت اور عروج کا مقام

عطا کریں تو انکے دلوں میں اطاعت اور فرمانبرداری اور سولوں کی پیروی کا داعیہ ڈال دیتے ہیں اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس بستی کے دولت مندوں اور عیش پرستوں کو جو نفس امارہ کے اشاروں پر چلتے ہیں نکو بینی اور تقدیری طور پر فتن و غمور کا حکم دیتے ہیں یعنی انکے دلوں میں فتن و غمور کا اہام اور افکار کرتے ہیں کما قال تعالیٰ **فَلَقَدْ مَكَنَّا فِيْهَا قَوْمًا نُّفُوْا بِمُحْمَدٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ سُلْطٰنٌ لِّمَنْ يَّعْبُدُوْنَ** اور فتن و غمور کرتے ہیں یعنی شریعت کی حدود اور قیود کو توڑ ڈالتے ہیں اور نفس امارہ کے اشاروں پر دوڑنے لگتے ہیں اس طرح انکی طبیعت میں جو فتن و غمور کا مادہ پوشیدہ تھا وہ کھل جاتا ہے اور انکا باطنی خبیث اندر سے نکل کر باہر آجاتا ہے پس جب انکے جرم کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو ان پر اللہ کی جہمت قائم اور ثابت ہو جاتی ہے اور فرد جرم ان پر عائد ہو جاتی ہے اور شقاوت ازلیہ جو اب تک مستور تھی وہ ظاہر اور نمایاں ہو جاتی ہے تو پھر ہم اس بستی کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں اور اسکی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں خوب اچھی طرح تہہ بالا کرنا کہ تباہی اور بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رہے مطلب یہ ہے کہ آیت **هٰذَا يَوْمُ الَّذِيْ اَنْذَرْتُمْ** کو یہ ہیں ارادہ سے ارادہ ازلیہ مراد ہے اور **اَنْذَرْتُمْ** میں لڑے حکم نکو بینی اور تقدیری مراد ہے بے شک اللہ تعالیٰ تشریف طوری کسی کو فتنار اور منکر کا حکم نہیں دیتے مگر نکو بینی اور تقدیری طور پر سعادت اور شقاوت، ہدایت اور ضلالت سب اس کے حکم سے ہے کوئی خیر اور شر اسکی تقدیر و نکو بن اور اسکے ارادہ اور مشیت سے باہر نہیں اور بعض علماء تفسیر بلکہ ہمت سے علماء اس طرف لگتے ہیں کہ مطلب آیت کا اس طرح ہے کہ جب ہم کسی بستی کو کفر اور معصیت کی وجہ سے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو طاقت سے پہلے وہاں کے دولت مندوں کو پیغمبروں کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ پیغمبروں کا حکم نہیں مانتے اور کھلم کھلا فتن و غمور پر اتر آتے ہیں تو پھر ہم اس پوری بستی کو ویران کر ڈالتے ہیں اور اسی قانون کے مطابق ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کتنی ہی قومیں اور امتیں ہلاک کر دیں مطلب یہ ہے کہ پچھلے لوگ پیغمبروں کی نافرمانی کے بدولت عذاب کا سزہ چکھ چکے ہیں منکرین اور مکذبین کو چاہیے کہ ان سے عبرت پکڑیں اور اسے نبی تبراہمرد و گاراپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے اور ظاہر و باطن کو دیکھنے والا ہے اسے خوب معلوم ہے کہ کون طالب دنیا اور کون طالب آخرت ہے؟ سب کے دل اسکی نظروں کے سامنے ہیں کسی کی تبت اور دل کا حال اس سے پوشیدہ نہیں اس لیے اب آئندہ آیت میں طالبان دنیا اور طالبان آخرت کا حال اور مالی ذکر فرماتے ہیں کہ کسی کے دل میں دنیا کی طلب ہے اور کسی کے دل میں آخرت کی طلب ہے۔

## ذکر طالبان دنیا و طالبان آخرت

جو شخص ایسا خیس اور پست ہمت ہو جسے کہ اس دنیا سے فانی کی عیش و عشرت ہی اسکی مراد اور تمنایں اور اپنی ہمت کو اس دابر عاجلہ (دنیا) پر مقصور کر دے اور آخرت کو اعتقاد یا عملاً پس پشت

ڈال دے تو ہم اسکو دایرہ جلد دنیا ہی میں جلد ہی اسکی مراد میں سے کچھ دیدیں گے جتنا چاہیں گے اور یہ سب کیلئے نہیں بلکہ جس کے لیے چاہیں گے اسکو دیں گے یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر عاشق دنیا کو اسکی تمنا اور آرزو کے مطابق مل جائے بلکہ جسکو ہم اپنی مرضی کے مطابق دینا چاہیں گے اور جس قدر چاہیں گے اور جس کے لیے چاہیں گے اتنی ہی مقدار ہم اسکو دنیا میں دیدیں گے کوئی طالب دنیا اس خیال میں نہ رہے کہ جو مالکے گا وہ اسکو مل جائے گا خوب سمجھ لے کہ دنیا کا عاشق بن جانے سے کچھ زیادہ نہیں ملے گا بلکہ اسی قدر ملے گا جس قدر اللہ تعالیٰ نے اسکے نصیب میں رکھ دیا ہے اسکو اتنا ہی ملے گا نہ کم نہ زیادہ غرض یہ کہ طالب دنیا کو دنیا ہی ہم حسب مشیت کچھ دے دیتے ہیں پھر ہم نے آخرت میں اسکے لیے دوزخ کو قرار گاہ بنا دیا ہے داخل ہوگا وہ اس میں در آنحالیکہ وہ بد حال اور زائدہ رحمت ہوگا مذموم کا مطلب یہ ہے کہ ذلت اور خواری کے ساتھ بُری باتیں سن کر اور بے آبرو ہو کر دوزخ میں داخل ہوگا اور مدح و ثناء کے معنی یہ ہیں کہ زائدہ درگاہ خداوندی ہوگا یعنی اسکی رحمت سے نکلا ہوا اور دور افتادہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ طالب دنیا کو ہم دنیا ہی میں کچھ دیدیں گے مگر اتنا ہی دیں گے جتنا ہم چاہیں گے اور اسی کو دیں گے جس کو ہم دینا چاہیں گے جتنا ہم نے اسکے لیے مقدور کر دیا ہے اتنا ہی اسکو مل جائے گا اس سے زیادہ نہیں مل سکتا پھر اسکے بعد وہ آخرت میں اللہ کی رحمت سے دور رہے گا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہوگا اس نے آخرت کو طلب ہی نہ کیا تھا اس لیے وہ آخرت کے درجہات سے تو بالکل محروم رہے گا اور دنیا میں بھی اس کو پوری مراد حاصل نہ ہوگی بلکہ کچھ دیدیا جائے گا اور جو شخصی طوبخت سے آخرت کا طلب گار بن جائے رہتا تو دنیا میں ہے مگر منزل مقصود آخرت کو بنائے ہوئے ہے اور دن رات آخرت ہی کے لیے دوڑ رہا ہے جیسا کہ چاہیے دوزخ یعنی جیسا آخرت کے لائق اور مناسب ہے اور جیسا کہ اس کا حق ہے اور جو اعمال بہشت میں لے جانے کا ذریعہ ہیں انکی دھن میں لگا ہوا ہے بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو یعنی بشرطیکہ وہ شخص اللہ اور اسکے رسول پر ایمان اور آخرت پر یقین رکھتا ہو یہ قید اسلئے لگائی کہ بغیر ایمان اور اسلام کے کوئی عبادت اور کوئی عمل مقبول نہیں تو ایسے بلند سمت لوگوں کی سعی اور دوڑ اللہ کے یہاں مشکور ہوگی یعنی مقبول اور کارآمد ہوگی اور اس پر انعام ملے گا غرض یہ کہ قبول اعمال کی تین شرطیں ہیں، اول یہ کہ نیت صحیح ہو جیسا کہ وَحْتَ اَکَادَ الْخُزْوَہ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔

دوم۔ یہ کہ وہ عمل صحیح ہو یعنی قواعد شریعت کے مطابق ہو جیسا کہ وَمَسْعٰی کَمَا مَسْعٰیہ سے معلوم ہوتا ہے اس لیے جو مجاہدہ اور ریاضت شریعت کے خلاف ہو وہ آخرت کا راستہ نہیں جیسے جو گویں کی ریاضتیں کو کوئی دن رات لگائیں رہتا ہے اور کوئی کھانا پینا چھوڑ کر اپنے جسم کو سکھا لیتا ہے اس قسم کی ریاضتیں آخرت کا راستہ نہیں۔

سوم۔ یہ کہ اس کا عقیدہ صحیح ہو جیسا کہ وَحْوَ مَسْعٰیہ اس پر دلالت کرتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طالب دنیا کی کامیابی حق تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے

**فائدہ** اور طالب آخرت کی کامیابی محض اور قطعی وعدہ ہے لہذا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ آخرت کی

فکر کرے اور دنیا کی فکر میں زیادہ نہ پڑے۔ یہاں تک طالب دنیا اور آخرت کا ذکر کیا اسب آگے اپنی عطا ہمارے کا ذکر فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ہم ہر ایک کی خواہ وہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت اسکی سعی اور جدوجہد میں اور جس ہم و غم میں وہ مبتلا ہے مقتضائے حکمت و مشیت اسکی مدد کرتے ہیں ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں جو طالب دنیا ہیں اور ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں جو طالب آخرت ہیں تیرے پروردگار کی عطا اور بخشش سے ہر ایک کو مدد دیتے ہیں اور اس تلاش اور سعی کے مناسب اور مطابق سامان ہتیا کر دیتے ہیں ہر ایک کی سعی اور جدوجہد کے مناسب اسکو مدد دیتے ہیں کسی کو ناامید نہیں کرتے۔

طالب دنیا کو بقدر کفایت اور طالب آخرت کو بمقدار ہمت دیتے ہیں جو طالب جس چیز کا مستحق ہے سعادت یا شقاوت سے وہ اسکو دے دی جاتی ہے اور مقتضائے حکمت جو اسکے لیے مقدر ہے وہ اسکو مل جاتا ہے بہر حال ہم کسی کو محروم نہیں رکھتے بلکہ سب کی مدد کرتے ہیں اور تیرے پروردگار کی عطا اور بخشش خواہ وہ عطا دنیوی ہو یا اخروی کسی سے روکی ہوئی اور باز رکھی ہوئی نہیں ہے نہ تو میں سے نہ کافر سے بلکہ جس کے لیے مقتضائے مشیت و حکمت جو عطا مقدر ہے وہ اسکو ضرور ملتی ہے اور اس عطا سے تیرے پروردگار کا مقصود تربیت ہے کبھی بندہ کو اسکی منشاء و رغبت کے مطابق وسعت اور فراخی عطا کرتے ہیں تاکہ مال و دولت کو آخرت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بناسکے اور حسب منشاء اس سے متبع اور مستفید ہو سکے اور کبھی اس پر دنیا کو تنگ کرتے ہیں تاکہ وہ اس دنیائے غدارہ اور مکارہ کے شر اور فتنے سے محفوظ رہے اور دنیا کے کھیل اور تماشے میں لگ کر آخرت سے غافل نہ ہو جائے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عطا رب سے قسمت اور تقدیر خداوندی مراد ہے یعنی جو خیر اور شر اللہ تعالیٰ نے بندہ کے لیے مقدر اور مقوم فرمایا ہے وہ اسکو مل جاتا ہے جو مرید عاجل یعنی طالب دنیا ہے اسکی معاصی سے امداد کرتے ہیں کہ معصیت کا سامان اسکے لیے ہتیا ہو جاتا ہے اور مرید آخرت یعنی طالب آخرت کی طاعت کے ذریعے مدد کرتے ہیں کہ سامان طاعت اسکے لیے میسر ہو جاتا ہے (الجرال محیط ص ۲۱ جلد ۲)

شیخ محمد الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مقوم وہی ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول **فَالْمَعْمَا جُوزُهَا وَتَقْوَاهَا كَالْمَعْمُولِ** ہے (دیکھو روح المعانی ص ۴۹ جلد ۱۵)

اور بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ آیت ہذا میں امداد سے دنیوی رزق مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت اس دار دنیا میں عطا دنیوی سے حسب حکمت و مصلحت ہر دو فریق کی امداد کرتے ہیں اور سب کو روزی دیتے ہیں خواہ تو میں ہو یا کافر دنیوی رزق سے سب کو حصہ ملتا ہے مگر عطا اخروی، وہ تو میں کے ساتھ مخصوص ہے عطا دنیوی کسی فریق کے ساتھ مخصوص نہیں اس میں سب شریک ہیں مرنے کے بعد ہر ایک کا حال مختلف ہوگا۔

خواجہ حسن بھڑی اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں رزق سب کو دیتا ہے نیک ہو یا بد کفر اور عصیان کی وجہ سے رزق دنیوی کا دروازہ بند نہیں کرتا سب اللہ کے بندے ہیں سب کو رزق

دیا جاتا ہے تاکہ سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی ہو جائے اور عذری کی گنجائش باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپ نظر تھا کہ دیکھئے کہ ہم نے اس سطر دیوہی میں بعض کو بعض پر کیسے فضیلت اور فریقت دی ہے مال و دولت میں اور عزت و وجاہت میں اور حسن صورت اور حسن سیرت میں مختلف بنایا بعض کو فقیر بنایا بعض کو امیر اور بادشاہ کی کسی کو تندرست اور توانا بنایا اور بعض کو بیمار اور لاچار بنایا کسی کو عقل مند اور ہنرمند بنایا اور کسی کو نادان اور دیوانہ بنایا اور بعض کو خوبصورت اور بعض کو بدصورت بنایا وغیرہ وغیرہ۔ اور کسی کو مومن اور کسی کو کافر بنایا۔ لوگوں کو چاہیے کہ عطاۃ الہی کو نظر عبرت سے دیکھیں کہ اللہ نے دیوی امور میں ہر کس قدر تفاوت رکھا ہے اور البتہ دار آخرت جو مقبولانِ خداوندی کے لیے مخصوص ہے طبقات اور درجات اور مراتب کے اعتبار سے دایر دنیا سے بہت بڑا ہے اور فضیلت اور برتری کے لحاظ سے بھی بہت بڑا ہے یعنی دار آخرت کا تفاوت دایر دنیا کے تفاوت سے کہیں بڑھ کر ہے یا یہ معنی ہیں کہ بزرگی اور بڑائی دینے میں آخرت۔ دنیا سے بہت بڑی ہے جو نسبت دنیا اور آخرت کے مابین ہے وہ ہی نسبت ان کے درجات اور تفاضل میں ہے لہذا آخرت کے درجات اور فضائل میں کوشش کرنی چاہیے دنیا آخرت کے مقابلہ میں بیچ ہے۔

اس آیت میں سعی کے مشکور ہونے کیلئے ایمان کو شرط قرار دیا اور ایمان کے اجزاء میں سب سے اعظم اور اشرف خیر توحید اور کفر اور شرک سے تبری اور بیزاری ہے اس لیے سلسلہ کلام کو توحید پر ختم فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں اے انسان مت بنا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو کو ہمیدہ مذمت اور ملامت سننے کے لیے بے یار و مددگار بیٹھا دے جیسے گالیوں میں شرک کرنے کا نتیجہ دنیا میں یہ ہوگا کہ ہر ماحول و دانا تجھ کو مذموم اور ملزم ٹھہرائے گا کہ تو نے ایسی ظاہر البطلان چیز (شرک) کو کیسے اختیار کیا اور جو چیز کسی نفع اور ضرر کی مالک نہیں اس کو کیسے معبود ٹھہرایا اور آخرت میں جب کہ سخت مصیبت کا سامنا ہوگا اس وقت تیرا کوئی مددگار نہ ہوگا غرض یہ کہ کفر اور شرک کا نتیجہ اور انجام سوائے برائی اور بدنامی اور ذلت و خواری اور بے کسی اور کمپرسی کے کچھ نہیں دے سکتے پس اپنے انجام کو سوچ لو۔

## لطائف و معارف

(۱) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ تَبْعَثَ رَسُولًا یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں یعنی اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک وہ احکام خداوندی سے باخبر نہ ہو جائے اور اللہ کی رحمت اس پر قائم نہ ہو جائے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف رسول بھیجے اور وہ بندوں کو احکام خداوندی سے مطلع کرے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ رسول خود ہر ایک کے پاس جا کر اللہ کا پیغام پہنچائے بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ خود بیان کرے یا اس کی طرف سے کوئی عالم یا مبلغ اللہ کا پیغام پہنچا

دے بہر حال اسکی رسالت اور شریعت کا علم ہو جانا کافی ہے خواہ وہ کسی طریقے سے ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، رسالت عامہ ہے تمام عالم کے لیے ہے صحابہ کرام و تابعین اور علماء امت کے ذریعے سے مشرق اور مغرب میں آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے اس لیے سب پر ایمان لانا فرض ہے۔

(۲) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت (یعنی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ تَبْلُغَ الْمُدَّةَ) سے معلوم ہوتا ہے جو شخص بعثت سے پہلے مر گیا یا اسکو نبوت کی دعوت نہیں پہنچی وہ خدا اللہ معذور ہے اس پر عذاب نہ ہوگا اگرچہ وہ مشرک کی حالت میں مرا ہو کیونکہ احکام خداوندی کی معرفت بدون شریعت کے ناممکن ہے اور احکام الہی کی معرفت کے لیے عقل انسانی کافی نہیں بغیر بعثت کے حجت نام نہیں اس لیے جس کو دعوت نہیں پہنچی وہ معذور ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وجود باری تعالیٰ اور توحید خداوندی اس قدر ظاہر و باہر ہے کہ جو معمولی عقل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کما قال تعالیٰ قَالَتْ ذُنُوبُهُمْ اِنِّی الْاِلٰهَ مُتَشَكِّفٌ فَاطْرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِس لیے انکار خداوندی اور مشرک میں کوئی معذور نہ ہوگا اگرچہ اسکو نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عمارت بغیر عمار کے ممکن نہیں اور کتابت بغیر کتاب کے ممکن نہیں تو زمین۔۔۔ سے لے کر آسمان تک یہ تمام عمارت بغیر کسی بنانے والے کے کیسے کھڑی ہو سکتی جیسے کسی اعلیٰ نے کہا تھا ”وینبئنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے اور نشان قدم رفتار پر دلالت کرتا ہے تو کیا یہ برج والا آسمان اور گرد و غبار والی زمین کسی صانع خبیر پر دلالت نہیں کرے گی“ اور علیٰ خدا توحید بھی امر بدیہی ہے اور مشرک ایسی ظاہر البطلان چیز ہے جس میں کسی عاقل کو شک نہیں ہر شخص یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کے لیے یہ چیز سخت ذلت اور رسوائی کا باعث ہے کہ وہ کسی عاجز مخلوق کے سامنے سر جھکائے اس لیے قرآن کریم میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُعْزِزُ اَنْتَ یَشْكُرُکَ رَبِّہٖ وَکَیْفَہٗ مَا دُوِّنَ ذٰلِکَ یَلْمِزُکَ یَسْخَرُکَ یُحْقِقُ اللّٰہُ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کرنے اور جو گناہ مشرک سے کم درجہ کا ہے وہ جس کے لیے چاہیں معاف کر دیں معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ تَبْلُغَ الْمُدَّةَ میں عدم عذاب کا حکم معاصی کے ساتھ مخصوص ہے کہ قبل بعثت از کتاب معاصی پر عذاب نہ ہوگا اور کفر و شرک جو کہ امر بدیہی ہے عقل و فطرت سے بھی معلوم ہو سکتا ہے اس لیے انکار خداوندی اور مشرک پر ہر حال میں مواخذہ ہوگا۔ غرض یہ کہ وجود باری تعالیٰ اور توحید کا مسئلہ ایسا واضح اور روشن ہے کہ عقل اور فطرت کی رہنمائی بھی اس کے لیے کافی ہے اور انبیاء کرامؑ نے دلائل اور براہین سے اسکی مزید تشریح اور توضیح کر دی کہ انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اور علماء امت نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے دلائل عقلیہ اور فطریہ کے ذریعہ وجود باری تعالیٰ اور توحید باری تعالیٰ کا مسئلہ روز روشن کی طرح واضح کر دیا اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا لہذا اب کسی منکر خدا اور کسی مشرک کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

(۳) اصحابِ فرستہ | یعنی جو لوگ زمانہ فرست میں مر گئے اور ان کو رسول کی دعوت نہیں پہنچی اور اطفالِ مشرکین یعنی جو لڑکے چھوٹی عمر میں گزر گئے ان کے ماں باپ کفار تھے اور احمق اور بے عقل اور جنون جو جنون اور بے عقلی کی حالت میں مر گئے۔

ان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ جنت میں جائیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جہنم میں جائیں گے اور بعض علماء نے انکے بارے میں توقف کیا ہے یعنی یہ لوگ اللہ کی زیرِ مشیت ہیں ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے قولِ فیصل اس بارے میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کا امتحان ہوگا اور من جانب اللہ ان کے پاس ایک فرشتہ آئے گا اور کہے گا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤ پس جو حکم خداوندی کی اطاعت کرے گا آگ اس کے حق میں برد اور سلام بن جائے گی اور جو انکار کرے گا اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ حاصل کلام یہ کہ قیامت کے دن ان لوگوں کا اس طرح امتحان لیا جائے گا جو اطاعت کرے گا وہ بہشت میں داخل کر دیا جائے گا جو نافرمانی کرے گا وہ دلت و غاری کے ساتھ داخل نار ہوگا امتحان سے مقصود یہ ہوگا کہ اندرونی طبیعت جو اطاعت اور معصیت کا مادہ پرشیدہ اور مستور ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ اور اندرونی خزانہ برداری اور نافرمانی جب ظاہر ہو جائے تب اس کے مطابق جزا و سزا ان پر جاری کی جائے محض صلاحیت اور استعداد پر جزا اور سزا مرتب نہیں ہوتی جب تک کہ عملی طور پر ان پر حجت نہ قائم ہو جائے اس امتحان کے بعد اندرونی اطاعت اور معصیت عملی طور پر سامنے آجائے گا اور علم ازلی میں جو سعادت اور شقاوت مختار اور مضمر تھی وہ ظاہر اور متکشف ہو جائے گی اور اس اطاعت اور معصیت سے ان پر حجت قائم ہو جائے گی اور اسکے مطابق جزا اور سزا مرتب ہو جائے گی۔

امام ابوالحسن اشعریؒ نے اسی کو اہل سنت والجماعت کا قول قرار دیا ہے اور اسی کو امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں اختیار کیا اور اسی کے دلائل و براہین سے نصرت اور تقویت فرمائی اور اسی کو قولی منصور قرار دیا۔ حضراتِ اہل علم اگر اس مسئلہ کی مزید تفصیل چاہیں تو اس ناچیز کا حاشیہ بخاری مسلمی بہ سمعۃ القاری ملاحظہ فرمائیں جس میں صحیح بخاری کی کتاب الجنازہ باب ما قیل فی اولاد المشرکین کے ذیل میں اس مسئلہ کی تفصیل کر دی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

(۴) وَلَا ذَا اَرْذُنَا اَنْ تُلَکَ قَرْيَةً اَمْوَنًا مِّنْ دِينِهَا فَسَقُوا فِيهَا الْحَقَّ عَلَيْنَا الْقَوْلُ

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے دل میں فتن و فجور کا داعیہ ڈال دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر فتن و فجور کریں تب عذاب الہی نازل ہوتا ہے لہذا دولت مندوں کو چاہیے کہ وہ خود اپنا امتحان کر لیں انکی دولت و ثروت اگر ان کو اللہ کی اطاعت کی طرف لے جا رہی ہے تو اللہ کا شکر کریں کہ اللہ نے اس دولت کو آخرت کا ذریعہ بنایا اور اگر وہ دولت و ثروت



ان کو فتن و فجور اور بیکاریوں پر آمادہ کر رہی ہے تو سمجھ لیں کہ اللہ نے ہمارے تباہ اور برباد کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔

(۵) اہل عمل کی تین قسمیں | (۱) اول، یہ کہ اس عمل سے اس کا مقصد فقط دنیوی منفعت ہو۔  
(۲) دوم، یہ کہ اس عمل سے اس کا مقصد فقط آخرت کی منفعت ہو اس آیت میں یعنی مَنْ كَانَتْ يُؤْتِيهِ الْعَاجِلَةُ اور مَنْ كَانَتْ الْآخِرَةُ میں اللہ تعالیٰ نے ان دو قسموں کا حکم بیان کیا۔

(قسم سوم) یہ ہے کہ اس عمل سے دنیا اور آخرت دونوں ہی مقصود ہیں تو اسکی پھر تین قسمیں ہیں (پہلی قسم) یہ ہے کہ طلب آخرت غالب اور رائج ہو اور طلب دنیا مغلوب اور مرجوح ہو (دوسری قسم) اس کا عکس ہے وہ یہ کہ طلب دنیا غالب اور رائج ہو اور طلب آخرت مغلوب اور مرجوح ہو (تیسری قسم) یہ ہے کہ دونوں طلبیں اور دونوں خواہشیں برابر ہوں پہلی قسم یعنی جہاں طلب آخرت رائج اور غالب ہو محمود علماء کا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ ایسا عمل مقبول نہیں اس لیے کہ جس عمل میں غیر اللہ کی نیت شریک ہو گئی وہ عمل اللہ کے نزدیک مردود ہے اگرچہ نیت آخرت کی غالب ہو کیونکہ غیر اللہ کی نیت شامل ہو جانے سے وہ شرک ہو گیا جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ اَنَا اخِي الشُّرَكَاءُ حَتَّى الشُّرُوكِ مِنْ عَمَلِ عَصَا امْرُؤٍ ثَمُودَ غَدِرِي مَشْرُوكَةٌ وَشُرَكَاءُ - اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمام ساجیوں سے بڑھ کر بے پرواہ اور بے نیاز ہوں لہذا جس کسی نے کوئی ایسا کام کیا جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کر لیا تو میں اسکو اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ جو عمل خالص اللہ کے لیے کرے گا وہ تو مقبول ہوگا اور ایسا عمل کہ جو درخاؤں کا مجموعہ ہو تو وہ قابل قبول نہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جس عمل میں طلب آخرت کی رائج ہو تو وہ عمل بقدر نیت مقبول ہو جائے گا اور چونکہ طلب آخرت کی غالب ہے اس لیے وہ عمل بالکل باطل اور مردود نہ ہوگا اگرچہ طلب دنیا کی آمیزش کی وجہ سے ناقص اور مکدر ہو جائے گا۔

اور دوسری قسم (یعنی طلب دنیا غالب اور رائج ہو) ایسا عمل بالاجماع مردود ہے (اور تیسری قسم) یعنی جس میں طلب دنیا اور طلب آخرت دونوں برابر ہوں وہ بھی با اتفاق علماء مقبول نہیں جہاں ایک اور قسم باقی رہ گئی تیسری کہ اس کی کوئی نیت ہی نہ ہو نہ دنیا کی اور نہ آخرت کی سوا اس کا یہ عمل اگر شرعاً جائز ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں نیت تو کچھ ہے نہیں صرف عمل ہے لہذا دیکھ لیا جائے کہ شریعت میں اس عمل کا کیا حکم ہے۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاهُ وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اور چمکا دیا تیرے رب نے کہ نہ ہو جو اسکے سوا، اور یا ایہا الذین

إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ

بھلائی کبھی پہنچ جاوے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک یا

كِلَهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا

دونوں، تو نہ کہہ اُن کو، ہوں اور نہ جھڑک ان کو، اور کہہ ان کو

قَوْلًا كَرِيمًا ۝۲۱ ۖ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّلِّ مِنَ

بات ادب کی، اور جھکا اُن کے آگے کندھے عاجزی کر کر پیار

الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۝۲۲

سے اور کہہ اے رب! اُن پر رحم کر، جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نَفْسِكُمْ ۖ إِن تَكُونُوا صَادِقِينَ

تہا را رب خوب جانتا ہے جو تمہارے جی میں ہے جو تم نیک ہو گے،

فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ۝۲۵ ۖ وَإِذِ الْقُرْبَىٰ

تو وہ رجوع لانے والوں کو بخشتا ہے اور دے دے نالتے والے کو

حَقَّهُ ۖ وَالْيَسِيرِينَ ۖ وَالْبَنِي السَّبِيلِ ۖ وَلَا تَبْذُرْ

اس کا حق، اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اڑا

تَبْذِيرًا ۝۲۶ ۖ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ

بکھر کر بے شک اڑانے والے، بھائی ہیں شیطانوں کے

وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝۲۷ ۖ وَإِمَّا تَعْرِضْنَ

اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکر اور اگر کبھی توافقی کرے

عَنْهُمْ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ

تو اُن کی طرف سے، تلاش میں ہر پائی کی اپنے رب کی طرف سے جس کی توقع رکھتا ہے تو کہہ

لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝۲۸ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً

ان کو بات نرمی کی اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا اپنی گردن

إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعَلَ مَلُومًا

کے ساتھ اور نہ کھول دے اس کو بڑا کھولنا، پھرتو بیٹھ رہے الزام

مَحْسُورًا ۝۲۹ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ

کھایا ہارا تیرا رب کشادہ کرتا ہے روزی، جس کو چاہے اور

يَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝۳۰ وَلَا تَقْتُلُوا

کستا ہے وہی ہے اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا اور نہ مار ڈالو

أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۖ إِنَّ

اپنی اولاد کو ڈر سے غفلت کے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بے شک

قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيرًا ۝۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَةَ إِنَّهُ

ان کا مارنا بڑی بگڑ ہے اور پاس نہ جاؤ بدکاری کے، وہ

كَانَ فَاحِشَةً ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝۳۲ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

ہے بے حیائی اور بڑی راہ ہے اور نہ مارو جان

الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَمَن قَتَلَ مَظْلُومًا

جو منع کی اللہ نے، مگر حق پر اور جو مارا گیا ظلم سے

فَقَدْ جَعَلْنَا لَوِیْهِ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفُ فِی الْقَتْلِ إِنَّهُ

تو ہم نے دیا اسکے وارث کو زور، سواب ہاتھ نہ پھوڑ دے خون پر اسکو

كَانَ مَنصُورًا ۝۳۳ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِیْمِ إِلَّا

مدد ہونی ہے اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے، مگر

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا

جس طرح بہتر ہو، جب تک وہ پہنچے اپنی جوانی کو اور پورا کر دو

بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ

اقرار کو بے شک اقرار کی بلوچھ ہے اور پورا بھر دو ماپ

إِذَا كَلِمْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ

جب ماپ دینے لگو اور تولو سیدھی ترازو سے یہ بہتر ہے

وَأَحْسَنُ تَرْوِيلًا ۚ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ

اور اچھا اس کا انجام اور نہ پیچھے پڑ، جس بات کی خبر نہیں

عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ

تجھ کو بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس

كَانَ عِنْدَهُ مَسْئُولًا ۖ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا

سے بلوچھ ہے اور نہ چل زمین پر اترتا تو بھاڑ نہ

إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۚ

ڈالے گا زمین کو، اور نہ پہنچے گا پہاڑوں تک لمبا ہو کر

كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۚ

یہ جتنی باتیں ہیں، ان میں سے ہر چیز ہے برے رب کی بیزاری

## تفصیل اعمال آخرت و احکام ہدایت

قال اللہ تعالیٰ: وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِلَٰهًا... كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا (دریغ) گزشتہ آیات میں آخرت کی سعی اور اس کی جدوجہد کا بیان تھا کہ جو آخرت کے لیے سعی کرے گا ہم سے

آخرت کی نعمتیں عطا کریں گے اب ان آیات میں ان اعمال کی تفصیل فرماتے ہیں کہ جن کے ذریعہ انسان آخرت کی نعمتیں حاصل کر سکے اور ان احکام کو بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ انسان ہدایت حاصل کر سکے اور آخرت کی سعی اور جدوجہد کا ذریعہ یہ اعمال ہیں اور ان احکامات کو توحید ہی سے شروع کیا اور توحید ہی پر ختم کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمام گناہوں میں شرک بڑے درجہ کا گناہ ہے اور درمیان میں زیادہ تر ان احکام کو بیان فرمایا کہ جو شعائر اسلام میں سے ہیں اور تمام ادیان اور شرائع میں مسلم ہیں اور سب کے سب محکم ہیں قابل نسخ نہیں اشارہ اس طرف ہے کہ اگر واقع میں تم آخرت کے طالب ہو اور اس کے لیے سعی ہو تو ان اعمال کو بجالاؤ ان اعمال کے بجالانے سے وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيُكَا کے مصداق بن سکو گے۔

قدم باید اندر طریقت نہ دم  
اور گزشتہ آیات مثلاً اِنَّ هٰذَا الْفَرْدَانِ يَهْدِيْهِ رَّبِّيْ لِرَبِّهِیْ رَحْمَةً اَقْوَمُ اور مثلاً مِّنْ اَهْلِكَ وَاَنْفَمَا يَهْدِيْكَ رَّبُّكَ سَبِيْلًا میں جس ہدایت کا ذکر تھا اب ان آیات میں ان اہم احکام ہدایت کو بیان کرتے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کو ہدایت حاصل ہوتی ہے ان جیسا کہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تورات کی ساری اخلاقی تعلیم ان پندرہ آیتوں میں درج کر دی ہے اور وہ پندرہ آیات اس رکوع سے شروع ہوتی ہیں۔

## حکم اول توحید

اور حکم دیا تیسرے پروردگار نے تمام بندوں کو کہ سوائے اس معبود برحق کے اور کسی کو نہ پوجو اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے عبادت نام ہے غایت تعظیم کا اور غایت تعظیم کا مستحق وہی ہے کہ جو غایت درجہ کا منعم اور محسن ہو اور وہ اس کے سوا کوئی نہیں۔

## حکم دوم، اکرام و احترام والدین

اور حکم دیا اللہ تعالیٰ نے کہ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور عبادت کے بعد والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا۔ ان دونوں حکموں میں مناسبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے وجود کا سبب حقیقی ہے اس لیے اول اس کا حکم دیا اور والدین انسان کے وجود کا سبب مجازی اور ظاہری ہیں اس لیے والدین کے ساتھ احسان کا حکم بعد میں دیا نیز والدین کی شفقت رحمت خداوندی کا ایک نمونہ ہے والدین کی شفقت ہر وقت سوزن

رہتی ہے کہ ہر طرح کی بھلائی اولاد کو پہنچا دیں اور ہر طرح کی برائی کو اولاد سے دور رکھیں اور والدین سے جس خیر اور بھلائی کا اولاد کو پہنچانا ممکن ہوتا ہے وہ اس سے دریغ نہیں کرتے اور سوائے جذبہ شفقت و محبت اور کوئی ان کی غرض نہیں ہوتی اس وجہ سے انعام اور احسان میں خدا کے بعد والدین کا درجہ ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسری اہمیت میں ماں باپ کے شکر کو اپنے شکر کے ساتھ واجب اور لازم گردانا اِنَّ امْشْكُرْنِيْ وَلِيُوْا لِيَكْفُرَ

پھر جو کتنی جل شانہ عظیم و خیر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ والدین بڑھاپے کے وقت اولاد پر گراں ہوجاتے ہیں لہذا بطور اہتمام حکم دیتے ہیں اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے اور تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور ضعف اور عجز سے ان کی وہ حالت ہو جائے جو بچپن میں تیری تھی اور ایسی حالت میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو طبیعت کو ناگوار ہو تو ایسی حالت میں بھی انکے ادب اور احترام کو ملحوظ رکھنا اور ان کے سامنے "اَف" بھی نہ کرنا یعنی تھوڑے نہ کرنا یعنی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکالنا جو ان کے کانوں کو ناگوار کر دے اور کسی بات پر غور وہ تیرے لیے کیسی بھی خلاف طبع ہو ان کو نہ جھڑکنا۔ اظہار ناگواری میں زجر کا درجہ "اَف" کہنے سے بڑھا ہوا ہے اَف کہنا اظہار ناگواری کی ابتداء ہے اور زجر یعنی جھڑکنا اور ڈانٹنا یہ اسکی انتہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نہ ان کی بات سے بولی ہو اور نہ ان کی بات کو رد کر دو اور ان کے سامنے نرمی اور ادب سے بات کرو جس سے انکی تعظیم و تکریم اور ادب مترشح ہوتا ہو اور ازراہ شفقت و تواضع نہ ازراہ سیادت و مصلحت اور انکے سامنے بازو نہ ڈالت کر بدست کر دو یعنی ان سے بکمال تواضع و انکسار کے ساتھ برتاؤ کرو بَحْتَاۤءِ الْمَذْنٰی کے معنی ذلت کے بازو میں حالانکہ ذلت کے بازو نہیں ہوتے تو یہ کلام بطور استعارہ ہے کہ جس طرح پرندہ اپنے بچے کی تربیت کے وقت اپنے بازو پرست کر کے اسکو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے اسی طرح تم کو چاہیئے کہ ایسی ہی تربیت اور شفقت کا معاملہ اپنے والدین کے ساتھ کرو اور ان کے لیے اسی طرح دعا کرو کہ اسے پروردگار ان دونوں پر ایسا خاص رحم فرما جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا اور کمال شفقت و رحمت سے میری پرورش کی جب کہ میں بالکل عاجز اور لاچار تھا۔

والدین اگر مسلمان ہوں تو انکے حق میں دعا ہے رحمت کے معنی ظاہر ہیں اور اگر کافر ہیں تو انکے حق میں دعا ہے رحمت کے معنی یہ ہیں کہ اسے اللہ انکو ایمان اور اسلام کی ہدایت نصیب فرما کا فر کے حق میں ہدایت سے بڑھ کر کوئی رحمت نہیں اور اگر والدین بحالت کفر مر چکے ہوں تو ان کیلئے دعا ہے مغفرت و رحمت جائز نہیں کما قال تعالیٰ مَا كَانَتْ لِلنَّبِيِّۦۓ وَالَّذِيْنَۦۓ اَمْسُوْۤا اَنْ يَّسْتَعْفُوْۤا فَاِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَكَوْۤنُوْۤا كَاٰثِرِيْنَ اُولٰٓئِۦۤهٖۤ قَوْلِيْ رَحْمٰنٌ بَّعْدَ مَا بَيَّنَّۤنَا لَكُمْ اَمْۡرُۤہُمْ اَصْحٰبُ الْحٰجِيْمِ اس

آیت کی تفسیر سورۃ توبہ کے اخیر میں گذر چکی ہے وہاں دیکھ لی جاسے غرض یہ کہ حق جل شانہ نے اس آیت میں اول والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا اور پھر اس کے بعد پانچ باتوں کا حکم دیا۔

(اول) لَا تَقُولُ لَمْ يَأْتِ : ان کے سامنے اُن مت کرو۔

(دوم) وَلَا تَنْهَوْنَهُمَا : ان کو بھڑکومت اور انکے سامنے آواز بلند نہ کرو۔

(سوم) وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا : ان کے سامنے ادب سے بات کرو۔

(چہام) وَاقْصِرْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الْحَضْمَةِ : یعنی کمال تواضع اور کمال شفقت کے ساتھ ان سے برتاؤ کرو۔

(پنجم) وَقُلْ زَكَّيْتُ اَرْحَمُهُمَا كَمَا رَزَقْنِي مِنْ غَيْرِ : یعنی انکے لیے دعائے مغفرت و رحمت کرو۔

مطلب یہ ہے کہ خالی ادب اور تواضع اور شفقت پر اکتفاء نہ کرو کیونکہ یہ سب چیزیں کافی ہیں بلکہ دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت باقیمہ اور دائمہ سے ان کی دستگیری کرے اور رحمت آخرت کی دعا مسلمان والدین کے لیے مخصوص ہے یہاں تک والدین کی ظاہری توقیر اور احترام کے متعلق احکام بیان فرماتے اب اگلی آیت میں باطنی (ادب) یعنی دل سے ادب اور احترام کو بیان فرماتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ والدین کے سامنے فقط ظاہر میں ذلت کا بازو پست کر دینا اور انکے سامنے اُن نہ کرنا یہ کافی نہیں بلکہ دل سے ان کا ادب کرنا اور باطنی طور پر انکی اطاعت اور فرماں برداری اور انکے ساتھ احسان کا قصہ کرنا بھی ضروری ہے حتیٰ کہ دل میں انکی نافرمانی کا خیال بھی نہ آنے پائے چنانچہ فرماتے ہیں۔

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ والدین کے متعلق تمہارے دلوں میں کیا بات پوشیدہ ہے ممکن ہے کہ ظاہر میں تم نے ادب و احترام کو ملحوظ رکھا ہو لیکن دل میں کوئی گرائی اور ناگواری مضمر ہو سو اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر تم فی الواقع نیک و نحرمت ہو گے یعنی دل سے ان کے مطیع اور فرماں بردار اور خدمت گزار ہو گے اور متقاضائے بشریت ان کا پورا حق خدمت ادا نہ ہو سکے گا اور اس پر تادم ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کر دے تو جسے شک خدا کی طرف رجوع کرنے والوں کی تفسیر کو بخشنے والا ہے بھول چوک یا عدم استطاعت کی بنا پر جو حکم اور کوئی اہل خدمت میں واقع ہو گی اس کو وہ معاف فرما دے گا اؤ اب انکی تفسیر میں کسی قول میں جامع قول یہ ہے کہ جو شخص کثرت کے ساتھ بار بار بات بات میں شرمندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہو وہ اؤ اب ہے۔

## ایک فلسفیانہ دوسومہ اور اس کا جواب

دوسومہ یہ ہے کہ اگرچہ والدین اولاد کے وجود کا سبب ظاہری ہیں لیکن اس میں انکی نفسانی خواہش کو بھی دخل

ملے یہ فلسفیانہ دوسومہ اور اس کا جواب تفسیر مہراج نمبر ۲۳۱ جلد ۲ اور تفسیر روح المعانی میں مذکور ہے اور ہماری یہ تمام تقریر اس سے ماخوذ ہے (واللہ اعلم)





کی خوبیاں اور بھلائیاں جو اس کو پہنچا سکتے تھے وہ اس کو پہنچا ڈالیں اور جس بلا اور آفت کو اس سے ہٹا سکتے ہوں وہ اس سے دور کر دی اور دن رات اس کو شش میں لگے رہے کہ اس کو ملود کو ہم سے ہزار درجہ بڑھ کر نعمتیں اور عزتیں اور راحتیں مل جائیں اور اس راہ میں جو مشقیں پیش آئیں وہ والدین نے اپنے اوپر اٹھائیں یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچا اور جوان ہو گیا اس والدانہ شفقت و محبت اور بے غرضانہ قربیت سراپا رحمت کا کوئی معمولی سا شہدہ یا ادنیٰ سا نمونہ سوائے والدین کے کسی اور جگہ بھی دکھلایا جاسکتا ہے دیکھنا تو درکنار ایسی محبت اور شفقت کے تصور سے عقل بھی قاصر ہے۔

(دیکھو تفسیر مراح میرٹس ۲۳۱ جلد ۲ روح المعانی ص ۵۷ جلد ۱۵)

ایسی بے مثال شفقت و تربیت کا کہ جو ابتدائے ولادت سے لے کر بیس سال تک مسلسل جاری رہی ہو احسان مند نہ ہونا اور والدین کے اس حق تربیت کا منکر ہونا انسان کا بلکہ حیوان کا بھی کام نہیں حیوان بھی اس مادہ کا استرازم کرتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے ہر حال جس میں ذرا بھی عقل ہے وہ والدین کے حق کا انکار نہیں کر سکتا حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے والدین بوڑھے ہو کر اس حد کو پہنچ گئے ہیں جس طرح والدین نے بچپن میں میری غور و پرداخت کی تھی ویسی ہی میں انکی غور و پرداخت اور خبر گیری اور خدمت گزادی کر رہا ہوں تو کیا میں نے انکا حق ادا کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کیونکہ وہ دونوں تیری غور و پرداخت کرتے تھے تو انکی تمنا اور آرزو یہ ہوتی تھی کہ تو زندہ رہے اور تو انکے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ مر جائیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ عالم، عالم اسباب ہے جس میں اللہ نے اپنی قدرت اور شہیت سے ایک شے کو ایک شے کا سبب بنایا۔ نسل انسانی اور حیوانی کے نظام کا ذریعہ اور سبب اس نفسانی خواہش کو بنایا ہے اگر یہ نفسانی خواہش درمیان میں نہ ہوتی تو نسل انسانی اور حیوانی کا وجود نہ ہوتا۔

دنیا کی تمام لذائذ طیبات اور مرغوبات اور مطوعات اور مشروبات بلاشبہ حق جل شانہ کی نعمتیں ہیں حالانکہ ان میں طبیعت کی رغبت اور نفس کی شہوت اور لذت ساتھ ساتھ ہے اور اس طبعی رغبت کی آمیزش کی وجہ سے انکے نعمت ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس طبعی رغبت کی وجہ سے نعمت کی لذت دو بالا ہو جاتی ہے اور جس ہاتھ سے یہ نعمتیں کسی کو میسر آجاتی ہیں تو وہ شخص اس ہاتھ کا ممنون اور احسان مند ہوتا ہے اور فرط محبت سے اس ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے اور جس ماں نے اسکو نوچنا اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس تک دودھ پلایا اور تین چار سال تک ماں باپ اسکو ازراہ شفقت و محبت اور بطور لذت و مسرت گود میں اٹھائے پھر سے اور راتوں اُنکے جیتے جاگے اور اسکی راحت کے لیے طرح طرح کی مشقیں اٹھاتے رہے اور یہاں تک کہ جوان ہو گیا اب یہ نادان کہتا ہے کہ ماں باپ کا مجھ پر کوئی احسان نہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

سالاہو تو بگھڑد کہ گزرت  
 کئی سو سے قربتِ پدرت

تو بجائے پدر چہ کردی خیر  
 تا سماں چشم داری از پسریت

## حکم سوم، اداء حقوق دیگر اہل حقوق

گزشتہ آیت میں والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا اب اس آیت میں تمام اہل قرابت اور عام اہل حاجت کے ساتھ احسان کا حکم دیتے ہیں اور قرابت دار اور رشتہ دار کو حسب قرابت اس کا حق ادا کر اور محتاج مسافر کو بھی دے مائے باب کا حق جو کہ تمام رشتہ داروں سے بڑھا ہوا ہے اس لیے اول خدا تعالیٰ نے اس کی تاکید کی اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں اور محتاج اور مسافروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا۔ رشتہ داروں کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ رشتہ اور محبت قائم رکھے اور خوش حالی اور افلاس دونوں حالتوں میں اس کے ساتھ حسن معاشرت اور الفت برتے اگر انہیں مدد کی ضرورت ہو تو ان کی مدد کرے اور اگر وہ تنگ دست ہوں تو ان پر خرچ کرے اور محتاج اور مسافروں کو خیرات دے اور اگر محتاج اور مسافر رشتہ دار بھی ہو تو اسکے دینے میں دیر آٹاوب ہے۔

حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت یعنی **وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ** نازل ہوئی تو اس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل ابنیؑ سے پوچھا کہ میرے قریب کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جبریلؑ نے جواب دیا کہ قریب تمہارے فاطمہؑ ہے اور حق اس کا فکد ہے فکد اسکو دے دو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فاطمہؑ کو فکد دے دیا۔

یہ روایت سراسر موضوع اور ساختہ پر دائرہ شیعہ ہے اور خلاف عقل و نقل ہے اس لیے کہ اس روایت کا حاصل تو یہ ہے کہ آیت ذالقرنی سے فقط حضرت فاطمہؑ مراد ہیں اور حقاً سے فدک مراد ہے اور یہ بالکل غلط ہے الفاظ قرآنی کو ان معنی سے کوئی مس اور مساس نہیں لفظ ذالقرنی ایک لفظ عام اور امر کلی ہے جس کے معنی قرابت والے کے ہیں جو حضور پُر نورؐ کے تمام قرابت داروں کو شامل ہے لہذا اس لفظ عام یعنی ذالقرنی کو فقط حضرت فاطمہؑ میں منحصر کر دینا کیسے صحیح ہوگا حضور پُر نورؐ کے قرابت دار کچھ ایک دو نہ تھے بلکہ ہزاروں تھے اور صاحبزادی بھی فقط ایک نہ تھی بلکہ حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت زینبؑ اور حضرت رقیہؑ اور حضرت ام کلثومؑ تھیں صاحبزادیاں اور خنیں جو قرابت میں حضرت فاطمہؑ کے برابر تھیں اور کچھ کم نہ تھیں حتیٰ جل شانہ کے ارشاد **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَهْلِ بَيْتِي كِتَابٌ وَرَسُولٌ** **الْمُؤْمِنِينَ يَذِّبُهُمْ عَلَيْهُمْ أَحِبُّكُمْ** جلا شیعہ سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی متعدد صاحبزادیاں تھیں اور ایسا ہی کافی کہلیں کی روایت بھی ہے جو صاف اور واضح ہے کہ آنحضرتؐ

کی متعدد بیٹیاں تھیں تو کیا معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قرابتداروں کو محروم کر کے سب کا حق حضرت فاطمہؓ کو دیدیا اور اگر یہ کہا جاتے کہ یہ صاحبزادیاں نزولِ آیت سے پہلے وفات پا چکی تھیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور وفات مدینہ میں ہوئی۔ اور علی سبیل الغرض والتسلیم حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرات حبشیہؓ اور حضرت جعفرؓ جو موجود تھے گویا کہ ایک حضرت فاطمہؓ کا حق تو دیدیا جائے اور باقی سب قرابتداروں کا حق تلف کر دیا جائے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیے تھا کہ مسکینوں اور مسافروں کے واسطے بھی کوئی چیز وقف کر دیتے تاکہ پوری آیت پر عمل ہو جاتا نیز یہ کہنا کہ حق سے ذک مراد ہے یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ یہ آیت سورۃ اسراء کی ہے جو بالاتفاق مکی ہے اور مکہ میں ذک کہاں تھا ذک تو بھوت کے ساتویں برس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آیا تھا اور علیؓ حذا سورۃ روم کی ایک آیت جس میں ذالقرنی کا لفظ آیا ہے وہ بھی مکی ہے نیز اگر یہی مراد ہوتے تو مختصر کلام یہ تھا کہ انت فاطمة خذ انت فرما دیتے اس تصور کی کیا حاجت تھی نیز لفظ حق کا استعمال جب مناسبت ہے کہ جب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ کے ذریعے حضرت فاطمہؓ کی ملکیت ذک ثابت ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے دینے میں معاذ اللہ کچھ تفسیر ہوئی تو پھر یہ کہنا مناسب ہوتا کہ فاطمہؓ کو ان کا حق دیدو کیونکہ اگر کوئی چیز دیا لیتا ہے تو اس کو کہنا کہ تے ہیں کہ فلا نے کا حق دیدو۔

نیز اگر شیعوں کے نزدیک ذالقرنی کے لفظ سے حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ ہی مراد ہوتی تھیں تو اس بناء پر آیت **وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِمَّنْ شَيْءٌ كَأَنَّ** **رَبِّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي** **الْقُرْبَىٰ** میں ذی القربی سے حضرت فاطمہؓ ہی مراد ہوں گی جس کا مطلب یہ نکلے گا کہ مال غنیمت کا خمس صرف فاطمہؓ کے لیے ہے باقی حضرت فاطمہؓ کے علاوہ دیگر بنی ہاشم کو دینا اور لینا جائز نہیں اہل تشیع نے یہ سمجھا کہ اس آیت میں خطاب فقط نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہے خاص حضرت فاطمہؓ کو حق ذک دینے کے بارے میں بطور قبالہ آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

اور یہ غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس آیت میں انکے ماقبل اور مابعد میں تمام خطابات امت کو ہیں اور امت کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ تم ان احکام کو بجالانا کیونکہ شروع آیت **وَقَضَىٰ ذَٰلِكَ الْأَخْبَارُ** **الْأَرْبَاءُ** اور **ذَٰلِكَ مِمَّا رَفَعْنَا فَعَلَيْكُمُ الْكُفْرُ** اور **لَا تَقْسُوا** اور **لَا تَكُونُوا** وغیرہ میں تمام ضعیفین جمع کی ہیں اور باقی رابعاً یصلحون عندک الیکر احکمہما او یکنہما فلا تفلن لکما اوت یہ خطاب بھی اگرچہ لفظ مفرد ہے مگر اس سے بھی مراد امت ہی کا ہر فرد ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ تو بچپن ہی میں گزر گئے تھے لہذا یہ حکم کہ ماں باپ کے سامنے اف نہ کرنا اور ان کے ادب کو ملحوظ رکھنا درحقیقت امتیوں کو سنانے کے لیے ہے آپ کے لیے نہیں۔

اور علیؓ **هَٰذَا وَلَٰ تَنْبِذُوا** لکھنا کہ ہم تمام امت کے لیے ہے اسی طرح سمجھو کہ **وَإِذِ** **ذَٰلِكَ نَبِذْنَا فِي حَقِّهِ** میں بھی خطاب ہر شخص کو ہے کہ ہر شخص کو چاہیے کہ قرابتداروں کا حق ادا کرے اور

صدر رحمی سے دریغ نہ کرے اور علیٰ ہذا القیاس سورۃ روم میں اَوَكَلَمُ يَرْوَا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ رَحْمَةً يَشَاءُ وَكَفَدُوْهُ بَعْدَ كَاثِرٍ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّقَهُ سَہِی صدر رحمی کی ترغیب مقصود ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے تم اگر اہل قربت کے ساتھ سلوک اور احسان کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے رزق میں وسعت دے گا اس آیت میں بھی گو مخاطب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں لیکن فی الواقعہ خطاب عام ہے عرض یہ کہ اس آیت کے شان نزول میں شیعوں نے جو حبرہ فک کی یہ روایت نقل کی ہے وہ سراسر دروغ بے فروغ ہے دشمنانِ دین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا طلبی کی تہمت لگانے کے لیے گھڑی ہے کہ اپنی بیٹی کو دینے کے لیے جبریل علیہ السلام کا حوالہ دے دیا تاکہ اس بہہ پر کوئی اعتراض نہ کرے استغفر اللہ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

## حکم چہارم پمانعت از اسراف

اور اپنی دولت کو ناحق اور بے جا نہ اڑا بے شک اپنے مال کو بیجا اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اس لیے کہ اسراف فعلِ شیطانی ہے پس جس نے اسراف اور فضول خرچی کی وہ شیطان کے بھائیوں میں سے ہو گیا اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکر ہے مال و دولت اللہ کی نعمت ہے راہِ حق میں اس کو خرچ کرنا یہ اس کا شکر ہے اور ناحق خرچ کرنا یہ اسکی ناشکری ہے۔

## حکم پنجم تلطف در جوابات

اور اگر تجھ سے اقربا و ارحباب سوال کریں اور اس وقت میرے پاس دینے کو کچھ نہ ہو اور تو اپنے پروردگار کے فضل و رحمت کے انتظار میں جس کے ملنے کی تجھے امید ہو اور مجبوری کی وجہ سے تو ان غریبوں سے تغافل برتے تو ایسی حالت میں ان کے ساتھ نرمی اور حسن اخلاق سے بات کر کہیں ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے پاس کوئی سائل آکر سوال کرتا ہے اور اس وقت اسکے پاس کچھ دینے کو نہیں ہوتا مگر اسے کہیں سے مال آنے کی امید ہوتی ہے ایسی صورت میں خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ نرمی سے انکو جواب دو کہ اُس وقت میرے پاس کچھ نہیں پھر آنا۔

## حکم ششم، اقتصاد و اعتدال در انفاق مال

اور مال خرچ کرنے میں اعتدال کو ملحوظ رکھو نہ تو اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا رکھ یعنی نہ تو غایت

بخل کی وجہ سے بالکل ہاتھ روک لو گیا کہ ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے کسی کو کچھ دینے کے لیے کھلتا ہی نہیں اور نہ ہاتھ کو پورا ہی کھول دو کہ جو شش میں اگر سب کچھ دے ڈالو اور آئندہ کاکچھ ہوش نہ رہے پھر تو خالی ہاتھ گھر میں بیٹھا رہ جائے ملامت کیا ہوا درمائدہ اور محتاج یعنی اگر بخل کی وجہ سے ہاتھ کو بالکل بند کر لیا تو علوم ہوگا سب لوگ تجھے ملامت کریں گے اور تیری بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے اور اگر ہاتھ کو کشادہ کر دیا تو محسوس یعنی درمائدہ اور عاجز ہو کر بیٹھ جائے گا۔ دو میر، اصل میں اس جو پایہ کو کہتے ہیں کہ جو چلنے سے عاجز ہو کر بیٹھ رہا ہو اسی طرح جس نے اپنا کل مال خرچ کر ڈالا وہ بھی اسی سواری کے مشابہ ہے جو تھک کر بیٹھ رہا منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا حدیث میں ہے کہ جو خرچ میں درمائی چال چلے گا وہ کبھی مفلس نہ ہوگا بے شک تیرا پروردگار کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے جاہتا ہے اور تنگی کرتا ہے جس پر چاہے اس میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ قبض اور بسط اللہ ہی کو زیر ہے اسکے خزانے خالی نہیں ہوتے رہے بندے سوا ان پر حکم کے مطابق میانہ روی واجب ہے بے شک اللہ اپنے بندوں کے باطن سے باخبر ہے اور ان کے ظاہر کو دیکھنے والا ہے وہ اپنی حکمت اور مصلحت سے جس بندہ کو چاہتا ہے تو انگریز بنادیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے فقیر بنا دیتا ہے اللہ کو معلوم ہے کہ کون امیری کے لائق ہے اور کون ففیری کے لائق ہے تم بندے ہو تمہیں مصلحتوں اور حکمتوں کا علم نہیں لہذا تم کو جو میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے تم اسکی تعمیل کرو۔

حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں یعنی محتاج کو دیکھ کر بے تاب نہ ہو جاؤ اس کی حاجت تیرے ذمہ نہیں اللہ کے ذمے ہے، انتہی کلام۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور دوسرا فقیر نہ ہو جلتے گا اور تمہاری منادات سے تم فقیر اور دوسرا غنی نہیں بن جاتے گا امیر بنانا اور غریب بنانا سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے تمہارا کام میانہ روی ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو جو حکم دیا وہی تمہارے حق میں بہتر ہے تم اللہ کے حکم پر چلو اور اپنی فکر کرو اور اپنے انجام کو سوچو۔

## حکم ہفتم، ممانعت از قتل اولاد

اور اے مشرک! افلاس کے دُور سے اپنی اولاد کو موت قتل کر دو ہم ہی تو ان کو روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی رزق دینے والے ہیں نہ کہ تم۔ پھر تم اس نکر میں کیوں پڑے بے شک اولاد کا قتل کرنا بھال بہت بڑا گناہ ہے عرب کے مشرک اپنی بوکیوں کو فقر کے خوف سے زندہ دفن کر دیتے تھے بعض عار کی وجہ سے اور بعض اس خیال سے کہ انہیں کھانے کو کہاں سے آئے گا اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ روزی رسان اللہ تعالیٰ ہے تم یہ بے رحمی کا کام نہ کرو۔

## حکم ہشتم، ممانعت از زنا

اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ بے شک وہ بڑی بے حیائی ہے جس کی قباحت اور شناعة بالکل ظاہر ہے اور بہمت بری راہ ہے زنا سے حسب و نسب گڑ بڑ ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کی عداوتیں اور لڑائیاں اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور یہ سب راستے زنا سے نکلے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی اگر یہ راہ نکلی تو ایک شخص دوسرے کی عورت پر نظر کرے تو کوئی دوسرا اس کی عورت پر نگاہ کرے گا، انتہی غرض یہ ہے کہ زنا بہمت بری راہ ہے خواہش پرستوں کی راہ ہے اللہ نے یہ حکم دیا کہ زنا کے قریب بھی مت جاؤ مطلب یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیجو اجنبی عورت کو بدون عذر شرعی کے دیکھنا زنا کے قریب جانا ہے زنا سے حسب و نسب غلط ملط ہو جاتے ہیں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ لڑکا کس کا ہے پھر یہ کہ زنا سے جو اولاد ہوتی ہے اسکی پرورش کا کوئی تکفل نہیں ہوتا زنا سے انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا جس طرح حیوان جس مادہ سے چاہتا ہے اپنی خواہش پوری کر لیتا ہے اس طرح زنا کار بھی جس عورت سے چاہتا ہے اپنی مستی نکال لیتا ہے جس طرح جانور کو نکاح کی ضرورت نہیں اسی طرح زانی کو بھی نکاح کی ضرورت نہیں اور شیعوں کا متبع بھی زنا کی ایک قسم ہے جیسا کہ سورۃ نساء کی تفسیر میں اس کی مفصل بحث گزر چکی ہے۔

## حکم نہم، ممانعت از قتل ناحق

اور مت قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ نے حرام بنایا ہے مگر حق کے ساتھ اور قتل حق کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ قاتل کو قتل کی سزا میں بطور قصاص قتل کیا جائے دوسرے یہ کہ نانی محسن کو زنا کی سزا میں قتل کیا جائے تیسرے مرتد کو ارتداد کی سزا میں قتل کیا جائے یعنی جو دین اسلام سے مرتد ہو جائے وہ بھی واجب القتل ہے ان تین صورتوں کے سوا مسلمان کا قتل کرنا حرام ہے اور جو شخص ظلم سے ناحق مارا جائے تو اس کے وارث کو ہم نے قاتل پر غلبہ دیا ہے یعنی ولی مقتول کو اختیار ہے کہ چاہے قاتل سے قصاص لے لے یا دیت لے لے یا معاف کر دے لیکن اس وارث کو چاہیے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے یعنی صرف قاتل ہی کو قتل کرے ایک کے بدلے میں دو کو قتل نہ کرے اور نہ مثلہ کرے اور نہ غیر قاتل کو قتل کرے بے شک اس ولی مقتول کی ہماری طرف سے مدد ہوتی ہے مظلوم کی حق تسلی کے لیے اس طرف سے مدد ہوتی ہے اور حکام حکومت کو بھی حکم ہے کہ اسکی مدد کریں جہاں تک ممکن ہو مظلوم کا حق دلائیں

رشوت اور سفارش سے کسی مظلوم کے دعوے کو خارج نہ کریں۔

## حکم دہم، ممانعت از تصرف ناحق در مال یتیم

اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو بہتر اور یتیم کے لیے مفید اور نافع ہو یعنی اصلاح اور حفاظت کو ملحوظ رکھو۔ فرد کی ہیئت سے اس کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتے اس وقت اس کا مال اسکے حوالے کر دو۔

## حکم یازدہم، ایفاءئے عہد

اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی بابت قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ عہد پورا کیا تھا یا توڑ ڈالا تھا سب سے پہلے عہد عہد اکسنت ہے اور اس کے بعد ایمان ہے کہ وہ بھی ایک قسم کا عہد ہے کہ اللہ کے اوامر کو بجا لاؤں گا اور منہیات کو ترک کر دوں گا اور نذر بھی ایک قسم کا عہد ہے اور مخلوق سے جو عہد کیا ہے اسے بھی پورا کرو بشرطیکہ وہ عہد شریعت کے مطابق ہو اور کسی معصیت پر وہ عہد نہ کیا ہو غرض یہ کہ لفظ عہد عام ہے خالق سے ہو یا مخلوق سے اس کا ایفاء واجب ہے۔

## حکم دوازدہم، ایفاءئے کیل

اور جب دوسرے کے لیے ماپو تو پورا ماپو۔ مطلب یہ ہے کہ ناپ میں کمی نہ کرو اپنے نیلے کم ماپنے میں کوئی حرج نہیں۔

## حکم سیزدہم ایفاءئے وزن

اور جب دوسرے کے لیے وزن کرو تو سیدھی ترازو سے تو جس میں کمی اور تھکاو نہ ہو یعنی پورا تولو یہی حکم یعنی پوری ناپ تول تمہارے لیے بہتر ہے خیانت میں برکت نہیں اور دنیا و آخرت میں انجام کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہے اور بہت خوب ہے پورا تولنا اور پورا ناپنا دنیا ہی میں نیک نامی کا ذریعہ ہے۔

## حکم چہارم عدم جواز عمل براسرنا معلوم

یعنی جب تک کوئی بات پوری طرح معلوم نہ ہو جائے اس پر حکم لگانا جائز نہیں وَلَآ تَقْنُفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ رَأَيْتَ الشَّعْخَ وَالْبَصْمَ وَالْفُؤَادَ كُلُّهُ أَوْلَيْكَ كَمَا تَكُنْ عَنْهُ سُبُوْلًا اور پس بات کا کچھ علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ یعنی جس بات کی تجھے تحقیق اور خبر نہیں اس کے پیچھے نہ لگ بغیر سنے اور بغیر دیکھے اور بغیر سوچے سمجھے کوئی حکم نہ لگا تو بے شک آنکھ، کان اور دل قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہو گی بندہ سے بھی ان اعضاء کے متعلق سوال ہو گا اور خود ان اعضاء سے بھی پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا سنا اور کیوں سنا اور کیا دیکھا اور کیوں دیکھا اور دل سے پوچھیں گے کہ تو نے کیا جانا اور کیوں جانا مطلب یہ ہے کہ جس بات کی تحقیق نہ ہو اس کے متعلق دعویٰ کر کے یوں نہ کہے کہ یوں ہے اور بے تحقیق گواہی نہ دے۔

## حکم پانزدہم، ممانعت از رفتارِ تکبر و تبختر

اور مت جل تو زمین پر اترا تا ہو اور اگر تا ہو یعنی ایسی چال مست چل جس سے بڑائی اور فخر معلوم ہو بلکہ نرم رفتار چلیے جس سے تواضع معلوم ہو تحقیق تو ایسی اس مغرورانہ رفتار سے زمین کو ہرگز نہیں پہچاڑ سکتا کہ سوراخ کر کے اسکی انتہا کو پہنچ جائے اور بلندی اور لمبائی میں ہرگز پہاڑوں کو نہیں پہنچ سکے گا مطلب یہ ہے کہ اس مغرورانہ رفتار سے سوائے حماقت کے کوئی فائدہ نہیں ایڑی کے بل چلنے سے تو زمین کو نہیں پہچاڑ سکتا اور بخوں کے بل چلنے سے پہاڑوں کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتا تمہارا یہ تکبر نہ زمین برداشت کر سکتی ہے اور نہ پہاڑ برداشت کر سکتے ہیں پھر کیوں اکڑ کر چلتے ہو یہ سب ممنوعات ہیں جن سے ممانعت کی گئی ہے ان میں سے ہر ایک بُری بات ہے تیرے پروردگار کے نزدیک اور نہایت ناپسندیدہ ہے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا ذکر فرمایا وہ پچیس ہیں جن میں سے بعض مامورات ہیں اور بعض ممنوعات و مہنات ہیں یعنی بعض امور وہ ہیں جن کی بجا آوری کا اللہ نے حکم دیا اور بعض امور وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ ان سب کو شمار کر دیا جائے تاکہ سمجھنے اور یاد رکھنے میں آسانی ہو۔

اول: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ (روم) خالص اللہ کی عبادت کرو (سوم) غیر اللہ کی عبادت نہ کرو۔ (چہارم) والدین کے ساتھ احسان کرو (پنجم) والدین کے سامنے اُف نہ کرو (ششم) انکو نہ جھڑکو اور نہ ان کے سامنے آواز بلند کرو۔ (ہفتم) ان سے اوبے بات کرو جس سے انکی تعظیم و تکریم نہ ہوتی ہو۔



اہشتم) ان کے سامنے تواضع اور عاجزی سے پیش آؤ۔ (ہم) ان کے لیے دعاۓ رحمت و مغفرت کرو (ہم) قراہتداروں کے حقوق ادا کرو (یا زہم) مسکین کا حق ادا کرو (دوا زہم) ابن السبیل کا حق ادا کرو۔ (سینہم) اسراف اور فضول خرچی سے بچو (چہارہم) اہل حاجت اگر تم سے کچھ درخواست کریں تو جواب میں قَوْلًا مَّعِشْرًا یعنی نرم بات کہو۔ یعنی زبان سے کوئی سخت بات نہ نکالو جو ان کی دل آزاری کا سبب بنے (یا زہم) اپنے ہاتھ کو گردن سے نہ بانڈھ لو یعنی نہ بیل نہ جانور (خاز زہم) ہاتھ کو ایسا کشادہ نہ کرو کہ چوہں میں آکر سب کچھ دے ڈالو اور پھر بھٹکاؤ۔ (ہفتم) تنگ دستی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ (ہشتم) زنا اور بدمکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔ (وزہم) کسی بے گناہ کو نہ قتل کرو (ہستم) قتل اور قصاص میں حد سے تجاوز نہ کرو (ہست ویکم) مال یتیم ناقص مت کھاؤ۔ (ہست ودم) ہمد کو پورا کرو (ہست ویم) ناپ تول کو پورا کرو۔ (ہست وچہام) اس چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہیں (ہست ویم) زمین پر اتارتے ہوئے اور اگرتے ہوئے نہ چلو۔

ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا

یہ ہے کچھ ایک جو وحی کیا تیرے رب نے تیری طرف عقل کے کاموں سے اور نہ

تَجْعَلُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا

ٹھہرا۔ الہ کے سوا اور کی بندگی، پھر بڑے تو درخ ہیں، اولاد نہ کھایا

مَدْحُوْرًا ۝۱۹ اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنْ

دھکیو: کیا تم کو جن کر دیتے تمہارے رب نے بیٹے اور آپ بیٹے

اَلْمَلَائِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۲۰

فرشتے بیٹیاں تم کہتے ہو بڑی بات

خاتمہ کلام برتنا کبر احکام و توحید خداوند نام

ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ... اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۲۰

یہ احکام مذکورہ خواہ اوامر ہوں یا نواہی مٹھ اس حکمت کے ہیں جو تیرے پروردگار نے تیری طرف وحی

کی ہے یعنی اوپر کی آیات میں جو پُر مغز نصیحتیں اور ہدایتیں کی گئیں وہ من جملہ ان علم و حکمت کی باتوں کے ہیں جن کو عقل سلیم قبول کرتی ہے اور یہ تمام باتیں دیگر ادیان اور مل میں چلی آتی ہیں ان میں نسخ ممکن نہیں انکی رعایت واجب ہے اس لیے کہ یہ تمام امور بلا مشیر مکارم اخلاق اور محاسن اعمال میں سراپا حکمت ہیں ان میں نسخ کی گنجائش نہیں اور چونکہ ان احکام میں دین و دنیا کی ساری خوبیاں موجود ہیں اس لیے ان کا خاتمہ بھی توحید ہی کے حکم پر کیا جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرا پس اس شرک کی وجہ سے تجھ کو دوزخ میں ڈالا جائے۔ اور آسمانیکہ تو ملامت کیا ہوا ہو اور تو اور خود تیرا نفس ہی تجھ کو ملامت کرے گا اور تو راوندۂ رحمت خداوندی ہوگا پھر آئندہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر عتاب فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں پس کیا تمہارے پروردگار نے تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور خود اس نے اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنائی ہیں اسے مشرکین ذرا غور تو کرو بے شک تم بڑی بھاری بات کہتے ہو خدا تعالیٰ تو اولاد سے پاک ہے بیٹا اور بیٹی ہونا تو جسم مرکب ذمی اجزاء کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جسمیت اور ترکیب سے پاک اور منزه ہے پھر تمہاری ایک حماقت یہ ہے کہ تم خدا پر اپنے کو فیضیت دیتے ہو اور اپنے لیے بیٹے ٹھہراتے ہو اور بیٹیاں جن سے تم نفرت اور کراہت کرتے ہو انکو خدا کی طرف نسبت کرتے ہو۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو بیان کر کے تاکید اور اہتمام کے لیے یہ فرما دیا کہ یہ احکام بلا حکمت کی باتیں ہیں انکی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرنا اور ان احکام حکمت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے حکم سے اور شرک کی ممانعت سے شروع فرمایا اور اسی پر ختم فرمایا جس سے مقصود یہ ہے کہ یہی حکم اول ہے اور یہی حکم آخر ہے بغیر اس کے کوئی عمل قبول نہیں جہاں تک ممکن ہو کلمہ توحید کو اپنا درد بناؤ تاکہ تمہاری زندگی کا خاتمہ اسی پر ہو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ الواح تورات جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھیں ان میں یہ تمام احکام حکمت مذکور تھے جن کا فاتحہ (أَفَاذُ لَا يَجْعَلُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ) سے ہوا اور ان کا خاتمہ بھی لَا يَجْعَلُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ پر ہوا۔

(السنن المبرور ۲۵۱ جلد ۲)



وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا

اور پھر پھر سمجھایا ہم نے اس قرآن میں تاکہ وہ سوجھیں

وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۝۳۱ قُلْ لَّوْكَانَ

اور ان کو زیادہ ہوتا ہے وہی بدکنا کہہ اگر ہوتے

مَعَهُ إِلَهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا لَا بَتَغَوْا

اس کے ساتھ اور حاکم ، جیسا یہ بتاتے ہیں ، تو نکالتے تخت

إِلَى ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿۳۲﴾ سُبْحَنَهُ

کے صاحب کی طرف راہ وہ پاک ہے

وَتَعْلَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿۳۳﴾ تَسْبِيحٌ لَهُ

اوپر ہے ان کی باتوں سے بہت دور اس کو ستھرائی بولتے

السَّمَوَاتِ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ط وَإِنْ

ہیں آسمان ساتوں اور زمین ، اور جو کوئی ان میں ہے اور

مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِيحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ

کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اسکی ، لیکن تم نہیں سمجھتے اُن کا

تَسْبِيحَهُمْ ط إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۳۴﴾ وَإِذَا

پڑھنا بے شک وہ ہے تحمل والا بخشتا اور جب

قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا

تو پڑھتا ہے قرآن ، کر دیتے ہیں تم بیچ میں تیرے ، اور ان لوگوں کے جو نہیں

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿۳۵﴾ وَجَعَلْنَا

ماتے پھسلا گھر ، ایک پردہ ڈھانکا اور رکھے ہیں

عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ

اُن کے دلوں پر اوٹ ، کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ

وَقَرَأْ ط وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوْ

اور جب مذکور کرتا ہے تو قرآن میں اپنے رب کا ایلا کر کر،

عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿۳۶﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ

جھاگتے ہیں اپنی پیٹھ پر بدک کر ہم خوب جانتے ہیں جیسا وہ سنتے ہیں

بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ

جس وقت کان رکھتے ہیں تیری طرف، اور جب وہ مشورہ کرتے ہیں، جب کہتے ہیں

الظُّلُمُونَ إِنَّ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْعُورًا ﴿۳۷﴾ أَنْظِرْ

بے انصاف، جس کے کہے پر چلتے ہو نہیں وہ مگر ایک مرد جادو مارا دیکھ !

كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

کیسے بٹھاتے ہیں تجھ پر کہاوتیں، اور بھٹکتے ہیں، سو راہ نہیں

سَبِيلًا ﴿۳۸﴾

پا کتے

## تائیدِ توحید و بیانِ حالِ منکرینِ نبوت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَقَدْ صَرَفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِبَدِّكَ كُفْرًا... إلخ... فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ه (ریط) گزشتہ آیات میں سب سے اہم اور اعظم حکم توحید کا تھا اب ان آیات میں اسکی تائید اور تائید کیے ابطلِ شرک پر ایک دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں بعد ازاں ان مشرکینِ نبوت کا حال بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اس درجہ سنگِ دل ہو چکے ہیں کہ جب قرآن میں توحید کے مضامین سنتے ہیں تو انکی وحشت اور نفرت میں اور زیادہ ہو جاتی ہے اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے تذکرے کیلئے نازل کیا تھا مگر یہ نادان بوجہ عدم تدبیر کے تنفر اور تمسخر کی حد میں داخل ہو گئے ہیں یہ ضد اور عناد کی انتہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے اس قرآن میں علم و حکمت کی اور موعظت و نصیحت کی باتوں کو پھر پھر کر طرح طرح سے بیان کیا تاکہ نصیحت پڑیں اور علم و حکمت کی باتوں کا مقتضا قریہ ہے کہ وہ ایک ہی دفعہ اس قرآن کے عاشق اور دلدارہ ہو جاسے لیکن افسوس انکی عقل پر کہ باوجود اسکے ہمیں زیادہ کرنا یہ قرآن ان کے حق میں مگر نفرت کو بھانے اس کے کہ نصیحت قبول کرتے مگر اور زیادہ بدکنے لگے اور وحشت کھا کر جھاگتے



اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے اور ابوذرؓ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اپنی منہی مبارک میں لے لیں مجلس میں ان کی تسبیح سنی گئی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز ہوتی ہے اور پھر ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے ہاتھوں میں سنی گئی حاضرین مجلس کا سنگمزدوں کی تسبیح کو اپنے کانوں سے سننا بطور خرق عادت تھا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے معجزہ تھا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے اعتبار سے کرامت تھی اور کرامت میں عوم نہیں ہوتا ایسے خوارق کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر ظاہر فرماتا ہے۔

**مسئلہ** تسبیح نباتات و عبادات کے بارہ میں علامہ کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ زندہ چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لکڑی اور شاخ جنکیت درخت پر رہے اس وقت تک تسبیح کرتی ہے اور شاخیں اور پتے درخت سے علیحدہ ہونے کے بعد تسبیح نہیں کرنے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہر چیز خواہ جاندار ہو یا سبے جان اسکی تسبیح کرتی ہے جیسا کہ ستون و خانہ کی روایت مشہور اور متواتر ہے اور تمام صحاح میں مذکور ہے اور آیات اور احادیث کے عوم سے بھی قول راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبادات اور نباتات بولتے ہیں اور زبانِ قائل اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو عام طور سنانی نہیں دیتی مگر کبھی بطور خرق عادت اور بطریق کرامت سنی بھی گئی ہے جیسا کہ گزرا اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق اپنی اپنی زبان میں اسکی تسبیح بیان کرتی ہے جو اسکی زبان کو نہیں سمجھتا وہ اس کی تسبیح کو کیا سمجھے۔

بذکرشس ہرچہ بینی در غروش است : دے داند در بی معنی کہ گوش است

نہ بلبل بر گلش تسبیح خوان است : کہ ہر خاصے بہ تلمیض زبان است

اور جو بے خبر ہے وہ ان آیات اور احادیث میں تاویل کرتا ہے۔

بحول نزار در جان تو قند یلہا - بہرینش کردہ تاویلہا۔

بے شک خدا تعالیٰ بڑا بردبار اور آمرزگار ہے گستاخانہ کلمات پر فوراً نہیں پکڑتا اور تو بہ کرنے والے کو معاف کر دیتا ہے۔

ہیں مشو مغرور بر علم خدا - دیر گیر و سخت گیر دمر ترا

یہاں تک تو مشرکین کی توحید اور قرآن سے نفرت اور وحشت کو بیان فرمایا اب آئندہ آیت میں بھی ان کی نفرت اور ان کے استہزاء اور عیب جوئی کو بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اسے بنی جبہ آپؐ بغرض دعوت و تبلیغ ان کے سامنے قرآن پڑھتے ہیں تو ہم تیرے درمیان جو اس عالم دنیا کے علاوہ عالم آخرت کو نہیں مانتے ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں کہ آپؐ جو کچھ پڑھتے ہیں یا کہتے ہیں وہ ان کے دلوں تک نہیں پہنچتا اور وہ حجاب (پردہ) حق اور ہدایت کے لیے مائل بھی ہے اور مستور بھی ہے یعنی ایسا پوشیدہ ہے کہ وہ کسی کو بھی نظر نہیں آتا وہ عجیب پردہ ہے کہ کافروں اور ان کی ہدایت کے درمیان حائل ہے اور وہ ایسا پوشیدہ ہے کہ عام نظریں اسکو دیکھ نہیں سکتیں۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن تو آفتاب کی طرح روشن ہے لیکن ان لوگوں کی آنکھوں پر عناد کا پردہ پڑا ہوا ہے اور پردہ کے علاوہ یہ لوگ اندر سے حق سے آنکھیں بھی بند کیے ہوئے ہیں اور گمراہی کی اندھیری کوٹھڑی میں دروازے بند کیے بیٹھے ہوئے ہیں تو آفتاب ہدایت کی روشنی انکو کس طرح پہنچے۔ اگر ان لوگوں کو آخرت کا یقین ہوتا اور انجام کی فکر ہوتی تو دیکھنے کی کوشش کرتے ان لوگوں کی دنیا کیسے تو آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور آخرت سے بند کیے بیٹھے ہیں اور منہاںب اللہ یہ پردہ انکی نفرت اور وحشت کی منزل ہے یعنی انکے تنفر اور تمسخر کی منزلیں انکے اور ہدایت کے درمیان ڈال دیا گیا تاکہ ہدایت ان کے دلوں تک نہ پہنچ سکے اور بعض مفسرین نے اس آیت کی دوسری تفسیر کی ہے وہ یہ کہ اسے نبی جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو بعض کافر آپ کی قرأت سن کر آپ کو ستانے اور مارنے کے لیے آپ کے پاس جاتے ہیں تو حق تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ قائم کر دیتا ہے اور وہ آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب سورۃ تکوین پڑھی آپ کی آنکھ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ایک پتھر لے کر حضور پر فوراً صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے ارادہ سے آئی اس وقت ابوبکر آپ کے پاس موجود تھے اس نے ہر چند ادھر ادھر دیکھا مگر آنحضرت اس کو نظر نہ آئے ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ یہ مردار آئی ہے اور پتھر اس کے ہاتھ میں ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کو دیکھے اور یہ پتھر آپ کے ماسے آپ نے فرمایا یہ مجھے نہیں دیکھے گی۔ میرے اور اسکے درمیان ایک فرشتہ حائل ہو گیا ہے پس یہ آیت ان خاص کافروں کے لیے نازل ہوئی جو آنحضرت کا قرآن سن کر آپ کو ستانے آپ کے پاس جاتے تھے مگر وہ آپ کو دیکھ نہیں سکتے تھے اللہ تعالیٰ آپ کو انکی نظروں سے پوشیدہ رکھتا۔ اس قول کی بناء پر یہ آیت تو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہوگی اور آئندہ آنے والی آیت یعنی وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً تَعْنَاهُمْ تَمَام کافروں کے حق میں ہوگی اور پہلے قول کی بناء پر کہ نہ آیت کی تفسیر ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کافروں کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ قرآن کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بڑی گراں ہار ڈالت لگا رکھی ہے کہ وہ حق کو نہ سن سکیں کیونکہ الفاظ قرآنی اگر کسی طرح کان میں پہنچ جائیں تو اس بات کا امکان ہے کہ انکے الفاظ کے معنی انکے دلوں میں پہنچ جائیں اور منشاء خداوندی یہ ہے کہ یہ سچے نور ہدایت سے فیض یاب نہ ہوں اس لیے آنکھوں اور دلوں پر پردے ڈال دیتے اور کانوں میں ڈاٹ لگا دی اور یہ اس کے معنی میں کیونکہ انکی وحشت و نفرت کا یہ حال ہے کہ جب آپ قرآن میں صرف اپنے یکتا پروردگار کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی وحدانیت کے دلائل اور براہین بیان کرتے ہیں مثلاً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے ہیں یا آیات توحید پڑھتے ہیں تو نفرت سے پشت پھیر کر بھاگ جاتے ہیں یعنی قرآن کو سن کر وحیاً نہ طریق سے بھاگتے ہیں کہ کہیں کوئی بات کان میں نہ پڑ جائے خداوند لا مشربک کے ذکر سے بدگتے ہیں اور بیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں ہاں اگر کسی طرح سے ان کے بنوں کا تذکرہ آجائے تو ہمت خوش ہوتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ

قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرُوا الَّذِينَ مَاتُوا دُونَ مَا أَهَمُّ مَسْئَلَةٍ  
 ہم خوب جانتے ہیں کہ جس غرض اور جس نیت سے وہ قرآن سنتے ہیں جب وہ تیری طرف کان لگاتے ہیں  
 یعنی ہمیں معلوم ہے کہ اگر کسی وقت یہ لوگ آپ کا قرآن سنتے ہیں تو بغرض اسلئے نہ کہ وہ عیب جوئی سنتے  
 ہیں تاکہ اس میں کوئی عیب نکال سکیں اور ہم خوب جانتے ہیں اس وقت کو جب کہ یہ لوگ آپ کے  
 بارہ میں اور قرآن کے بارہ میں سرگوشی کرتے ہیں یعنی باہم مشورہ کرتے ہیں کہ کس طرح لوگوں کے دلوں میں  
 قرآن کے اعتقاد اور میلان کو دور کریں جب یہ ظالم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہمیں پیروی کرتے ہو تم مگر  
 ایسے شخص کی جس پر جادو کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اسکی عقل زائل ہو گئی ہے یعنی کافر مسلمانوں کو جادو  
 پر نوازے ہو گئے کہ ان کے لیے یہ کہتے تھے کہ تم ایسے شخص کے تابع دار بن گئے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا  
 ہے اور جادو سے اسکی عقل مغلوب ہو گئی ہے اس لیے یہ عجیب عجیب باتیں کرتا ہے دیکھ لیجئے کہ  
 ان گمراہوں نے تیرے لیے کیسی کہاوتیں بنائیں اور تبھی پر کسی کیسی پھبتیاں اڑائیں کسی نے سارہ کہا کسی  
 نے شاعر۔ کسی نے کہاں اور کسی نے جنوں جس وقت جو منہ میں آیا پاک دیا پس ان بے مرد با توں  
 کے کہنے سے خود گمراہ ہوئے کہ علم و حکمت اور نصیحت اور موعظت کی باتوں کو سحر اور جنون بتلا لے گئے  
 حالانکہ جو علوم و معارف آپ کی زبان فیضِ ترجمان سے نکل رہے ہیں اور جن کو یہ اپنے کانوں سے سن  
 رہے ہیں یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جو کچھ بول رہے ہیں وہ اللہ کی تعلیم  
 اور افکار سے بول رہے ہیں مگر چونکہ ان لوگوں کا عناد سے گزر چکے اس لیے یہ لوگ اب راہِ راست  
 کو نہیں پاسکتے جب تک خدا اور عباد کی پٹی آنکھوں پر بندھی رہے گی اس وقت تک راہِ راست کا نظر  
 آنا ممکن نہیں۔

وَقَالُوا عَازَاكَنَا عِظَامًا وَرَفَاتًا إِنَّا

اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چوڑا کیا ہم

لَسَبْعُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۳۹﴾ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً

بھر اٹھیں گے سترے بن کر تو کہہ، تم ہو جاؤ پتھر،

أَوْ حَدِيدًا ﴿۴۰﴾ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ

یا لوہا یا کوئی خلقت جو مشکل لگے تمہارے جی میں

فَسَيَقُولُونَ مَنْ يَعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ

پھر اب کہیں گے، کون اُٹھائے گا ہم کو؟ کہہ جس نے بنایا تم کو پہلی بار



مَرَّةً فَيَسْتَنْصِفُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى

پھر اب شکاوے کی تیری طرف اپنے سرا اور کہیں گے کب ہے

هُوَ طَقْلٌ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ

وہ تو کہہ شاید نزدیک ہی ہو گا جس دن تم کو بکارے گا

فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَقْنُتُونَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا

پھر پہلے آؤ گے سر ہستے اسکو اور انکو گے (گمان کرو گے) کہ دیر نہیں لگی تم کو مگر

قَلِيلًا ۝

تھوڑی

## اثبات معاد

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالُوا عِزًّا إِذْ أُنْزِلَتْ آيَاتُكَ فَكَفَّاتُ... إلخ..... إِنَّ لِمَثُورِ الْأَقْلِيَّةِ (در بطم گزشتہ آیات میں الہیات اور نبوات کے متعلق کلام فرمایا اب ان آیات میں منکرین قیامت کا ایک مشبہ نقل کر کے اسکا جواب دیتے ہیں منکرین قیامت یہ کہا کرتے تھے کہ جب آدمی مر جائے گا اور گزشتہ دوست اس کا گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو پھر وہ کیسے زندہ ہو گا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ یہ تو بت آسان ہے جس خدا نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اس خدا کو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

مرنے کے بعد تمہارے اجزاء خواہ ہوا میں اڑ جائیں یا آگ میں جل جائیں یا مٹی میں مل جائیں اللہ تعالیٰ کے خزانہ علم اور احاطہ قدرت سے باہر نہیں جاسکتے جس قادر مطلق نے پہلی مرتبہ تمہارے بدن کے اجزاء منفرد کو جمع کر کے یعنی لفظ سے تمہارا پتلا تیار کیا وہ دوبارہ ان اجزاء منفرد کو جمع کر کے تمہارا پتلا تیار کرنے پر قادر ہے۔

قطرہ کو در ہوا شدیداً کر ریخت ۛ از خزینہ قدرت تو کے گریخت اور جب وہ اس دلیل قطعی سے لا جواب ہوتے ہیں تو سر ہلا کر پوچھتے ہیں مَتَى هُوَ اچھا پھر وہ قیامت کب آئے گی اس کا جواب یوں دیا گیا کہ عنقریب آئے والی ہے مگر اس کے آنے کا وقت نہیں

بتایا گیا چنانچہ فرماتے ہیں اور جس طرح یہ لوگ قرآن اور نبی سے نفور اور مبزر ہیں اور اس کا تمسخر کرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور بطور استہزاء و تمسخر یہ کہتے ہیں کہ بھلا جب ہم مرنے کے بعد ہڈیاں اور ہڈیاں چور ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی بیداروں سے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے مطلب یہ ہے کہ اس منککار یہ کہنا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص مسخر ہے اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے اسکی عقل جاتی رہی اسے نئی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم ہڈیوں کی دوبارہ زندگی کو بعد از عقل سمجھتے ہو اچھا تم سختی میں پتھر اور قوت اور وزن میں لوہا بن جاؤ جن میں میات کے قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں یا کوئی اور مخلوق ہو جاؤ جو تم کو ہاتھ کے دبانے سے بڑی معلوم ہو تب بھی تم ضرور زندہ کیے جاؤ گے مطلب یہ ہے کہ تم ہڈیوں کو دوبارہ جوڑنے اور زندہ کرنے کو بعد از عقل سمجھتے ہو حالانکہ وہ ایک عرصہ دراز تک محلی حیات رہ چکی ہیں پس اگر بالفرض تم پتھر یا لوہا وغیرہ جن کو دنیا میں روح اور حیات سے تعلق نہیں اگر ہو سکتے ہو تو ہو جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تم کو دوبارہ زندہ کرے گا جس خدا نے پہلی بار ہڈیوں میں حیات پیدا کی اسے ان میں دوبارہ حیات پیدا کرنا کیا مشکل ہے تم جو چاہو ہو جاؤ ضرور دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے پس قریب ہے کہ یہ سن کر وہ یہ کہیں گے کہ مرنے کے بعد ہم کو دوبارہ کون پیدا کرے گا آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا تھا وہ تمہارے دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا اس کی قدرت کاملہ جیسے پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہے اور تمہاری قدرت اور قابلیت اور صلاحیت بھی ویسی جیسے پہلے تھی اللہ کی قدرت کے اعتبار سے گوشت اور پوست اور لوہا اور پتھر اور ماضی اور حال اور استقبال سب برابر ہیں اس پر یہ لوگ استہزاء اور تمسخر سے قریب طرف اپنے سر منکابیں گے اور سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ اچھا یہ بتائیے کہ یہ دوبارہ زندہ ہونا کب ہو گا آپ کہہ دیجئے کہ شاید وہ قریب ہی ہو اس کو دور نہ سمجھو دنیا بھی چند روزہ ہے اور تمہاری زندگی بھی چند روزہ ہے جب انسان مر گیا تو اس کی قیامت قرائت اور اس نے اپنی قیامت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی خوب سمجھ لو کہ جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے پہلے ہی سے اسکی فکر کرو اور یہ واقعہ اس روز ہو گا جس دن اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری قبروں میں سے زندہ کر کے نکالے گا اور میدانِ حشر کی طرف تم کو پکارے گا اور بلائے گا تو تم اس آواز کو سنتے ہی اضطرابی طور پر خدا کی حمد و ثناء کرتے ہوئے میدانِ حشر میں جمع ہو جاؤ گے کسی کو سرتابی کی جال نہ ہوگی اور جس چیز کو اس وقت محال بتا رہے ہو اس وقت اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لو گے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ لوگ قبروں سے سبحانک اللہم و بحمدک کہتے ہوئے نکلیں گے مگر کافر کو اس حمد و ثناء سے کوئی فائدہ نہ ہو گا اس لیے اس کا یہ کہنا اضطرابی طور پر مجرّد قہرا ہو گا اور گمان کر وے کہ ہم نہیں ٹھہرے دنیا میں یا قبر میں مگر ہمت تھوڑا اور حیران اور پریشان

ہو کر باہم گفتگو کریں گے کہ ہم دنیا میں کس قدر ٹھہرے **يُفْسِرُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَيْشُوا غَيْرَ سَاعَةٍ** مجرمین قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم ایک ساعت سے زیادہ نہیں ٹھہرے پس عقلمند کو چاہیے کہ اس تھوڑی سی زندگی کو اس دائمی زندگی کے لیے صرف کرے تاکہ اس دن حسرت اور ندامت کی ذلت میں مبتلا نہ ہو۔

بخر جان من در نہ حسرت بری  
کہ باخود نصیب ہر عقبی سپرد

بدنیا توانی کہ عقبی خزی  
کسے گھوٹے دولت زد دنیا سپرد



**وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط**

اور کہہ دے میرے بندوں کو، بات وہی کہیں جو بہتر ہو

**إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ط إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ**

شیطان جھڑ بولاتا ہے آپس میں شیطان ہے انسان

**لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ۝۵۳ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ط إِنَّ**

کابے شک دشمن صریح تمہارا رب بہتر جانتا ہے تم کو اگر

**يَشَاءُ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِنْ يَشَاءُ يُعَذِّبْكُمْ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ**

چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تم کو مار (سزا) دے اور تجھ کو نہیں بھیجا

**عَلَيْهِمْ وَكَيْلًا ۝۵۴ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ**

ہم نے ان پر ذمہ لینے والا اور تیرا رب بہتر جانتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں

**وَالْأَرْضِ ط وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ**

اور زمین میں اور ہم نے زیادہ کیا ہے بعض نبیوں کو بعضوں سے

**وَأَتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۝۵۵ قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ**

اور دی ہم نے داؤد کو زبور کہہ، پکارو جن کو سمجھتے ہو

مِّنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا

سوا اسکے، سو نہیں اختیار رکھتے کہ تکلیف کھول دیں تم سے نہ

تَحْوِيلًا ۵۶) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ

بدل دیں وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں، ڈھونڈتے ہیں اپنے

رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَ

رب تک وسیلہ، کہ کون بندہ بہت نزدیک ہے اور امید رکھتے ہیں اسکی ہمر کی اور

يَخَافُونَ عَذَابَهُ ط إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۵۷

ڈرتے ہیں اسکی مار سے بے شک تیرے رب کی مار ڈرنے کی چیز ہے

وَإِنَّ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ

اور کوئی بستی نہیں، جس کو ہم نہ کھاویں گے قیامت سے پہلے

أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ط كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ

یا آفت ڈالیں گے اس پر سخت آفت یہ ہے کتاب میں

مَسْطُورًا ۵۸) وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ

کھا گیا اور ہم نے اس سے موقوف کیں نشانیاں، بھینسی کہ

كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ط وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصَرَةً

انکو نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی سوجھانے کو

فَظَلَمُوا بِهَا ط وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۵۹) وَإِذْ

بھر اس کا حق نہ مانا اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں سو ڈرانے کو اور جب

قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ط وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا

کہہ دیا ہم نے تجھ سے، کہ تیرے بے گھیر یا لوگوں کو اور وہ دکھاوا جو تجھ کو دکھایا

الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ

ہم نے، سو جانچنے کو لوگوں کے، اور وہ درخت جس پر پھٹکا رہے

فِي الْقُرْآنِ وَنَخَوْفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا

قرآن میں اور ہم ان کو ڈراتے ہیں، تو ان کو زیادہ ہوتی ہے

كِبْرًا ۝۶۰

بڑی شرارت

## تلقین حسن خطاب باہل کتاب و جوابات از شبہات مشرکین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ..... إلخ..... طُغْيَانًا كِبِيرًا

(ربط) توحید اور قیامت کی حقانیت پر دلائل قائم کر کے مسلمانوں کو تعلیم فرماتے ہیں کہ مخالفین سے جب بحث کی نوبت آئے تو الفاظ نرم ہونے چاہئیں کیونکہ سختی سے بااوقات مت و شتم کی نوبت آجاتی ہے اور شیطان باہمی نفرت اور عداوت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور مخالف ضد پر اترتا ہے ایسی حالت میں دعوت و تبلیغ بے سود ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں مشرکین کے چند شبہات کے جوابات دیتے جو نہایت نرم ہیں اور باوجود نرم ہونے کے نہایت محکم ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اسے نبی! میرے بندوں یعنی مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ کافروں سے بات چیت کریں تو وہ بات کہیں جو بہت اچھی ہو کفار اگر سخت کلامی کریں تو ان کا جواب نرمی سے دوسرے شک شیطان سختی سے نکال کر لوگوں میں فساد نہ لوادیتا ہے تو اندیشہ ہے کہ سختی کا جواب سختی سے دینے میں جھگڑا بڑھ جائے گا بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ہرگز اسکی بھلائی نہیں چاہتا حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں شروع شروع میں مسلمان کافروں کو لعن طعن کیا کرتے تھے لہذا فتنہ اور فساد برپا تھا اور عداوت کی بیخ مضبوط ہوتی تھی اور یہ اسلام کی ترقی میں حرج پیدا کرتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو کہ یہ آیت سورہ بنی اسرائیل کی ہے جو مکہ میں نازل ہوئی اس لیے بلاط وقت نزول اس آیت میں عبادی سے خصوصیت کے ساتھ ہاجرین اولین مراد ہیں جو کفار قریش سے مجادلہ اور محاصہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے لفظ عباد کو یار کی طرف مضاف کر کے عبادی فرمایا یعنی میرے خاص بندے اس میں لطف و کرم خاص ہے ہاجرین اولین کے ساتھ جس کے وہ مورد بنائے گئے وہو المقصود حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام کا ترجمہ

ختم ہوا) (ازالۃ الخفا)

یس اسے میرے خاص بندو! تمہیں کافروں کی دعوت اور نصیحت میں شدت و خشونت یعنی سختی کی ضرورت نہیں اس لیے کہ تمہارا پروردگار تم کو خوب جانتا ہے ہر ایک کی صلاحیت اور استعداد کو اور ہر ایک کے انجام کو خوب جانتا ہے اور اپنی مخلوق کا مختار ہے جو چاہے گمراہ ہو اگر چاہے تو تم پر رحم کرے اور بغیر ناصح کی شدت اور خشونت ہی کے ہدایت دیدے یا اگر چاہے تو تم کو عذاب دے کہ باوجود ناصح کی شدت اور خشونت کے اسکو ہدایت نہ دے اور عذاب دنیاوی یا آخری سے اسے ہلاک کرے مطلب یہ ہے کہ مشیت خداوندی تم سے پوشیدہ اور مستور ہے اور آپ کو اور کسی کو اس کا انجام معلوم نہیں اور ان کی ہدایت آپ کے ذمہ نہیں خدا جس کو چاہے گمراہ کرے عذاب دے اور جس کو چاہے ہدایت دے اور اسے نبی! ہم نے تجھ کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا، ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے جو آپ کی اطاعت کرے گاہدہ جنت میں جائے گا اور جو آپ کی نافرمانی کرے گاہدہ دوزخ میں جائے گا آپ کا کام یہ ہے کہ ملاحظت اور نرمی سے انکو تبلیغ اور دعوت اور نصیحت کرتے رہیے اور آپ ان پر نگہبان نہیں لہذا سختی اور درشتی بے کار ہے۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مذکورہ میں حق والا سمجھنا سنا لگتا ہے اور دوسرا صریح حق کو نہیں ماننا سو فرما دیا کہ تم ان کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں اللہ بہتر جانتا ہے جس کو چاہے وہ سمجھا دے (موضع القرآن)

یعنی پیغمبر کا کام یہ ہے کہ اللہ کا پیغام پہنچا دے پھر جو کوئی مانے تو اس کا بھلا ہے اور جو نہ مانے اس کا بُرا ہے سختی کرنی بے سود ہے لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ دعوت اور نصیحت میں نرمی اور حسن اخلاق کو ملحوظ رکھیں اور کسی کو دوزخی اور جہنمی نہ کہیں کیونکہ فاتحہ کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ایمان پر ہو گا کہ کفر پر۔

اب آئندہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہیں کہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے ہر ایک کا حال اور مال جانتا ہے اور جو بات جس کے حق میں مصلحت ہے یا مفید ہے سب جانتا ہے اس لیے لوگوں کو اخلاق اور اعمال و اعمال و منال اور حسن و جمال کے اعتبار سے مختلف بنایا اور اس اختلاف اور تفاوت کو باہمی تمایز کا ذریعہ بنایا وہ اپنے علم اور حکمت کے مطابق جس کو چاہتا ہے اپنی نبوت و رسالت کے لیے منتخب کرتا ہے۔ اور بعض کو بعض پر فضیلت دیتا ہے اور البتہ تحقیق ہم نے اپنے اسی علم کے موافق بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت دی جس کے لیے جو فضیلت چاہی وہ اسکو عنایت کی اور ہم علیہ السلام کو خلعت اور موسیٰ علیہ السلام کو مکملت عطا کی اور عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء موتی اور ابراہیم علیہ السلام کو ذریعہ جیسے معجزات عطا کیے اور اود علیہ السلام کو ہم نے زبور عطا کی جو حکمت اور فصل خطاب پر مشتمل تھی اور یہ عطار زبور ان کی فضیلت کا ذریعہ بنی حالانکہ داؤد

علیہ السلام سب بھائیوں میں بہت قدر اور لوگوں کی نظروں میں حقیر و فقیر تھے مگر اللہ نے انکو یہ فضیلت بخشی کہ نبوت و رسالت بھی عطا کی اور اس کے ساتھ بادشاہت بھی عطا کی تاکہ سلطنت نبوت و رسالت کا معین و مددگار اور خدمت گزار ہو عرض یہ کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینا یہ حق تعالیٰ کی سنت قدیم ہے کوئی بدعت نہیں حق تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ پس اگر ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت عطا کی اور آپ کو جملہ انبیاء پر فضیلت دی اور ان پر قرآن عظیم اتارا تو اس میں استبعاد اور انکار کی کون سی بات ہے اس آیت میں قریش کے تعجب کا جواب دیا گیا جو یہ کہتے تھے کہ سارے عرب میں خدا کو رسول بنانے کے لیے ابوطالب کا یتیم ہیں پسند آیا اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ بزرگی کا دار و مدار مال و دولت پر نہیں بلکہ خدا داد فضائل و شمائل پر ہے جیسا کہ انجیل میں ہے کہ تمہیں پتھر کو معماروں نے خراب جان کر پھینک دیا وہی گل کا نگارہ اور میرا ہوا“

اور زبور کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ اس سے آپ کی اور آپ کی امت کی فضیلت نکلتے کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح داؤد علیہ السلام نبوت و رسالت کے ساتھ صاحب سلطنت عظیم بھی تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کی نبوت و رسالت کے ساتھ سلطنت عظیم بھی عطا فرمائے گا اور داؤد علیہ السلام کی طرح آپ بھی صاحب جہاد ہوں گے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق حدیث میں آیا ہے کات لایضہر اذا لاتی یعنی داؤد علیہ السلام جہاد میں کبھی پیچھے نہ ہتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبوت اور بادشاہت کو ایک کیل میں جمع کرے گا اور پھر آپ کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ سر زمین شام و فارس کے وارث اور حکمران ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں اسکی خبر دی گئی وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔

چنانچہ وعدہ خداوندی صحابہ کرامؓ زمین ایران و شام کے وارث ہوئے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت اور بادشاہت سیدنا داؤد علیہ السلام کی خلافت اور بادشاہت کا نمونہ بنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اگرچہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرح نبی تھے لیکن بلاشبہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ ولی بادشاہ تھے۔ داؤد علیہ السلام کی گدڑی میں نبوت اور خلافت جمع تھی اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے کیل میں ولایت اور خلافت جمع تھی اور جس کیل میں ولایت اور بادشاہت دونوں جمع ہو جائیں تو اسی کا نام خلافت راشدہ ہے اور جو فرمان روا فضائل و شمائل میں نبی کا نمونہ اور ہر رنگ ہو تو وہ خلیفہ راشد ہے۔

اے وصف تو در کتاب موسیٰ ؑ : ولے وصف وے در زبور داؤد ؑ

مقصود توئی نہ آفرینش : باقی بہ طفیل تست موجود

مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام جن کو اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کے فضائل و شمائل سے عزت بخشی وہ سب اللہ کے عبادت گزار بندے تھے تم کو چاہیے کہ انکے نقش قدم پر چلو اور ان کو خدا کا برگزیدہ بندہ

جانو نہ کہ معبود اس لیے آئندہ آیات میں پھر توحید کا مضمون ذکر فرماتے ہیں۔

## رجوع بہوتے ابطال شرک

مشرکین دلائل توحید میں کراپنے معبودوں کے فضائل بیان کرتے اور کہتے کہ وہ یہ کر سکتے ہیں اور یہ کر سکتے ہیں یہی تھا اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ۱۰۔ اے بنی! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود قرار دیتے ہو جیسے ملائکہ اور جنات ذرا انکو اپنی کسی تکلیف کو دور کرنے کے لیے پکارو تو وہی دیکھیں تو وہ تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں پس خوب سمجھ لو کہ وہ تم سے کسی تکلیف کے دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس میں کسی تغیر و تبدل کا اختیار رکھتے ہیں کہ تم سے بلا کو ٹال کر کسی دوسرے پر ڈال سکیں پس جن کو اتنی بھی قدرت نہیں تو پھر کیوں تم انکو معبود ٹھہراتے ہو اس آیت میں اشارہ اس طرف ہے کہ اہل مکہ جس قحط شدید میں تم اس وقت مبتلا ہو تمہارے یہ معبود اس کو دور نہیں کر سکتے اور معبود برحق وہ ہے کہ جو ایصال منفعت اور دفع مضرت پر اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھرنے پر قادر ہو اور جن کو تم معبود سمجھتے ہو وہ اس با ست پر قادر نہیں معلوم ہوا کہ وہ معبود برحق نہیں اسب آئندہ آیات میں یہ بتلائے ہیں کہ جن کو تم معبود سمجھتے ہو وہ خود خدا کے عبادت گزار بندے ہیں اور اسکی رحمت کے امیدوار ہیں اسکے قہر سے ڈرنے والے ہیں پھر کہاں سے خدا ہوئے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ گروہ ملائکہ و جنات جن کو مشرکین معبود اور مستعان سمجھ کر اپنی حاجتوں کے لیے پکارتے ہیں انکا حال خود یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ دھونڈھتے ہیں جیسے عیسے و عذیر علیہم السلام اور ملائکہ کرام سب اللہ کی اطاعت اور عبادت میں مشغول ہیں اور اسی نکر میں ہیں کہ ان میں سے کون خدا کے زیادہ نزدیک تر اور مقرب بنتا ہے یعنی جن امتوں کو تم معبود سمجھ کر پکارتے ہو وہ طاعت

عَلَيْهِ قَالَ اٰمِنَ الْيُوزَيٰ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَتَيْتُكُمْ اَقْرَبَ قَوْلًا ذَكَرَهُمَا الزَّجَاجُ اِلٰهَهُمَا اَنْتَ يٰكُتُبُ اِيْلَهُمْ مَرْفُوعًا يَلَا بُدَّ اَخْبَرَهُ اَقْرَبَ وَيَكُوْنُ الْمَعْنٰى يَطْلُبُوْنَ الْوَسِيْلَةَ اِلَى رَبِّهِمْ يَنْظُرُوْنَ اِيْلَهُمْ اَقْرَبَ اِلَيْهِمْ فَيَسْتَوْسِلُوْنَ اِلَى اللّٰهِ بِهِ (والثانى) اَنْتَ يَكُوْنُ اِيْلَهُمْ اَقْرَبَ بِدَلَالَةِ الْوَاوِي وَبَيِّنُوْنَ فَيَكُوْنُ الْمَعْنٰى يَتَّبِعِيْ اِيْلَهُمْ قَرِيْبَ الْوَسِيْلَةِ اِلَى اللّٰهِ اِىْ يَقْرَبُ اِلَيْهِ بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ اَتَمَّتْ كَلَامُهُ (زاد المسير ص ۳۶)۔

۷۸۔ والثانى كون انت استفهامية وبى مبتدأ والمجمل على نصب يستغنون وضم معنى يجر صوت فكانه قيل يجر صوت اهلهم يكون اقرب الى الله وذلك بالطاعة وازدياد الخير والصلاح۔

(روح المعاني ص ۹۷ جلد ۱۵)



اور عبادت کے ذریعے بیش از بیش خدا کا قرب حاصل کرنے کی طبع اور حرص میں لگے ہوتے ہیں اور جیسے کوئی متابعت میں ایک دوسرے سے سبق چاہتا ہے اسی طرح یہ حضرات بملوات اور طاعات کو وسیلہ بناتے ہیں کہ قربِ مزید حاصل ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے پس جب ان کا یہ حال ہے تو وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں کیا معبود کی ہی شان ہے کہ کسی کے قرب حاصل کرنے کی تلاش میں لگا رہے اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو اور اس کے قہر سے لرزاں و ترساں رہے معلوم ہوا کہ وہ کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں پھر معبود کیسے ہوتے اور اسے نبی! ملائکہ اور جنات کا غلابِ خداوندی سے ڈرنا بے جا نہیں بیشک تیرے پروردگار کا عذاب ڈرنے ہی کی چیز ہے اس آیت میں مشرکین کی اس بات کا جواب دیا گیا جو یہ کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے ہماری سفارش کریں اور دنیاوی مصائب سے ہم کو محفوظ رکھیں اس کا جواب دیا کہ محض غلط ہے وہ ہرگز تمہاری مصیبت کو دفع نہیں کر سکتے۔

علامہ زمخشریؒ اور قاضی بیضاویؒ اور امام رازیؒ نے ان آیات کی یہی تفسیر فرمائی جو ہم نے بدیہ ناظرین کی اور بعض مفسرین نے آیت مذکورہ یعنی اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُونَ یَسْعَوْنَ اِلٰی رَبِّهِمْ اَلْوَسٰیئِلَۃَ اِلَیْہُمْ اَوْ یَدْعُوْنَ اِلٰہَ غَیْرِہِمْ کی دوسری طرح تفسیر فرمائی وہ یہ کہ یہ کفار جن بزرگانِ دین اور مقبولانِ خداوندی کو اپنا حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں اور خود اللہ کی بنیاد میں اللہ کے قریب ترین بندہ کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اس تلاش میں ہیں کہ کون سا بندہ خدا کے زیادہ قریب ہے تاکہ اس کا وسیلہ پڑیں یعنی اس کے اقتدار اور اتباع کو اور اس کی دعا کو حصولِ قربِ خداوندی کا وسیلہ اور ذریعہ بنائیں۔

(دیکھو تفسیر روح المعانی ص ۹۷ جلد ۱۵)

حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ سرہ کا میلان اسی معنی کی طرف ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں ”یعنی جن کو کافر پہنچتے ہیں وہ آپ ہی اللہ کی جناب میں وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ جو بندہ بہت نزدیک ہو اسی کا وسیلہ پکڑیں اور وہ وسیلہ سب کا یہ غیر ہے آخرت میں انہی کی شفاعت ہوگی۔“

(موضع القرآن)

اور بلاشبہ بارگاہِ خداوندی میں حصولِ قرب کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے کہ بغیر آپ کے اتباع کے نجات نہیں۔

غلابِ پیغمبر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

عَلٰی وَجْزِ الْخَوَیْفِ وَالزَّجَاجِ اِنْ یَكُوْنُ اِیْہُمْ اَقْرَبُ مَبْدَءٍ وَخِیْرًا وَّالْجُمْلَۃُ فِیْ مَحَلِّ نَصَبِ بَیْنظُرُوْنَ اِیْ یَمْكُرُوْنَ وَالْمَعْنٰی یَنْظُرُوْنَ اِیْہُمَا اَقْرَبُ فِیْ تَوَسُّلُوْنَ بِہٖ وَكَانَ الْمُرَادُ اِیْتُوْ سُلُوْنَ بِہِمَا عَلٰی وَلَا فِیْ التَّوَسُّلِ بِالذَّوْمِ مَا فِیْہِ۔

(روح المعانی ص ۹۷ جلد ۱۵ و روح البیان ص ۴ جلد ۵۔)

اور قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین آپ کا وسیلہ بنائیں گے اور آپ کی شفاعت کے وسیلہ سے اہل عشر کو استغفار کی تکلیف سے رہائی ہوگی۔

یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں یہ دو قول ہیں جن کو امام خوجہ جعفر نے ذکر کیا اور دونوں قول ہم خلاصہ کلام نے تفسیر کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کر دیئے ہیں تفصیل کیلئے روح المعانی کی مراجعت کریں امام راوی نے تفسیر کبیر میں پہلے قول کو اختیار کیا حضرات اہل علم تفسیر کبیر کی مراجعت فرمائیں۔

## ترہیب کفار از قہر خداوند قہار

گوشہ آیت میں اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا: میں اس بات کا ذکر تھا کہ عذاب خداوندی اسی بات کے لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اب آگے اس عذاب کے وقوع کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ ضرور آکر رہے گا چنانچہ فرماتے ہیں اور کفار کی کوئی ہمتی ایسی نہیں ہے ہم قیامت سے پہلے ہلاک اور برباد کر دیں یا قیامت سے پہلے لے کر کسی سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں یہ بات لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے ضرور ظاہر ہو کر رہے گی خدا تعالیٰ کا یہ صمی اور اس فیصلہ ہے جو عمل نہیں سکتا ہے۔

## فراموشی معجزات کے اظہار سے انکار

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) واقعی نبی ہیں تو آپ ہمارے لئے کوہ صفا کو سونے اور چاندی کا بنادیں اور کہتے کہ پہلے پیغمبروں جیسے معجزات دکھائیے جیسا کہ حق تعالیٰ نے دوسری جگہ ان کا قول نقل کیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا بَايَعْتُمْ كُفَّاءُ نَبِيٍّ كَمَا اَنْبَايَا نَبِيٍّ كَمَا اَنْبَايَا نَبِيٍّ كَمَا اَنْبَايَا نَبِيٍّ یعنی عہدے مومن علیہ السلام اور ناقہ صالح علیہ السلام وغیرہ اس قسم کا معجزہ آپ کیوں نہیں دکھاتے انکے اس بے ہودہ سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور ہم کو اس قسم کے خاص فراموشی معجزات کے بھیجے میں کوئی شے مانع نہیں مگر صرف یہ امر مانع ہے کہ پہلے لوگ بھی اس قسم کے فراموشی معجزات دیتے مانتے کہ بعد ان کی تکذیب کر چکے ہیں اور ان کی اور ان کی طبیعتیں ملتی جلتی ہیں قُلْ اِنَّمَا بَايَعْتُمْ كُفَّاءُ نَبِيٍّ انکی طرح یہ بھی تکذیب کریں گے اور انکی طرح متقی ہلاکت ہوں گے اور یہ ہمیں ابھی منظور نہیں اور نمونہ کے طور پر ایک قہر بھی سن لو کہ ہم نے قوم ثمود کو انکی فراموشی کے مطابق اونٹنی دی جو کھلا اور روشن معجزہ تھی جسے دیکھ کر انہیں کھل جائیں صاف اور روشن نشانی تھی جس میں سحر کا شائبہ اور دامن بھی نہ تھا اس لائق حق کو اس کی بصارت سے بصیرت حاصل کرتے اور ناقہ اور ثمود

کی مثال اس لئے دی کہ قوم ثمود کے کھنڈرات بلاد عرب سے قریب تھے اور ان کی ہلاکت اور عذاب کے نشانات کو اہل عرب دیکھتے تھے ہیں انھوں نے اس پر ظلم کیا یعنی اسکو نہ مانا اور ذبح کر ڈالا اور اس ظلم و ستم کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے پس اگر ہم اہل مکہ کو انکی فرمائش کے مطابق مجبور عطا کریں تو یہ بھی ویسے ہی صدی اور عبادی ہیں معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اسکی سزا میں ہلاک ہوں گے مگر ہم کو ان کا ہلاک کرنا منظور نہیں ہمارا بارگاہ ہیں یہ بڑے جو چکا ہے کہ یہ امت پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہ ہوگی آئندہ چل کر خود ان میں سے بعضے کامل مسلمان ہوں گے اور خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور انکی اولاد بھی مسلمان ہوگی جو اس دین کی مدد کرے گی اس آخری امت کے متعلق اللہ کا ارادہ نہیں کہ پہلی امتوں کی طرح اس امت کو بالکل تباہ کر دیا جائے بلکہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ یہ امت محمدیہ قیامت تک باقی رہے اور اس امت کو ہلکت ملنا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت اور برکت ہے اور ہم جو نشانیاں بھیجتے ہیں وہ صرف ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں کہ ان نشانوں کو دیکھ کر عبرت پڑیں اور خدا کی نافرمانی اور خدا کے عذاب سے ڈر جائیں اور کچھ سوچیں مجھیں پھر اگر معجزہ ظاہر ہونے کے بعد وہ کفر و بدعت قائم رہیں تو نیست و نابود ہو جائیں جیسے قوم عاد اور قوم ثمود کے ساتھ ہوا کہ اول ڈرانے کے لئے انکو کچھ نشانیاں دکھلا دی گئیں پھر بھی جب ایمان نہ لائے تو نیست و نابود کر دیئے گئے لیکن اس آخری امت کے حق میں حکمت الہیہ یہ ہے کہ اس امت کو پہلی امتوں کی طرح تباہ اور برباد نہ کیا جائے گا اس لئے فرمائشی نشانات کا بھیجنا موقوف کیا گیا۔ مہر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ پہلی آیت میں یعنی وَمَا مَعْنَاكَ اَنْ تُرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے وہی مخصوص اور محدود معجزات مراد ہیں جن کا مشرکین آپ سے سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے فرمائشی معجزات کے ظاہر کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم کو اہل مکہ کا ہلاک کرنا منظور نہیں اس لیے انکی فرمائشیں اور خواہشیں پوری نہیں کی جائیں گی اس بارہ میں مفسرین ————— کا کوئی اختلاف نہیں اور دوسری آیت وَمَا تُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ میں مفسرین کہتے ہیں کہ اس کا ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اس آیت میں بھی وہی آیات مخصوصہ مراد ہیں جنکا مشرکین مکہ سوال کرتے تھے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس دوسری آیت وَمَا تُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ میں مطلق نشانیاں مراد ہیں خواہ فرمائشی جیسے زلزلہ اور طاعون اور طوفان اور چاند اور سورج کا گہن ہونا وغیرہ اور مطلب یہ کہ ہم لوگوں کے ڈرانے کیلئے نشانیاں بھیجتے ہیں اور طرح طرح سے اپنی قدرت کے نشان ظاہر کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت پڑیں اور اللہ کے قہر سے ڈریں پس اگر دین تو نجات پا جائیں ورنہ بعد و صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ وہ آیات اور نشانات ان کی فرمائش کے مطابق ظاہر کیے گئے تھے تو دنیا ہی میں عذاب استیصال میں مبتلا ہو کر سب ہلاک ہو جاتے ہیں اور اگر وہ نشانات و آیات آیات مقررہات نہ ہوں یعنی انکے فرمائشی نشان نہ ہوں تو پھر ایمان نہ لانے کی صورت میں انکو اس زندگی میں ہلکت مل جاتی ہے اور عذاب آخرت میں ماخوذ ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام | مراد ہوں تو تحریف سے عذاب استیصال سے ڈرانا مراد ہو گا کہ جس سے بالکل تباہی

اور بربادی ہو جائے اور اگر آیات سے آیات غیر مقررہ یعنی غیر فرامشی مراد ہیں جیسے زلزلہ اور طوفان تو پھر تحریف سے عذاب آخرت سے ڈرانامراد ہوگا۔

سراج منیر ص ۲۵۸ - روح المعانی ص ۲۷۷ - روح البیان ص ۱۷۷

یہاں تک مشرکین کی جرات اور طعن کو بیان کیا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو ہماری فرمائش کے مطابق معجزات لائیے جو ہم نے آپ سے مانگے ہیں اور اس طعن کا جواب دے دیا گیا اب آئندہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ آپ ان کے معاندانہ سوالات اور ظالمانہ ظلم و ستم سے دلچسپ نہ ہوں اور اسے نبی آپ اس وقت کو یاد کریں کہ جب ہم نے آپ سے یہ کہہ دیا تھا کہ تیرا بدوردگار سب لوگوں کو اپنے احاطہ اور گھر سے میں لیے ہوئے ہے سب اسکے قبضہ قدرت میں ہے اللہ تیرا حافظ اور نگبان ہے یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لہذا تو ان سے نڈر اور انکی پرواہ نہ کر اور تبلیغ و رسالت کا کام کیے جا اللہ تیرا حافظ و ناصر اور معین و مددگار ہے چنانچہ اب تک باوجود سخت عداوت کے کوئی کافر تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکا یہ غیبی حفاظت تیری تعبدی بنوت کے لیے کافی ہے کسی فراموشی و محقرہ کی ضرورت نہیں اور یہ کافر تو صدمہ و محضرات دیکھ چکے ہیں۔ یہی کہہ کر ہمارے ہاؤدود ان کی شدید مخالفت کے اور باوجود آپ کی بے مہر و سامانی کے آپ کو ایذا پہنچانے پر قادر نہیں اگر اللہ تیرا مددگار نہ ہوتا تو تو ان میں ایک دن بھی نہ رہ سکتا اور بخدا اپنی قوت و شوکت اور اسباب ظاہری کے وہ ضرور اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاتے۔

**خلاصہ کلام** یہ کہ آپؐ انکی ایذا اور طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کیجیے اللہ تعالیٰ آپؐ کو قوت و نصرت دے گا اور یہ سب ذلیل و خوار اور مقول و مقہور ہوں گے کما قال اللہ تعالیٰ وَاللّٰهُ يَفْضُلُكُمْ مِنَ النَّاسِ۔ سُبْحَانَكَ جَمْعُ وَيُكَلِّمُكَ الذُّبُّ۔ چنانچہ آپؐ شائبہ کمرے بیت المقدس پہنچے اور صبح کو صبحیہ سلام پڑھ کر مکہ واپس آ گئے یہ واقعہ بھی حفاظتِ غیبی کا ایک کرم و شرف تھا اور لوگوں کے لئے نصیحت اور آگاہی کا آئینہ آیت میں ذکر فرماتے ہیں

اور نہیں بتایا ہم نے اس دکھاوے اور نظارہ کو جو ہم نے کچھ کو شبِ معراج میں دکھلایا مگر لوگوں کے آزمائش اور امتحان کے لیے یعنی شبِ معراج میں ہم نے آپس کو آیاتِ قدرت کا نظارہ اور مشاہدہ کرایا جن کا لایق نہ ہو۔ صحتِ ایضاً بتائیں ذکر ہے اور جن عجائبِ ملکوت کو ہم نے آپس کو بحالتِ بیداری اسی چشمِ سر کے ساتھ دکھلایا وہ آپ کے لیے کرامتِ عظیمہ ہے مگر اور لوگوں کے لیے قریب یعنی آزمائش اور امتحان تھی کہ دیکھیں کون جانتا ہے اور کون نہیں جانتا۔

جاننا چاہیے کہ اس آیت میں رؤیا (دکھاوے) سے شب معراج میں آیات کبریٰ کا بحالت بیداری اس چشم سر کے ساتھ دکھاوا اور نظارہ مراد ہے خواب کا دکھاوا سراور نہیں، جبکہ شروع سورت میں دلائل اور براہین سے اس بات کو واضح کیا جا چکا ہے کہ مشاہدہ معراج ازاول تا آخر اسی جسم اطہر کے ساتھ بحالت بیداری تھا معاذ اللہ خواب نہ تھا جو لوگ معراج جہانی کے منکر اور انکو خواب قرار دیتے ہیں انکی گمراہی کا

باعث یہ آیت بھی ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ رؤیا واقع ہوا ہے جس کے معنی خواب کے ہیں مگر یہ انکی گمراہی ہے صحیح بخاری میں صراحۃً عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس آیت کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں کہ آیت میں رؤیا سے رؤیا عین مراد ہے یعنی دکھا دے سے بحالت بیداری آنکھ کا دکھاوا مراد ہے جو شب معراج میں آپؐ کو دکھایا گیا خواب کا دکھاوا مراد نہیں اور لفظ رؤیا لغت عرب میں خواب کے لیے مخصوص نہیں بلکہ جس طرح یہ لفظ خواب کے دیکھنے کے لیے آتا ہے اسی طرح عالم بیداری میں دیکھنے کے لیے آتا ہے اور یہی تفسیر لفظ رؤیا کی سعید بن جبیرؓ ابراہیم نخعیؓ، حسن بصریؓ، مسروقؓ، قتادہؓ، مجاہدؓ، عکرمہؓ ابن جریرؓ، عبدالرحمن بن زید و غیرہ اکابر تابعین رحمہم اللہ نے کی ہے (دیکھو تفسیر قرطبی و تفسیر ابن کثیر) امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ لغت کے اعتبار سے رؤیت اور رؤیا میں کوئی فرق نہیں دونوں کے معنی دیکھنے کے ہیں کہا جاتا ہے راہت یعنی رؤیت اور رؤیا یعنی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ رؤیا رؤیت دونوں آنکھ کے دیکھنے میں مستعمل ہوتے ہیں (دیکھو تفسیر کبیر ص ۲۲۵ جلد ۵)

قال ابن الانباري المختار في هذه الرواية ان تكون نقطة ولا فرق بين ان يقول القائل رأيت فلاناً رؤيته ورأيت رؤيا الخ ان الرواية يقل استعمالها في المنام والرؤيا يكثر استعمالها في المنام ويجوز كل واحد منهما في المعنيين - (زاد الميرزا بن الجوزي ص ۵۲ جلد ۵)

خواب کے دیکھنے میں کم ہے اور رؤیا کا استعمال خواب کے دیکھنے میں زیادہ ہوتا ہے۔ حافظ عقلانیؒ فرماتے ہیں کہ رؤیا کا استعمال بحالت بیداری دیکھنے میں بھی آتا ہے جیسا کہ مستنبی کا قول ہے ع و رؤیا کہ احی فی العیون من المفق، (فتح الباری ص ۳۰۲ جلد ۱ کتاب التفسیر) واقعہ معراج بلاشبہ مشاہدہ بیداری تھا مگر زیادہ تر اس کا تعلق دوسرے عالم سے تھا جیسے خواب کا تعلق دوسرے عالم سے ہوتا ہے تو عجیب نہیں کہ اس مناسبت سے اس مشاہدہ عینی اور نظارہ بیداری کو لفظ رؤیا سے تعبیر کیا گیا ہو واللہ اعلم وعلیہ اتم واصلح: علاوہ ازیں کہ واقعہ معراج اگر خواب ہو تو پھر وہ لوگوں کے لیے کسی طرح فتنہ اور آزمائش نہیں ہو سکتا دینا

سے اخراج البخاری عن عکرمہ عن ابن عباسؓ ما جعلنا الرؤیا التي أُرِيْنَاكَ الا فتنةً لِّئلاَّ يبين رؤيا عين اريد بها رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الاسرى به و زاد سعيد بن منصور عن سفیان في آخر الحديث رؤيا منام (فتح الباری ص ۳۰۲ جلد ۱ کتاب التفسیر)

میں کوئی بے وقوف سے بے وقوف بھی ایسا نہیں جو خواب کو جھٹلائے البتہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کا دعویٰ ضرور فتنہ اور ذریعہ آزمائش ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیان کیا کہ میں اس شب میں بیت المقدس دیکھ کر آیا ہوں تو لوگوں نے اسکو مستبعد اور محال جان کر اس کو نہ مانا اور آپ کو جھٹلایا اور مومنین اور غلطیوں نے اسکی تصدیق کی پس اللہ تعالیٰ نے اس معراج جمالی اور اسی شب کے نظارہ ہائے بیداری کو لوگوں کی آزمائش اور امتحان کا ذریعہ بنایا اگر خواب کا واقعہ ہونا تو کوئی تکذیب نہ کرنا خواب میں تو الجھل اور ابولہب بھی بیت المقدس ہو کر آسکتے ہیں اس رؤیت کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ (آزمائش) قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ خواب کا واقعہ تو فتنہ (آزمائش) نہیں ہو سکتا ہے فتنہ اور آزمائش تو کوئی عجیب و غریب چیز ہی ہو سکتی ہے بحالت خواب آسمانوں کی سیر نہ کوئی معجزہ ہے اور نہ کوئی عجیب و غریب چیز ہے جسے فتنہ کہا جاسکے کافر کو بھی خواب میں آسمانوں کی سیر حاصل ہو سکتی ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کو واقعہ معراج سے کوئی تعلق نہیں۔

اس آیت میں روایا سے وہ خواب مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال دیکھا تھا کہ آپؐ مع اصحابؓ کے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور آپؐ نے اور آپؐ کے اصحابؓ نے عمرہ کیا اس خواب کے بعد آپؐ عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے تو مشرکین مکہ نے آپؐ کو روکا اور آپؐ ان سے صلح کر کے بغیر عمرہ کے مدینہ واپس آگئے۔ منافقین نے طعن کیا کہ یہ خواب تو سچا نہ ہوا اور بتقاضائے بشریت بعض مسلمانوں کے دلوں میں یہی خطرے گزرے اور یہ خواب لوگوں کے حق میں موجب فتنہ اور امتحان بن گیا اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ جو خواب اللہ نے آپؐ کو دکھلایا وہ حق ہے اس خواب کی تعبیر آئندہ سال ظاہر ہوگی۔ خواب مطلق تھا اس میں کسی وقت کی تعیین نہ تھی۔ اس خواب میں مسجد حرام میں داخل ہونے کا وقت نہیں بتلایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کے شوق میں اسی سال ارادہ فرمایا مگر مشیت ایزدی میں اس سال اس خواب کا پورا ہونا مقدر نہ تھا بلکہ اگلے سال پر موقوف تھا چنانچہ اگلے سال اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی اور آپؐ نے مع اصحاب کے بغایت الطینان عمرہ ادا فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّسُولَ یَا مَعْشَرَ

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کی یہ تاویل اور تفسیر ضعیف ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور حدیبیہ کے خواب کا واقعہ مدینہ منورہ کا ہے

(تفسیر قرطبی ص ۲۸۲ ج ۲)

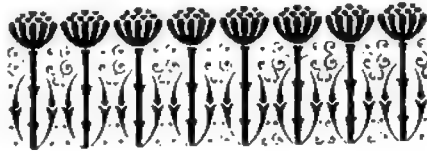
اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس روایا سے وہ خواب مراد ہے جو آپؐ نے بدر میں جانے سے پہلے دیکھا کہ مسلمان اور کافروں میں لڑائی ہوئی اور کفار مغلوب ہوئے جب کافروں نے یہ خواب سنا تو انہوں نے اسکی منسی اڑائی اور خوب ہتھیار لگائے۔

لہذا ممکن ہے کہ آیت میں لفظ رویا سے ان میں سے کسی خواب کی طرف اشارہ ہو پس اس آیت سے اس امر پر استدلال کرنا کہ واقعہ معراج خواب تھا کسی طرح صحیح نہیں اسکا منشاء بجز الحاد اور زندہ کے کچھ نہیں احادیث صحیحہ اور متواترہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ واقعہ صلیح اول تا آخر بحال ہے بیداری اسی جسم اطہر کے ساتھ تھا۔

اور علیٰ ہذا ہم نے اس ملعون درخت کو بھی لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنایا جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے وہ درخت زقوم کا ہے جب یہ آیت اَنْ شَجَرَةً الذَّقِیْمِ طَعَامُ الْاٰیْمِ نازل ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی اِنَّمَا شَجَرَةُ النَّحْرِ فَیْ اَصْلِ الْجَنَّةِ یعنی زقوم کا درخت جنم کی جڑ میں نکلتا ہے تو ابو جہل بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو تم کو ایسی آگ سے ڈراتا ہے جو پتھر تک جلا دیتی ہے اور پھر یہ کہتا ہے کہ اس آگ میں ایک درخت اگتا ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ آگ درخت کو جلا دیتی ہے یہ محمد کی گھڑت نہیں تو اور کیا ہے مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے اس شجرہ ملعونہ یعنی زقوم کو آگ میں اس لیے پیدا کیا ہے کہ لوگوں کے لیے فتنہ اور آزمائش کا ذریعہ بنے اور اہل ایمان نے صدق دل سے اسکی تصدیق کی اور اس کا یقین کیا کہ اللہ کی قدرت کی کوئی حد نہایت نہیں وہ جہاں چاہے درخت پیدا کر سکتا ہے اور ظالموں کے لیے یہ درخت فتنہ بن گیا ان ظالموں نے قادر مطلق کی قدرت کا اندازہ نہ کیا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِس لِّیْ ظٰلِمُوْنَ نے اس کو خلافِ نیچر سمجھ کر اسکا انکار کر دیا اِنَّا جَعَلْنٰہَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ کا مطلب یہ ہے اور اس درخت کے ملعون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کھانے والے ملعون ہوں گے یہ درخت جہنم میں ملعون یعنی کفار اور مشرکین کی غذا ہو گا۔ اصل ملعون اس کے کھانے والے ہوں گے اور اس درخت کو مجازاً ملعون کہہ دیا گیا یعنی علماء یہ کہتے ہیں کہ عرب میں ہر مضر اور مکروہ طعام کو ملعون کہتے ہیں رہا کافروں کا یہ اعتراض کہ آگ میں ہر اور مضر درخت کیونکر آگ سے نکلی سکتا ہے یہ انکی جہالت اور حماقت کی دلیل ہے نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے آگ کا درخت کو نہ جلانا اور اس درخت کا آگ سے پرورش پانا عقلاً محال نہیں بلا ترک میں ایک جافورہ ”سندل“ ہوتا ہے اسکی کھال کی ٹوپیاں اور رومال بنتے ہیں جب یہ رومال میلے ہو جلتے ہیں تو آگ میں ڈال دیتے جاتے ہیں آگ انکی بیل کو جلا کر انہیں بکھار دیتی ہے اور ان میں اثر نہیں کرتی شتر مرغ آگ کے انکار سے کے انکار سے نکل جاتا ہے اور اس سے اسکو کچھ نقصان نہیں ہوتا نیز ہر سے درخت سے آگ نکلتی ہے اور وہ آگ اس درخت کو نہیں جلاتی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَجَعَلْ لَّکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْمُنْخَصِرِ نَارًا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تمہارے فائدہ کے لیے ہمز درخت سے آگ نکالی تاکہ تم آگ سے فائدہ اٹھاؤ مگر جو آگ اس ہمز درخت سے نکلتی ہے اس سے وہ ہمز درخت نہیں جلتا۔ پس ان نادانوں نے یہ نہ سوچا کہ جو خدا درخت میں آگ ودیعت رکھ سکتا ہے وہ آگ میں درخت

کو اگا بھی سکتا ہے آگ کا کیکر ہمیشہ آگ ہی میں رہتا ہے مگر آگ اس کو نہیں جلاتی۔  
اس زمانے میں بہتر سے درخت ایسے معلوم اور منکشف ہوتے ہیں جو بجائے پانی کے آگ سے  
نشوونما پاتے ہیں۔

اور ان آیات مذکورہ اور نشانات مسطورہ کے علاوہ بھی ہم انکو طرح طرح سے عذاب الہی سے  
ڈراتے ہیں سو وہ ڈرانا انکے حق میں سوائے سخت تہمد اور سرکشی کے کسی بات کو زیادہ نہیں کرتا ایسے ملعون  
ہیں کہ شجرہ ملعونہ سے نہیں ڈرتے جتنا انہیں عذاب سے ڈراؤ اتنا ہی اور زیادہ تہمد اور سرکشی  
اختیار کرتے ہیں۔



وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو، سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے

إِلَّا إِبْلِيسَ ط قَالَ أَسْجُدْ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿۹۱﴾

مگر ابلیس۔ بولا کیا میں سجدہ کروں ایک شخص کو جو تو نے بنایا مٹی کا

قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ

کہنے لگا، بھلا دیکھ تو! یہ جس کو تو نے مجھ سے بڑھایا، اگر تو مجھ کو دھیل

إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۹۲﴾

دے قیامت کے دن تک، تو اسکی اولاد کو ڈھانٹی دے لوں مگر تمہارے سے

قَالَ أَذْهَبَ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ

فرمایا جا، پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہوا ان میں سے، سو دوزخ ہے تم سب کی سزا،

جَزَاءٌ مَوْفُورًا ﴿۹۳﴾ وَاسْتَغْفِرْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

پورا بدلا۔ اور گھرا لے ان میں جس کو گھرا سکے اپنی



بَصَوْتِكَ وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَ

آواز سے، اور پیکار لا ان پر اپنے سوار اور پیادے، اور

شَارِكُهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا

ساہا کر ان سے مال اور اولاد میں، اور وعدے دے انکو اور

يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٣﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ

کچھ نہیں وعدہ دیتا انکو شیطان، مگر دغا بازی، وہ جو میرے بندے ہیں ان پر

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٤﴾

نہیں تیری حکومت۔ اور تیرا رب بس ہے کام بنانے والا

## ذکر عداوت شیطان با بنی نوع انسان

قال اللہ تعالیٰ وَاذْكُرْ لِلَّذِينَ اتَّخَذُوا حِلًّا مِنْكُمْ فِي الْأَرْضِ... إلخ..... وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا (ربط) گزشتہ آیات میں کافروں کی سرکش اور عناد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی مخالفت اور عداوت کا ذکر فرمایا اب ان آیات میں حضرت آدمؑ اور شیطان کا قصہ ذکر فرماتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ شیطان تمہارا قدیمی دشمن ہے تم اس کے بہکاتے میں نہ آنا اور اس کے بہکانے سے ہمارے بنی کی مخالفت نہ کرنا شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات ڈالتا ہے تاکہ لوگ اللہ کے حکم سے برگشتہ ہو جائیں آدم علیہ السلام کا مفصل قصہ اور اس کی تفسیر سورہ بقرہ اور سورہ اعراف میں کر چکی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور وہ وقت قابل یاد ہے کہ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو بوجہ کروا کر خلیفہ خداوندی کی فضیلت اور برتری میں ہر عیاں ہو جانے پر توبہ کر لیا مگر ابیس نے بوجہ کر لیا اور جب حق تعالیٰ نے پوچھا کہ تو نے بوجہ کیوں نہ کیا تو ڈھٹائی سے بولا کہ میں اس شخص کو بوجہ کروں جس کو تو نے حق تعالیٰ سے بنایا ہے میری برتری کی اور اسکو اپنی باگاہہ کر کے نکال دیا اس پر ابیس دوبارہ بولا مجھے بتلا تو یہی وہ خاکی پتلہ ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت اور بزرگی دی ہے حالانکہ وہ خاک ہے اور میں آگ سے ہوں خیر اگر میں اس کی وجہ سے مردود ہوا ہوں تو آپ اگر میری درخواست کے مطابق روز قیامت تک مجھے جہنم دیدیں اور میری موت میں تاخیر کر دیں تو میں بھی سوائے تیرے ٹھوڑے

خاص بندوں کے اولاد آدم کی بڑکات کر بھینک دوں گا یعنی اولادِ آدم کو اغوا کر کے ہشت سے انکی جڑ اکھاڑ دوں گا مگر تھوڑے آدمیوں کو تیری عصمت اور حفاظت کی وجہ سے گمراہ نہ کر سکوں گا یعنی انبیا اور اولیاء جو شیطان کے دائر میں نہیں آتے فرمایا اچھا جا اور راہ لے جو تیرے سے ہو سکے وہ کہیں جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا اور تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک تم سب کی سزا دوزخ ہے پوری جزاء یعنی جا ہم کو تیری کوئی پرواہ نہیں ہم تجھ کو اور تیرے تابعین کو سب کو جہنم میں ڈال دیں گے اور ان میں سے جس کو اپنی آواز سے پھلا سکے اسکو پھلا یعنی جس طرح تو اللہ کی معصیت کی طرف بلا سکتا ہے بلا دیتا میں جو آواز اور پکار اللہ کی نافرمانی کی طرف دی جاتی ہے وہ درحقیقت شیطان کی آواز ہوتی ہے جیسے راگ اور باج کی آواز۔ اور کھینچ لا اور چڑھا لا ان پر اپنے سوار اور پیادے یعنی انکے بہکانے میں اپنی پوری قوت صرف کر ڈال اور جتنا زور تجھ سے لگایا جاسکے لگائے اور مالوں اولادوں میں انکا شریک ہو جا۔ جو مال و اولاد معصیت کا باعث بنے اس میں شیطان ان کا شریک ہے اور علیٰ هذا جو عمل خالص اللہ کے لیے نہ ہو اس میں بھی نفس اور شیطان شریک ہے زجاج کہتے ہیں کہ سوار اور پیادوں کے چڑھا لانے کا مطلب یہ ہے کہ جتنی تیری قدرت ہو اتنے مکائد اور مکر و فریب کے جال اور وسائل جمع کر لے اور ان کو خواہت اور ضلالت پر آمادہ کر لے اور حرب مقدور ان میں اپنا تصرف کر یہ امر تہمد بد کے لیے ہے جیسے کہا کرتے ہیں کہ اچھا جو تجھ سے بن سکے کر گزر عنقریب اس کا انجام تجھ کو معلوم ہو جائے گا (انتہی) یعنی جیسا کہ اسے گا دیا بھرے گا اور تیرا جو چاہے اولاد آدم سے جھوٹے وعدے کر کہ جہنم اور جنت کچھ نہیں شیطان جب کسی کو معصیت کی طرف بلاتا ہے تو اس کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ جنت و دوزخ حشر و نشر سب غلط ہے جو کچھ بھی ہے دنیا کی زندگی ہے کیوں اپنی لذت و مسرور کو چھوڑتا ہے اور عبادت میں پڑ کر کیوں مشقت کرتا ہے یہ مراد ہے "شیطان کے وعدے دینے سے" اور نہیں وعدہ دیتا شیطان لوگوں کو مگر دھوکہ اور فریب کا یعنی شیطان کے سب وعدے دھوکہ اور فریب میں باطل اور خطا کو حق اور ثواب کی صورت میں دکھاتا ہے جس سے بہت سے لوگ دھوکہ میں آجاتے ہیں اب اگلی آیت میں پھر شیطان کو خطاب فرماتے ہیں کہ اسے شیطان تحقیق میرے خالص بندوں پر جن کو مجھ سے خالص تعلق ہے کہ تیرا کوئی زور نہیں وہ بندے انبیاء اور اولیاء ہیں۔ شیطان کو ان کے اغوا پر قدرت نہیں ان پر شیطان کا قابو نہیں چلتا اور اسے شیعی تیار پروردگار اپنے خاص بندوں کو کافی کار ساز ہے وہ اپنے خاص بندوں کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے شیطان کا فتنہ بہت سخت ہے اور انسان ضعیف اور ناقواں ہے بدون اللہ کی عصمت اور حفاظت کے معصیت سے نہیں بچ سکتا اور بدون اللہ کی اعانت اور قوت کے طاعت نہیں کر سکتا ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم اور خاتمہ پر یہ فرمانا و کفی بہ ربک وکیل لہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو بندہ خدا پر توکل اور بھروسہ کرے شیطان اس کا کچھ

نہیں بگاڑ سکتا۔



رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي لَكُمْ الْفَلَكَ فِي

تمہارا رب وہ ہے جو ہمارے واسطے کشتی

الْبَحْرِ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ

ہیں کہ تلاش کرو اس کا فضل وہ ہے تم پر

يَكُمُ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

مہربان اور جب تم پر تکلیف پڑے

فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا آيَاهُ فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ

دریا میں بھولتے ہو جن کو پکارتے تھے اسکے سوا پھر جب بچایا تمکو

إِلَى الْبَرِّ اعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾

جنگل کی طرف ٹلا گئے اور ہے انسان بڑا ناشکر

أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْصِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ

سو کیا نڈر ہوئے ہو کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے یا بھیج دے

عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ

تم پر آندھی، پھر نہ ہاڈ لینا کوئی کام بنانے والا یا نڈر ہوئے ہو

أَنْ يُعِيدَ كُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ

کہ پھرے جاوے تم کو اس میں دوسری بار پھر بھیجے تم پر

قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ

ایک جھوکا باد کا پھر ڈبا دے تم کو بدلہ اس ناشکری کا پھر

لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْهِ تَبِيعًا ۝۱۹ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

ذہ پاؤ تمہاری طرف سے ہم پر اسکا دعویٰ کرنے والا: اور ہم نے عزت دی ہے

بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَهُم

آدم کی اولاد کو اور سواری دی انکو جنگل اور دریا میں اور روزی دی

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا

ہم نے انکو ستمری چیزوں سے اور زیادہ کیا انکو اپنے بنائے ہوئے بہت شخصوں

تَفْضِيلًا ۝۲۰

پر بڑھتی دے کر

## رجوع بسوئے توحید

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى رَبِّكُمْ الَّذِي يُزَيِّجُ لَكُمْ الْفَلَاحَ فِي الْبَحْرِ... اِنِّیْ... وَفَضَّلْنَهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (ربط) اب پھر توحید کی طرف رجوع کرنے ہیں اور توحید کے دلائل بیان فرماتے ہیں نیز گزشتہ رکوع میں شیطان کا یہ قول نقل کیا تھا قَالَ اَزَّوَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كُوْنْتُمْ عَلٰی: اس لیے ان آیات میں بنی آدم کی کرامت اور فضیلت کو بیان فرماتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ شیطان برا اور سحر میں کس طرح اغواء کرتا ہے اور بنی آدم کی تکریم اور تفضیل کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ منعم حقیقی کا شکر گزار بندہ بنے اور کسی کو اسکے ساتھ شریک نہ کہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے نفع کے لیے سمندر میں کشتیاں ہنگامتا ہے تاکہ تم ان پر سوار ہو کر دوسرے شہر میں پہنچ کر روزی تلاش کر دے شک وہ تم پر بڑا مہربان ہے کہ جو حاجت تم کو اپنے شہر میں میسر نہ ہو سکے اس کے حاصل کرنے کے لیے دوسرے شہر میں جانے کا سامان پہنچا کر دیا اور اس خدا سے پروردگار کی معرفت تمہاری فطرت اور جبلت میں مرکوز ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے مثلاً طوفان اور باد باران کی وجہ سے کشتی کے ڈوب جانے کا خوف ہوتا ہے تو اس وقت سوائے خدا کے جن جن کو تم پکارتے اور بوجتے ہو سب غائب ہو جاتے ہیں اس وقت سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں پکارتے اور سمجھتے ہو کہ سوائے خدا کے

کوئی نجات نہیں دے سکتا پس انسان بحالت مجبوری جس ذات کو اپنا سہارا سمجھ کر پکارے اصل خدا وہی ہے پھر وہ خدا جب تمہاری دعا قبول کر کے تمہیں خشکی کی طرف صحیح سالم بچا لاتا ہے اور سمندر کی موجوں اور اس کے تلاطم سے نجات دیتا ہے تو پھر تم خدا سے برحق سے منہ موڑ لینے ہو اور بتوں کو پیٹنے لگتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکر ہے کہ جب مصیبت آتی ہے تو خدا کو پکارتا ہے اور جب وہ نجات دے دیتا ہے تو اس سے منہ موڑ لیتا ہے اور ہمت جلد اسکے احسان کو بھول جاتا ہے تو کیا تم نجات پانے کے بعد اس بات سے مطمئن اور بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو جنگل کی طرف لے جا کر زمین میں دھنسا دے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم سمندر میں غرق ہونے سے بچ گئے تو مطمئن نہ ہونا چاہیے جس طرح ہم سمندر میں غرق کرنے پر قادر ہیں اسی طرح خشکی میں زمین میں دھنسنے پر قادر ہیں تمام جہات، کیا خشکی اور کیا تری سب ہمارے قبضہ قدرت میں ہے اور ہمارے نزدیک برادر و سحر سب یکساں ہیں سمندر میں غرق کا خوف ہے تو خشکی میں خسف کا خوف چاہیے خسف بھی غرق ہی ہے سمندر میں آدمی پانی میں ڈوبتا ہے اور خشکی میں مٹی یا تم اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجے جس میں سے پتھر برسنے لگیں اور قوم عاد کی طرح تم کو سنگسار کر دے پھر تم کوئی ایسا کام بنائے والا نہ پاؤ جو تم کو خسف اور پتھروں سے بچا سکے یا تم اس بات کی طرف سے مطمئن ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو پھر اس سمندر میں لٹا کر لے جائے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں پھر اسی دریا کا سفر ڈال دے اور حسب سابق اسی کشتی اور جہاز میں سوار ہو کر دوبارہ سفر کر دو اور پھر وہ تم پر ایسی سخت اور تندہ برائے جو تم کو توڑ ڈالے پھر تم کو اسی دریا میں ڈال دے اور دوبارہ سبب اسکے کہ تم نے خدا کی نافرمانی کی پہلی مرتبہ تو نجات مل گئی تھی دوسری دفعہ کفر اور بدبندی کی وجہ سے غرق کر دیتے گئے پھر اس غرق پر ہم سے کوئی مواخذہ کرنے والا نہ پاؤ گے کہ جس م سے باز پرس کر سکے یا کوئی ہمارا پیچھا کر سکے اب آئندہ آیت میں انسان پر بعض انعامات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان جلسے کہ میرا بدور و کار وہی ہے جس نے مجھ کو یہ عزتیں اور کرامتیں بخشی ہیں چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت اور کرامت بخشی اور تمام مخلوقات پر اس کو بزرگی دی انسان کی دوسری مخلوقات پر کرامت اور عزت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو عقل اور فہم اور فراست اور لطف اور گوبائی عطا کی اور لکھنا پڑھنا سکھایا زبان اور قلم سے اظہار مافی الضمیر کی قدرت عطا کی اور اس کا قدم معتدل اور سیدھا بنایا اور بہتر سے بہتر صورت اسکو عطا کی۔ جس میں کمال حسن پایا جاتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ وَفِي الْمَدِيثِ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔ آدمی ہاتھوں سے کھانا کھاتا ہے اور دوسرے حیوانات منہ سے زمین پر سے غذا اٹھا کر کھاتے ہیں مردوں کو دوا دی دی اور عورتوں کو گیسو دیتے۔

ہر گلے را رنگ دیوے دیگر ست

اور انسان کو معاش اور معاد کے بارے میں حسن تدبیر عطا کی اور منافع اور مضار کے ادراک کے لیے حواس ظاہرہ اور باطنہ عطا کیے وغیرہ اور منجملہ کرامت اور عزت یہ ہے کہ ہم نے اولادِ آدم کو خشکی میں جو پایوں پر سوار کیا اور سمندر میں کشتیوں پر سوار کیا مطلب یہ ہے کہ مرد اور بحر میں سفر کا سامان اس کے لیے مہیا کیا انسان سوار ہو کر چلتا ہے اور سواری کسی سواری پر سوار ہو کر نہیں چلتی اور پاکیزہ چیزوں میں سے ہم نے اسکو روزی دی دنیا کی مزیدار چیزیں اس کے کھانے میں آتی ہیں بخلاف دیگر مخلوقات کے کہ وہ ان لذیذ چیزوں سے محروم ہیں اور ہم نے اولادِ آدم کے اکسرام و انعام میں فقط مذکورہ بالا کرامتوں اور نعمتوں پر اقتصار نہیں کیا بلکہ ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت اور فوقیت دی اور اسکو وہ فضائل اور شائستگی عطا کیے جس سے بیشتر مخلوق خالی ہے لہذا حق تعالیٰ کی اس نکریم اور تفضیل کا اور انعام و اکرام کا حق یہ ہے کہ اپنے منعم حقیقی کا دل و جان سے شکر کریں اور شکر اور نافرمانی سے دور رہیں اور عبودیت اور عبادت سے اور اطاعت سے اس خدا کو کرامت و فضیلت کی حفاظت کریں اور ایلیس لعین جو تمہارے باپ آدم کے کرامت اور فضیلت کا منکر ہے اور جس نے اَوَّلَیْنِکَ هَٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیْکَ کہہ کر تمہارے باپ کے سامنے مجاہدہ کرنے سے انکار کیا اور تمہارے باپ کی فضیلت اور کرامت کے انکار کرنے کی وجہ سے بازگاہِ خداوندی سے مطرود اور مردود ہوا وہ تمہارا قدیمی دشمن ہے ہر وقت تمہاری تاک میں ہے کہ باپ کی وجہ سے تمکو جو عزت و کرامت اور فضیلت و فوقیت ملی ہے اسکو خاک میں ملا دے اس سے جو کنارہ بنا اور اس کے پہکاتے میں آکر اپنے منعم حقیقی کو نہ بھول جانا۔

## لطائف و معارف

- (۱) حق تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کو لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیَ اٰدَمَ میں اولادِ آدم کی عزت و کرامت کا ذکر فرمایا سو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو عزت اور کرامت عطا فرمائی وہ دو قسموں کی ہے ایک کرامت جسمانی تمام انسانوں کو حاصل ہے جس میں مؤمن کا فرسب و شریک ہیں کرامت جسمانی یہ ہے۔
- (۲) کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا خیر تیار کیا اور خود دستِ قدرت سے اسکو بنایا۔
- (۳) اور ارحمِ تعالیم میں اسکو پیدا کیا تمام کائنات میں سب سے زیادہ خوبصورت اسکو بنایا۔
- (۴) اور عند اللہ القامت اسکو بنایا ۴۱، پھر نے اور دکھانے کیلئے انگلیاں بنائی ۵۵، اور چلنے کو پیر بنا ۵۶، اور مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو گیسٹوں سے زینت بخش ۱۷، اور عقل اور تمیز دی ۸۱، اور بولنے کیلئے زبان عطا کی ۹۱ اور قلم سے اسکو لکھنا سکھایا ۱۰۱ اور سبابِ معیشت میں اس کی رہنمائی کی ۱۱۱، اور طرح طرح کے صنائع اور بدائع کا اسکو اہتمام کیا۔
- (۵) دوسری قسم کی کرامت کرامتِ روحانی ہے وہ دو قسموں پر منقسم ہے
- (۱) ایک کرامتِ عامہ اور دوسری کرامتِ خاصہ کرامتِ عامہ میں مؤمن

اور کافر سب مشرک ہوئے ہیں روحانی کرامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتلہ خاکی میں ایک روح بھونکی جو ایک روحانی چیز ہے اور جن ملائکہ سے ہے۔

(۲) اور پھر اولاد آدم کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا اور اَلْأَنسُتُ بِرَبِّکُمْ کے خطاب سے انکو عزت و کرامت بخشی جس کے جواب میں سب — (مومن اور کافر) نے بلی کہا اور سب سے عہد ربوبیت لیا۔ (۳) اور پھر تمام اولاد آدم کو اسی فطرت یعنی عہد السمٰت پر پیدا کیا (۴۱۰) اور پھر اس عہد السمٰت کو یاد دلانے کے لئے دنیا میں رسول بھیجے اور صحائف نازل کیے اور سب کو آگاہ کر دیا کہ اگر اپنی اصلی فطرت اور عہد السمٰت پر چلو گے تو قیامت کے بعد جنت میں اپنے باپ سے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے جا کر ملو گے اور اگر عہد السمٰت سے انحراف کیا اور اپنے باپ کے دشمن ابلیس کے کہنے پر چلے تو ابلیس کے ساتھ جہنم میں جاؤ گے۔

**کرامت روحانیہ کا خاصہ** | اور روحانی کرامت کی دوسری قسم کرامت خاصہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو یعنی انبیاء اور

اولیاء اور عباد موتین کو مکرم و مرفراز فرمایا انبیاء کرام کو نبوت و رسالت کی کرامت سے عزت بخشی اور اولیاء کو نور ولایت اور نور معرفت سے شرف بخشا اور اہل ایمان کو ایمان اور اسلام اور صراط مستقیم کی ہدایت سے کرامت بخشی کہ صراط مستقیم پر چل کر اپنے رب اکرم تک پہنچ جائیں اور اَلْأَنسُتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلی کہہ کر جو عہد ربوبیت کر کے آئے تھے اسکو پورا کر کے اپنے رب کے سامنے سرخروئی کے ساتھ حاضر ہو جائیں۔

**(۷) کرامت اور فضیلت میں فرق** | کرامت اس صفت کو کہتے ہیں کہ جو کسی کی ذات میں بدون لحاظ غیر پائی جائے اور فضیلت اور

فضل اس زیادتی کو کہتے ہیں کہ جو دوسرے کے لحاظ سے اس میں زیادہ ہو پس انسان یا اعتبار اپنی ہدایت اور حقیقت کے تمام مخلوقات سے اکرم اور افضل اور انشرف ہے جیسے عقل اور فہم و ذراست اور حق صورت یہ کرامت اور عزت سوائے انسان کے کسی مخلوق کو حاصل نہیں اور باعتبار اخلاق کاملہ اور اعمال فاضلہ کے ہمت سب مخلوق سے افضل ہے مطلب یہ ہے کہ انسان امور ظہریہ اور طبعیہ اور ذاتیہ کے اعتبار سے سب مخلوق سے زیادہ مکرم اور محترم ہے اور باعتبار امور اکتسابیہ کے جن کو انسان خدا داد عقل اور حواس سے حاصل کرتا ہے جیسے علوم حقہ اور عقائد صحیحہ اور اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ اس اعتبار سے انسان اکثر مخلوقات سے افضل اور برتر ہے کرامت کا دار و مدار جو تک امور ظہریہ اور طبعیہ پر ہے جن میں انسان کے عمل اور کسب و اکتساب کو دخل نہیں اس لیے نیک و کرامت میں مومن اور کافر سب مشرک ہیں اور تفضیل کا دار و مدار فضائل کسب پر ہے اس لیے تفضیل اہل ہدایت کے لیے مخصوص ہے اور آلات علوم حقہ اور اعمال صالحہ اور طاعات و قربات سے فرق مراتب قائم ہوتا ہے۔

یہ تمام کلام امام رازی قدس اللہ سرہ کے کلام کی تفصیل ہے حضرات اہل علم اصل تفسیر کبیر ص ۴۳۳ جلد ۵ کی مراجعت کریں۔

(۳) شروع آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے بنی آدم کو تمام مخلوقات پر کرامت اور عزت بخشی اور اخیر آیت میں یہ فرمایا وَفَضَّلْنَا هُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا، یعنی ہم نے بہت سی مخلوقات سے انسان کو فضیلت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ کل مخلوقات پر اس کو فضیلت دی اور لفظ کثیر کو بمل رکھا اسکی کوئی تعین نہیں فرمائی اس لیے علماء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ انسان کو سوائے ملائکہ (فرشتوں) کے سب پر فضیلت ہے اور یہ قول ابن عباس سے مروی ہے اور زجاج نے اسی کو اختیار کیا اور معتزلہ نے اس آیت کو اس بات کی دلیل قرار دیا کہ ملائکہ انبیاء کرام سے افضل ہیں چہرہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ فرشتے انبیاء کرام سے افضل ہیں اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بنی آدم اکثر مخلوقات سے تو افضل ہیں مگر ایک قلیل مخلوق ایسی ہے کہ بنی آدم ان سے افضل نہیں وہ قلیل مخلوق فرشتوں کی ہے کہ وہ تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔

علماء اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ یہ کہتے ہیں کہ خاص بشر یعنی انبیاء و مرسلین خواص ملائکہ و عوام ملائکہ سب سے افضل ہیں یعنی انبیاء و مرسلین۔ جبرائیل و میکائیل اور ملائکہ مقررین وغیرہم سب سے افضل اور برتر ہیں اور عام ملائکہ عام بشر سے افضل ہیں یعنی باقی تمام فرشتے تمام آدمیوں سے افضل ہیں اور علماء اہل سنت سے ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اولیاء اور اقطیاء جیسے صدیق اور فاروق اور محدث من اللہ عام ملائکہ سے افضل ہیں اختلاف اور دلائل کی تفصیل کے لیے کتاب اصول الدین للشیخ الامام صدر اسلام بزدوی ص ۲۰۲ دیکھیں اور مسامرہ شرح مسامرہ ص ۲۱۲ للشیخ کمال الدین ابن ابی اور شرح مسامرہ للشیخ قطلوبغا ص ۲۱۲ مطبوعہ مصر دیکھیں۔

علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ معتزلہ کا اس آیت یعنی وَفَضَّلْنَا هُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا لَفْظًا سے تفصیل ملائکہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں کہ ایک جنس کا دوسری جنس سے افضل ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ پہلی جنس کا ہر فرد دوسری جنس کے ہر فرد سے افضل اور بہتر ہے جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر مرد ہر عورت سے بہتر ہے سب کو معلوم ہے کہ حضرت خاتمہ اور مریمؑ، عائشہ صدیقہؓ اور خدیجہ الکبریٰؓ سے اور عائشہ صدیقہؓ اور فاطمہ الزہراءؓ بہت سے مردوں سے بہتر ہیں مجموعی طور پر اگر جنس ملائکہ جنس بشر سے ————— افضل ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنس ملائکہ کا ہر فرد یعنی ہر فرشتہ ہر فرد جنس کے انبیاء و مرسلین سے بھی افضل ہو خصوصاً جب کہ دلائل قطعیہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر تاج خلافت رکھا اور انکو مسجد ملائکہ بنایا اور فرشتوں سے بڑھ کر کو علم عطا کیا جیسا کہ وَعَلَّمْنَاهُ اَدْمَ الْاَسْمَاءِ سے واضح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی افضلیت کی ایک وجہ انکی علمی عظمت و فضیلت اور برتری تھی اور انہیں



کہ یہ کہنا کہ انا خالقہم مکتبہم کائناتہم وخلقناہم اور نیز اسکا کہنا اذہم یقولون  
ہذا الذی کرمنا علی ذلک وغیرہ یہ سب اس امر کی دلیل ہے کہ ابلیس نے سجدہ کے حکم کو  
آدم علیہ السلام کی افضلیت کی دلیل سمجھا اور نہ اگر یہ حکم انکی افضلیت کی دلیل نہ ہوتا تو ابلیس سجدہ کرنے  
اسے انکار نہ کرتا نہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو یہ حکم دینا کہ آدم کو سجدہ کرو اس سے قصور حضرت آدم  
کی افضلیت کا اظہار کرنا تھا کہ آدم تم سب سے افضل ہیں اہل سنت کی طرف سے معتزلہ کا جواب دراصل  
قاضی بیضاویؒ نے دیا ہے اور شارحین نے اسکی تفصیل کر دی ہے اس ناچیز نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب  
تفسیر بیضاویؒ اور اسکے حواشی اور شرح سے ماخوذ ہے۔

حضرات اہل علم حاشیہ شہابؒ خفاجی علی تفسیر بیضاوی ص ۴۹ جلد ۶ دیکھیں نیز حاشیہ ترمذی علی البیضاوی  
ص ۷۲ جلد ۴ بھی ضرور دیکھیں اس میں بھی افسوس کی تشریح اور تفصیل کی ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے  
بھی تفسیر جلالین میں یہی جواب دیا اسکی تشریح کے لیے حاشیہ جمل اور حاشیہ صاوی دیکھیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ معتزلہ کے نزدیک ملائکہ، انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں اور جمہور اہل سنت اشعریہ  
اور ماتریدیہ کے نزدیک انبیاء اور مرسلین تمام ملائکہ سموات و ارضین سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ  
ابستنا رسل بشر باقی تمام فرشتوں سے افضل ہیں اور تمام اولیاء اور اقطیاء بشر سے بھی افضل ہیں یہاں جمہور اہل سنت کا مسلک یہی  
ہے کہ عام ملائکہ عام اولیاء بشر سے افضل ہیں رہے نبی آدمؑ کے فائق و فائقہ وہ حکم میں بیروانات اور بہائم کے ہیں۔

اور بعض اشاعرہ و ماتریدیہ اس طرف گئے ہیں کہ انبیاء کرام کے علاوہ اولیاء اور اقطیاء اور ائمہ دین  
اور علماء ربانین عام فرشتوں سے افضل ہیں اور عام فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو رسل ملائکہ کے علاوہ ہیں اور امام ابوحنیفہؒ  
میں تفضیل ملائکہ علی البشر کے قائل تھے بعد میں اس سے رجوع کیا اور تفضیل انبیاء علی الملائکہ کے قائل  
ہوئے اور اس بارہ میں امام ابوحنیفہؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ انبیاء اور ملائکہ کے باہمی تفاضل  
اور مفاضلہ میں توقف کیا جائے اس لیے کہ اس بارہ میں دلائل متعارض ہیں لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے  
کہ سکوت کیا جائے۔

(دیکھو شرح عقیدہ طحاوی ص ۳۸ ص ۲۴۰ اور نیز اس شرح شرح عقائد نسفی ص ۷۰ ص ۷۱)

۱۷ اصل عبارت اسی طرح ہے۔

ظاہر الآیۃ يدل علی تفضیل الملک علی البشر وهو مخالف للمشہور من مذهب اہل السنۃ  
قدفعہ المصنف بان تفضیل جنس علی جنس آخر لا یقتضی تفضیل کل فرد منہ علی کل فرد من  
الآخر فلا ینافی ذلک تفضیل بعض افراد البشر علی کل الملک اوعلی بعضہ علی مذہبہم فی المسئلۃ

(کذا فی حاشیہ الشہاب علی تفسیر بیضاوی ص ۷۱)

اُمّ ابو منصور ماتریدیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اس بارہ میں سکوت کیا جائے میں حقیقت حال کا علم نہیں اور نہ ہمیں اسکی ضرورت ہے اس لیے بہتر ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ کے حوالے اور سپرد کیا جائے  
(دیکھو حاشیہ خیالی پر شرح عقائد ص ۲۸۰ جلد ۲)  
بقدر ضرورت اس مسئلہ کو کچھ دیا گیا مزید تفصیل کی نہ ہمت ہے اور نہ عام ناظرین کو اسکی ضرورت ہے حضرات اہل علم اگر مزید تفصیل چاہیں تو شرح عقیدہ طحاوی ص ۲۳۵ تا ۲۴۵ اور شرح عقیدہ سفارینیہ از ص ۳۴ تا ۳۶ ص ۳۹۹ دیکھیں۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَايٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ

جس دن ہم بلا دیں گے ہر فرقے کو، ساتھ اُن کے سردار کے جس کو ملا

كِتٰبُهُ بِيَمِيْنِهِ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

اس کا لکھا اس کے داہنے میں سو پڑھتے ہیں اپنا لکھا اور ظلم نہ ہوگا اُن پر

فَتَبَيَّلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِيْ الْاٰخِرَةِ

ایک تاکے کا اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا سو پکھلے جہان میں اندھا ہے

اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

اور زیادہ دور بڑا راہ سے

## بیان فرق مراتب در روز قیامت

قال اللہ تعالیٰ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَايٍ بِاِمَامِهِمْ... اِلٰی ... وَاَضَلُّ سَبِيْلًا

سہ قال الامام ابو منصور الماتریدی فی تفسیر قولہ تعالیٰ وَقَدْ كُوفِیْ اٰدَمُ اِمَامَ الْكَلَامِ فی تَفْصِیْلِ الْبَشَرِ عَلٰی الْمَلَائِكَةِ وَالْاَنْبِیَاۓ عَلٰی الْبَشَرِ اَنَّا لَا نَتَكَلَّمُ فِیْهِ لِاَنَّا لَا نَعْلَمُ ذَٰلِكَ وَلَیْسَ لَنَا اِلٰی مَعْرِفَتِهِ حَلِجَةٌ فَكُلُّ الْاَمْرِ فِیْهِ اِلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی وَذَٰلِكَ مَثَلُ الْكَلَامِ بَيْنَ الْاَنْبِیَاۓ وَالرُّسُلِ وَالتَّخْيَارِ الْحَقِّ وَبَيْنَ الْمَلَائِكَةِ وَتَفْصِیْلِ هَٰؤُلَاءِ عَلٰی هَٰؤُلَاءِ فَفَوْضَ ذَٰلِكَ اِلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی رَاسْتِیْ كَلَامِهِ  
(حاشیہ خیالی پر شرح عقائد ص ۲۸۰ جلد ۲ مطبوعہ مصر)

»بط« گزشتہ آیات میں انسان کے ذہنی حالات بیان فرمائے اب اسکے بعد کچھ اخروی حالات بیان کرتے ہیں جہاں فرق مراتب کا ظہور ہوگا کہ نیک لوگوں کے نامائے اعمال داہنے ہاتھ میں دیتے جائیں گے اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں اور انسان کی حقیقی تکبر و تفضیل اس دن ظاہر ہوگی۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس دن کو جب ہم ہر فرد کو اسکے بیشوا سمیت بلائیں گے یعنی ہر امت اپنے نبی اور کتاب کے ساتھ بلائی جائے گی اور جو نبی کو نہیں مانتے وہ اپنے سرداروں کے ساتھ بلائے جائیں گے جن کو وہ اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے تھے اسکے بعد تمام آدمیوں کے اعمال نامے ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے پس جس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ اہل ایمان ہوں گے سو یہ لوگ خوشی سے اپنے اعمال نامے کو بار بار پڑھیں گے اور دوسروں سے یہی کہیں گے کہ میرے اعمال نامے کو دیکھو کھاؤم افرونی اکتاہیہ اور ان پر ایک تانگے کے برابر ظلم نہ کیا جائے گا یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ زیادہ ہی ملے گا اور جو شخص اس دنیا میں راہ خدا سے اندھا رہا وہ آخرت میں بھی جنت کی طرف سے اندھا رہے گا یعنی نجات کی راہ نہ دیکھے گا اور بلکہ بر نسبت دنیا کے زیادہ کم گشتہ راہ ہوگا کیونکہ دنیا میں مینا ہونا ممکن تھا کہ راہ حق اس کو نظر آجاتی اور صراط مستقیم پر چل پڑتا اور آخرت میں تو بینائی کی استعداد ہی — زائل ہو گئی اور وقت ہاتھ سے نکل گیا۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْقَتُونَاكَ عَنِ الدِّئِ أَوْ حِينَا إِلَيْكَ لِنُفْتَرِي

اور وہ تو لگے تھے کہ تجھ کو بھلا دیں (بھیر دیں) اس چیز سے جو دمی بھی ہم نے تیری طرف

عَلَيْنَا غَيْرُهُ ۖ وَإِذَا لَا تَخَذُوكَ خَلِيلًا ۚ ﴿٤٣﴾ وَلَوْلَا أَنْ

تا باندھ لا دے تو اسکے سوا اور تب پکڑتے تجھ کو دوست اور اگر یہ نہ ہوتا کہ

تَبَتَّنَا لَقَدْ كِدْتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۚ ﴿٤٤﴾ إِذَا

ہم نے تجھ کو بھلا رکھا تو تو لگ ہی جاتا بھگنے انکی طرف تھوڑا سا تب

لَا ذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثَمَرًا

مقرر چکھاتے ہم تجھ کو دونا مزہ زندگی میں اور دونا مرنے میں پھر نہ پاتا

تَجِدُكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۚ ﴿٤٥﴾ وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفْرِزُواكَ

تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنے والا اور وہ تو لگے تھے کھرانے تجھ کو اس

مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذْ لَا يَلْبَتُونَ خَلْفَكَ

زہن سے کہ نکال دیں تجھ کو یہاں سے اور تب نہ ٹھہریں گے تیرے پیچھے

إِلَّا قَلِيلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا

مگر تھوڑا دستور پڑا ہوا ہے ان رسولوں کا، جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝

اور نہ پادے گا تو ہمارے دستور میں تفاوت

## ذکر عداوت کفار باسید الابرار در امور دینیہ و دنیویہ

### و وعدہ عصمت و حفاظت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَئِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُوكَ ... اے ... وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا  
 (ربط) گوشتہ آیات میں کفار کی تکذیب کا بیان تھا کہ وہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اب ان آیتوں  
 میں انکی عداوت کا بیان ہے کہ وہ دین میں بھی آپ کے دشمن تھے آپ کو اپنی خواہشوں پر مجبور  
 کرنا چاہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں یا اس پر قدر سے سکوت کریں اللہ تعالیٰ  
 نے آپ کو اس سے محفوظ رکھا اور دنیا میں بھی آپ کے دشمن تھے اور آپ کو مکہ سے نکالنا  
 چاہتے تھے مگر خیر بہت ہوئی کہ وہ نکالنے پر قادر نہ ہوئے اللہ نے آپ کو وہاں سے ہجرت کرنے  
 اور نکل جانے کا حکم دیا اور خدا نے دشمنوں کی آنکھیں ایسی خیرہ کر دیں کہ آپ انکے سامنے سے  
 گزر کر صحیح سالم نکل کر رہی مدینہ ہوتے عرض یہ کہ ان آیات میں کفار کی عداوت کا ذکر فرمایا  
 اور آپ کو تسلی دی کہ آپ گھراہیں نہیں دین اور دنیا میں ہم آپ کے محافظ اور نگہبان ہیں یہ  
 دشمن آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور یہ کافر قریب ہیں اس بات کے کہ آپ کو فریب اور دھوکہ دے کہ  
 آپ کو اس چیز سے بچلا دیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہے یعنی یہ لوگ اس کوشش میں ہیں  
 کہ آپ کو فریب دے کہ فتنہ کی طرف مائل کریں تاکہ آپ اس وحی کے سوا دوسری بات ہم پر  
 افتراء کریں کیونکہ انکی خواہش پر چلنا اور انکی درخواست پر عمل کرنا درپردہ اللہ پر افتراء ہے اور ایسی حالت

میں وہ تجھ کو ضرور اپنا دوست، ولی بنالیتے مگر اللہ کے فضل عظیم نے تجھ کو ان کی طرف التفات کرنے سے محفوظ رکھا اور اگر ہم تجھ کو حق پر ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا تو انکی ہدایت کی حرص و طمع میں کچھ تھوڑا سا انکی طرف جھک جاتا مگر خدا تعالیٰ کی تثبیت و تائید سے آپ انکی طرف کچھ جھکنے کے قریب بھی نہیں ہوسے ”رکون“ کے معنی لغت میں میدانِ قلیل کے ہیں اور کلمہ ”لولا“ استفاء کے بیان کے لیے آتا ہے یعنی اگر امراؤں نہ ہوتا تو مردم ہوتا لیکن امراؤں کے وجود سے مردم وجود میں نہیں آیا لہذا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے نبی اگر اللہ تعالیٰ کی تثبیت آپ کے ساتھ نہ ہوتی تو آپ انکی جانب جھکنے کے قریب ہو جاتے۔

لیکن اللہ کی تثبیت ازلی آپ کے ساتھ تھی اس لیے آپ کچھ بھی انکی طرف جھکنے کے قریب بھی نہ ہوسے یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کی صریح دلیل ہے کہ تثبیت عیسیٰ نے آپ کی حفاظت کی کہ آپ اس فتنہ کے قریب بھی نہیں گئے اگر بالفرض والتقدیر ایسا ہوتا یعنی آپ انکی طرف تھوڑا سا بھی جھک جاتے تو ہم آپ کو دہرا عذابِ زندگی میں اور دھرا عذابِ مرنے کے بعد چکھاتے جن کا مرتبہ ہوا انکی مشکل بھی سوا ہے کیونکہ تیرا مرتبہ سب سے عالی ہے اس لیے تیری تھوڑی خطا بھی بہت ہے جیسا کہ ازواجِ مطہرات کا مرتبہ بہت بلند ہے انکے بارے میں یہ آیا ہے

يُنْسَاءُ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُمُ مِنَ الْفَاحِشَةِ مُبْتَذَلَةٌ يَصْطَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے یعنی اگر آپ انکی طرف کچھ بھی جھک جاتے تو ہمارے عذاب سے آپ کو کوئی بچا نہ سکتا۔

امام تاجلی فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا تَكَلِّفْنِي اِلٰی نَفْسِي طَرَفَةَ عَيْنٍ اِنَّ اللّٰهَ يَكُفُّ عَنْكَ جَسَدِي

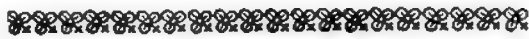
مقدار بھی مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کیجئے آمین،

الہی بر رہ خود دار مارا : دے باغض مامگذار مارا

اس آیت میں کفار کی طرف سے پیش آنے والے فتنہ کا ذکر تھا کہ اللہ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھا اب آئندہ آیت میں کفار کی عداوت اور انکی طرف سے پیش آنے والی جسمانی مصرت سے حفاظت کا ذکر فرماتے ہیں۔

اور اے نبی وہ کفار قریب ہی آگئے تھے کہ تجھ کو ستا سا کر زمین مکہ سے دلی برداشتہ کر دیں تاکہ تجھ کو اس زمین سے نکال دیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ خود بھی تیرے بعد چند روز سے زیادہ وہاں نہ رہنے پاتے مگر لیکن مکہ آپ کو مکہ سے بکالنا چاہتے تھے مگر وہ نہ نکال سکے بلکہ خود آپ نے اللہ کے حکم سے مکہ سے ہجرت کی اور جیسا کہ اس آیت میں فرمایا دیا ہی ہوا جن مشرکوں نے آپ کو مکہ سے نکالا وہ ہجرت کے ایک سال بعد مکہ میں نہ رہنے پاتے بلکہ غزوہ بدر میں

فی النار والسقہ، ہوتے ہمارے ہی روش ان رسولوں میں رہی جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا جب کسی امت نے اپنے رسول کو نکالا تو اسکے بعد وہ امت بھی وہاں نہ رہی بلکہ ہلاک ہوئی اور اے بنی آپ ہمارے ہی روش میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے یعنی یہ اللہ کا قدیم سنت ہے کہ جب کسی قوم نے نبی کو بستی میں نہیں رہنے دیا تو وہ بستی والے بھی وہاں نہ رہے۔



اقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ

کھڑی رکھ نماز سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے

اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ

نیک ، اور قرآن پڑھنا فجر کا بے شک قرآن پڑھنا فجر کا

كَانَ مَشْهُودًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً

ہوتا ہے رو برو اور کچھ رات جاگتا رہ اس میں یہ بڑھتی (نافلہ)

لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝ وَقُلْ

ہے تجھ کو، شاید کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب تعریف کے مقام میں اور کہہ

رَبِّ أَدْخِلْنِي مَدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مَخْرَجَ

اے رب! بیٹھا (داخل کر) مجھ کو سچا بیٹھانا (داخل کرنا) اور نکال مجھ کو سچا

صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ۝

نیکان اور بنا دے مجھ کو اپنے پاس سے ایک حکومت کی مدد

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ

اور کہہ ، آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگا

زَهُوقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ

والا اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ جکے ہوں اور مہر

لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿۸۷﴾ وَإِذَا

ایمان والوں کو اور گنہگاروں کو یہی بڑھتا ہے نقصان اور جب ہم

أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَارِبِجَانِيهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ

آرام بھیجیں انسان پر ، مٹا جاوے اور ہٹاوے اپنا بازو اور جب گئے

الشَّرُّ كَانَ يُوسَىٰ ﴿۸۸﴾ قُلْ كُلُّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ ۖ فَرَبُّكُمْ

اسکو برائی رہ جاوے اس ٹوٹا۔ تو کہہ ہر کوئی کام کرتا ہے اپنے ڈول پر سویرا رب

أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ﴿۸۹﴾

بہتر جانتا ہے ، کون خوب ٹوجھا ہے راہ

حکم بہ مشغولی عبادت رب معبود و بشارت مقام محمود و تلقین

دعاء ہجرت! اشارہ بسوئے قیام آسمانی بادشاہت و سلطنت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِ الشَّيْخِ ... إِلَى ... أَهْدَىٰ سَبِيلًا

(رابط) گزشتہ آیات میں کفار کی عداوت کا ذکر تھا اور اس بات کا ذکر تھا کہ کفار آپ کو مکہ سے نکالنا چاہتے ہیں اب ان آیات میں آپ کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ان دشمنوں کی طرف التفات نہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہے۔

تمام عبادتوں میں سب سے اعلیٰ اور اشراف عبادت نماز ہے اس لیے اولاً فرض نمازوں کی تاکید فرمائی اور آخر میں نماز تہجد کا تاکد حوام کے لیے نہیں بلکہ خواص کے لیے ہے بعد ازاں آپ کو مقام محمود کی بشارت دی عَنِّي أَنْتَ بِعَمَلِكَ ذِيكَ مَقَامًا تَحْمَدُ ۖ اَبُو بَلَّطَامِ اس تہجد کی برکت میں سے ہے کہ عنقریب آپ کو اللہ تعالیٰ شافع حشر بنا کر مقام محمود میں کھڑا کر دے گا مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے جو عزت و کرامت کا اعلیٰ ترین مقام ہے جو بنی آدم میں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو نصیب نہیں شروع سورت میں اسماء اور معراج کی عزت و کرامت

کا ذکر فرمایا اور اس آیت میں مقام محمود کی عزت و کرامت کا ذکر فرمایا اور چونکہ مشرکین مکہ آپ کو مکہ سے نکالنے کے درپے تھے اس لیے من جانب اللہ آپ کو ہجرت کی دعا تلقین ہوئی وَقُلْ رَبِّیْ اَدْخُلْنِیْ مُدْخَلَ جَنَّٰتِ جَنَّةٍ مِّنْ دُوْنِ هٰذِهِۦ ۚ وَ اَخْرِجْنِیْ مَخْرَجَ صِدْقٍ ۚ وَ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا کیونکہ قضا و قدر نے ہجرت کو اسلام کی ترقی کا زینہ بنایا اور جس آسمانی بادشاہت و سلطنت کا خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا، ہجرت کو اس کا پیش خیمہ بنایا اس لیے آپ کو ہجرت کی دعا کا حکم ہوا اور وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا میں اسی بادشاہی و سلطنت کی طرف اشارہ ہے اور قُلْ جَاۤءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ میں اسلام کے ظہور اور غلبہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِیْ اَوْسَلَ رَسُوْلَهٗ یٰۤاٰمِلُوْا بِاٰیٰتِہِیْ وَبِی الْحَقِّ یَبْلُغُہٗ عَلٰی الدِّیْنِ یَحْکُمُہٗ۔ اور یہ قرآن جو نسخہ کیما اور شفاء اور رحمت ہے اس کا پورا استعمال اس وقت شروع ہو گا کہ جب بدر میں کفر کے سر پر اسلام کی ضرب کاری لگے گی اور کفر کے غرور کا نشہ کافروں ہو گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر و عافیت آپ کو مدینہ منورہ پہنچا دیا اور ہجرت کے بعد اسلام کی شان و شوکت یونانیوں تا زائد ہوئے گی اور حق غالب ہوا اور باطل مضطرب ہوا اور مکہ فتح ہو گیا اور نجد اور یمن کا تمام علاقہ اور حجاز کا علاقہ اسلام کے زیر نگیں آگیا اور شاہانہ طریقہ سے اللہ کے احکام جاری ہوئے گئے اور اہل اسلام اس نسخہ کیما و قرآن کریم کے استعمال سے ایسے شفا یاب اور تندرست ہوئے کہ قیصر و کسریٰ کا پریشانی کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور جن ظالموں نے مال و دولت کے نشہ میں اس نسخہ کیما کے استعمال سے گریز کیا وہ کفر اور شرک کے زہریلے مادہ سے ہلاک ہو گئے اور وَلَوْلَا اَشْهَآءُ عَلٰی الْاِلٰہِیْنَ اَخْرَجَہِیْ مِنْ اَیْمَانِہِمْ میں اشارہ اس طرف فرمایا کہ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی انسان پر انعام فرمائیں تو انسان کو چاہیے کہ اپنے منہم سے مانوس ہونے میں مست ہو کر منہم سے متوحش نہ ہو۔

چنانچہ فرماتے ہیں قائم کر اے نبی! نماز کو زوال آفتاب کے وقت سے لے کر رات کی تاریکی کے چھا جانے تک اس میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء جیسا کہ حدیث سے اس اجمال کی تفصیل ہو گئی اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک و لوک شمس سے زوال آفتاب مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ آفتاب ڈھلنے کے بعد رات کا کچھ حصہ گزر جانے تک کہ جب رات کی تاریکی افق پر چھا جائے نمازیں ادا کریں اور بعض صحابہ و تابعین یہ کہتے ہیں کہ دوک شمس سے غروب آفتاب کے معنی مراد ہیں اس سے مغرب کی نماز مراد ہے اور غسق البیٰل یعنی جب رات کی سیاہی افق پر پھیل جائے اس وقت عشاء کی نماز پڑھو اور لازم کہ قرآن کا پڑھنا فجر کی نماز میں اشارہ اس



طرف ہے کہ فجر کی نماز میں قرآن زیادہ پڑھا جائے اور بہ نسبت اور نمازوں کے فجر کی نماز میں قرأت قرآن زیادہ طویل ہونی چاہیے۔ شب کے فجر کی قرأت یعنی نماز فجر محل حضور ملائکہ ہے اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ فجر اور عصر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں پس جو فرشتے شب کو تم میں رہے وہ عروج کرتے ہیں پس اللہ عزوجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ غروب جاتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پھوڑا وہ کہتے ہیں کہ جب ہم انکے پاس گئے تھے جب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم نے انکو پھوڑا تب بھی نماز پڑھ رہے تھے اور چونکہ نماز صبح کا وقت نیند سے اٹھنے کا وقت ہے اس لیے نماز فجر کا حکم الگ بیان کیا پھر اسی کے متقل نماز تہجد کو بیان کیا جو شب کے اخیر میں پڑھی جاتی ہے اور خصوصی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا خطاب فرمایا۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اسے بنی رات کے کچھ حصہ میں قرآن کے ساتھ شب خیزی کرو یعنی رات کا کچھ حصہ تہجد کے لیے مخصوص کر دو تہجد، تجود سے مشتق ہے معنی ترک خواب کے ہیں یعنی رات کے کچھ حصہ میں خواب سے بیدار ہو کر نماز میں قرآن پڑھا کر زیہ نماز تہجد کا حکم خاص تیرے لیے زیادہ ہے نماز پنجگانہ کے علاوہ خاص آپ کے لیے یہ حکم زیادہ ہے کہ آپ ضرور تہجد پڑھا کریں اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو سب سے زیادہ بلند مقام عطا کریں گے لہذا آپ امید رکھیے کہ تیرا پروردگار تجھ کو ایک پسندیدہ مقام میں کھڑا کرے گا مقام محمود کے معنی مقام عزت کے ہیں۔

احادیث صحیحہ اور متواترہ سے ثابت ہے کہ آیت میں مقام محمود سے مقام شفاعت مراد ہے اور اسکو محمود اس لیے کہتے ہیں کہ اس مقام میں کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عجیب و غریب حمد و ثناء کریں گے کہ جو کسی بشر کے دل پر نہیں گذری ہوگی اور پھر اس مقام میں تمام اہم اور اقوام عالم کے لیے شفاعت کریں گے تو تمام اولین اور آخرین آپ کی تعریف کریں گے جس کی مفصل کیفیت احادیث میں مذکور ہے۔

آیت میں لفظ عملی امید دلانے کے لیے ہے اور درحقیقت وہ بشارت اور وعدہ ہے **نکتمہ** کیونکہ کریم کا امید دلانے کے بعد محروم کرنا یہ موجب عار ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے کہ وہ امید دلانے کے بعد پھر نہ دے۔

تہجد ابتداء اسلام میں سب پر فرض تھا بعد میں امت سے اسکی فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ تہجد آپ کے حق میں خاص طور پر فرض رہا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ پر فرض نہ رہا تھا اس لیے نازلہ تکلف کے دو معنی بیان کیے گئے ایک یہ کہ تہجد خاص آپ کے لیے فرض زائد ہے دوسرا



رکھے ہوتے تھے ہر قوم کا الگ بت تھا آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے بتوں کو کچھ دیتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ وَمَا يَبْدِيهِ الْبَاطِلُ وَمَا يُخْفِيهِ الْحَقُّ آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔ (اور آئندہ نہ باطل ابتداء پیدا ہوگا اور نہ لوٹے گا)۔

آپ یہ پڑھتے جاتے تھے اور بت منہ کے بل اوندھا ہونا جانا تھا حق جل شانہ نے باطل کی مغلوبی اور سرنگونی لوگوں کو بخیر مشاہدہ کرادی اور علیہ حق کی جو پیش گوئی کی تھی اسکا نظارہ کرادیا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آیت کریمہ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ معظمہ سے نکال کر باعزاز و اکرام مدینہ طیبہ پہنچایا نیز قتادہؓ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حدود اور احکام شریعت بدون قوت اور سلطنت اور امارت محفوظ نہیں رہ سکتے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔

حکومت اور امارت اعزاز الہی ہے جو اس نے بندوں کو عطا کیا ہے اور اگر حکومت اور امارت نہ ہوتی تو بعض لوگ بعض کو تباہ و برباد کر دیتے اور قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا جن یسرئ سُلْطَانًا ضَعِیْفًا کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم ملک فارس اور روم کا فروں سے جھین کر تم کو دیں گے ان دعاؤں کی تلقین سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و بشارت دینا ہے کہ آپ کفار و فجار کی ستم رانیوں سے گھر میں نہیں یہ باطل کا چند روزہ غلط ہے بالآخر دین حق غالب و سر بلند ہو کر رہے گا اور کفر ذلیل و خوار و سرنگوں ہوگا اور اے کافرو! تمہاری تدبیریں کارآمد نہ ہوں گی لہذا اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو کفر و عناد کو چھوڑ دو اور طیب روحانی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نسخہ شفاء یعنی (قرآن کریم) تمہارے لیے لے کر آئے ہیں اس کا استعمال کرو اور دیکھو کہ ہم نازل کرتے ہیں قرآن سے وہ چیز کہ جو امراض باطنی کے لیے شفاء ہے جس سے دل کے شکوک و شبہات دور ہوتے ہیں اس کے ماننے والوں کے لیے اور پھر اس کا استعمال کرنے والوں کے لیے رحمت ہے کہ اس نسخہ شفاء کو پیتے ہی چنگے ہو گئے اور دلوں کی

عملہ اشارہ اس طرف ہے کہ من القرآن کائن بیانہ ہے ماحو شفاء کا بیان مقدم ہے اہتمام کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ بہتیں طویل تھا اس لیے بیان کو مبین پر مقدم کر دیا گیا اور مطلب یہ ہے کہ سارا ہی قرآن شفاء ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سن، تبیض کے لیے ہے اور تبیض کا یہ مطلب نہیں کہ بعض قرآن شفاء ہے اور بعض شفاء نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کا نزول تدریجاً ہو رہا ہے لہذا جس قدر حصہ نازل ہوا وہ بلاشبہ شفاء ہے اس اعتبار سے سن، بیانہ اور سن تبیضہ کا مال ایک ہو جائے گا باعتبار معنی کے دونوں میں کوئی فرق نہ رہے گا (دیکھو حاشیہ تنویر علی التفسیر البیضاوی ص ۸۱)

ساری بیماریاں دور ہو گئیں اور سارے شک و شبہ مٹ گئے اور نہیں زیادتی کرتا یہ قرآن ان ظالموں کے حق میں سوائے خسارہ اور نقصان کے کسی اور چیز کو چھو نہ کرے اور عناد میں مبتلا ہیں اس لیے قرآن کن کر جو ش عداوت میں آجاتے ہیں اور استہزاء اور تمسخر پر اتر آتے ہیں لہذا بسمائے رحمت کے لعنت اور بسمائے شفاء کے مرض پیدا ہوتا ہے **فِي فُلُقُوْهُمْ مِّمَّ مَكْرُوْهُمْ** ذَاكَ هُمُ اللّٰهُ مَكْرُوْهُمْ۔

اب آئندہ آیت میں اس خسارہ کا سبب بیان کرتے ہیں کہ انسان مال و منال اور جاہ و جلال کی محنت میں غرق ہے مگر اور قنات قلبی کی بیماری میں مبتلا ہے اور منعم حقیقی سے بے تعلق ہو گیا ہے اس لیے کوئی دوا اسکے حق میں کارگر نہیں ہوتی چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور یہ قرآن جو شفاء اور رحمت کا سبب متادہ مرض اور خسارہ کا سبب کیسے بنا اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں یعنی صحت اور مال دیتے ہیں تاکہ وہ ہماری دے ہوئی نعمت کو ہمارے قرب اور رضا کا ذریعہ بنائے تو وہ بجاتے قریب ہونے کے ہم سے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو ہم سے دور کر لیتا ہے یعنی نعمت ملنے کے بعد منعم حقیقی سے پہلو ہتی اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہے یہ کنایہ تکبر سے ہے اور جب اسکو کوئی تکلیف اور سختی پہنچتی ہے یعنی زمانہ کے حوادث اور مصائب میں سے کوئی چیز اسکو لاحق ہوتی ہے تو وہ بالکل مایوس (ناامید) ہو جاتا ہے کہ اب اسکو کوئی خیر اور بھلائی نہیں ملے گی۔

ماصل کلام یہ ہے کہ اگر آدمی کو نعمت اور دولت ملتی ہے تو وہ اس پر مغرور ہو کر منعم حقیقی کو یعنی خدا تعالیٰ کو بالکل بھول جاتا ہے اور اگر دنیا سے محروم ہوا تو اس پر غم اور افسوس چھا جاتا ہے اور خدا کی رحمت سے بالکل ناامید ہو جاتا ہے پس جو دنیا کا ایسا شیدائی اور فدا فی ہو گیا وہ قرآن کی نعمت اور رحمت کو کیا جانے اور کیا سمجھے ان بندگان شکم کے حق میں قرآن جیسے نسخہ شفاء کے اسرار و حکم عبث ہیں آپ کہہ دیجیے کہ یہ قرآن گو تمہارے نزدیک عبث ہو مگر ہمارے نزدیک عبث نہیں ازلی سعادت اور شقاوت کے ظہور کا ذریعہ ہے اس لیے کہ ہر ایک اپنی طبیعت اور فطرت اور روحانی مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے شکر کرنے والا اور کفر کرنے والا جو بھی عمل کرتا ہے وہ عمل اسکی روح کے ہم شکل ہوتا ہے ہم نے اپنی حکمت سے مخلوق کو مختلف الانواع بنایا کسی کی فطرت میں نیکی و دلچست رکھی اور کسی کی فطرت میں برائی رکھی ہر ایک اپنی فطرت اور جبلت کے مطابق عمل کرتا ہے پس قرآن کے ماننے نہ ماننے سے انسان کی اس پوشیدہ استعداد اور صلاحیت کا ظہور ہو جاتا ہے اس سے اگر اعمال خیر کا صدور ہوا تو دنیا نے سمجھ لیا کہ یہ نیک جبلت ہے اور اگر اس سے اعمال شر کا صدور ہوا تو دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ شخص بد جبلت ہے باقی تمہارا پروردگار پہلے ہی سے خوب جانتا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے کون زیادہ ٹھیک راہ پر جا رہا ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہمیں تمہاری سعادت اور شقاوت کا پہلے ہی سے علم ہے یہ قرآن ہم نے تم پر لازم

جنت کے لیے نازل کیا ہے جیسا عمل کرو گے اسکے مطابق تم کو جزا دے گا قال اللہ تعالیٰ وَقُلْ  
لِالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اَعْمَلُوا عَلٰی مَكَاتِبِكُمْ اِنَّا عَامِلُونَ وَانْتَظِرُوا اِنَّا مُنْتَظِرُونَ  
پس جب معلوم ہو گیا کہ خیر و شر کا مبداء اور منشاء انسان میں اسکی روح اور اسکی فطرت اور جبلت  
ہے جسم سے روح کے مطابق اعمال سرزد ہوتے ہیں اس لیے آئندہ آیت میں روح کے متعلق  
سوال کا ذکر کرتے ہیں۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ طَقِلَ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو تو کہہ روح ہے میرے رب

رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝۸۵ وَلَئِنْ

کے علم سے اور تم کو خبر دی ہے تھوڑی سی اور اگر ہم

سَبَّحْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ

چاہیں بے جاویں جو ہمیز تم کو وحی بھیجی، پھر تو نہ پاوے اسکے

رَبِّهِ عَلَيْنَا وَكَيْلًا ۝۸۶ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ

لا دینے کو ہم پر کوئی ذمہ لینے والا مگر ہدایتی سے تیرے رب کی اسکی بخشش تجھ پر

كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝۸۷

بڑی ہے

## ظالموں کے ایک معاندانہ سوال کا جواب

قال اللہ تعالیٰ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ هِيَ الرُّوحُ... إلخ... إِنَّ فَضْلَهُ كَانَتْ عَلَيْكَ كَبِيرًا  
(ربط، گزشتہ آیت وَلَا يُزِيدُ الْاٰخِسَاتِ) میں جن ظالموں کی عداوت کا ذکر فرمایا یہ ظالم  
قرآن عظیم اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر طرح طرح کی نکتہ چینیوں کرتے تھے ازاں جملہ یہ ہے کہ  
ایک بار قریش نے باہم فیصلہ اور مشورہ کیا کہ یہود اہل علم اور اہل کتاب ہیں ان سے دریافت کرے  
کوئی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی پوچھنی ہے کہ جس کا جواب آپ سے نہ بن سکے چنانچہ

قریش نے یہود سے دریافت کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو مدینہ بھیجا انہوں نے مشرکین سے کہلا بھیجا کہ وہ آپ سے تین باتیں پوچھیں۔

(۱) روح کی بابت سوال کرو۔

(۲) اصحاب کعبہ کا حال دریافت کرو کہ وہ کون تھے اور کیوں غائب ہو گئے۔

(۳) ذوالقرنین کا حال پوچھو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا اور اس نے کیا کیا؟

اور یہود نے کہلا بھیجا کہ آپ سے تین باتیں پوچھیں پس اگر آپ ان سب باتوں کا جواب دیں یا ان میں سے کسی کا بھی جواب نہ دیں تو آپ جی نہیں اور اگر آپ ان سب باتوں کا جواب دیں اور تیسری بات روح کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو کہ وہ نبی ہیں کیونکہ روح کی کیفیت کسی آسمانی کتاب میں مذکور نہیں اور توریت میں ہے کہ روح کی حقیقت سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں پس اگر آپ روح کی حقیقت نہ بیان کریں تو سمجھ لو کہ آپ نبی ہیں۔

چنانچہ ان لوگوں نے مکہ واپس آکر آپ سے یہ سوالات کہتے ایک سوال روح کا کیا کہ وہ کیا ہے اس سوال کا جواب تو اس آیت میں مذکور ہے اور باقی دونوں سوالوں کے جواب دوسرے مقام پر مذکور ہیں۔ آیت کا یہ شان نزول مذکورہ سطور بالا ابن عباسؓ سے منقول ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ یہ تمام سورت مکی ہے اور مکی میں اتری اور بخاری کی بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال یہود نے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کے لیے کیا اس قول کی بنا پر یہ آیت مدنی ہوگی اسی وجہ سے اس آیت کے مکی اور مدنی ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور ممکن ہے کہ اس آیت کا نزول مکہ ہو پہلی بار قریش کے سوال پر آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور پھر جب یہود نے مدینہ میں آپ سے روح کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت دوبارہ مدینہ میں یہود کے سوال پر نازل ہوئی۔

در ربط دیگر گزشتہ آیت میں بطور تہدید مشرکین کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا قُلْ مَنْ يَمْلِكُ عَلَىٰ شَايِئِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ الظَّالِمِينَ آپ ان ظالموں سے بطور تہدید کہہ دیجیے کہ ہر ایک شخص خواہ وہ معبود ہو یا شقی اپنی فطرت اور جبلت کے مطابق عمل کرتا ہے جو اسکی جوہر روح کے ہم شکل ہوتا ہے ہر شخص کا عمل اور ہر جسم کا ہر فعل اسکی روح اور اس کے روحانی مزاج اور طبیعت کے مشاغل اور مائل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو تمہاری سعادت اور شقاوت کا پہلے ہی سے علم ہے قرآن کریم کو تم پر اتمام حجت کے لیے اور تمہاری روح میں جو صلاحیت اور استعداد پوشیدہ ہے اس کے اظہار کے لیے نازل کیا ہے کہ جس نے قرآن کی ہدایت کو قبول کیا اور اس نسخہ شفا کو استعمال کیا معلوم ہوا کہ اسکی روح سعید ہے اور جس نے اس نسخہ شفا سے منہ موڑا وہ شقی ہے اللہ نے جس فطرت اور جبلت پر تم کو پیدا کیا ہے وہ پہلے ہی تم سے خوب آگاہ ہے تم اگر اپنی سعادت و شقاوت کو جاننا چاہتے ہو تو اس کامیاب یہ نسخہ شفا اور نسخہ ہدایت ہے اور خوب سمجھ

لو کہ یہ قرآن کی عمارتِ سعادت ہے اس لیے آئندہ آیت میں روح کے متعلق سوال کا ذکر فرماتے ہیں۔

اسے بنی یہ لوگ آپ سے استمنا روح انسانی کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اسکی حقیقت اور کس نے کیا ہے جس سے انسان کی ذہنیست متعلق ہے سو آپ انکے جواب میں کہہ دیجئے کہ تمہارے لیے اجمالی طور پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ روح ایک خاص چیز ہے کہ جو میرے پروردگار کے حکم سے پیدا ہوتی ہے جب اسکے حکم سے بدن میں جان ڈالی جاتی ہے تو بدن جی اٹھتا ہے اور جب اسکے حکم سے نکال لی جاتی ہے تو مرجاتا ہے اور باقی اسکی منفصل حقیقت اور اصل کد اور ماہیت کی معرفت کا تو خیال بھی نہ کرنا اس لیے کہ تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے صرف چند چیزوں کی چند صفات اور چند کیفیات کا تھوڑا سا علم بقدر ضرورت اور بطور عاریت چند روز کے لیے تم کو دیا گیا ہے اور اکثر چیزوں کا علم تم سے مخفی رکھا گیا ہے جہاں نہ تمہارے حواس ظاہرہ کی رسائی ہے اور نہ حواس باطنیہ کی پس روح کو بھی اسی کثیر یعنی ان ہی بے شمار چیزوں میں داخل کر لو جن کا تم کو بالکل علم نہیں تمہارا مبلغ علم صرف اتنا ہے کہ تم حق تعالیٰ کے عطا کردہ حواس سے کچھ شدہ بدھ حاصل کر لیتے ہو باقی اصل حقیقت اور کد تمہیں کسی چیز کی بھی معلوم نہیں صرف چند مادی چیزوں کے صفات اور چند کیفیات کا تم کو کچھ علم حاصل ہو رہا ہے جس پر بلاغہ اور سائنس دان اتر رہے ہیں فَوْحُوْا بِمَا عِنْتُمْ حَتَّ الْعِلْمِ :

اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تھوڑا بہت علم جو ان کو ملا ہے وہ بطور عاریت ہے جس طرح انسان کا نفس و جو اسکا ذاتی نہیں بلکہ من جانب اللہ لباس عاریت ہے اسی طرح انسان کا علم اور ادراک بھی اسکا ذاتی نہیں بلکہ وجود کی طرح چند روزہ عاریت ہے اور تجسیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھول بھوک ساتھ لگا دی ہے تاکہ یہ نادان انسان اپنے آپ کو اس علم و ادراک کا مالک نہ سمجھے ۔

حضرت امام قرطبی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ روح کے علم کو انسان سے پوشیدہ رکھا کہ انسان کو اپنا عاجز اور قاصر ہونا معلوم ہو جائے کہ میں اس درجہ قاصر ، ہوں کہ اپنی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ سکتا اور اپنی روح کو بھی نہیں جان سکا جس سے میری زندگی ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو خداوند دو جہاں کو کیسے سمجھ سکتا ہے ۔

(تفسیر قرطبی ص ۴۲ جلد ۱۰)

حق تعالیٰ نے انسان کو قلیل علم و معرفت سے سرفراز فرمایا مگر اس کو خود اپنی حقیقت کی معرفت سے محروم کر دیا ۔

خلاصہ کلام یہ کہ مدح عالم کی ایک خاص چیز ہے جو تمہاری عقل اور ادراک سے بالا ہے تم کو جو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے اس علم قلیل کے ذریعہ سے تم دنیا کی چند چیزوں کو کچھ سمجھ لیتے ہو عالم آخرت اور عالم غیب کی چیزوں کو کیا جانو اور کیا سمجھو یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا وَفَاتَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ

خَالِفُ نَفْسٍ تَهَارِے علم کا حال تو یہ ہے کہ تم پانی اور خاک کی حقیقت سے بھی واقف نہیں تم روح اور جان کو کیا جانو روح کے متعلق خدا تعالیٰ اور اسکے رسولؐ نے جتنا بتلا دیا اتنا جان سکتے ہو اس سے زائد کچھ نہیں جان سکتے۔

نہ ہر جائے مرکب توانِ تاختن : کہ جاہا سپر باید انداختن  
انسان اپنی عقل اور فکر سے فقط اشیاء کے وجود کو معلوم کر سکتا ہے خواہ وہ اشیاء محسوس ہوں یا غیر محسوس مگر انکی کنہ اور اصل حقیقت کو نہیں جان سکتا کہ آگ اور پانی موجود ہے مگر انکی اصل حقیقت نہیں بتلا سکتا کہ وہ کیا ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ اسکے کچھ اوصاف بتلا دے گا اور اگر وہ شے مرکب ہوئی تو اسکے کچھ اجزاء کی تشریح کر دے گا اور اپنا اندازہ اور تخمینہ بتلا دے گا مگر ان اجزاء کی پوری حقیقت اور اصل مابینت اور انکی پوری کیفیت اور پوری کیفیت نہیں بیان کر سکے گا انسان صرف اتنا کہہ سکتا ہے کہ پانی ہیں آکسیجن اور ہائیڈروجن ہے مگر جب اس سے یہ پوچھو کہ آکسیجن اور ہائیڈروجن کی حقیقت اور مابینت کیا ہے تو نہیں بتلا سکے گا فلاسفہ جدید و قدیم جو سماعت اور بصارت اور فہم و فراست اور جہالت و حماقت کے وجود کے بلا اختلاف قائل ہیں مگر سماعت اور بصارت کی حقیقت اور کیفیت کے بیان کرنے میں حیران و سرگردان ہیں اور فہم و فراست اور جہالت اور حماقت کی حقیقت بتلانے سے عاجز اور درماندہ ہیں آج تک کوئی بڑے سے بڑا حکیم اور فلسفی اور کوئی بڑے سے بڑا سائنس دان یہ نہیں بتلا سکتا کہ فہم و فراست اور جہالت و حماقت کی اصل حقیقت اور اسکی کنہ اور مابینت کیا ہے پس جب کہ انسان ان چیزوں کی حقیقت نہیں بتا سکتا کہ جو روزمرہ اسکے مشاہدہ اور تجربہ میں آتی رہتی ہیں تو اسی طرح یہ بھی سمجھو کہ انسان اپنی عقل سے روح کے وجود کو تو معلوم کر سکتا ہے مگر اسکی حقیقت کو معلوم نہیں کر سکتا اور کسی شے کے وجود کا محض اس لیے انکار کر دینا کہ ہمیں اسکی حقیقت معلوم نہیں ہوتی یا ہم نے اپنی آنکھوں سے اسکا مشاہدہ نہیں کیا کھلی ہوئی بے عقلی اور نادانی ہے! استدلال و آفرینش عالم سے لے کر اب تک عالم کے کل عقلا سے مجموعی طور پر جن چیزوں کو جاننا ہے وہ محدود ہیں اور نہایت محدود ہیں اور جن چیزوں کو نہیں جانا اور نہیں پہچانا وہ غیر محدود اور لامتناہی ہیں اور محدود کو غیر محدود سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو سمندر سے ہے اس لیے کہ سمندر خواہ کتنا ہی وسیع ہو مگر بہر حال محدود اور متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود اور غیر متناہی ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو ہود نے پوچھا سو اللہ تعالیٰ نے کھولی کہ نہ بتایا کیونکہ ان میں سمجھنے کا وصلہ نہ تھا آگے بھی پیغمبروں نے خلق سے ایسی باریک باتیں نہیں کہیں اتنا جاننا کافی ہے اور بس ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آ پڑی اور وہ جی اٹھا جب نکل گئی وہ مر گیا (اتہنی)

صرف اتنی بات تو قطعی اور یقینی ہے کہ روح ایک چیز ہے کہ جو بدن میں آگئی تو بدن زندہ ہو گیا



اور جب بدن سے نکل گئی تو مردہ ہو گیا اس کے سوا سب بائیں ظنی ہیں غرض یہ کہ روح ایک حقیقت نورانیہ اور واقعہ ہے مگر محسوس نہیں اور اس کے غیر محسوس ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں آتا ایضاً وغیرہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو اس سے محسوس نہیں ہوتیں مگر لنگے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا اسی طرح روح بلاشبہ ایک حقیقت واقعہ ہے اگرچہ وہ ہم کو محسوس نہیں اسکا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی بندہ کو اللہ نے اسکا پورا علم نہیں دیا اور آیت کے ختم پر یہ فرمانا کہ تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے یہ خطاب تمام مخلوق کو ہے۔

اس آیت میں تمام عالم کے علم کو جو قلیل فرمایا وہ بہ نسبت علم الہی کے فرمایا کہ **فائدہ جلیلہ** بمقابلہ علم الہی بہت ہی قلیل ہے اور دوسری آیت میں جو کتاب اور حکمت کے علم کو غیر کثیر فرمایا وہ بندوں کے اعتبار سے فرمایا کہ بہ نسبت محتاج دنیا علم حکمت غیر کثیر ہے کتاب حکمت کا علم اگرچہ قلیل ہو مگر وہ بھی غیر کثیر ہے اس آیت میں کثیر غیر کی صفت ہے نہ کہ علم کی لہذا دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

آیت کا آغاز سوال سے فرمایا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ لوگ اذراہ تعنت و عناد غیر **نکتہ** ضروری مسائل میں آپ سے جھگڑتے ہیں اور نسخہ شفاء (قرآن کریم) جو روح ہدایت ہے اس سے حیات اور زندگی حاصل نہیں کرتے۔

## اقوال حکماء و علماء در بارہ روح

روح انسانی کی ماہیت میں عقلاء کے درمیان اختلاف ہے کیونکہ آدمی جب مر جاتا ہے تو اس میں سے سوائے خون کے کوئی چیز کم نہیں ہوتی اور بعض کا قول یہ ہے کہ وہ سانس کا نام ہے کیونکہ سانس کے رک جانے سے آدمی مر جاتا ہے اور اطباء یہ کہتے ہیں کہ خون کے بخار است لطیف کا نام روح ہے اور یورپ کے فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ روح ایک لطیف بھاپ اور اسٹیم کا نام ہے جس سے جسم کی تمام کلیں چلتی رہتی ہیں جب یہ بھاپ بننا بند ہو جاتی ہے تو آدمی مر جاتا ہے۔

اور حضرات متکلمین اور اولیاء و عارفین یہ کہتے ہیں کہ روح ایک جسم نورانی اور لطیف کا نام ہے جو تمام بدن میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جیسے عرق گلاب گلاب کے بتوں میں اور جیسے پانی درخت کی رگوں میں جب تک اس جسم لطیف کا تعلق بدن سے باقی رہتا ہے اس وقت تک انسان زندہ رہتا ہے اور جب اس جسم لطیف کا تعلق بدن سے منقطع ہو جلتے تو اس کا نام موت ہے امام الحرمینؒ اور امام رازیؒ کے نزدیک یہی مختار ہے۔

پس یہ روح انسان ایک جسم لطیف اور دہائی ہے اور عالم امر کی ایک چیز ہے جو ساعت اور

مقدار سے بڑی ہے اور روح حیوانی ایک بخار لطیف کا نام ہے جو اس روح انسانی کے لیے بمنزلہ سواری کے ہے اور یہ جسم نورانی لطیف، صورت ظاہرہ اور اعضاء ظاہری میں جسم ظاہری کیفیت کا شریک ہے جسم لطیف اپنے اعضاء کے ذریعہ منتقل ہے اور دیکھتا ہے اور جب اس جسم لطیف نورانی کا اس جسم ظاہری اور جستی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو یہ جسم نورانی عالم ملکوت کی طرف چلا جاتا ہے جہاں سے آیا تھا وہیں واپس ہو جاتا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک روح حیوانی اور ایک روح انسانی، اور حیوانی اس بخار لطیف کا نام ہے جو اخلاط الاربعہ خون اور بلغم اور صفراء اور سودا سے پیدا ہوتا ہے اور ان چاروں کی چار اصلیں ہیں آگ، پانی، خاک، ہوا اور علم طب میں اسی روح سے بحث ہوتی ہے کیونکہ مزاج اور طبیعت کا اعتدال اسی سے وابستہ ہے گنی اور سردی اور خشکی اور تری کی کمی زیادتی کی وجہ سے مزاج میں تغیر آتا ہے اور یہ روح حیوانی عالم مریضی سے ہے اور جس حیوانی سے ہے جس کی حقیقت ایک ہوائے لطیف اور بخار لطیف ہے اور روح انسانی وہ ایک نورانی اور لطیف شے ہے جو اس عالم مریضی سے نہیں بلکہ عالم علوی سے ہے اور فرشتوں کی جنس سے ہے اور یہ عالم اس کے لیے ایک مسافر خانہ ہے اور روح حیوانی اس کے لیے بمنزلہ سواری کے ہے اور یہ روح انسانی عالم آخرت سے سفر کر کے اس عالم دنیا میں اس لیے آتی ہے تاکہ یہاں اگر تجارت کرے اور ہدایت حاصل کرے اور آخرت کیلئے توشہ لے صبا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَمَّا أَهْبَطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مَرِئِي هُدًى فَمَنْ يَتَّبِعْ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ:

خلاصہ کلام یہ کہ جس قدر علم تم کو دیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے روح کی حقیقت اور ماہیت کے سمجھنے کے لیے کافی نہیں اور پھر وہ قلیل علم جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس کے متعلق ہم کو اختیار ہے کہ جب چاہیں تو وہ قلیل علم بھی تم سے واپس لے لیں چنانچہ فرماتے ہیں اور اسے ہمارے رسولؐ ہم نے جس قدر علم آپؐ کو دیا وہ ہمارا فضل اور احسان ہے اگر ہم چاہیں تو وہ علم بھی واپس لے لیں جو ہم نے بذریعہ وحی آپؐ کو عطا کیا ہے یعنی جو قرآن ہم نے آپؐ پر وحی کیا ہے سو ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کو آپؐ کے سینے سے ایسا نکھڑیں کہ آپؐ کو اس کا ایک حرف بھی یاد نہ رہے اور لوگوں کے سینوں سے بھی قرآن نکال دیں اور کاغذوں سے مٹا دیں جو خدا بینہ میں علم پہنچا سکتا ہے وہی خدا بینہ سے اس علم کو نکال بھی سکتا ہے جس طرح دنیا اس کے اختیار میں ہے اسی طرح چھیننا بھی اس کے اختیار میں ہے تو آپؐ ہمارے لے جانے کے بعد اس کے واپس لائے گئے کوئی کارساز نہ پائیں گے کہ کوئی دوبارہ اس قرآن کو سینوں میں اور صحاف میں واپس لے آئے مگر تیرے پروردگار نے اپنی مہربانی سے اس علم کو تیرے پاس باقی رکھا اور اپنے عطا کیے ہوئے علم کو تجھ سے واپس نہیں لیا یعنی اگر ہم چاہتے تو اس قرآن کو واپس لے جاتے مگر مقتضائے فضل و کرم ایسا نہیں کرتے یا یہ معنی ہیں مگر یہ کہ اللہ تجھ پر

رحم کرے اور سلب اور محو کرنے کے بعد وہ علم دوبارہ آپ کو واپس کر دے اور بذریعہ وحی جدید کے وہ علم پھر آپ کو دوبارہ عطا کر دے معلوم ہوا کہ علم کی عطا اور پھر اسکی بقا یہ سب اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے ہے۔ بے شک اللہ کا فضل سمجھ پر بہت بڑا ہے کہ اس کے فضل سے یہ قرآن آپ پر نازل ہوا اور اسی نے اپنے فضل سے اس قرآن کو آپ کے سینہ میں باقی رکھا منجانب اللہ اس قرآن عظیم کا انبیا بھی اس کا فضل ہے اور آپ کے سینہ میں ہلاک و کاست محفوظ رہنا یہ بھی اس کا فضل ہے۔

ان آیات میں خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مقصود لوگوں کو سنانا ہے کہ اسے لوگوں کو قرآن کو اللہ کی نعمت جانو اور اس پر عمل کرو اور اس نعمت کی ناقدری نہ کرو ورنہ خوب سمجھ لو کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس نعمت کو تم سے واپس لے لیں چنانچہ جب دنیا میں گمراہی عام ہو جائے تو ہم اس قرآن کو اٹھا لیں گے اور قیامت قائم کر دیں گے۔

## لطائف و معارف پہلی معرفت

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں اس ظاہری جسم اور اس مادی بدن کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جس کا نام رُوح ہے جو اللہ کے حکم سے فانی ہو جاتی ہے جس سے ہم زندہ ہیں اور وہ ہم کو نظر نہیں آتی۔ دنیا میں عقلاء کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ رُوح فقط ایک لطیف بھاپ کا نام ہے کہ جس کے زور سے ذی روح بدن کی تمام کلیں چل رہی ہیں جب یہ بھاپ ختم ہو جاتی ہے تو تمام کلیں بند ہو جاتی ہیں اور سب کام بگڑ جاتا ہے اسی کا نام موت ہے مرنے کے بعد پھر کوئی شے باقی نہیں رہتی اسی وجہ سے یورپ کے دھڑی لوگ اور مادی لوگ مرنے کے بعد کسی حساب و کتاب کے قائل نہیں اس لیے کہ مرنے کے بعد کوئی شے باقی ہی نہیں رہتی تو ثواب و عذاب کس پر ہوگا مگر یہ خیال غلط ہے اور اب یورپ میں بھی فلاسفہ کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جو اس غلطی کا اقرار کرتا ہے۔

(۱) تمام ادیان اور مذاہب اس پر متفق ہیں کہ انسان کے اندر جسم کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس کو روح اور جان اور اداں کے نظروں سے تعبیر کرتے ہیں بچپن سے لے کر بڑھاپے تک جسم میں ہزاروں بلکہ لاکھوں تغیرات پیش آتے ہیں مگر وہ چیز جس کی وجہ سے یہ شخصی بعینہ وہی شخصی کہلاتا ہے جو پہلے تھا اس میں کوئی تغیر نہیں آتا طبی تحقیقات سے یہ امر ثابت ہے کہ سات برس کے بعد جسم کے اجزاء اور ذرات ختم ہو جاتے ہیں اور نئے اجزاء اور ذرات پیدا ہو جاتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ جسم اور یہ بھاپ اور یہ لطیف بخاراں میں سے کوئی چیز روح نہیں بلکہ روح حقیقی وہ چیز ہے کہ جو ابتداء پیدائش سے لے کر اخیر عمر تک یکساں رہتی ہے جس کو انسان انا اور میں سے تعبیر کرتا ہے اور یہ امر یہی ہے جو اہل ہند و ہما عقلاء کا

اتفاق ہے اور ظاہر ہے کہ عقلاء عالم کا اتفاق اور اجماع خود ایک مستقل دلیل ہے لہذا جو شخص روح کے وجود کا منکر ہے وہ عقلاء عالم و اجماع کا منکر ہے عقلاء عالم اگرچہ اب تک روح کی حقیقت اور کیفیت کے بتلانے سے قاصر رہے لیکن کسی شے کی حقیقت اور کیفیت کا جاننا اور چیر نہا دنیا کی ہزاروں بلکہ لاکھوں چیزیں ایسی نکلیں گی کہ دنیا انکی حقیقت اور کیفیت کے جاننے سے عاجز اور قاصر ہے مگر اصل شے کی مثال ہے۔ لہذا اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح وجود باری تعالیٰ کا اقرار ایک امر فطری ہے اسی طرح روح کے وجود کا اقرار بھی ایک امر فطری ہے۔

(۲) نیز چالیس سال کے بعد آدمی کے تمام اعضاء میں نقصان اور انحطاط شروع ہو جاتا ہے مگر عقلی قوت بڑھ جاتی ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس شے کے ساتھ قوت عقلی قائم ہے وہ کوئی جسمانی شے نہیں۔ (۳) نیز خواب کی حالت میں تمام جسمانی قوتیں معطل ہو جاتی ہیں قوت سامعہ اور قوت باصرہ اور قوت شامہ وغیرہ وغیرہ تمام قوتیں نیند کی حالت میں بے کار ہو جاتی ہیں لیکن نیند کی حالت میں روحانی قوتوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے خواب میں انسان کو عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں اور دوسرے عالم کی چیزوں پر مطلع ہوتا ہے پس جو چیز ان جسمانی قوتوں کے معطل ہو جانے کے بعد قوی اور تیز ہو جاتی ہے اور دوسرے عالم کی چیزوں کا مشاہدہ کرتی ہے وہی روح ہے۔

(۴) نیز انسان بسا اوقات اپنے اعضاء کو اپنی طرف مضاف کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرا سر اور میرا دماغ اور میرا بدن اور میرا پیر وغیرہ معلوم ہوا کہ انسان کی حقیقت ان اعضاء کے سوا ہے اس لیے کہ مضاف الیہ مضاف کے سوا ہوتا ہے بسا اوقات انسان یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا پس اگر اس لفظ میں، کا مصداق بھی اعضاء اور عوارض ہوتے تو لازم آتا کہ ہاتھ اور پیر کرٹ جانے کے بعد انسان انسان نہ رہے معلوم ہوا کہ اس لفظ میں، کا مصداق اس جسم ظاہری کے علاوہ کوئی اور شے ہے اور وہی روح ہے۔

(۵) نیز انسان بسا اوقات کسی کام میں ایسا منہمک ہوتا ہے کہ اس وقت وہ اپنے تمام ظاہری اور باطنی اعضاء سے بالکل غافل ہو جاتا ہے لیکن اس حالت میں وہ اپنی حقیقت سے غافل نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ اس حالت میں یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا اور یہ دیکھا اور یہ سنا تو معلوم ہوا کہ آدمی کی حقیقت ان اعضاء اور عوارض کے سوا کوئی اور چیز ہے اور وہی روح ہے۔

(۶) انسان کے شعور و ادراک اور کمال کی کوئی حد نہیں اور جسم اور عالم جسمانی سب محدود ہے معلوم ہوا کہ اس غیر محدود شعور کا تعلق کسی جسمانی چیز سے نہیں اس لیے کہ اگر ادراک اور شعور کا تعلق اس جسم سے محسوس ہوتا تو بعد اس کے طول اور عرض اور عمق کے ہوتا یہ غیر محدود علوم اور ادراکات اس محدود جسم میں کیسے سما گتے۔

(۷) جو شخص بھی جسم پر غور کرے گا اس پر یہ بات باہدایت منکشف ہو جائے گی کہ جسم میں جو

چیز بھی ہے وہ کسی دوسری چیز کے لیے آزاد وسیلہ ہے خود مقصود نہیں پس جو چیز ان آلات کو استعمال کرنے والی ہو وہ جسم کے علاوہ کوئی اور شے ہے انسان کے تمام اعضا ظاہرہ بمنزلہ آئینہ کے ہیں اور دیکھنے والا کوئی اور ہے۔

(۸) نیز ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بسا اوقات خالص امور معنویہ اور عقلیہ کا ادراک کرتا ہے جیسے امتناع نفیضین اور ارتفاع نفیضین اور اس ادراک میں وہ حواس ظاہرہ کا مطلق فتاح نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ جسم انسانی میں کوئی شے ایسی ضرور ہے جو اس ظاہری جسم کے علاوہ ہے۔

(۹) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَعْيَاكَ عَنْهُمْ عَذَابٌ غَلِيظٌ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے بعد شہید زندہ ہے اسکو مردہ کہنا جائز نہیں حالانکہ جسم مرہ ہے معلوم ہوا کہ یہ جسم ظاہری انسان کی حقیقت نہیں۔

(۱۰) آیت قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ انسان مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جاتا ہے اور جنت اور جہنم پر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ ان تمام حالات میں جسم انسانی مردہ ہوتا ہے معلوم ہوا کہ انسان اس جسم کے علاوہ کوئی دوسری حقیقت ہے۔

بعض جاہل مدعیان فلسفہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو مردہ کے منہ سے کوئی شے نکلتی ہوئی نہیں دیکھتے روح اگر کوئی چیز ہوتی تو نکلتے ہوتے ہم کو دکھائی دیتی اور محسوس ہوتی۔

## جواب

اس کا یہ ہے کہ روح کا محسوس نہ ہونا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ لطافت کی وجہ سے محسوس نہ ہوتی ہو جیسے ہوا اور آیتھر جس کے علاوہ طبعیات بھی قائل ہیں اور فرشتہ بھی اللہ کی ایک لطیف اور نورانی مخلوق ہے اللہ نے اس کو قوت اور طاقت دی ہے کہ وہ جسم انسانی میں سے اس لطیف چیز (یعنی روح) کو خدا داد قوت سے نکال لے۔

خلاصہ کلام یہ کہ روح اس جسم کا نام نہیں بلکہ اس کے علاوہ ایک اور حقیقت ہے جو اس جسم میں مستور اور مخفی ہے اور اس جسم ظاہری کیلئے مدبر اور حاکم ہے اور یہ جسم اس کے لیے بمنزلہ سواہی کے ہے پس اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ میری حقیقت محض یہ ظاہری جسم ہی ہے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی گدھے پر سوار ہو کر یہ سمجھے کہ میری حقیقت صرف یہی گدھا ہے جس پر میں سوار ہوں سوار کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

حضرات متکلمین فرماتے ہیں کہ روح ایک جسم لطیف اور صاف و خفاف کا نام ہے جو بدن میں اس طرح مصراہت کیے ہوئے ہے جس طرح کوئلہ میں آگ اور سبز شاخ میں پانی مصراہت کیے ہوئے ہوتا ہے۔

اور براہین عازبہ کی ایک حدیث میں ہے جو مسند احمد اور سنن البرداء میں ہے کہ ملائکہ الموت اچھے لوگوں کی روح کو جنت کے کمروں میں لپیٹ کر آسمان پر لے جاتے ہیں اور برے لوگوں کی روح کو ناث کے کفن میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں اس قسم کی بے شمار احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے اور نورانی ہے کیونکہ پکڑوں میں پیشانیہ شانِ جسم سے ہے۔

امام رازی قدس اللہ سرہ نے تفسیر کبیر ص ۳۵۱ جلد ۵ میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہ کہ ہے کہ یہی قول قوی ہے اور کتب الہیہ کے ہمت زیادہ قریب اور مطابق ہے اور یہی حضرات متکلمین کا قول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف نورانی اور علوی ہے اور زندہ ہے اور متحرک بالارادہ ہے اور اسکی حقیقت اس جسم محسوس سے بالکل مختلف ہے یہ جسم کثیف آب و گل سے مرکب ہے اور تغیر و تبدل کی آماج گاہ ہے اور وہ جسم لطیف نورانی جو اس جسم کثیف کے اندر مستور ہے وہ کون و فساد اور تغیر و تبدل سے پاک ہے اور یہ جسم نورانی اس جسم محسوس میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جیسے سبز شام میں پانی اور کوئلہ میں آگ سرایت کیے ہوئے ہے اور تیل زیتون میں سرایت کیے ہوئے ہے اس جسم نورانی کا اس جسم کثیف کے ساتھ تعلق موجب حیات ہے اور اس سے علیحدگی اور بے تعلق موجب موت ہے اور اسی قول کو علامہ آلوسیؒ نے اختیار کیا اور فرمایا کہ یہی قول صحیح ہے اور اسی پر کتاب اور سنت اور اجماع صحابہ اور اولیٰ عقلیہ اور فطریہ دلالت کرتے ہیں۔

(دیکھو روح المعانی ص ۴۴۱ جلد ۱۵)

اور حافظ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں اس قول کو صحیح اور موافق بتلایا ہے کتاب الروح حقیقت میں عجیب کتاب ہے جس سے روح تازہ ہو جاتی ہے کہ روح ایک جسم لطیف نورانی کا نام ہے حضرات متکلمین اور محدثین کا یہی مذہب ہے اور اکثر حکماء قدیم کے نزدیک روح جو ہر جود ہے اور حکماء کے نزدیک روح ایک عزم ہے۔

## دوسری معرفت

روح النور اور حادث ہے اس لیے کہ روح مربوط ہے اور جو مربوط ہے وہ مخلوق اور حادث ہے اور اسی پر تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع ہے کہ روح مخلوق اور حادث ہے فلاسفہ میں سے افلاطون اس طرف گیلہ ہے کہ روح قدیم ہے۔

## تیسری معرفت

ارواح اپنی صفات اور کمالات کے اعتبار سے مختلف المراتب میں ایسے کہ رب اعلیٰ کی تربیت کے درجات مختلف ہیں اور فی التوحید امر دینی نہیں رب کی باتے متکلم کی طرف اضافت اس طرف مشیر ہے کہ روح نبوی رب اکرم کی تربیت کا مظاہرہ اور مودہ اعظم ہے اور عجب نہیں کہ عرض اور مددۃ المنتہی تک سیر کرانے میں اشارہ اس طرف ہو کہ روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کمالات نبوت و رسالت کا مددۃ المنتہی ہے اس عروج حسی سے عروج معنوی کی طرف اشارہ ہو واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

## جو تھی معرفت

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح کے کمالات ذاتی نہیں بلکہ رب کریم کا عطیہ ہیں اور وہ کمالات محدود ہیں چنانچہ وَمَا أَوْفَيْتُمْ قَوْلَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا اس پر صراحت دلائی کرتا ہے کہ علم اللہ کا عطیہ ہے اور جو علم تم کو دیا گیا ہے وہ نہایت ہی قلیل اور محدود ہے اس لیے کہ لفظ قَلِيلًا کا مادہ بھی قَلَتَ پر دلالت کرتا ہے اور قَلِيلًا کی تنوین بھی قلیل کے لیے ہے بندہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو جائے مگر اس کا علم اس کے جہل سے کبھی نہیں بڑھ سکتا اس لیے کہ انسان کا علم محدود اور تنہا ہی ہے اور جہل غیر محدود اور غیر تنہا ہی بالفعل ہے جن چیزوں کو انسان نہیں جانتا انکی کوئی حد اور شمار نہیں معلوم ہوا کہ انسان کا جہل اور اسکی لاعلمی غیر محدود اور غیر تنہا ہی ہے اور پھر انسان کو جن چند چیزوں کا علم ہوتا ہے وہ بھی فقط ان چیزوں کے چند ظاہری احوال اور چند صفات اور چند کیفیات کا علم ہوتا ہے مفصل حقیقت اور مابیت کا اور پوری صفات اور تمام کیفیات کا وہاں بھی علم نہیں ہوتا بلکہ انسان جس چیز کے علم کا مدعی ہوتا ہے اس ایک چیز کے علم میں بھی اس کا جہل اس کے علم پر غالب رہتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ علم اور ادراک کا معدن اور مخزن دل اور دماغ ہے جو حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت اور دمت تصرف میں ہے جس کو چاہے عقل دے اور جتنی چاہے اتنی ہی دے اور جس کو چاہے عقل سے بالکل محروم کر دے جس طرح عقل اور ادراک اور شعور کا دینا اس کے اختیار میں ہے اسی طرح چھیننا بھی اس کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے فرما دے اور جس کو چاہے دلا دے ہر حال انسان کا ادراک اور شعور محدود ہے وہ کسی ایک شے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔

## پانچویں معرفت

### لفظ خلق اور لفظ امر کی تشریح اور ان کا باہمی فرق

قرآن کریم میں لفظ خلق اور لفظ امر بکثرت مستعمل ہوئے ہیں اور سورہ اعراف کی اس آیت اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ میں دونوں لفظوں کو یکجا لایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلق اور امر دونوں ایک دوسرے

سے لفظ خلق اور لفظ امر کا باہمی اصل فرق ”حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی لکھی تفسیر سے ماخوذ ہے اور اس پر جو اضافہ ہے وہ اس ناچیز کی طرف سے ہے (واللہ اعلم)

سے جدا اور علیحدہ ہیں کیونکہ امر کو خلق کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے اور عطف بھی مغایرت کو چاہتا ہے رہا یہ امر کہ خلق اور امر میں کیا فرق ہے؟ سوایت کے سیاق و سباق میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلق کے معنی پیدا کرنے کے ہیں اور امر کے معنی حکم اور فرمانروائی کے ہیں یعنی جو چیز اسکی قدرت اور مشیت سے جس کام اور جس مقصد کے لیے پیدا کی گئی ہے اسکے حکم سے اس کام اور اس عرض کے لیے اسکا جاری ہو جانا یہ امر ہے مثلاً کسی مشین کا چھانچہ تیار کرنا اور اس کی کل اور پرزوں کو ایک خاص انداز پر بنانا یہ ایک مرحلہ ہے اور اسکے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ مشین فٹ ہو جانے کے بعد اس میں بجلی کا کرنٹ چھوڑا جائے تاکہ مشین چالو ہو جائے اور اپنی اپنی ساخت کے مطابق تمام کل پرزے حرکت میں آجائیں۔

اسی طرح سمجھو کہ حق تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں طرح طرح کی مشینیں بنائیں جس کو خلق کہتے ہیں اور پھر ہر مشین کا چھوٹا اور بڑا پرزہ ایک خاص انداز کے مطابق بنایا جس کو تقدیر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے فَقَدَرُہُ تَقْدِیرٌۙ اور پھر اس مشین کے تمام کل — اور پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جس کو حق تعالیٰ نے تقویر اور تسویر کے لفظ سے تعبیر فرمایا خَلَقْنَاکُمْ ثُمَّ مَسَوْنَاکُمْ — فَاِذَا اسْمَوْا۟ یُسْۡمٰوْۤہِمْ وَتَقَعَتْ فِیْہِ رِیۡطٌۭ ذُرِّیُّۙ اور پھر اس میں بجلی کا کرنٹ چھوڑ کر یعنی روح بھونک کر اسکو جاری اور چالو کیا جس کو حق تعالیٰ نے نفخ روح سے تعبیر کیا فَاِذَا اسْمَوْا۟ یُسْۡمٰوْۤہِمْ وَتَقَعَتْ فِیْہِ رِیۡطٌۭ ذُرِّیُّۙ — پس جب کرنٹ چھوڑا جاتا ہے تو ہر مشین اپنی اپنی ساخت اور بناوٹ کے موافق چلنے لگتی ہے اور کام کرنے لگتی ہے عرض یہ کہ کسی مشین کو بنانا یہ "خلق" ہے اور جس کام کے لیے وہ مشین بنائی گئی اس کے لیے اسکو چالو کرنے کا نام "امر" ہے۔

جب تک امر الہی کی بجلی نہ چھوڑی جائے اس وقت تک دنیا کی کوئی مشین چالو نہیں ہو سکتی خدا کی طرف سے امر اور حکم ہوا کہ چل توڑا چلنے لگی اِنۡصَاۡۤہُ اَمۡرٌۭہٗۤ اِذَا کَرَادَ شَیۡءٌۭ اَنْ یَّکُوۡنَ لَہٗ کُنۡتَ فِیۡکُمۡۙ جب اللہ کا حکم ہو جاتا ہے تو ہر مشین اپنی اپنی ساخت اور بناوٹ کے موافق حرکت کرنے لگتی ہے خلاصہ یہ کہ جسم انسانی بمنزلہ مشین کے ہے اور روح اس برقی رو کی مانند ہے کہ جو مقبوض کے اندر رہی تاروں کو روشن اور منور کرتی ہے اور دفتر میں بجلی کے کرنٹ چھوڑ دینے کا نام نفخ روح ہے جب تک برقی رو کا تعلق مقبوض کے تاروں سے باقی رہے گا اس وقت تک تمام قبیعہ روشن رہیں گے اور جب اس برقی رو کا تعلق ان تاروں سے منقطع ہو جائے گا تو مٹاؤ روشنی معدوم ہو جائے گی۔

اسی طرح جب تک روح کا تعلق بدن سے ہے گا تو تمام قوی اور اعضاء حس و حرکت میں رہیں گے اور جب روح کا تعلق بدن سے بالکل منقطع ہو جائے گا تو بدن کی حس و حرکت بیکھت ختم ہو جائے گی اول الذکر حالت کا نام حیات ہے اور دوسری حالت کا نام موت ہے۔

اور اگر روح کا تعلق بدن سے بالکل منقطع نہیں ہوا بلکہ سن و سم باقی ہے تو یہ خواب اور نیند کی حالت ہے نیند کی حالت میں انسان کے ظاہری حواس معطل ہو جاتے ہیں مگر بعض طبی احوال بدستور





اور اسی درجہ کی حیات ہے اسی تعلق کی بنا پر مردہ قبر پر گزرنے والے اور سلام کرنے والے کے سلام کو سنتا ہے اور جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا وہ اس وقت بھی اسکو پہچانتا ہے۔  
 اور قرآن اور حدیث نے عالم برزخ کے متعلق جو خبر دی ہے وہ سب حق اور صدق ہے کیونکہ انبیاء کرامؑ نے کہیں بھی ایسے امر کی خبر نہیں دی جو عقلاً محال اور ناممکن ہو عالم آخرت کے متعلق جو خبر دی ہے یا تو وہ خود انکی چشم دید ہے یا جن فرشتوں نے ان کو خبر دی ہے انکی چشم دید ہے اور تمام عقلاء کے نزدیک یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جو شے عقلاً ممکن ہو اور کوئی خبر صادق اسکے وجود اور وقوع کی خبر دے تو عقلاً اس خبر کو قبول کرنا اور تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے خود مشاہدہ اور معاینہ تو دلیل ہے ہی اور کسی خبر صادق کا اپنے مشاہدہ کی خبر دینا یہ بھی تمام عقلاء کے نزدیک دلیل اور حجت ہے اور کسی کا کسی چیز کو نہ دیکھنا یہ کسی عاقل کے نزدیک بھی اس شے کے عدم کی دلیل نہیں مینا کا مشاہدہ نابینا پر حجت ہے اور نابینا کا نہ دیکھنا مینا پر حجت نہیں۔

فلاسفہ عالم آخرت کے بارہ میں نابینا ہیں اور حضرات انبیاء کرامؑ مینا ہیں عالم آخرت کے متعلق حضرات انبیاء کرامؑ جو کچھ مشاہدہ بیان کریں وہ عقلاً قابل قبول ہو گا کیونکہ انبیاء کرامؑ سر تاپا صدق ہیں اور انکے قول اور فعل میں ذرہ برابر بھی کذب کا امکان نہیں اور عالم آخرت کے نابیناؤں یعنی فلاسفہ پر اُولٰٓئِیْنَ وَالْاٰخِرٰتِ کا مشاہدہ حجت ہو گا۔

## آٹھویں معرفت

### روح نظریوں نہیں آتی

روح ایک حقیقت واقعہ ہے مگر لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی اور لمبا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم سے کوئی شے غفی اور پوشیدہ ہوتی ہے اور ہم اسکو محسوس نہیں کر سکتے مگر اسکے آثار کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ایسی شے کے وجود کا انکار نہیں کیا جاسکتا دیکھو ایتھر کہ جس کا حواس سے ادراک نہیں ہو سکتا مگر اسکے وجود کا انکار بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ روشنی کا دار و مدار ایتھر پر ہے ایتھر ایک قسم کی گیس ہے جو تمام علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے اور وہ بذاتہ ساکن ہے جب تک کوئی دوسرا جسم اسکو حرکت نہ دے وہ حرکت میں نہیں آتا جس طرح ہوا کسی آواز کو بذریعہ تموج کے کان تک پہنچاتی ہے اسی طرح ایتھر روشنی کو تموج کے ذریعہ قوسیت باصرہ تک پہنچاتا ہے غرض یہ کہ دنیا میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے احساس سے ہمارے حواس قاصر ہیں مگر لامحالہ انکے وجود کا اقرار کرنا پڑے گا۔

## نویں معرفت

### روح اور نفس میں فرق

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک ہی شے ہیں یعنی روح اور نفس ایک ہی شے کے دو نام ہیں یا دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ہر ایک کی حقیقت اور ماہیت جدا ہے بعض علماء کے نزدیک نفس اور روح ایک ہی شے ہیں مگر علماء محققین کے نزدیک روح اور نفس دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ہیں روح انسان کو آخرت کی طرف بلائی ہے اور نفس دنیا کی طرف بلاتا اور کھینچتا ہے نفس کو سوائے کھانے اور پہننے کے اور کچھ معلوم نہیں نفس، لذات اور شہوات کے اعتبار سے کتاب ہے اور غیظ و غضب کے اعتبار سے درندہ ہے اور مکر و فریب کے اعتبار سے شیطان کا حقیقی بھائی معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم) استاد ابوالقاسم قشیری قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اخلاق حمیدہ کے معدن اور منبع کا نام روح ہے اور اخلاق ذمیرہ کے معدن اور مرجع کا نام نفس ہے مگر جسم لطیف ہونے میں دونوں مشترک ہیں جیسے ملائکہ اور شیطاں جسم لطیف ہونے میں دونوں شریک ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ملائکہ نورانی ہیں نور سے پیدا ہوئے ہیں اور شیطان ناری ہیں نار سے پیدا ہوئے ہیں۔

حافظ ابن عبد البرؒ نے تہذیب شرح موطنیں اس بارہ میں ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے۔

ات اللہ خلق آدم جعل	اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا
فیہ نفسا و روحا ففت	اور ان میں نفس اور روح کو دینے رکھا پس
الروح عفافہ وفہمہ	عفت اور فہم اور علم اور سخاوت اور داناں
وحلمہ وسخاؤہ ووقارہ	قسم کے پاکیزہ اطلاق اور صفات روح سے
ومن النفس شہوتہ وعلیشہ	نکلتے ہیں اور شہوت اور طیش اور سفاہت اور
ومسغہمہ وغوہہا	غیظ و غضب وغیرہ اس قسم کے تمام اخلاق
کنانی الروح الا ان تخرج بمروء ان شامی، و جلدا	ذلیلہ نفس سے ظاہر ہوتے ہیں (روحی الانف)

یہ حدیث اس بات پر صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ آدم کی فطرت میں یہ دو متفاوہ چیزیں ہیوست کر دی گئی ہیں ایک روح جو جنس ملائکہ سے ہے اور ایک نفس جو جنس شیطاں سے ہے بلکہ بقول بعض اولیاء نفس شیطان کا جڑواں بھائی ہے جس طرح قرآن حکیم نے شیطان کو انسان کا دشمن بتایا ہے اسی طرح حدیث میں نفس کو سب سے بڑا دشمن بتایا ہے جیسا کہ ایک ضعیف الاسناد حدیث میں ہے احدی عدوک نفسک الفتن بین جنیبتک :- اے انسان تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے

درمیان واقع ہے اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے شیطان تو احوذ باللہ پڑھنے سے بھاگ جاتا ہے مگر نفس امارت باللہ پڑھنے سے بھی نہیں بھاگتا نیز شیطان جب انسان کو گمراہ کرتا ہے تو نفس کے واسطے سے گمراہ کرتا ہے شیطان اپنے کام میں نفس کا محتاج ہے اور نفس گمراہ کرنے میں شیطان کا محتاج نہیں اس لیے آپ نے نفس کو بڑا دشمن قرار دیا۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں۔

نفس و شیطان زد کریم راہ من رحمت باشد شفاعت خواہ من  
شیخ فرید الدین نے نفس کو شیطان سے پہلے ذکر کیا کہ اغواء میں نفس شیطان کا محتاج نہیں شیطان کو گمراہ کرنے والا اس کا نفس ہے کسی شیطان نے شیطان کو گمراہ نہیں کیا بہر حال نفس انسان کا دشمن ہے اور روح انسان کی دشمن نہیں اس لیے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح اور نفس دو الگ الگ چیزیں ہیں نیز احادیث میں جہاد کی بکثرت ترغیب مذکور ہے اور ایک حدیث میں جہاد نفس کو جہاد اکبر فرمایا کیونکہ نفس قہری دشمن ہے اور دار الحرب کے کافر دور کے دشمن ہیں اور حق تعالیٰ کا حکم یہ ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَدْعُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلِجِدِّيْكُمْ عَذَابًا یعنی اسے مسلمانو! قہری کافروں سے جہاد و قتال کرو ایسے اس قہری دشمن (نفس) سے جہاد کرنا جہاد اکبر ہوا بہر حال قرآن اور حدیث میں نفس سے جہاد کا حکم آیا ہے روح سے جہاد کا حکم نہیں آیا اور قرآن اور حدیث نے تمام اخلاقی ذمہ کی بڑے بولے نفس کو قرار دیا ہے کہ نفس انسان کو لذات اور شہوات کی طرف دعوت دیتا ہے حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پرواہ نہیں کرتا لہذا معلوم ہوا کہ نفس اور روح دو الگ الگ چیزیں ہیں روح جنس ملائکہ سے ہے اور نفس جنس شیطان سے ہے روح نورانی اور روحانی ہے اور نفس ناری ہے جس میں کچھ آمیزش (طین) لگا رہے اور مٹی کی بھی ہے اور یہ انسان جو ایک پتلہ خالی ہے عجیب معجون مرکب ہے کو مادہ روحانی اور مادہ شیطانی کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ کبھی نیر کی طرف مائل ہوتا ہے اور کبھی شر کی طرف عقل جس کا محل قلب ہے کہا قال تعالیٰ لَكُمْ قُلُوبٌ یَّقِنُ قَوْلًا يَكُنْ لَكُمْ آيَاتٍ يَأْتُواكُم بِخَبَرٍ لَّكُم بَعْضٌ مِّنْهُ لَئِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ کہ عقل کا محل دماغ ہے وہ روح کی معین اور مددگار ہے اور نفس شیطان کا مددگار بلکہ اس کا نمائندہ اور اس کا قائم مقام ہے عقل ایک جوہر نورانی ہے اور نفس ایک جوہر ظلمانی ہے جو گتے فوہ و سعادت درمیان آگندہ اند

دوسری بات جو حدیث اَعْلَمُكَ عَدُوْلَكَ نفسک التي بیعت جنید سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ نفس کا مقام دو پہلوؤں کے درمیان ہوتا ہے اس سے بھی روح کا نفس سے مغایر ہونا ثابت ہوا اس لیے کہ روح سر سے بیرون تمام اعضاء بدن میں جاری و ساری ہے پہلو کے ساتھ مخصوص نہیں بہر حال نفس اند روح الگ الگ حقیقتیں ہیں البتہ کتاب و سنت میں نفس کا اطلاق روح پر بھی آیا ہے اس لیے دونوں کے ایک ہونے کا اشتباہ ہو گیا۔

## دسویں معرفت

عارفین کا قول ہے کہ روح انسانی کر اور مرد ہے اور بمنزلہ شوہر کے ہے اور نفس حیوانی مادہ اور توتہ ہے اور بمنزلہ زوجہ کے ہے اور دونوں میں اللہ تعالیٰ نے باہمی محبت ڈال دی دونوں کا باہم نکاح ہو گیا پھر دونوں کے باہمی تعلق سے اولاد پیدا ہونے لگی اور وہ اولاد اعمال میں جو روح اور نفس کے امتزاج سے متولد ہیں اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ تَلْفِظَةٍ اَمْشَاجٍ مُّبْتَلِیْنِہ: حدیث میں ہے کہ اگر مرد کا عطف غالب اور سابق ہوا تو اولاد مذکر پیدا ہوتی ہے اور اگر عورت کا عطف غالب اور سابق ہوا تو نرکی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح سمجھو کہ اگر نفس اور روح کے مخالفت اور معاشرت میں غلبہ روح کا ہوا تو اعمال صالحہ کا تولد ہوگا اور اگر غلبہ نفس کا ہوا تو اعمال بیش کا تولد ہوگا اور تمام ایسے لغت اور ایسے نحو کے نزدیک لفظ نفس متونث سماعی ہے نفس کے لیے جو فعل یا ضمیر لائی جائے گی وہ فعل متونث کا ہوگا اور ضمیر بھی متونث کی ہو گی اور حدیث میں ہے کہ عورتیں جو مشورہ دیں اسکی مخالفت میں خیر و برکت ہے لہذا مرد متونث کو چاہیے کہ نفس کے مشوروں پر نہ چلے روح کے مشوروں پر چلے فتلاک عشوۃ کاملۃ دریں مشہد زگو یاتی وزن دم سن را ختم کن واللہ اعلم۔

قُلِّیْنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ

کہا، اگر جمع ہو دیں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا

هَذَا الْقُرْآنَ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ یُبْعِضُ

قرآن ، نہ لاویں گے ایسا، اور پڑے مدد کریں ایک کی

ظَهِیْرًا ۝۸۰ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ

ایک ۸۰ اور ہم نے بھیر بھیر سمجھائی لوگوں کو اس قرآن میں ہر کہادت

کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا ۝۸۱

سو نہیں دہتے بہت لوگ بن ناشکری کیے۔

(اطلاع) روح اور نفس کے فرق پر میں نے سیرۃ المصطفیٰ صہاروں میں بھی کچھ لکھ دیا ہے اسکو بھی دیکھ لیا جائے (واللہ اعلم بالصواب)

## اعجاز قرآن و اثبات رسالت محمدیہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ لِّمَنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ... إلخ... اللَّهُ كَهُوَ...  
 رابطہ گزشتہ آیات میں یہ بتلایا تھا کہ قرآن کسٹہ شفاء ہے مگر یہ معاندین بجاتے اس کے کہ اس نسبتہ شفاء سے متمتع ہوں نصرت اور عناد پر اترے ہوسے ہیں اور خدا کی رحمت کی قدر نہیں کرتے اب آگے قرآن کا اعجاز بیان فرماتے ہیں جو آپ کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن جیسی معجز کتاب کا آپ پر نازل ہونا یہ اللہ کا آپ پر فضل کبیر ہے چنانچہ فرماتے ہیں اسے نبی آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن میری نبوت کی حجت کبریٰ اور مجھ پر اس کے فضل و رحمت کی آیت عظمیٰ ہے اگر انسان اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن بنا لادیں تب بھی اس جیسا نہ بنا سکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کا مددگار اور پشت پناہ بھی ہو جائے انسان انسان کے کلام کا مقابلہ کر سکتا ہے مگر خدا کے کلام کا کوئی مقابلہ اور برابری نہیں کر سکتا بعض مشرکوں نے یہ کہا تھا کَوْفُسَاءٍ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس قرآن کے مثل کہہ سکتے ہیں اس پر آیت نازل ہوئی لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے یہ چاہا کیوں نہیں تم سب مل کر اس کے مثل بنانا چاہو تو نہ بنا سکو گے تم بے چارے کیا چیز ہو اور البتہ تحقیق ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں قلم قیم کی مثالیں بیان کیں مگر اکثر آدمیوں نے سوائے ناشکری اور ناپاسی کے اور کسی بات کو قبول نہ کیا معلوم ہوا کہ ان کی فطرت اور جبلت اور روحانی مزاج فاسد تھا کفر اور عناد میں ایسے طریقہ کو اختیار کیا جو ان کی روح کے ہم شکل تھا کما قالَ تَعَالَى قَدْ عَلِمَ يُخْلَعُ عَلَىٰ مِثْلِكَ... ہر شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔

وَقَالُوا لَنَنْتَقِمَنَّكَ لَوْلَا أَنَّكَ لَكَاظِمٌ إِلَىٰ نَحْنُ

وَقَالُوا لَنَنْتَقِمَنَّكَ لَوْلَا أَنَّكَ لَكَاظِمٌ إِلَىٰ نَحْنُ

اور بولے ہم نہ ہائیں گے تیرا کہا، جب تک تو

مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۚ أَوْ تَكُونُ لَكَ

نہ ہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جاوے تیرے واسطے

جَنَّةٍ مِّنْ نَّحِيلٍ وَعِيبٌ فَتَفْجَرُ الْأَنْهَارُ

ایک باغ کھیر اور انگوڑ کا ، پھر بہاے تو اس کے بیج نہریں

خَلَّاهَا تَفْجِيرًا ۙ اَوْ تَسْقُطُ السَّمَاءُ كَمَا زَعَمَتْ عَلَيْنَا

چلا کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے مکرے

كِسْفًا اَوْ تَأْتِي بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنُ

مکڑے، یا لے آئے اللہ کو اور فرشتوں کو خائن یا ہو جاوے

لَكَ بَيْتٌ مِّنْ ذُرْحٍ اَوْ تَرْقٰۤی فِي السَّمَاءِ ۚ وَلَنْ

تجھ کو ایک گھر شہری، یا پڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم

تُؤْمِنُ لِرُفْقٰٓئِكَ حَتّٰی تُنْزَلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرُؤُہٗ ۚ قُلْ

یقین نہ کریں گے تیرا پڑھنا جب تک نہ آنا لاوے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں تو کہہ

سُبْحٰنَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۚ وَمَا مَنَعُ

سبحان اللہ! میں کون ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا اور لوگوں کو

النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی اِلَّا اَنْ قَالُوْا

انکاو نہیں ہوا اس سے کہ یقین لاویں جہت بھی انکوارہ کی سوجھ مگر یہی کہہ لگے

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۚ قُلْ لَّوْكَانَ فِی الْاَرْضِ

کیا اللہ نے بھیجا آدمی پیغام لے کر؟ کہہ اگر ہوتے زمین میں

مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْسُوْنَ مُطٰیْنٰیۡنَ لَنَزَّلُنَا عَلَیْہِم مِّنَ السَّمَاءِ

فرشتے، پھرتے بستی، تو ہم انارستے اُن پر آسمان سے

مَلٰٓئِكًا رَّسُوْلًا ۚ قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۚ

کوئی فرشتہ پیغام لے کر کہہ اللہ بس ہے حق ثابت کرنے والا میرے تمہارے بچ

اِنَّہٗ كَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا ۙ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ

وہ ہے اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا اور جسکو سوچاوے اللہ

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ

وہی ہے سوچنا اور جسکو بھٹکا دے پھر تو نہ پاوے انکے کوئی رفیق

مَنْ دُونِهِ ۚ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ

اس کے سوا اور اٹھا دیں گے ہم انکو دن قیامت کے اندھے منہ پر

عَمِيًّا ۚ وَبُكْمًا ۚ وَصُمًّا ۚ مَا وَلَهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ

اندھے اور گونگے اور بہرے ٹھکانا ان کا دوزخ ہے جب لگے گی بجھنے

رَدْنَهُمْ سَعِيرًا ۙ ۙ ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِمَا كَفَرُوا بِآيَاتِنَا

اور دینگے ان پر بھڑکا یہ اُن کی سزا ہے اس واسطے کہ منکر ہوتے ہماری آیتوں سے

وَقَالُوا ۖ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا ۖ اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا

اور بولے، کیا جب ہوں گے ہڈیاں اور ہڈیاں؟ کیا ہم کو اٹھانا ہے نئے بنا

جَدِيدًا ۙ ۙ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کر؟ کیا نہیں دیکھ چکے جس اللہ نے بنائے آسمان و

وَالْاَرْضِ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ وَجَعَلَ لَهُمْ

زمین، سکتا ہے ایسوں کو بنانا اور ٹھہرایا ہے انکا

اَجَلًا ۚ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ فَاَبٰی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۙ ۙ قُلْ

ایک وعدہ ہے شبہ سو نہیں رہتے بے انصاف بن ناشکری کہتے کہ

لَوْ اَنْتُمْ تَسْلِكُوْنَ خَزَاۤیِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ ۖ اِذَا لَمْ مَسْكُمْ

اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے میرے رب کی ہر کے خزانے، تو مقرر موند رکھتے

خَشِيَّةَ الْاِنْفَاقِ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۙ ۙ

اس دُور سے کہ خرچ ہو جاویں اور ہے انسان دل کا تنگ





## معاندین کے سوالات اور ان کے جوابات

قال الله تعالى وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ كُنْ نَجْوَ... إلخ ..... وَكَانَ الْخِطَابُ قَسْوُوكَ  
در بط (گزشتہ آیت میں قرآن کے اعجاز کا ذکر تھا جب مشرکین جواب سے عاجز اور لاجوار ہو گئے تو انہوں  
نے ازراہ عناد آپ سے بے شمار بے سرو پا فراتیں شروع کیں اور کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ نشان  
دکھائیے جن کا آئندہ آیت میں ذکر ہے ان کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں ان آیات میں کفار کے  
ان شبہات کا جواب دیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے متعلق تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اور یہ لوگ باوجودیکہ قرآن کا اعجاز ان پر ظاہر ہو گیا اور آپ کی نبوت و رسالت اس سے ثابت  
ہو گئی پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔

(۱) یہاں تک کہ تو ہمارے لیے مکہ کی زمین سے چشمہ جاری کر دے جس سے تمام اہل مکہ سیراب ہوں۔  
(۲) یا غاص تیرے لیے کھجوروں یا انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تو ان کے دریاں میں نہریں جاری کر دے  
اور اس قسم کا باغ تیری سرداری اور برتری کا نشان ہو۔

(۳) یا ہم پر کوئی بلا نازل کر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے اور ہم کو ڈراتا رہتا ہے کہ ہم پر آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے  
کر کے گرا دے جس سے تیرے نہ ماننے والے مر جائیں۔

(۴) یا اے آقا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے کہ ہم اپنی آنکھوں سے سب کو دیکھ لیں اور ہمارے  
سامنے یہ شہادت دیں کہ یہ خدا کا رسول ہے۔

(۵) یا تیرے پاس سونے کا گھر ہو جس سے دنیا میں تیری کوئی شان ظاہر ہو۔

(۶) اور یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تجھے چڑھتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں

(۷) اور پھر ہم تیرے چڑھنے پر بھی تیری نبوت پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تو ہم پر

ایک کتاب اتار کر لاتے جس کو ہم آپ پڑھ لیں اور اس میں یہ لکھا ہو کہ یہ ہمارا رسول ہے تم

اس کا اتباع کرو اگر تم ہماری ان باتوں کو پورا کر دو گے تو ہم تم کو سہاں میں لے کر اور جان لیوے کے کوئلے کی پہاڑی پر

مرتبہ ہے اور تم ان کے اٹھیں ہو اس سے تم کو اپنا رسول بنا کر بھیجے گا آپ ان سب خرافات کے جواب

میں کہہ دیجئے کہ یہ فراتیں اس شخص سے ہو سکتی ہیں جو اپنے لیے کمال قدرت کا مدعی ہو میرا پروردگار

پاک ہے اس سے کہ اس کی قدرت کا مدعی کوئی اس کا شریک ہو بشر میں یہ قدرت نہیں کہ وہ اس قسم

کے نشانات دکھلا سکے میں نہیں ہوں مگر ایک بشر جس کو خدا نے جہادی ہدایت کے لیے بھیجا

ہے مجھ کو اسی قدر قدرت حاصل ہے جو ایک بشر کو دی گئی ہے مگر میں اللہ کا رسول اور اس کا فرستادہ

ہوں اس کا پیغام اور اس کے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہوں ایسی باتیں کرنے کی مجھ میں قدرت

نہیں جیسے پہلے رسول گزرے ہیں ایسا ہی ہیں بھی رسول جنوں اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں پیغمبروں کو مناسب حال معجزات عطا کیے اور ان معجزات کا ظہور اللہ کی قدرت اور مشیت سے تھا رسولوں کے اختیار اور مشیت سے نہ تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا اور میری تصدیق کے لیے بہت سے معجزات دیئے جو تمہارے ان فراموشی معجزات سے ہرگز کم نہیں مثلاً شق القمر اور انگلیوں سے پانی کا جاری ہو جانا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے معجزات آپ سے ظاہر ہوئے کہ جو آپ کی صداقت ثابت کرنے کے لیے کافی اور شافی تھے اور مشرکین کے اس قول سے کہ ہم تیرے آسمان پر چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے الٰہی آخرہ ان کا عناد اور ہٹ دھرمی صاف ظاہر ہے اور فتنہی اور دجی آدمی کا منہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔

## جواب استعجاب کفار بر رسالت بشر

اب آگے کافروں کے اس استعجاب کو ذکر کر کے اس کا رد فرماتے ہیں کافروں کا استعجاب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو ہی رسول بنا کر بھیجا حالانکہ کو رسول کیوں نہیں بنایا چنانچہ فرماتے ہیں۔  
اور جب لوگوں کے پاس ہدایت یعنی قرآن آگئی تو انکو ایمان لانے سے سوائے اس بات کے اور کسی امر سے نہیں روکا کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی لوگوں کے پاس قرآن اور مہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کے متعلق سوائے اسکے اور کوئی عذر نہیں ہے کہ وہ بشر کے رسول ہونے کو مستبعد جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد بشر ہیں اور بشر رسول نہیں ہو سکتا اگر اللہ رسول بھیجنا چاہتا تو اسکے یہاں فرشتوں کی کیا کمی تھی یہ لوگ بشریت کو رسالت کے معافی سمجھتے تھے حالانکہ پہلے جتنے بھی نبی گزرے وہ سب کے سب بشر ہی تھے ان میں سے کوئی فرشتہ نہ تھا اسے نبی! آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے کہ اس میں اطمینان سے چلتے پھرتے تو پھر ہم لیکے مناسب ضرور آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیج دیتے جو انہی کی جنس سے ہوتا کیونکہ تعلیم و تلقین کے لیے مناسب اور باہمی جنسیت شرط ہے مگر چونکہ زمین پر آدمی رہتے ہیں تو آدمی ہی رسول ہونا چاہیے۔

## جواب اخیر مشتمل بر وعید سعیر

اور اگر باوجود دلائل ظاہرہ اور آیات باہرہ کے یہ ظالم آپ سے کہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت کا گواہ کون ہے تو آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ میرے نبی اور رسول ہونے پر میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی ہے گواہ اللہ کی گواہی ہے کہ اس نے میری زبان سے علم و حکمت کے وحشے جاری کر دیئے اور قسم قسم کے معجزات اور نشانے

میرے ہاتھ سے تم کو دکھلا دیتے ہیں اللہ کی گواہی ہے بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے ان کو دیکھنے والا ہے وہ حادث کو بھی جانتا ہے اور کاذب کو بھی اور سعادت اور شقاوت اور ہدایت اور ضلالت سب اسکے ہاتھ میں ہے جس کو اللہ ہدایت یعنی توفیق دے وہی ہدایت پائے والا ہے یعنی جس کے دل میں اللہ ہدایت ڈال دے وہی ہدایت پائے والا ہے پھر کسی کو قدرت نہیں کہ اسے گمراہ کر سکے اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پائے گا جو اسے راہ ہدایت پر لے جائے اس سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی قسمت میں اللہ نے ہدایت لکھ دی ہے وہ ضرور ہدایت پائیں گے اور جن کو وہ ازل میں گمراہ ٹھہرا چکا ہے ان کا حق اور ہدایت کی طرف، نا محال ہے پس ایسی صورت میں آپ کافروں کے اعراض سے رنجیدہ اور ملول نہ ہوں قیامت کے دن سب کے اعمال کا نتیجہ ظاہر ہو جائے گا اور قیامت کے دن ہم ان گمراہوں کو ان کے منہ کے بل اندھا اور گونگا اور بہرا بن کر اٹھائیں گے یہ سزا ان کو اس لیے دی جائے گی کہ وہ دنیا میں لٹے چلے تھے اور حق کے دیکھنے سے اندھے اور کہنے سے گونگے اور سننے سے بہرے بنتے ہوئے تھے ابتداء حشر کے وقت انکی یہی حالت ہوگی تاکہ ان کی ذلت اور رسوائی سب پر ظاہر ہو بعد میں یہ حالت نہ رہے گی اس لیے کہ دوسری آیات اور احادیث سے ان کا دیکھنا اور بولنا اور سننا ثابت ہے ان گمراہوں کا ٹھکانا جہنم ہے جب وہ آگ بجھنے لگے گی تو ہم اسکو اور بھر کا دیں گے یہ ان کی سزا ہے اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا اور کہا کہ جب ہم مرے پیچھے ہڑیاں اور بالکل دیزہ دیزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم نمی پیدا نہیں سے اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انکے خیال بالکل غلط ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ یقیناً ان کے مثل پیدا کرنے پر بھی قادر ہے لیکن اللہ نے اس دوبارہ پیدا کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کچھ شک نہیں جس طرح اس دنیاوی حیات کے لیے ایک وقت مقرر ہے اسی طرح دوبارہ زندگی کے لیے بھی وقت مقرر ہے اس پر بھی ظالموں نے سوائے ناشکری کے اور بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ عذاب ضرور آکر رہے گا لیکن اسکی ایک مدت مقرر ہے اور آدمی جب مر گیا تو اسکی قیامت آگئی۔

ادھر کی آیتوں میں اللہ کے فضل اور رحمت کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جس کو چاہے سرفراز فرمائے اور اس نے اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اِنَّ فَضْلَكَ كَافٍ عَلَيْكَ كَافٍ اس کے بعد مخالفین کے قسمت آمیز سوالات کا ذکر فرمایا جن میں ایک سوال یہ تھا کہ کافر یہ کہتے ہیں کہ ایمان جب لائیں گے جب زمین میں چشمے اور نہریں جاری ہو جائیں تاکہ زراعت سے اموال کثیرہ جمع ہو جائیں اور کھجور اور انگور کے باغات پیدا ہو جائیں اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر

بالفرض تم اللہ کی رحمت پر قابض اور متصرف ہو جاؤ تو تم اپنی طبعی تنگ دلی اور جبلی بخل کی وجہ سے ختم ہو جانے کے خوف سے اپنا ہاتھ روک لو گے لہذا تمہاری یہ فرمائش پوری نہ ہوگی اور خزانہ رحمت اور وسائل رزق و معیشت تمہارے اختیار میں نہیں دیئے جائیں گے اللہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی حکمت اور مصلحت سے جس پر چاہے رزق کو وسیع کرے اور جس پر چاہے تنگ کرے اور جس کو چاہے اپنے فضل سے اور رحمت سے نبوت اور قرآن عظیم عطا کرے اللہ اپنے بندوں سے باخبر ہے چنانچہ فرماتے ہیں (اے نبی) :

اَپ ان ظالموں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم میرے پروردگار کے خزانہ اسے رحمت کے مالک اور متصرف بن جاؤ تو البتہ اس وقت بھی تم اپنے ہاتھ خرچ کرنے سے روک لو گے اس دوسرے کرے خزانے کی طرح ہو کر تم ہوجاؤ اور انسان بڑا تنگ دل ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم بے شمار خزانوں کے بھی مالک ہو جاؤ تو تب بھی تم اس بخل اور دنارست پر رہو گے لہذا تم ایسی باتوں کا کیوں سوال کرتے ہو تم اس قابل نہیں تم میسوں کو دینے سے کیا فائدہ (تفسیر کبیر ص ۳۱۶)

اس آیت کے بارہ میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ آیت خاص مشرکوں کے حق میں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ عام ہے اور مقصود انسان کا من حیث انسان ہونے کے اعتبار سے — حال تنگنا ہے کہ وہ طبعی طور پر بخیل ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ توفیق اور ہدایت دے کما قال تعالیٰ وَكَفَىٰ يَتَّقِ شَيْخًا تَفْسِيرُهُ قَاوِلُكَ هُمْ الْمُفْجَحُونَ اور جہود کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ (تفسیر قرطبی ص ۳۲۵ جلد ۱۰)

یہ تمام کلام منکرین کے تہدید میں تھا اب آگے پھر منکرین نبوت کے تہدید کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَنَسَىٰ بَنِي

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو (۱۰) نشانیان صاف پھر بلوچہ بنی

إِسْرَءِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ

اسرائیل سے، جب آیا وہ انکے پاس، تو کہا اسکو فرعون نے، میری اہمک میں

يَمُوسَىٰ مَسْحُورًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَمَا أَنزَلَ

موسٰی تجھ پر جادو ہوا بولا تو جان چکا ہے کہ یہ جیسی نہیں کسی نے نہیں

هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَافِرٍ

اتاریں، مگر آسمان و زمین کے صاحب نے سوجھانے کو

وَأِنِّي لَآظُنُّكَ يُفِرُّعُونَ مَثْبُورًا ۝۱۲

اور میری اچھل میں فرعون! تو کھپا چاہتا ہے پھر چلا

أَنْ يَسْتَفِرَّهُمْ مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ

کہ ان کو چین نہ دے اس زمین میں، پھر ڈبا دیا ہم نے

وَمَنْ مَعَهُ جَمِيعًا ۝۱۳ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ

اسکو اور اسکے ساتھ والوں کو سارے اور کہا ہم نے اس کے پیچھے بنی اسرائیل کو

اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ

سو تم زمین میں پھر جب آدے گا وعدہ آخرت کا، لے آویں گے ہم تم

لَفَيْفًا ۝۱۴ وَيَا حَقَّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَّلْ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ

کو سمیٹ کر اور سچ کے ساتھ اتارا ہم نے یہ قرآن اور سچ کے ساتھ اترا اور تجھ کو جو بھیجا ہم نے

إِلَّا مَبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝۱۵ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى

سو خوشی اور ڈر سناتا اور پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے اسکو بانٹ کر کہ پڑھے

النَّاسِ عَلَى مَكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝۱۶ قُلْ إِمْنُوا بِهِ

تو اسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور اسکو ہم نے اتارتے اتارا کہ تم اس کو مانو یا

أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا

نہ مانو جن کو علم ملا ہے اس کے آگے سے جب

يَتْلَى عَلَيْهِمْ يُخْرُونَ إِلَّا أَنْ سُبِّحَ اللَّهُ ۝۱۷ وَيَقُولُونَ

ان کے پاس اسکو پڑھتے گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدے میں اور کہتے ہیں

سُبْحَنَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝ وَيَخْرُجُونَ

ہاگ ہے ہمارا رب بے شک ہمارے رب کا وعدہ البتہ ہونا ہے اور گرتے ہیں

لِلْآذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۝

ٹھوڑیوں پر روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی ہے انکو عاجزی

ذکر معجزات موسیٰ برائے تحقیق رسالت محمدیہ ﷺ

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ... الخ... وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (ربط) گزشتہ آیات میں مخالفین کے معاندانہ سوالات کا ذکر تھا اب ان آیات میں معجزات موسیٰ یعنی ان نشانوں کو ذکر کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی تہدید کے لیے عطا کی تھیں مگر باوجود اسکے وہ ایمان نہیں لاتے اور بالآخر ہلاک ہوئے اور عرق ہوتے اسی طرح تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کرتے ہو اور تمہارا حال یہ ہے کہ اگر تمہاری سفارش کے مطابق وہ معجزات ظاہر کر بھی دیئے جائیں تب بھی تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر دے گے۔

جس طرح وہ منکبر اور جبار (فرعون) خدا تعالیٰ کے درویش نبی یعنی موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکا اسی طرح سمجھ لو کہ تم ہمارے کلمی والے نبی کا مقابلہ نہ کر سکو گے یہ رسول بھی موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور بنی اسرائیل کے بھائیوں (یعنی بنی اسماعیل) میں سے مبعوث ہوا ہے اس کا عطا قرآن سے سب کفروں کو نکل جائے گا اور دکار بھی نہ لے گا تم اپنے انجام کو سوچ لو موسیٰ علیہ السلام کوئی فرشتہ نہ تھے بلکہ ظاہر صورت کے لحاظ سے ایک بے سرو سامان بشر تھے مگر درپردہ فرشتہ سے بڑھ کر تھے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بشری اور ظاہری فقری اور درویشی سے دھوکہ نہ کھاؤ اس لباس بشری میں خداوند ذوالجلال کی پیغمبری متصور ہے کوئی فرعون اور ہامان اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا اور جس طرح فرعون اور فرعونوں کے عرق کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سرزمین مصر کا وارث بنایا اسی طرح غفریب مکہ فتح ہوگا اور اس نبی آخر الزمان کے اصحاب اول سرزمین عرب کے وارث ہوں گے اور پھر سرزمین شام کے وارث ہوں گے جو بنی اسرائیل کا کبابی مسکن ہے غرض یہ کہ اس تمام کلام سے اثبات رسالت مقصود ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) روشن نشانیاں دیں جو انکی نبوت و رسالت کی

روشن دلیلیں تھیں جن کا ذکر نویں پارہ کے چھٹے رکوع میں گذر چکا ہے اور اگر تم کو کچھ شک ہو تو بنی اسرائیل کے علماء سے پوچھ لو کہ جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس یہ معجزات لے کر آئے جن کا ان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور پھر ان کے بعد وہ معجزات تم تک بطریق تواتر پہنچے جس میں شک اور شبہ کی گنجائش نہیں اس لیے کہ تواتر بھی بمنزلہ مشاہدہ کے ہے آپ علماء بنی اسرائیل سے پوچھ لیجیے وہ آپ کے قول کی تصدیق کریں گے اور وہ نو معجزے تمہارے ان فریفتہ معجزات کے برابر یا اس سے بڑھ کر تھے ہم اب بھی اس قسم کے معجزات عطا کرنے پر قادر ہیں مگر اس وقت ہماری مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ فی الوقت اس قسم کے معجزات کا ظاہر کرنا سودمند نہیں۔

(تفسیر کبیر ص ۳۳۵)

آیت مذکورہ وَاَلَمْ نَكْنُزْ اَيْنَا مَوْجِئَاتِ نَسْجِ اَيَا تِ؟ بَيِّنَاتِ میں علماء تفسیر کے دو قول ہیں۔

یہ ہے کہ تَسْجِ اَيَا تِ؟ بَيِّنَاتِ سے موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزے

## قول اول

(۱) عصا اور (۲) ید بیضا اور (۳) قطبہ اور (۴) طوفان باران اور (۵) جراد یعنی مڈیاں اور (۶) قتل یعنی چیچریاں اور (۷) ضفادع یعنی میزدک اور (۸) دم یعنی خون اور (۹) نقص ثمرات یعنی پھلوں کی کمی۔

یہ نولہ آیات بینات اور مفضلات ہیں اور آیات واضحات ہیں جن کا فرعونوں نے مشاہدہ کیا مگر ان ظالموں پر ان آیات واضحات نے کچھ اثر نہ کیا اسی طرح اگر ہم ان لوگوں کے سوالات پورے کر دیں کہ جسے اور نہریں جاری کر دیں تو یہ ظالم بھی فرعونوں کی طرح ایمان نہ لائے دے نہیں جیسے فرعون نے باوجود مشاہدہ آیات بینات موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ اِنِّیْ اَظُنُّکَ یٰمُوسٰی مَسْخُوْرًا اے موسیٰ میں تم کو جادو گر گمان کرتا ہوں اسی طرح یہ ظالم ان معجزات کے ظاہر ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو گر بتلا دیں گے لیکن قوم فرعون کو تو ان آیات بینات پر ایمان نہ لانے کے بعد غرق کر دیا گیا مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کی قوم کو ہلاک کرنے کا نہیں اس لیے ان کے یہ سوالات پورے نہیں کیے اور موسیٰ علیہ السلام کو ان نو نشانیوں کے سوا اور بھی نشانیاں عطا ہوئیں مثلاً (۱) دریا کا شق ہونا (۲) عصا کے پتھر پر مارنے سے پتھر سے پانی نکل آنا۔

(۳) پتھر سے بارہ چشموں کا جاری ہو جانا۔ (۴) بنی اسرائیل پر سن و سلویٰ نازل ہونا۔

۱۔ ان نو نشانیوں میں سے سات کی تعیین پر تو سب کا اتفاق ہے اور دو میں اختلاف ہے جن سات کی تعیین پر اتفاق ہے وہ یہ ہیں (۱) ید بیضا (۲) طوفان (۳) جراد (۴) قتل (۵) ضفادع (۶) دم اور جن کی تعیین میں اختلاف ہے وہ بعض کے نزدیک (۱) قتل (۲) جراد (۳) دم اور بعض کے نزدیک (۱) قط اور (۲) دم پیداوار (واللہ اعلم)

(۵) بنی اسرائیل پر ابر کا سایہ کرنا وغیرہ ذالک یہ نشانیاں موسیٰ علیہ السلام کو بلا دمصر سے نکلنے کے بعد عطا ہوئی تھیں لیکن اس جگہ انہیں نو نشانوں کا ذکر ہے جن کا مشاہدہ فرعون لعین نے کیا تھا اور قوم فرعون نے مصر میں ان کو دیکھا تھا اس لیے یہی آیات ان پر رحمت تھیں جن کی ازراہ عناد انہوں نے مخالفت کی اور تباہ و برباد ہوئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تسع آیات مینات سے نو معجزات مراد ہیں جو سورۃ اعراف میں مذکور ہیں آیت کی تفسیر میں یہ پہلا قول ہوا اب دوسرا قول سنئے۔

**قول دوم** | نو آیات سے تورات کے نو احکام مراد ہیں جیسا کہ مسند احمد اور ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے دو عالموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تسع آیات کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا وہ احکام یہ ہیں۔

(۱) خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (۲) بھڑی مت کرو (۳) زنا مت کرو (۴) ناحق خون مت کرو (۵) سود مت کھاؤ (۶) جادو مت کرو (۷) کسی بے گناہ کو مت پکڑو (۸) کسی عیض عورت پر تہمت نہ لگاؤ (۹) جہاد سے مت بھاگو۔

یہ نو احکام تو عام ہیں یعنی سب کے لیے ہیں اور ایک حکم اسے یہود خاص تمہارے لیے ہے کہ سمیت یعنی شنبہ کے دن حدود الہی سے تجاوز نہ کرنا یہود نے سن کر آپ کی تصدیق کی اور ان دونوں یہودیوں نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نبی ہیں آپ نے ان سے پوچھا کہ پھر تم میرا اتباع کیوں نہیں کرتے انہوں نے کہا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی تھی کہ آئندہ بنو مت ہمیشہ انہی کے خاندان میں رہے (یہ ان کا داؤد علیہ السلام پر افتراء تھا اور یہ کہا کہ ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ہم آپ کا اتباع کریں گے تو یہودی ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔ متفقین کے نزدیک راجح پہلا قول ہے کہ تسع آیات سے نو معجزات مراد ہیں اور وہ کلمات جو حدیث میں مذکور ہوئے وہ مراد نہیں کیونکہ وہ احکام اور وصایا سے تورات میں ان میں سے فرعون پر کوئی چیز رحمت نہیں لفظ بصائر بھی اسی معنی پر ہی چسپاں ہوتا ہے یعنی میرے معجزات ایسی چیزیں جنکو دیکھ کر آنکھیں کھل جائیں اور ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کے علاوہ تورات کے ان نو احکام کو بھی بیان کیا ہو مگر راوی نے احکام کا تو ذکر کر دیا اور معجزات کو حذف کر دیا واللہ اعلم۔

اور آیات قرآنہ میں تسع آیات مینات سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو بطور دلائل و حجج فرعونوں کو دکھلائے گئے تاکہ ان پر رحمت قائم ہو حافظ ابن کثیر کا خیال ہے کہ اسی روایت میں راوی کو اشتباہ ہوا کہ اس نے کلمات عشر کی جگہ تسع آیات کو ذکر کر دیا بہر حال سیاق و سباق کا مقتضی یہ ہے کہ تسع آیات



بینات سے وہ معجزات سرا دیلے جاتیں جو فرعونوں پر رحمت قائم کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو اور فرعونوں کو ان آیات بینات سے ڈرایا تو فرعون نے اذراہ کبیر و مرد موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ اے موسیٰ میں بلاشبہ کچھ کو جادو کا مارا ہوا خیال کرتا ہوں جس کی وجہ سے تو مجنوں الحواس ہو گیا ہے اور ایسی ہلکی ہوئی باتیں کرتا ہے جب فرعون نے ان آیات بینات کو باوجود واضح ہونے کے نہ مانا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا البتہ تحقیق تو ضرور جان چکا ہے اور دل سے مان چکا ہے کہ ان نشانوں کو سوائے آسمانوں اور زمینوں کے پروردگار کے اور کسی نے نہیں اتارا مگر تو خدا اور عناد سے ان کا انکار کرتا ہے اور یہ ایسے نشانات ہیں کہ جن کو سوائے پروردگار عالم کے کوئی اتار ہی نہیں سکتا پروردگار ہی نے ان نشانوں کو اتارا ہے درآن حالیکہ وہ سامان بصیرت ہیں کہ جن کو دیکھنے سے چشم بصیرت روشن ہو جاتی ہے اور دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور حق نظر آنے لگتا ہے اور انسان پہچان لیتا ہے کہ یہ خدا کی کوثر ہے کوئی جادو نہیں مگر خدا اور عناد کی پتی بصارت اور بصیرت سب کو معطل کر ڈالتی ہے چنانچہ فرعون اور اس کی قوم ان بصائر اور معجز کے دیکھنے کے باوجود ایسی اندھی بنی کہ بنی اسرائیل کو نیست و نابود کرنے کا ارادہ کیا پس فرعون نے یہ ارادہ کر لیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے سرزمین مصر سے قدم اکھاڑے کہ بنی اسرائیل اس سرزمین میں رہتے نہ پاتیں جب اس نے چاہا تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو دریائے قلم میں غرق کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی اور اس کے غرق کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ جاؤ اسی سرزمین میں بسو جہاں سے وہ تم کو نکالنا چاہتا تھا اسی طرح اللہ کو قدرت ہے کہ مشرکین مکہ کو تہاہ کر کے مسلمانوں کو ان کی سرزمین کا وارث بنائے اور اس میں ان کو بسائے اسی آیت میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے اور جو لفظ اس آیت میں فرعون کے متعلق لایا گیا ہے فَكَذَّبَ اَنْتَ يَسْتَفْزِمُ هُمْ رَبَّنَا الْكَذِبُ — یعنی اسی قسم کا لفظ اسی صورت میں تین روئے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گزر چکا ہے وَانْ كَاذُوْا يَكْسِفُوْا ذٰلِكَ مِنَ الْكَذِبِ رٰلِیْخِرُ جُؤَافٌ مِنْهَا یٰمِی اہل مکہ آپ کو اس سرزمین سے نکالنا چاہتے ہیں اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ غفیب آپ کو اس سرزمین کا وارث بنائے جس سے مشرکین مکہ آپ کو نکالنا چاہتے ہیں۔

بہر حال فرعون اور فرعونوں کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی نجات کا ذکر و ماجرا تو اس دنیا میں ہوا چھب آخرت کا وعدہ آپہنچے گا تو ہم سب کو گڈ مڈ یعنی غلط ملط میدانِ حشر میں لا موجود کر دیں گے تو میں اور کافر اور نیک اور بد سب گڈ مڈ اور مخلوط ہوں گے اور سب کو جمع کر کے فیصلہ کر دیا جائے گا اور جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر توحید کو حق کے ساتھ اتارا اسی طرح ہم نے اس قرآن کو آپ پر حق کے ساتھ اتارا اور حق ہی کے ساتھ آپ پر نازل ہوا ازاوّل تا آخر شایعین سے محفوظ ہے، ازاوّل تا آخر حق ہی حق ہے اور صدق ہی صدق ہے جس طرح خدا کے پاس سے

چلا تھا اسی طرح محفوظ و محروس ہذا کم و کاست آپ کے پاس پہنچ گیا غیر کلام اس سے مخلوط نہیں ہوا اور جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بیغیر بنا کر بھیجا کہ لوگوں کو اللہ کے احکام پہنچا دیں مگر ہدایت انکے اختیار میں نہ تھی اسی طرح ہم نے آپ کو فقط بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ایمان پر ثواب اور نجات کی بشارت دیدینا اور کفر و معصیت پر عذاب سے ڈرانا یہ آپ کا کام ہے باقی کسی کو ہدایت دینا وہ سب ہمارے اختیار میں ہے لہذا آپ کسی کے کفر اور معصیت سے رنجیدہ اور غمگین نہ ہوں اور علاوہ ازیں کہ ہم نے اس قرآن کو حق اور صدق کے ساتھ نازل کیا ہے بمقتضائے رحمت ہم نے اس میں ایک رعایت یہ بھی رکھی ہے کہ ہم نے اس قرآن کو ٹکڑے کر کے اتارا ہے تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سکیں اور لوگوں کو اسکے یاد کرنے اور سمجھنے میں آسانی ہو اور ہم نے اس کو حسب حالات و واقعات تدریجاً اتارا ہے تاکہ واقعہ سامنے ہونے سے حقیقت خوب واضح ہو جائے اور آیت اور حکم کا مصادق نظروں کے سامنے آجائے اور ہر آیت اور ہر حکم مکمل اور موقعہ خوب اچھی طرح دل نشین ہو جائے تاکہ آیت کو بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے نیز اگر تمام احکام دفعہ نازل ہو جاتے تو گھبرا جاتے یہ اللہ کا کلام ہے اور اسکے احکام ہیں جس کو خدا نے بندوں کی مصلحت سے ٹھوڑا ٹھوڑا اتارا ہے اس تدریجی نزول میں تمہاری مصلحت ملحوظ ہے لہذا تم کو چاہیے کہ اس کتاب پر ایمان لاؤ تاکہ تم کو فائدہ ہو ورنہ خدا تعالیٰ بے بنیاد ہے اسے کسی کے ایمان کی ضرورت نہیں اسے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ خدا کے یہاں سب برابر ہے تحقیق جن لوگوں کو قرآن کے نزول سے پہلے علم دیا گیا یعنی حق شناس اور نیک دل علماء اہل کتاب ان کا یہ حال ہے کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کلام خداوندی کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے ٹھوڑیوں کے بن سجدہ میں گر جاتے ہیں کیونکہ جب انسان پر کسی کی عظمت و ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے تو اکثر وہ زمین پر اُتر دھا گر جاتا ہے اور اذ قاتل پر گرنا یہ کنایہ ہے غلبہ خوف اور جذبہ شوق سے اور مطلب یہ ہے کہ غلبہ شوق کی بنا پر اسکی تعظیم کے بجائے لانے میں جلدی کرتے ہیں حتیٰ کہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور سجدہ کی حالت میں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار وعدہ خلافی سے پاک ہے یہ ناممکن ہے کہ اس نے جو اپنی پہلی کتابوں میں وعدہ کیا ہے وہ پورا نہ کرے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہونا ہی ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تو ریت کتاب استثناس میں یہ وعدہ کیا تھا کہ اے بنی اسرائیل! میں تیرے بھائیوں یعنی حضرت اسماعیلؑ میں سے ایک بنی اعداؤں کا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالوں گا اس بشارت اور وعدہ کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب بشارت النبیین میں لکھ دی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

اس آیت میں ان حق شناس اور طالب حق علماء اہل کتاب کا ذکر ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے انکو تو ریت اور انجیل کا علم دیا گیا تھا جیسے زید بن عمرو بن نفیلؓ اور سلمان فارسیؓ اور ابوذر غفاریؓ وغیرہ یہ لوگ انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی خبروں کی وجہ سے

بنی آخر الزمان اور قرآن کے منتظر تھے وہ اس قرآن کو سن کر خوش ہوئے اور سجدہ فکر کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلائی کے عیب سے پاک ہے کتب سماویہ و مقدسہ میں جو اس نے بنی آخر الزمان کے بعوث کرنے اور قرآن کے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ تو ضرور پورا ہونا ہی تھا خدا تعالیٰ نے کتب سابقہ میں جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا فرمادیا قرآن کو سنتے ہی سمجھ گئے کہ یہ اس وعدہ کا ایفاء ہے اور ایمان لے آئے اور قرآن سننے کے وقت ان پر ایسی رقت اور کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ قرآن کی معظمت انکے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی ہے اور یہ قرآن کا سننا بارگاہ خداوندی میں انکی فروتنی اور عاجزی کو اور زیادہ کرتا ہے یعنی وہ بڑے نرم دل ہیں قرآن سن کر ان پر عجیب رقت طاری ہو جاتی ہے یہ حال تو اہل علم کا ہے اور جاہل اور نادان اس قرآن کا مذاق اڑاتے ہیں۔



قُلْ ادْعُوا اللَّهَ اَوْادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۖ اَيَّامًا

کہہ اللہ کو پکارو یا رحمن کو جو کہہ کر

تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَلَا تَجْهَرُوْا

پکارو گے سو اسی کے ہیں سب نام خاصے اور تو نہ پکار

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ

اپنی نمازیں نہ پیچھے پڑھ اور ڈھونڈے اس کے

ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۱ وَقُلْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي

تجہ میں راہ اور کہہ سراہیے اللہ کو جس نے

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِی الْمُلْكِ

نہیں رکھی اولاد نہ کوئی اسکا سا جھی سلطنت میں

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وِلٰیٌّ مِّنَ الدِّیْنِ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝۱۲

نہ کوئی اس کا مددگار دینت کے وقت بد اور اسکی بڑائی کر بڑا جان کر

## خاتمہ سورت بر توحید و تمجید

قال الله تعالى قُلْ اِذْعُوا لِلّٰهِ اَوْ اِذْعُوا لِلرَّحْمٰنِ ... اے ..... کی حکایت ہو چکی ہے اور اب سورت کا اختتام اللہ کی توحید اور اس کی تمجید اور اس کی تکبیر و تمجید پر ہو رہا ہے جو غایت درجہ لطیف ہے ابتداء کی طرح اخیر میں بھی اللہ تعالیٰ کا تمام نقائص عجز اور ذلت سے مبرا اور سنتر ہونا بیان فرمایا اور چونکہ گزشتہ آیت میں ہمود اور خشوع کا ذکر تھا اس لیے اس کی مناسبت سے ان آیات میں یہ دعائیں خدا تعالیٰ کو پکارنے کا ذکر فرماتے ہیں واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ کہتے تھے یا اللہ یا رحمن یا رحمت تو اس پر مشرکین نے طعن کیا کہ ہم کو تو دو خدا کی پرستش سے منع کرتے ہیں اور خود دو خداؤں کو پکارتے ہیں اس پر آیت نازل ہوئی۔

اے نبی! کہہ دیجیے کہ خواہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو تو سب اچھے نام اسی کے ہیں جس نام سے چاہو اس کو پکارو ناموں کے متعدد ہونے سے سنی متعدد نہیں ہو جاتا اسماء اور صفات کی تعداد سے ذات کا تعدد لازم نہیں آتا جو توحید کے منافی ہو عزمان کے بدلنے سے معوزان نہیں بدلتا اچھے نام وہ ہیں جو اللہ کی تشریف و تقدس اور اس کی تمجید و تمجید اور اس کی تعظیم و تکریم پر مشتمل ہوں اور اس کے جلال اور کمال پر دلالت کریں اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں ترقی کی روایت میں اللہ تعالیٰ کے جن اسمائے حسنی کا ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں۔

اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ، الْمَلِكُ، الْقُدُّوسُ، السَّلَامُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُهَيَّمِنُ، الْعَزِيْزُ، الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِقُ، الْبَارِئُ، الْمُصَوِّرُ، الْغَفَّارُ، الْغَفَّارُ، الْوَهَّابُ، الرَّزَّاقُ، الْفَتَّاحُ، الْعَلِيْمُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِطُ، الْخَافِضُ، الرَّافِعُ، الْمُعِزُّ، الْمُذِلُّ، السَّمِيعُ، الْبَصِيْرُ، الْحَكَمُ، الْعَدْلُ، اللَّطِيْفُ، الْخَبِيْرُ، الْحَلِيْمُ، الْعَظِيْمُ، الْغَفُوْرُ، الشَّكُوْرُ، الْعَلِيُّ، الْكَبِيْرُ، الْحَافِظُ، الْمُحِيْتُ، الْحَسِيْبُ، الْجَلِيْلُ، الْكَرِيْمُ، الرَّحِيْبُ، الْجَبِيْبُ، الْوَاسِعُ، الْحَكِيْمُ، الْوَدُوْدُ، الْحَمِيْدُ، الْبَاعِثُ، الشَّهِيدُ، الْحَقُّ، الْوَكِيْلُ، الْقَوِي، الْقَتِيْمُ، الْوَلِي، الْحَمِيْدُ، الْحَمِيْدُ، الْمُبْدِي، الْمُعِيْدُ، الْحَيُّ، الْحَيُّ، الْقَيُّوْمُ، الْوَاجِدُ، الْمَاجِدُ، الْوَاحِدُ، السَّمْعُ، الْقَادِرُ، الْمُقْتَدِرُ، الْمُقَدِّمُ، الْمَوْخُوْءُ، الْاَوَّلُ، الْاٰخِرُ، الظَّاهِرُ، الْبَاطِنُ، الْوَالِي، الْمُتَعَالَى، الْبَرُّ، التَّوَّابُ، الْمُنْعَمُ، الْعَفُو، الرَّؤُفُ، مَالِكُ الْمُلْكِ، ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، الْمُعْطِ، الْجَامِعُ، الْغَنِيُّ، الْمُغْنِي، الضَّارُّ، النَّافِعُ، النُّوْرُ، الْهَادِي، الْبَدِيْعُ، الْبَاقِي، الْوَارِثُ، الْمُرْشِيْدُ، الصُّبُوْرُ، الْمُنْتَارُ اللّٰهُ تعالیٰ کے اسماء حسنی جو مشہور ہیں وہ یہ ہیں جن کی تعداد لفظ اللہ کے سوا نانوے ہے اس کے

علاوہ اللہ کے اور نام بھی منقول ہیں جو درحقیقت انہی نشانوں میں مندرج ہیں۔

اب دعا کے بعد صلاۃ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کیوں کہ دعا کی طرح نماز کی روح بھی خشوع ہے اور رکوع و سجود نماز کا رکن ہے دعا کے لیے رکوع اور سجود لازم نہیں اور اسے نبیؐ اپنی نماز کی قرأت میں آواز کو بہت بلند نہ کرو اور نہ بہت آہستہ کرو اور ان دونوں حالتوں کے درمیان متوسط راہ اختیار کرو یعنی نماز میں نہ تو قرأت کو اتنی بلند آواز سے کرو کہ مشرکین سن کر قرآن کو اور قرآن کے اتارنے والے کو اور اس کے لسنے والے کو گالیاں دیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھو کہ آپ کے اصحاب بھی نہ سن سکیں درمیانی راہ اختیار کرو یہ مضمون حدیث میں آیا ہے معلوم ہوا کہ امام کا کام سنانے کا ہے اور مقتدی کا کام سننے کا ہے نہ کہ پڑھنے کا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی یعنی دعا نہ بہت بلند آواز سے مانگے اور نہ بالکل چپکے ہنچکے، بہر حال مقصود یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے تو درمیانی حالت میں رہے نہ آواز بہت بلند ہو اور نہ بہت پست۔

شرعیات نے نماز کے جہر اور اخفاء کے متعلق بھی احکام بتلا دیئے اور دعا کے متعلق بھی بتلا دیئے اور یہ بھی بتلا دیا کہ نماز میں احوال مختلف ہیں کہیں جہر ہے اور کہیں اسرار ہے اور دعائیں یہ بتلا دیا کہ دعائیں اخفاء اور اسرار افضل ہے اذْعُوْا كُنْشَكُمْ تَخْشَعُوْا وَخُفِّیْہُمْ۔

اب نماز اور دعا کے بعد اللہ کی تعظیم و تہجد اور اس کی تنزیہ و تقدیس کو ذکر کر کے سورت کو ختم فرماتے ہیں تاکہ اللہ کی کمال قدرت و عظمت ظاہر اور اہل شرک کی جہالت کا رد ہو اور کہہ دیجیے کہ کمال تعریف ہے اللہ کو جو اولاد نہیں رکھتا کیونکہ صاحب اولاد کسی نہ کسی درجہ میں اولاد کا محتاج ہوتا ہے اور محتاج کمال حمد کا مستحق نہیں اس لفظ میں یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کا رد ہو گیا یہو حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا بتاتے تھے اور مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتاتے تھے اور نہ کوئی سلطنت میں خریک ہے کیونکہ شرکت نقص اور عیب ہے اور جس میں نقص اور عیب ہو وہ مستحق حمد نہیں۔

اور نہ کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اگر وہ کمزور ہوتا تو کمال حمد کا مستحق نہ ہوتا کیونکہ جو دوسرے کی امداد کا محتاج ہو وہ کمال حمد کا مستحق نہیں نیز جو کمزور ہو گا وہ کمال انعام پر قادر نہ ہو گا اور جو کمال انعام پر قادر نہ ہو وہ کمال حمد کا مستحق نہیں۔

اور اسکی کبریائی اور حمد اور بڑائی کو بیان کر خوب بیان کرنا دل و جان سے یہ عہدہ رکھ کر اس سے بڑا کوئی نہیں اور وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک اور منزہ ہے اور تمام صفات کمال کے ساتھ وہم و خیال سے بڑھ کر موصوف ہے لہذا وہی تمام حماد کا مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو اپنی تہجد و تہجد پر ختم فرمایا اور تنزیہ کے لیے مدد کی تمام صورتوں کی نفی فرمادی اس لیے کہ کسی سے مدد لینے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اپنے پھوٹے سے مدد لے

جیسے باپ اولاد سے مدد لے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَخْذُ وَکَلَّا میں اس صورت کی نفی فرمادی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے سراوی سے مدد لے جیسے ایک شریک دوسرے سے مدد لے وَکَلَّمْ یُکَلِّمُکُمْ فِی الْاَلْفِ میں اس صورت کی نفی فرمادی تیسری صورت یہ ہے کہ کمزوری کی وجہ سے اپنے بڑے سے مدد لے وَکَلَّمْ یُکَلِّمُکُمْ لَنْہٗ وَیُحِیْ الْقَوٰی میں اسکی نفی کر دی ان تین جملوں میں یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب کا مدد ہو گیا پھر اپنی کبریائی پر سورت کو ختم فرمایا لہٰذا وہ سب سے بلند اور برتر ہے۔

الحمد للہ آج بروز چہار شنبہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۹ ہجری کو غروب شمس سے پہلے اس سورت کی تفسیر سے فراغت ہوئی۔

سبحان اللہ والحمد للہ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

۱۱۰ آیاتہا ۱۸ = سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ ۶۹ رُکُوْعَاتُهَا ۱۲

سورۃ کہف مکی ہے اس میں ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

## تفسیر سورۃ کہف

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں اس سورت کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو ستر ہزار فرشتے اس کے ہمراہ آئے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جس نے سورۃ کہف کی اول دس آیتیں یاد کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو گیا۔ اخرجہ احمد و مسلم و ابو داؤد و الترمذی و النسائی و غیرہم۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جس نے جمع کے دن سورۃ کہف پڑھ لی وہ آٹھ دن تک ہر فتنے سے محفوظ رہے گا جو تکو اس سورت میں اصحاب کہف کا قصہ بیان ہوا اس لیے یہ سورت "سورت کہف" کے نام سے مشہور ہوئی۔

## رابط اور مناسبت

گزشتہ سورت (سورۃ الاسراء) کا آغاز تسبیح سے ہوا اور اختتام تحمید پر ہوا اُقلِ الحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَخْلُقْ وَلَکِنَّا الْخَلْقُ: اور قرآن اور حدیث میں تسبیح اور تحمید ایک دوسرے کے ساتھ مقرر ہیں۔ فہمّیج رحمت اللہ علیہ اور شجاعت اللہ علیہ و شجاعت اللہ علیہ العظیم اس لیے اس سورت کا آغاز تحمید سے ہوا جو گزشتہ سورت کی ابتداء اور آغاز کے ساتھ تو مناسب ہے اور گزشتہ سورت کے خاتمہ کا عین ہے۔

نیز وَیَسْئَلُکَ عَنِ الرُّوحِ عَنِ الرُّوحِ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ کفار نے آپ کے آمانے کے لیے یہ سوال کیے تھے ایک روح کے متعلق دوسرا اصحاب کہف کے متعلق اور تیسرا ذوالقرنین کے متعلق پہلے سوال کا جواب گزشتہ سورت میں گزر چکا ہے اور دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب یعنی اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ اس سورت میں ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اس سوال سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں قدر کرنا تھا اس لیے سورت کے شروع میں نزول قرآن کا ذکر فرمایا کیونکہ قرآن عظیم آپ کی نبوت و رسالت کی برہان عظیم ہے اس لیے اس سورت کے شروع میں اُذْلِ آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل اور برہان کو ذکر کیا اور اس کے بعد اصحاب کہف کا قصہ منکرین نبوت کے شبہ کے جواب میں ذکر فرمایا۔

اور علاوہ جواب کفار کے اصحاب کہف کے قصہ سے اثباتِ بعثت و حشر و نشر بھی مقصود تھا ایسے اصحاب کہف کے قصہ کے بعد دنیا کا فنا و زوال اور قیامت و آخرت کا حال بیان فرمایا جو دور تک چلا گیا اور اس کی مناسبت سے اور بھی مضامین کا بیان ہوا اور جس طرح پہلے سوال یعنی روح کے متعلق سوال کے جواب کے بعد یہ فرمایا وَمَا أَوْفَتْکُمْ مِنَ الْعِلْمِ اَلَا قَلِیْلٌ کہ تم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے اسی طرح یہاں دوسرے سوال کے جواب کے بعد یعنی اصحاب کہف کے قصہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ بندہ کو جو علم دیا گیا ہے وہ قلیل ہے کسی کو اللہ نے کوئی علم دیا اور کسی کو کوئی دوسرا علم دیا یہ غیر خواہ کننا ہی اولوالعزم کیوں نہ ہو اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ تمام علوم سے واقف ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ قصہ وَمَا أَوْفَتْکُمْ مِنَ الْعِلْمِ اَلَا قَلِیْلٌ کی ایک دلیل ہے پھر آخر سورت میں تیسرے سوال کے جواب میں ذوالقرنین کا قصہ ذکر فرمایا اور جس طرح اصحاب کہف کے قصہ کے بعد دنیا کے فنا و زوال اور قیامت اور عالم آخرت کا ذکر فرمایا تھا اسی طرح ذوالقرنین کے واقعہ کے بعد قیامت اور عالم آخرت کا ذکر فرمایا اور مضمون توحید و رسالت پر سورت کو ختم فرمایا۔

(یا یوں کہو) کہ پہلی سورت میں مقام نبوت کے علاوہ عروج کا اور اس کی عزت و رفعت کا اور

معجزات نبوت کا اور نبی کی آیات و بینات کا بیان تھا اور اس سورت میں مقام ولایت کا اور اولیاء اللہ کی کرامتوں کا اور عزلت اور گوشہ نشینی اور فقری اور درویشی کا بیان ہے۔

اس سلسلہ میں حق جل شانہ نے اصحاب کہف کا قصہ ذکر فرمایا کہ یہ چند باہمت جوان تھے کہ جو کفر اور شرک کے فتنے سے بچنے کے لیے اپنے دین کو بے کر بھاگے اور ایک غار میں جا کر چھپے جیسا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب الایمان میں ایک باب یہ متفقہ فرمایا ہے باب من الدین الغار من الفتن جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دین کو کفر اور شرک کے فتنے سے بچانے کے لیے بھاگ کر کسی پہاڑ اور غار میں جا چھپنا یہ بھی ایمان کا ایک عظیم شعبہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ فَمَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَآمَنَ بِهَا وَآمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَمَنَ بِنَفْسِهِ وَآمَنَ بِلِقَاءِ رَبِّهِ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ عَلَى كَرِّ السَّاعَةِ يَحْتَفِظُ اور دار الحرم کے دار الاسلام کی طرف ہجرت بھی اسی قرار من الفتن کا ایک فرد ہے اور جس طرح گوشہ سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ کی ایذا رسانی کے وقت یہ دعا بتلائی گئی وَفَلْيَرْجِعْ أَوَّلُكُمْ مَوْجِدًا مِّنْ مَّوْجِدٍ مِّنْ مَّوْجِدٍ مِّنْ مَّوْجِدٍ مِّنْ مَّوْجِدٍ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے نکلنا خروج صدق ہوا اور مدینہ میں داخل ہونا دخول صدق ہوا اسی طرح اصحاب کہف کا اپنے شہر سے نکلنا جہاں کفر اور شرک کا فتنہ پیا تھا یہ خروج صدق ہوا پھر شہر سے نکل کر کہف (غار) میں عزلت گزری اور گوشہ نشینی ہو جانا یہ دخول صدق ہوا اور اس خلوت و عزلت کی برکت سے خداوند ذوالجلال کی رحمت و کرامت کے مورد بنے کما قال تعالیٰ حَکِيمَةً عَنْهُمْ وَارِثَةً لِّمُلْكِهِمْ لَمَّا هَضَمُوا صُلْبَهُمْ وَمِن جَانِبِهِ كَنْزٌ لَهُمْ وَخَلَقَ لَهُمْ فِيهَا مَا رَزَقْنَاهُمْ كُلَّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاهِقًا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں اس بند کو چھوڑ دینا کہ جہاں خدا کی معصیت جاری ہو اور کسی غار اور پہاڑ میں جا کر چھپ جانا کہ خدا کا دشمن رکافر نظر ہی نہ آئے یہ خود ایک عظیم عبادت ہے۔

باجہان باسش دائم ہم نشین تا توانی روئے اعدارا میں

صحیح بخاری میں ہے وَكَانَ يَخْلُو الْغَارَ جَاءَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے غار حرا میں خلوت و عزلت فرماتے تھے اشارہ اس طرف ہے کہ خلوت اور عزلت ایسی عظیم چیز ہے کہ مبادی نبوت میں سے ہے جیسا کہ اخلاص نیت اور رؤیائے عالمہ مبادی نبوت میں سے ہے اسی طرح سمجھو کہ سورۃ اعراف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اور آپ کے عروج اور میرمنکوت اور علو اور رفعت کا بیان تھا اب سورۃ الکہف میں غار اور پہاڑ کی خلوت اور عزلت کا بیان ہے جو شان ولایت ہے اور پھر اس کرامت کا بیان ہے جو اس عزلت گزینی اور گوشہ نشینی پر اصحاب کہف کو عطا ہوئی اور پھر اس سورت کو ذوالقرنین کے قصہ پر ختم فرمایا جو سلطنت اور ولایت اور فقری اور امیری دونوں کا جامع تھا اور اس شعر کا مصداق تھا۔

بود شاہے در زمان پیش زیں

ملک دنیا بودش ہم ملک دیں



**فائدہ** جب نبوت اور بادشاہت ایک کبیل میں جمع ہو جائیں تو اس کا نام خلافت الہیہ ہے اور ایسا بادشاہ جو نبی بھی ہو وہ خلیفہ الہی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام یہ دونوں خلیفہ الہی تھے کہ نبوت اور بادشاہت دونوں کے جامع تھے اور جب ولایت اور بادشاہت اور امیری اور فقیری کسی ایک کبیل اور گزری میں جمع ہو جائیں تو اس کا نام خلافت راشدہ ہے جیسے ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین تھے بادشاہ اور ولایت دونوں کے جامع تھے اور خاتم الانبیاء کے جانشین تھے امیر سلطنت بھی تھے اور شیخ طریقت بھی تھے۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ

سر پہیچہ اللہ کو، جس نے اُناری اپنے بندے پر کتاب، اور نہ رکھی اس میں

لَہٗ عِوَجًا ۝۱ قِیْمًا لِّیُنْذِرَ بَاسًا شَدِیْدًا ۝۲ مِّنْ لَّدُنْہٗ

کچھ کبھی ۱: ٹھیک اتاری تاؤر سناوے ایک سخت آفت کا اسکی طرف سے

وَبِیْشَرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمْ

اور خوشخبری دے یقین لاسے والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں ۳: کہ اُنکو اچھا

اَجْرًا حَسَنًا ۝۴ مَا کِثِیْن فِیْہٖ اَبْدًا ۝۵ وَیُنْذِرَ الَّذِیْنَ

بیک ہے ۴: جس میں دہا کریں ہمیشہ ۵: اور دُر سناوی اُن کو

قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝۶ مَا لَہُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا

جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد ۶: کچھ خبر نہیں ان کو اس بات کی نہ اُنکے

لَا اَبَآئِہُمْ کَبُرَتْ کَلِمَۃٌ تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِہُمْ ط ۝۷ اِنْ

باپ دادوں کو کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے ان کے منہ سے سب

يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ

جھوٹ ہے جو کہتے ہیں سو کہیں تو گھونٹ ڈالے گا اپنی جان انکے پیچھے

إِن لَّمْ يَؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝ إِنَّا جَعَلْنَا مَا

اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو پچھتا پچھتا کر ہم نے بنایا ہے جو

عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝

کچھ زمین پر ہے اس کی رونق تا جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کام کرتا ہے

وَأِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝

اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ اُس پر ہے میدان چھانٹ کر

## آغاز سورت مجید برانزال کتاب ہدایت برائے اثبات توحید و رست و ذکر فنا و زوال دنیا برائے تذکیر آخرت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الْكُفْرُ الَّذِي أَخْلَىٰ عَلَىٰ عَيْنَيْهِ وَالْكِتَابُ ... إِلَى ... صَعِيدًا جُرُزًا  
(رہے) گزشتہ سورت کی طرح اس سورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور دنیا کے فنا و زوال  
اور اس کی حقارت اور آخرت کی بزرگو و مزاکو بیان فرمایا اور تین قیصے بیان فرمائے جن سے بھی مقصود  
اثبات توحید و رسالت اور اثبات قیامت ہے اور گزشتہ سورت کو حمد پر ختم فرمایا اور  
اس سورت کو توحید و حمد سے شروع فرمایا اور مسئلہ نبوت سے اسکی ابتداء فرمائی اور اپنی سب سے بڑی  
نعمت کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ کتاب ہدایت نازل فرمائی جو تمہارے لیے  
سامان ہدایت ہے اور نبی کے لیے دلیل نبوت اور برہان رسالت پھر اس قرآن کو نازل کرنے  
کی حکمت بیان فرمائی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمت مجسم تھے اس لیے آپ کو  
کفار کے ایمان دلانے سے رنج ہونا تھا اس لیے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ سے آپ کی تسلی  
فرمائی اور اہل دنیا اور اہل غفلت کو تنبیہ فرمائی کہ یہ دنیا اور اس کی نعمتیں چند روزہ ہیں ان میں  
یہ ذکر خدا سے غفلت نہ رہو وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا سے یہی بتلایا کہ دنیا ہذا اور اس کا

عیش و آرام چند روزہ ہے ۔

چنانچہ فرماتے ہیں سب حمد و ثناء اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے جس نے اپنے خاص بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب قرآن کریم اتاری اور ذرہ برابر اس میں کسی قسم کی کمی نہ رکھی نہ لغظوں کے اعتبار سے اس میں کوئی خلل ہے اور نہ معانی کے اعتبار سے اس میں کوئی کمی ہے یہ کتاب تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کی کمی دور کرنے کے لیے نازل کی اس کتاب میں کوئی بھی عیب اور کمی نہیں اور جو اس میں عیب نکالے سو وہ اسکی عقل کا فتور اور قصور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ٹھیک اتارا راستی اور استقامت کے ساتھ موصوف ہے خود راست اور درست ہے اور دوسروں کو راہ راست پر لے جانے والی ہے ایسی کتاب میں تو کمی کا امکان ہی نہیں اور اس آیت میں خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کے نازل کرنے پر اپنی حمد فرمائی کیونکہ نزل قرآن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت اور اسکی عبادت کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور فرزند عظیم اور سعادت دارین کا ذریعہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی برہان عظیم ہے اور اس کتاب کو اس لیے نازل کیا تاکہ وہ کتاب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب سے ڈرائے جو من جانب اللہ کج طبیعت والوں پر نازل ہوگا اور تاکہ خوشخبری دے ۔ اہل ایمان کو جو اعمال صالحہ کرتے یعنی جن لوگوں نے اعمال صالحہ سے اپنی باطنی کمی کو دور کر لیا اور صراطِ مستقیم اور راہِ راست پر چل پڑے ایسے لوگوں کو یہ کتاب بشارت دے کہ ان کے لیے آخرت میں نیک بدلہ ہے یعنی جنت ہے جو دائرِ کرامت اور دائرِ نعمت سے جس میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کبھی اس سے منتقل نہ ہوں گے اور تاکہ کافروں میں سے بالخصوص ان لوگوں کو ڈرائے کہ جنہوں نے قصور عقل اور کج راہی کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے یہ کہنے والے یہود و نصاریٰ ہیں اور خدا کے لیے اولاد تجویز کرنا یہ کج طبعی اور قصور عقل کی دلیل ہے اس بات کا ان کو کچھ بھی علم نہیں اور نہ انکے باپ دادا کو اسکی خبر ہے اس قسم کی نامعقول باتیں انکی کج طبعی کی دلیل ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شانِ قدوسیت اور بزرگوشت سے بالکل بے خبر ہیں بڑی بھاری بات ہے جو انکے منہ سے نکلتی ہے یعنی نہایت نامعقول اور نازیبا بات ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ رجا جھوٹ کہتے ہیں ۔ خدا کے لیے اولاد بنانا ایسا جھوٹ ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اور زمین پھٹ جائیں اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں کنگاڈ السَّمَوَاتِ يَسْفِكْنَ كَيْدَهُ وَتَسْفِكُ الْاَرْضُ كَيْدَهُ الْبَيِّنَاتُ هَذِهِ اَنْتَ دَعَوْنَا لِلْخُسْفَانِ وَلَكِنَّ اَوْلَادَ تَوَاسُكِهِ هُوَ سَكَنُ ہے کہ جو جسم ہو اور اجزاء لا تتجزی سے مرکب ہو اور اپنے ترکیب اور ترتیب دینے والے کا محتاج ہو اور خدا تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کج فہموں اور کج راہوں کی اس قسم کی باتیں سن کر رنج ہوتا تھا تو آپ کی تسلی کے لیے فرماتے

ہیں پس شاید آپ انکے پیچھے اپنی جان ہلاک کر دیں اگر وہ اس بات پر یعنی قرآن پر ایمان نہ لائیں تو اندیشہ ہے کہ آپ غم یا حسرت کی وجہ سے اپنی جان نہ دیدیں۔

مطلب یہ ہے کہ اتنا غم نہ کیجئے کیوں کہ یہ دنیا دار ابتلا اور دار امتحان سے ایک عجیب گھر ہے طرح طرح کی زمینوں سے مزین ہے کوئی کدھر جا رہا ہے اور کوئی کدھر اس لیے کہ تحقیق جو چیز بھی اس زمین پر ہے خواہ وہ نباتات ہوں یا جمادات یا انسان اور حیوانات ہوں اسکو ہم نے اہل زمین کے لیے آرائش اور زینت بنایا ہے تاکہ اہل زمین کو آزمائیں کہ ان میں سے ازراہ عمل کون شخص بہتر ہے یعنی اس عالم آرائش و زیبائش کے پیدا کرنے سے ہمارا مقصود آزمائش ہے اور ظاہر ہے کہ امتحان میں سب کامیاب نہ ہوں گے لہذا آپ اس فکر میں نہ پڑیئے کہ سب ہی کامیاب ہو جائیں عاقل وہ ہے کہ جو خدا سے غافل نہ ہو اور اس کی اطاعت میں کاہل نہ ہو اور بے شک یہ دنیا زینت کا گھر ہے لیکن اس زینت اور امتحانی آرائش کے بعد تحقیق ہم ان تمام چیزوں کو جو اس زمین پر ہیں ایک روز چٹیل مہدان بنائے دے دیں گے کہ اس روز زمین کی تمام ہی زینت جاتی رہے گی تو اس ناپائیدار زینت پر فریفتہ ہونا کچھ طبعی اور فطرتی کی دلیل ہے۔

جہاں از رنگ و بوسازد آبیرت      و لے نزدیک از باب بصیرت  
نہ رنگ و لکش را اعتبار است      نہ بوسے و لفریش را مدار است  
اللہم اجعلنا من الزاہدین فی الدنیا الراغبین فی الآخِرۃ المسقطین الیہ  
امین یا رب العالمین

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ

کہ تو خیال رکھتا ہے کہ غار اور کھوہ والے ہماری قدرتوں میں

أَلَيْنَا عَجَبًا ۝ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا

اپنھا کتھے      جب جا بیٹھے وہ جوان اس کھوہ میں پھر بولے

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا

اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے مہر اور بنا ہمارے کام کا

رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ

بناؤ      پھر تھک دیئے ہم نے اُن کے کان اس کھوہ میں کئی برس



عَدَدًا ۱۱ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ

گنتی کے پھر ہم نے ان کو اُٹھایا کہ معلوم کریں دو فرقوں میں کس نے یاد رکھی ہے

لِمَا يَكْتُمُونَ ۱۲

جسنى مکت وہ رہے

## ذکر اجمالی قصہ اصحاب کہف

قال الله تعالى اَمْزِجْنِيكَ اَنْتَ اَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمَ... اِلَى... لِمَا يَكْتُمُونَ اَمَدًا (ربط) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا ذکر تھا اب اصحاب کہف کا قصہ بیان کرتے ہیں جو آپ کی نبوت و رسالت کی بھی دلیل ہے اور قیامت کی بھی دلیل ہے چونکہ قریش نے یہود کے سکھانے سے آپ کی آزمائش کے لیے آپ سے تین سوال کیے تھے ایک دُور کے متعلق جس کا جواب پہلی سورت میں گزر چکا ہے اب دوسرے سوال کے جواب میں اصحاب کہف کا قصہ ذکر کرتے ہیں کہ صد ہا سال کے ماقبل کے واقعات کا صحیح صحیح علم بدون اللہ کے وحی کے ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ آپ نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا واقعہ نہ کسی سے سنا اور نہ کسی کتاب میں دیکھا اور نہ پڑھا یہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے ۔

اور اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کی دلیل اس اعتبار سے ہے کہ جو خدا صد ہا سال سلاتے کے بعد مبرا کر سکتا ہے وہ صد ہا اور ہزار ہا سال کی موت کے بعد زندہ بھی کر سکتا ہے کیونکہ النوم اخو الموت نیند اور خواب موت کا بھائی ہے دونوں بھائیوں کا حکم یکساں ہے حق جل شانہ نے اصحاب کہف کے قصہ کو اَوَّلًا اَعْلًا اور پھر تفصیلاً ذکر فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں اے گمان کرنے والے کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے کوئی عجیب چیز تھے کیونکہ یہود نے جب قریش مکہ کو اصحاب کہف کا قصہ پوچھنے کی تلقین کی تو انکی زبان سے یہ لفظ نکلا تھا فاشہ کانت لہم امرٌ عجیب (یعنی ان کا قصہ عجیب ہے) تو ان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ اس قصہ کو بہت ہی عجیب خیال کرتے تھے اور اسی خیال سے اسکو سوال کیلئے منتخب کیا اس لیے ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا کسی کا گمان ہے کہ یہ قصہ عجیب ہے بے شک عجیب ہے مگر ہماری آیات قدرت کے سامنے کوئی چیز عجیب نہیں آسمان اور زمین اور جانہ اور سورج کی پیدائش کے عجائبات اصحاب کہف کے حال سے کہیں زیادہ عجیب ہیں اور غار ثور میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم اور آپ کے یار غار البکر کی حفاظت کرنا اور دشمنوں کو اندھا بنا دینا کہ غار ثور کے منہ پر کھڑے ہو کر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکیں یہ اصحاب کہف کے قصہ سے کم عجیب نہیں اور اگر نزول سکینت و معیت خداوندی کی نعمت اور ملائکہ کی حراست اور حفاظت پر نظر کیجیے تو غار ثور کا واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے ہمت زیادہ عجیب ہے۔

**اصحاب کہف و رقیم** | کہف اس وسیع غار کو کہتے ہیں جو پہاڑ کے اندر ہو اور رقیم کے معنی قصہ ایک پتھر یا رانگ کی تختی پر کندہ کر کے اس غار کے منہ پر نصب کر دیا تھا اس وجہ سے انکو اصحاب کہف و رقیم کہتے ہیں۔

اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں غار میں ہونے کی وجہ سے اصحاب کہف کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام اور قصہ کی تختی کھد کر وہاں لگا دی تھی اس لیے اصحاب رقیم کہلاتے ہیں بہر صورت اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں اور فی الحقیقت دونوں ایک ہیں اور بعض علماء کی راستے یہ ہے کہ اصحاب رقیم اور اصحاب کہف دو علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہیں اور رقیم کے معنی پہاڑ کی کھوہ کے ہیں اور قرآن کریم میں اصحاب کہف کا قصہ تو ذکر کیا گیا مگر اصحاب رقیم کا قصہ قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرہ میں اس کا بھی ذکر کر دیا گیا اور فی الحقیقت اصحاب رقیم (کھوہ والے) سے وہ تین اشخاص مراد ہیں جو یارشس سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے تھے اور اوپر سے ایک پتھر آ پڑا تھا جس نے غار کا منہ بند کر دیا تھا اس وقت ہر شخص نے اپنی عمر کے نیک اور مقبول ترین عمل کا واسطہ دیکر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی جس سے بتدریج غار کا منہ کھل گیا امام بخاریؒ نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کے عنوان سے ایک مستقل باب منعقد فرمایا اور اس کے ذیل میں بنی اسرائیل کے ان تین شخصوں کا قصہ ذکر فرمایا جو غار میں بند ہو گئے تھے اس لیے بعض لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ اصحاب رقیم دوسری جماعت ہے اور راجح اور صحیح قول یہی ہے کہ رقیم کے معنی کھوہ کے نہیں بلکہ رقیم کے معنی کتاب مرقوم کے ہیں جیسا کہ آئمہ سے منقول ہے کہ رقیم سے وہ لوح مراد ہے جس پر اصحاب کہف کے نام اور لکے سب اور ان کا دین اور مذہب مرقوم تھا اور اسی کو ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ نے اختیار کیا کہ صحیح یہ ہے کہ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم دونوں ایک ہی ہیں اور دوسرے قول کی بنا پر دو علیحدہ علیحدہ قصے ہیں :-

(دیکھو زاد المسیر لابن الجوزی ص ۱۵۵)

اب ان آیات میں حق جل شانہ اصحاب کہف کا قصہ ذکر فرماتے ہیں پسے تو اللہ تعالیٰ نے محل اور مختصر ذکر فرمایا پھر ضروری تفصیل فرمائی۔

چنانچہ فرماتے ہیں یاد کرو اس وقت کہ جب ان نوجوانوں نے دنیا کی زینت اور آرائش سے منہ موڑ لیا اور کفر و شرک کے فتنے سے بھاگ کر ایک غار میں جا کر پناہ لی اور اپنے عالی شان مکانوں کو چھوڑ کر غار کو اپنا مأویٰ اور ملجا بنایا کیونکہ یہ جوان سب شاہی خاندان کے تھے بڑے دولت مند تھے اور محلوں کے رہنے والے تھے چونکہ عزیز و اقارب کا فرقہ اور بادشاہ وقت بت پرست ظالم تھا لوگوں کو کفر و شرک پر مجبور کرتا تھا اس لیے یہ چند جوانان ہمت اور مردان آخرت اپنے دین اور ایمان کو بے گھر شہر سے بھاگے اور غر کے قریب پہاڑ کے ایک غار میں جا چھپے کہا جاتا ہے کہ اس پہاڑ کا نام بنجلوس تھا اور اس غار کا نام جبرون تھا واللہ اعلم۔

پس جب غار پر پہنچے تو دعا کی اور یہ کہا اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے خاص رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لیے کامیابی اور رلو بانی ٹھہرا دیا کہ ہمارا انجام نیک ہو رحمت سے مراد حق اور ہدایت پر استقامت اور دشمنوں سے امن اور حفاظت ہے۔

سو ہم نے انکی دعا قبول کی اور اسکا سامان یہ کیا کہ اس غار میں گنتی کے چند سالوں تک ان کے کالوں پر پردہ ڈال دیا یعنی غار میں انکو ایسی گہری نیند سلا دیا کہ گویا کہ ان کے کالوں پر پردے پڑے ہوتے ہیں کہ کوئی آواز انکے کالوں تک نہ پہنچ سکے مطلب یہ ہے کہ ہم نے انکو تمام زمیوں اور پریشانیوں سے بے خوف و خطر آرام سے سلا دیا اور ہم نے ان پر ایسی نیند غالب کر دی کہ برسوں تک بے فکر سوئے رہے اور اللہ تعالیٰ نے گنتی کے سال ان تین سو برسوں کو ایسے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے یہاں تو ایک دن ہزار سال کا ہے وَاِنَّ يَوْمًا عَشْرًا كُنْتَ كَالْفِ سَنَةِ تَحْمِلُ ثِقَلًا فَوَيْلٌ لِّاِسِّ اعْتَبَارُ سے تو وہ گویا چند گھنٹے سوئے اور چند گھنٹے سونا کوئی عجیب بات نہیں نہ نادان کیوں تعجب کرتے ہیں حق تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت کے ظاہر کرنے کیلئے یہ چیزیں عذاب کا لفظ استعمال فرمایا پھر ان گنتی کے سالوں کے بعد ہم نے انکو نیند سے اٹھایا جیسے موت کے ساہا سال بعد لوگوں کو قیامت میں اٹھا دیں گے تاکہ ہم دیکھ لیں اور دکھلا دیں کہ اس قصہ میں دو فریقوں میں سے کون سے فریق نے انکے غار میں رہنے کی مدت کو خوب سے یاد رکھا ہے اور کس کا شمار بہت صحیح ہے جب وہ جاگے تو آپس میں گفتگو ہوئی کہ کس قدر سوئے کسی نے کہا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ نَیْمٍ اور کسی نے کہا کہ تمہارا پروردگار

سبحہ اس ترجمہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ اٹھتی فعل ماضی کا صغہ ہے اور بعض نے اٹھتی کو افضل التفعیل قرار دیا ہے تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ کون سا فریق اس مدت کو زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔

ہی خوب جانتا ہے کہ تم کتنی مدت سوئے قالوا رَبُّنَا كَيْفَ عَلِمَ بِمَا كَيْدُنَا اِمْہیں کا قول ٹھیک تھا کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم طویل مدت سوئے یہ کلام اجمالی طور پر صحیح ہے اگرچہ اس میں مدت کا تعین نہیں ہاں تک اللہ تعالیٰ نے اچکے حال کو اجمالی طور پر بیان فرمایا اور آئندہ آیات میں اسکی ضروری تفصیل فرمائی اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ آیات کی تفسیر سے پہلے اصحاب کہف کے قصہ کی کچھ تفصیل کر دی جائے تاکہ ناظرین کو آیات کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

اصحاب کھف کا قصہ

محمد بن اسحاقؑ اور دوسرے اہل سیر نے نقل کیا ہے کہ ملک روم میں دتیا نوس نامی ایک بت پرست بادشاہ تھا جو بڑا ظالم اور جبار تھا اپنی رعایا کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اور زبردستی ان سے بتوں کو سجدہ کراتا تھا جس شخص کی نسبت سنتا کہ وہ توحید پر قائم ہے اور بت پرستی سے متنفر ہے اسکو پکڑوا بلاتا اور بت کے آگے سجدہ کرنے یا قتل ہو جانے کے درمیان اسکو اختیار دیتا جو بہت کو سجدہ کرتا وہ نجات پاتا اور جو انکار کرتا اسکو سنگسار کرتا اور عورت ناک سزا دیتا جہاں جہاں اسکی حکومت تھی سب جگہ یہی آفت برپا تھی روم کے شہروں میں ایک شہر افسوس تھا جس کو عرب طروس کہتے ہیں وہاں چند نو جوان تھے جو شاہی خاندان سے تھے ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے اور توحید پر قائم تھے اور دین مسیحی کے پیرو تھے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد خواب سے بیدار ہوئے ہیں۔

(دیکھو روح البیان ص ۲۲۱ جلد ۵)

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد گزرے ہیں اور انکا قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے ابن کثیرؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔

اس ظالم بادشاہ کو جب ان نوجوانوں کا حال معلوم ہوا تو اپنے پیادے بھیج کر انکو پکڑوا بلوا لیا اور کہا کہ تم میرے مجبوروں کو کیوں نہیں بوجھتے اور انکے لیے قربانی کیوں نہیں کرتے۔ تم کو چاہیے کہ عقیدۂ توحید سے باز آ جاؤ ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا اس کے جواب میں مسکلینا نے جوان میں سب سے بڑا تھا کہا کہ ہمارا معبود وہ ہے جس کی عظمت اور جلال سے آسمان وزمین بے ہیں ہم اسکے سوا کسی کو نہیں بوجھیں گے نتیجہ سے جو ہو سکتا ہے کہ گزر اس کے بعد دوسرے ساتھیوں نے بھی یہی کہا اس ظالم نے جب انکا یہ قول سنا تو انکے کپڑے اور سونے چاندی کا جو زیور وہ پہنے ہوئے تھے سب اتروالینے اور کہا کہ جس سزا کا میں نے تم سے وعدہ کیا ہے وہ



میں تم کو ضرور دوں گا مگر میں تمہاری نوعمری کا خیال کر کے تم کو جہلمت دیتا ہوں تاکہ تم اپنے معاملے میں غور و فکر کر لو اچھا اب تم جاؤ اگر تم نے عقل سے کام لیا تو بہتر ورنہ تمہاری سزا قتل ہے یہ کہہ کر وہ ظالم کام سے دوسرے شہر میں چلا گیا جب یہ نوجوان اس سے جدا ہوئے تو آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ سب اپنے اپنے باپ کے گھر سے کافی مقدار میں خرچ لے لیں پھر اس میں سے کچھ خیرات کریں اور باقی کو بطور توشہ اپنے ساتھ رکھیں اور شہر کے قریب جو پہاڑ ہے اس کے غار میں جا کر چھپ جائیں اور وہیں رہ کر اپنے خدا وحدہ لا شریک لا کی عبادت کرتے رہیں چنانچہ وہ سب اس راستے پر متفق ہو گئے تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے باپ کے گھر سے خرچ لیا کچھ اس میں سے خیرات کیا اور باقی کو اپنے ساتھ لے کر غار کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں سے ایک چرواہا اور چرواہے کا کتا بھی انکے پیچھے پیچھے ہویا ہر چند اسکو دفع کیا لیکن وہ دفع نہ ہوا اور اس نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا خدا نے تعالیٰ نے اس کتے کو بولنے کی قوت دی تو بولا کہ تم مجھ سے نہ ڈرو میں خدا کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں میں تمہاری حفاظت اور پاسبانی کروں گا جب پہاڑ کے پاس پہنچے تو وہ چرواہا بولا کہ میں اس پہاڑ کے ایک غار کو جانتا ہوں کہ ہم اس میں پناہ لے سکتے ہیں متفق ہو کر سب اس غار کی طرف روانہ ہوئے اور غار میں پہنچ کر نماز اور تسبیح اور تحمید میں مشغول ہو گئے ان میں سے ایک کا نام تملین تھا اس کے پاس سب نے اپنا خرچ جمع کر دیا وہ رات کو چھپ کر اور بھیس بدل کر شہر میں جاتا اور انکے لینے کھانا لاتا اور شہر کی خبریں ان تک پہنچاتا جب دقیا نوس اپنے کام سے فارغ ہو کر پھر شہر افسوس (طروس) واپس آیا تو اس نے ان سات جوانوں کی تفتیش کا حکم دیا تملین کو جب یہ معلوم ہوا کہ سرکاری طور پر ہماری تلاشیں ہو رہی ہے اور ہمارے اعزاء و اقارب کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں تو تملین یہ معلوم کر کے تھوڑا کھانا اپنے ساتھ لے کر روتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور سارا حال بیان کیا اور بتلایا کہ وہ ظالم پھر شہر میں آگیا ہے اور اس نے ہماری تلاش کا حکم دیا ہے یہ سنئے ہی سب گھبرا کر سجدہ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ اس ظالم کے فتنے سے ہم کو پناہ دے اور انکھوں سے آنسو جاری نہ دے دعا سے فارغ ہو کر وہ آپس میں باتیں کرنے لگے اور ایک دوسرے کو تسلی دینے لگے اللہ تعالیٰ نے دفعۃً ان سب پر نیند طاری کر دی اور سب پر کر سو گئے اور کتا غار کے منہ پر اپنی بائیں پسار کر پڑ گیا۔

اگلے روز دقیا نوس نے انکو تلاش کیا مگر کہیں ان کا پتہ نہ چلا شہر کے سرداروں سے پوچھا اور کہا کہ مجھ کو ان نوجوانوں کے لاپتہ ہونے کا بڑا رنج ہے اگر وہ توبہ کر لیتے اور میرے معبودوں کو بوجھنے لگتے تو میں انکو معاف کر دیتا سرداروں نے کہا کہ حضور نے حد درجہ ہرمائی کی کہ ان سرکشوں پر رحم فرمایا اور ان کو جہلمت دی وہ جہلمت سے اس مدت میں توبہ کر لیتے مگر اپنی توبہ

نہ کی بڑے ہی سرکش اور نافرمان ہیں بادشاہ یہ سن کر اور غضب ناک ہوا اور ان کے باپوں کو بچڑھا دیا اور چھاپا کہ بتلاؤ کہ تمہارے وہ سرکش بیٹے جنہوں نے میرے حکم کو نہیں مانا کہاں گئے انہوں نے کہا حضور واقعی سرکش ہیں میں معلوم نہیں کہ وہ کہاں رہ پڑش ہو گئے ہیں باقی ہم نے حضور کی کوئی نافرمانی نہیں کی انکے جرم میں ہم کو قتل نہ کیجیے بادشاہ نے یہ سن کر انکو تو چھوڑ دیا اور جوانوں کی تلاش میں پڑ گیا۔ بادشاہ کو بڑی تحقیق و تفتیش کے بعد کسی ذریعے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ نوجوان شہر کے قریبی پہاڑ کے کسی غار میں جا چھپے ہیں بادشاہ کو یہ علم ان جوانوں کے باپوں کے ذریعے سے ہوا کہ انہوں نے بادشاہ کے ڈر سے بتلا دیا کہ وہ غار میں جا چھپے ہیں یا کسی اور ذریعے سے علم ہوا واللہ اعلم۔

عرض یہ کہ بادشاہ نے ان کے باپوں کو تو چھوڑ دیا اور لگے روز خود قبا فوس ارکان دولت کو ساتھ لے کر انکی تلاش میں نکلا اور اس غار کے منہ تک پہنچ گیا مگر اس پر کچھ ایسا رعب اور ہشت طاری ہوئی کہ بادشاہ اور اسکے ہمراہیوں میں سے کوئی اندر داخل نہ ہو سکا اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو اس ظالم سے مخفی رکھا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے یار غار کو جب وہ غار میں چھپے تھے کاؤں سے پوشیدہ رکھا اور محفوظ رکھا اور انکی نظروں کو ایسا خیرہ کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کو نہ دیکھ سکے حالانکہ وہ غار تو اس کے کنارے پر تھے ذرا بھی اگر اپنے قدموں پر نظر کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کو دیکھ لیتے۔

دقیانوس کو جب ان کا کچھ پتہ نہ چلا تو خدا تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس غار کے منہ کو بند کر دیا جائے تاکہ جھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر اسی کے اندر مرجائیں اور یہی غار جس میں انہوں نے پناہ لی ہے وہی انکی قبر بن جائے۔

(تفسیر علہ درمنثور ص ۱۵ جلد ۴)

دقیانوس کا یہ خیال تھا کہ وہ اندر جاگ رہے ہیں اور جو کچھ انکے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کا انکو علم ہے مگر اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ اندر بیٹھی نیند سو رہے ہیں اور وہ کو تو میں بدل رہے ہیں اور ان کا کتا غار کے دروازے پر اپنی باہیں پسارے پڑا ہے دقیانوس کے حاشیہ تینوں میں دو شخص تھے جو درپردہ مسلمان تھے اور اپنے ایمان کو چھپاتے ہوئے تھے ان میں سے ایک کا نام بیدروس اور دوسرے کا نام روتاس تھا انہوں نے راگب کی دو تختیوں پر ان نوجوانوں کے نام اور نسب اور فضل و اقدار لکھ کر ایک تانبے کے تابوت میں رکھا

عَلَمَ فَخَرَجَ الْمَلِكُ بِاصْحَابِهِ يَبْتَغُونَهُمْ حَتَّى وَجَدُوهُمْ قَدْ دَخَلُوا الْكَهْفَ فَلَمَّا ارَادَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ اَنْ يَدْخُلَ ارْعَبَ فَلَمْ يَطِقْ اَحَدُ مِنْهُمْ اَنْ يَدْخُلَهُ فَقَالَ لَكَ قَاتِلُ السِّتِ قُلْتُ لَوْ قَدَرْتُ عَلَيْهِمْ قَتَلْتُهُمْ قَالَ بَلَى قَالَ فَاَمِنْ عَلَيْهِمْ بِاَبِ الْكَهْفِ وَدَعَلَهُمْ يَسْأَلُوْا اَجُوعًا وَعَطَشًا فَعَصَا الْخ تَفْسِيرُ درمنثور ص ۱۵ ج ۴

اور پھر اسی تابوت کو غامیوں رکھ دیا شاید اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے کسی مومن قوم کو ان جوانوں کے حال پر مطلع کرے۔

حافظ مقلانی فرماتے ہیں کہ جب باوجود تلاش کے اصحاب کہف کا پتہ نہ چلا تو بادشاہ ہی نے حکم دیا کہ ان سب کے نام رانگ کی ایک تختی پر لکھ کر خزانہ میں محفوظ کر دیئے جائیں۔

ردیکھو فتح الباری ص ۲۶۶ جلد ۲ باب قولہ تعالیٰ اَمْ حَسِبْتَ اَنْ اُخْرَجَ الْكَهْفُ وَالْمَرْقُمُ (معنی یہ کہ وہ ساتوں جوان غار میں جا کر چھپ گئے اور کسی کو ان کا پتہ نہ چلا اللہ تعالیٰ نے ان جوانوں کو ایسا سلائیہ کہ مسلسل تین سو سال تک سوتے رہے اس زمانہ میں دنیا فوس بھی مر گیا اور اس کا قرن بھی گزر گیا اور اسی کے بعد یکے بعد دیگرے بہت سے بادشاہ ہوئے اور دنیا سے رخصت ہوئے مگر اصحاب کہف ہمیں سو نو برس تک راحت و آرام سے اسی غار میں پڑے سوتے رہے جب ان کی بیداری کا وقت قریب آیا تو من جانب اللہ ایک ایسا بادشاہ آیا کہ جو عابد و موجد بھی تھا اور عادل بھی تھا اور بتوں کو توڑتا تھا اس کے دور حکومت میں اصحاب کہف تین سو سال کی طویل نیند سے بیدار ہوئے یہ فرماں روا نہایت نیک بخت اور خیر پرست تھا اور اس کا نام بیدروس تھا اڑسٹھ سال اس نے سلطنت کی اس کے زمانے میں قیامت کے بارے میں بڑا اختلاف ہو رہا تھا بعض تو بالکل ہی قیامت اور حشر و نشر کے منکر تھے اور کہتے تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ جینا نہیں اور بعض کہتے تھے کہ قیامت حق ہے مگر روحانی ہے جہانی نہیں یعنی حشر صرف رعوں کا ہوگا جسموں کا نہیں ہوگا مرنے کے بعد زمین جسم کو کھا جاتی ہے فقط روح باقی رہ جاتی ہے اس لیے فقط روح کا بعث ہوگا اور بعض کہتے تھے کہ روحانی اور جہانی دونوں ہوگا کہ حسب سابق رعوں اور جسموں دونوں ہی کا حشر ہوگا۔

بادشاہ حق پرست اور نیک دل تھا لوگوں کا یہ اختلاف اس پر بڑا گراں تھا جب اس نے اہل باطل کو یہ کہتے سنا کہ زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں اور کوئی زندگی نہیں اور اگر حشر ہوگا تو صرف رعوں کا ہوگا جسموں کا نہیں ہوگا تو اس کو رنج ہوا کہ اہل باطل اہل حق پر غالب آنے کی کوشش کر رہے ہیں بادشاہ نے لوگوں کو نصیحت بھی کی مگر لوگوں نے اس کی نصیحت کو قبول نہ کیا۔

جب بیدروس سے یہ دیکھا تو اپنے گھر میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر لیا اور دن رات اللہ کے سامنے رونے اور گڑگڑانے لگا اور یہ دعا کرنے لگا کہ اے پروردگار تو ان لوگوں کے اختلاف کو دیکھ رہا ہے تو غیب سے ایسی نشانی بھیج کہ جس سے حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا ظاہر ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا قبول کی اور اس تہہ کے ایک شخص اولیاس ثانی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ کوہ بخلوس کے غار پر جو عمارت ہے اسکو گرگراؤ اپنی بکریوں کے لیے ایک باڑہ بناتے آخر زم دوروں کو لے کر اس عمارت کے پتھر اکھاڑنے شروع کیئے جب غار کے منہ پر کے تمام پتھر اکھڑ چکے اور اس کا منہ کھل گیا تو حق تعالیٰ نے ان جوانوں کو میدان کر کے اس میں بٹھا دیا غار واسے جب بیدار ہوئے تو انکو یہ معلوم ہوا کہ ہم معمولی نیند سے بیدار ہوئے ہیں اور سمجھے کہ شاید ایک دن یا آدھے دن مصروف جواب

رہے حالانکہ اس عرصہ دراز میں ملک کی کایا پلٹ چکی تھی نہ وہ حکومت رہی تھی نہ وہ بادشاہ رہا خواب سے بیدار ہوتے ہی نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو جھوک محسوس ہوئی تبلیغاً سے کہا کہ شہر میں جاؤ وہاں سے کھانا مول لے کر آؤ اور دقیا فوس اور اہل شہر کا حال معلوم کر کے آؤ تبلیغاً نے کہا کہ کل شہر میں تمہاری تلاش ہوئی ہے اور بادشاہ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تم کو پکڑوا کر تم سے بتوں کو سجدہ کرانے یا تم کو قتل کر دے مکملہ سنا نے ان سے کہا بھائیو! تم کو معلوم ہے کہ ایک روز تم ضرور اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو یہ دشمن خدا جب تم کو بلائے تو ہرگز ہرگز نہ کرنا پھر تبلیغاً سے کہا کہ تو شہر جا اور معلوم کر کہ ہمارے بارے میں دقیا فوس کی کیا رائے ہے اور چلے چکے جا کہ کس کو خبر نہ ہو اور کھانا لے کر جلد ہمارے پاس واپس آجا ہم بھوکے ہیں تبلیغاً نے اپنے کپڑے اتارے اور مزدور بنا جیسے میلے کچیلے کپڑے پہنے اور بھیس بدل کر دقیا فوس کے سکے کے روپے اپنے ساتھ لے کر شہر کو چلا جب غار کے مندر پہنچا تو وہاں اکھڑے ہوئے پتھر دیکھے انکو دیکھ کر سخت متعجب ہوا مگر اس کی پرواہ نہ کی اور سیدھا شہر کو چلا گیا چونکہ دل پر دقیا فوس کا خوف سوار تھا یہ معلوم نہ تھا کہ دقیا فوس کو مرے ہوتے تین سو برس گزر چکے ہیں اور اسی عرصہ میں کتنی سلطنتیں بدل چکی ہیں چھپتا چھپتا اور درنا درنا شہر میں داخل ہوا دیکھا کہ شہر کا رنگ بدلا ہوا ہے جا بجا اہل ایمان نظر پڑے یہ منظر دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ شاید یہ شہر نہیں ہے اسی طرح حیران و ششدر گھومتا رہا بالآخر ایک جوان سے پوچھا کہ اسے جو ان اس شہر کا کیا نام ہے اس نے کہا افسوس (طوطی) یہ سن کر تبلیغاً کو اور بھی حیرانی ہوئی کہ یہ ماہر کیا ہے بالآخر پھرتا پھرتا نا بنائیوں کی دکان کی طرف گیا اور کھانا خریدنے کے لیے روپیہ نکالا اور دکاندار سے کہا کہ مجھ کو اس روپیہ کا کھانا دیدو دکاندار نے جب اس روپیہ کو اور اسکی ضرب کو دیکھا تو سخت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ یہ سکہ تو اس وقت کا نہیں اور اپنے پاس والوں کو دکھایا اور بولا کہ یہ سکہ تو دقیا فوس کا ہے (جیسے آج کل کا محاورہ ہے کہ جو چیز بدلتی ہوتی ہے) اسی کو دقیا فوسی کہتے ہیں وہ غالباً اسی واقعہ سے ماخوذ ہے اسی دقیا فوسی سکہ کو دیکھ کر لوگ تعجب میں پڑ گئے اور آپس میں یہ کہنے لگے کہ شاید اس شخص کو برائے وقتوں کا زمین میں گڑا ہوا خزانہ مل گیا ہے اور یہ شخص اپنا راز کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بیچ بتاؤ کہ یہ روپیہ تم کو کہاں سے ملا ہے شاید تم کو ان گنے زائد کا کوئی خزانہ یا دفینہ مل گیا ہے تبلیغاً نے جب ان لوگوں کی یہ باتیں سنیں تو خوف کے مارے کانپنے لگا اور خیال کیا کہ شاید ان لوگوں نے پہچان لیا ہے اور اب یہ لوگ مجھ کو اپنے بادشاہ دقیا فوس کے پاس لیجاویں گے تمام شہر میں اس کا چرچا ہو گیا ہر شخص کی زبان پر یہی تھا کہ اس شخص کو برائے زمانے کا خزانہ مل گیا ہے اہل شہر اسکے ارد گرد جمع ہو گئے اسکو دیکھتے اور یہ کہتے کہ بخدا یہ جوان اس شہر کا باشندہ نہیں مگر اس کو دل میں یقین تھا کہ اس کا باپ اور اسکے بھائی اسی شہر کے ہیں وہ خرم کر ضرور چھڑائے آئیں گے لیکن کوئی نہ آیا اہل شہر تبلیغاً کو شہر کے دوڑے افسردہ کے پاس لے گئے جو بڑے نیک بخت تھے

ایک کا نام آریوس اور دوسرے کا نام ظلیوس تھا بڑے سوال و جواب کے بعد وہ دونوں اصرار ہوئے کہ اس شخص کو بادشاہ کے پاس لے چلو تبلیخا کو یہ گمان ہوا کہ اب مجھ کو اس ظالم دقیاؤس کے پاس لے جائیں گے دانتیں بائیں دیکھتا تھا اور روتا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ظالم بادشاہ مریکا ہے جسے سرے ہوتے صدیاں گزر چکی ہیں تب تبلیخا کو ہوش آیا اور اس کا رونا موقوف ہوا اس وقت اس نے بتایا کہ ہم چند جوان دقیاؤس کے ڈر سے غار میں جا چھپے تھے وہاں جا کر ہم سو گئے آج ہم کھانا لینے آئے ہیں اور میں نے کوئی خزانہ نہیں پایا یہ روپیہ میرے باپ کا دیا ہوا ہے اس پر اسی شہر کا نقش ہے اور یہ سکہ اسی شہر میں ڈھلا ہے اور اپنے ساتھیوں کے نام بتلائے اور کہا کہ اگر آپ کو میری بات میں شک ہے تو وہ غار قریب ہے آپ دونوں حاکم میرے ساتھ چلیں اور جا کر خود تصدیق کر لیں اس گفتگو کے بعد آریوس اور ظلیوس اور اہل شہر غار کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اصحاب کہف کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

ادھر تو یہ معاملہ گزرا اور اُدھر اصحاب کہف پریشان تھے کہ تبلیخا کو کھانا لانے میں دیر ہو گئی ہے خدا خواست کہیں پکڑا تو نہیں گیا یہ خیال کر کے نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کو میت کرنے لگے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں آریوس اور اس کے ساتھی غار کے منہ پر جا کھڑے ہوئے تبلیخا ان سے آگے غار میں داخل ہوا اور سارا حال ان سے بیان کیا اس وقت انکو یہ معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تین سو نو برس سوئے رہے اور صرف اس لیے جگائے گئے ہیں کہ لوگوں کے لیے قیامت کی نشانی اور حشر جسمانی کا نمونہ بنیں اور انکے اس قدر طویل مدت تک پڑے سوئے رہنے اور پھر جاگ اٹھنے سے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قیامت اور حشر جسمانی بلاشبہ حق ہے غرض یہ کہ غار میں اول تبلیخا داخل ہوا اس کے پیچھے آریوس داخل ہوا جب وہ پہنچا تو اس نے وہاں تلخے کا ایک تابوت دیکھا جس پر چاندی کی مہر لگی ہوئی تھی دروازے پر کھڑے ہو کر دوسرا شہر کی ایک جماعت کو بلایا اور سب کے سامنے اس تابوت کو کھولنے کا حکم دیا اس میں رانگ کی دو تختیاں نکلیں جن پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

”مکسینا، تمیلینا، تبلیخا، مرطونس، کشطونس، بیرونس، دیتیونس، لیبیوس، قابوس، والکلب اسمہ قطیر۔ یہ چند نوجوان تھے جو اپنے بادشاہ دقیاؤس سے اس خوف کی بنا پر کہ کہیں وہ انکو دین سے نہ بچلا دے بھاگ کر اس غار میں جا چھپے جب بادشاہ کو ان کے غار میں چھپنے کی خبر ملی تو اس نے پتھروں سے اس غار کا منہ بند کر دیا ہم نے ان کا کل حال اور قیمتہ مکھ دیا ہے تاکہ بعد کے لوگوں میں جو کوئی اس غار پر اطلاع پائے انکا حال معلوم کرے“

جب یہ لوح پڑھی گئی تو اس میں تبلیخا کا نام نکلا اس وقت تبلیخا نے کہا کہ میں تبلیخا ہوں اور باقی میرے ساتھی ہیں جب آریوس اور اسکے ساتھیوں نے اس تحریر کو پڑھا تو حقیقت حال ان پر منکشف ہوئی اور بڑا تعجب ہوا کہ عجیب ماجرا ہے تین سو سال کے بعد یہ یاد ہوئے اللہ کا شکر کیا اور اسکی حمد و ثناء کی

کہ اس نے قیامت کے دن مردوں کے زندہ ہونے کا نمونہ دکھلایا پھر آریوس نے اپنے نیک بخت نیک سیرت اور خوش بخت بادشاہ کے پاس قاصد بھیجا جس کا نام بیدروس تھا کہ جلد آئے تاکہ آپ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی دیکھ لیں آپ کے دور حکومت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے حشر کا ایک نمونہ ظاہر کیا تاکہ لوگوں کو نور اور ضیاء حاصل ہو اور وہ حشر جسمانی کی تقدیر میں کریں وہ نشانی یہ ہے کہ اللہ نے چند جوانوں کو تین سو برس تک سلایا اور پھر انکو صحیح سالم جگایا اور اٹھایا اسی طرح قیامت کے دن روح اور بدن اٹھائے جائیں گے اللہ نے اپنی قدرت کی ایک نشانی دکھلا دی تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ معاد جسمانی حق ہے۔

شاہ بیدروس یہ خبر سنتے ہی شاداں و فرحان وہاں پہنچا اور غار میں داخل ہو کر جوانوں کو دیکھا تو بکمال مسرت و سجدہ میں گر پڑا پھر اس نے معاف کیا اصحاب کہف زمین پر بیٹھے اللہ کی تسبیح و تحمید کر رہے تھے ملاقات کے بعد اصحاب کہف نے شاہ بیدروس سے کہا کہ ہم تم کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اللہ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت کرے اور جن و انس کے شر سے تجھ کو پناہ میں رکھے تم پر اللہ کا سلام ہو یہ کہہ کر بادشاہ کو رخصت کیا اور جا کر اپنی خواب گاہوں پر لیٹ گئے اور وہیں اللہ نے انکو وفات دی بادشاہ نے انکو کپڑے اڑھائے اور حکم دیا کہ ان سے ہر ایک کو سونے کے تابوت میں رکھ دیا جائے رات کو جب سویا تو خواب میں آئے اور کہا ہم سونے کے نہیں ہم سٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور سٹی ہی میں مل جائیں گے جیسے پیسے تھے ویسے ہی ہم کو غار کے اندر سٹی پر رہنے دیا جائے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ہم کو اٹھائے تب بادشاہ نے انکو ساج (ساج) کے تابوت میں رکھوا دیا اور جب وہ لوگ وہاں سے نکلے تو دہشت کے مارے دوبارہ پھر اس مقام میں داخل نہ ہو سکے اور غار کے منہ پر بادشاہ نے ایک مسجد بنوا دی یہ اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کا نمونہ ہے اور اس سے یقین ہوتا ہے کہ بے شک قیامت حق ہے جس خدا نے اصحاب کہف کو تین سو سال تک خواب کی حالت میں صحیح سالم پڑے رہنے کے بعد جگایا اسے مردوں کا زندہ کرنا کیا مشکل ہے ۹۔

اصحاب کہف کے قصہ کی یہ تفصیل جو ہم نے ہدیہ ناظرین کی ہے تفسیر سراج میں ص ۳۶۲ جلد ۲ میں مذکور ہے اور ابتدائی قصہ کے اجزاء تفسیر قرطبی ص ۲۵۴ جلد ۱ سے دیے گئے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر کتب سیرت سے بھی کچھ اجزاء اس میں شامل کر دیئے ہیں تاکہ پورا قصہ بیک نظر قارئین کے سامنے آجائے۔

آخر میں شاہ بیدروس کا واقعہ نقل کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نیک بخت بادشاہ غار میں داخل ہوا اور اصحاب کہف سے ملا اور وہ زندہ تھے اور اصحاب کہف نے اس کے لیے دعا کی لیکن بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف بادشاہ کے غار میں داخل ہونے سے پہلے ہی وفات پا گئے اور بادشاہ نے انکو غار میں مردہ پایا زندگی کی حالت میں انکو نہیں دیکھ سکا اور ان سے مل سکا۔

(دیکھو تفسیر درمنثور ص ۲۱۵ جلد ۴)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور ارکان دولت جب غار کے دروازے پر پہنچے تو تمیلخانے کہا کہ آپ حضرات ذرا ہمیں ٹھہریں پہلے میں اندر جاتا ہوں کہ اندر جا کر اپنے اصحاب کو خبر دوں تاکہ وہ اس ناگہانی آمد کو دیکھ کر کھرا نہ جائیں چنانچہ اول تمیلخانہ غار میں داخل ہوا اس کے بعد علماء کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تمیلخانہ کے اندر داخل ہو جانے کے بعد بادشاہ اور ارکان دولت سب ششدر اور حیران رہ گئے اور ان کو پتہ نہ چلا کہ تمیلخانہ کہاں گیا کیونکہ وہ غار ہیئت وسیع تھا اور سب پر ایسا رعب اور ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کوئی بھی اندر داخل نہ ہو سکا اللہ تعالیٰ نے انکے حال کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا (اور دوسرا قول یہ ہے کہ بادشاہ اور ارکان دولت غار میں داخل ہوئے اصحاب کہف سے ملے ان کو سلام کیا اور ان سے معاف کیا پھر اصحاب کہف نے اس مسلمان بادشاہ کو دعا دیکر رخصت کیا اور اپنی خواب گاہوں کی طرف لوٹ گئے اور اللہ نے انکو وفات دی۔

(دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۷، جلد ۳)

بادشاہ مع ارکان دولت ان سے مل کر غار سے باہر آیا اور غار کا منہ بند کر دیا حافظ عسقلانیؒ نے فتح الباری ص ۳۶۷ میں جو روایت نقل کی ہے وہ پہلے قول کی تائید کرتی ہے وہ روایت یہ ہے  
فاجتمع الناس فرجعوا إلى الملك فسأله فقال علمت باللوح وكأنت قد سمعتم به فسمي أصحابه فخرجهم من اللوح فكبر الناس وانطلقوا إلى الكهف وسبق الفتى لثلاثين ألفاً من الجيش فلما دخل عليهم صلى الله على الملك ومعه معه الملك فلم يدر أين ذهب الفتى فاتفقوا عليهم على أن يحبوا عليهم مسجداً ففعلوا يستغفرون لهم منهم ركزاني فتح الباری ص ۳۶۷ باب قول الله تعالى أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتَّخَذَ أَهْلَ الْكُهْفِ أَتُزَكَّىٰ وَتُؤْتَىٰ مِنْ كُنُوزِ الْأَنْبِيَاءِ

(ترجمہ) جب تمیلخانہ بازار میں کھانا لینے گیا تو اس کو اور اس کے سکہ کو دیکھ کر لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور پڑ کر اسکو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے حقیقت حال دریافت کی اس نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا نام بتایا بادشاہ نے یہ خبر پہلے بھی سنی تھی بادشاہ نے خزانہ سے وہ لوح رصاصی منگائی جس پر اصحاب کہف کے نام کندہ تھے وہ تختی خزانہ شاہی میں محفوظ تھی تمیلخانہ نے جو نام

علمہ تغیر درمنثور کی ایک روایت سے بھی اس قول کی تائید ہوتی اس روایت میں یہ ہے کہ جب بادشاہ اور ارکان دولت غار پر پہنچے تو تمیلخانے کہا کہ اول میں غار میں داخل ہوتا ہوں تم میرے بعد داخل ہونا چنانچہ تمیلخانہ اول غار کے اندر چلا گیا اسکے داخل ہونے کے بعد لوگوں کو پتہ نہ چلا کہ تمیلخانہ کہاں گیا اور لوگوں پر ایسا خوف اور رعب طاری ہوا کہ کسی سے اندر داخل ہونے کی ہمت نہ کی اور پھر سب کا مشورہ یہ ہوا کہ اس غار کے قریب بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کرادی جائے (دیکھو تفسیر درمنثور ص ۳۱۴ جلد ۴)

بتائے وہ اس سختی کے مطابق تھے یہ سن کر اور یہ دیکھ کر بادشاہ نے پہچان لیا اور جان لیا کہ یہ جوان جو کہہ رہا ہے وہ سب حق اور صدق ہے سب نے اللہ اکبر کہا بعد ازاں بادشاہ اور لوگ غار کی طرف چلے جب غار پر پہنچے تو اس جوان نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! میں پہلے اندر جا کر اپنے ساتھیوں کو خبر کر دوں کہ وہ ایکسا رنگی اسی لشکر کو دیکھ کر ڈر نہ جائیں چنانچہ تین دن اول غار میں داخل ہوا اور اندر چلا گیا بعد میں بادشاہ کو اور اسکے رفقاء کو بتا دیا کہ وہ جوان کہاں چلا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس مکان کو ان پر مخفی اور پوشیدہ کر دیا مجبور ہو کر واپس آئے اس کے بعد سب کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہاں بطور یادگار ایک مسجد بنوادی جائے اور پھر سب اصحاب کہف کے لیے دعا اور استغفار کر کے واپس ہوئے۔

اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اصحاب کہف سے مل کر واپس ہوا اور اصحاب کہف اسی غار میں اپنی جگہوں پر لیٹ گئے اور بدستور ان پر نیند طاری ہو گئی اب وہ قیامت کے دن جائیں گے جیسا کہ عنقریب امام قرطبی کے کلام سے اس کی تفصیل معلوم ہوگی۔

نَحْنُ نَقْصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ

ہم سنادیں تجھ کو ان کا احوال تحقیق وہ کئی جوان ہیں کہ یقین لائے

وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۱۳ وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا

اپنے رب پر اور زیادہ ہدی ہم نے انکو سوجھ اور گرہ دی اُن کے دل پر جب کھڑے ہوئے

فَقَالُوا رَبَّنَا رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَسُدَّ عَنَّا

پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمان و زمین کا نہ پکاریں گے ہم اسی کے

دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذْ أَشْطَطَّا ۱۴ هُوَ لَاءِ قَوْمُنَا

یہ تو کسی کو ٹھاکر تو کہی ہم نے بات عقل سے دور یہ ہماری قوم ہے

اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ إِلَهَةً لَّئِيَّا تَوْنٌ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ

بکڑے ہیں انہوں نے اُنکے سوا اور بوجھنے کیوں نہیں لائے؟ انکے واسطے کوئی سند

بَيِّنٌ طَفَسَ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۱۵ وَإِذْ

کھلی پھر اُس سے گہکار کون؟ جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ اور جب



اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يُعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ فَأَوَّا إِلَى الْكَهْفِ

تم نے کنارہ پکڑا اُن سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا اب جا بیٹھو اس کھوہ میں

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ

پھیلادے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی ہر اور بنادے تم کو تمہارے کام کا

مَرْفَقًا ۝ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزْوُرُ عَنْ كَهْفِهِمْ

آرام اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ جاتی انکی کھوہ سے

ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ

دلہنے کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو اور

هُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ط ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ط مَنْ يَّهْدِ

وہ میدان میں ہیں اسکے ، ہے یہ قدرتوں سے اللہ کی جگو راہ دے

اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ط وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا

اللہ وہی آوے راہ پر اور جس کو بھلا دے (بھٹکاوے) پھر تو نہ پاوے اسکا کوئی رفیق

مُرْسِدًا ۝

راہ پر لانے والا

## تَفْصِيلُ قِصَّةِ اصْحَابِ كَهْفٍ

قال الله تعالى نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ بَيِّنَاتٍ مِّنْ أَمْرِ آلِ الْكَهْفِ ..... اِنِّی ..... فَلَمَّا تَجَدَّ لَهُمْ وَلِيُّنَا مَرْسِدًا  
 (رابطہ) گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا قصہ مجملاً ذکر فرمایا اب اس قصہ کی کچھ تفصیل فرماتے ہیں  
 تاکہ اہل صبر و استقامت اور زہد و ان منزل آخرت کیلئے مشعل ہدایت بنے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اسے نبی ہم آپ کے سامنے انکی جمیع جمیع خبر بیان کرتے ہیں جو عین واقعہ کے مطابق ہے یہ  
 اس لئے فرمایا کہ یہ قصہ لوگوں میں مختلف طور پر مشہور تھا جن میں بعض جھوٹی اور غلط روایتیں بھی شامل

تعبیں اس لیے فرمایا کہ جتنا قصہ ہم نے قرآن میں بیان کر دیا وہ بالکل حق اور صدق ہے تحقیق وہ اصحاب  
چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے حالانکہ ان کی قوم شرک اور بت پرستی میں مبتلا  
تھی سب بزدل تھے اور یہ جوان مرد اور جوان ہمت تھے کہ اپنے عملوں کو چھوڑ کر کچھ عزت اور گوشخوار  
میں احتکاف کرنے کیلئے جا رہے تھے اور ایمان لانے کے بعد ہم نے انکی ہدایت میں اور زیادتی کر دی کہ ان  
کو صبر اور استقامت کی صفت عنایت کی ————— کہ دین اور ایمان کے مقابلے میں جان  
کی پرواہ نہ کی اور ہم نے انکے دلوں پر صبر اور استقامت کی گرہ لگا دی یعنی ہم نے ان کے دلوں کو صبر اور استقامت  
کی رس کے ساتھ ایسا باندھ دیا کہ ثابت قدم ہو گئے اور ان کو کوئی تزلزل پیش نہیں آیا اور خدا کی راہ میں  
انہوں نے کسی مصیبت کی پرواہ نہ کی جب وہ دنیاؤں کا ظلم و جار کے سامنے کھڑے ہوئے جو انکو  
بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ پس اس ظالم و جار بادشاہ کے رو برو ہو گیا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جو آسمانوں  
اور زمینوں کا پروردگار ہے ہم اسکے سوا ہرگز کسی معبود کو نہیں پکارتے گے کیونکہ اگر خدا خواستہ ہم اس  
بات کہیں تو وہ بلاشبہ سبے جا اور خلاف عقل ہوگی یہ بے عقل لوگ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں  
نے خدا سے جتنی سوا چند معبود بنائے ہیں جو سراسر باطل ہیں انکے معبود ہونے پر کھلی دلیل کیوں نہیں  
لائے جیسے مودین توحید پر روشنی دلائل پیش کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کے ترلے ہوتے ہوں کو معبود اور خدا کا شریک ٹھہرا لیا ہے ڈرا  
دھمکا کر لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کر رہے ہیں بت پرستی کی طرف بلا رہے ہیں دلیل کوئی نہیں  
پس جب انکے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر ہتھان  
باندھے کیوں کہ بے دلیل اللہ کا شریک ٹھہرانا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اس حالت کو دیکھ کر باہم  
مشورہ کیا اور طے پایا کہ یہ ظالم لوگ ہیں اللہ پر ہتھان باندھنے والے ہیں ایسے ظالموں سے عقلاً و نقلاً کنارہ  
کشی چاہیے کیونکہ کافروں سے اپنے دین کو صحیح سالم لے کر بھاگ جانے ہی میں سلامتی ہے لہذا کسی  
غار میں جا کر پھپھ جانا چاہیے تاکہ کافر کی صورت بھی نظر نہ پڑے اور ہر تن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں  
مشغول رہیں اور پھر بعض نے بعض کو مخاطب کر کے کہا جب تم بحمد خدا ان سے اور ان کے معبودوں  
سے عینہ اور کنارہ کش ہو جاؤ تو غار کی طرف اپنا ٹھکانا ڈھونڈو اور دشمنان خدا سے بھاگ کر ایک  
غار میں جا بیٹھو جہاں کسی کافر کی رسائی نہ ہو سکے اور غار کی خلوت و عزلت کی مشقت اور رحمت سے  
نہ ڈرو تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت کو پھیلا دے گا جو تمہیں اپنے اندر چھپالے گی اور تمہارے  
کام میں آسانی پیش کر دے گا اور تمہارے فائدہ کی صورت یکال دے گا اور خدا کے لیے خلوت و عزلت  
کی راحت اور لذت ساری مشغول پر پانی پھیر دے گی چنانچہ یہ نوجوان اسی عزم اور ہمت کے ساتھ  
غار میں داخل ہوئے اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے وہاں جا کر بیٹھ گئے جہاں جا کر انکو ایسی نیند  
آئی کہ تین سو سال تک انکھ نہ کھلی بادشاہ اور ارکان دولت ان کی تلاش میں آئے جب تلاشی

میں ناکام ہوتے تو ان کے غار کے منہ پر ایک مستحکم دیوار چُن دی جس سے اس غار کا منہ بند ہو گیا تاکہ وہ لوگ باہر نہ نکل سکیں اور اندر ہی اندر مرجائیں اور جس امید پر وہ غار میں داخل ہوئے اللہ نے ان کے ساتھ ان کی امید اور گمان کے موافق معاملہ فرمایا اور خدا کی رحمتیں اور کرامتیں ان پر مبذول ہونے لگیں اور بن جلد ان ہر باغیوں اور آسائیلوں کے جوان پر مبذول ہوئیں ایک رحمت ان پر یہ مبذول ہوئی کہ اسے دیکھنے والے جب تو اس غار کو دیکھے تو اس حال میں دیکھے گا کہ سورج جس وقت طلوع کرتا ہے تو انکے غار کے داہنی جانب کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں جانب کو کُتر جاتا ہے اور وہ اس غار کی ایک وسیع جگہ میں ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی وسیع اور کشادہ جگہ میں تھے جہاں انکو خوفگوار ہوا تو پہنچتی تھی مگر دھوپ انکو کسی وقت نہیں پہنچتی تھی خدا کی رحمت سے تمام دن ان پر سایا رہتا حالانکہ وہ وسیع اور کشادہ جگہ میں تھے جہاں تمام دن دھوپ رہ سکتی ہے مگر اللہ نے اپنی رحمت اور عنایت سے انکو دھوپ سے محفوظ رکھا بقدر ضرورت ہوا اور روشنی تو پہنچتی رہی مگر دھوپ نہیں پہنچتی یہ ان پر اللہ کی رحمت اور عنایت اور کرامت تھی جیسا کہ فرماتے ہیں۔

یہ بات اللہ کی قدرت اور رحمت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں کی خلاف اسباب ظاہری اس طرح حفاظت فرماتا ہے اس لیے وسیع اور کشادہ مکان میں طلوع آفتاب اور غروب آفتاب اور استواء کے وقت دھوپ کا نہ آنا ایک عجیب بات ہے کیونکہ مکان جب وسیع اور کشادہ ہے تو ازراہ عادت وہاں ضرور آفتاب پہنچنا چاہیے مگر باوجود اسکے نہیں پہنچتا تو یہ آیات الہیہ میں سے ہے اور اسکی قدرت اور اختیار کے دلائل میں سے ہے معجزات اور کرامات کے اظہار سے اللہ تعالیٰ کا مقصود صاحب معجزہ و کرامت کا اعزاز و اکرام اور بندوں کی سعادت و شقاوت کا اظہار ہے جو سعید ہیں وہ ان واقعات کی تصدیق کر کے ہدایت پاتے ہیں اور جو شقی ہیں وہ اس قسم کے خوارق عادت کو خارج از عقل اور بعید از قیاس سمجھ کر انکار کر کے گمراہ ہوتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی رفیق راہ دکھلانے والا نہ پائیں گے وہ برابر اپنی خد پر قائم رہے گا کہ خرق عادت کوئی چیز نہیں۔

علامہ اہل سنت والجماعت نے فقہ اصحاب کہف سے کرامات اولیاء کے حق ہونے پر استدلال کیا ہے اور یہ استدلال ظاہر ہے جس میں کوئی تکلف نہیں کیونکہ اس فقہ کے صریح لفظوں میں اصحاب کہف کی کئی کرامتوں کا ذکر ہے بین سونو برس تک بغیر کھائے پیئے سوتے رہنا اور وسیع غار میں ہر وقت ان کا سایہ میں رہنا اور کسی وقت دھوپ کا نہ آنا اور آفتاب کا طلوع اور غروب کے وقت ان سے کُتر جانا اور بھوک اور پیاس کی تکلیف سے محفوظ رہنا اور بغیر کھائے پیئے اتنی دراز مدت تک زندہ رہنا اور بغیر میاداری کے انکا بیماریاں سے محفوظ رہنا اور بالکل تندرست رہنا یہ سب



اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے کرامات اولیاء کا حق ہونا ثابت ہے اس لیے تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ کرامات الاولیاء یعنی اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاطًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ

اور تو جانتے وہ جاگتے ہیں اور وہ سوتے ہیں اور کروٹ دلاتے

ذَاتِ الْيَمِينِ وَذَاتِ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ

بیں ہم انکو دہنے اور بائیں اور کتا اُن کا پھار رہا ہے

بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعَتْ عَلَيْهِمْ لَوَلِيَّتٌ مِنْهُمْ ۚ فِرَارًا وَ

اپنی پادیں چوکھٹ پر اگر تو جھانک دیکھے اُن کو تو پیٹھ سے کربھاگے اُن سے اور

كَلْبُتٌ مِنْهُمْ رُعْبًا ۙ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوْا

بھرم جادے تجھ میں ابھی دہشت اور اسی طرح اُن کو جگا دیا ہم نے کہ آپس میں لگے

بَيْنَهُمْ طَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ط قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا

پوچھنے ایک بولا ان میں کتنی دیر بٹھرے تم بولے ہم بٹھرے ایک دن

اَوْ بَعْضُ يَوْمٍ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ط فَاَبْعَثُوْا

یا دن سے کم بولے تمہارا رب بہتر جانتے جتنی دیر رہے ہو اب بھیجو

اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرُوْا يٰٓهَا اَزْكٰى

اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ لے کر اپنا اس شہر کو پھر دیکھے کون سا ستھرا

طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ

کھانا، سولا دے تم کو اس میں سے کھانا اور نرمی سے جادے اور جتنا نہ دے

بِكُمْ اَحَدًا ۙ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ

تمہاری خبر کسی کو وہ لوگ اگر خبر پادیں تمہاری، پتھر تو سے ماریں تم کو یا

يُعِيدُ وَكُمُ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلَحُوا إِذَا أَبَدْنَا ۝۲۱ وَكَذَلِكَ

الٹا پھیریں تم کو اپنے دین میں اور تب بھلا نہ ہو تمہارا کبھی ÷ اور اسی طرح

أَعْتَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ

خبر کھول دی ہم نے انکی تالوک جانیں کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور وہ

السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ

کھڑی آئی، اس میں دھوکا نہیں جب جھگڑ رہے تھے اپنی بات پر

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُيُوتًا رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمُ قَالَ الَّذِينَ

بہر کہنے لگے بناؤ ان پر ایک عمارت ان کا رب بہتر جانے انکو بولے جن کا کام

غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمُ مَسْجِدًا ۝۲۲

زبر تھا، ہم بنادیں گے اُن کے مکان پر عبادت خانہ

## بقیہ قصہ مذکورہ

قال الله تعالى وَتَحْسَبُهُمْ آيَاتُنَا وَهُمْ رُفُودٌ..... إِلَى لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمُ مَسْجِدًا ۝۱  
اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انکی حیات کی حفاظت کا ایک سامان یہ کیا کہ اسے دیکھنے والے  
اگر تو ان کو دیکھے تو ان کو جانتا ہو اخیال کرے حالانکہ وہ سو رہے ہیں خواب میں غرق ہیں اور اس  
نیند کی حالت میں ہم انکی گردنیں بدلتے رہتے ہیں کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف تاکہ زمین ان  
کے جسموں کو نہ کھا جاسے اور ان کا کٹا غار کی دہلیز پر اپنی دونوں ہاتھیں پارسے پڑا ہے ابھی کڑور  
نے ذکر کیا ہے کہ یہ کٹا ان میں سے کسی کے شکار کا تھا اور اس کٹے کا نام قطیر تھا کہتے ہیں کہ وہ کتا بہت  
میں جاسے گا۔ ۱۰

مگ اصحاب کہف روزے چند ÷ پتے نیکان گرفت مردم شد!  
یہ تو غار کے اندر ان کی زندگی کی حفاظت کی کیفیت کا بیان ہوا۔ اور باہر کے دشمنوں سے  
انکی حفاظت کا یہ سامان کیا کہ اس غار میں رعب اور جلال اور ہیبت کی یہ کیفیت پیدا کر دی کہ اسے

دیکھنے والے اگر تو انکو جھانک کر دیکھے تو تو اٹھے پاؤں ان سے پشت پھر کر بھاگے اور ان کے دعب اور ہیبت سے تو بھر دیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک ہیبت اور دہشت ڈال دی کہ کوئی انکو قریب نہیں جاسکتا اور نہ کوئی انکو چھو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس جگہ میں یہ دہشت اور ہیبت اس لیے رکھ دی کہ لوگ اس جگہ کو تماشا نہ بنالیں اور انکے آرام میں ملل نہ ہوں اپنی قدرت سے انکی درباری کیلئے دروازہ پر ایک کتا بٹھلا دیا جو ان کی طرح وہ بھی صدیوں تک سوتا رہا اور کروٹوں کا بدلنا زمین سے مخالفت کے لیے تھا اور یہ خدا داد رعب و جلال دشمنوں سے حفاظت کے لیے تھا کہ کوئی دشمن اندر نہ جاسکے یا شاہو کی ڈیور بھی پرہیز اور ہریدار ہوتا ہے جو اجنبی آدمی کو اندر جانے سے روکتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے غیبی طور پر ہیبت اور جلال کا پہرہ قائم کر دیا کہ کسی شخص کو اندر جانے کی ہمت ہی نہ ہو اور ظاہری طور پر خار کے منہ پر ایک کتا بھی بٹھلا دیا تاکہ اجنبی آدمی کو آنے جانے سے روک دے اور جس طرح ہم نے اپنی قدرت سے انکو طویل مدت تک صحیح سالم سلایا اور ہر موذی سے انکی حفاظت کی اسی طرح ہم نے بینکڑوں برس کے بعد انکو صحیح سالم نیند سے اٹھایا اور خواب سے انکو جگایا کہ باوجود اتنا طویل عرصہ گزرنے کے ان کے جسم میں کوئی تغیر آیا اور نہ ان کے کپڑے پرانے ہوتے جس طرح کمال قدرت کے ساتھ انکو سلایا تھا اسی طرح کمال قدرت سے انکو جگایا تاکہ اس طویل خواب سے بیدار ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں جس سے اخیر میں ان پر خدا کی قدرت اور اسکی رحمت و عنایت اور اسکی عطا کردہ کرامت منکشف ہو کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور عنایت ایسی ہوتی ہے کہ مشاہدہ سے انکے ایقان اور عرفان میں زیادتی ہو اور خدا کی اس نعمت کا شکر کریں۔

چنانچہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنی مدت سوتے رہے قرائن سے ان کو یہ معلوم ہوا اور یہ محسوس ہوا کہ ہم عادت سے زیادہ سوتے ہیں اس لیے یہ سوال کیا انہوں نے کہا کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم سوتے رہے پھر کچھ قرآن اور آثار سے ظاہر ہوا کہ ہم طویل مدت تک سوتے رہے تو یوں کہ تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے جتنی مدت تم سوتے رہے خیر اب اس بات کو چھوڑو اسی بیکار گفتگو سے کیا فائدہ اپنے کام کی بات کر دو بس تم تو اپنے میں سے ایک آدمی کو یہ رویہ دے کر شہر کی طرف میجو بیس وہ شخص وہاں جا کر دیکھے کہ کس دکاندار کے پاس پائیزہ اور حلال کھانا ہے پھر اس سے وہ پائیزہ اور حلال کھانا خرید کر تمہارے پاس لاتے۔ پائیزہ اور منہرے کھانے سے مراد یہ ہے کہ وہ کھانا حلال اور طیب ہو بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا نہ ہو کیونکہ بازار میں اکثر بتوں کے نام کا ذبیحہ بکتا تھا اس لیے خریدنے سے پہلے تحقیق کر لینا کہ یہ کھانا بتوں کے نام پر تو ذبح کیا ہوا نہیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی مسلمان سے غضب کیا ہوا نہ ہو اور آنے اور جانے اور کام کرنے میں لطافت اور ہوشیاری اور نرمی اور آہستگی کو ملحوظ رکھے اور شہر والوں میں سے کسی کو اپنی بابت شعور اور احساس بھی نہ ہونے دے کہ یہ کون شخص ہے

یعنی کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے اہل شہر ہمارے حال سے آگاہ ہو جائیں کیونکہ اس میں ذرا شک نہیں کہ اگر وہ تم پر مطلع ہو جائیں تو وہ تم کو سنگسار کر دیں گے یا جبراً تم کو اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے اور اگر خدا نخواستہ ایسا ہوا تو تم بھی نجات نہ پاؤ گے اور کفر کی وجہ سے دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ جبر اور اکراہ کی حالت میں اگرچہ زبان سے کلمہ کفر کہہ لینا جائز ہے لیکن بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ ابتداء میں جان بچانے کے لیے بادل نخواستہ زبان سے کفر کا کلمہ کہہ لیتا ہے مگر جب دن رات کافروں کے ڈر سے کفر کے اقوال و اعمال کرنے پڑتے ہیں تو رفتہ رفتہ دل سے کفر کی کراہت اور نفرت کم ہوتی جاتی ہے بالآخر دل کفر پر جم جاتا ہے۔

چنانچہ واقعات اس کے شاہد ہیں کہ ابتداء میں کوئی مسلمان کافروں کے دباؤ سے ان میں شامل ہو گیا اور دنیاوی مصالح اور منافع کے پیش نظر انکے ساتھ ہو گیا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ اسی جیسا ہو گیا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ اِیْھَانًا لَا یَسْتَدُ اور اگر بالوضی یہ شخص محض ظاہر کافریا کے ساتھ رہا اور دل سے ان سے متنفر رہا اور بیزار رہا تو اس طرح سے یہ شخص تو دنیا سے ایمان سلامت لے گیا لیکن کفر والی نسل تو لے کر ظاہر کا اتباع کرے گی اور ظاہر ادا طاعت کفر میں داخل ہو جائے گی جیسا کہ آج کل بھارت میں فتنہ برپا ہے اللہ پناہ میں رکھے اور جس طرح ہم نے اپنی کمال قدرت سے انکو سدایا اور انکو جگایا اسی طرح ہم نے لوگوں کو انکے حال پر مطلع فرمایا تاکہ لوگ اس واقعہ سے جان لیں اور یقین کر لیں کہ بے شک اللہ کا وعدہ بعثت اور حشر و نشر کے بارہ میں بالکل صحیح اور درست ہے اس لیے کہ اتنے عرصہ دراز تک ان کا سونا اور جگانا مرنے اور قیامت کے دن اٹھنے سے بڑی مشابہت رکھتا ہے اور یقین کے ساتھ جان لیں کہ قیامت کے قائم ہونے میں ذرا شک نہیں وہ ضرور ہونے والی ہے اور ہر شخص اپنے اس جسم کے ساتھ اٹھا یا جائے گا اس زمانہ کے لوگوں کو قیامت کے بارہ میں شک پیدا ہو گیا تھا کوئی اس کا انکار کرتا اور کوئی اس کا اقرار کرتا اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے واقعہ بیداری کو قیامت کی ایک نشانی بنایا کہ جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ جان لیں کہ جو خدا اصحاب کہف کی توفی اور قبض ارواح یعنی جان نکالنے کے بعد نیند کی حالت میں تین سو نو (۳۰۹) برس تک انکے بدن کو زندہ بلا تغیر کے قائم اور محفوظ رکھنے اور دوبارہ انکے نفوس اور ارواح کو ان کے اہلوان میں واپس کرنے پر قادر ہے وہی خدا ہزاروں ہزار سال کے بعد مردوں کی جان واپس کرنے پر اور دوبارہ ان میں روح ڈالنے اور زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

پیش قدرت کا رہا دشوار نیست عجز را با قدرت حق کار نیست  
خلاصہ کلام یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو اصحاب کہف کے اس حال سے اطلاع دی جب وہ آپس میں اپنے دین کے بارہ میں جھگڑ رہے تھے کہ قیامت ہوگی یا نہیں بعض اس کو



ثابت کرتے تھے اور بعض اس کے منکر تھے کہ اعادہ معدوم کا کیوں کر ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اصحاب کھف کو ظاہر کر کے منکرین قیامت پر جھٹ قائم کر دی اور یہ ظاہر کر دیا کہ قیامت قائم ہوگی اور حشر روع اور جسم دونوں ہی کا ہوگا خلاصہ کلام یہ کہ تنازع سے حشر و نشر اور قیامت کے بارہ میں نزاع اور اختلاف مراد ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں اِذْ يَنْتَازِعُونَ بِبَيْنِهِمْ اَمْوَالُهُمْ میں نزاع سے غار کے بارہ میں نزاع اور اختلاف مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب اصحاب کھف کا حال ظاہر ہو گیا تو لوگوں کی راستے یہ ہوئی کہ یہاں بطور یادگار کوئی عمارت بنا دینی چاہیے اور جو اہل ایمان تھے اور غائب تھے وہ یہ کہتے تھے اس جگہ کوئی عبادت خانہ بنا دینا چاہیے جیسا کہ آئندہ آیت میں ارشاد ہے پس جب اہل کھف کا حال ظاہر ہو گیا تو لوگ کہنے لگے کہ ان کے غار پر کوئی عمارت بنو اور اس عبادت سے مقصود یا تو یہ تھا کہ غار کا منہ بند ہو جائے اور انکی لاشیں محفوظ ہو جائیں یا بطور نشانی انکی یادگار قائم کرنا تھا اس کے علاوہ وہ لوگ اصحاب کھف کے احوال کے بارہ میں گفتگو کرتے رہے پھر جب کوئی تحقیقی بات معلوم نہ ہوئی تو تھک کر یہ کہا کہ ان کا پروردگار ہی انکے صحیح حال کو خوب جانتے والا ہے عرض یہ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ بالآخر جو لوگ اپنی بات میں غائب رہے یعنی بیدار کس اور اس کے اصحاب تو انہوں نے یہ کہا کہ ہم تو انکے پاس ایک مسجد بنائیں گے یعنی ایک عبادت خانہ بنائیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ خدا سے وعدہ لاشریک لڑ کے عبادت گزار بندے تھے معبود نہ تھے یوحنا تھے مشرک نہ تھے اور انکی عبادت کے مناسب بھی یہی ہے کہ انکی یادگار میں مسجد یعنی عبادت خانہ بنا دیا جائے قرون کو مسجد گاہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور قرون کے قریب مسجد بنانا جائز ہے معاذ اللہ مسجد بنانے سے یہ عرض نہ تھی کہ لوگ انکی قبروں کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کریں بلکہ عرض یہ تھی کہ صالحین کے قرب و جوار میں ایک عبادت خانہ بنا دیا جائے تاکہ لوگ ان کی طرح عبادت کیا کریں اور وہاں نمازیں پڑھا کریں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں اور جس طرح اہل کھف بخت و شوق اور قیامت کے قائل تھے اسی طرح لوگوں کو چاہیے کہ مسجد میں حاضر ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور آخرت کی تیاری کریں اہل کھف کے ظاہر ہونے پر مؤمنین غالب ہوئے جو حشر و نشر اور قیامت کے قائل تھے اس لیے انکی راستے یہ ہوئی کہ انکی یاد میں مسجد بنا دی جائے جو آخرت کا بازار ہے عبادت گزار بندوں کی یادگار میں انکے قریب مسجد بنا دینا مناسب ہے جس میں دن راست اللہ کی عبادت ہوتی رہے۔

## ذکر قول دیگر در تفسیر آیت مذکورہ

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اِذْ يَنْتَازِعُونَ بِبَيْنِهِمْ اَمْوَالُهُمْ میں نزاع در بارہ حشر و نشر

مراد نہیں بلکہ اصحاب کہف کی موت اور حیات کے بارہ میں نزاع مراد ہے  
امر ہم کی ضمیر اصحاب کہف کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے  
کہ جب لوگ اصحاب کہف کے حال پر مطلع ہو گئے اور اصحاب  
کہف اپنے غار میں اپنی جگہ پر چلے گئے تو لوگوں میں اختلاف ہوا کہ اصحاب کہف وفات پا گئے یا  
حسب سابق دوبارہ سو گئے کسی نے کہا سو گئے اور کسی نے کہا وفات پا گئے اور اس بارہ میں گفتگو  
کرتے رہے جب حقیقت حال منکشف نہ ہوئی تو تھک کر کہہ دیا کہ **لَعَلَّہُمْ اَعْلَمُ بِحَقِّہُمْ** کہ خدا ہی کو ان کا  
صحیح حال معلوم ہے لہذا آیت میں تنازعہ سے یہ اختلاف مراد ہے کہ وہ غار میں جا کر دوبارہ سو  
گئے یا وفات پا گئے پھر اس نزاع سے فارغ ہوئے تو اس فکر میں پڑے کہ انکی کوئی یادگار قائم کی جائے۔  
امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس بیداری کے حد اصحاب کہف کے بارہ میں اختلاف ہے بعض کہتے  
ہیں کہ وہ وفات پا گئے اور مگر فنا ہو گئے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ دوبارہ سو گئے اور ہنوز خواب  
استراحت میں ہیں اور انکے احسام محفوظ ہیں قیامت کے نزدیک جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت وہ بیدار ہوں گے اور غار سے نکلیں گے اور عیسیٰ علیہ  
السلام کے ساتھ حج کریں گے اور امام ہمدانی کے مددگار بنیں گے جیسا کہ ایک ضعیف حدیث میں  
آیا ہے اور پھر قیامت سے پہلے انکی موت کسے گی۔

(دیکھو تفسیر قرطبی ص ۲۸۸ جلد ۱)

حافظ عقلانی فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیث تفسیر ابن مرددیہ میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے

واللہ اعلم۔ (دیکھو فتح الباری ص ۳۶۵ جلد ۶)

بہر حال کسی حدیث سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اصحاب کہف اس واقعہ کے بعد زندہ رہے یا انتقال کر گئے اور

انتقال کب ہوا اور اگر زندہ رہے تو کب تک رہے اور کب تک رہیں گے واللہ اعلم نیز یہ امر  
صحیح اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اصحاب کہف کس نبی کی شریعت کے متبع تھے بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کے پیرو تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں واللہ اعلم۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب بادشاہ کو اصحاب کہف کا حال معلوم ہوا تو ارکان دولت کو ساتھ لے کر  
غار پر پہنچا پہلے وہ شخص غار کے اندر گھسا جو کھانا لے کر آیا تھا مگر پھر اندر سے باہر واپس  
نہ آیا بادشاہ نے بہمت کوشش کی کہ اندر جا کر تلاش کرے مگر قضا و قدر نے راستہ بھلا  
دیا اور کوئی اندر نہ جاسکا اور بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ مع ساتھیوں کے اندر داخل ہوا اور غار  
والوں سے جا کر ملا اور انکو گلے لگایا اور باہر آئے کے بعد اس غار کا منہ بند کرادیا اور بطور  
باد گار وہاں ایک مسجد تعمیر کرا دی۔

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ

اب یہ بھی کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا اور یہ بھی کہیں گے

خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ

وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا بن دیکھے نشانہ پتھر چلانا

وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ

اور یہ بھی کہیں گے، وہ سات ہیں اور آٹھواں اُن کا کتا تو کہہ

رَبِّي أَعْلَمُ بَعْدَتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ

میرا رب بہتر جانتے اُن کی گنتی اُن کی خبر نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ

فَلَا تُسَادِرْ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ

سو تو مست جھگڑ ان کی بات میں مگر سرسری جھگڑا اور مست تحقیق کر ان کا احوال

مِنْهُمْ أَحَدًا ۚ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ

اُن میں کسی سے اور نہ کہیں کسی کام کو کہ میں کروں گا

غَدًا ۚ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ

کل مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کرے اپنے رب کو جب بھول جاوے

وَقُلْ عَسَى أَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا

اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو نبھاوے اس سے نزدیک راہ

رَشَدًا ۚ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَ

تین کی اور مدت گزری ان پر پتی کھوہ میں تین سو برس اور

أَزْدَادًا وَاتَّسَعَّا ۚ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبٌ

اوپر سے نو تو نہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت وہ رہے



السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ

اسی پاس ہیں مجھے، جسد آسمان اور زمین کے، عجب دیکھتا سنتا ہے کوئی نہیں بندوں پر

دُونِهِ مَنْ وَّيْلٌ وَلَا يَشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدٌ ۝۲۷

اسکے سوا مختار اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو

## ذکر اختلاف اہل کتاب در بارہ شمار اصحاب کہف

قال اللہ تعالیٰ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّا بَعْضَهُمُ... اِلٰی... وَلَا يَشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدٌ  
گزشتہ آیات میں لوگوں کے نزاع اور اختلاف کا ذکر فرمایا اب ان آیات میں لوگوں کے  
دوسرے نزاع کو بیان کرتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ اہل کتاب جو علم کے مدعی ہیں اور بطور امتحان آپ  
سے سوال کرتے ہیں وہ خدا صاحب کہف کی تعداد کے بارہ میں مختلف ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

عنقریب اہل کتاب یہ رقمہ سن کر انکی تعداد کے بیان کرنے میں اختلاف کریں گے بعض تو یہ کہیں  
گے کہ وہ تین آدمی تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض یہ کہیں گے کہ وہ پانچ آدمی تھے چھٹا ان کا کتا تھا  
اور یہ دونوں گروہ بے تحقیق باتیں کر رہے ہیں جیسے غائبانہ چیز پر بے دیکھے بھڑ بھٹکتا بے کار ہے  
اسی طرح یہ دونوں قول اٹھل پھوٹا اور ناقابل اعتبار ہیں اٹھل کے تیر چار رہے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں  
کہ وہ سات آدمی تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اسے نبی آپ ان اختلاف کرنے والوں سے کہہ دیجئے  
کہ میرا پروردگار ان کی شمار کو خوب جانتا ہے کہ ان اقوال میں سے کون سا قول صحیح ہے یا سب غلط  
ہیں ان کی شمار کو بہت تھوڑے آدمی جانتے ہیں کیونکہ ان کی تعین سے کوئی امر شرعی متعلق نہ  
تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیت میں اس اختلاف کے متعلق کوئی صریح فیصلہ نہیں فرمایا مگر آیت  
سے بطور اشارہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ من وجہ تیسرا قول قدر سے صحیح ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے  
اس تیسرے قول کو نقل کر کے اس کا رد نہیں فرمایا بلکہ اس پر سکوت فرمایا عبد اللہ بن عباس  
سے منقول ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ان بعض میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے  
مستثنیٰ فرمایا۔

پس اگر یہ لوگ اپنے اختلاف سے باز نہ آتے تو آپ ان کے بارہ میں اہل کتاب سے بحث  
نہ کیجیے مگر سرسری طور اس لیے کہ اول تو تعین عدد پر کوئی دلیل نہیں اور اگر بالفرض معلوم بھی ہو جاتے  
تو کوئی مستند بہ فائدہ بھی نہیں اور ان کے متعلق اہل کتاب میں سے کچھ پوچھتے بھی نہیں جس قدر

ضروری تھا وہ آپ کو ہم نے بتلادیا اور غیر ضروری امر کی تحقیق میں پڑنا بے کار ہے بے کار چیزوں میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔

مشرکین مکہ نے یہود کے سکھانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
**شان نزول** | اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں کل اس کا جواب دوں گا اور انشاء اللہ کہنا بھول گئے آپ کا خیال تھا کہ جبریل دجی لے کر آئیں گے نزول دجی کے بعد میں انکو بتلا دوں گا جبریل ایمن پندرہ دن تک نہ آئے آپ ہمت ٹھیکیں ہوئے تب یہ مفصل قصہ نازل ہوا اور اخیر میں یہ آیت اتری آپ جب کبھی کسی سے کوئی وعدہ کیا کریں تو انشاء اللہ ضرور کہہ لیا کریں۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہے

اتنی سی بھول پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ آتی چنانچہ فرماتے ہیں اے نبی آپ کسی کام کے متعلق ہرگز نہ کہہ دیجئے کہ میں اس کام کو کل کروں گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر خدا نے چاہا تو کروں گا بغیر اسکی مشیت کے کچھ نہیں کر سکتا اس لیے کہ بندہ اپنے ارادہ اور اختیار میں مستقل نہیں بندہ کا اختیار اور بندہ کی قدرت، اللہ کی قدرت اور مشیت اور اختیار کے تحت ہے نہ اس کے برابر ہے نہ اس کے اوپر ہے نیز بندہ کو خبر نہیں کہ کل آئندہ کیا ہو گا معلوم نہیں کہ کل تک زندہ بھی رہے گا اور اگر زندہ بھی ہو تو معلوم نہیں کہ اس کام کو بھی کر سکے یا نہیں اس لیے ضروری ہے کہ انشاء اللہ کہے اور جب انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے خواہ ایک سال کے بعد تو انشاء اللہ کہہ کر اپنے پروردگار کو یاد کر لیا کرو تاکہ گزشتہ غفلت اور بھول چوک کی تلافی ہو جائے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر طلاق دینے کے ایک سال بعد بھی انشاء اللہ کہو گے تو طلاق واقع نہ ہوگی اس لیے کہ اس حکم سے عقد اور معاملات کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ اللہ کے نام کی برکت اور اسکی مشیت پر نظر رکھنے کا مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے۔

## مقام اصحاب کہف

اصحاب کہف کا مقام متعین کرنے کے بارے میں حضرات مفسرین کا اجماع نے متعدد اقوال نقل کیے ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ غار بلاذروم کے کسی پہاڑ کے اندر واقع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بلاذروم صلی منی کے قریب اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایلیس قریب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بلقار کے شہروں میں کسی جگہ ہے حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس غار کا پتہ نہیں بتلایا کہ وہ کس ملک اور کس زمین اور کس شہر میں ہے کیونکہ اس سے ہمارا کوئی دینی اور دنیوی فائدہ متعلق نہیں شاید اس کے اخفاء میں اللہ کی کوئی حکمت اور مصلحت ہو اگر اس کے بتلانے میں ہماری کوئی دینی یا دنیوی مصلحت اور منفعت ہوتی تو اللہ اور اس کا رسول ہم کو ضرور



کے قہر سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہوا اور میری نبوت کی قریب ترین دلیل ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ امید سے بڑھ کر اصحاب کہف کے قہر سے زیادہ واضح دلائل نبوت اور براہین رسالت آپ کو عطا کیئے کیونکہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قہر جس کا انہوں نے سوال کیا تھا وہ اس اعتبار سے آپ کی نبوت کی دلیل تھا کہ وہ غیب کی خبروں میں سے ایک خبر تھی اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے قہر سے بڑھ کر اور بہت سی غیبی خبریں جن کا زمانہ اصحاب کہف سے بھی زیادہ قدیم ہے وہ اور آیتہ ہونے والی باتیں آپ کو بذریعہ وحی بتلائیں اور آپ نے ان غیبی خبروں کو لوگوں کے سامنے بیان کیا جو اصحاب کہف کے قہر سے کہیں بڑھ کر ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے تِلْكَ حِثٌّ اَنْبِيَائِ الْعَالَمِ الَّذِي اَرْسَلْنَاكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا مِنْ نَفْسٍ اَوْفَاكُمْ مَا كُنْتَ تَقُولُ لَمْ يَكُنْ لَكَ كَلِمَةٌ اَنْتَ وَكَانَ قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا خَاصَّةً كَلَامِ يہ ہے کہ جب قریش کو اصحاب کہف کا قہر سن کر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ ان مشرکوں سے یہ کہو کہ میری نبوت کا ثبوت کچھ اس قہر پر موقوف نہیں ہے اللہ سے امید ہے کہ وہ اس سے بڑھ کر کچھ کو نبوت کا ثبوت عطا کرے گا تمہارے یہ قہر میرے امتحان کے لیے پوچھا تھا کہ اگر یہ سچے پیغمبر ہیں تو اس قہر کو بیان کر دیں گے ورنہ نہیں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اگر یہ لوگ اس کے علاوہ کسی اور شے کا آپ سے سوال کریں گے جو آپ کو معلوم نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اس سے بڑھ کر آپ کو بتلا دے گا آیت کی یہ تفسیر زجاج سے منقول ہے یا یہ معنی ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیحت فرمائی کہ اگلی بات کی بابت بغیر انشاء اللہ کچھ وعدہ نہ کیا کریں اور اگر کسی وقت بھول جائیں تو جب یاد آئے انشاء اللہ کہہ لیا کریں اور فرمایا کہ آپ امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ اس سے بھی زیادہ کرے یعنی آپ کبھی نہ بھولیں اور آئندہ کبھی بھولنے کا موقع نہ آئے۔

(ماخوذ از موضح القرآن)

یا یہ معنی ہیں کہ جب کسی چیز کو بھول جایا کرو تو اللہ کو یاد کر لیا کرو اور یہ کہہ لیا کرو وَعَسَى اَنْ يَّعْلَبَ بِكَ رَبٌّ اَوْ يَهْدِيَ لَكَ سَبِيلًا یعنی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بھولی چیز کے بدلہ میں اس سے زیادہ بہتر اور نافع چیز عطا فرمائیں اور عجیب نہیں کہ یہ نسیان ہی میرے حق میں بہتر ہو کما قال تعالیٰ اَوْ نَسِيْنَاكَ نَحْنُ يَوْمَ نَخْلَعُ عَنْهُمْ اَشْفَارَهُمْ علامہ زحشری فرماتے ہیں کہ یہ معنی ظاہری سیاق کے زیادہ مطابق معلوم ہوتے ہیں۔

پھر اسی تنبیہ کے بعد اصحاب کہف کے متعلق ایک بات بیان کر کے قہر کو حتم فرماتے ہیں اور یہ لوگ جو آپ سے اصحاب کہف کے متعلق سوال کر رہے ہیں کہ وہ کتنی مدت غار میں رہے تو آپ ان کے جواب میں یہ کہہ دیجیے کہ اصحاب کہف اپنی غار میں تین سو برس رہے اور ان تین سو برس کے علاوہ نو برس اور زیادہ ہیں اس کے بعد وہ خواب سے جگاتے وراٹھماتے گئے اور آپ کہہ دیجیے کہ

پوری طرح اللہ ہی کو خوب معلوم ہے جتنی مدت وہ غار میں ٹھہرے اسی کو تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب ہے اس پر اصحاب کھف کا حال کیسے خفی رہ سکتا ہے عجیب دیکھنے والا اور عجیب سننے والا ہے ظاہر و باطن قریب اور بعید سب اس کے سامنے یکساں ہے آسمان اور زمین والوں کا اس کے سوا کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا اس لیے لازم ہے کہ کوئی اس کے غیب میں دخل نہ دے اور جتنی بات اس نے بتلا دی ہے اس پر انکار کرے اور اپنی طرف سے کوئی بات رجما بالغیب نہ کہے۔



وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ

اور پڑھ جو وحی ہوتی تجھ کو میرے رب سے اس کتاب کو کوئی بدلنے والا

يُكَلِّمُهُ ۚ وَلَنْ يَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝۳۵ وَأَصْبِرْ

نہیں اسکی باتیں اور کہیں نہ پاوے گا تو ایسے سوا بچھنے کو جگہ اور تمام رکھ

نَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

آپ کو ان کے ساتھ، جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ

طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تَطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنِ

دنیا کی زندگی کی اور نہ کہاں اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی

ذِكْرَنَا وَاتَّبِعْ هَوَاهُ ۚ وَكَانَ امْرَأُ فُرْقَانًا ۝۳۶ وَقُلِ الْحَقُّ

یاد سے اور پیچھے لگا ہے ایسی چاڑ کے اور اسکا کام ہے حد پر نہ رہنا اور کہہ سچی بات

مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفَرْ ۚ

ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے



إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهَا كُلُّ شَيْءٍ وَابٍ وَإِن

ہم نے رکھی ہے گزگاروں کے واسطے آگ، جو گھیر رہی ہیں انکو اسکی تنائیں اور اگر

يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ بِطُغْيَانِ

فریاد کریں گے تو ملے گا پانی جیسا پیپ، بھون ڈالے منہ کو کیا بُرا

الشَّرَابِ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝۱۹ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

پینا ہے اور کیا بُرا آرام جو لوگ یقین لاتے اور کہیں

الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝۲۰ أُولَٰئِكَ

نیکیاں ہم نہیں کھوتے نیک اس کا جس نے بھلا کیا کام ایسوں

لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ

کو باغ ہیں بسنے کے بہتی ان کے نیچے نہریں پہناتے ہیں

فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا

انکو وہاں کچھ کنگن سونے کے اور پہنتے ہیں کپڑے سبز

مِّنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ

چٹنے اور گاڑھے ریشم کے گئے بیٹھے ہیں ان میں تختوں پر

نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝۲۱

کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب آرام

حکم تلاوت قرآن مدارات ورویشان وخرقہ پوشان

فَاللَّهُ تَعَالَىٰ كَاتِلُ مَا أَفْعَلُ بِالْحَقِّ ۝۲۲ ..... وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا

(رہط) شروع سورت میں نزول کتاب کی نعمت کو بیان فرمایا اور اس کے بعد دنیا کے فناء و زوال کو

بیان کیا پھر اسکے بعد اصحاب کھف کا قصہ بیان کیا جنہوں نے دنیا پر لات ماری اور مضبوطی کے ساتھ حق پر قائم رہے بالآخر کامیاب ہوئے اور ظالم اور منکر دنیا سے رخصت ہوئے اب اصحاب کھف کے قصہ کے بعد پھر اس قرآن کی تلاوت کا حکم دیتے ہیں جس میں دشمنان اسلام کے سوالات کے جوابات نازل ہوئے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوئی اور پھر اصحاب کھف جیسے درویشان اسلام اور اہل خرقہ یعنی گدڑی اور کیلی پوشوں کی مجالست اور مدارات اور خاطر داری کا حکم دیتے ہیں اور نبی کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ عمار اور سلمان اور صہیب اور بلالؓ اور ابن مسعودؓ جیسے درویشوں کو جو زبردقاعت اور صبر اور استقامت میں اصحاب کھف کا نمونہ ہیں ان پر خاص نظر عنایت رکھئے اور اہل دنیا اور مالداروں کے کہنے سے ان درویشوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے اور جو لوگ اپنے مال و دولت پر فخر کرتے ہیں انکی پرواہ نہ کیجئے چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں ان اہل دنیا کی طرف التفات نہ کیجئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں کہ ان آیات میں پہلے تلاوت قرآن کا حکم دیا بعد ازاں ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا جو رضائے الہی کے طالب ہوئے ہیں اور صبح و شام عبادت الہی میں مشغول رہتے ہیں اور ایسے لوگوں سے منہ موڑنے کی ممانعت فرمائی اور اہل غفلت سے احتراز اور کنارہ کشی کا حکم دیا اور اس آیت میں جس جماعت کی مجالست اور معاشرت رکھنے کا حکم دیا گیا وہ ہاجرین اولین تھے جو کثرت عبادت و اطاعت کے ساتھ معروف تھے اور خواہ ابتداء ہی سے وہ غیر تھے یا اپنا مال و متاع راہ خدا میں خرچ کر کے تنگ دست ہو گئے تھے یہ ان کا عظیم وصف تھا و هذا هو المقصود۔

کفار یہ کہتے تھے کہ اگر آپؐ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپؐ کی بات کو مانیں اور آپؐ پر ایمان لے آئیں تو جب ہم آپؐ کے پاس آیا کریں تو آپؐ ان فخرامد ملیں کو اپنے پاس سے ہٹا دیا کریں ہمارا اور انکا مل کر بیٹھنا ہماری شان کے خلاف ہے ایسے ایسے جتوں اور پتروں سے بڑا آئی ہے یہ لوگ ہمارے برابر کے نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اور آپؐ کو انکی درخواست قبول کرنے سے منع کر دیا اور آپؐ کو حکم دیا کہ آپؐ ان منکبرین اور مغرورین کی بات کی طرف توجہ اور التفات نہ ہٹائیں یہ درویشان اسلام کی صحبت اور مجالست کو برقرار رکھیں اور ان سے اپنی نظر التفات نہ ہٹائیں یہ درویشان اسلام صبح و شام اللہ کے ذکر اور دعا میں مشغول ہیں اور ہمارے مجلس بندے ہیں اور اصحاب کھف کا نمونہ ہیں ان اہل غفلت کے کہنے سے آپؐ ان فخرامدوں کو اپنے پاس سے نہ ہٹائیں اور نہ اٹھائیں ان منکبرین کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی انکے برابر بیٹھ سکے اللہ تعالیٰ نے بتلادیا کہ انکی یہ درخواست قابل منظور نہیں اصل عزت والے یہ فخرامد قین ہیں اور یہ مغرورین اور منکبرین اللہ کے نزدیک پھر کے پرے برابر بھی نہیں اور اسی مضمون کی ایک آیت سورت انعام میں گذر چکی ہے وَلَا تَخْشَوُا الْكَافِرِينَ يَذَّبُ عَنْكُمْ بِالْعُدْوَةِ وَالْقِسْطِ حضرت موسیٰ اور حضرت جبر علیہما السلام کے قصہ تک یہی مضمون چلا گیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اسے نبی! آپؐ اپنے پروردگار کی اس کتاب کو جو بیزریہ و بی آہ کے پاس

بیمیں گئی ہے اسکو پڑھتے رہتے خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی سنائیے اور لوگوں تک اسکو پہنچائیے یہی آپ کی نبوت کی کافی اور ثانی دلیل ہے اور یہ خیال نہ کیجیے کہ ان دولت مندوں کے اسلام میں داخل ہوا جانے سے اسلام کو ترقی ہوگی ان پر دین کی ترقی کا دار و مدار نہیں اس دین کی ترقی کے ہم ذمہ دار ہیں ہم آپ سے وعدہ کر چکے ہیں اللہ کی باتوں کو یعنی اس کے وعدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں خدا کے تمام وعدے اور تمام پشیم گوتیاں پوری ہو کر رہیں گی کسی کی موافقت یا مخالفت وعدۃ الہی پر اثر انداز نہیں ہو سکتی یا یہ معنی ہیں کہ کافروں کے اس قول کی پرواہ نہ کیجیے جو یہ کہتے ہیں اِنَّمَا بَقَرَاتٌ حَنَابِلٌ هٰذَا اَوْ بَنَاتٌ لِّهٰذَا: یعنی اس قرآن کے سوا دوسرے قرآن لاؤ جس میں بتوں کی مذمت اور مشرک کا رد نہ ہو یا اس میں کچھ رد و بدل کر دو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اللہ کے کلمات میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں اور بخیر ذات خداوندی کے آپ کو کوئی پناہ نہ پائیں گے اس کے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں۔

شروع صورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ زمین کی چیزیں اور تمام اسباب تہل فقط دنیا کی زینت ہیں نہ کہ آخرت کی اور دنیا کی زینت فانی اور سریع الزوال ہے اس سے دل بستگی نہ چاہیے عاقل کا کام دار آخرت کی فکر ہے ایسے بعد اسباب کہف کا فقرہ ذکر فرمایا کہ جو شاہی خاندان کے افراد تھے اور محلوں کے رہنے والے تھے دنیا کی زینت کو چھوڑ کر اپنے دین کو لے کر بھاگ نکلے اور غار میں چل چھپے اب اس کے بعد اشراف مکہ کے متعلق ایک ہدایت فرماتے ہیں دوسرا مکہ دنیا کی زینت پر فریفتہ تھے اور اسباب دنیا کے غرور میں ان کو فخر مسلمین کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنا ناگوار تھا اس لیے ان دوسرا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ جس وقت ہم آپ کے پاس آیا کریں اس وقت یہ لوگ آپ کے پاس نہ آیا کریں آپ ہمارے لیے عیودہ مجلس رکھیے اور ان درویشوں کو اس مجلس میں ہمارے ساتھ شریک نہ کیجیے یہ لوگ صوف کے نیچے پہنے رہتے ہیں اور ان میں انکو پسند آتا ہے اور اس سے بدلو آتی ہے اور ہم برفاء اور سادات حُر ہیں اگر ہم اسلام لے گئے تو ہماری تقلید میں سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے غرض یہ کہ سرداران قریش نے ان جبر پلوٹوں اور کمبل والوں کے پاس اور ان کے ساتھ بیٹھنا کسر شان سمجھا ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یہ خیال آیا ہو کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے غریب کو عیودہ کر دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے تو پیسے اور پکے مسلمان ہیں ہی اگر سرداران قریش اس طرح اسلام میں داخل ہو جائیں تو یہ اسلام کے لیے باعث تقویت ہو گا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اے نبی آپ ان اہل دنیا کی ذرا برابر پرواہ نہ کیجیے بلکہ اپنی نشست و برخاست میں ہمہ تن اپنے آپ کو ان لوگوں میں مقید اور پابند رکھیے جو صبح و شام یعنی شروع دن سے لے کر آخر دن تک اپنے رب کی یاد میں لگے رہتے ہیں اور اس ذکر اور عبادت سے فقط رخصتے خداوندی کے طالب ہیں اس سے ان کی کوئی دنیاوی غرض نہیں اور چاہئے کہ آپ کی آنکھیں ان فقراء مسلمین سے نہ پھر جائیں یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی وقت آپ کی نظر التفات ان اہل دنیا کی طرف پھر جائے

گویا کہ آپ دنیاوی زندگی کی زیب و زینت اور اس کی آرائش کی طرف مائل ہونے لگے کیونکہ امیروں کی دلجوئی کے لیے فیروں کو پاس نہ آنے دینا بھی ایک قسم کی دنیا کی زینت کی رعایت ہے جس سے اللہ کا نبی پاک اور منتر ہے حق جل شانہ نے ان آیات میں اپنے نبی کو کافروں کی اس قسم کی دلجوئی سے منع فرمادیا کیونکہ مجلس اور مجالست میں امیروں اور فیروں میں فرق اور امتیاز قائم کرنا بظاہر حیات دنیا کی زینت کی رعایت ہے ورنہ عقبی اور آخرت کی راہ سے فقراء اسلام کو جو امتیاز حاصل ہے وہ شاہان دنیا کو بھی حاصل نہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کر کے بتا دیا کہ یہ متکبرین ایمان لائے ولسے نہیں ان کا ایمان محض مہیوم اور محفل ہے اور محض مہیوم اور محفل فائدہ کی خاطر جمین مخلصین کے احترام اور دلجوئی کو کیوں نظر انداز کر دیا جائے نیز غریبوں کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کرنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ لوگ اس طرز عمل کو دیکھ کر نبی سے بدگمان نہ ہو جائیں اور اسلام کے قبول کرنے میں تردد کرنے لگیں اور چند متکبرین کے اسلام لے آنے میں اسلام کا اتنا فائدہ نہیں جتنا کہ اس بدگمانی سے اسلام کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان فقراء اور درویشان اسلام کی پہلے سے زیادہ خاطر داری اور مدارت کرنے لگے اور عامی طور پر لنگے پاس آکر بیٹھتے اور یہ فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے (چیدہ اور پاکیزہ) لوگ بنائے کہ جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھ کو حکم دیا میری زندگی اور موت انہی کے ساتھ ہے۔

**مسئلہ** عالم شریعت اور شیخ طریقت پر لازم ہے کہ فقراء کی صحبت اور مجالست کو نفرت سمجھے اور اپنی مجلس کو عام رکھے امراء اور اغنیاء کی رعایت سے اپنی مجلس سے فقراء کو نہ اٹھائے ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم ہے فقراء اور مساکین کے پاس بیٹھنے سے دنیا نظروں میں خوار ہوتی ہے یہ آیت بلالؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ اور خبابؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے بارہ میں نازل ہوئی جو صوفیہ کے جتنے پیروں سے حضور بدلوں کی مجلس میں آتے تھے اور ان میں پسیدہ آجاتا تھا جس سے ان اشرف قریش کو کراہت محسوس ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ صوف کا جتہ درویشان اسلام کا لباس ہے اسی لیے صوفی کو صوفی کہتے ہیں کہ جو ازراہ تواضع و درویشی صوف رہائوں کا لباس پہنتے۔ اور مت کہنا مالو اس شخص کا جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور دنیا سے دون کا اس کو دیوانہ بنا دیا ہے اور وہ شخص ہر تن اپنی نفسانی خواہش کا تابع اور پیر ہو گیا ہے نفس کا بندہ غلام بنا ہوا ہے جدھر اس کا نفس اسکو لے جاتا ہے ادھر دوڑا چلا جاتا ہے لذت اور عزت سے

لہ تفسیر قرطبی کی روایت میں کلمہ قالو یا رسول اللہ لو جلست فی مدر المجلس و تحیت عنا ھو کلاء لا روح کانت بھم و کانت علیھم اقبیۃ صوف لم یکن علیھم غیرھا (تفسیر قرطبی ص ۳۹۰ جلد ۱)

اس کو کوئی بحث نہیں اور اس کا کام خدا تعالیٰ سے گزرا ہوا ہے آپ ہرگز ہرگز ایسے لوگوں کا کہنا نہ مانیے اور ان کے کہنے سے فخر و عافیت اور اہل ذکر و خلعین کو اپنے پاس سے ہرگز نہ ہٹائیے اور ذرہ برابر ان اہل غفلت کی پردہ نہ کیجیے اور ان اہل غفلت اور اہل ثروت سے صاف کہہ دیجیئے کہ یہ دین حق تمہارے پروردگار کے پاس سے آیا ہے جو مشعل ہدایت ہے پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے خدا تعالیٰ کو نہ تمہارے ایمان کی ضرورت ہے اور نہ تمہارے کفر سے ڈر ہے تمہارے کہنے سے میں ان فخر و عافیت و ذاکرین خلعین کو اپنے پاس سے نہیں ہٹا سکتا اور جو حق کا کافر اور منکر ہو وہ قابل التفات نہیں اور یہ کلام بطور ہدایت اور تحریف سے نہ کہ بطور تنبیہ و اباحت، اسکے بعد کافروں اور سلاطین کے بخودی درکات اور درجات کو بیان فرماتے ہیں اس میں شک نہیں کہ ہم نے ظالموں کے نیٹے آگ تیار کر رکھی ہے وہ انکی منتظر ہے اسکی قناریں اور پردے ہر طرف سے انکو گھیر لیں گے اسکی چار دیواری سے باہر نہیں نکل سکیں گے اور اگر وہ پیاس سے چلا ہیں گے اور فریاد کریں گے تو انکی فریاد سی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا نہ پانی کی پلھت کی مانند ہوگا جو برتن کی تہ میں رہ جاتا ہے اور اس قدر تیز گرم ہوگا کہ پاس لاتے ہی منہ کو بھون ڈالے گا اور وہ دوزخ بہشت ہی بڑی آرام گاہ ہو گی۔ اور وہ پانی بہت ہی بڑا ہوگا۔

اب ان اشیاء کے بعد معذرات کا حال اور مال ذکر کرتے ہیں تحقیق جو لوگ اس حق پر ایمان لاتے جو آپؐ دے کر بھیجے گئے ہیں اور اسکی ہدایت کے مطابق اچھے عمل کیجئے تو بلاشبہ ایسے نیکو کاروں کا اجر ہم ضائع نہیں کریں گے ایسے ہی لوگوں کے لیے ہمیشہ کے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہاں انکو سونے کے کنگن پہناتے جائیں گے جو بادشاہوں کی زینت ہے۔

زاوالمیر میں سعید بن جبیرؓ سے منقول ہے کہ ہر جنتی کے لیے تین کنگن ہوں گے ایک چاندی کا ایک موتی کا اور ایک یا قوت کا یا یہ مطلب ہے کہ کسی کے ہاتھ میں سونے کا کنگن ہوگا اور کسی کے ہاتھ میں چاندی کا اور کسی کے ہاتھ میں موتیوں کا اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ گاہے چنیں اور گاہے چنان ہو مطلب یہ ہے کہ عالم آخرت میں معاملہ برعکس ہوگا اہل ایمان اگرچہ وہ درویش اور فقیر ہوں وہ تو ایسے محلوں اور باغوں اور عیش و عشرت میں ہوں گے اور اہل کفر و ذلت و خواری میں ہوں گے اور سبز پکڑے پہنیں گے ہار یک ریٹم کے اور بزرگ ریٹم کے، اور کافروں کو گندھک کے کتے پہناتے جائیں گے مکہ لگانے والے ہوں گے نگوں پر جیہا کہ امیروں کی عادت ہے مطلب یہ ہے کہ غایت درجہ عیش و آرام میں ہوں گے کیا خوب جزا ہے ایمان کی اور اعمال صالحہ کی اور جنت خوب آرام گاہ

۱۔ ہل کے معنی میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ہل کے معنی پگھلے ہوئے تانبے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہل کے معنی تیل کی پلھت کے ہیں ایسے ہم نے لفظ "یا" بڑھا کر دونوں معنی کی طرف اشارہ کر دیا۔

سے یا وہ تخت خوب تکید گاہ میں جن پر یہ درویشان اسلام شاہان لباس میں بیٹھے ہوں گے اب آئندہ آیات میں دنیا کے چاہنے والے کی مثال بیان فرماتے ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

اور بتا اُن کو کہات دو مردوں کی بنا دیئے ہم نے

لَاٰحِدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا

ایک کو دو باغ انگور کے اور گردان کے

بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۝۳۲ كَلَّا

کبھی اور رکھی دولوں کے تھے میں کہتی دولوں

الْجَنَّتَيْنِ اِنَّتِ اُكْلَاهَا وَلَمْ تَظْلِمِ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا

باغ لاتے اپنا بیوہ اور نہ گھساتے اس میں سے کچھ اور بہائی ہم نے

خِلَاهُمَا نَهْرًا ۝۳۳ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ

ان دولوں کے تھے نہر اور اسکو پھل ملا پھر بولا اپنے دوسرے سے جب

يُحَاوِرُهُ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَاَعَزُّ نَفَرًا ۝۳۴ وَدَخَلَ

بائیں کرنے لگا اس سے مجھ پاس زیادہ ہے تجھ سے مال اور آبرو کے لوگ اور گیا اپنے

جَنَّتِهِ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا اَظُنُّ اَنْ تَبِيدَ

باغ میں اور وہ برا کر رہا تھا اپنی جان پر بولا مجھ کو نہیں آتا خیال میں کو خراب ہو

هَذِهِ اَبَدًا ۝۳۵ وَمَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُودَتْ

یہ باغ کبھی اور مجھ کو خیال میں نہیں آتا کہ قیامت ہوئی ہے اور اگر کبھی

اِلَى رَبِّي لَا اَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۝۳۶ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ

بہنمایا مجھ کو میرے رب کے پاس کاؤں کا بہتر اس سے اُسٹن پہنچ کر۔ کہا اسکو دوسرے نے جب

وَهُوَ يَحْاورُهُ أَكْفَرْتِ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ

بات کرنے لگا کیا تو منکر ہو گیا اس شخص سے جس نے بنایا تجھ کو مٹی سے

ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّيْتُكَ رَجُلًا ۖ لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ

پھر بوند سے پھر پورا کر دیا تجھ کو مرد پر میں تو کہہ رہی اللہ ہے

رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۖ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ

میرا رب اور نہ مانوں ساجھی اپنے رب کا کسی کو اور کیوں نہ جب تو آیا تھا

جَنَّتِكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ إِنَّ

اپنے باغ میں کہا ہوتا؟ جو چاہا اللہ کا کچھ زور نہیں مگر دیا اللہ کا اگر تو

تَرَنِ أَنَا أَقَلُّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا ۖ فَعَسَىٰ رَبِّي أَنْ

دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں تو امید ہے کہ میرا رب دیوے

يُؤْتِيَنِي خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا

مجھ کو میرے باغ سے بہتر اور بھیج دے اس پر ایک بھوکا آسمان

مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا ۖ أَوْ يُصْبِحُ مَاوًا

سے پھر صبح کو رہ جادے میدان بپڑ : یا صبح کو ہو رہے اسکا پانی

غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۖ وَأَحِيطَ بِشَرِّهِ

خفک پھر نہ سکے تو کہ اس کو ڈھونڈ لاوے اور سمیٹ لیا اس کا سارا پھل

فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ

پھر صبح کو رہ گیا ہاتھ نہٹاتا اس مال پر جو اس میں لگایا تھا اور وہ

خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ

ڈھیرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر اور کہنے لگا کیا خوب تھا اگر میں ساجھی نہ بناتا اپنے

يَرْبِّيْ أَحَدًا ۝۴۲ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُوْنَهُ مِنْ

رب کا کسی کو اور نہ ہوئی اسکی جماعت کہ مدد کریں اسکو اللہ

دُونِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝۴۳ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ

کے سوا اور نہ ہوا وہ کہ بدلے کے وہاں سب اختیار ہے

لِلّٰهِ الْحَقُّ ۝۴۴ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝۴۵

اللہ سچے کا اس کا انعام بہتر ہے اور اس کا دیا بدلہ

## بنی اسرائیل کو بھائیوں کی مثال

قال الله تعالى واصوب لهم ميثاقك تجلّيت ..... الى ..... هو خير ثوابا وخير عقبا  
(رہلہ) گزشتہ آیات میں کفار کی اس درخواست کو رد فرمایا جو اپنے مال و دولت کے شر میں پورے  
اور فخر مسلمین کو حقیر سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھنے میں عار محسوس کرتے تھے اور اپنے مال و دولت  
پر فخر محسوس کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ جب ہم آپ کے پاس  
آیا کریں تو آپ ان درویشان اسلام اور فقراء مسلمین کو اپنے پاس سے ہٹا دیا کریں اب ان آیات  
میں ان منکبرین کے سنانے کے لیے اور دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری بتلانے کے لیے بنی اسرائیل  
کے دو بھائیوں کی ایک مثال ذکر فرماتے ہیں جن میں سے ایک مالدار کافر تھا اور آخرت کا منکر  
تھا اور اپنے مال و دولت پر مغرور تھا اور دوسرا ایک مومن اور درویش خا مال دار کافر مال و دولت  
کے شر میں مسلمہ عالم کو قدیم سمجھتا تھا اور آخرت کا منکر تھا اور فقیر مسلمان بھائی اسکو خدا کی عظمت  
اور جلال کی تلقین کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ یہ عالم قدیم نہیں اور اس کا رخاۂ عالم کی باگ و در اس  
بروردگار کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا اصل دولت اور اصل عزت پروردگار پر  
عالم کی اطاعت اور عبادت میں ہے جو فقراء مسلمین کو حاصل ہے اور تو اس عزت سے محروم  
ہے یہ درویش بھائی اپنے دولت مند بھائی کو ڈراتا تھا کہ خدا کی ناکھری نہ کر مبادا کہ کوئی بلا نازل  
ہو جائے چنانچہ اس پر ایک بلند آسمانی ناگہانی طور پر نازل ہوتی جس سے دم کے دم میں وہ تمام  
باغ، جز گیا اور مالک باغ حسرت سے ہاتھ ملتارہ گیا تب اسکی آنکھ کھل کر اللہ ہی جو چاہتا ہے  
کرتا ہے۔



خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ آئندہ آیات میں ایک طالب دنیا اور ایک طالب آخرت کا قصہ بیان فرمائے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اموال کی کثرت اور اسوا انصار کی قوت قابل فخر چیز نہیں ہو سکتی ہو سکتا ہے کہ دم کے دم میں تو نگہ غیر ہو جائے اور فقیر تو نگہ ہو جائے قابل فخر تو ایمان اور عمل صالح اور تقویٰ ہے اور یہ دنیا تو چند روزہ باغ و بہار ہے چنانچہ فرماتے ہیں اسے نیا دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری ظاہر کرنے کے لیے دو شخصوں کا قصہ بیان کو وہ دو آدمی تھے آپس میں بھائی بھائی تھے ان میں سے ایک کو جو کافر تھا ہم نے انگوروں کے دو باغ دیتے تھے اور ان دونوں باغوں کو ہم نے کجوروں کے درختوں سے کھیر دیا تھا یعنی اچھے ہر چار طرف کجور کے درخت تھے اور ان دونوں باغوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی کر دی تھی جس سے قوت روزینہ ان کو حاصل ہوتی تھی یعنی اس میں کوئی جگہ خالی نہ تھی تمام زمین سے قسم قسم کی پیداوار تھی دونوں باغ اپنا پورا چل دیتے تھے اور باغ کی پیداوار میں ذرہ برابر کسی نہ تھی اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر بھی جاری کر دی تھی جس کا پانی کبھی منقطع نہیں ہوتا تھا اور وہ نہر دونوں باغوں کو ہمیشہ پانی پہنچاتی اور اس پر لاوڑ کے علاوہ اس شخص کیلئے اور بھی قسم قسم کے پھل تھے اور اس جس کو لاوڑ پہنچا اور کھانے سے مروتی ہے کثرت مال مراد ہے یعنی مولتان دونوں کے ایکے پاس اور بھی قسم قسم کمال تھائیں سونا اور چاندی وغیرہ تھا پس یہ لاوڑ کافر نے ساقی یعنی نوٹن بھائی سے جو غریب تھا۔ لاوڑاں حاکم وہ اس سے گفتگو کرتا تھا یعنی یہ کتنا جاتا تھا اور وہ جواب دیتا جاتا تھا دونوں میں باہم گفتگو ہو رہی تھی اثناء گفتگو میں اس کافر بھائی نے فرمایا کہ میں تجھ سے مال میں بڑھا ہوا ہوں اور متم و خدم کے اعتبار سے زیادہ عزت والا ہوں پھر یہ مال دار کافر اپنے غریب نوٹن ساقی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باغاست اور انکی پیداوار اور مال و دولت کو دکھاتا تھا اور فخر کرتا جاتا تھا اور اسی طرح اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے باغ میں داخل ہوا درآں حاکم وہ اپنے کفر اور فخر کے سبب اپنی جان پر ظلم کر رہا تھا فخر اور خود بینی کی وجہ سے اور پھر دنیا کی محبت کے سبب سے نوٹن بھائی نے اس کو فخر اور کفرانِ نعمت کی شامت سے ڈرایا مگر ایک نہ سنی اور بولا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی اجڑے کفار کا ہمیشہ یہی خیال ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ عیش و آرام میں ہی رہیں گے اور بولا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر بوضوح محال تیرے اعتقاد کے مطابق میں اپنے پروردگار کی طرف ٹوٹا یا بھی جاؤں تو اس سے بہتر مکان میں وہاں پاؤں گا کیونکہ میری یہ امیر میں اس بات کی دلیل ہے کہ میری شان اسی لائق ہے کہ مجھے یہ مال و دولت ملے اور میرا رب مجھ سے راضی ہے جب اس نے مجھے یہاں دیا تو وہ مجھ کو وہاں بھی دے گا اور اس سے بہتر دے گا اکثر نقاد اور اغیار کا یہی حال ہے کہ وہ اپنی دولت اور عیش و عشرت اور دنیاوی عزت و راحت کو اپنی مقبول خداوندی اور حکم خداوندی ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں یہ حال تو کافروں کا ہے اور بہمت سے مالدار مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے بربانِ قال تو نہیں بربانِ حال وہ بھی یہی کہہ رہے ہیں اور عللاً فقر لہذا و غریبار کی جاہست سے عار کرتے ہیں انکی یہ باتیں سن کر اس سے اس کے دیندار نادار ساقی نے اثناء گفتگو

ہیں کہا کیا تو اس خدا کی قدرت کا منکر ہو گیا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر تجھ کو لطف سے نکالا جبکہ تو مردہ بدست زندہ تھا اور کسی چیز کا مالک نہ تھا ماں اور باپ کی گود میں پرورش پا رہا تھا پھر خدا نے تجھ کو اپنی قدرت سے پورا مرد بنادیا اب تجھے اس خدا کی قدرت میں شک ہو گیا کہ جب میں مرد ہوں گا اور مر کر مٹی ہو جاؤں گا تو وہ مجھے کیسے دوبارہ پیدا کرے گا جس خدا نے تجھ کو پہلی بار مٹی سے پیدا کیا وہی خدا تجھ کو دوبارہ مٹی سے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے بھلا ایسے قادر مطلق کو قیامت کا قائم کرنا کیا مشکل ہے خیر تو مائے یا د مائے لیکن میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے یہی میرے دل میں ہے اور یہی میری زبان پر ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں سمجھتا نہ اعتقاد میں نہ قول میں اور نہ فعل میں اس جواب سے الوہیت اور وحدانیت کا بھی اثبات ہو چکا کیونکہ جو ذات پاک عالم کی خالق اور مرنی ہے وہ اس عالم کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور یہ کیوں نہ ہو کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا تو یہ کہا ہوتا کہ جو خدا نے چاہا وہی قابل شدن ہے بغیر اللہ کی مشیت کے کسی میں قوت اور زور نہیں یعنی باغ کو دیکھ کر تجھے چاہیے تھا کہ اپنی عاجزی کا اقرار کرتا اور دل و جان سے یہ کہا ہوتا کہ یہ سب کچھ باغ و بہار اللہ کی مشیت اور اسکے فضل سے ہے وہ چاہے تو اسکو آباد رکھے اور چاہے تو اسکو ہجڑا دے وہ ہر طرح سے قادر ہے بندہ میں قدرت نہیں کہ باغ کو اور اس کی بہار کو قائم رکھ سکے اسی طرح زندگی کی باغ و بہار۔ امیری اور فیری سب اسکی مشیت سے ہے دم کے دم میں امیر کو فیر اور فیر کو امیر بنا سکتا ہے زجاج کہتے ہیں کہ کسی میں طاقت نہیں کہ جو نعمت اور مال و دولت اسکے ہاتھ میں ہے وہ اسکو تمام سکے مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔

جو شخص اپنے باغ میں یا مکان میں داخل ہوتے وقت مامشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہے تو وہ باغ اور مکان بلا اور آفت اور غرہ سے محفوظ رہے گا۔

امام دارالہجرت مالک بن انسؒ نے اپنے مکان کے دروازہ پر یہ لکھ رکھا تھا  
**حکایت** مامشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں لکھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَوَلَّا رَاٰ كَخَلَدْتَ جَنَّتْكَ قُلْتَ مَامَشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ  
 الا باللہ

اس نصیحت کے بعد اس غریب مسلمان بھائی نے اسکے تکبر اور فخر کا جواب دیا اور کہا اگر آج تو مجھے مال اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتا ہے تو تجھ کو ذیبا نہ تھا کہ تو مجھ پر برائی اور تکبر ظاہر کرنے لگے پس کیا مجھ سے کہ میرا پروردگار دنیا یا آخرت میں یا دونوں جگہ مجھ کو تیرے سے بہتر باغ دے دے اور اس تیرے باغ پر آسمان سے کوئی بلا اور آفت بھیج دے جس کا تجھ کو دہم و گمان بھی نہ ہو پھر وہ تباہ ہو کر دفتر پھنسیل میدان ہو جائے جس پر گھاس کا بھی نام و نشان نہ ہو یا اس کا پانی زمین کے اندر اتر جائے تو اسکو ڈھونڈ کر بھی واپس نہ لاسکے یہ بات تیری قدرت سے باہر ہے چنانچہ ایسا

ہی ہوا کہ جو بات اس مردِ مومن کی زبان سے نکلی تھی وہ سچ کر دی۔ اور بلا سبب ظاہری کے دفعۃً اور ناگہانی طور پر آسمان سے ایک آفت آئی جس سے وہ باغِ تباہ ہو گیا اللہ نے آسمان سے اس باغ پر ایک آگ بھیجی جس نے اسکو جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا اور اس کا پانی زمین کے نیچے اتر گیا اور اس باغ کا سارا پھل عذابِ آسمانی کے گھر سے میں لے لیا گیا اور غیب سے ایسی تباہی آئی کہ وہ باغ اور درخت اور عمارت سب خراب اور مسمار ہو گئے پس صبح کی اس کافرنے اس حالت میں کہ کفِ افسوس ملتا تھا اس مال پر جو اس نے اس باغ میں صرف کیا غلہ حسرت سے ہاتھ ملتا رہ گیا کہ اب ہاتھ میں سواۓ افسوس اور حسرت کے کچھ نہیں رہا اور اس باغ کی عمارتیں اپنی چھتوں پر گر پڑی تھیں اور وہ اس حال کو دیکھ کر کفِ افسوس ملتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ کاش میں نے اپنے مردودِ کار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا یعنی جب اس کا باغ جل گیا تب اسے معلوم ہوا کہ یہ اس کے کفر و شرک کی سزا تھی اپنے کئے کو غور و نام ہوا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مومن ہو گیا اس لیے کہ یہ ندامت خوفِ خداوندی اور نگرانیِ حق کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ایک دنیاوی مصیبت اور آفت کی وجہ سے تھی لہذا ایسی تمنا بیکار ہے اور نہ ہونے اس کے لیے اعوان و انصار اور حشم و خدم کی کوئی جماعت بجز خدا کے جو اسکو مدد دے اور نہ وہ خود اپنا بدلہ لینے پر قادر تھا یہیں سے ثابت ہوا کہ کار سازی اور اختیار صرف خدا کے ہاتھ میں ہے اور نہ ہی اس کے لیے ہے کہ جس کو سارا اختیار جزع و فرج صرف اللہ کی طرف کرنا یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور نہ اہل طاعت کو انعام اور ہے اور اس کے سوا سب باطل ہے اور عارضی چیز پر فخر کرنا نادانی ہے وہ اہل طاعت کو انعام اور جزا دینے میں سب سے بہتر ہے اور اس کی اطاعت کا انجام سب سے بہتر ہے یعنی انجام اور عاقبت کے اعتبار سے اہل ایمان اور اہل طاعت سے بڑھ کر کوئی نہیں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو مردوں کی مثال بیان کی انکی تعین میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں بھائی بنی اسرائیل ہیں سے تھے اور احمی دو بھائیوں کا قصہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصافات میں ذکر کیا ہے کما قال تعالیٰ قَالِ قَاتِلْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ لِّدِیْنِکَ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اور بعض کہتے ہیں کہ اہل مکہ میں سے قبیلہ خزیم کے دو بھائیوں کے بارہ ہیں یہ آیت نازل ہوئی جن میں سے ایک بھائی مسلمان تھا اور دوسرا کافر اور مقصود یہ ہے کہ مال و دولت پر فخر کرنا اور فخرِ مسلمین کو حقیر سمجھنا بہت ہی بُرا ہے اصل عزت حق تعالیٰ کے تعلق اور اس کی اطاعت میں ہے۔

(دیکھو تفسیر کبیر ص ۵۰۰ جلد ۵ و تفسیر قرطبی ص ۲۹۹ جلد ۱۰)

حق تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اکثر اپنے مقبول بندوں کو دنیا سے دور رکھتا ہے اور کافروں کو دنیا کی عیش و آرام سے خوب نوازتا ہے اور اہل ایمان پر بلائیں نازل کرتا ہے پناہ دیتے ہیں۔

یعنی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمام لوگ کفر کے فتنہ میں مبتلا ہو جاتیں گے تو ہم کافروں کو اتنا مال و دولت

دیتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں بھی چاندی کی کر دیتے قاعدہ اکثر یہ تو یہ ہے مگر بعض مرتبہ کافر کا غرور اور تکبر  
توڑ دینے کے لیے کوئی بلا آسمانی اسکے مال و دولت پر نازل کرتے ہیں کہ متنبہ ہو جائے کہ یہ دنیا بیچ ہے  
اور امیری اور فقری سب اسکے ہاتھ میں ہے وہ دم کے دم میں بڑے سے بڑے حکیم اور سرکش کو محتاج  
اور غرور بنا ڈالتا ہے اس لیے آئندہ آیت میں دنیا کی حقیقت سمجھانے کیلئے ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔

❖ ❖ ❖

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

اور بتا ان کو کہادت دنیا کی زندگی کی

كَمَا أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ

جسے پانی اتارا ہم نے آسمان سے پھر بھڑ کر نکلا اس سے

نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ

زمین کا سبزہ پھر کل کو ہو رہا چورا باؤ ہیں

الرَّيْحُ طَوَّكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۳۵

اُڑتا اور اللہ کو ہے ہر چیز پر قدرت ہاں

وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَقِيَّةُ الصَّلَاتُ

اور بیٹے دولت ہیں دنیا کے بیٹھے اور رہنے والی نیکیوں

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝۳۶ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ

پر بہتر سے تیرے رب کے ہاں بدلہ اور بہتر ہے توقع اور جس دن ہم چلا دیں

الْجِبَالُ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۝۳۷ وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ

بہاڑ اور تو دیکھے زمین کھل گئی اور گھر بلا دیں انکو پھرنے

نُعَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝۳۸ وَعَرَّضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا ط

جموڑیں ان میں ایک کو اور سامنے لائے تیرے رب کے قطار کو کر



وہ خزانہ اعمال صالح کا ہے دیکھ لو کہ ایلیس تکبر اور اپنی اصل پر غرور کی وجہ سے کیسا ذلیل و خوار ہو کر نکلا اور آخر میں فرمایا کہ قوم عاد اور ثمود کی لیتوں کو دیکھ لیں کہ تکبر اور غرور کی وجہ سے کیسے ہلاک ہوئے ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ متکبران ایک حیر اور فانی چیز پر فخر کر رہے ہیں حالانکہ ایک خبیث اور سرخ الزوال چیز پر فخر کرنا نادانی ہے پھر قیامت کے ہولناک منظر کو بیان کیا کہ اس دنیا کے خمار و زوال کے بعد جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت ایمان اور عمل صالح کام آئے گا دنیا کی مال و دولت کچھ کام نہ آئے گی چنانچہ فرماتے ہیں اور اسے بنی آپٹ ان کافروں کیلئے جو اموال و اولاد پر فخر کرتے ہیں دنیاوی زندگی کی مثال بیان کر دیکھیے کہ وہ کیسی ہری بھری معلوم ہوتی ہے اور پھر کیسی جلدی زائل اور فنا ہو جاتی ہے وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسیا پھر اس پانی کے ذریعہ سے گنجان روئیدگی حاصل ہوتی جس سے وہ زمین تر و تازہ اور سرسبز و شاداب ہو گئی اور خوش نما معلوم ہونے لگی پھر آخر کار وہ خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئی جس کو ہوائیں اڑاتے لگیں اور اناہ نقایا ہر شئی پر قادر ہے وہی اپنی قدرت سے بسزہ اگاتا ہے اور پھر اسکو خشک کر کے ہوا میں اڑاتا ہے اسی طرح دنیا کا حال ہے کہ اول اول بسزہ اور کھیتی کی مانند تر و تازہ اور خوش نما معلوم ہوتی ہے اور خوب بہار دکھلاتی ہے پھر جس طرح چند روز کے بعد بسزہ سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور دھواں ہو جاتا ہے اسی طرح اس کوڑا اُسے جاتی ہے اسی طرح چند روز بعد یہ دنیا بھی فنا ہو جاسے گی لہذا چند روزہ رونق اور بہار پر چھوٹنا اور اترنا عقل کا کام نہیں سمجھ لو کہ جس خدا نے تم کو آل و اولاد کی زینت عطا کی ہے وہ اس کے فنا کرنے پر بھی قادر ہے مال اور بیٹے جن پر یہ کافر اترتے ہیں اور فخر کرتے ہیں محض دنیاوی زندگی کی زینت ہیں زادِ آخرت نہیں اور ایسی چیز ہر دل نگاتا اور فخر کرنا جو چند روز کے بعد زائل ہو جاسے اور آخرت میں کچھ کام نہ آئے عاقل کا کام نہیں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی کھیتی ہے اور اعمال صالحہ آخرت کی کھیتی ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں ہیں وہ اعمال صالحہ جو فاعل اللہ کے لیے کئے گئے ہوں اور طبع اور غرض کا شائبہ اس میں نہ ہو وہ میرے پروردگار کے نزدیک قراب کے اعتبار سے خوب تر ہیں اور باعتبار امید اور توقع کے بہتر ہیں یعنی اعمال صالحہ پر اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھی جاسکتی ہے کیونکہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جو نیک عمل کرے گا وہ بہشت میں من مانی مراد پائے گا اس کے سوا تمام امیدیں موهوم ہیں اعمال صالحہ کا ثمرہ دائمی اور باقی ہے اور غیر اعمال صالحہ کا نتیجہ وقتی اور عارضی ہے ۔

باقیات صالحات کی تفسیر میں سلف اور خلف سے مختلف اقوال منقول ہیں (قول اول) ابن جاسق وغیرہ سے منقول ہے کہ باقی رہنے والی نیکیاں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولحصول لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ کلمات ماثورہ ہیں ۔ اور اسکی تائید مرفوع حدیثوں سے بھی ہوتی ہے ۔

(قول دوم) باقیات صالحات سے نماز ہاتے بچکا نہ مراد ہیں ۔

(قول سوم) باقیات صالحات سے وہ تمام اعمال صالحہ مراد ہیں جنکے ثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جیسے کسی کو علم سکھا یا مائے جو جاری رہے یا کوئی نیک ہم جاری کرے یا مسجد یا کھانا یا سرمائے یا باغ یا کھیت خدا کے لیے وقف کر جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح عالم باعمل چھوڑ جائے تو یہ سب صدقات جاریہ ہیں نہ کہ اولیٰ مرتبہ کے بعد بھی اسکو ملتا رہے گا اور یہی قول سب اقوال میں رائج اور صحیح ہے اور یہی قول سب سے اعم اور اشمل ہے جس میں نماز اور اعمال حج اور روزہ اور کھاتے اور وہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ والہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم وغیرہ اور تمام پاکیزہ اقوال اور افعال جن کا ثمرہ آخرت کے لیے باقی رہے وہ سب باقیات صالحات میں داخل ہیں اور اسی قول کو امام طبرنی اور حافظ ابن کثیر نے اختیار فرمایا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ باقیات صالحات کی تلقین سے آخرت کی ترغیب مراد ہے کہ اسکے لیے تیاری کریں اب آئندہ آیات میں قیامت کے ہولناک واقعات سے آگاہ کرنے کیلئے چند انواع کا ذکر فرمایا۔

(نوع اول) **وَلَا یُؤْمِنُ شَیْءٌ الْجَبَّارِ** اور اس دن کو یاد کرنا چاہیے کہ جس دن ہم پہاڑوں کو انہی جگہوں سے ہٹا کر چلا دیں گے جن کا وجود اور بقا لوگوں کی نظروں میں مستحکم ہے انکو روٹی کے گالوں کی طرح اڑا دیں گے۔

(نوع دوم) **وَنُفِثَ الْمَرْصِفَ بَارِزَہ** اور تو اس دن زمین کو کھلا ہوا پھیل میدان دیکھے گا نہ اس پر کوئی پہاڑ ہوگا نہ درخت نہ مکان پوری طرح زمین قاع صفصف ہوگی یعنی برابر اور ہموار میدان ہوگی نہ اس میں اونچائی ہوگی نہ نہنچائی کسی چیز کا اس پر نام و نشان نہ ہوگا زمین کے ٹرڈے اور اس کے خزینے اندر سے نکل کر سب باہر آجائیں گے غرض یہ کہ اس دن زمین صاف ہموار میدان بن جائے گی اور کوئی چیز زمین کے جوف (پیٹ) میں نہ رہے گی اس کا اندر و بی جوف سب ظاہر ہو جائے گا۔

(نوع سوم) اور اس دن ہم سب لوگوں کو میدان حشر میں حساب و کتاب کے لیے جمع کریں گے پھر ہم اولین و آخرین میں سے بغیر جمع کیے کسی کو نہیں چھوڑیں گے کہ وہاں نہ لایا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر نہ بھول چوک ممکن ہے نہ عجز ممکن ہے **قُلْ اِنَّ الْاَوَّلَیْنَ وَالْاٰخِرَیْنَ لَمِنْ مَّعْمُومَیْنَ** اَلَا رَیْتُمْ کَیْفَ یُخَوِّضُ الْمُؤْمِنَیْنَ لَیْلَۃَ یَوْمِ الْقٰیٰمَةِ (نوع چہام) **وَنُفِثَ مَوْءَاظُہُمْ** اور اس دن تمام اولین و آخرین حساب کے لیے تیرے پردہ و کار کے رو برد و کھر سے کیے جائیں گے یعنی اس دن تمام لوگ حساب کے لیے احکم الحاکمین کے رو برد و کھر سے کیے جائیں گے کسا قال تعالیٰ **یَوْمَ یُخَوِّضُ النَّاسَ لَیْلَۃَ یَوْمِ الْقٰیٰمَةِ**۔

(نوع پنجم) **لَقَدْ جِئْتُمْکُمْ نَکْصًا خَلَقْنَا کُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ** پھر پیش ہونے کے بعد مکر بن قیامت کو ملامت کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا البتہ تحقیق تم آج ہمارے حضور میں حاضر ہوئے ہو بے حشمت و وقار اور بے خدمت گار اور بے مال و منال اور بے کرتے پا جائے گے بے دروہاں میاں ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اب تو تم نے انکھوں سے دیکھ لیا اور تم کو یقین آگیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور وہ اموال و اولاد اور وہ باغات و مکانات جن پر تم فخر کیا کرتے تھے ان میں سے کوئی چیز اس وقت تمہارے پاس نہیں جس طرح پہلی مرتبہ تم ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اسی طرح پھر تم کو پیدا

کیا گیا ہے تم کو چاہیے تھا کہ پہلی ہی مرتبہ کی پیدائش دیکھ کر تم دوسری مرتبہ کی پیدائش کے قائل ہو جاتے مگر تم قائل نہ ہوئے بلکہ تم نے دنیا میں یہ گمان کیا کہ ہم تمہارے حساب کے بیٹے کوئی وقت موجود نہ لائیں گے یعنی تم قیامت کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیاوی حیات پر مغرور اور مفتون تھے اس لیے تم نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور آخرت کے ماننے والوں پر طعن کیا اور انکو ذلیل و خوار جانا اور سبے یار و مددگار سمجھ کر ان کو ستایا تمہارا سارا گھنڈ ختم ہوا اب خالی ہاتھ آئے ہو اس وقت اللہ کے آگے ننگے پاؤں اور ننگے بدن لوہے پر مشور ہوئے ہو یعنی ختمہ کے وقت تمہارے بدن کی جو ذرا کھال کٹ گئی تھی وہ بھی واپس کر دی گئی۔ دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

(نوح ششم) وَوَجَّعَ الْكَلْبَ قَتْرَى الْمَجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ وَمَا فِيهِمْ وَيَقُولُونَ يَتْلُو كِتَابًا مِّثْلَ هَذَا الْكِتَابِ إِذْ يُبْعَدُونَ مِنْ خَيْرِ مَوْضِعٍ قُلْ كَيْفَ لَا أَعْلَمُهَا أَدْرَأْسُ دِنِ هَرَفِصٍ كَانَمَا أَعْمَالُ اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا پس تو اس دن مجرموں کو دیکھے گا کہ خوف سے ڈرنے والے اور کانپنے والے ہوں گے ان جرائم کی سزا کے ڈر سے جو ان کے نامہ اعمال میں درج ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بہشتی بر کسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو مگر سب کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے کرانا کاتبین نے ایک ایک ذرہ کچھ دیا ہے کوئی چیز چھوڑی نہیں یہ بات وہ اپنے نامہ اعمال کو پڑھ کر کہیں گے۔

(نوح ہفتم) وَكَوْجِدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ أَهْدًا: اور جو انہوں نے دنیا میں کیا تھا وہ سب اس نامہ اعمال میں دکھایا ہوا موجود پائیں گے تاکہ ان پر جنت قائم ہو اور تیرا ہمدرد کسی پر ظلم نہیں کرتا نہ وہ کسی کو سب سے غور پکڑتا ہے اور کسی کی نیکی کو ضائع کرتا ہے اس وقت جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ سب تمہارے عمل کا پھل ہے۔

گندم از گندم بروید جو جو      از مکانات عل غافل مشو

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو . سجدہ کرو آدم کو . تو سجدہ کر

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ

پڑے مگر ابلیس تھا رجن کی قسم سے سونکل بھاگا

أَمْرِ رَبِّهِ أَفْتَتَّخِذُ وَنَةً وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي

اپنے رب کے حکم سے سوا تم ٹھہراتے ہو اسکو اور اسکی اولاد کو رفیق میرے سوا



وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ طَبَسٌ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ۝۵۰ مَا

اور وہ تمہارے دشمن ہیں بُرا ہاتھ لگا بے انصافوں کو بدلہ دکھائیں

أَشْهَدُ لَهُمْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ

یہاں میں نے انکو بنانا آسمان وزمین کا اور نہ بنانا

أَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَصَدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ

ان کا اور میں وہ نہیں کہ پکڑوں بہکانے والوں کو بازو اور جس دن

يَقُولُ نَادُوا شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ

فرمائے گا پکارو میرے شریکوں کو جو تم بتاتے تھے پھر پکاریں گے

فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ۝۵۲ وَرَأَى

پھر وہ جواب نہیں دیں گے اور کر دیں گے ہم لکے بچ مرنے کا اسباب اور دیکھیں گے

الْبَجَرُمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا

گنہگار آگ کو پھر اٹھیں گے کہ ان کو ہڑنا ہے اس میں اور نہ ہادیں گے

عَنْهَا مَصْرَفًا ۝۵۳ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ

اس سے راہ بدلنی اور پھر پھر سمجھائی ہم نے اس قرآن سے

لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ

لوگوں کو ہر ایک کہارت اور ہے انسان سب چیز سے زیادہ

جَدَلًا ۝۵۴ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمْ

جھگڑنے کو اور لوگوں کو ایمان نہ دینا جب پہنچی انکو

الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ

راہ کی سوجھ اور گناہ بخشاویں اپنے رب سے سو یہی کہ پہنچے ان پر رسم

الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝ وَمَا نُرْسِلُ

پہلوں کی ، یا اکٹرا ہو ان پر عذاب سامنے اور ہم جو رسول

الرُّسُلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ

جیتتے ہیں سو خوشی اور ڈر سنانے کو اور جھگڑے لاتے ہیں

كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا

منکر جھوٹے جھگڑے ، کہ دکا دیں اس سے سچی بات اور ٹھہرایا ہے میرے

آيَتِي وَمَا أَنْذَرُوا هُزُؤًا ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ

کلام کو ، اور جو ڈر سنائے ٹھٹھا اور کون ظالم اس سے جو کو سمجھایا اسکے

بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدْ مَتَّ يَدَاهُ

رب کے کلام سے ، پھر منہ پھیرا اسکی طرف سے اور بھول گیا جو آگے بھیج چکے ہیں اسکے بات

إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي

ہم نے رکھی ہے ان کے دلوں پر اوٹ کہ اسکو نہ سمجھیں ، اور ان کے

أَذَانِهِمْ وَقَرَأُوا وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ

کالوں میں بوجھ اور جو تو ان کو بلا دے راہ پر ، تو ہرگز

يَهْتَدُوا وَإِذَا ابْدَأَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ

نہ آدیں راہ پر اس وقت کہیں اور تیرا رب بڑا بخشنے والا ہے ہر دکھتا

لَوْ يُؤَاخِذُ هُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ

اگر ان کو پکڑے ان کے کیے پر تو جلد ڈالے ان پر عذاب پر

لَهُمْ مَوْعِدٌ لَّنْ يَجْدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْيلًا ۝ وَ

ان کا ایک وعدہ ہے کہیں نہ پاویں گے اس سے دوسرے سرکنے کو جگہ اور

# تِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا

یہ سب بتیاں جن کو ہم نے کھپا دیا، جب ظالم ہو گئے اور دکھا تھا

لِيَهْلِكَ مِنْهُمْ مَوْعِدًا ۝۹

انکے کھینے کا ایک وعدہ

## غرور اور تکبر کا حال اور مال

قال الله تعالى ولذُ قُلْنَا لِلْمُتَكَبِّرِينَ اسْجُدْوا لِلْإِنسَانِ... إلى... وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَوْعِدًا (درہم گذشتہ آیات میں اہل دولت کے غرور اور تکبر کا حال بیان کیا اب ان آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ تمام خرابیوں کی جڑ یہی تکبر ہے جس کا آغاز ابلیس لعین سے ہوا اور تواضع اور نیاز مندی اور حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا بھی تمام بھلائیوں اور خوبیوں کی جڑ ہے جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا یہ تمہارے باپ کا طریقہ ہے لہذا تم کو چاہیے کہ اپنے باپ آدم کے طریقہ پر چلو پس غریب سمجھ لو کہ جو دولت مند کفر کرتے ہیں اور اپنے مال و دولت پر فخر کرتے ہیں اور فخر ابر مسلمین اور درویشان اسلام کو حقیر سمجھتے ہیں وہ سب ابلیس لعین کے مقتدی اور متبع ہیں جس طرح شیطان نے غرور کیا اور آدم کو حقیر سمجھا اسی طرح یہ مال دار مشرک غریب مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہیں ابلیس کے انجام کو دیکھیں اور اپنے انجام کو سوچ لیں۔

درہم دیگر کہ انسان کی غفلت اور سرکشی کے دو سبب ہیں ایک تو دنیا کی مال و دولت اس کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے اور دوسرا سبب اغوار شیطانی ہے اس آیت میں اس کا ذکر فرماتے ہیں اور بنی آدم کو ابلیس کی عداوت پر آگاہ فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا اور تمہارے باپ کا قدیمی دشمن ہے اس سے ڈرتے رہنا اور نپکتے رہنا۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور یاد کرو اس وقت کو کہ جب ہم نے فشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو بطور تہنیت و تکریم سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا اس نے آدم کے شرف اور کرامت کو تسلیم نہ کیا اور اس نے اس لیے سجدہ نہ کیا کہ وہ قوم جن سے تھا عنقریب اسی کے غلبہ سے وہ علو اور تکبر کی طرف مائل ہوا پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نکل گیا اور آدم اس کی اولاد کا دشمن ہو گیا تو بنی آدم جس کا یہ حال ہے کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے جانی دشمن ہیں اور میں نے تو اس لعین کو تمہارے باپ کی وجہ سے اپنی بارگاہ سے نکال باہر کیا پھر مجھے چھوڑ کر ایسے

دشمن کو اور اسکی ذات کو کیوں اپنا دوست بناتے ہو ظالموں کے لیے یہ بہت ہی بُرا بدل ہے یعنی کیا یہ ظلم نہیں کہ جس ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین نے تم کو مکرم اور مشرف کیا اسے چھوڑ کر اس جدی دشمن کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہو اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابلیس کئی بڑی نیچے بھی ہیں اس لیے کہ ذریت بغیر جو وہ نہیں ہوتی اس قسم کے اقوال زیادہ تر مجاہد اور شیعی اور اعمش سے منقول ہیں اور بعض مرفوع حدیثوں سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کو چھوڑ کر اپنے آبائی دشمن کو دوست بنانا بہت ہی بُرا بدل ہے۔

بقول دشمن پیمان دوست شکستی      ۵      میں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی  
اور ظاہر ہے کہ دوست کو چھوڑ کر آبائی دشمن کو اپنا دوست بنانا بڑا ہی ظلم ہے اب آئندہ آیت میں یہ بتلائے ہیں کہ جن کو تم نے اپنا ولی اور متولی بنایا ہے وہ سب کے سب تمہاری طرح میرے بندے اور غلام ہیں کسی چیز کے مالک نہیں اس لیے کہ میں نے ان خبیثانوں کو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے وقت اپنی مدد اور مشورہ کے لیے حاضر نہیں کیا تھا اور نہ خود انکی پیدائش کے وقت انکو بلایا تھا کہ بلا کر ان سے پڑ چھا ہوتا کہ تم کو کیسا بنایا جائے مطلب یہ ہے کہ میں نے آسمان اور زمین اور تمام مخلوقات کو خود اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے انکی پیدائش میں میں نے کسی سے مدد نہیں لی اور نہ کسی سے صلاح اور مشورہ لیا اور اگر بقرض محال مدد بھی لیتا تو میں ان بد بخت اشیاء گمراہ کرنے والوں کو قوت بازو بنانے والا نہیں جنہیں جانتا ہوں کہ میری راہ سے بہکانے والے ہیں مطلب یہ ہے کہ کیا یہ شیاطین و کفار اور کجا آفریش پروردگار قادر مطلق کو کسی کی مدد کی کیا ضرورت اور جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو اسکی حقیقت قیامت کے دن کھل جائے گی اس دن خدا تعالیٰ بالواسطہ فرشتوں کے منکر ہونے کے لیے گا کہ جن کو تم اپنے زعم میں میرا شریک قرار دیتے تھے بلند آواز سے انکو اپنی اعدا کے لیے پکار دو تاکہ تمہارے زعم کے مطابق وہ تمہاری مدد اور سفارش کریں پس وہ انکو اپنی مدد کے لیے بلائیں گے سو وہ شرکار انکی بات کا کوئی جواب بھی نہ دیں گے اور نہ انکی فریاد کو نہ سنیں گے اور اسی وقت ان گمراہوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ بالکل عاجز ہیں اور انکو سفارش وغیرہ کا کوئی اختیار نہیں اور عیسیٰ جیسے مقولان خداوندی بجائے سفارش کرنے کے ان کا فوں سے اپنی برکت اور بیزاری کا اظہار فرمائیں گے کہ ہم ان گمراہوں کے فعل سے بالکل بے خبر ہیں اور نہ ہم انکے اس منکر پر راضی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اہل محشر کے سامنے ان گمراہوں کو بطور ملامت و توبیخ بہ حکم دے گا جن کو تم شرکار گمان کرتے تھے ان کو پکار دو تاکہ تم کو اس عذاب سے چھڑوائیں اور تمہاری کچھ مدد کریں بر لوگ پکاریں گے اور جواب نہ پائیں گے تو خواہ اور نا امید ہو کر رہ جائیں گے اور پھر ہم ان عابدوں اور مہبودوں کے درمیان ایک ہلکے آڑ حائل کر دیں گے جس سے انکے درمیان نفرت پڑ جائے گا اور ایک فریق دوسرے فریق سے مل نہ سکے گا اور نہ اس کے پاس

جاسکے گا کام آنا تو درکنار درمیان میں ایک عظیم خندق حائل ہوگی اور سُبُوق کے معنی جاسے ہلاکت کے ہیں اس سے مراد آگ کی خندق ہے یا جہنم کی کسی وادی کا نام ہے جب درمیان میں یہ آڑ حائل ہو جاسے گی تو انکی امداد سے بالکل مایوسی ہو جائے گی اور بھلائے مدد اور خلافت کے کافروں کو یہ سُبُوق نظر کسے گی جو جہنم کی راہ ہے اور اس وقت جرم لوگ دور سے آگ کو دیکھیں گے تو دیکھتے ہی یقین کر لیں گے کہ وہ ضرور اس آگ میں گرنے والے ہیں اور اس سے ہٹنے اور بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے کیونکہ وہ آگ انکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی اور ہر طرف سے فرشتوں کا پہرہ ہوگا یہ اس واسطے فرمایا کہ جن کو وہ خدا کا نزدیک ٹھہرتے تھے وہ ایسے عاجز ہیں کہ اس معصیت کے وقت میں انکی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے اور منذ احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ میں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر جہنم کو چالیس سال کی مسافت میں دیکھے گا مطلب یہ ہے کہ شاید اس آگ کو دیکھنے سے پہلے معافی کی کچھ امید ہو لیکن اس آگ کو دیکھنے کے بعد یقین کامل ہو جائیگا کہ ہمیں اس میں گرنے سے اور اس سے کوئی مفر نہیں اب اس کے بعد قرآن کریم کی جامعیت کو بیان فرماتے ہیں اور البتہ تحقیق ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لیے ہر قسم کی مثال تفصیل کے ساتھ بار بار بیان کر دی ہے تاکہ لوگ راہ حق سے نہ بھٹکیں مگر باوجود اس تفصیل اور واضح بیان کے لوگ حق سے بھٹک کر لگاتے ہیں اور ہے انسان بھٹکرنے میں سب سے بڑھ کر انسان کی فطرت اور جبلت میں مجادلہ اور محاصمہ ایسا مرکوز ہے کہ حق کے مقابلہ میں مجادلہ کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور یہ جدال کبھی تو ایمانیات اور اعتقادات میں ہوتا ہے مثلاً توحید اور رسالت کے بارہ میں یا قیامت کے بارہ میں مجادلہ کرے تو یہ کفر ہے اور کبھی عبادات اور اعمال صالحہ میں ہوتا ہے تو یہ جدال معصیت یعنی گناہ ہے مثلاً کوئی شخص ایمانیات یعنی توحید و رسالت میں تو نہیں بھٹکے گا مگر کسی حق بات میں اور عمل کے بارہ میں بھٹک کر تاپے تو یہ جدال کفر نہ ہوگا بلکہ معصیت اور گناہ ہوگا اور کبھی یہ جدال قربات اور مستحبات میں ہوتا ہے تو یہ جدال بے ادبی ہے مثلاً صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت انکے اور فاطمہ الزہراءؓ کے پاس آئے تو فرمایا کہ تم دونوں نمازیوں نہیں پڑھتے (یعنی صلاۃ اللیل اور رات کے نوافل کیوں نہیں پڑھتے) علیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے نفوس یعنی ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ ہم کو رات کو نماز کے لیے اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھاتا ہے جب میں نے یہ جواب دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پشت پھیر کر واپس ہوئے اور مجھ سے کچھ نہیں کہا اور اپنے راتوں پر ہاتھ مارتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا یعنی انسان بڑا بھٹکڑا ہوتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ جواب طاعات اور قربات یعنی مستحبات میں مجادلہ تھا کہ اپنی غفلت کی پردہ پوشی کے لیے خدا کی قدرت اور اس کی قصاص و قدر کو بہانہ بنایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس آیت کی تلاوت سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ علی کا یہ جواب درحقیقت ایک نوع کا مجاہد ہے جو خلافِ ادب ہے اور علمائے رحنی اور علمائے رحنی تاقہ ناپسندیدگی کا اظہار ہو جائے اور جب لوگوں کے پاس ہدایت قرآنی آپہنچی تو انکو اس ہدایت ایمانی پر ایمان لائے اور اس کے قبول کرنے سے اور اپنی سابقہ ضلالت سے توبہ اور استغفار کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر یہ بات مانع ہوئی کہ انکو اس بات کا اظہار اور طلب ہے کہ ان پر بھی وہی سنت الہی جاری ہو کہ جو گزشتہ جہال اور مقابلہ کرنے والوں پر جاری ہوئی تھی اس بات کے منتظر ہیں کہ عذاب الہی انکے سامنے آنکھڑا ہو حاصل یہ کہ ان مجاہدین اور معاندین پر یہ امر بخوبی منکشف ہو گیا ہے کہ قرآن حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں جہال اور عناد کے عادی ہیں یہ لوگ ایمان لانے والے اور حق کے ماننے والے نہیں بلکہ اس کے منتظر ہیں کہ انکے مجاہدین کی طرح ہلاک کیے جائیں یا عذاب الہی انکی آنکھوں کے سامنے آجائے تب مابین حالانکہ اس وقت کا ماننا قابلِ قبول نہیں اور نہ مفید ہے اور ہم نہیں سمجھتے رسول کو مگر صرف اہل ایمان کو بشارت دینے کے لیے اور اہل ضلالت کو عذاب الہی سے ڈرانے کے لیے ان پر یہ لازم نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کو حق متوالین اور جو لوگ کافر ہیں وہ بے ہودہ اور اہل باتوں کے ذریعے جھگڑتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے حق کو پھسلادیں اور لڑکھڑادیں یعنی اس قسم کی جہل اور یہودہ باتوں سے مجاہدین کی یہ غرض ہوتی ہے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق اور حق کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنادیں اور ان لوگوں نے بتایا ہے میری آیات کو اور اس عذاب کو جن سے انکو ڈرایا گیا مضحکہ یعنی اسکو مذاق اور ٹھٹھا بنایا ہے یعنی ان لوگوں نے

آیات الہیہ کو اور مواعد خداوندی کو مضحکہ بنایا ہے اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جسکو اس کے پروردگار کے کلام سے نصیحت کی گئی اور اسکو ہوشیار کر دیا گیا پھر اس نے انکی طرف سے منہ موڑا اور فراموش کر دیا جو انکی باتوں سے آگے بھیجا ہے یعنی اپنے گناہوں اور بدکاریوں کے انجام کو بھول گیا اور یہ نہ سوچا کہ جو کفر اور گناہ اپنے ہاتھوں سے کر کے آگے بھیج رہا ہوں اس کا نتیجہ کیا ہو گا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے خود اپنے ہاتھوں اپنے نفس پر ظلم کر کے اسکو تباہ اور برباد کر ڈالا اور ہر چند کہ اسکو آیات خداوندی سے نصیحت کی گئی مگر ایک نہ سنی اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ تحقیق ہم نے ایسے مجاہدین اور معاندین کے دلوں پر غفلت کے پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ قرآنی ہدایت کو نہ سمجھ سکیں اور انکے کانوں میں گرائی ڈال دی ہے تاکہ حق کو نہ سن سکیں اور اسے نبی اگر آپ انکو راہِ راست کی طرف بلائیں تو ایسی حالت میں وہ کبھی بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی صوب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے مگر اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں بندہ کو چاہیے کہ اللہ کے حکم پر چلے رہا یہ امر کہ اللہ کے علم میں کیا ہے سوا اس کا علم کسی کو نہیں بندہ کو حکم یہ ہے کہ کسبِ معاش کے لیے تجارت کرے یا زراعت کرے باقی اس تحقیق میں پڑنا کہ بندہ کے مقدر میں کتنا رزق لکھا ہے یہ جہالت اور حماقت ہے اور اسے نبی تیرا پروردگار بڑا

تھکے والا ہے خداوند رحمت ہے اس لیے وہ ان مجاہدین اور معاندین اور مجرمین پر بالفعل اور فی القلوب عذاب نازل نہیں کرتا اگر وہ انکو ان کے اعمال پر پکڑنے کے تو انکی بد اعمالیوں کا مقتضی یہ ہے کہ دنیا ہی میں ان پر جلد عذاب نازل کرے مگر وہ ایسا نہیں کرتا وہ بڑا حلیم اور کریم ہے عذاب میں جلدی نہیں کرتا بلکہ انکی سزا کے لیے ایک وقت مقرر ہے یعنی روز قیامت جس سے چارہ اور مفر نہیں ہرگز نہ پادیں گے اس وعدہ سے پناہ اور بھانگنے کی جگہ کہ اس کے آنے سے پہلے ہی کہیں جا چکیں اور اس سے محفوظ ہو جائیں اور یہ اجڑی ہوئی لستیاں تمہارے سلسلے میں یعنی قوم عاد اور قوم ثمود اور قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں تمہارے سامنے ہیں ہم نے انکو ہلاک کر دیا جب انہوں نے کفر اور شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ہم نے انکی ہلاکت کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا تھا ایک لمحہ اور ایک لحظہ کا بھی فرق نہ ہوا اسی طرح آپ کے زمانہ کے سرکشوں اور جہال کرنے والوں کے لیے بھی علم الہی میں ایک وقت مقرر ہے یہ لوگ بھی اپنے وقت پر ہلاک ہوں گے آپ تسلی رکھیے اور انکی تکذیب اور جہال کی پرواہ نہ کیجیے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان آیات میں اہلس میں کا غرور اور تکبر کی وجہ سے عذاب اور مباد ہونا بیان کیا اب آگے موسیٰ علیہ السلام اور حضرت علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں جانتے تواضع کا انجام بہتر ہے اور تکبر کا انجام بُرا ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہوں گا جب تک

أَبْلَغُ مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضَىٰ حُقْبًا ۝۱۰

نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک یا چلتا جاؤں قتلوں

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ

پھر جب پہنچے دونوں دو دریا کے ملاپ تک بھول گئے اپنی چھلی، پھر اس نے

سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۱۱ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ

اپنا راہ لی دریا میں سرنگ بنا کر پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے

إِنِّي أَخَذْتُ آبَاءَنَا لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ۝۱۲

جوان کو لا ہمارے پاس ہمارا کھانا ہم نے پائی ہے اپنے اس سفر میں تکلیف

قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ

بولادہ دیکھا تو نے جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر پاس، سو میں بھول گیا

الْحَوْتَ نَوْمًا أَنَسْنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ

بہمحل اور یہ مجھ کو بھلا یا شیطان ہی نے کراسکا مذکور کردوں

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَعْرِ عَجَبًا ۖ قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا

ادورہ کر گئی اپنی راہ دریا میں عجب طرح کہا یہی ہے جو ہم چاہتے

نَبِغٌ ۖ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۖ فَوَجَدَا عَبْدًا

تھے پھر اٹھے پھرے اپنے پیڑ پہناتے پھر پایا ایک بندہ

مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ

ہمارے بندوں میں کا جسکو دی تھی ہم نے اپنی ہر اپنے پاس سے اور سکھایا تھا

مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۖ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ

اپنے پاس سے ایک علم کہا اکیسوسی نے کہ تو میرے ساتھ

عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلِمْتَ رُشْدًا ۖ قَالَ إِنَّكَ

دیکھوں اس پر کہ تجھ کو سکھاوے کہ جو تجھ کو سکھائی ہے جلی راہ بولا تو نہ کہے

لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۖ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا

میرے ساتھ صبرنا اور کیونکر صبر کرے دیکھ کر ایک چیز

لَمْ يَحْطُ بِهِ خُبْرًا ۖ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنِ شَاءَ اللَّهُ

کو جو میرے قابو میں نہیں اسکی سمجھ؟ کہا تو پاوے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو

صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۖ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي

صبر کرنے والا اور نہ ماموں کا میرا کوئی حکم بولا پھر اگر میرے ساتھ نہ رہا ہے



فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ

ترجمہ: ہر چیز مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اسکا

ذِكْرًا ۴۰) فَانْطَلَقَا ۴۱) حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا

مذکور پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب چڑھے ناؤ میں اس کو پھاڑ ڈالا

قَالَ أَخَرَقَتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۴۲)

موسیٰ بولا تو نے اسکو پھاڑ ڈالا کر ڈبا دے اسکے لوگوں کو تو نے کی ایک چیز لو کہی

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۴۳) قَالَ

بولا میں نے نہ کہا تھا تو نہ سکے گا میرے ساتھ صبر نہ کرنا کہا

لَا تَوَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي

مجھ کو نہ پکڑ میری بھول پر اور نہ ڈال مجھ پر میرا کام

عُسْرًا ۴۴) فَانْطَلَقَا ۴۵) حَتَّىٰ إِذَا ابْقِيََا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقْتَلْتُ

مشکل پھر دونوں چلے یہاں تک کہ بچے ایک لڑکے سے اسکو مار ڈالا موسیٰ بولا تو نے

نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ۴۶) لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا ثَكْرًا ۴۷)

مار ڈالی ایک جان نیکری بن بد سے کسی جان کے تو نے کی ایک چیز نامقول

### قصہ حضرت موسیٰ باخضر علیہما السلام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ لَا آتِيكُمْ... رَآئِي... لَقَدْ جِئْتُ شَيْئًا ثَكْرًا، (ربط) چونکہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کے لیے روح اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق جو سوالات کیے تھے وہ یہود کے بتلانے اور سمجھانے سے کیے تھے کہ اگر آنحضرت ان باتوں کا جواب دے دیں تو جانو کہ وہ نبی ہیں ورنہ نہیں اس لیے یہود کے سامنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں تاکہ معلوم کریں کہ نبی کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس کو سب چیزیں معلوم ہوں اور

وہ تمام اخبار اور قصص کا عالم ہو بلکہ نبوت کے لیے وحی اور علوم ہدایت کی معرفت ضروری ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام باوجود کلیم ہونے کے ان علوم سے واقف نہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کیے تھے اس لیے حضرت موسیٰ نے خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لیے سفر کیا تاکہ وہ ان سے علوم حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ نے خاص انکو عطا کیے ہیں معلوم ہوا کہ نبی اور رسول کے لیے تمام علوم کا عالم ہونا اور تمام واقعات اور قصص سے باخبر ہونا اور ہر قسم کے علم سے واقف ہونا ضروری نہیں البتہ نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان علوم ہدایت سے پوری طرح باخبر ہو جو کورضائے خداوندی اور قرب خداوندی اور امت کی اصلاح اور تربیت میں دخل ہو اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو جو علم دیا وہ اس قسم کا نہ تھا بلکہ دوسری قسم کا تھا اس قسم کے علوم میں خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر تھے مگر عند اللہ افضلیت اور اقرب کا دار و مدار علوم ہدایت اور علوم شریعت پر ہے ان علوم میں موسیٰ علیہ السلام سب سے اعلیٰ اور افضل اور سب سے بالا اور برتر تھے ان علوم میں روئے زمین پر ان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔

موسیٰ علیہ السلام ایک بار بنی اسرائیل میں وعظ فرما رہے تھے تو کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں مطلب یہ تھا کہ جن علوم کو ہدایت اور قرب الہی کے حصول میں دخل ہے ان علوم میں کوئی میرے برابر نہیں اور یہ کلام باعتبار معنی اور مقصود کے صحیح تھا کیونکہ آپ اللہ کے اولوالعزم رسول تھے اور کلیم اللہ تھے اور صاحب معجزات عظیمہ تھے اس وقت روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کسی کو علوم ہدایت کی معرفت حاصل نہ تھی مگر لفظ ظاہر مطلق تھا مقام رسالت کے مناسب یہ تھا کہ علی الاطلاق اپنے کو سب سے بڑا عالم نہ کہتے سب سے زیادہ علم کی نسبت خداوند والہلال کی طرف مناسب تھی مگر یہی کی ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی بات پر بھی باز پرس ہو جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے برگزیدہ بندے کو احتیاط فی الکلام کی تعلیم دی جائے موسیٰ علیہ السلام کا جواب اگرچہ باعتبار معنی اور مقصود کے صحیح تھا لیکن حق تعالیٰ کو یہ الفاظ پسند نہ آئے اس لیے کہ جواب ظاہری علم اور اطلاق سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ روئے زمین پر میں کل الوجوہ کوئی عالم الناس میں ایسے فرض تادیب و تنبیہ یا ارشاد ہوا کہ ہمارا ایک بندہ بھیع الجور میں ہے وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے مطلب یہ تھا کہ بعض علوم میں وہ تم سے زیادہ ہے مگر ان علوم کو قرب الہی اور رضائے خداوندی کے حصول میں دخل نہ ہو بلکہ مسائل کے جواب میں اپنے کو مطلقاً علم ان کی ہر مناسب نہ تھا بلکہ مناسب یہ تھا کہ جواب کو خدا تعالیٰ کے علم محیط پر فوٹل کرتے اور کہتے کہ انشاء اللہ ہی سب سے زیادہ جانتے والا ہے اللہ کے ہیئت سے مقبول اور مقرب بندے ہیں سب کی خبر اسکو ہے اور اسی کو معلوم ہے کہ اس نے اپنے خزانہ غیب میں سے کس کو کون سا علم عطا کیا ہے کفوفی کفیٰ ۛ عینی عینی ۛ

حق جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سہو اور نسیان پر متنبہ فرمایا اور خضرؑ کے پاس جانے کا حکم دیا موسیٰ علیہ السلام اس ارشاد خداوندی کو سن کر ان سے ملنے کے مشتاق ہوئے اور پوچھا کہ ان سے

ملنے کی کیا صورت ہے ارشاد ہوا کہ مجمع البحرین یعنی روم اور فارس کے دو سمندر آپس میں ملتے ہیں وہاں پتھر کے پاس میرا ایک نیک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے ہم نے اسکو ایک خاص علم دیا ہے جا کر اس سے ملو اور ناشترہ کے لیے ایک پھلی تل کر اپنے زنبیل میں رکھ لو اور روانہ ہو جاؤ جہاں وہ پھلی گم ہو جائے وہیں تم کو ہمارا وہ بندہ ملے گا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک پھلی بھنوا کر زنبیل میں رکھ لی اور یوش بن نون کو اپنے ساتھ لے کر مجمع البحرین روانہ ہوئے۔

چنانچہ فرماتے ہیں اور اے نبی وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان خادم سے جس کا نام یوش بن نون تھا یہ کہا کہ میں اس سفر میں برابر چلتا رہوں گا یہاں تک کہ میں اس مقام پر پہنچ جاؤں جہاں دودر یا آپس میں ملتے ہیں یا طلب مطلوب میں مدد ملے چلتا رہوں یعنی جب تک خدا کے اس نیک بندہ سے ملاقات نہ ہوگی میں سفر سے منہ نہ موڑوں گا۔

دست از طلب ندادم تا کام من بر آید یا نین رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید چنانچہ بھنی ہوئی پھلی ساتھ لے کر دونوں سفر کے لیے روانہ ہوئے پس جب یہ دونوں ان دودر یاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچے تو اپنی پھلی دیکھیں بھول گئے پس وہاں پہنچ کر وہ پھلی باذن الہی زندہ ہو گئی اور دریا میں جا داخل ہوئی اور اس نے دریا میں ایک سرنگ کی طرح راہ بنالی جہاں پھلی جاتی وہاں دریا کا پانی دونوں طرف سے کھڑا ہو جاتا اور کچھ میں ایک طاق سا بن جاتا جب یہ دونوں حضرات مجمع البحرین پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تو سو گئے اور یوش بن نون جاگتے رہے وہاں ایک چشمہ تھا یوش بن نون اس چشمہ سے دمنو کرنے لگے انکے ہاتھ سے ایک دو قطرہ پانی کا اس یعنی ہوئی پھلی پر ٹپک پڑا اس سے وہ پھلی توڑا زندہ ہو گئی یا کسی طرح سے وہ پھلی باذن اللہ زندہ ہو گئی۔ واللہ اعلم (تفصیل کے لیے فتح الباری کتاب الانبیاء دیکھیے۔)

اور دریا میں ملی گئی اور پانی میں جا کر بیٹھ گئی اور وہاں اس کے لیے مثل روشندان کے ایک طاق بن گیا۔ یوش بن نون علیہ السلام کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اور قصد کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام جاگیں گے تب ان سے اسکا ذکر کروں گا مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جاگے تو یوش علیہ السلام اسس کا تذکرہ کرنا بھول گئے اور دونوں حضرات وہاں سے آگے چل کھڑے ہوئے۔

پھر جب دونوں وہاں سے آگے بڑھے اور چلتے چلتے دور نکل گئے تو لنگے روز دن چڑھے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم یوش بن نون سے کہا کہ ہمارا جمع کا کھانا لاؤ تحقیق ہم سفر کی اس منزل میں تعب اور مشقت کو پہنچے ہیں یعنی تھک گئے ہیں۔ مجمع البحرین تک موسیٰ علیہ السلام کو تمکین نہیں ہوئی جب منزل مقصود سے آگے بڑھے تب تمکین محسوس ہوتی اور بھوک بھی لگی اور کھانا طلب کیا دیکھا تو پھلی نداد رہے اس وقت یوش بن نون کو پھلی کا حال یاد آیا اور بوسے کہ بھلا آپ کو معلوم بھی ہے کہ جب ہم اس پتھر کے پاس پہنچے تھے اور آپ تو وہاں سو گئے تھے اور پھلی یکایک زندہ ہو کر دریا میں داخل ہو گئی



ولایت اور مقبولیت مراد ہے اور لفظ رحمت بمل ہے جس میں دونوں معنی کا احتمال ہے اس لیے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام ولی تھے جی نہ تھے۔

(دوسرا وصف) اللہ تعالیٰ نے انکار یہ بیان فرمایا وَكَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عَلَمًا؛ اور انکو ہم نے اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا کیا تھا جو نظر و فکر سے حاصل نہیں ہو سکتا، ہم نے اپنے پاس سے ان کو باطنی علم سکھایا وہ علم ہمارے ساتھ خاص ہے بغیر ہمارے سکھائے کوئی اس علم کو نہیں جان سکتا موصیائے کرام کی اصطلاح میں ایسے ہی علم کو علم لدنی کہتے ہیں جس میں اسباب ظاہری کا دخل اور واسطہ نہ ہو اور عالم غیب سے براہ راست علم اس کے قلب میں داخل ہو مگر ہر جو مناسب اللہ علوم ناقص ہوتے ہیں وہ اسی قسم کے ہوتے ہیں قلب میں عام طور پر جو علم داخل ہوتا ہے وہ حواس ظاہری کے دروازوں سے داخل ہوتا ہے ایسے علم کو علم حصولی اور علم اکتسابی کہتے ہیں اور جب کسی کے قلب میں کوئی دروازہ عالم ملکوت کی طرف کھل جائے اور بلا ان ظاہری دروازوں کے کوئی علم قلب میں پہنچ جائے تو ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جو علم قلب کے باہر کے دروازہ سے داخل اور حاصل ہو وہ علم حصولی ہے اور جو علم قلب کے اندر کسی باطنی دروازہ سے آئے وہ علم لدنی اور علم وحییٰ اور علم حضورؐ کی کہلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو اسرار غیبی اور باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا علم عطا فرمایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو احکام شریعت کا علم عطا فرمایا تھا ہر رنگے را رنگ و پوستے دیگر است

چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا انی علی علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلم وانت علی علم من علم اللہ علمک اللہ لا اعلم یعنی مجھے اللہ کی طرف سے ایک خاص علم ملا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص مجھ کو عطا کیا ہے جس کا تعلق اسرار کو نیہ اور جزئیات غیبیہ سے ہے یہ علم مجھ کو ایک خاص مقدار میں ملا ہے تم اسکو نہیں جانتے اور تم کو مناسب اللہ ایک خاص علم ملا ہے جس کا تعلق اسرار شریعت اور احکام ہدایت اور اصلاح امت سے ہے یہ علم اللہ نے خاص تم کو سکھایا ہے میں اس علم کو نہیں جانتا مطلب یہ ہے کہ میرا علم اور تمہارا علم دو مختلف قسمیں ہیں دونوں یکجا جمع نہیں ہو سکتیں اس لیے تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے اور وہاں ایک چڑیا دکھائی دی کہ دریا میں سے پانی پیتی تھی تو خضر نے کہا کہ میرا اور تمہارا اور ساری مخلوقات کا علم اللہ کے سامنے ایسا ہے جیسے دریا میں سے چڑیا کے منہ میں ایک قطرہ آگاہ ہے اور یہ بھی محض تفسیم کے لیے تھا ورنہ درحقیقت یہ نسبت بھی نہیں اس لیے کہ ساری دنیا کا علم بھی متناہی ہے اور اسکو خدا تعالیٰ کے غیر متناہی علم سے کیا نسبت خدا تعالیٰ کے دریائے علم کی کوئی حد اور انتہا نہیں جس کو جو علم ملا وہ اس کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور ایک قطرہ آب پر ناز کرنا مناسب نہیں اس دریا پر نظر کرو جہاں سے یہ قطرہ ملا ہے خضر علیہ السلام کی اس بے مثال تمثیل وَمَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا کی خوب تفسیر ہو گئی اور مشرکین مکہ نے جو اہل کتاب کے مشورہ سے آپ کے امتحان کے لیے یہی سوال

کہتے تھے انکے ساتھ اس قہر کا ربط خوب ظاہر ہو گیا کہ نبی کے لیے تمام علوم کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے  
 موسیٰ علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر انکو سلام کیا بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں  
 اس لیے آیا ہوں کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کا اتباع کروں اس  
 شرط پر یا اس امید پر کہ جو خبر اور بھلائی کی باتیں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی گئی ہیں ان  
 میں سے آپ کچھ مجھ کو بھی تعلیم کریں موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت نبی اور رسول تھے علومِ شریعت  
 سے پورے واقف اور باخبر تھے لیکن جو علم خضر علیہ السلام کو دیا گیا تھا اس علم کا تعلق شریعت سے نہ  
 تھا بلکہ اس کا تعلق اسرارِ کونہ اور امورِ باطنیہ سے تھا اور ایسے علم کا جس کا تعلق شریعت اور احکامِ خداوندی  
 سے نہ ہو نبی کا غیر نبی سے ایسے علم کا سیکھنا نبوت کے منافی نہیں اور حدیثِ ائمہِ اعلم باصو  
 دنیا کم اس کی تائید ہے معلوم ہوا کہ صاحبِ شریعت پیغمبر کا کسی غیر نبی سے ایسے امور کو سیکھنا کہ جن  
 کا اصول دین اور فروع دین سے کوئی تعلق نہ ہو شانِ نبوت کے منافی نہیں۔

خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ تم میرے ساتھ رہ کر میری باتوں پر صبر نہیں کر سکو گے کیونکہ تم  
 شریعت کے پابند ہو اور احکامِ شریعت کا دار و مدار ظاہر پر ہے اور مجھ سے ایسے امور صادر اور سرزد ہوں  
 گے کہ جو بظاہر شریعت کے خلاف ہوں گے اور ان کے اصل نواز اور اندرونی حقیقت کی آپ کو خبر نہ ہو  
 گی آپ انکو دیکھ کر حیران ہوں گے آپ کی نظر صرف ظاہر پر ہوگی اور اس شے کی باطنی حکمتوں اور  
 مصلحتوں کا آپ کو علم نہ ہوگا اس لیے آپ ایسے امور کو دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے میں جانتا ہوں کہ آپ  
 میری باتوں کا انکار کریں گے اور آپ اس انکار میں بلاشبہ معذور ہوں گے اس لیے کہ اذرتے شریعت  
 امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے اور آپ نہیں ہیں اور نبی سے امور منکرہ پر صبر نہیں ہو سکتا لیکن  
 میں بھی ان امور کے کرنے میں معذور ہوں گا اس لیے کہ میں منجانب اللہ اس کا مامور ہوں گا اور من  
 جانب اللہ میں اسکی باطنی حکمت و مصلحت پر مطلع ہوں گا اور آپ ان مصالح سے آگاہ نہ ہوں گے  
 اس لیے آپ میری باتوں پر صبر نہ کر سکیں گے بہر حال آپ کے لیے میری باتوں پر صبر کرنا اور سکوت اور  
 خاموشی اختیار کرنا بہت دشوار ہوگا اور اگر سوالات اور مواخذہ اور روک ٹوک کا سلسلہ جاری رہا تو تعلیم  
 و تعلم کا سلسلہ کیسے جاری رہ سکے گا اور بے شک آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جو آپ کے احاطہ علم  
 سے باہر ہو آپ کی نظر اس امر کی ظاہری قباحت پر تو ہوگی مگر اس کے باطنی خاص اس آپ کے علم سے  
 پوشیدہ ہوں گے موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ اگرچہ میں ظاہر شریعت کا مکلف ہوں باطن سے  
 مجھے کوئی سروکار نہیں لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی مخالفت نہ کروں گا انشاء اللہ آپ  
 مجھے صابر پائیں گے اور حتی الوسع میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں  
 کہ جو امر آپ سے صادر ہوگا اگرچہ وہ بظاہر میری نظر میں قبیح ہوگا مگر درحقیقت قبیح نہ ہوگا ایسے  
 کہ جب اللہ رب العالمین نے آپکی معیت اور مصاحبت کا حکم دیا ہے تو یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے

کہ آپ کا جو کام ہو گا وہ عین مشاء خداوندی ہو گا اس لیے میں انشاء اللہ حتی الوسع اس پر صبر کروں گا صبر کا وعدہ فرمایا اور تبرک کے لیے انشاء اللہ کی قید لگا دی جیسا کہ انبیاء کی سنت ہے کما قال تعالیٰ وَلَا تَقُولُ لَكَ رَبِّيَ إِعْزَازِي ۚ كَاذِبٌ ۚ ذَٰلِكَ عَدُوٌّ ۙ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ مَوْسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ نے بطور تبرک اور طریق توکل انشاء اللہ کہا کہ بندہ کا فضل خواہ صبر ہو اور خواہ شکر ہو سب اللہ کی مشیت پر موقوف ہے بندہ اپنے کسی قول اور فعل اور عمل میں مستقل نہیں لے حَوْلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سارا کلام درحقیقت حضرت خضر علیہ السلام کے اس قول اِنَّكَ لَوْ تَسْتَطِيعُ مَوْجِيْ صَبْرًا کا جواب تھا اہل فہم حضرات موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب یا صواب پر غور فرمائیں کہ جس کے ہر لفظ اور ہر حرف سے ادب اور تواضع ٹپک رہی ہے۔

(اول) اَهْلٌ اِيْضًا لِّكَ سِجِّينَ سے اتباع کی اجازت چاہی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے آپکو آپکے تابع کر دوں۔

(دوم) عَلَيَّ اَنْتَ مُخْلِصِيْ سے اقرار کیا کہ آپ عالم اور معلم ہیں اور میں آپکا متعلم بننا چاہتا ہوں۔

(سوم) وَمَا عَلِمْتُكَ کہہ کر حضرت خضر سے بعض علم کی درخواست کی کہ آپ اپنے علم میں سے کچھ حیرت اور اس کا کوئی جز مجھ کو مرحمت فرمائی مطلب یہ تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ علم میں آپ کے برابر ہو جاؤں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ جو علم آپ کو حاصل ہے اس میں سے کوئی جز مجھے عطا فرمائیں۔

(چہارم) یہ کہ مَخْلُوقَت سے اس بات کا اقرار کیا کہ ہر علم آپ کو من جانب اللہ ملا ہے۔

(پنجم) لَفْظِ رُسُوْد سے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ علم رُسُوْد و ہدایت ہے اس رشد میں سے کچھ عطا کیے جانے کی درخواست کی۔

(ششم) سَيُعْزِزُنِيْ اِنَّشَاءَ اللّٰهِ مَا يُوْاٰيْنِيْ انشاء اللہ آپ مجھ کو ماہر پائیں گے۔

(ہفتم) وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا یعنی آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔

ابک روایت میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم کی درخواست کی تو خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ! کیا تمہیں تو ریت کا علم کافی نہیں موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں

اللہ کے حکم سے حاضر ہوا ہوں اس پر خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو

تو اس بات کا خیال رکھنا کہ مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود تم کو اس کے حال

سے آگاہ نہ کر دوں مطلب یہ ہے کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو شرط یہ ہے کہ مجھ سے کچھ نہ

پوچھنا اور نہ مجھ پر اعتراض کرنا کہ یہ کیوں کیا یا ایسا کیوں کیا یہاں تک کہ میں خود سے اس کا ذکر کر دوں

(تفسیر سراج منیر ص ۳۳)

اب آئندہ آیات میں اللہ تعالیٰ ان وفاء کو یہاں کرتے ہیں جو اس کے اعدائے علیہ السلام اور خضر

علیہ السلام کے درمیان پیش آئے ہیں ان شرائط کے تسلیم کر لے کے بعد موسیٰ خضر علیہ السلام کے ساتھ ہوئے

اور آگے روانہ ہوئے طاہر یہ ہے کہ یوشع بن نون بھی ساتھ تھے کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے

اس لیے اصل مقبوع یعنی موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر دیا اور تابع روایع بن نون کا ذکر چھوڑ دیا اور قشیری کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر کی ملاقات کے بعد حضرت یوشع کو واپس کر دیا اور اللہ اعلم !

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں رواۃ ہوئے اور چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچے جہاں کشتی پر سوار ہونے کی ضرورت پیش آئی نا خدا نے حضرت خضر کو ہیمان کر بعد تعظیم و تکریم کشتی میں مضطرب سوار کر لیا یہاں تک کہ جب وہ دونوں اس کشتی میں سوار ہو گئے تو کچھ دور چل کر حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ کر اس میں سوراخ کر دیا موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر گھبرائے کہ اب کشتی میں پانی بھر جائے گا اور کشتی غرق ہو جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھبرا کر کہا اے خضر کیا تو نے اس کشتی کو اس لیے چھاڑا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کر دے اور بے وجہ سب کی جانیں ضائع ہوں اور احسان کا بدلہ نقصان سے دیں مال بھی برباد اور جاں بھی برباد اللہ تعالیٰ تمہیں عیب ہی کام کیا ہے ایک تختہ نکال کر کشتی والوں پر آفت برپا کر دی۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ مبر نہ کر سکو گے آخر وہی ہوا جو میں نے کہا تھا موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میں بھول گیا تھا لہذا مجھے میری بھول چوک پر نہ پکڑو اور میرے معاملہ پر سختی نہ کرو تاکہ میرے لینے آپ کی معیت اور اذیت میں خوداری نہ ہو بھول چوک میں نرمی اور شرم پوشی چاہیے نہ کہ مواخذہ اور سخت گیری فعل نسیان اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدم کے حکم میں ہے پھر کشتی سے اتر کر دونوں آگے روانہ ہوئے اور ایک کسبی میں پہنچے اور چند لڑکوں کے پاس سے گزرے جو کھیل رہے تھے یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک کسبن لڑکے سے ملے جو ان کھیلنے والوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا تو حضرت خضر نے اسکو پکڑ کر مار ڈالا قتل کر دیا یا زمین پر لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا یا اسکا سر اسکے دھڑ سے جدا کر دیا یا اس کا سر دیوار سے مار دیا اور مار کر چل کھڑے ہوئے ایک کسبن بچے کے اس حیرت انگیز قتل کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو حوش آیا اور بولے اے خضر کیا تو نے ایک باک اور بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے عوض اور بدلے کے یونہی مار ڈالا یہ تو معصوم بچہ تھا اس نے تو کسی کا خون بھی نہیں کیا تھا ایسا معصوم بچہ اگر کسی کا خون بھی کر ڈالے تو اس پر قصاص نہیں آپ نے اسکو کیسے مار ڈالا بے شک آپ نے بہت ہی ناپسندیدہ اور برا کام کیا جس کا عقل اور فطرت اور شریعت سب ہی انکار کرتی ہیں آپ کا یہ فعل پہلے فعل سے زیادہ سخت ہے آپ نے ایسا برا کام کیا جس کا اندازک بھی ممکن نہیں کشتی کے شگاف کا من و دہ تدارک ممکن ہے مگر قتل کا تدارک ممکن نہیں مار ڈالنے کے بعد جان ڈالنا کسی کے اختیار میں نہیں نیز قتل سے جان کا نقصان یقینی ہے اور شگاف سے کشتی کا غرق ہونا یقینی نہیں ممکن ہے کہ کشتی باوجود شگاف کے غرق نہ ہو یا لوگ کسی اور طرح سے بچ جائیں۔

الحمد للہ رب العالمین ص ۱۳ ذی الحجۃ المرم یوم ثنہ ۸۳۸ھ عصر اور مغرب کے درمیان پندرہویں پارہ کی تفسیر سے فراغت ہوئی **قللہ الحمد اولاً و آخراً**





ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر

## تصدیق نامہ

مکتبۃ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور کے مطبوعہ تفسیر معارف القرآن  
مصنفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ  
کے جلو جہاں پارہ ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ کے متن قرآن کریم کو بخوبی پڑھا۔  
تصدیق کے جاتے ہیں کہ اس کے متن قرآن کریم  
میں کوئی کمی بیشی یا اعراب کی غلطی نہیں ہے۔  
واللہ اعلم

علیم النان شہدادپور

۲۱ محرم ۱۴۲۱ھ

